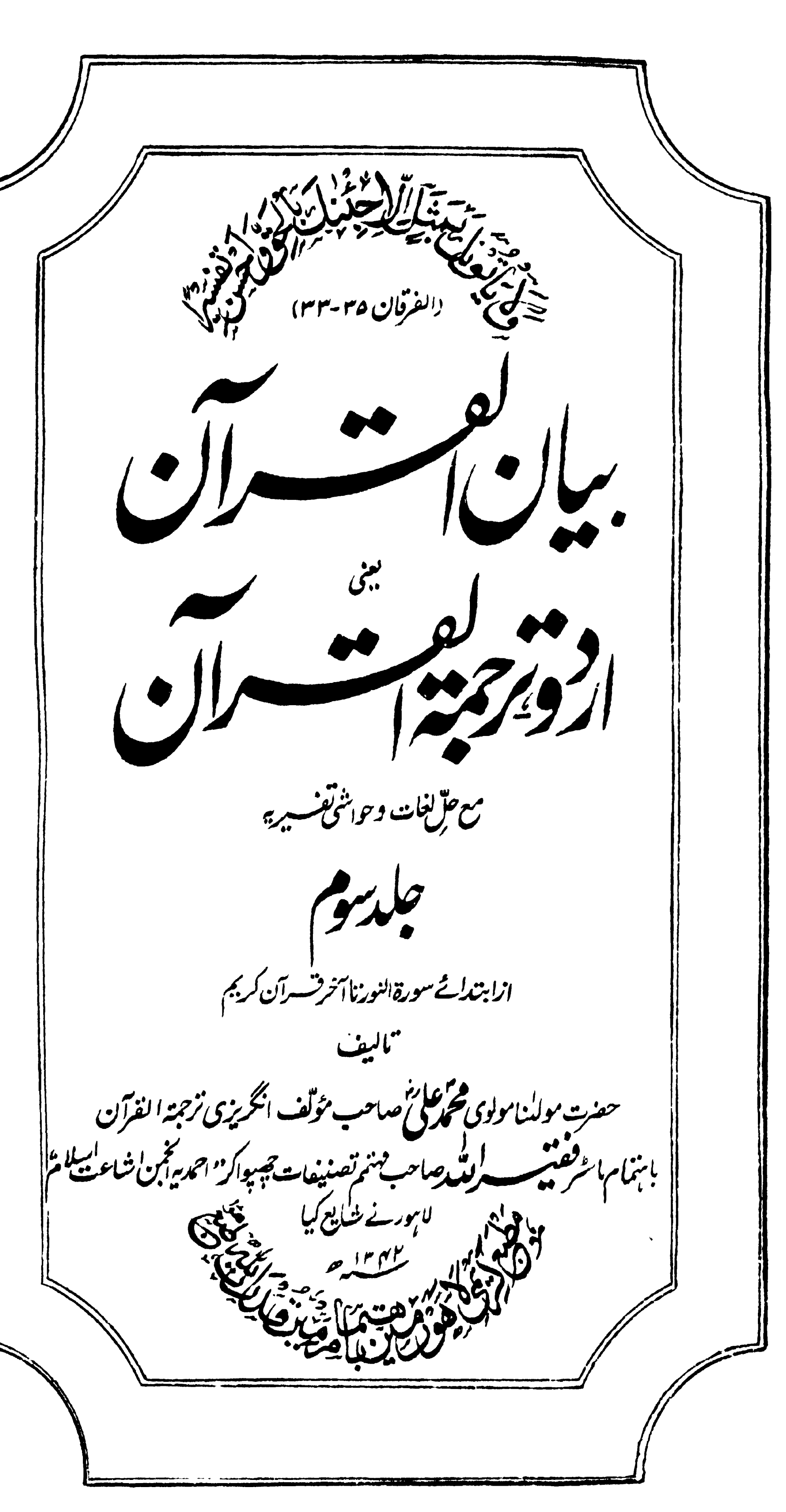


وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

(الفرقان ۲۵-۳۳)

بیان القرآن

یعنی

اردو ترجمۃ القرآن

مع حل لغات و حواشی تفسیریہ

جلد سوم

از ابتدائے سورۃ النور تا آخر قرآن کریم

تالیف

حضرت مولانا مولوی محمد علیؒ صاحب مؤلف انگریزی ترجمۃ القرآن

باہتمام ماسٹر فقیر اللہ صاحب مہتمم تصنیفات چھپوا کر "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام" لاہور نے شایع کیا

۱۳۴۲ھ

مطبع کریمی لاہور [illegible]

فہرست مضامین بیان القرآن جلد سوم

سورۃ السبا ۳۴ - از ۱۵۳۱ تا ۱۵۴۴

سورۃ فاطر ۳۵ - از ۱۵۴۵ تا ۱۵۵۵

سورۃ یٰس ۳۶ - از ۱۵۵۶ تا ۱۵۷۲

تمت بالخیر

سورۃ النور مدنیۃ وھی اربع وستون آیۃ وتسع رکوعات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے

نام

اس سورت کا نام النور ہوا اور اس میں نو رکوع اور چونسٹھ آیات ہیں اس کے پانچویں رکوع میں رسول اللہ صلعم کے ظہور کو ایک اعلیٰ درجے کے معنی دائمی اور کل عالم پر محیط نور سے تشبیہ دی ہو اور اسی لحاظ سے اس کا نام النور ہو *

خلاصہ مضمون

چونکہ اس سورت میں آنحضرت صلعم کے ظہور کو کامل نور سے مشابہت دے کر یہ بتایا ہو کہ یہ نور دنیا پر غالب ہوگا اور اس لئے نہ صرف آنحضرت صلعم کے لئے بادشاہت کی پیشگوئی کی ہو بلکہ یہ بھی بتایا ہو کہ یہ بادشاہت دائمی طور پر آپ کے بعد بھی رہیگی اور چونکہ جب قوموں کو دنیا میں عروج اور حکومت ملتی ہے تو فسق و فجور ان کی تباہی کا موجب ہوجاتا ہو اس لئے اس سورت کی ابتدا زنا و قذف محصنات سے کی ہو اور اسی پہلے رکوع میں بتایا ہو کہ زانیوں کو اپنی قوم میں نہ ملنے دو تاکہ تم خود اس سے بچے رہو۔ دوسرے رکوع میں واقعہ افک کا ذکر کرکے حضرت عائشہؓ کی بریت کی ہو۔ تیسرے میں بُری باتوں کی تشہیر سے روکا ہو چوتھے میں وہ علاج بتایا جس سے قوم فسق و فجور سے محفوظ رہ سکتی ہو۔ گھروں میں اجازت سے داخل ہونا رستوں میں اور کاروبار کے اوقات میں مردوں اور عورتوں کا نظریں نیچی رکھنا۔ عورتوں کا اپنی زینت کے مقامات کو چھپانا مجردوں کے نکاح کردینا یہ چند تدابیر بتائی ہیں اور اگر کوئی قوم ان باتوں کو اختیار کرے اور ان کے اختیار کرنے میں دشواری بھی کوئی نہیں تو وہ زنا کے اس میں رواج پانے سے محفوظ رہ سکتی ہو پانچویں رکوع میں بتایا کہ رسول اللہ صلعم کا ظہور کامل ترین نور الٰہی کا ظہور ہو اور وہ دائمی اور کل عالم پر محیط نور ہو۔ اور یہ بھی بتایا ہو کہ صحابہ کے گھروں میں یہ نور پھیل گیا ہو اور اس کے منکر اپنے آپ کو ظلمت میں رکھتے ہیں چھٹے رکوع میں نظارۂ قدرت کی کچھ مثالیں دیکر بتایا ہو کہ حق آخرکار کامیاب ہوگا مگر اس کیلئے ضرورت ہو کہ سچے دل سے اتباع نبوی کیا جاتے ساتویں میں اطاعت رسول کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے بتایا ہو کہ اس نور کے قیام کیلئے بادشاہت بھی دیجائے گی اور وہ بادشاہت صرف آنحضرت صلعم کی ذات تک محدود نہ ہوگی بلکہ آپ کے بعد بھی قایم رہے گی اور خلافت کے مضمون میں خلافت جسمانی اور خلافت روحانی دونوں کا ذکر کیا ہو۔ آٹھویں رکوع میں مضمون کو پھر اس طرف لوٹایا ہو کہ چھوٹے چھوٹے خانگی امور کو لاپروائی کی نظر سے نہ دیکھا جائے بلکہ ان میں صحیح راہ پر چلنے پر بھی انسان کی راحت کا بہت کچھ دارومدار ہو۔ گویا یہ رکوع چوتھے رکوع کے مضمون کی تکمیل کرتا ہو۔ اور نویں رکوع میں اصولی بات بتائی کہ دینی اور قومی معاملات کو ذاتی معاملات پر ترجیح دینی ضروری ہو اور رسول اللہ صلعم نے جس امر کیطرف دعوت دی ہو اسے معمولی امر نہ خیال کیا جائے بلکہ اسی میں فلاح ہو اور اسے چھوڑ کر نتیجہ اس دنیا میں بھی دکھ ہوگا *

تعلق

اس سورت کا تعلق پچھلی سورت سے ظاہر ہو وہاں مومنوں کی فلاح کی اصل باتوں کو بیان کیا تھا تو یہاں یہ بتایا ہو کہ کونسی باتیں ہیں جو ایک کامیاب قوم کی تباہی کا موجب ہوجاتی ہیں۔ اصل علاج دینی کا بتایا ہو اسی اثنا میں نہایت صفائی سے یہ بھی ذکر کردیا ہو کہ رسول اللہ صلعم کا نور کل عالم پر محیط ہوجائے گا اور آپکے بعد آپکے جانشینوں کو حکومت بھی دی جائے گی *

تاریخ نزول

یہ سورت بالاتفاق مدنی ہو اور حضرت عائشہ کے افک کا واقعہ جس کا اس میں ذکر ہو پانچویں سال ہجرت کا ہو اس لئے اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ بیشتر حصہ اس سورت کا پانچویں سال ہجرت کا ہو *

ع ۱۰ / ۷

سزائے زنا و قذف

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○

(یہ) ایک سورت ہے جسے ہم نے اُتارا ہے اور اس (کے احکام) کو ضروری ٹھہرایا اور اس میں کھلی کھلی آیتیں اُتاری ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ۲۳۰۲

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ ۲

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنیوالے مرد (کا حکم یہ ہے) کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور اللہ کے دین کے معاملہ میں ان سے

دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

تم کو مہربانی روک نہ رکھے اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو اور چاہیے کہ انکی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو ۲۳۰۳

سورۂ نور کے احکام پر خاص زور دینے کی وجہ

۲۳۰۲ سبھی سورتیں اللہ تعالیٰ نے اُتاری اور سبھی کے احکام کو فرض بھی کیا اور انکو عمل میں لانا ضروری ٹھہرایا۔ خاص طور پر اس سورت کے متعلق یہ الفاظ اسلئے فرمائے کہ ان کی طرف زیادہ توجہ ہو کیونکہ ان احکام کے مدنظر رکھنے سے مومن کا گھر اس کیلئے جنت بن جاتا ہے اور انکی خلاف ورزی سے سب آرام اور امن تباہ ہو جاتا ہے مگر یہ افسوس کا مقام ہے کہ اسی سورت کے احکام کو مسلمانوں نے سب سے زیادہ چھوڑ رکھا ہے حالانکہ ان کی تعمیل میں کوئی بڑی مشکلات بھی نہیں ؞

زنا

۲۳۰۳ زانیة ۔ زانی ۔ زِنَا بغیر عقد شرعی کے عورت کے ساتھ ہمبستری کا نام ہے (غ) ؞

جِلْد

جَلْد

اجلدوا ۔ جلدة ۔ جِلْد چمڑے کو کہتے ہیں جس کی جمع جُلُود ہے جلود الذین یخشون ربھم (الزمر ۳۹ ۔ ۲۳) اور جَلَدَہٗ کے معنی ہیں ضَرَبَ جِلْدَہٗ اس کی جلد پر مارا اور ضَرَبَہٗ بالجِلْد اسے چمڑے کے ساتھ مارا (غ) اور یہاں پہلے معنی مراد ہیں (ر) اور جَلْد مصدر ہے کسی چیز کے ساتھ مارنا اور جَلَدَہٗ کے معنی ہیں اصاب جِلْدَہٗ اس کی جلد یعنی چمڑے کو پہنچا (ل) ، اور روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ زانیہ اور زانی کو ایسے کوڑے کے ساتھ مارا جاتا تھا جس پر گانٹھ کوئی نہ ہوتی تھی اور نہ اس کی کوئی شاخ ہوتی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس قسم کے کوڑے کے ساتھ مارنا بھی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اجماع صحابہ سے شروع ہوا اور اس سے پہلے کبھی ہاتھ سے مارا جاتا تھا اور کبھی جوتی اور کبھی تازہ شاخ سے (ر) پھر یہ مارنا کپڑے اُتار کر اور ننگا کر کے نہیں بلکہ شافعی اور احمد کا قول ہے کہ اس پر ایک یا دو قمیصیں چھوڑ دی جائیں اور حضرت علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حد لگائی اور اس پر قسطلانی کپڑا تھا اور ابن مسعودؓ سے ہے کہ اس امت میں تجرید یعنی ننگا کرنا اور مدّ یعنی کھینچنا یا کسی چیز سے باندھنا جائز نہیں البتہ پوستین یا روئی دار کپڑا اوپر سے پہنا ہوا ہو تو وہ اُتروا دینا چاہیے کیونکہ ایسی صورت میں مار کا اثر چمڑے تک نہیں پہنچ سکتا ۔ اور مناسب ہے کہ سختی سے نہ مارا جائے اور بعض کے نزدیک صرف پیٹھ پر مارنا چاہیے اور بعض کے نزدیک سوائے سر اور مُنہ اور اور ایسی جگہ کے جنپر مارنے سے ہلاکت کا خطرہ ہو تمام اعضا پر تقسیم کر کے مارنا چاہیے ؞

سزا میں کس قسم کا کوڑا استعمال ہو

جلد میں سوٹی یا جوتی سے مارنا بھی جائز ہے

حد قایم کرنے میں ننگا کرنا نہیں چاہیے

حد قایم کرنے میں سختی سے نہ مارا جائے

اسلامی سزائے جلد اور آج کل کا کوڑا

جلد کی اس کیفیت سے معلوم ہوگا کہ جو آجکل کوڑے یا دُرّے کا مفہوم ہے وہ جلد کا مفہوم ہرگز نہیں بلکہ اس سے مراد صرف اس قدر ہے کہ کوئی ایسی چوٹ مارنی چاہیے جس کی تکلیف انسان کی جلد کو پہنچے ننگے کر کے مارنا بالکل ناجائز ہے اور شدید مار مارنا بھی درست نہیں ۔ اور کھڑے ہوئے انسان کو بغیر باندھنے کے مارنا صاف بتاتا ہے کہ کوڑے اور دُرّے کی مار سے اس جلد کو کوئی نسبت ہی نہیں ۔ اور اصل غرض زیادہ تر رسوائی ہے اور اسی لئے یہ بھی ضروری ٹھہرایا ہے کہ ایک جماعت اس وقت موجود ہو تا ایسا بدفعل کرنے والے کی تشہیر ہو وہ وحشیانہ سزا جو آج ایک مہذب قوم کی سزاؤں میں کوڑے مارنے کے رنگ میں تعزیرات ہند میں موجود ہے وہ تعلیم اسلامی کی روح کے سراسر منافی ہے ۔ اسلام نے جلد کی سزا صرف چند خاص جرائم میں رکھی ہے یعنی زنا یا قذف یا شراب خوری اور یہ جلد بطور رسوائی کے طور پر ہے اور اس کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ ایک شخص کو مار مار کر ادھمؤا کر دیا جائے اور ایسی سزا دیجائے جس کے داغ ساری عمر اسکی پیٹھ پر رہیں اور اسکا گوشت اُٹھا کر ہڈیاں نکل

۳ اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ز

زانی مرد سوائے زانیہ یا مشرکہ عورت کے کسی سے تعلق پیدا نہیں کرتا

چربی تک صاف کر دی جائے ۔

کیا رجم اسلام میں سزائے زنا ہے

یہاں ایک نہایت ضروری سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آیا رجم یعنی سنگسار کرنا بھی زنا کی سزا ہے یا نہیں۔ جہاں تک تعلیم قرآنی کا تعلق ہے سوائے اس ایک آیت کے اور کہیں زنا کی سزا کا ذکر نہیں (سوائے اسکے کہ یہ ذکر ہے کہ لونڈی اگر زنا کرے تو اس کی سزا آزاد عورت سے نصف ہے) اور اس ایک آیت میں اس قدر واضح الفاظ میں زانی اور زانیہ کی سزا بتا دی ہے کہ اس میں شبہ کی گنجایش نہیں اور زنا کا لفظ بھی زبان عربی میں وسیع ہے یعنی ہر ناجائز ہمبستری پر بولا جاتا ہے خواہ ایسے لوگوں میں ہو جنکے زوج یا زوجہ موجود ہوں اور خواہ ایسے لوگوں میں ہو جنکے ابھی نکاح نہ ہوئے ہوں لغت قطعاً ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کرتی لیکن تعامل اور احادیث دونوں میں بیاہے ہوؤں کیلئے سزا رجم ہے اور بن بیاہوں کے لئے سو جلد۔ اور پھر بعض نے کہا کہ بیاہے ہوؤں کیلئے جلد اور رجم دونوں ہیں اور بعض نے صرف رجم کہا ہے اور ایسا ہی بن بیاہوں کیلئے بعض نے صرف جلد سزا قرار دی ہے اور بعض نے کسی حدیث کی بنا پر جلد کے علاوہ ایک سال کی جلا وطنی بھی بتائی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ قرآن شریف کے صریح الفاظ کے بالمقابل کونسی سند ہے جس کی بنا پر سنگساری کی سزا دیجا سکتی ہے۔

آیت رجم کے متعلق حضرت عمر کا قول

اول وہ روایات ہیں جن میں حضرت عمرؓ کا قول منقول ہے کہ قرآن شریف میں کوئی آیت رجم کے متعلق تھی۔ ایک روایت میں جو صحیحین میں ہے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا فکان فیما انزل علیہ آیۃ الرجم فقرأناھا ووعیناھا ورجم رسول اللہ صلعم ورجمنا بعدہ فاخشی ان یطول بالناس زمان ان یقول قائل لانجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ قد انزلھا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے رسول پر اُتارا اس میں آیت رجم بھی تھی سو ہم نے اسے پڑھا اور اسے یاد کیا اور رسول اللہ صلعم نے رجم کیا اور آپکے بعد ہم نے بھی رجم کیا سو میں ڈرتا ہوں کہ لوگوں پر لمبا زمانہ گزر جائے تو کوئی کہنے والا کہے کہ ہم آیت رجم کتاب اللہ میں نہیں پاتے پس ایک فریضہ کے ترک کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں اس میں جلد ہے . . . . اور اگر کوئی یہ کہنے والا نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب اللہ میں وہ بات بڑھا دی جو اس میں سے نہیں ہے تو میں اسے لکھ دیتا جس طرح اس کا نزول ہوا اور امام احمد کی ایک اور روایت میں ہے کہ اگر کہنے والے یہ نہ کہتے کہ عمر نے کتاب اللہ میں ایسی بات بڑھا دی ہے جو اس میں نہیں ہے تو میں قرآن شریف کے ایک کونہ میں یہ لکھ دیتا۔ یہ ایک ایسی کچی بات ہے کہ ایک لحہ کیلئے بھی قبول نہیں کی جا سکتی اور نہ حضرت عمر کی طرف منسوب ہو سکتی ہے۔ قرآن شریف میں ایک آیت اُتری ہے اسے لوگ پڑھتے ہیں یاد بھی رکھتے ہیں پھر حضرت عمر کہتے ہیں میں اسے قرآن میں نہیں لکھ سکتا کیونکہ لوگ کہیں گے عمر نے کتاب اللہ میں بڑھا دیا بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اس خوف سے ہی نہیں لکھا کہ لوگ ایسا کہینگے مگر حضرت عمر جیسا جری القلب انسان لوگوں سے ڈر کر کس طرح ایک حق بات کو ترک کر سکتا تھا اور پھر یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ سوائے حضرت عمر کے اور کسی کو اس آیت کا علم بھی نہ ہوتا

آیت رجم کی تلاوت کی منسوخی اور بقائے حکم کا خیال

اور یہ جو ان بے معنی الفاظ کی توجیہ کی گئی ہے کہ اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی تھی اور حکم باقی رہ گیا تھا تو یہ اصل قول سے بھی بڑھکر بے معنی ہے۔ آخر اس کا مطلب کیا ہے کہ ایک حکم تو باقی ہے مگر اسکے لفظ باقی نہیں یا کم از کم پڑھے نہیں جا سکتے یا قرآن کریم کا حصہ نہیں رہے جو حکم اللہ تعالیٰ کیطرف سے آتا رہا ہے جب سے دنیا ہوئی الفاظ میں ہی آتا رہا ہے اب ایک حکم الفاظ میں اُترتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حکم تو باقی ہے مگر لفظ نہیں رہے۔ پہلے ہی بغیر لفظوں کے اُتر آتا تو بھی کچھ بات ہوتی لیکن یہ گورکھ دھندا کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ حکم لفظوں میں اُترا کیونکہ بغیر لفظوں کے اُتر نہ سکتا تھا پھر لفظ منسوخ ہو گئے اور حکم رہ گیا۔ کیا وہ حکم صحیح تھا اور لفظ غلط تھے؟ آخر بات وہ کہنی چاہئے جو عقل انسانی میں آسکے اور منسوخ التلاوۃ کے بارے میں جنکا حکم منسوخ نہ ہو اتقان میں یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ایسی روایات سب خبر آحاد ہیں اور خبر احاد سے نہ نزول قرآن ثابت ہوتا ہے اور نہ اس کا نسخ اور یہی مذہب معقول ہے ۔

وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ

اور زنا کرنے والی عورت کیساتھ سوائے زانی یا مشرک کے کوئی تعلق پیدا نہیں کرتا

حضرت علی آیت رجم کے قائل نہ تھے

نہ صرف عقل ہی بالبداہت اس بات کو غلط ٹھہراتی ہے بلکہ صحابہ میں سے حضرت علی جیسے انسان کی شہادت اس کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے جب ایک شادی شدہ عورت شراحہ پر حد لگائی تو جلد اور رجم دونوں کا حکم دیا اور فرمایا کتاب اللہ کے ساتھ میں نے اسے جلد کیا اور سنت رسول اللہ کے ساتھ رجم کیا۔ اگر کتاب اللہ کی آیت کا حکم باقی ہوتا تو حضرت علی کس طرح اس سے بیخبر رہ سکتے تھے پس اب دوسرا سوال یہ ہے کہ

کیا رجم سنت رسول اللہ ہے

آیا رجم واقعی سنت رسول اللہ ہے اور اس نے کتاب اللہ کے حکم کو در بارہ محصن کے منسوخ کر دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم نے بعض احکام کی تفصیلات بیان نہیں کیں تو سنت رسول اللہ نے ان تفصیلات پر ہم کو آگاہ کر دیا مثلاً اقیموا الصلوٰۃ حکم قرآن ہے سنت نے بتا دیا کہ کون کونسی نمازیں کن کن اوقات میں ہیں اور کتنی کتنی رکعات ہیں لیکن یہاں تو تفصیلات کا کوئی سوال نہیں۔ ایک حکم موجود ہے اور صاف الفاظ میں موجود ہے زانی مرد اور زانی عورت کو سو دفعہ جلد کرو یا سو کوڑے لگاؤ۔ تو یہاں تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ سزا بتانا مقصود ہے اور

سنت قرآن کی تفصیل کر سکتی ہے اسے منسوخ نہیں کر سکتی

وہ بتادی ہے ہاں اگر یوں ہوتا کہ زانیوں کو کچھ سزا دو اور سنت تشریح کر دیتی تو ٹھیک تھا یا یوں ہوتا کہ زنا کی سزا جلد اور رجم ہے اور سنت تفصیل ہو جاتی کہ جلد فلاں کیلئے ہے اور رجم فلاں کیلئے تو بھی ہو سکتا تھا یا اگر یہاں زنا کی سزا کے ذکر کے علاوہ کہیں اور بھی زنا کی سزا کا ذکر ہوتا اور وہ صراحت سے رجم نہ ہوتا اور سنت اسے رجم قرار دیتی تو بھی ماننے کے قابل بات تھی لیکن سنت قرآن کو منسوخ کر دے یہ ناقابل تسلیم بات ہے اسکے

احادیث اور سزائے رجم

یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک حکم نازل کرتا ہے رسول اللہ صلعم اسکے خلاف حکم دیتے ہیں یہ سچ ہے کہ احادیث میں رجم کی سزا کا ذکر ہے مگر یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ایک خاص رجم کا واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد کا ہے اور جبتک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک یہ دعویٰ ثابت نہیں کہ سنت نے قرآن کو منسوخ کر دیا۔ اتنا عظیم الشان دعویٰ کہ نبی کریم کا عمل قرآن کو منسوخ کر دے حالانکہ قرآن میں صاف لکھا ہوا ان اتبع الا ما یوحی الی۔ ایسی ظنی باتوں سے ثابت نہیں ہو سکتا ہمیں علم نہیں کہ رجم کا حکم نبی کریم صلعم نے اس آیت کے نزول کے بعد دیا اسلئے ہم یونہی تسلیم کرینگے کہ جب قرآن شریف میں زنا کیلئے جلد کا حکم آگیا تو پھر نبی کریم صلعم نے اسکے خلاف عمل نہیں کیا ہاں اسکے نزول سے پہلے شریعت سابقہ کے مطابق اگر رجم کیا ہو تو یہ امر دیگر ہے الگ الگ احادیث پر بحث کی یہاں گنجائش نہیں ۔

اجماع سے قرآن منسوخ نہیں ہو سکتا رجم پر اجماع امت نہیں

تیسری بات جو اس بارہ میں کہی جاتی ہے وہ اجماع ہے۔ اجماع اصل میں کوئی دلیل نہیں اور کم از کم اس پر تو اتفاق ہے کہ اجماع ناسخ نہیں اور یہاں بغیر نسخ کے کام نہیں بنتا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ رجم پر اجماع کیونکر کہا جا سکتا ہے جب صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں بھی بعض لوگ ایسا کہتے تھے کہ رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں اسلئے سزائے رجم نہیں دی جا سکتی۔ ان اناسا یقولون ما الرجم فی کتاب اللہ وانما فیہ الجلد یہ روایت احمد کے الفاظ ہیں۔ مروان کے سامنے بھی کوئی ایسا ہی ذکر ہوا پھر عمر بن عبدالعزیز کے سامنے بھی یہی قصہ پیش آیا پھر خوارج سارے کے سارے رجم کے منکر ہیں تو اسے اجماع کہنا صحیح نہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ ایک بات کتاب میں ہے یا نہیں۔ اگر کتاب اللہ میں صراحت سے ہے تو کوئی حدیث اسکے خلاف قبول نہیں کی جا سکتی۔ اگر کتاب اللہ میں اجمال ہے یا مسئلہ نہیں تو حدیث سے لینگے۔ اسکے بعد قیاس ہے اور بس سو یہ بات کہ رجم زنا کی سزا ہے پہلے معیار پر ہی غلط ٹھہرتی ہے اسلئے یہاں نہ حدیث کی ضرورت ہے نہ قیاس کی۔ جو خلاف قرآن کریم ہو حدیث یا قیاس ہو وہ قبول نہیں کیا جا سکتا اور اجماع محض ایک وقتی حادثہ کا فیصلہ ہوتا ہے

لونڈیوں کو نصف سزائے زنا دینے سے استدلال کہ رجم سزائے زنا نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے اسی نتیجہ کی تائید ہوتی ہے سورۃ نساء میں جہاں لونڈیوں کے نکاح کے احکام ہیں وہاں یہ بھی ذکر ہے کہ اگر لونڈیاں نکاح کے بعد ارتکاب زنا کریں تو ان کیلئے اس کی نصف سزا ہے جو محصنات کیلئے ہے فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب (النساء ع-۴-۲۵) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف سو جلد ہی سزا ہے جسکا نصف ہو سکتا ہے۔ اگر رجم بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شریعت میں سزائے زنا ہوتی تو نصف ما علی المحصنٰت کا لفظ استعمال نہ کیا جاتا پس قرآن کریم کی یہ دو مثالیں

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور یہ مومنوں پر حرام کیا گیا ہے ۲۳۰۴

آیت بھی صاف بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رجم زنا کی سزا نہیں +

اور یہ جو فرمایا کہ سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو تو اس میں اقل تعداد بعض کے نزدیک ایک بعض کے نزدیک دو۔ بعض کے تین اور بعض کے چار ہے۔ طائفۃ کا لفظ چونکہ جماعت کو چاہتا ہے اس لئے تین یا زیادہ پر ہی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے +

زانی یا زانیہ کے پاک دامنوں سے نکاح کی ممانعت

۲۳۰۴ اس آیت کے معنی میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ اس میں یہ حکم ہے کہ اہل قبلہ میں سے ہو کر جو زنا کرے اس کا نکاح سوائے زانیہ یا مشرک عورت کے دوسری سے نہیں ہو سکتا یعنی ایک پاکدامن مومن عورت اسکے نکاح میں نہیں دی جا سکتی اور ایسا ہی زانیہ عورت ایک پاکدامن مرد کے نکاح میں نہیں دی جا سکتی اور اس کا نکاح صرف زانی مرد یا مشرک سے ہو سکتا ہے۔ اور ایک حدیث بھی ہے لا ینکح الزانی المجلود الا مثلہ زانی جسے سزائے جلد دی گئی ہو وہ اپنی ہی مثل کسی عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ زنا ایک ایسا عیب ہے کہ زن و شوہر میں سے ایک فریق اگر زنا کا ارتکاب کرے تو نکاح باقی نہیں رہتا چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر ارتکاب زنا کیا اور اس پر حد قایم ہوئی تو حضرت علی نے حکماً اس کی بی بی کو الگ کر دیا اور فرمایا لا تتزوج الا مجلودۃ مثلک تو اپنے ہی جیسی کسی زانیہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور بعض علماء کے نزدیک ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرے پھر اس پر اس کا زانی ہونا ثابت ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ اسکے نکاح میں رہے یا طلاق لیلے لیکن اس میں دقت یہ ہے کہ یہاں زانیہ یا مشرک دونوں سے نکاح کا بظاہر جواز ہوا حالانکہ مشرک عورت سے مسلمان مرد کا نکاح جائز نہیں۔ نہ ہی مسلمان عورت کا نکاح مشرک مرد سے جائز ہے اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص کسی عورت سے زنا کرے پھر اس کا نکاح اس کے ساتھ جائز نہیں گو حضرت عائشہ نے جو حدیث رسول اللہ صلعم سے بیان کی ہے وہ اسکے خلاف ہے یعنی آپ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو ایک عورت سے زنا کرے اور پھر اسے نکاح میں لانا چاہے تو آپ نے فرمایا حرام حلال کو حرام نہیں کر دیتا۔ اور پھر بعض لوگوں نے اس معنی کو لیکر یہ کہا ہے کہ یہ آیت وانکحوا الایامیٰ منکم کے حکم سے منسوخ ہے لیکن اس مسئلہ میں صحیح راہ یہ نظر آتی ہے کہ جب ایک زانی یا زانیہ توبہ کرے یہانتک کہ اسکی نیکی کی وجہ سے وہ نام اس پر باقی نہ رہے تو ایسے شخص کا معاملہ بوجہ توبہ کے ایک سچے مسلمان کی طرح ہونا چاہیے اور آیت کا منسوخ ہونا غلط ہے لیکن بہرحال مشرک اور مشرکہ کو زانی اور زانیہ کے حکم میں رکھنے سے جو دقت پیش آتی ہے وہ باقی رہتی ہے +

ایک فریق کے زنا پر طلاق ہو جانی چاہیے

زانی اور زانیہ کا نکاح

کسبیوں سے نکاح جائز نہیں

دوسرا قول آیت کے معنی میں یہ ہے کہ یہ صرف ان زانیہ عورتوں کے بارہ میں ہے جو ایام جاہلیت میں زنا کا پیشہ کرتی تھیں تو جب لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا تو بعض کے دل میں یہ خیال آیا کہ ان عورتوں سے نکاح کر لیں تو ایسے نکاح کو اس آیت کی رو سے منع کیا گیا لیکن آیت کے معنی اس حد تک محدود کرنے میں یہ دقت ہے کہ اگر زانیہ عورتوں سے مراد صرف پیشہ ور عورتیں ہیں تو زانی مرد کون ہوئے اور مشرکہ کی دقت جس کا ذکر اوپر ہوا اسی طرح باقی رہتی ہے ہاں یہ بلاشبہ درست ہے کہ مفہوم اس آیت کا ایسی پیشہ ور عورتوں سے نکاح کو شامل رکھتا ہے یعنی اسے ناجائز قرار دیتا ہے جبتک کہ وہ پیشہ سے توبہ کرکے ایک ایسی نیک زندگی بسر نہ کریں جو زانیہ کے نام کو ان سے دور کر دے اور اکثر لوگ جو پہلے کسبیوں سے تعلق پیدا کر لیتے اور پھر جھٹ پٹ ان سے نکاح کر لیتے ہیں اس کے خلاف کرتے ہیں +

آیت کا صحیح مفہوم

تیسرا قول یہ ہے کہ لفظ نکاح یہاں اپنے وسیع معنی میں ہے یعنی صرف اس سے ایک مرد اور ایک عورت کا جمع ہونا ہے۔ اور عقد شرعی مراد نہیں اور یہ معنی حضرت ابن عباس سے مروی ہیں اور لغت میں لفظ نکاح اس معنی میں آیا ہے دیکھو ۲۰۵۴ تو اس صورت میں معنی صاف ہیں کہ زنا کرنے والا مرد کسی پاکدامن مومن عورت سے ناجائز تعلق پیدا نہیں کر سکتا اگر کریگا تو کسی زانیہ عورت سے ہی کریگا یا کافر عورت سے اور ایسا ہی حال زنا کرنے والی عورت کا ہے گویا اسلام انسان کا مرتبہ اس قدر بلند کر دیتا ہے کہ وہ ارتکاب زنا سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ ہاں چونکہ ناپاک انسان بھی بیچ میں ہی ہوتے ہیں

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ۴

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسّی

ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان ہیں ۲۳۰۵

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۵

سوائے انکے جو بعد میں توبہ کریں اور اصلاح کریں تو اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ ۶

اور جو لوگ اپنی بیبیوں پر تہمت لگائیں اور سوائے اپنے آپکے ان کے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان (تہمت لگانیوالوں)

فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

میں سے ایک کی گواہی یہ ہے کہ اللہ کی قسم کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ وہ سچوں میں سے ہے

اسلئے اگر ایسا کوئی ناپاک خیالات کا مرد ہے تو وہ اپنے جیسی ہی کسی ناپاک خیالات کی عورت کو پھسلا سکتا ہے یا کسی کافر عورت کو اور ایسا ہی کوئی ناپاک خیالات کی عورت کسی ناپاک خیالات کے مرد کو ہی پھسلا سکتی ہے یا کسی مشرک مرد کو۔ اور حرم ذٰلک علی المؤمنین کے معنی ہونگے کہ زنا مومنوں پر حرام ہے۔ البتہ میرے نزدیک لفظ نکاح دونوں معنوں کو شامل رکھتا ہے یعنی اس سے مراد مرد اور عورت کا جمع ہونا ہے خواہ عقد شرعی سے ہو یا اسکے بغیر۔ اور اس طرح پر جو پہلے دو معنی بیان ہوئے ہیں وہ بھی اس آیت کے حکم میں شامل ہو جاتے ہیں۔

علانیہ زنا کرنیوالوں کا برادری سے اخراج

اس آیت نے زنا کو ایک ایسا عیب قرار دیا ہے کہ جو مرد یا عورت اس کا ارتکاب کرے وہ گویا اسلامی برادری سے ایک گونہ خارج ہو جاتا ہے گو اسے کافر یا دائرہ اسلام سے خارج قرار نہ دیا جائے کیونکہ اس کا نکاح پاک دامن مسلمان سے ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ آج اسلامی برادری کس حالت تک گر گئی ہے کہ علانیہ زنا کرنے والے کو برادری میں وہ عزت حاصل ہے جو ایک پاکدامن کا حق ہے۔ کاش مسلمان اس عملی پہلو کیلئے بھی تڑپی سی کوشش کریں اور جس کا زنا ثابت ہو جائے اسے اپنی برادری سے خارج کر دیں تو یہ برادری پاکدامنی کے اسی بلند مقام پر کھڑی ہو سکتی ہے جہاں آنحضرت صلعم نے اسے کھڑا کیا تھا۔

رمی

۲۳۰۵ یرمون۔ رَمْی کا لفظ جواہر پر بولا جاتا ہے جیسے تیر یا کنکر کا پھینکنا و ما رمیت اذ رمیت (الانفال ۸ – ۱۷) اور کسی کے متعلق بات کہنے پر بھی اس کا استعمال ہے جب یہ گالی دینے کے معنی میں ہوتا ہے جیسے تہمت لگانا (غ)، اور یہاں مراد زنا کی تہمت ہے۔

زنا کی تہمت

جس طرح سزائے زنا سخت رکھی ہے اسی طرح اسیات کی سزا بھی سخت رکھی ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں پر الزام دیا جاسے اور گو یہاں صرف محصنات پر تہمت دینے کا ذکر ہے مگر مرد بھی اس میں شامل ہیں۔ صرف عورتوں کا ذکر اسلئے کیا کہ عورتوں کے متعلق بری باتوں کی اشاعت کو زیادہ سختی سے روکنے کی ضرورت ہے اور چار گواہوں کو اسلئے ضروری ٹھہرایا تاکہ اس بات کے سچ ہونے میں کوئی شبہ نہ رہے ہاں یہ قاضی یا مجسٹریٹ کی رائے پر انحصار ہے کہ قرائن کی شہادت کو بھی شامل کرے۔ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر ایک شخص ہی دیکھے اور اسے گواہ نہ ملیں تو وہ کیا کرے۔ حکم قرآنی یہ ہے کہ ایسی صورت میں اسے تشہیر کا کوئی حق نہیں سوائے اسکے کہ وہ اپنی عورت سے ایسے فعل کا ارتکاب

۸ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا

اور پانچویں (بار یہ) کہ اللہ کی لعنت اس پر ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو اور عورت سے یہ بات

عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

سزا کو ٹال سکتی ہے کہ وہ اللہ کی قسم کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ وہ (مرد) جھوٹوں میں سے ہے

۹ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ۱۰ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور پانچویں (بار یہ) کہ اللہ کا غضب اس پر ہو اگر وہ سچوں میں سے ہو ۲۳۰۶ اور اگر تم پر اللہ کا فضل

۱۱ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْ بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ

ع ۲ (۸)

اور اسکی رحمت نہ ہوتی اور کہ اللہ رجوع برحمت کرنیوالا حکمت والا ہے ۲۳۰۷ جو جھوٹ بنا لائے تمہیں میں سے ایک گروہ ہے ۲۳۰۸

حضرت عائشہ پر افک

دیکھیے جس کا علاج آیت ۴ میں بتایا ہے کیونکہ اگر اس طرح پر سے تشہیر کا حق دیدیا جائے تو پھر ہر شخص جو چاہے کہتا پھرے، اور اسکے مضرات بہت زیادہ ہیں۔ اور ایسے تہمت لگانیوالوں کی سزا علاوہ کوڑوں کے یہ بھی ہے کہ ان کی شہادت کسی معاملہ میں قبول نہ کی جائے سوائے اس کے کہ وہ توبہ کریں اور بعض لوگوں نے یہانتک کہا ہے کہ توبہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے شہادت پھر بھی قبول نہ کی جائیگی مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتا ❊

لعان

۲۳۰۶ ان چار آیتوں میں جو صورت بیان کی گئی ہے وہ لعان کی صورت ہے۔ اور پانچ مرتبہ قسم اُٹھانا اسلئے ہے کہ تا دل پر واقعہ کے جھوٹ ہونے کی صورت میں خوف طاری ہو لعان کے ساتھ شوہر اور عورت میں مفارقت لازم ہے اور ان کا نکاح دوبارہ نہیں ہو سکتا سب سے پہلا لعان ہلال بن اُمیہ کا اس کی بی بی سے ہوا اور لکھا ہے کہ یہ آیات اسی کے معاملہ میں نازل ہوئیں ❊

۲۳۰۷ ولولا فضل اللّٰہ علیکم ورحمتہ یہاں بھی بغیر جواب کے مذکور ہے اور دوسرے رکوع کے آخر میں بھی بغیر جواب کے مذکور ہے یعنی آیت ۲۰ میں۔ اور تیسرے رکوع کی پہلی آیت میں بھی یہی الفاظ دوہرا کر جواب دیا ہے ولولا فضل اللّٰہ علیکم ورحمتہ ما زکیٰ منکم من احد ابدا یعنی اللہ کے فضل اور رحمت سے آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے اور تمہیں پاک کیا گیا۔ ورنہ زنا سے ملک عرب کی حالت یہانتک پہنچ چکی تھی کہ اسپر فخر کیا جاتا تھا ❊

واقعۂ افک حضرت عائشہ

۲۳۰۸ یہ واقعہ جس کی طرف یہاں اشارہ ہے حضرت عائشہ صدیقہ پر وہ بہتان ہے جو منافقوں نے باندھا اور چند مسلمان بھی اسکے دہرانے میں ملوث ہو گئے اسکے جھوٹ اور منافقوں کا بنایا ہوا ہونے کیطرف دو لفظوں میں اشارہ کیا۔ افک۔ عصبۃ۔ افک وہ چیز ہے جو اس حالت سے پھیر لیگئی ہو جس پر اسے ہونا چاہئے ۹۸۶ یا حق سے باطل کیطرف پھیری ہوئی بات یعنی ایک سیدھے سادے واقعہ کو توڑ مروڑ کر اس پر ایک باطل بنا کھڑا کیا۔ اور عصبۃ وہ گروہ ہے جو ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہوں پس معلوم ہوا یہ منافقوں کا گروہ تھا جو اسلام کے خلاف ایک دوسرے کے مددگار رہتے۔ اور منکم اسلئے کہا کہ منافق بظاہر اسلام کا اقرار کرتے تھے ❊

یہ واقعہ جس کی طرف اشارہ ہے پانچویں سال ہجرت کا ہے جب نبی کریم صلعم غزوۂ بنی المصطلق سے واپس آرہے تھے۔ اور حضرت عائشہ کی زبانی بخاری میں مذکور ہے یہاں باختصار درج کیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلعم جب سفر پر نکلا کرتے تو قرعہ اندازی سے ایک بی بی کو ساتھ لیتے اس غزوہ میں قرعہ میرے نام کا نکلا سو میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ نکلی اس کے بعد کہ آیت حجاب نازل ہو چکی تھی (اس سے معلوم ہوا کہ حجاب ضروریات جنگ اور دیگر ضرورتوں کیلئے عورتوں کو باہر نکلنے سے نہیں روکتا) واپسی پر جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو رات کیوقت

لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ

اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے اچھا ہے ان میں سے ہر شخص کیلئے وہی ہے جو اس نے

مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

گناہ کمایا اور ان میں سے جس نے اس کا بڑا بوجھ اپنے اوپر لیا اس کیلئے بڑا دکھ ہے ۲۳۰۹

کوچ کا اعلان ہوا۔ میں قضائے حاجت کیلئے لشکر سے باہر نکل گئی۔ وہاں سے لوٹتے ہوئے میں نے دیکھا کہ میرا ہار گر گیا ہے اور اسے ڈھونڈھنے لگی۔ ادھر قافلہ والوں نے میرا ہودہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اس خیال سے کہ میں اسکے اندر ہوں اور اسوقت عورتیں بہت ہلکی پھلکی تھیں۔ کیونکہ کھانے کو بہت کم ملتا تھا اور میں تھی بھی نوعمر لڑکی پس وہ چلے گئے اور میں ہار تلاش کرکے واپس آئی تو کسی کو نہ پایا اور اس خیال سے اپنی جگہ پر بیٹھ گئی کہ جب مجھے ہودہ میں نہ پائینگے تو واپس آئینگے اتنے میں میری آنکھ لگ گئی اور صفوان بن معطّل لشکر کے پیچھے پیچھے رہا کرتا تھا تاکہ کوئی چیز رہ جائے یا گر جائے تو اسے اٹھا لیا کرے وہ اس مقام پر پہنچا تو ایک انسان کی شکل دیکھ کر میرے پاس آیا اور مجھے پہچان لیا کیونکہ حجاب سے پہلے وہ مجھے دیکھا کرتا تھا۔ تب اس نے بلند آواز سے انا للّٰہ پڑھا اور میں جاگ اٹھی تب اس نے اپنی اونٹنی بٹھا دی اور میں چڑھ گئی تو اس کی مہار پکڑ کر چل پڑا یہانتک کہ دوپہر کے وقت ہم لشکر سے مل گئے۔ اسی بنا پر بعض لوگوں نے طوفان اٹھایا اور سب سے بڑا حصہ اس میں عبد اللّٰہ بن اُبی بن سلول نے لیا ادھر میں مدینہ پہنچ کر بیمار ہوگئی اور ایک ماہ تک بیمار رہی مگر مجھے کوئی علم نہ تھا یہانتک کہ مسطح کی ماں سے میں نے یہ قصہ سنا تب اس کی تصدیق کیلئے رسول اللّٰہ صلعم سے اجازت چاہی کہ والدین کے گھر چلی جاؤں۔ ادھر آنحضرت صلعم نے اسامہ اور حضرت علی سے مشورہ کیا تو اسامہ نے کہا کہ ہم نے سوائے بھلائی کی کوئی بات کبھی نہیں دیکھی اور حضرت علی نے بریرہ (لونڈی) سے دریافت کرنے کو کہا جس نے کہا کہ سوائے اس کے میں نے عیب کی بات نہیں دیکھی کہ وہ ایک کم سن لڑکی ہیں اور کبھی آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہیں تو بکری کھا جاتی ہے ادھر مجھے دو راتیں اور ایک دن روتے گزر گئے تب رسول اللّٰہ صلعم آئے اور مجھ سے دریافت کیا میں نے عرض کیا کہ اگر میں اپنی بریت کا اظہار کروں تو کون مانیگا اور اگر میں جھوٹ اقرار کروں تو اللّٰہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ سچ نہیں پس سوائے اسکے کچھ نہیں کہتی جو حضرت یعقوب نے کہا تھا فصبر جمیل واللّٰہ المستعان علی ما تصفون۔ پھر آپ پر یہ وحی نازل ہوئی اور میری بریت ہوئی۔ اور حضرت عائشہ کی والدہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ نے طوفان کی خبر سنی تو غش کھا کر گر گئیں +

اس واقعہ پر عیسائی مصنفین نے بھی کچھ بیہودہ گوئی کی ہے حالانکہ جانتے ہیں کہ اگر عائشہ صدیقہ پر ایسا الزام لگا تو مریم صدیقہ پر بھی تو لگا تھا۔ اور یہاں تو ادنے سے ادنے وجہ بھی شک کی نہیں۔ بلکہ صرف منافقوں کی شرارت تھی جو ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے

۲۳۰۹ اس واقعہ کو خیر اسلئے کہا کہ نتیجہ میں بھلائی تھی اور اللّٰہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی بھلائی کیلئے انکو آیندہ ایسی باتوں میں شمولیت سے روک دیا اصل تشہیر کرنیوالا تو گروہ منافقین ہی تھا چار شخصوں کا نام اس واقعہ میں بالخصوص لیا گیا ہے یعنی عبد اللّٰہ بن اُبی۔ حمنة جو ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن تھیں مسطح جو حضرت ابوبکر کے عزیزوں میں سے تھے اور حسان بن ثابت اس میں اختلاف ہے کہ ان پر قذف کی حد لگائی گئی یا نہیں۔ اور والذی تولّٰی کبرہ کا مصداق جیسا کہ بخاری سے ثابت ہے عبد اللّٰہ بن اُبی ہی ہے جس نے اپنے چیلوں کے ذریعہ سے اس جھوٹ کو پہلے خود بنایا پھر خوب شہرت دی مگر بعض لوگوں نے غلطی سے حسان بن ثابت کو سمجھ لیا ہے +

تشہیر بہتان میں کون لوگ شامل تھے۔

۱۲ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ

جب تم نے اسے سنا تھا کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے لوگوں پر نیک ظن کیا اور کہا یہ

۱۳ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ

صریح جھوٹ ہے ۲۳۱۰ کیوں نہ اس پر چار گواہ لائے پس جب گواہ نہیں لائے تو اللہ

۱۴ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا

کے نزدیک یہ یقیناً جھوٹے ہیں ۲۳۱۱ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور

۱۵ وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ

آخرت میں نہ ہوتی تو جس بات کا تم نے چرچا کیا تھا اسکی وجہ سے تمہیں بھاری عذاب پہنچا ہوتا جب تم اپنی زبانوں سے اسے لیتے تھے اور منہ

بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ

سے وہ بات کہتے تھے جسکا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے آسان سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی

۱۶ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا

بھاری بات تھی ۲۳۱۲ اور جب تم نے اسے سنا کیوں نہ تم نے کہا ہمیں یہ مناسب نہیں کہ اسکے متعلق باتیں کریں

۲۳۱۰ مومنوں کو آپس میں حسن ظن سے کام لینا چاہیئے اس لئے کہ وہ ایک دوسرے کے اندرونی حالات کا علم رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ایک مومن جو خدا کی رضا کو چاہنے والا ہو۔ اس قسم کے شنیع فعل کا ارتکاب نہیں کرسکتا اور پھر آٹھ یا دس گھنٹے کی علیحدگی میں بدون کسی پہلے تعلق کے جو ملن طور پر ہونا اتنی بلند پایہ عورت سے جیسے کہ صدیقہ تھیں۔ محمد رسول اللہ صلعم جیسے مزکی انسان کی بی بی۔ ابو بکر صدیق جیسے پاکباز کی بیٹی سے کس طرح ایسے گندے فعل کا ارتکاب ہوسکتا تھا جو ایک بدمعاش خبیث انسان کا کام تھا پھر اس کا بنانے والا عبداللہ بن ابی جیسا دشمن اسلام ہو۔ ادنے تامل بھی بتا سکتا تھا کہ یہ ایک بہتان ہے اور یہ کہنا کہ خود نبی کریم صلعم کو بھی شک ہوگیا تھا یہ بھی آپ پر بہتان ہے آپ نے نزول آیت سے پہلے وعظ فرمایا کہ میں اپنے اہل کی نسبت بھلائی کا ہی علم رکھتا ہوں +

۲۳۱۱ ایسے معاملہ کی تشہیر کرنا جس پر ایک بھی شہادت نہیں کاذب کے سوائے اور کس کا کام ہوسکتا ہے اور اللہ کا حکم یہی ہے کہ ایسے آدمی کو کاذب سمجھا جائے جو بغیر شہادت کے پاکدامن عورتوں پر تہمتیں لگاتا اور ان کی تشہیر کرتا ہے +

۲۳۱۲ تلقونہ اصل میں تتلقونہ ہے دیکھو ۲۳۰۵ بہت سے گناہ ہیں کہ انسان انہیں چھوٹے سمجھ کر ان کا ارتکاب کر لیتا ہے۔ اور ان کے نتائج بہت برے ہوتے ہیں بری بات کو کبھی سہل نہ سمجھنا چاہیئے +

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ ١٧

تو پاک ہو یہ بڑا بہتان ہے — اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہو کہ اس جیسی بات پھر کبھی (نہ) کرو — اگر تم

مُؤْمِنِينَ ۝ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ اِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ اَنْ ١٨ ١٩

مومن ہو — اور اللہ تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کرتا ہو اور اللہ علم والا حکمت والا ہو وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ بیحیائی

تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ اٰمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

(کی باتیں) ان لوگوں میں پھیلیں جو ایمان لائے انکے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہو اور اللہ جانتا ہو

النصف

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ ٢٠

اور تم نہیں جانتے ۲۳۱۳ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور کہ اللہ مہربان رحم کرنیوالا ہے

ع ۲ — بری باتوں کی تشہیر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ٢١

اے لوگو جو ایمان لائے ہو — شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو — اور جو کوئی شیطان کے قدموں کی پیروی کرتا ہو

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ

تو شیطان بیحیائی اور برائی کیلئے ہی کہتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو کوئی بھی تم میں سے کبھی

اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّي مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ ٢٢

پاک نہ ہوتا لیکن اللہ جسے چاہتا ہی پاک کرتا ہو اور اللہ سننے والا جاننے والا ہو ۲۳۱۴ اور تم میں سے بزرگی اور وسعت والے لوگ

۲۳۱۳ حد جو ان پر لگائی جائے وہ دنیا کا عذاب الیم نہیں کہلا سکتی بالخصوص جب کہ اس کے ساتھ ہی آخرت میں عذاب الیم کا ذکر ہو بلکہ کینہ اور حسد وغیرہ مراد ہیں جو انسان کے دل میں آگ کیطرح بھڑکتے ہیں اور اس کے لئے دردناک دکھ کا موجب ہو جاتے ہیں ایسے انسان کو راحت اور آرام میسر نہیں آتا۔ یا مراد یہ ہو کہ جو جھوٹے الزام دوسروں پر دیتے ہیں خود ان کا شکار رہتے ہیں اگلی آیت میں لولا کا جواب وہی ہو جو آیت ۲۱ میں مذکور ہو +

۲۳۱۴ یہ رکوع پہلے دونوں رکوعوں کیلئے بطور تتمہ کے ہو۔ عرب ہر قسم کے افعال شنیعہ کے ارتکاب کی وجہ سے شیطان کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مزکی بھیجکر کس طرح ان تمام ناپاکیوں سے اسے صاف کیا۔ تو جس راستباز انسان کی قوت قدسی سے سارا ملک پاک ہو گیا کیا اس کا گھر اس کی قوت قدسی سے پاک نہ ہوا تھا یہی وجہ ہو کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے افک کے ذکر سے پہلے بھی یہ لفظ آئے ہیں دیکھو آیت ۱۰ اور اس ذکر کے خاتمہ پر بھی یہی لفظ آئے ہیں دیکھو آیت ۲۰ +

وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَ

یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنیوالوں کو نہیں دینگے اور

۲۳ لْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے اور اللہ حفاظت کرنیوالا رحم کرنیوالا ہے۲۳۱۵ جو لوگ

يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ

پاکدامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا

۲۴ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

عذاب ہے۲۳۱۶ جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اسکی گواہی دینگے جو وہ عمل کرتے تھے

۲۵ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝

اس دن اللہ انہیں ان کا ٹھیک ٹھیک بدلہ پورا پورا دیگا اور جان لینگے کہ اللہ ہی حق ہے (اور حق کو) کھول کر بیان کرنیوالا ہے۲۳۱۷

یاتل | ۲۳۱۵ یاتل ۔ اَلْوٌ کے معنی ہیں ایک بات میں کمی کی اور آلیت کے معنی ہیں قسم کھائی اور یأتل اَلوت یا اَلیت سے باب افتعال ہے (غ) مسطح جو تشہیر افک میں ملوث ہوا حضرت ابوبکر کی خالہ یا ہمشیرہ کا بیٹا تھا ۔ بدر میں شامل تھا اور فقراء مہاجرین میں سے تھا اور حضرت ابوبکر اس کی امداد کیا کرتے تھے ۔ قصہ افک میں ملوث ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر نے اس کی امداد بند کردی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں حضرت ابوبکر کو فضل والا یعنی بلحاظ دین بزرگی والا اور وسعت والا یعنی مال دنیوی کے لحاظ سے فراخ دست فرمایا ہے اور یہ حکم دیا کہ امداد سے ہاتھ نہ روکو اور حضرت ابوبکر نے امداد جاری رکھی کس قدر فراخدلی کی یہ تعلیم ہے کہ دنیا میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے محمد رسول اللہ صلعم کی بی بی اور حضرت ابوبکر کی بیٹی اس پر اتنا بڑا اتہام باندھا جاتا ہے اور محمد رسول اللہ پر ہی یہ وحی ابوبکر کی ہدایت کیلئے نازل ہوتی ہے کہ طوفان باندھنے والوں کی امداد سے ہاتھ نہ روکو ۔ کس قدر بڑے دل کا انسان یہ رسول ہے جس کی بی بی پر طوفان باندھا جاتا ہے اور اسی پر وحی نازل ہوتی ہے کہ طوفان باندھنے والوں کی امداد سے کنارہ کشی نہ کی جائے اور کس قدر وسعت قلب اس کے اس شاگرد کی ہے کہ بیٹی پر بہتان باندھنے والے کی امداد بھی کرتا ہے آج کسی شخص کے متعلق ادنیٰ سی بات کسی کے منہ سے نکل جائے تو عمر بھر کینہ کو نہیں چھوڑتا کیا اس وسعت قلبی کی جو آنحضرت صلعم اور ابوبکر صدیق میں نظر آتی ہے دنیا کوئی اور نظیر بھی پیش کرسکتی ہے +

مسطح

آنحضرت اور ابوبکر کی بے نظیر وسعت قلبی

غافل | ۲۳۱۶ غفلت ۔ غفلۃ کیلئے دیکھو ۱۵۱۶ ب ایک چیز کا احساس نہ ہونے پر بھی بولا جاتا ہے اور یہاں مراد ایسی پاکدامن عورتیں ہیں جنکے دل میں بدی کا وہم بھی نہیں گزرتا اس میں حضرت عائشہ صدیقہ کی کمال بریت کا بھی اظہار فرمایا ہے کہ وہ ایسی پاک تھیں کہ ان کے دل میں بدی کا وہم بھی نہیں گزرا +

المبین | ۲۳۱۷ المبین ۔ ابان لازمی سے ہو تو معنی ہونگے الظاہر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اگر ابان متعدی سے ہو جسکے معنی ہیں ایک بات کو واضح کرکے بیان کیا تو مراد ہوگی حق کو واضح کرکے بیان کرنیوالا اور الحق اور المبین دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں +

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ ۲۶

پلید چیزیں پلید لوگوں کیلئے ہیں اور پلید لوگ پلید چیزوں کیلئے ہیں اور اچھی چیزیں اچھے لوگوں کیلئے ہیں اور اچھے لوگ

لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۞

اچھی چیزوں کیلئے ہیں یہ لوگ ان باتوں سے بری ہیں جو وہ کہتے ہیں انکے لئے مغفرت اور عزت والا رزق ہے ۲۳۱۸

ع ۸ — زنا اور قذف سے بچنے کی تدابیر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا ۲۷

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوائے (دوسرے) گھروں میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ اجازت لے لو

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۞

اور ان کے رہنے والوں پر سلام کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ۲۳۱۹

۲۳۱۸ خبیثات اور طیبات سے مراد برے اور اچھے اقوال یا اعمال ہیں (غ) مطلب یہ ہے کہ ناپاک منافقوں کیلئے ایسی ہی ناپاک باتیں بجھتی ہیں نہ ان کے اپنے دل میں پاک خیالات آتے ہیں نہ وہ دوسروں کی طرف انہیں منسوب کرتے ہیں اور اولٰئک میں اشارہ ان پاک لوگوں کیطرف ہے جن پر اتہام باندھا گیا خصوصاً اہل بیت نبوی ✦

انس۔استیناس — **۲۳۱۹** تستانسوا۔انس کیلئے دیکھو ۲۰۶۰ اور انس کو انس اسلئے کہتے ہیں کہ وہ دیکھے جاتے ہیں برخلاف جن کے کہ وہ نہیں دیکھے جاتے۔ اور تستانسوا کے معنی تَسْتَاْذِنُوْا ہیں یعنی اذن لیلو۔ اور یوں بھی معنی کئے گئے ہیں تعلموا اَیُرِیْدُ اَھلُھا ان تدخلوا اَمْ لا یعنی جان لو کہ گھر والے تمہارا اندر آنا چاہتے ہیں یا نہیں (ل)۔ یا تجد والیناسا یعنی علم پالو (غ) ✦

تہمت سے بچنے کا علاج — اس رکوع میں وہ علاج بتاتے ہیں جو مسلمانوں کو زنا اور تہمتیں لگانے سے بچا سکتے ہیں انہی میں سے پہلی بات ہے کہ گھروں میں بغیر اجازت کے اور السلام علیکم کہنے کے داخل نہ ہوں۔ کیونکہ ناگہاں دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے بدظنی کے موقعے بھی پیدا ہوتے ہیں اور بدی کے بھی اور دوسرا انسان اپنے گھر میں ہر وقت ایسی حالت میں نہیں ہوتا کہ وہ پسند کرتا ہو کہ دوسرا اسے اس حالت میں دیکھے۔ علیحدگی یا خلوت ہر انسان کا حق ہے جس میں کوئی دوسرا دخل دینے کا مجاز نہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اب یہ اصول اجازت حاصل کرنے کا بالکل ترک کر دیا ہے اور یورپ نے اس اصول کو لے لیا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو بہت سے اسلامی تعلیم کے اصول سے مسلمان دور پڑے ہوئے ہیں اور دوسری قومیں ان پر عامل ہیں اسلام کے ذریعہ سے جو فائدہ مسلمانوں کو پہنچ سکتا ہے وہ تو اس کے اصول پر عمل پیرا ہونے سے پہنچ سکتا ہے نہ برائے نام مسلمان کہلانے سے پس اگر اصول اسلامی کو مسلمان چھوڑ دیں اور دوسری قومیں ان پر عامل ہوں تو فوائد اسلامی سے بھی مسلمان محروم ہونگے اور دوسری قومیں ان سے بہرہ ور ہونگی ✦

دستک دے کر جانے کا سنت — اجازت کے متعلق جو آداب نبی کریم صلعم سے مروی ہیں وہ یہ ہے کہ تین دفعہ اجازت طلب کرے ایک دفعہ آپ سعد بن عبادہ کے گھر گئے تو آپ نے السلام علیکم کہا سعد نے اتنا آہستہ جواب دیا کہ آپ نے نہ سنا اسی طرح دوسری اور تیسری دفعہ ہوا تو آپ واپس چلے گئے تو سعد آپ کے پیچھے نکلے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں سنتا تھا آہستہ جواب دیا تھا تاکہ آپ بار بار السلام علیکم کہیں (کیونکہ سلام بھی دعا ہے) تو آپ واپس آئے اور ان کیلئے بہت دعا کی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا عشق آپ سے کس قسم کا تھا محبت بھی کمال درجہ کی ہے۔ اور اس میں سادگی بھی کمال درجہ کی اور تین دفعہ آواز دینے کا مطلب صرف یہ ہے کہ گھر والوں کو اطلاع ملجائے ایسا نہ ہو کہ ایک آواز دی اور وہ آواز کسی نے سنی نہیں تو یوں ہی واپس ہو جائے

٢٨ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا

پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو یہانتک کہ تمہیں اجازت دی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ

٢٩ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ○ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ

وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے [۲۳۲۰] تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم غیر آباد گھروں میں داخل ہو جاؤ

٣٠ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ○ قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ

جن میں تمہارا اسباب ہو اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو مومنوں کو کہدو اپنی نظریں نیچی رکھا کریں

٣١ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ○ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کیلئے زیادہ پاکیزہ ہے اللہ اس سے خبردار ہے جو وہ کرتے ہیں [۲۳۲۱] اور مومن عورتوں کو کہدو

اور گو یہ غرض اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہے کہ بذریعہ تحریر کے یا ملاقاتی کارڈ کے اطلاع دیدی جائے یا گھر آنے سے پیشتر وقت ملاقات مقرر کر لیا جائے تاہم بلند آواز سے طلب اجازت دل کو بھی پاک رکھنے والی چیز ہے اور مغلظات بھی اس سے دور ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ دروازے کے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے تھے۔ بلکہ ایک طرف ہٹکر تا کہ اندر نظر نہ پڑے اور حدیث میں ہے کہ جو شخص بغیر اطلاع کے دوسرے کو جھانکے تو اس کو کنکر مارنے میں بھی ہرج نہیں ایسا ہی اجازت لینے میں نام بتانا چاہیئے اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اپنی ماؤں اور بہنوں کے گھروں میں جاؤ تو بھی اجازت لیکر جاؤ۔

۲۳۲۰ کس قدر پاکیزہ اور سادگی کی تعلیم ہے آج اول تو مسلمانوں میں باہم تعلقات محبت کی جگہ بغض زیادہ پھیلا ہوا ہے پھر اگر کوئی کسی کی ملاقات کو جائے اور وہ اس وقت کسی مصروفیت کی وجہ سے نہ مل سکے تو یہ ہمیشہ کے تعلقات کے منقطع ہونے کیلئے کافی سمجھا جاتا ہے بعض مہاجرین کا قول نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی ساری عمر اس بات کو چاہا کہ وہ کسی سے ملنے جائیں تو انہیں کہا جائے واپس ہو جاؤ تا کہ اس حکم الٰہی کی بھی تعمیل ہو۔ اور ایسا موقعہ نہیں ملا۔ یہ روح احکام قرآنی کی تعمیل کی ہم میں پیدا ہونی چاہیئے +

۲۳۲۱ یغضوا۔ غضّ نظر اور آواز میں کمی ہے۔ واغضض من صوتک (لقمٰن ۳۱ – ۱۹) (غ) اور غضّ بصرہ کے معنی ہیں اسے روکا اور نیچا کیا۔ اور حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم صلعم خوش ہوتے تھے تو آنکھ نیچی کر لیتے تھے (ل) +

غضّ

زنا سے بچنے کا طریق

قرآن کریم صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتا بلکہ ہر نیکی پر چلنے کی اور ہر بدی سے بچنے کی راہیں بتاتا ہے اور بڑی سے بڑی بدیوں سے بچنے کی آسان سے آسان راہیں بتائی ہیں۔ زنا کتنی بڑی بدی ہے مگر اس کی ابتدا کیسی چھوٹی ہے اور اگر وہاں سے اسے روکا جائے تو آسانی سے رک سکتا ہے اس کی ابتدا بدنظری سے ہوتی ہے لیکن صرف بدنظری سے بچنے کی ہدایت بھی نا مکمل ہوتی اسلئے فرمایا کہ مومن مرد اور اگلی آیت میں یہی حکم مومن عورتوں کو ہے) نگاہیں نیچی رکھنے کی عادت ڈالیں۔ بدی کے موقعہ سے اپنے آپ کو بچانا یہ اسلام کی اس بارہ میں تعلیم کا عملی اصل الاصول ہے جو شخص بدی کے موقعہ سے اپنے آپکو بچاتا ہے اس میں بدی سے بچنے کی ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ پھر اگر بڑی بھاری ترغیب کا بھی موقعہ ہو تو وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ زنا سے بچنے کیلئے اور اپنے اندر عفت کی قوت پیدا کرنے کیلئے یہ علاج بتایا کہ نظر نیچی رکھنے کی عادت ڈالی جائے جب انسان عموماً اپنی نگاہ نیچی رکھے گا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ شہوت کی نظر سے عورتوں کو دیکھنے سے بچ جائیگا اور یوں اسکے قواء شہوانی اعتدال کی حالت میں آ جائینگے اور اگر کوئی ترغیب کا موقعہ بھی اسکے سامنے پیش آئے گا تو اسکے اندر پاکیزگی کی اس قدر قوت پیدا ہو چکی ہوگی کہ وہ اس ترغیب پر آسانی سے غالب آ سکے گا۔ بدی اور بالخصوص زنا سے بچنے کا یہ فلسفہ قرآن کریم سے مخصوص ہے

غض بصر

يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ٢٣٢٢

اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اسکے جو عادتاً کھلا رہتا ہے

ویحفظوا فروجہم سے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ہر اس راہ کی حفاظت کریں جس سے شیطان حملہ آور ہوسکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ آنکھوں کا بھی زنا ہے اور کانوں کا بھی اور زبان کا بھی اور ہاتھوں کا بھی اور پاؤں کا بھی۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ یہ نگاہوں کے نیچے رکھنے کا گویا نتیجہ ہے کہ وہ زنا سے اپنے آپکو بچائیں۔ اور اسی غرض کیلئے نبی کریم صلعم نے رستوں پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ اس طرح بھی انسان خواہ مخواہ ایک بدی کے موقعہ پر اپنے آپ کو ڈالتا ہے اور اتفاقی طور پر کسی عورت پر نظر پڑ جانا قابل گرفت نہیں لیکن اسکے بعد جو عمداً دیکھتا ہے وہ اس حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

زینة — **٢٣٢٢** زینة حقیقی زینت وہی ہے جو انسان کے کسی حال میں عیب کا موجب نہ ہو نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں اور زینت تین طرح پر ہے زینت نفس جیسے علم اور اعتقادات حسنہ۔ زینت بدنی جیسے قوت اور طول قامت اور زینت خارجی جیسے مال اور جاہ۔ اور من حرم زینة اللہ (الاعراف۔ ۳۲) میں زینت خارجی بھی مراد لی گئی ہے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد وہ بزرگی ہے جسکا ذکر ان اکرمکم عند اللہ اتقکم میں ہے (غ)

عورتوں کا باہر نکلنے کی ضرورت — اس آیت کے پہلے حصہ میں وہی حکم عورتوں کو دیا ہے جو پہلی آیت میں مردوں کو دیا تھا جس سے معلوم ہوا کہ جس طرح مردوں کو باہر نکلنے کے موقعے پیش آتے ہیں اور انہیں غض بصر کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی باہر نکلنے کے موقعے ہیں اور وہ باہر نکل سکتی ہیں پس ان الفاظ سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس طرح عورتوں کی نظر مردوں پر پڑ سکتی ہے جس کیلئے حکم یغضضن من ابصارھن کی ضرورت پیش آتی ہے اسیطرح مردوں کی نظر عورتوں پر پڑ سکتی ہے جس کیلئے حکم یغضوا من ابصارھم کی ضرورت پیش آئی پس دوسری بات جو ان الفاظ سے ثابت ہوتی ہے یہ ہے کہ عورتوں کیلئے کوئی ایسی اوڑھنی تجویز کرنا جس میں ان کو نظر کچھ نہ آئے اور سامنے آنیوالوں پر ان کی نظر نہ پڑ سکے قرآن شریف کا منشا نہیں۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا کوئی ایسا حصہ کھلا بھی رہتا ہے جس کی وجہ سے مردوں کی نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ حصہ وجہ ہے جیسا کہ ابھی آگے آتا ہے +

مردوں کیلئے غض بصر کا حکم بتاتا ہے کہ وہ عورتوں کو دیکھ سکتے تھے

ما ظہر منہا سے مراد — دوسرے حصہ میں پہلا حکم یہ ہے کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اسکے جو اس سے عادتاً ظاہر ہوتا ہے ما ظہر منہا کے یہی معنی ہیں کہ عام ضروریات انسانی کیلئے بعض مقامات کو کھلا رکھنا پڑتا ہے اسکے سوائے اور زینت کو ظاہر نہ کریں چنانچہ یہی معنی امام رازی نے قفال سے نقل کئے ہیں الا ما یظہرہ الانسان فی العادة الجاریة یعنی جسے انسان عادتاً ظاہر کرتا ہے اور یہی معنی روح المعانی میں لئے گئے ہیں الا ما جرت العادة والجبلة علی ظہورہ یعنی جو عادت کے طور پر اور طبعی طور پر کھلا رہنا چاہئے۔ اور یہی قول کشاف میں ہے +

ضروریات انسانی کا قتضا — اب ہم اگر بغیر اسبات کی طرف رجوع کرنے کے کہ سلف نے الا ما ظہر منہا سے کیا مراد لیا ہے واقعات پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں جو حصہ عادتاً سب انسانوں کو کھلا رکھنا پڑتا ہے وہ منہ اور ہاتھ ہیں عام حالت انسانی میں اس کے بغیر چارہ نہیں۔ چند آسودہ حال لوگوں کو اگر چھوڑ دیا جائے تو کیا مسلمانوں میں اور کیا غیر مسلموں میں بڑی بھاری کثرت انہی لوگوں کی ہے جن میں مردوں اور عورتوں دونوں کو اشغال زندگی میں جد و جہد کرنی پڑتی ہے اور شاید بمشکل پانچ فیصدی لوگ ایسے ہونگے جو عورتوں کے معاش کے کاروبار میں حصہ لئے بغیر گزارہ کر سکتے ہوں اور بغیر منہ اور ہاتھ کھلے رکھنے کے یہ کام قطعاً نہیں ہوسکتا پس قرآن کریم کا منشا یہی ہے کہ عام ضروریات انسانی کے مطابق جن حصوں کو عادتاً کھلا چھوڑا جاتا ہے ان کے علاوہ عورتیں دیگر مقامات زینت کو ڈھانک لیا کریں +

اقوال مفسرین کہ عورتوں کے باہر نکلنے میں منہ اور ہاتھ کھلے رہ سکتے ہیں — اب اقوال مفسرین کیطرف رجوع کرتے ہیں تو اقوال سلف کے بارہ میں ابن جریر کا مرتبہ سب سے بڑھکر ہے۔ اور اس میں حسب ذیل اقوال الا ما ظہر منہا کے متعلق ہیں اول کہ اس سے مراد ظاہری لباس کی زینت ہے اور اسکی تائید میں ابن مسعود۔ عبد اللہ اور ابراہیم کے اقوال ہیں۔ دوم کہ اس سے مراد وہ زینت ہے جس کا ظاہر کرنا عورت کیلئے جائز ہے یعنی سرمہ اور انگوٹھی اور کڑے اور منہ اور اسکی تائید میں ابن عباس۔ سعید بن جبیر۔ ضحاک۔ عطاء۔ قتادہ۔ مسور بن مخرمہ۔ مجاہد۔ عامر۔ ابن زید۔ اوزاعی کے اقوال ہیں۔ سوم کہ اس سے مراد منہ اور کپڑے ہیں۔ اور اسکی تائید میں حسن کا قول ہے اور ان تینوں قسم کے اقوال کو نقل کرکے ابن جریر لکھتے ہیں کہ ان اقوال میں سے صحیح تر قول یہ ہے

وَلْيَضْرِبْنَ

اور چاہیئے کہ

کہ اس سے مراد منہ اور ہاتھ ہیں اور اس میں سرمہ اور انگوٹھی اور کڑے اور خضاب داخل ہیں اور ہم اس کو صحیح تر قول اسلئے قرار دیتے ہیں کہ اس بات پر سب کا اجماع ہو کہ ہر نماز پڑھنے والے کیلئے یہ ضروری ہو کہ نماز میں اپنی عورت یعنی چھپانے کی جگہ کو ڈھانکے رکھے اور عورت کیلئے یہ ضروری ہو کہ نماز میں اپنا منہ اور ہاتھ کھلے رکھے اور اس کے سوائے اپنے سارے بدن کو چھپائے رکھے سوائے اس کے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اجازت دی کہ عورت اپنا نصف ذراع (یعنی آدھی کلائی) کھلا رکھ سکتی ہو پس جب اس پر اجماع ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے بدن کے اس حصہ کو کھلا رکھ سکتی ہو جو عورت میں داخل نہیں کیونکہ جو عورت نہیں اس کا ظاہر کرنا بھی حرام نہیں اور جب وہ اسے ظاہر کر سکتی ہو تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قول الا ما ظھر منھا سے بھی یہی مراد ہو کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو اس سے ظاہر رہتی ہو (ج) +

اور روح المعانی میں الا ما ظھر منھا کی تفسیر میں ہو یعنی سوائے اسکے جو عادتاً اور طبعاً کھلا رکھا جاتا ہو اور اس کی اصل حالت یہی ہو کہ وہ کھلا رہی جیسے انگوٹھی اور سرمہ اور خضاب پس انکے اجنبیوں کے سامنے ظاہر کرنے پر کوئی گرفت نہیں اور گرفت اس زینت کے ظاہر کرنے پر ہو جو چھپانی چاہیئے جیسے کڑے اور جھانجھ اور بازو بند اور گلوبند اور ہار اور بالیاں اور ذکر زینت کا کیا اور ان مقامات کا ذکر نہیں کیا تاکہ چھپانے کے حکم میں مبالغہ کا اظہار کیا جائے کیونکہ یہ زینت ایسے مقامات پر ہو جن مقامات کیطرف دیکھنا جائز نہیں سوائے انکے جن کا بعد میں استثناء کیا گیا ہو اور وہ کلائی اور پنڈلی اور بازو اور گردن اور سر اور سینہ اور کان ہیں اور آگے چلکر لکھا ہو کہ وہ جو زمخشری نے لکھا ہو۔ وہ امام ابو حنیفہ کے مشہور مذہب پر مبنی ہو یعنی کہ ظاہر یعنی کھلی رہنے والی زینت کے موقعے منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مطلقاً عورت یعنی چھپانے والے مقامات میں شامل نہیں پس انکی طرف دیکھنا بھی حرام نہیں +

عورت کے منہ اور ہاتھ کھلے رہ سکتے ہیں

اور اسکے بعد ابو داؤد اور ابن مردویہ اور بیہقی کی حدیث ذیل کو نقل کیا ہو جو حضرت عائشہ سے مروی ہو ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی النبی وعلیھا ثیاب رقاق فاعرض عنھا وقال یا اسماء ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یری منھا الا ھذا واشار الی وجھہ وکفہ صلعم یعنی اسماء بنت ابی بکر نبی کریم صلعم کے پاس آئیں اور انہوں نے بہت باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے تو نبی صلعم نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء جب عورت حیض کی عمر کو پہنچ جاتی تو پھر مناسب نہیں کہ اسکے بدن کا کوئی حصہ سوائے اسکے نظر آئے اور آپنے اپنے منہ اور ہاتھ کیطرف اشارہ کیا۔ نبی صلعم کی یہ حدیث اس بحث میں فیصلہ کن ہو اور اپنی دوسری تائیدات کے ساتھ یہ حدیث قطعی فیصلہ کر دیتی ہو کہ الا ما ظھر منھا میں جو حصہ مستثنے کیا گیا ہو وہ منہ اور ہاتھ ہیں +

عورت کا غیر مرد کو دیکھنا

یہاں اس حدیث کو لانا بھی ضروری ہو جس سے بعض وقت ایک غلط استدلال بھی کیا گیا ہو یعنی ابن ام مکتوم کا واقعہ جو نابینا تھے کہ وہ نبی صلعم پر داخل ہوئے درانحالیکہ آپکے پاس ام سلمہ اور میمونہ تھیں تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس سے حجاب کرو تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھتے اور نہ پہچانتے ہیں تو آپنے فرمایا کہ کیا تم دونوں نابینا ہو اور اسے نہیں دیکھتی ہو۔ اس حدیث سے یہ تو قطعاً معلوم نہیں ہوتا کہ عورت کیلئے کونسا حصہ ظاہر کرنا جائز ہو اور کونسا ظاہر کرنا جائز نہیں ہاں اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کیلئے اجنبی مرد کو دیکھنا خواہ بہ نظر شہوت نہ بھی ہو جائز نہیں۔ چنانچہ ابن کثیر نے یہی استدلال اس سے کر کے اس کے مقابل پر صحیح بخاری کی حدیث کو پیش کیا ہو کہ عورت کا مرد کو بلا نظر شہوت دیکھنا جائز ہو کیونکہ صحیح بخاری میں ہو کہ عید کے دن حبشی مسجد میں اپنے ہتھیاروں سے کھیل دکھا رہے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ نبی کریم صلعم کے پیچھے کھڑی ہو کر انہیں دیکھ رہی تھیں۔ اگر ان دونوں حدیثوں میں تعارض مانا جائے

بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ

اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں ۲۳۲۳

تو صحیح بخاری کی حدیث کو ترجیح ہو لیکن اگر ہم حدیث اول کی یہ توجیہ کریں کہ ابن ام مکتوم کے لباس میں اس وقت کچھ نقص تھا جس کی طرف نبی صلعم نے دونوں بیبیوں کو توجہ دلائی کہ تم نابینا نہیں ہو اور اسے دیکھ رہی ہو کہ کس حال میں ہو تو تعارض بھی باقی نہیں رہتا۔ البتہ یہ ظاہر کر دینا ضروری ہو کہ عورت کا اپنا مُنہ کھلا رکھنا امر دیگر ہو اور دوسرے لوگوں کا اسے دیکھنا امر دیگر۔ اور یہیں سے بعض وقت غلطی لگتی ہو جس طرح مردوں کو حکم ہو کہ عورتوں کو نہ دیکھیں یعنی نظریں نیچی رکھیں اسی طرح عورتوں کو حکم ہو کہ مردوں کو نہ دیکھیں لیکن ان دونوں حکموں میں سے نہ پہلے حکم سے یہ لازم آتا ہو کہ عورت کا مُنہ کھلا نہ ہو اور نہ حکم ثانی سے یہ لازم آتا ہو کہ مرد کا منہ کھلا نہ ہو بلکہ ان حکموں کا دینا ہی بتاتا ہو کہ کوئی چیز ہے جو دیکھی جا سکتی ہو اور اسے دیکھنے سے روکا ہو اور حضرت عائشہ کا دیکھنا ایک ضرورت کیلئے تھا یعنی ان کی کھیل دیکھنے کیلئے تھا۔ اور حکم یہی ہو کہ اگر مرد کے سامنے عورت آجائے تو مرد کی آنکھیں نیچی ہو جانی چاہئیں عورت کے سامنے مرد آجائے تو عورت کی آنکھیں نیچی ہو جانی چاہئیں۔ اور یہی بعض اجلہ پیروان امام شافعی نے لکھا ہو یعنی عورت کیلئے منہ اور ہاتھ کھلے رکھنے جائز ہیں لیکن اجنبیوں کا انہیں دیکھنا جائز نہیں اور اسے بعید قرار دینا جیسا کہ روح المعانی میں ہو تعجب ہو کیونکہ یہ ایک نہایت کھلی بات ہو اور یہ دو الگ الگ فعل ہیں منہ اور ہاتھ کھلے رکھنا یہ عورت کا فعل ہو جو جائز ہو دوسرے لوگوں کا بلا ضرورت دیکھنا یہ مردوں کا فعل ہو جو نا جائز ہو اور بعض شافعیہ کا مذہب ہو کہ عورت کے مُنہ اور ہاتھ کا دیکھنا بھی جائز ہو اور حق بات یہ ہو کہ پہلی نظر تو پڑ جاتی ہو اور یہ انسان کے اختیار سے باہر ہو لیکن عمداً پھر دیکھتے رہنا نا جائز ہو جیسا کہ پچھلے نوٹ میں بیان ہو چکا +

عورت کا مُنہ کھلا رکھنا جائز ہو مگر مرد کا اسے دیکھنا جائز نہیں

۲۳۲۳ خُمُر خِمار کی جمع ہو اور خمار وہ ہو جسکے ساتھ عورت اپنے سر کو ڈھانکتی ہو (غ) یعنی اوڑھنی کیونکہ خمر کے معنی ڈھانکنا ہیں +

خمار

جُیُوب۔ جَیْب کی جمع ہو قمیص کا گریبان۔ اور ناصح الجیب میں جیب سے مراد قلب اور سینہ ہو (ل) +

جیب

بعض وقت یہ کہا جاتا ہو کہ اگر منہ کھلا رہا تو پھر پردہ بے معنی ہو۔ اس مشکل کو الفاظ ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن صاف کرتے ہیں عرب میں بعینہ وہی دستور تھا جو آج یورپین عورتوں میں ہو کہ وہ گردن اور کندھے اور سینہ کا بعض حصہ اظہار حسن کیلئے کھلا چھوڑتی تھیں۔ تو اسلام نے ان مقامات کو عورت میں داخل کر دیا یعنی چھپانے کے مقامات میں اور بعض وقت کرتوں کے گریبان اگر نیچے ہوں تو ان میں سے سینہ نظر آسکتا ہو۔ علاوہ ازیں عرب کی عورتیں بعینہ یورپ کی طرز پر چھاتیوں کو کپڑے وغیرہ کے ذریعہ سے اُبھار کر رکھتی تھیں اور یوں اپنے ایسے محاسن کا اظہار کرتی تھیں جو مردوں میں تحریک شہوت پیدا کرتے ہیں اور جو بلا ضرورت بھی ہیں اسلئے جب اسلام نے سوائے ظاہر رہنے والے بعض مقامات کے باقی مقامات کو چھپانے کا حکم دیا تو اس کی طرز بھی ساتھ ہی بتادی اور وہ یہ ہو کہ اپنی اوڑھنیاں گریبانوں پر ڈال لیں۔ اب اوڑھنی اصل میں وہ چیز ہو جو سر کو ڈھانکتی ہو جیسا کہ تشریح لغوی سے ظاہر ہو مگر اوڑھنی ایسے رنگ میں بھی اوڑھی جا سکتی ہو کہ سوائے سر کے باقی محاسن ظاہر رہیں جیسا کہ بعض یورپین عورتیں ایک باریک دوپٹہ سر کے اوپر ڈال لیتی ہیں کہ کندھوں کے پیچھے پڑا رہتا ہو اسلئے حکم دیا کہ اوڑھنی ایسی صورت میں اوڑھی جائے کہ گریبان کو ڈھانک لے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گردن اور سینہ اور کانوں کے محاسن سب پردہ کے نیچے آجائینگے اور ایسا ہی کن پٹیاں زلفیں اور وہ بال جو پیشانی کو زینت دیتے ہیں وہ سب ڈھک جائینگے عرب کی اسلام سے پہلے کی حالت وہی تھی جو آج یورپ کی حالت ہو اور عورتیں اپنے محاسن مردوں کو دکھانے پر فخر کرتی تھیں اسلام نے اسی بات کو روکا ہو کہ عورت اپنے محاسن کی نمائش کرکے باہر نکلے اور لوگوں کیلئے موجب فتنہ ہو۔ کاروبار کی ضروریات کو نہیں روکا جن کے لئے منہ اور ہاتھ کھلے چھوڑنے پڑتے ہیں ہاں باہر نکلتے وقت لباس زیورات جسم کے محاسن کو حتی الوسع چھپائے خواہ موٹی اوڑھنی سے یا برقعہ سے یا اوورکوٹ سے جس کے ساتھ سر کانوں گردن وغیرہ کے ڈھانکنے کا بھی انتظام ہو اور عورتوں کا رسول اللہ صلعم کے ساتھ جنگوں میں باہر نکلنا اس حکم کے بعد ثابت ہو اور پانچ وقت نماز میں بھی مسجدوں میں آتی تھیں اور کھیتی وغیرہ کاروبار میں اپنے خاوندوں کے معاون بھی ہوتی تھیں۔ یہ نا ممکن ہو کہ کوئی عورت اس پردہ کے ساتھ

عرب کی عورتوں کا اظہار حسن کرنا اور اسلام کا اسکو روکنا

واقعات زمانہ نبوی اور زمانہ صحابہ

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ

اور اپنی زینت کو (اور کسی کے سامنے) ظاہر نہ کریں سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے باپوں کے یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے یا اپنے بیٹوں کے

اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا

یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی عورتوں کے

مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ

یا اس کے جنکے انکے داہنے ہاتھ مالک ہیں یا مردوں میں سے ایسے خادموں کے جو (نکاح کی) حاجت نہیں رکھتے یا لڑکوں کے جو عورتوں کے

لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ

پردے کی باتوں سے واقف نہیں اور اپنے پاؤں کو (سطح) زمین پہ نہ ماریں کہ جو کچھ وہ اپنی زینت چھپاتے

مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

ہوتے ہیں وہ معلوم ہو جائے اور اے مومنو تم سب اللہ کیطرف رجوع کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ ۲۳۲۴

جو آج ہندوستان کے اچھے طبقہ میں مروج ہے جنگ میں باہر نکل سکے اور پھر زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کا کام کرسکے اور صحابہ کی جنگوں میں بھی عورتوں کا ساتھ نکلنا بلکہ بعض وقت دشمن کے مقابلہ میں تیار ہونا تاریخی واقعات ہیں ٭

من وراء حجاب کا حکم مردوں کو گھروں میں آنے سے روکتا ہے نہ عورتوں کو باہر نکلنے سے

اور یہ جو دوسری جگہ آتا ہے کہ اگر تم نے گھر کے اندر سے کوئی چیز مانگنی ہو تو من وراء حجاب مانگو یعنی پردہ کے پیچھے سے تو گو یہ رسول اللہ صلعم کی بیویوں کو حکم ہے مگر اس میں بھی مومن عورتیں شامل ہیں اور اس میں عورتوں اور مردوں کے اس خلا ملا کو روکا ہے جو بہت سے بد نتائج کا موجب ہوتا ہے۔ عورت جب گھر سے باہر نکلے گی تو کافی احتیاط سے اپنے محاسن کو چھپا کر نکلے گی لیکن گھر کے اندر ایسی احتیاط ہر وقت رکھنا مشکل ہے اور اسکے علاوہ بھی جو فتنے غیر مرد کے عورت کے پاس گھر کے اندر آنے سے پیدا ہو سکتے ہیں وہ عورت کے باہر نکلنے سے پیدا نہیں ہو سکتے پس اجنبی مردوں کو گھر کے اندر عورتوں کے پاس جانے سے روکا ہے کیونکہ ایسے حالات میں ضرورت پس پردہ رہ کر بھی پوری ہو سکتی ہے۔ عورت کا اپنے کاروبار کیلئے گھر سے باہر نکلنا ان فتنوں کا موجب نہیں ہوتا جو مردوں کا غیر محرم عورتوں کے پاس تنہائی میں چلے جانا ہوتا ہے اس پر مفصل بحث اپنی جگہ پر ہوگی ٭

تابع — **۲۳۲۴** تابعین ۔ اتباع الزوج ممن یخدمہ مثل الشیخ الفانی والعجوز الکبیرۃ (ل) یعنی خدمتگار مراد ہیں ٭

اَرِبَ — اربۃ ۔ اَرَب سخت حاجت کو کہتے ہیں جس کا تقاضا یہ ہو کہ اسے دور کرنے کیلئے حیلہ کیا جائے پس ہر ارب حاجت ہے مگر ہر حاجت

مآرب — ارب نہیں اور اَرِبَ الی کذا کے معنی ہیں اس کی سخت حاجت محسوس کی اور اِرْبَۃ اور مَاْرُبَۃ اس سے مصدر ہیں ولی فیھا مآرب اُخری (طٰہٰ ۲۰-۱۸) اور اولی الاربۃ سے مراد ہے نکاح کی حاجت والے ٭

اولی الاربۃ

لم یظہروا ۔ ظہر علی الشیء کے معنی اطلع علیہ بھی ہو سکتے ہیں یعنی اس بات سے واقف ہوا اور قوی علیہ بھی یعنی اس پر غالب ہوا (ر)

عورۃ — عورات ۔ عَوْرَۃ شرمگاہ کو کہتے ہیں اور یہ کنایہ ہے اور اس کا اصل عار سے ہے گویا اس کے ظاہر کرنے میں انسان کو شرم آتی ہے اور لم یظہروا علی عورات النساء سے مراد ہے کہ بلوغ کو نہیں پہنچے۔ اور عورۃ کے معنی شق ہیں جو کسی چیز میں ہو جیسے کپڑا یا گھر ان ہیں تنا

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن ۳۲

اور جو تم میں سے مجرد ہیں انکے نکاح کردو اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو صلاحیت رکھتے ہیں (انکے بھی) اگر وہ

يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○

محتاج ہونگے تو اللہ اپنے فضل سے انکو غنی کردے گا اور اللہ فراخی والا علم والا ہے ۲۳۲۵

عورۃ (الاحزاب ۳۳: ۱۳) یعنی ان میں ایسے شگاف ہیں کہ جو کوئی ان میں آنا چاہے آسکتا ہے اور ثلٰث عورات لکم (۵۸) میں عورۃ سے مراد خلل ہے (غ)، یعنی پردہ کا وقت +

کن مردوں کے سامنے عورت اظہار محاسن کرسکتی ہے۔

اس حصہ میں بتایا ہے کہ وہ زینت جس کو عام طور پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا خواہ وہ لباس یا زیورات کی زینت ہو اور خواہ جسمانی خوبصورتی جسے عورتیں ظاہر کرنے کی عادی ہیں اس کا اظہار ایک تو چند رشتہ داروں پر ہو سکتا ہے۔ خاوند، باپ خسر، خاوند کا بیٹا، بھائی بھتیجے بھانجے اور دودھ اور خون کے رشتے یکساں ہیں۔ چچے اور ماموں کا ذکر نہیں کیا اسلئے کہ وہ آباء کے حکم میں ہیں اور اب کا لفظ قرآن کریم میں چچا پر بولا گیا ہے اسکے بعد نسائھن آتا ہے یعنی اپنی عورتیں۔ اس سے مراد اکثر نے مسلمان عورتیں لی ہیں گویا غیر مذاہب کی عورتوں کے سامنے بھی اظہار محاسن نہیں چاہیے۔ مگر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مذاہب کی عورتیں نبی صلعم کی بیبیوں کے پاس آتی جاتی تھیں (د) اور اس لئے امام رازی کہتے ہیں سب عورتیں مراد ہیں میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ اپنی طرز کی عورتیں ہوں یا جن سے تعلقات ہوں کیونکہ بعض رذیل عورتیں یا ناواقف فتنہ کا موجب ہو جاتی ہیں۔ پھر ما ملکت ایمانھن ہیں جن سے مراد بعض کے نزدیک لونڈیاں ہیں اور بعض کے نزدیک لونڈیاں اور غلام دونوں اور یہ دوسرا خیال ہی درست ہے اسلئے کہ لونڈیوں کے ذکر کی ضرورت بھی نہ تھی۔ پھر ایسے خادم مرد ہیں جو حاجت نکاح نہ رکھتے ہوں جیسے شیخ فانی وغیرہ اور پھر نابالغ لڑکے۔ ما ملکت ایمانھم میں ایسے ادنیٰ درجہ کے لوگ آسکتے ہیں جیسے خاکروب۔ لیکن ملازم یا عام خدمتگاروں کا ذکر تابعین کے لفظ میں ہے ہاں عورتوں کے اس احتیاط کے ساتھ جو باہر نکلنے کے متعلق ہے معمولی نوکروں سے کام لینے میں کوئی ہرج نہیں اور ایسا ہی دوسرے عزیز یا رشتہ دار اسی احتیاط کے ساتھ عورتوں کے سامنے آسکتے ہیں جو ان کے باہر نکلنے کے متعلق ہے۔

پردہ میں افراط و تفریط

ہندوستان میں اگر ایک طرف مسلمانوں نے افراط کرکے پردہ کو ایسا سخت بنا یا ہوا ہے جو قرآن کریم کا منشاء نہ تھا تو دوسری طرف ایک بھی گھر نہیں جہاں سوائے ان لوگوں کے جنکا ذکر اس آیت میں ہے اور کوئی عزیز یا رشتہ دار سامنے نہ آتا ہو گویا افراط کے ساتھ تفریط بھی موجود ہے یہ اسلئے کہ قرآن شریف کی اصل تعلیم کو چھوڑ دیا اور اپنے خیالات کا تتبع مقصود ہے +

ایّم

۲۳۲۵ ۔ ایامی ۔ ایّم کی جمع ہے اور وہ وہ عورت ہے جس کا خاوند نہ ہو اور اس مرد کو بھی کہہ یا جاتا ہے جس کی بی بی نہ ہو (غ) +

مجردوں کے نکاح کا حکم

ایّم کا لفظ ہر مجرد پر حاوی ہے مرد ہو یا عورت ۔ نکاح کرکے اپنے زوج کو کھو چکا ہو یا ابھی نکاح ہی نہ کیا ہو ۔ گو خصوصیت سے رانڈ اور رنڈوے پر بولا جاتا ہے اور یہاں عام ہی ہے اور مراد یہ ہے کہ نکاح ضروری ہے اور مجردوں سے بدکاری پیدا ہوتی ہے اور یہاں چونکہ ان اسباب کا ذکر کیا ہے جن سے بدکاری اور زناکاری ہو کے اس لئے یہ بھی بتا دیا کہ حتی الوسع نکاح ہونے چاہئیں یہانتک کہ غلاموں اور لونڈیوں کے بھی ہونے چاہئیں ۔ جو لوگ بیوہ عورتوں کو نکاح سے روکتے ہیں ۔ وہ اس حکم قرآنی کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور نتیجہ اس کا بہت برا نکلتا ہے یورپ کی زناکاری کا علاج بھی اسی حکم کی تعمیل سے ہو سکتا ہے اور یہ لوگ اگر بدی کو بدی سمجھکر اس اسلامی ہدایت کو قبول نہ کرینگے تو پیدائش کی کمی جو بدکاری کے بڑھ جانے کا لازمی نتیجہ ہے انہیں مجبور کرکے اس طرف لائے گی ۔ ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ میں سمجھایا کہ نکاح کے ساتھ بھی بعض کشائش کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں کیونکہ اول تو عورت بہت سے کاروبار میں مرد کی معاون ہو جاتی ہے دوسرے ذمہ داری کا احساس بھی مرد میں زیادہ ہمت پیدا کر دیتا ہے +

۳۳ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ

اور چاہیے کہ وہ جو شادی کا سامان نہیں پاتے اپنے آپکو بچائے رکھیں یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے ۲۳۲۶ اور جنکے

يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّاٰتُوْهُمْ

تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں ان میں سے جو آزادی کی تحریر مانگیں تو انہیں لکھ دو اگر تم ان میں بھلائی جانتے ہو اور انکو اللہ کے

مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا

مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے ۲۳۲۷ اور اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو جب وہ بچنا چاہتی ہیں تاکہ تم

لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

دنیا کی زندگی کا سامان چاہو اور جو کوئی انہیں مجبور کرے گا تو اللہ انکے جبر کے بعد بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۲۳۲۸

۲۳۲۶ لا یجدون نکاحًا سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ رشتہ نہ ملے اور یہ بھی کہ سامان نہ ہو۔ لیکن آج کل جو لوگوں نے رسم و رواج کے تتبع میں نکاح کیلئے سامان ضروری ٹھہرایا ہوا ہے وہ مراد نہیں۔ اور استعفاف سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے آپکو بدکاری سے روکیں یعنی شہوانی حالات کے خلاف جدوجہد کریں اور حدیث میں روزہ بھی اس کا علاج بتایا گیا ہے +

مکاتبہ — **۲۳۲۷** الکتاب۔ کِتَابَۃ سے بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی واجب کرنا ہیں۔ اور کَتْب سے بھی جس کے معنی نظم ہیں (غ) اور کتابۃ جس سے مراد غلام کو تحریر کا لکھ دینا ہے کہ وہ اس شرط پر آزاد ہے اسلامی لفظ ہے اہل جاہلیت اسے نہ جانتے تھے (د) +

خیر — خیرا۔ خَیْر کے معنی ۱۳۶۷ و ۲۲۰ وغیرہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں بعض نے معنی مال بھی مراد لئے ہیں اور بعض نے معنی نفع ہیں جو انہیں خود اور ان کے آزاد کرنے والوں کو ان کی آزادی سے پہنچے (غ) اور صورت اول میں بھی مطلب یہ نہیں ہوگا کہ ان کے پاس مال جمع ہو بلکہ یہ معنی ہونگے کہ وہ مال جمع کرنے یا کمانے کی قابلیت رکھتے ہوں اور چونکہ خیر کا لفظ اس مال پر عمومًا بولا گیا ہے جو وجہ محمود سے کمایا جائے جیسے وصیت کا حکم دیتے وقت ان ترک خیرا (البقرۃ ۲ - ۱۸۰) فرمایا یا جیسے قل ما انفقتم من خیر (البقرۃ ۲ - ۲۱۵) و ما تنفقوا من خیر (البقرۃ ۲ - ۲۷۳) اسلئے مطلب یہ ہوا کہ ان میں یہ قابلیت دیکھو کہ وہ وجہ محمود پر مال کما سکتے ہیں کیونکہ اگر وہ مال کمانے کی اہلیت نہیں رکھتے تو پھر چوری کرکے یا اور ناجائز طریق پر اپنا گزارہ کریں گے اور یوں دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہے +

غلاموں کی آزادی میں اسلام سے آگے کسی قوم نے قدم نہیں رکھا۔ — نکاح کے ذکر میں غلاموں کی کتابت کا ذکر کیا یعنی غلاموں کو آزاد کرنے کا منشا یہ ہے کہ وہ آزاد ہو کر نکاح کو زیادہ پسند کرینگے۔ اور یہاں مکاتبت کی شرط یہ رکھی ہے ان علمتم فیہم خیرا۔ اگر ان میں بھلائی کا علم ہو یعنی یہ دیکھ لو کہ وہ آزاد ہو کر اپنے لئے بھی اور قوم کیلئے بھی مفید ہو سکتے ہیں یہ اسلئے فرمایا کہ غلامی انسان کو بعض وقت نہایت ذلیل حالت تک پہنچا دیتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے بھلے برے کو بھی نہیں سوچ سکتا۔ اور پھر ان کو صرف تحریر دینے کا حکم ہی نہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ انہیں بھی دو یعنی مالی طور پر بھی ان کی امداد کرو اور یہ حکم سب مسلمانوں کو ہے اسی بنا پر بیت المال سے بھی ان پر صرف کرنے کا حکم تھا اور زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف غلاموں کی آزادی ہے قرآن کریم کے اس حکم سے بڑھکر کس نے غلاموں کی آزادی کا کچھ کام کرکے دکھایا ہے +

بغاء — **۲۳۲۸** بغاء بغاء فجور یعنی زنا ہے کیونکہ یہ ایسی بات کی طرف تجاوز ہے جو نہیں چاہیئے (غ) +

لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کیا جائے — مسلم اور ابو داؤد میں ہے کہ عبداللہ بن ابی کے پاس دو لونڈیاں تھیں جن سے وہ زنا کراتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۳۴

اور یقیناً ہم نے تمہاری طرف کھول کر بیان کرنیوالی آیتیں اتاریں اور کچھ ان لوگوں کی حالت جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ ۳۵

اور متقیوں کیلئے نصیحت ۲۳۲۹ اللہ آسمانوں اور زمین کا روشن کرنیوالا ہے ۲۳۳۰ اسکے نور کی مثال (ایسی ہے)

ع ۵/۱۱ — الٰہی نور کا ظہور

بعض روایات میں ہے کہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ لونڈیوں سے زنا کراتے اور اس کی اُجرت سے فائدہ اُٹھاتے تھے تو اس ناپاک رسم کو مٹایا۔ بڑے بڑے معزز لوگوں کا اس طرح زنا کو علانیہ مروج کرنا بتاتا ہے کہ عرب میں زناکاری کی حالت کہاں تک پہنچ گئی تھی اور ان اردن تحصنا سے یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ بچنا چاہیں تو انہیں مجبور نہ کرو اور اگر بچنا نہ چاہیں تو مجبور کرو۔ کیونکہ مجبور اسے ہی کیا جاسکتا ہے جو ایک کام کو نہ چاہے اور ان اردن تحصنا محض صورت حال کا بیان ہے کہ وہ تو اس فعل قبیح سے بچنا چاہتی ہیں اور تم انہیں مجبور کرتے ہو۔ اور غفور رحیم ان کیلئے ہے جنہیں مجبور کیا گیا حالانکہ وہ نہ چاہتی تھیں +

۲۳۲۹ رکوع کی اس آخری آیت میں یہ بتا کر کہ یہ احکام جو انسان کیلئے روشنی کا کام دینے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہی اُتارے ہیں، اگلے رکوع کے مضمون کی طرف اشارہ کیا +

نور — ۲۳۳۰ نور۔ وہ پھیلی ہوئی روشنی ہے جو دیکھنے میں مدد دیتی ہے اور یہ دو قسم ہے دنیوی اور اُخروی۔ پھر دنیوی دو قسم ہے۔ ایک معاون بصیرت یعنی وہ روشنی جو امور آلٰہیہ سے ہے جیسے نور عقل۔ نور قرآن اور ایک معاون بصارت جیسے سورج چاند ستاروں کی روشنی ذیل کے مقامات پر آلٰہی روشنی مراد ہے قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین (المائدۃ ۵-۱۵) وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس (الانعام ۶-۱۲۳) ولکن جعلنٰہ نورا نہدی بہ من نشاء من عبادنا (الشوریٰ ۴۲-۵۲) فھو علی نور من ربہ (الزمر ۳۹-۲۲) نور علیٰ نور یہدی اللّٰہ لنورہ من یشاء۔ اور مخصوص با معاون بصارت نور کی مثال ہے جعل الشمس ضیاء والقمر نورا (یونس ۱۰-۵) اور ضوء نور سے زیادہ خاص ہے وقمرا منیرا (الفرقان ۲۵-۶۱) یعنی نور والا اور بعض جگہ دونوں پر شامل ہے جیسے وجعل الظلمٰت والنور (الانعام ۶-۱) واشرقت الارض بنور ربہا (الزمر ۳۹-۶۹) اور نور اُخروی جیسے یسعیٰ نورھم بین ایدیہم (الحدید ۵۷-۱۲) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو نور کہا ہے اسلئے کہ وہ مُنَوِّر ہے یعنی روشن کرنیوالا اور اللہ تعالیٰ کا اپنے آپ کو نور کہنا مبالغہ فعل کیلئے ہے (غ) اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں جو نور ہے تو ابن اثیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے وہ جس کے نور کے ساتھ اندھے دیکھتے ہیں اور جس کی ہدایت کے ساتھ گمراہ ہدایت پاتے ہیں اور بعض نے اس کے معنی کئے ہیں ظاہر جس کی وجہ سے ہر شے کا ظہور ہے اور اسے جو اپنے نفس میں ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرنیوالا ہو نور کہا جاتا ہے اور ابو منصور کا قول ہے کہ نور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض میں نور کے معنی ھادی اھل السمٰوات والارض کئے گئے ہیں یعنی آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں کو ہدایت دینے والا (ل) اور بطور مبالغہ اللہ تعالیٰ کو جو منوّر ہے نور اسی طرح کہا جاتا ہے جیسے سخاوت میں مبالغہ کیلئے ایک شخص کو جود کہا جاتا ہے +

نور اسمائے آلٰہی سے ہے

اللہ تعالیٰ کے نور ہونے سے مراد — پہلے چار رکوعوں میں وہ ہدایات دیکر جن سے انسان پاکیزگی حاصل کرسکتا ہے۔ پچھلے رکوع کی آخری آیت میں فرمایا تھا کہ یہ کھول کر بیان کرنے والی یعنی روشنی دینے والی آیات اللہ تعالیٰ نے ہی اُتاری ہیں۔ یہی مضمون اس رکوع کا ہے اور سب سے پہلے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب ہدایت کیلئے اسلئے اُتاری کہ وہی آسمانوں اور زمینوں میں روشنی پھیلانے والا ہے کیونکہ نور سے مراد منور ہی ہے اور اگلے الفاظ مثل نورہ خود بتاتے ہیں کہ یہاں مراد منور ہی ہے اور ابن جریر نے نور کے معنی ھادی کئے ہیں اور یہ معنی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں اور گو یہاں بالخصوص ذکر ہدایت یعنی نور آلٰہی کا ہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ دونوں طرح پر منور ہے یعنی معاون بصارت

كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۭ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ

جیسے ایک طاق جس میں ایک چراغ ہو۔ چراغ ایک شیشہ میں ہو شیشہ گویا کہ ایک چمکتا ہوا تارا ہو (چراغ) ایک بابرکت

مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْۗءُ وَلَوْ

زیتون کے درخت سے روشن ہو رہا ہو جو نہ شرقی ہو اور نہ غربی قریب ہو کہ اس کا تیل روشنی دے۔ گو اسے آگ

لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ ۭ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ

بھی نہ چھوئے روشنی پر روشنی ہو اللہ اپنے نور کیلئے جسے چاہتا ہو ہدایت کرتا ہو اور اللہ لوگوں کیلئے

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ ۳۶

مثالیں بیان کرتا ہو اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ۲۳۱ (یہ نور) ان گھروں میں ہو جنکے متعلق اللہ نے اذن دیدیا ہے

روشنی دینے والا بھی اور معاون بصیرت روشنی دینے والا بھی جیسا کہ ابن اثیر نے لکھا ہو اور گو نور کے یہ معنی بھی درست ہیں کہ وہ فی نفسہ ظاہر دوسروں کو ظاہر کرنیوالا ہو مگر سیاق اسی کو چاہتا ہو کہ یہاں مراد ہادی ہی ہے چنانچہ اگلی آیات میں اس کی ہدایت کا ذکر کھلے الفاظ میں ہو۔

شکو۔ شکایۃ

۲۳۱ مشکوٰۃ۔ شکو اور شکایۃ اور شکوی غم کا اظہار ہو انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ (یوسف ۱۲-۸۶) وتشتکی الی اللہ (المجادلۃ ۵۸-۱) اور شکو۔ اصل میں شکوۃ کا کھولنا اور جو کچھ اس میں ہو اس کا ظاہر کرنا ہو اور وہ چھوٹے سے مشکیزہ کو کہتے ہیں

مشکوٰۃ

جس میں پانی رکھا جاتا ہو اور مشکوٰۃ اس سوراخ کو کہتے ہیں جو دوسری طرف نہ نکل گیا ہو یعنی طاق اور یہ دل کی مثال ہو اور چراغ سے مراد نور الٰہی ہو جو اس میں ہو (غ)، اور بعض نے مشکوٰۃ سے مراد وہ لوہا بھی لیا ہو جس سے قندیل لٹکائی جاتی ہو (ل)۔

صبح۔ صباح

مصباح۔ صُبْح اور صباح اول النہار ہے یعنی دن کا پہلا حصہ اور وہ وقت ہو جب افق سورج کی روشنی سے چمک اٹھتا

مصباح

ہو اور مصباح چراغ کو بھی کہتے ہیں جیسے یہاں اور ستارہ کو بھی وزینا السماء الدنیا بمصابیح (حٰم السجدۃ ۴۱-۱۲) (غ)۔

زجاجۃ

زجاجۃ۔ شفاف پتھر کو کہتے ہیں۔

دَرّ دودھ دینے والے جانوروں کے ذبح کی ممانعت

دُرّی

دُرّی۔ دَرّ۔ دودھ اور آنسو کے بہنے پر بولا جاتا ہو اور دودھ کو بھی دَرّ کہتے ہیں اور حدیث میں ہو کہ آپ نے ذوات الدر کے ذبح کرنے سے منع کیا یعنی ان جانوروں کے ذبح سے جو دودھ دے رہے ہوں اور دُرّۃ بڑے موتی کو کہتے ہیں اور دُرّی دُرّ کیطرف منسوب ہو۔ یعنی بہت چمکنے والا (ل)۔

زیتون۔ زیت

زیتونۃ اور زیتون شجر اور شجرۃ کی طرح ہو اور زیت زیتون کا تیل ہو (غ)۔

رسول اللہ صلعم کے قلب صافی اور نور فطری کا نقشہ

اللہ تعالیٰ جو منور اور ہادی ہو اسکے نور کی یہاں مثال بیان کی ہو اور اس کے نور سے مراد اس کی ہدایت یا اس کا رسول ہی ہے، کیونکہ آنحضرت صلعم کو بھی نور کہا ہو قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین (المائدۃ ۵-۱۵) اور اگلے الفاظ میں جو مثال بیان کی ہو وہ اسلام یا اسلام کے لانیوالے محمد رسول اللہ صلعم کی مثال ہی ہو اور اس سے مراد رسول اللہ صلعم کا ہونا کعب سے مروی ہو (ج)، اس نور کو پہلے مثال طاق سے دی ہو جس میں چراغ رکھا جاتا ہو اور اس سے اشارہ قلب رسول کی طرف ہو کہ وہ ایک طاق کی مثال ہو پھر اس طاق یعنی قلب میں چراغ موجود ہو اور اس سے مراد فطری نور الٰہی ہو۔ اور وہ فطری نور نہایت صاف ہو کیونکہ وہ شیشہ میں ہو

أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝

کہ وہ بلند کئے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے ان میں اس کی تسبیح صبح اور شام کے وقتوں میں کرتے رہتے ہیں ۲۳۳۲

اور شیشہ یا قندیل میں جو چراغ ہو وہ دھواں نہیں دیتا گویا آپ کا فطری نور ایسا ہے کہ اس میں ادنیٰ شائبہ ظلمت کا نہیں ہے اور وہ شیشہ ایسا نہیں کہ اس نور کو کم کردے بلکہ ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح ہے گویا وہ فطری نور صیقل بھی ہے اور نہایت درجہ کا چمکدار بھی یعنی کمزور نور نہیں بلکہ جہانتک چاک نور میں آسکتی ہے وہ اس میں موجود ہے۔ پھر اس چراغ میں جو تیل ہے جس سے وہ چراغ روشن ہے وہ ایک بابرکت درخت سے ہے اور مبارک وہ ہے جس کی خیر منقطع نہ ہو یعنی نور کبھی بجھنے کا نہیں اور دائمی ہوگا اور وہ زیتون ہے اس لئے کہ زیتون کے تیل میں کمال درجہ کی صفائی ہوتی ہے اور زیتون کا لفظ اختیار کرنے میں خاص اشارہ بھی ہے دیکھو والتین والزیتون پر نوٹ اور یہ جو فرمایا لا شرقية ولا غربية تو اس کے معنی جیسا کہ زجاج نے کہا ہے کہ وہ فقط شرقی نہیں نہ فقط غربی ہے یعنی شرقی بھی ہے اور غربی بھی لا شرقية فقط لا غربية فقط لكنها شرقية غربية ۔ پس وہ مشرق و مغرب دونوں کی خصوصیات کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔

آپ جامع شرق و غرب ہیں

اور اس کا نور بھی مشرق اور مغرب دونوں کیلئے ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اسی نور کے ذریعہ سے انجام کار مشرق و مغرب دونوں مل جائینگے اور آپ کی ذات بابرکات جامع شرق و غرب ہے اور آپکا نور کل عالم پر محیط ہے اور اسکے محل وقوع کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ نہ مشرق میں ہے یعنی مشرقی ممالک میں سے اور نہ مغرب میں یعنی مغربی ممالک میں بلکہ مشرق اور مغرب کے درمیان میں ہے اور عرب اسی طرح واقع ہے کہ وہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے بین المشارق والمغارب (ر) اور یہ جو فرمایا یکاد زیتها یضیئ ولو لم تمسسه نار تو اس میں یہ اشارہ ہے کہ نور فطری اپنی روشنی تب دیتا ہے جب تعلق باللہ سے جو نار پیدا ہوتی ہے وہ اسے چھوئے مگر محمد رسول اللہ صلعم کا نور فطری اس قدر زبردست ہے کہ وہ خود ہی روشن ہو جانے کو تیار تھا اور اس میں رسول اللہ صلعم کی بعثت سے پہلے کی زندگی کیطرف اشارہ ہے کہ وہ پہلے سے ہی ایک نہایت درجہ کی پاکیزہ زندگی تھی اور مخلوق خدا کی ہدایت کے سوائے آپکے دل میں کوئی تڑپ نہ تھی اور اس کا نور کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ تب تعلق باللہ کی نار نے اس فطری نور کو روشن کیا اور اس قلب صافی پر وحی الٰہی کا نزول ہوا اور نور علیٰ نور میں بتایا کہ ایک تو وہ فطری نور اس کمال کو پہنچا تھا پھر دوسرا نور وحی الٰہی کا اس پر آپہنچا اسلئے وہ نور علیٰ نور کا مصداق ہو گیا اور یهدی الله لنوره من یشاء میں اسی ہدایت وحی کی طرف اشارہ ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کے قلب صافی پر نازل ہوئی یوں اس مثال میں بتایا کہ آنحضرت صلعم کا نور ہر قسم کے شائبہ ظلمت سے خالی۔ اعلیٰ درجہ کا مصفیٰ۔ دائمی اور تمام عالم کیلئے ہے اور یہ بھی آپ کی ختم نبوت پر دلیل ہے اور مصباح کا لفظ لانے میں یہ اشارہ ہے کہ پہلے نبی بھی چراغ تھے مگر یہ چراغ ایسا ہے جو سب عالم کو روشن کریگا اور کبھی بجھے گا نہیں۔

عرب کا محل وقوع

نور فطری پر نور وحی کا اضافہ

نور نبی مصطفیٰ دائمی اور کل عالم پر محیط ہے

۲۳۳۲ فی بیوت۔ یسبح له کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں فیها اس سے بدل ہوگا مگر بلحاظ پچھلے کلام کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ کیونکہ جب یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور ہدایت کیلئے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو اب یہ بتایا کہ وہ نور ہدایت کہاں ہے۔ فی بیوت بعض گھروں میں ہے اور ان بیوت سے مراد یا تو مسجدیں ہیں اور یا عام گھر اور دونوں معنی مروی ہیں اور ترفع سے مراد یہاں تعظیم ہے دیکھو ۲۵۴۲ یعنی دنیا میں ان کا نام بلند ہوا اور عام گھر مراد لیکر یہ لفظ زیادہ مناسب موقع ہے کیونکہ وہ گھر جنہیں دنیا میں کوئی جانتا بھی نہ تھا یعنی مکہ اور مدینہ کے بغیر دروازوں کی جھونپڑیاں ان کا نام دنیا کے چاروں کناروں میں روشن ہوا اسلئے کہ وہاں اللہ کے نام کی تسبیح ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا ذکر گھروں میں بھی ہوتا تھا اور مسجدوں میں بھی۔ اور یسبح کا فاعل رجال ہے جو اگلی آیت میں ہے ۔

صحابہ کی شہرت کی پیشگوئی

٣٧ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ

(ایسے) لوگ جنہیں نہ تجارت اور نہ خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قایم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے

٣٨ الزَّكَاةِ ۙ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا

غافل کرتی ہو اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائینگی ٢٣٣٣ تاکہ اللہ انہیں اسکا بہترین بدلہ دیجو

٣٩ عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

وہ کرتے ہیں اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہو بغیر حساب کے رزق دیتا ہو اور جو کافر ہیں

أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا

انکے عمل چٹیل میدان میں سراب کی طرح ہیں جسے پیاسا پانی سمجھتا ہو یہانتک کہ جب اسکے پاس آتا ہو اسے کچھ بھی نہیں پاتا

٤٠ وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي

اور اللہ کو اپنے پاس پاتا ہو سو وہ اسکا حساب اسکو پورا پورا دیتا ہو اور اللہ جلد حساب لینے والا ہو ٢٣٣٤ یا جیسے گہرے سمندر

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ۚ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا

میں اندھیرے اسکے اوپر ایک لہر چڑھی آرہی ہو اسکے اوپر ایک اور لہر ہو اسکے اوپر بادل ہو اندھیرے ہیں جو ایک دوسرے

فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا ۗ وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ۝

پر چڑھے ہوئے ہیں جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہو قریب کہ اسے نہ دیکھے اور جسے اللہ روشنی نہ دے اسے (کہیں بھی) روشنی نہیں ملتی ٢٣٣٥

٢٣٣٣ چونکہ پیچھے ذکر تھا کہ صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں تو یہاں بتایا کہ وہ راہبوں کا گروہ نہیں جو دنیا سے الگ ہو کر تسبیح میں لگ گئے ہوں بلکہ وہ تجارت اور بیع بھی کرتے ہیں ہاں یہ مشاغل دنیوی انکے دلوں کو اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتے اور یہ بیع و تجارت کرنیوالا گروہ۔ اور پھر ذکر اللہ سے غافل نہ ہونیوالا۔ نماز قایم کرنیوالا زکوٰۃ دینے والا گروہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہو اور تتقلب قلوب و ابصار سے مراد یا تو اضطراب شدید ہو اور یا یہ مراد ہو کہ ان کے دل وہ باتیں سمجھنے لگینگے جو پہلے نہ سمجھتے تھے اور آنکھیں ان نتائج کو دیکھنے لگینگی جو پہلے نہ دیکھتی تھیں۔ گویا ان کی حالت بدل جائیگی ؎

سراب — ٢٣٣٤ سراب۔ سَرَب سے ہو دیکھو ١٦٠٤ اور سراب وہ چمکتی ہوئی شے ہو جو بیابان میں پانی کیطرح نظر آتی ہو اور سراب اسے اسلئے کہا جاتا ہو کہ دیکھنے میں وہ چلتا ہوا معلوم ہوتا ہو بس سراب وہ ہو جس کی حقیقت کچھ نہیں وسیرت الجبال فکانت سرابا (النبأ ٢٠) کافروں کے اعمال کو سراب سے مشابہت دی ہو گویا دور سے کچھ نظر آتا ہو مگر فی الحقیقت کچھ نہیں کیونکہ انکے اعمال سارے دنیا کیلئے ہوتے ہیں وجد اللہ عندہ کے معنی دو ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو سراب کے پاس پاتا ہو یعنی جو کچھ اس نے اس کیلئے مقدر کیا ہوا موجود پاتا ہو اور اپنی بدکاریوں کی سزا پاتا ہو یا اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس پاتا ہو یعنی اسکا محاسبہ موجود ہوتا ہے

نور اسلام کے مقابل ظلمت کفر — ٢٣٣٥ یہ دوسری مثال کفار کے اعمال کی ہو پہلی مثال تو اعمال دنیا کی بلحاظ نتائج کے ہو کہ وہ سمجھتے ہیں ہم بہت کچھ کر رہے ہیں مگر آخر یہ

ع ۶ / ۱۲ — ظہور قدرت باری تعالیٰ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ ۴۱

کیا تونے غور نہیں کیا کہ اللہ وہ ہے کہ اسی کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی ہر ایک اپنی دعا اور

وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ ۴۲

اپنی تسبیح کو جانتا ہے اور اللہ سے جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں ۲۳۳۶ اور اللہ کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اللہ کیطرف ہی

الْمَصِيرُ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا ۴۳

انجام کار پھر کر جانا ہے۔ کیا تونے غور نہیں کیا کہ اللہ بادل کو چلاتا ہے پھر اسے اکٹھا کرتا ہے پھر اسے تہ بتہ کرتا ہے

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ

پھر تو بارش کو اسکے اندر سے نکلتے ہوئے دیکھتا ہے اور وہ بادل سے جو پہاڑوں کی طرح ہیں اولے برساتا ہے پھر اسکے ساتھ وہ جسے

فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ ۖ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ۝

چاہتا ہے مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے ہٹائے رکھتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر دے ۲۳۳۷

سب کچھ بے حقیقت ثابت ہوگا۔ اور یہ دوسری مثال اس دنیا کی زندگی کے متعلق ہے اور جس طرح وہاں نور علی نور سے مراد نور فطرتی اور اس پر وحی الٰہی ہے۔ اور ان دونوں نوروں سے ہر ایک مومن بھی حصہ لیتا ہے۔ اسی طرح کافر کیلئے اس دنیوی زندگی میں تاریکی ہی تاریکی ہے ظلمت بعضہا فوق بعض۔ یعنی بھی گویا جہالت کا سمندر ہے جس میں وہ غرق ہیں۔ اور موج پر موج کا آنا واقعات کے تھپیڑے ہیں جن کی وجہ سے وہ حیرت میں کبھی ایک طرف جھکتا ہے اور یا مصیبت پر مصیبت مراد ہے اور کبھی دوسری طرف اور اس کے اوپر بادل ہے یعنی سماوی روشنی بالکل رکی ہوئی ہے اس قدر ضلالت اور حیرت میں ہے کہ اپنا ہاتھ بھی نہیں دیکھ سکتا۔ اور یہ مثال سخت تاریکی اور جہالت کی اس کامل نور کے مقابل پر ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کے سینہ میں روشن ہے +

صٰفّٰت — ۲۳۳۶ صٰفّٰتٍ صَفّ خط مستقیم میں ہونا ہے اور صَفَّتِ الطیر کے معنی ہیں اپنے پر ایک خط مستقیم میں کر دیئے اور انہیں نہ ہلایا۔ الطیر صافات کے معنی ہیں سطح پر پھیلائے ہوئے (ل) +

جب پچھلے رکوع میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نور ہدایت دیا ہے اور اپنی تسبیح سکھائی ہے اور یہ اس کے نور کا ظہور ہے تو اب نظر قدرت کیطرف توجہ دلائی ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور اس کی مخلوقات میں کس طرح ہوتا ہے اور اس پہلی آیت میں بتایا کہ ہر چیز یہاں تک کہ پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں گویا یہ بتایا کہ ان کا پر پھیلانا بھی اپنے رنگ کی تسبیح ہی ہے اور ہر ایک چیز اپنی دعا اور تسبیح سے واقف ہے جیسا دوسری جگہ ہے وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم (بنی اسرائیل ۴۴) اور یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ ہر ایک کی صلوٰت اور تسبیح کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے مگر یہ واللہ علیم بما یفعلون میں بھی آ جاتا ہے +

تالیف — ۲۳۳۷ یُؤلف۔ اِلف۔ اجتماع ہے جس میں اتحاد ہو اسی سے تالیف ہے +

ودق — ودق وہ ہے جو مینہ کے اندر سے نکلتا ہے اور جو غبار کی طرح ہوتا ہے اور کبھی اس سے مینہ بھی مراد لیا جاتا ہے (غ) بھاری ہو یا ہلکا دل

برد — بَرَد۔ بَرْد اصل میں ٹھنڈک کو کہتے ہیں۔ مینہ کو بھی بَرْد کہا جاتا ہے یا اسلئے کہ اس سے ظاہر جسد میں ٹھنڈک آتی ہے اور یا اسلئے کہ

۴۴ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَاللّٰهُ

اللہ دن اور رات کو پھیرتا رہتا ہے — اس میں یقیناً آنکھوں والوں کے لئے عبرت ہے — اور اللہ نے

خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ

ہر ایک جاندار کو پانی سے پیدا کیا ۔ سو کوئی ان میں سے وہ ہے جو اپنے پیٹ پر چلتا ہے — اور کوئی ان میں سے وہ ہے جو دو پاؤں

عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ

پر چلتا ہے — اور کوئی ان میں سے وہ ہے جو چار (پاؤں) پر چلتا ہے — اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ ۴۶

اللہ ہر چیز پر — قادر ہے ۲۲۳۸ — یقیناً ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیتیں اتاری ہیں

بَرَد اس سے سکون حاصل ہوتا ہے لذیذ وقوت فیہا بردا ولا شرابا ب الاّغساقا (۲۴) یعنی نیند اور راحت پیدا کرنے والی زندگی ۔ اور بَرَد اسے کہتے ہیں جو بارش کے قطرے گرتے ہوئے ہوا میں ٹھنڈے ہو کر سخت ہو جاتیں (غ) ، اور بارد ٹھنڈا ھٰذا مغتسل بارد وشراب (صٓ ۳۸ - ۴۲)

سنا سنا ۔ چمکتی ہوئی روشنی کو کہا جاتا ہے ۔

جبال ینزل من السماء من جبال فیہا من برد ۔ سماء کے معنی سحاب یعنی بادل ہیں اور من جبال فیہا سے مراد ہے قدر جبال وامثال جبال من برد یعنی پہاڑوں کی مانند اولے (ح) ، اور مراد جبال سے مجازاً کثرت ہے اور اس معنی میں یہ لفظ اشعار عرب میں استعمال ہوا ہے اور کہا جاتا ہے عندنا جبل من ذھب وجبل من علم (ر) یعنی اسکے پاس سونے کا یا علم کا پہاڑ ہے اور مراد اس سے کثرت ہے اور یا من جبال سے مراد ہے من قطع عظام تشبہ الجبال (ر) یعنی بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑوں سے جو پہاڑوں کی مانند ہیں ۔ اولے برساتا ہے اور ایک معنی من جبال فیہا کے یوں بھی کئے گئے ہیں ۔ کہ جبال سے مراد ماجبلہ اللہ ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور گو روح المعانی میں اس قول کو یہ کہکر رد کیا گیا ہے کہ لغت اس کی تائید نہیں کرتی مگر لسان العرب میں ثعلب کا قول منقول ہے کہ جَبْلَة جسکے معنی خلقت ہیں اسکی جمع جبال ہے اور عرب کے لوگ کہتے ہیں اَجَنَّ اللّٰهُ جُبالَه یعنی اللہ اسکی خلقت کو ڈھانپ دے یا اسے مجنون بنا دے اور یہاں اولوں کے برسانے کا ذکر اور ان سے بعض کو مبتلائے مصیبت کرنے کا ذکر اس غرض کیلئے ہے کہ بارش جو رحمت الٰہی ہے بعض لوگوں کیلئے ان کے اعمال کی وجہ سے مصیبت بھی بن جاتی ہے اور برق کی چمک سے آنکھوں کے لیجانے میں جس سے مراد ان کا خیرہ کرنا ہے اشارہ عظیم الشان کامیابیوں کی طرف ہے جو آنکھوں کو خیرہ کردینگی اور اگلی آیت میں رات اور دن کے ادل بدل میں بھی اشارہ ایک قوم کی کامیابی اور ایک کی ناکامی کیطرف ہے جیسا کہ خود بتا دیا کہ اس میں عبرت ہے یعنی ظاہری نظارہ سے گزر کر سبق لینا چاہئے ۔

۲۲۳۸ یہ بھی ظاہری قدرت کا ایک نظارہ ہے ۔ اور اشارہ یہ ہے کہ جس طرح حیوانات میں مختلف اقسام ہیں انسانوں میں بھی ہیں پیٹ پر چلنے والے تو بالکل زمین کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور زمین سے اوپر اٹھتے ہی نہیں ۔ اس کے مقابل دو پاؤں پر چلنے والے ہیں جو زمین پر سیدھے کھڑے رہتے ہیں جیسے انسان اور پھر ایک درمیانی قسم ہے چار پاؤں پر چلنے والے ۔ ان کے سر بھی زمین کی طرف ہی جھکے رہتے ہیں گو وہ بالکل زمین سے پیوست نہیں ۔

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ ۴۷

اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت دیتا ہے اور کہتے ہیں ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے ہیں

وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور اطاعت کرتے ہیں پھر اسکے بعد ان میں سے ایک فریق پھر جاتا ہے اور یہ لوگ مومن نہیں

وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَ ۴۸ ۴۹

اور جب انہیں اللہ اور اسکے رسول کیطرف بلایا جاتا ہے تا وہ ان میں فیصلہ کرے تو ایک گروہ ان میں سے منہ پھیرنے والا ہوتا ہے اور

اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝ اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ ۵۰

اگر حق انکے لیے ہو تو وہ اس کی طرف فرمانبرداری کرتے ہوئے دوڑے آئینگے نمبر ۲۳۳۹ کیا انکے دلوں میں بیماری ہے یا وہ شک میں ہیں یا

يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ ۵۱

ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول انکے ساتھ بے انصافی کرینگے نمبر ۲۳۴۰ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں مومنوں کا

ع ۱۳ — خلافت اسلامی

الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ

جواب جب وہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ انکے درمیان فیصلہ کرے یہی ہوتا ہے کہ کہیں ہم نے سن لیا اور ہم فرمانبردار ہیں اور یہی

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ ۵۲

کامیاب ہونیوالے ہیں نمبر ۲۳۴۱ اور جو اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور اسکا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو یہی بامراد ہیں

اذعان

نمبر ۲۳۳۹ مذعنین ۔ اِذعان کے معنی ہیں الاسراع مع الطّاعۃ فرمانبرداری کرتے ہوئے جلدی کرنا یا انقیاد یعنی جھک جانا (ل)+
یہ منافقوں کا ذکر ہے (ج) لیکن غور کیا جائے تو آج کل مسلمانوں کا یہی نقشہ ہے اللہ اور رسول پر ایمان کا دعویٰ ۔ مگر قرآن کے احکام کی پروا نہ کرنا ۔ اپنی خواہش کے مطابق بات ہو تو قرآن و حدیث کی حکومت کے آگے سر نیچا کرنا ۔ اور یہ ظاہر کرنا کہ ہم تو اسی کو مانتے ہیں عملاً یہ آج کل مسلمانوں کی حالت ہے +

حیف

نمبر ۲۳۴۰ یحیف ۔ حَیف فیصلہ میں رعایت اور ایک فریق کی طرف مائل ہو جانے کو کہتے ہیں (غ) +
یعنی خدا اور اسکے رسول کے حکم سے انحراف کی وجہ کیا ہو سکتی ہے سوائے اسکے کہ یا دل میں بیماری ہو یعنی نفاق کی حالت ۔ یا اسکے خدا اور رسول کے حکم ہونے میں شک ہو یا یہ خیال ہو کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کے ساتھ ناانصافی کرینگے اور یہ تینوں باتیں شان ایمان سے بعید ہیں پس مومن کہلا کر اللہ اور اسکے رسول کے حکم سے انحراف کرنا کسی طرح جائز نہیں +

نمبر ۲۳۴۱ جب پچھلے رکوع میں ان لوگوں کا ذکر کیا جو منہ سے ایمان لانے کا دعوے کرتے ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں کی پروا نہیں کرتے تو یہاں بتایا سچے مومن کون ہیں اور ان دونوں باتوں کے ذکر کی ضرورت یہ ہے کہ اب مومنوں کیلئے حکومت اور

۵۳ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ

اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں نہایت زور کی قسمیں کہ اگر تو انہیں حکم دے تو وہ نکلینگے کہو قسمیں نہ کھاؤ اچھی فرمانبرداری

۵۴ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ

ہو اللہ اس سے خبردار ہی جو تم کرتے ہو کہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى

پھر جائیں تو اس پر صرف وہ (پہنچا دینا) ہی جو اسکے ذمے ڈالا گیا اور تم پر وہ واجب ہی جو تمہارے ذمے ڈالا گیا۔ اور اگر اسکی

۵۵ الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کے ذمے سوا ے کھولکر پہنچا دینے کے کچھ نہیں ۲۳۴۲ اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ

کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائیگا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ

لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ

انکے لئے انکے دین کو جو اس نے انکے لئے پسند کیا ہی مضبوطی سے قایم کر دیگا اور وہ ان کیلئے انکے خوف کے بعد بدلکر امن دیکھالت، کر دیگا

يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

وہ میری عبادت کرینگے میرے ساتھ کسیکو شریک نہ کرینگے اور جو کوئی اسکے بعد کفر کرے تو وہی نافرمان ہیں ۲۳۴۳

بادشاہت کا وعدہ دیا جاتا تھا۔ اور اس وعدہ میں شرط ایمان اور عمل صالح ہیں تو یہیں بتایا کہ صرف نام کی فرمانبرداری ان وعدوں کا مستحق نہیں ٹھہرا سکتی

حمل — ۲۳۴۲ حمل حَمْل ہر ایک قسم کے اٹھانے پر بولا جاتا ہی بوجھ کا اٹھانا بچہ کا پیٹ میں اٹھانا۔ پانی کا بادل میں پھل کا درخت میں پیغام کا یعنا!

تحمیل — گنا ہونکا اٹھانا۔ اور حَمَّلْتُهٗ و حُمِّلْتُ علیہ کے ایک ہی معنی ہیں اسپر بوجھ ڈالا جیسے حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ (الجمعۃ ۶۲-۵) یعنی انہیں مکلف کر دیا گیا کہ وہ اسکو اٹھائیں یعنی اس کا حق ادا کریں۔ اور یہاں علیہ ما حمل یعنی رسول جس بات کا مکلف کیا گیا ہی وہ خود بتادی ہی بلاغ مبین اور لوگ جس بات کے مکلف کئے گئے ہیں وہ اس کا حق ادا کرتا ہی یعنی اس پر عمل کرنا ٭

رسول بشر کی اطاعت اور اہل قرآن پر اتمام حجت — اس آیت میں رسول کی اطاعت سے مراد کسی صورت میں رسالت کی اطاعت نہیں ہوسکتی بلکہ رسول بشر کی اطاعت ہی ہی کیونکہ علیہ ما حمل بتاتا ہی کہ وہی رسول بشر ہی جو کسی بات کا مکلف کیا گیا ہی مکلف انسان ہوسکتا ہی نہ پیغام۔ یہ آیت اہل قرآن پر قطعی حجت ہے جو بشر رسول کی اطاعت کے منکر ہیں اور اس میں خطاب بھی مسلمانوں کو ہی۔ کیونکہ حُمِّلْتُمْ کا مصداق مسلمان ہی ہوسکتے ہیں جو اپنے منہ سے اقرار ان احکام کے مکلف ہوچکے ہیں یہ آیت بھی وعدۂ خلافت کا پیش خیمہ ہی ٭

خلف — ۲۳۴۳ لیستخلفنهم۔ خَلْف اور خلیفۃ کیلئے دیکھو ۴۵ اور خلافت دوسرے کی نیابت ہی اور خَلَفَ فلانٌ فلانًا کے معنی

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

۵۶

اور نماز قایم کرو

استخلاف ہیں قام بالامر بعنہ یعنی دوسرے سے پیکر حکومت کا تعاہد کیا خواہ اسکے ساتھ ہو یا اسکے بعد (غ) اور استخلف فلان من فلان کے

خلافة معنی ہیں اسے اس کی جگہ قایم کیا اور استخلفتہ میں نے اسے اپنا خلیفہ یعنی جانشین بنایا اور استخلفہ اسے خلیفہ بنایا اور خلافۃ امارت یا حکومت کو کہتے ہیں اور زجاج کا قول ہو کہ جائز ہو کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں اسکے خلیفے کہا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو یا داؤد انا جعلناك خليفة في الارض (ص ۳۸ - ۲۶) اور اوروں نے کہا کہ خلیفۃ سلطان المعظم ہو اور ھو الذی جعلکم خلائف فی الارض (فاطر ۳۵ - ۳۹) میں فراء کا قول ہو کہ اُمت محمد صلعم کو کل اُمتوں کا جانشین بنایا اور خلائف فی الارض کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ تم ایک دوسرے کے جانشین بنتے رہتے ہو اور بیٹے کو جب وہ اپنے باپ کی جگہ میں ہو کہا جاتا ہو کہ وہ اپنے باپ کا خلیفہ ہوا (ل) +

وعدۂ استخلاف اور حکومت اسلامی اس آیت میں تین وعدے صراحتہً دیئے گئے ہیں۔ اول وعدہ استخلاف۔ دوم تمکین دین۔ سوم خوف کی جگہ امن قایم کردینا۔ وعدہ استخلاف سے عموماً مراد صرف حکومت اور بادشاہت کا ملنا لیا گیا ہو جیسا کہ حضرت موسیٰ کی زبان سے بنی اسرائیل کو کہا گیا عسیٰ ربکم ان یہلك عدوکم ویستخلفکم فی الارض (الاعراف ۷ - ۱۲۹) اور اسی کی طرف کما استخلف الذین من قبلھم میں اشارہ ہو یعنی تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کردیگا اور تمہیں زمین میں بادشاہ بنادیگا چنانچہ ابن جریر میں ہو لیورثنھم اللّٰہ ارض المشرکین من العرب والعجم فیجعلھم ملوکا یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مشرکین عرب وعجم کی سرزمین کا وارث کردیگا اور انہیں بادشاہ بنادے گا ایسے ہی اقوال سب تفسیر میں ہیں کہ مراد اس سے یہ ہو کہ انہیں ملک میں ایسا تصرف دیگا جو بادشاہوں کو دیا جاتا ہو اور کفار کو ہلاک کرکے ان کا جانشین انہیں بنادیگا مگر استخلاف کا لفظ وسیع ہو اور یہاں کفار کے استخلاف کا ذکر نہیں۔ اور پھر یہاں ذکر اُمت کا ہو جو رسول سے الگ کرکے کیا گیا ہو کیونکہ اس آیت سے پہلے بھی اور بعد بھی اطاعت رسول کو فلاح اور فوز کیلئے ضروری قرار دیا ہو تو

وعدۂ استخلاف میں مراد خلافت آنحضرت صلعم پس یہاں مراد یہی ہو کہ اُمت محمدیہ کو آنحضرت صلعم کی خلافت دیجائیگی اور حضرت ابو بکر خلیفہ رسول اللہ ہی کہلائے اور آنحضرت صلعم سے اُمت کو خلافت ملنا خلافت کے دونوں معنوں کیطرف اشارہ کرتا ہو یعنی امارت یا حکومت بھی اور ولایت بھی جیسا کہ لفظ خلیفہ میں یہ دونوں مفہوم شامل ہیں کیونکہ نیابت سے مراد ہو کہ جو کچھ رسول اللہ صلعم کو دیا گیا وہ آپکی اُمت کو بھی دیا جائیگا اور آپکو بادشاہت بھی دی گئی اور ہدایت اور ارشاد خلق کا کام بھی دیا گیا اور بنی اسرائیل کو جس کی طرف یہاں الفاظ کما استخلف الذین من قبلھم میں اشارہ کیا گیا ہو بادشاہت اور نبوت دونوں دیئے گئے اذجعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا (المائدۃ ۵ - ۲۰) بلکہ آنحضرت صلعم کی خلافت میں یہی صاف مفہوم موجود ہو کہ وہ سلطنت جو آنحضرت صلعم کو دی گئی اور وہ جسمانی اور روحانی دونوں رنگوں پر مشتمل

دوام خلافت تھی اسے دوام حاصل ہوگا یعنی بادشاہت اور ولایت مسلمانوں میں ہمیشہ رہے گی۔ کیونکہ اُمت کا وجود قیامت تک باقی ہو اور اُمت محمدیہ کی جگہ دوسری کوئی اُمت دنیا میں نہ لیگی۔ البتہ پہلے سلسلہ بنی اسرائیل میں خلافت میں نبوت بھی شامل تھی اسلئے کہ حضرت موسیٰ کی

نبوت کی خلافت بزنگ ولایت شریعت کامل نہ تھی بلکہ اپنے اپنے اوقات میں انبیائے بنی اسرائیل ہدایت ورشد اپنے اپنے زمانہ کے مطابق لاتے رہے اور ایسا ہی حضرت موسیٰ اپنی اُمت کیلئے کامل نمونہ نہ تھے بلکہ الگ الگ اخلاق کے الگ الگ نمونے ان میں ہوتے رہے چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث نبوی ہو کانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء یعنی بنی اسرائیل کی رہنمائی نبی کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا دوسرا اس کا جانشین ہو جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلفاء ہونگے پس وہاں بادشاہت اور نبوت تھی یہاں بادشاہت اور ولایت ہو گی کیونکہ بادشاہت کی ضرورت تو ہمیشہ ہو اور نبوت کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم میں کامل کرکے اسکی جگہ ولایت کا سلسلہ جاری فرمایا اگر نبوت آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں کمال کو نہ پہنچتی تو اس اُمت میں بھی نبی ہوتے مگر جب نبی

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

اور زکوٰۃ دو

کی ضرورت باقی نہ رہی کیونکہ نور نبوت آنحضرت صلعم کی ذات میں کمال کو پہنچا ہوا ہر وقت موجود ہے تو اسکی نیابت ولایت سے ہی ہو سکتی تھی ٭

خلافت راشدہ

اس دوہری خلافت میں بعض وجود تو ایسے ہوئے کہ وہ دونوں امور یعنی سلطنت اور رشد و ہدایت کو جمع رکھتے تھے ۔ جیسے خلفائے راشدین مہدیین یعنی خلفائے اربعہ جنہوں نے آنحضرت صلعم کے بعد جسمانی اور روحانی دونوں قسموں کی بادشاہت کو اپنے وجود میں جمع کیا کیونکہ یہ وہ پاک لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت صلعم کے رنگ کو بکمال اپنے اندر لے لیا اور اسکے بعد عموماً بادشاہت اور ولایت کا سلسلہ

خلافت تیس سال ہے

الگ الگ چلا ۔ سوائے اسکے کہ کبھی کسی بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کیلئے بھی کھڑا کر دیا ہو جیسے حضرت عمر بن عبد العزیز اور یہی معنی اس حدیث کے ہیں اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَضُوْضًا یعنی خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی پھر بادشاہت ہوگی جس میں لوگوں پر ظلم بھی ہوگا ۔ اور وہ بادشاہت چونکہ صرف ایک حصہ خلافت کا اپنے اندر رکھتی ہے اور اس میں بعض مکروہ امور بھی شامل ہو جاتے

خلافت بشکل بادشاہت اور اعدائے اسلام کی کوشش

ہیں اسلئے اسے خلافت سے الگ کر کے ذکر کیا اور اس بادشاہت والی خلافت میں ملک عرب کی بادشاہت تو امر لازم ہے اسلئے کہ وہ بادشاہت نبی کریم صلعم کو ملی پس ضرور ہے کہ وہ ہمیشہ کیلئے مسلمانوں میں رہے اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ وسیع ہوگا جیسا کہ حدیث ان ربی زوی لی الارض میں ہے دیکھو ۲۱۹۳ یہی وہ خلافت ہے جس کا مذہبی مسئلہ ہونا آج کئی مسلمانوں کی سمجھ میں بھی نہیں آتا غیر مسلم تو ایک طرف رہے ۔ وہ بادشاہت جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو عطا فرمائی اور جو دین اسلام کے قیام اور تمکین کیلئے اور اسکے بعض ارکان کی حفاظت کیلئے ضروری تھی غیر مسلموں کے ہاتھ میں نہیں جا سکتی ۔ بلکہ ضروری ہے کہ آنحضرت صلعم کی بادشاہت جسمانی کے وارث بھی مسلمان ہی رہیں ۔ اور غیر مسلم سلطنتوں کی اسکے خلاف کوشش اور ملک عرب پر تصرف کرنے کی تدابیر اسی غرض کیلئے ہیں کہ وعدۂ الٰہی کو باطل کریں مگر اللہ تعالیٰ کے وعدے غلط نہیں ہو سکتے اور اس وعدۂ الٰہی کے خلاف تمام منصوبے انجام کار نیست و نابود ہونگے ۔

خلافت کی کمزوری مسلمانوں کی ایمانی کمزوری کا نتیجہ ہے

ہاں اس وقت مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ جو ذرائع انکے اختیار میں ہیں وہ ان ناپاک منصوبوں کے خلاف استعمال کریں مگر افسوس تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے خود ایمان فروشی کر کے ہی غیر قوموں کو یہ موقعہ دیا ۔ اگر وہ ایمان کو ہاتھ سے نہ دیتے تو کوئی غیر مسلم طاقت وہاں کسی قسم کا تصرف حاصل نہ کر سکتی تھی ۔ تو فی الحقیقت ایمانی حالت کی کمزوری نے خلافت جسمانی کو بھی کمزور کیا ہے ۔ اور اس کی وجہ مسلمانوں کا خود خلافت روحانی کے پہلو کو ترک کر دینا ہے یہانتک کہ انکے نزدیک ملک عضوض ہی سب کچھ ہے ۔ اور یہ خیال کہ خلافت جسمانی صرف قریش میں ہونی چاہیئے صحیح نہیں ۔ اسلام سب قوموں کیلئے آیا جو قوم اپنے اعمال کے لحاظ سے زیادہ حقدار ہوگی وہی خلافت کی مالک ہوگی اور حدیث

خلافت صرف قریش کیلئے نہیں

الائمۃ من قریش کی اصلیت دوسری حدیث سے معلوم ہوتی ہے جہاں آنحضرت صلعم نے بارہ ائمہ کا ذکر کر کے فرمایا کلھم من قریش یہ بارہ امام قریش میں سے ہونگے اس سے یہ مراد نہ تھی کہ جبتک دنیا قایم ہے قریش میں سے خلفاء ہوتے رہینگے یہ خلاف واقعات ہے اور قرآن کریم نے صرف ایمان اور عمل صالح کی شرط رکھی ہے قومیت کی شرط نہیں رکھی اور قومیت کی شرط اصول اسلام کے خلاف ہے ٭

خلافت روحانی اور بعثت مجددین

خلافت روحانی میں اگرچہ اصل ولایت ہی ہے مگر کسی شخص کے منہاج نبوت پر کھڑا کیا جانے کا ذکر بھی صحیح حدیث میں موجود ہے اور یہ حدیث ابو داؤد نے بیان کی ہے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا یعنی اللہ تعالیٰ اس اُمت کیلئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث کرتا رہیگا ۔ اور امام سیوطی کہتے ہیں اتفق الحفاظ علی تصحیحہ یعنی حدیث کے حافظ اس کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں ۔ ہمارے زمانہ سے قریب حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے ۔ مجددین بالخصوص خلافت روحانی کی طرف لوگوں کو توجہ دلانے والے ہوتے ہیں ۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے جس مجدد کو چودھویں صدی کے سر پر

مسلمانوں کی بیماریوں کی جڑ

کھڑا کیا ہے اس نے اس امر کیطرف توجہ دلائی ہے اور مسلمانوں کی تمام بیماریوں کی اصل جڑ اسی بات کو قرار دیا ہے کہ وہ دین کی طرف سے غافل ہیں

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ ٥٧

اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ٢٣٤٤ (یہ) خیال نہ کر کہ جو کافر ہیں وہ زمین میں عاجز کر دینے

فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ٥٨

والے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ بری پھر آجانے کی جگہ ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو

ع

لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

چاہئے کہ وہ جنکے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں اور وہ جو تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے تین دفعہ تم سے (اندر

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۚ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ

آنے کی) اجازت لے لیا کریں۔ نماز فجر سے پہلے اور جب تم گرمی کی دوپہر کو اپنے کپڑے اتار دیتے ہو

اور تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کو ہی اصل علاج قرار دیا ہے ◆

تمکین دین — اس کے بعد دو وعدے ہیں ایک تمکین دین یعنی دین کا ایسا مضبوط کر دینا کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے برباد نہ کر سکے۔ اور دوسرا خوف کے بعد امن اور ایک خوف تو وہ تھا جو زمانہ نبوی میں تھا یہاں تک کہ صحابہ نے نبی کریم صلعم سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ہمیں دن رات ہتھیار بند رہنا پڑتا ہے کیا کوئی ایسا وقت بھی آئیگا کہ ہم امن میں ہونگے تو اللہ تعالیٰ نے خوف کی جگہ امن کر دیا مگر یہ وعدہ استمراری ہے یعنی ہر حالت خوف کے بعد امن ہو جائیگا اور اعدائے دین کا خوف مسلمانوں کو نہ رہیگا یہ آیت اہل تشیع پر قطعی حجت ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت حق ہے اسلئے کہ

خلافت شیخین میں اہل تشیع پر اتمام حجت — قرآن کریم نے جو معیار خلافت کا قرار دیا تھا وہ کامل طور پر انہی دو خلافتوں میں پورا ہوا یعنی تمکین دین اور تبدیل خوف بامن

عرب سے شرک کے مٹ جانے کی پیشگوئی — یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔ الذین آمنوا سے حال ہے یعنی یہ وعدہ انکے ساتھ ہے جو میری عبادت کرتے ہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور یا استخلاف کی علت ہے یعنی چونکہ یہ لوگ میری عبادت کرتے ہیں اسلئے میں انہیں زمین میں بھی بادشاہ بناؤنگا اور یہ اس میں بھی ایک پیشگوئی ہے کہ اس ملک عرب کے اندر میری ہی عبادت ہوگی اور شرک مٹ جائیگا ◆

نعمائے الٰہی کی ناشکری کا نتیجہ — من کفر بعد ذلک میں لفظ بمقابلہ ایمان بھی ہو سکتا ہے اور بمقابلہ شکر بھی اور چونکہ مسلمانوں پر نعمتوں کا ذکر ہے اسلئے مراد کفران نعمت ہی ہے یعنی اگر پھر اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے خروج کریں تو پھر وہ فاسق ہیں اور ایسے عہد شکنوں کے ساتھ خدا کا وعدہ کیونکر قایم رہ سکتا ہے سو ایسا ہی ہوا اور خلافت کی کمزوری یا اسکی بربادی مسلمانوں کی ناشکری کا ہی نتیجہ ہے کہ غیر قوموں کی طرف سے جو وہ قوم میں آئی

مصائب کا علاج — ٢٣٤٤ جب مسلمانوں کو اپنی ناشکری اور عہد شکنی سے مصائب آجائیں تو ان کا علاج بتایا ہے نماز۔ زکوٰۃ۔ اطاعت رسول۔ نماز اور زکوٰۃ چونکہ دو بڑے رکن ہیں اسلئے ان کا ذکر بالخصوص کیا ہے اور اصل رسول اللہ صلعم کی اطاعت ہی ہے یعنی اس راہ پر چلنا جس پر آپ نے چلایا تھا جو ان مصائب کو دور کر سکتی ہے دوسری قوموں کی نقل اسلام کی مصائب کو دور نہیں کر سکتی۔ اگلی آیت میں بتایا کہ کفار کا کتنا بھی غلبہ نظر آئے وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے ◆

مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۚ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

اور نماز عشاء کے بعد تین وقت تمہارے پردے کے ہیں انکے بعد نہ تم پر

وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۚ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

اور نہ ان پر کوئی گناہ ہی تم ایک دوسرے کے پاس پھرتے پھراتے ہی رہتے ہو اسی طرح اللہ تمہارے

۵۹ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا

لئے آیتیں کھولکر بیان کرتا ہی اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہی ۲۳۴۵ اور جب تم میں لڑکے بلوغ کو پہنچ جائیں تو چاہئے کہ وہ (اندر آنیکی) اجازت لیں

كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

جسطرح وہ اجازت لیتے رہے جو انسے پہلے ہیں ۲۳۴۶ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں تمہارے لئے کھولکر بیان کرتا ہی اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہی

ظُہر

۲۳۴۵ ظہیرۃ - ظُہر مشہور ہی اور وہ دن کا نصف ہی اور اس کی وجہ تسمیہ یا تو یہ ہی کہ وہ دیکھنے میں نماز کا ظاہر ترین وقت ہی یعنی ہر شخص کو خود بخود معلوم ہو جاتا ہی اور یا یہ کہ وہ گرمی کے لحاظ سے سب سے زیادہ ظاہر ہو اور بعض کے نزدیک یہ کہ وہ پہلی نماز ہی جو ظاہر ہوئی یعنی پڑھی گئی اور ظہیرۃ سخت گرمی کی دوپہر کا وقت ہی اور سردیوں کی دوپہر کو ظہیرۃ نہیں کہا جاتا (ت) ۔

ظہیرۃ

ضرورت خلوت

اس رکوع میں بظاہر بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بیان کی ہیں اور مراد اس سے یہ سمجھانا ہی کہ بڑی بڑی بدیاں چھوٹے چھوٹے امور کیطرف توجہ کرنے سے رک جاتی ہیں ۔ اس آیت میں خلوت کی قدر سکھائی ہی پچھلے رکوع میں بادشاہت کا وعدہ تھا جس کا حصول قوم کا پہلا مقصد ہوتا ہی مگر انسان کو راحت صرف اسی سے نہیں پہنچتی بلکہ اسکے گھر کے اندر چھوٹی چھوٹی باتیں بھی اس کی راحت میں معاون ہوتی ہیں اور انہی سے اس کیلئے یہ دنیا کی زندگی بہشت یا دوزخ کا نمونہ بنتی ہی اور بالخصوص میاں بی بی کے محبت آمیز تعلقات میں تسکین قلب ملتی ہی پس جو امور اس میں مخل ہو سکتے ہیں انہیں رد کا ہی یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیگر اوقات میں غلام اور نابالغ لڑکے آ جا سکتے ہیں گویا ان سے پردہ نہیں اور نہ انہیں اذن لینے کی ضرورت ہی مگر میاں بی بی میں بے تکلفی کی حالت اور محبت آمیز امور دوسرے لوگوں کے سامنے نہ ہونے چاہئیں ۔

تعلیمات فسق وفجور کا علاج

یورپ کی تہذیب نے ان امور کو جو خلوت سے تعلق رکھتے تھے جلوت میں لا کر اخلاق انسانی کا ستیاناس کر دیا ہی اور فسق و فجور کی رو تمام حدبندیوں سے باہر نکل گئی ہی ۔ جوان مرد اور عورتیں کھلے میدانوں میں بیٹھکر وہ کام کرتے ہیں جنہیں دیکھکر شرم بھی شرما جاتی ہی جن باتوں کو چھوٹا سمجھا جاتا ہی وہی آج کے فسق و فجور کا اصل علاج ہیں اور یورپ آج عرب سے زیادہ ان ہدایات کا محتاج ہی اور یہ جو فرمایا حین تضعون ثیابکم تو مراد اس سے دن کا لباس اُتار دینا اور سونے کے لباس کا پہن لینا ہی ننگے ہونا مراد نہیں جیسا کہ آگے بوڑھی عورتوں کے ذکر میں آتا ہی ان یضعن ثیابھن وہ اپنے کپڑے اُتار دیں اور مراد خاص ان کپڑوں کا اُتارنا ہی جو زینت کے مقاموں کو ڈھانکنے کیلئے لئے جاتے ہیں ۔

۲۳۴۶ الذین من قبلھم سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہی کہ جن کا ذکر قرآن کریم میں پہلے ہوا حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا (۲۷) اور یہ بھی ہی کہ جو ان سے پہلے بلوغ کو پہنچے ہیں ۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ٦٠

اور بڑی عمر کی عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (اوپر کے) کپڑے

ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

رکھدیں بغیر اسکے کہ سنگار کو نمایاں کرنیوالی ہوں اور یہ کہ وہ اس کی بھی احتیاط رکھیں تو انکے لئے بہتر ہے اور اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا ٦١

جاننے والا ہے ٢٤٤٧ اندھے پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی ہے اور نہ بیمار پر کوئی تنگی ہے اور نہ

عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

خود تم پر کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں

اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ

کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے

اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا

یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا وہ جس کی چابیوں کے تم مالک ہو یا اپنے دوست (کے گھر سے) تم پر کوئی الزام نہیں کہ سب اکٹھے

جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

کھاؤ یا جدا جدا پس جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کہا کرو دعائے خیر اللہ کیطرف سے برکت

مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ع

دی گئی پاکیزہ اسی طرح اللہ تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو ٢٤٤٨

قاعد — ٢٤٤٧ قواعد۔ قاعدۃ کی جمع ہے جو عورت حالت حیض اور تزوّج سے رکی ہوئی ہو (غ)، اور رقاعد قاعد کی جمع بھی قواعد ہے اور قاعد عمر رسیدہ عورت کو کہا جاتا ہے (لہ)

تبرج — متبرجات۔ تَبَرَّجَتِ الْمَرْاَۃُ یعنی عورتنے اظہار حسن میں خوبصورت نشانوں والے کپڑے سے مشابہت پیدا کی (غ)۔ پس تبرج حسن کو نمایاں کرکے دکھانا ہے اور تبرج کی اصل حقیقت یہ ہے کہ تکلف سے ان محاسن کو ظاہر کرے جنکا چھپانا واجب ہے (مغنی)، اور کہا گیا ہے کہ عورتیں اپنی چال میں تکسر اور تبختر اختیار کیا کرتی تھیں یعنی ناز و انداز سے چلنا اور تبرج ایسا اظہار زینت ہے جس سے مردوں کی شہوت کو تحرک میں لایا جائے (ل)، اور عرب میں عورتوں کا بناؤ سنگار کرکے باہر نکلنا اسی طرح مروج تھا جیسا کہ آج یورپ میں مروج ہے

عمر رسیدہ عورتوں کیلئے پردہ ضروری نہیں — اس آیت میں ان عورتوں کو پردہ کے کپڑے اتار دینے کی اجازت دی ہے جو عمر رسیدہ ہو گئی ہوں۔ یوں معمر عورتیں پوری آزادی کے ساتھ باہر نکل سکتی ہیں اور ہر قسم کے کاروبار میں پورا حصہ لے سکتی ہیں ۔

عروج۔ معارج — ٢٤٤٩ اعرج۔ عروج اوپر چڑھنا ہے تعرج الملٰئکۃ والروح (المعارج ۔۴)، فظلوا فیہ یعرجون (الحجر ١٥ ۔ ١٤)، اور معارج کے معنی مصاعد

ع ٣ ٩ ١٥

٦٢ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں

دینی اور قومی معاملات کو ذاتی معاملات پر ترجیح ہے

لیلۃ المعراج کیوجہ تسمیہ

ہیں۔ ذی المعارج (المعارج ۳) اور لیلۃ المعراج اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس میں دعائیں اوپر چڑھتی ہیں جسکی طرف اس آیت میں اشارہ ہے الیہ یصعد الکلم الطیب (فاطر ۳۵ - ۱۰) اور عَرَجَ کے معنی ہیں اسطرح چلا جس طرح اوپر چڑھنے والا چلتا ہے اور عَرِجَ کے معنی ہیں

عرج

اس کی بناوٹ ایسی ہوگئی اسلئے اَعْرَج لنگڑا ہے۔

صداقۃ۔صدیق

صدیق۔صَداقَۃ کے ایک معنی محبت میں صدق اعتقاد ہیں اور انسان سے خاص ہے (غ) ولا صدیق حمیم (الشعراء ۲۶ - ۱۰۱)

شت۔اشتات

اشتاتا۔شَتَّ۔قبیلے کے پراگندہ ہو جانے کو کہا جاتا ہے۔اور اشتات کے معنی ایسی حالت ہیں کہ انکے نظام میں پراگندگی تھی

شتّٰی

یومئذ یصدر الناس اشتاتا (الزلزال ۹۹ - ۶) اور نبات شتّٰی (طٰہٰ ۲۰ - ۵۳) میں مراد مختلف انواع کی سبزیاں ہیں اور وقلوبہم شتّٰی (الحشر ۵۹ - ۱۴) میں مراد ہے کہ ان میں باہم الفت نہیں۔

معذوروں کے ساتھ ملکر کھانا کھانا

اندھے اور لنگڑے اور بیمار پر حرج نہ ہونے سے کیا مراد ہے ابن جریر میں ایک قول تو یہ ہے کہ اندھے لنگڑے بیمار کے ساتھ کھانا کھانے میں مضائقہ کرتے تھے اس خیال سے کہ انکے طعام کا کوئی حصہ نہ کھا جائیں تو یہاں اجازت دیگئی ہے کہ تم اندھوں وغیرہ کے ساتھ بھی کھانا کھا سکتے ہو اور یا اسلئے کہ اہل جاہلیت اندھے وغیرہ کے ساتھ کھانا کھانا پسند نہ کرتے تھے دونوں صورتوں میں اندھے کے ساتھ ملکر کھانا کھانے کی اجازت دی گئی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آیت کی رو سے ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ لیجا کر دوسروں کے گھروں سے کھانا کھلانا جائز ہے جب اپنے گھر میں نہ ہو اور ایک یہ کہ ایسے لوگ چونکہ غزوات میں پیچھے رہ جاتے تھے تو انکو اجازت دی ہے کہ پیچھے وہ ان کے گھروں سے کھانا کھا سکتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مراد اس سے غزوات میں پیچھے رہ جانے میں حرج کا نہ ہونا

قریبی عزیزوں سے بے تکلفی اور انکے ہاں کھانا کھانا

ہے میرے نزدیک جس بات میں حرج نہیں اسے خود بیان فرما دیا ہے ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت آبائکم یعنی اسبات میں حرج نہیں کہ ایسے معذور لوگ اپنے قریبی عزیزوں کے گھروں سے کھانا کھالیں اصل غرض تو اسبات کا بیان کرنا ہے کہ کسی شخص پر تنگی نہیں ڈالی گئی کہ وہ اپنے عزیزوں اور قریبیوں کے گھر سے کھانا نہ کھائے کیونکہ جب اوپر عزیز سے عزیز یہانتک کہ ماں اور باپ اور بہن کے گھر جانے کیلئے اجازت ضروری ٹھہرائی تو اس سے یہ خیال گزرنا ممکن تھا کہ انکے ساتھ معاملہ غیروں کا سا ہے اسلئے کسی قسم کی بے تکلفی بھی جائز نہیں اور اس بے تکلفی میں بڑا حصہ یہ ہے کہ انسان دوسرے کے گھر سے کھانا کھالے۔ اسلئے فرمایا کہ انکے گھروں سے کھانا کھانے کی ممانعت نہیں ہے گویا بتایا کہ اجازت لینے کی ضرورت اور وجوہات پر ہے نہ اس وجہ پر کہ انکو غیر سمجھا گیا ہے اور اسکی ابتدا اسبات سے کی کہ اندھے لنگڑے بیمار پر کوئی تنگی نہیں کہ وہ اپنے عزیزوں کے گھروں سے کھانا کھائیں اسلئے کہ بوجہ معذور ہونیکے اسبات کے مستحق تھے کہ انہیں ایسی اجازت دیجائی اور انکے خصوصیت سے ذکر میں یہ اشارہ ہے کہ وہ اسبات کے اہل ہیں کہ انہیں کھانا کھلایا جائے اور یا جس بات میں حرج نہیں اس کا ذکر لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا میں کیا ہے یعنی انکے ساتھ ملکر کھانے میں بھی حرج نہیں اور اگر کوئی صورت کراہت وغیرہ کی ہو تو اس میں بھی حرج نہیں کہ ایسے معذور لوگوں سے علیحدہ کھانا کھالیا جائے۔

تہذیب کی بیماریوں کا علاج قرآن کریم میں

بیوتکم کے معنی اپنے گھر ہیں یعنی جہاں انسان کے بی بی بچے ہوں اور اس کا ذکر اسلئے کیا کہ قریبی رشتہ داروں کے گھر ایسے ہی ہیں جیسے اپنے گھر مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان دوسرے رشتہ داروں پر بوجھ بنکر پڑا رہے بلکہ مطلب صرف اس قدر ہے کہ اگر انکے گھر جائے اور کھانے کا وقت ہو تو وہاں سے کھانا کھا لینے میں حرج نہیں۔ مدعیان تہذیب کیطرح نہیں کہ باپ بیٹے کے گھر جائے اور بیٹا باپ کے تو اس کا بل بھی ادا کرنا پڑے۔ بہت دلوں میں یہ خیال گزرتا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے یہ چھوٹی چھوٹی باتیں کیوں بیان کیں وہ آج یورپ کی حالت کو دیکھیں تو انہیں معلوم ہو کہ قرآن شریف کا ایک ایک لفظ موجودہ تہذیب کی بیماریوں کے علاج کیلئے نازل ہوا ہے عمر اور بیبی

وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

اور جب کسی اہم معاملہ میں اسکے ساتھ ہوتے ہیں تو جاتے نہیں یہانتک کہ اس سے اجازت لے لیں ۔ وہ لوگ جو

يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ

تجھ سے اجازت لیتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں ۔ پس جب وہ اپنے کسی کام کیلئے

لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

تجھ سے اجازت مانگیں تو تو ان میں سے جسے چاہے اجازت دیدے اور ان کیلئے اللہ سے استغفار کر اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے ۲۳۴۹

کے دعوت کی ضرورت ہی نہیں بلکہ بغیر دعوت کے ضرورت ہو کہ باپ کے گھر بیٹا یا بیٹے کے گھر باپ یا بھائی کے گھر بہن یا چچا کے گھر بھتیجا مہمان جائے تو وہ اخلاق انسانی کو جواب دیکر کھانے کا بل ان کے سامنے نہ رکھا کریں اور ما ملکتم مفاتحہ سے مراد ایک قول میں جائداد کا منتظم ہو کہ وہ اس جائداد میں اپنی خوراک کیلئے لے سکتا ہو اور بعض کے نزدیک مراد خود اپنی مملوکہ چیزوں سے ہو جن میں غلام بھی داخل ہو جاتے ہیں اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہو کہ غزوات میں معذور لوگوں کو پیچھے جائدادوں وغیرہ پر چھوڑا جاتا تھا تو انہیں اجازت دی ہو کہ وہ جائدادوں کا انتظام کریں تو بقدر کفایت اس میں سے کھا بھی سکتے ہیں (ج) ۔

ملکر کھانا کھانا — جمیعا اکٹھے ملکر کھانا کھانا یعنی ایک دسترخوان اور ایک میز پر خواہ ایک برتن میں سے ہو یا الگ الگ برتنوں سے اور اشتاتا الگ الگ اکیلے اکیلے کھانا کھانا دونوں طریق کی اجازت دی ہو اور یہ اجازت عام ہو یعنی اندھے بیمار وغیرہ سے ملکر کھانا یا علیحدہ کھانا عزیزوں قریبیوں کے ساتھ ملکر کھانا یا الگ کھانا ۔ مہمان کے ساتھ ملکر کھانا یا اس سے الگ کھانا ۔ غیروں کے ساتھ ملکر کھانا یا الگ کھانا غنی کا غریب کے ساتھ ۔ بلند مرتبہ انسان کا چھوٹے مرتبہ والے سے ملکر کھانا یا الگ کھانا یہ سب جائز ہو ۔ کیونکہ جیسا کہ ابن جریر میں ہے ان میں سے غنی غریبوں کے ساتھ ملکر نہ کھاتے تھے جیسا اب بھی یورپ میں رواج ہو کہ بڑا آدمی چھوٹے کے ساتھ ایک میز پر نہیں بیٹھتا اور نہ سپاہی افسر کے ساتھ میز پر بیٹھ سکتا ہو اور بعض قبائل ایسے تھے کہ ان میں سے کوئی شخص اکیلا نہ کھاتا تھا اور یہ بھی تنگی تھی اور بعض ایسے تھے کہ وہ اندھوں وغیرہ کے ساتھ ملکر کھانا پسند نہ کرتے تھے اور بعض ایسے تھے کہ مہمان آجائے تو جائز نہ سمجھتے تھے کہ مہمان سے الگ کھائیں ۔ اور گو الگ الگ کھانا کھانا جائز ہو مگر ملکر کھانے کو فضیلت ہو قرآن کریم نے اسے مقدم کیا ہو اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کلوا جمیعا ولا تفرقوا فان البرکۃ مع الجماعۃ (ف) ملکر کھاؤ اور الگ الگ نہ کھاؤ کیونکہ جماعت میں برکت ہو پس ایک گھر کے لوگوں کا بھی ایک دسترخوان پر اکٹھے بیٹھکر کھانا بہتر ہو اور رسول اللہ صلعم اپنی بیبیوں کے ساتھ ملکر کھانا کھاتے تھے ۔

جامع — ۲۳۴۹ جامع ۔ امر جامع وہ امر ہو جس کی اتنی اہمیت ہو کہ لوگ اسکے لئے اکٹھے ہو جائیں گویا خود اس امر نے ہی لوگوں کو جمع کیا ہے ۔ (غ) جیسے جنگ یا نماز جس کیلئے اجتماع ہو یعنی جمعہ عیدین وغیرہ یا کسی معاملہ میں مشورہ جو پیش آگیا ہو (ج) اور یوم مجموع له الناس (ھود ۱۰۳) میں ہو کہ اور وہ دن ہو جس میں لوگ جمع کئے جائیں (غ)

مجموع

قومی معاملات کو ذاتی معاملات پر ترجیح ہو — چونکہ پچھلے رکوع میں خانگی امور کی اہمیت پر زور دیا تھا اب بتایا ہو کہ اس میں بھی افراط نہ ہو قومی یا دینی معاملات ذاتی معاملات پر ترجیح رکھتے ہیں پس جب کسی قومی یا دینی معاملہ کیلئے طلب کیا جائے تو نہ صرف حاضر ہوں بلکہ حاضری کے بعد بھی نہ جائیں جبتک کہ رسول اللہ صلعم سے اجازت نہ لے لیں ۔ آج مسلمانوں کی مجالس قومی کی یہ حالت ہو کہ اول تو وہاں لوگ آتے نہیں اور جو آتے ہیں تو پابندی کا کوئی خیال نہیں

۶۳ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

رسول کے بلانے کو آپس میں ایسا قرار نہ دو جیسا تمہارا ایک دوسرے کو بلانا ہے اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو

يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ

تم میں سے چھپکر نکل جاتے ہیں پس چاہئے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں دکھ پہنچے

۶۴ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ

یا انہیں دردناک عذاب پہنچے ن۲۳۵ سن رکھو اللہ کیلئے ہی ہو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہو وہ جانتا ہے

مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ع ۹

جس (حال) پر تم ہو اور جس دن اس کی طرف لوٹائے جائینگے تو وہ انہیں اسکی خبر دیگا جو وہ کرتے تھے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے

فاذن لمن شئت منهم بتاتا ہے کہ خانگی امور ایسے نہیں کہ ہر ضرورت کیلئے اجازت دی ہی جائے بلکہ کوئی اہم معاملہ ہو یا بہت نقصان ہوتا ہو تو اجازت دینی چاہئے اور رسول کے بعد امام کی اجازت بکار ہوگی یا کسی مجلس میں اسکے صدر کی ۔

ن۲۳۵ یتسللون۔ سلّ کسی چیز کا کھینچ لینا اور نرمی سے اس کا نکال لینا ہے اور انسلال تنگی یا انبوہ سے نکل جانا اور گزر جانا ہے اور چھپکر نکل جانا بھی اس سے مراد ہوتا ہے اور یتسللون اور ینسلون کے ایک ہی معنی ہیں (ل) ۔

سلّ و انسلال

تسلّل

لواذ

لواذ ۔ لاوذ (یلاوذ) سے ہے جسکے معنی ہیں کسی دوسری چیز کی آڑ لی یعنی اسکے ذریعہ سے چھپ گیا اور مطلب یہ ہے کہ دوسرے کو آڑ بنائے ہوئے کیے بعد دیگرے نکل جاتے ہیں (غ) ۔

رسول اللہ صلعم کی دعوت اور اس کی طرف سے مسلمانوں کی غفلت

یہاں صاف فرمایا کہ رسول اللہ کا بلانا تمہارے ایک دوسرے کو بلانے کیطرح نہیں کیونکہ ایک دوسرے کا بلانا ذاتی یا دنیوی ضروریات کیلئے ہوتا ہے اور رسول کا بلانا محض اللہ تعالیٰ کیلئے ہے بعض نے دعاء الرسول سے مراد رسول کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا لیکر آنحضرت صلعم کی استجابت دعا کا یہاں سے استنباط کیا ہے۔ اور بعض نے دعاء الرسول سے مراد لیا ہے لوگوں کا رسول کو بلانا اور اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ جسطرح ایک دوسرے کو یا فلاں کہکر پکارا جاتا ہے اسطرح آنحضرت صلعم کو نام لیکر نہیں پکارنا چاہئے بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہکر پکارنا چاہئے مگر حقیقت میں دعاء الرسول سے مراد رسول کا دین حق کیطرف دعوت دینا ہے اور اہم امور دینی کیلئے بلانا اس میں آجاتا ہے اور سیاق اسی معنی کو چاہتا ہے اور رسول اللہ صلعم نے جو دعوت دی تھی تو اس کا منشا یہ تھا کہ دین حق دنیا میں پھیلایا جائے اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دی جائے اور بری باتوں سے روکا جائے۔ آج مسلمان رسول اللہ صلعم کی اس دعوت کو ایک دوسرے کی دعوت کیطرح بھی قرار نہیں دیتے۔ ایک دوسرے کو جس کام کی طرف بلاتے ہیں ادھر رخ کرنا آسان ہو رہا ہے مگر رسول اللہ صلعم کی دعوت کیطرف توجہ نہیں کرتے الا ماشاء اللہ اسی کا نتیجہ فتنہ یا عذاب الیم ہے جس میں اس وقت مسلمان مبتلا ہیں ۔

سُوْرَةُ الفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱ ۱۶ — نزول فرقان اور رسول پر اعتراض

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝

وہ (ذات) بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام نسلوں کیلئے ڈرانے والا ہو ۲۳۵۱

نام — اس سورت کا نام الفرقان ہے اور اس میں چھ رکوع اور ۷۷ آیات ہیں الفرقان کے نزول کا ذکر اس سورت کی پہلی ہی آیت میں ہے اور اس سورت میں چونکہ یہ دکھایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی تشریف آوری سے کیا کھلا کھلا فرق حق و باطل میں ہو گیا ہے اس لئے اسکا نام الفرقان اسی مضمون کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے۔

خلاصہ مضمون — پہلے رکوع میں یہ بتا کر کہ نزول فرقان تمام قوموں کیلئے ہے ان اعتراضوں کا ذکر کیا ہے جو مخالفین رسول اللہ صلعم پر کرتے تھے دوسرے رکوع میں ان اعتراضوں کا جواب دیتے ہوئے بتایا ہے کہ جس رنگ کا فرقان یہ چاہتے ہیں کہ رسول کو دنیا میں حکومت و بادشاہت حاصل ہو وہ بھی قائم کر دیا جائیگا تیسرے رکوع میں مکذبین کیلئے یوم فرقان یعنی جنگ بدر میں قوت توڑ جانے کی پیشگوئی کی اور آخر رکوع میں بتایا کہ قرآن کریم میں سب اعتراضوں کا جواب موجود ہے چوتھے میں کچھ ذکر پہلی قوموں کا کر کے عرب کی اس حالت کا ذکر کیا جو رسول اللہ صلعم کے آنے سے پیشتر تھی اور بتایا کہ ان لوگوں کی حالت چارپایوں کی طرح ہو چکی تھی پانچویں میں نظارہ قدرت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ آفتاب کے طلوع سے کس طرح ظلمت آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے اور بڑی بارش سے پہلے کس طرح ہوائیں بتا دیتی ہیں کہ بارش آرہی ہے یہ بتایا کہ انقلاب روحانی کا آغاز ہو چکا ہے اور چھٹے میں اس عظیم الشان انقلاب روحانی کا ذکر کیا کہ کس حالت سے نکال کس بلند مقام پر یہ رسول اپنے متبعین کو اس تھوڑے سے عرصہ میں پہنچا چکا ہے۔

تعلق — اس سے پہلے سورۃ نور گذری ہے جو حالانکہ مدنی ہے مگر چونکہ اس میں رسول اللہ صلعم کو ایک اعلیٰ درجہ کے کامل نور سے تشبیہ دی گئی تھی جس کے متعلق یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ وہ نور مشرق و مغرب پر محیط ہو جائے گا اس لئے اس کے بعد اس سورت کو رکھا ہے جو بتاتی ہے کہ وہ کونسی باتیں ہیں جو قرآن کریم اپنے متبعین کے اندر پیدا کرتا ہے اور یوں ظاہر طور پر ایک فرقان یعنی حق و باطل میں فرق پیدا کر دیتا ہے۔

زمانہ نزول — اس سورت کے نزول کے متعلق جمہور کا قول ہے کہ یہ مکی ہے اور حضرت ابن عباس نے تین آیتوں کو جو والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا اخر سے شروع ہوتی ہیں مدنی کہا ہے مگر اسکی کوئی وجہ نہیں۔ تاریخ نزول کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اس میں اس انقلاب روحانی کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلعم کے آنے سے پیدا ہو چکا تھا اسلئے اس کا زمانہ آخری کی زمانہ ہے اور غالباً صحابہ کی ہجرت مدینہ سے کچھ پیشتر کا ہے۔

فرقان نام میں اشارہ — ۲۳۵۱ یہاں قرآن کی بجائے فرقان کا لفظ اختیار کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ وہ حق و باطل میں عملی طور پر فرق کر دکھائے گا اور پچھلی سورت میں لفظ نور کی مناسبت سے جس سے عالم میں تمیز پیدا ہوتی ہے یہاں قرآن کریم کا نام فرقان حمید ہی موزون تھا۔ اور اسی لئے اس سورت میں اول کفار کی حالت کا ذکر کر کے آخر پر مومنوں کی حالت بیان فرمائی ہے اور یوں بتایا ہے کہ وہ کتاب جس نے اتنا بڑا انقلاب روحانی پیدا کر دیا وہ بشر کا کلام نہ ہو سکتی تھی۔

تمام قوموں اور نسلوں کے لئے نذیر — اور عالمین کے لفظ میں تمام قومیں بلحاظ مکان بھی شامل ہیں خواہ وہ کہیں ہوں اور تمام نسلیں بلحاظ زمان بھی شامل ہیں خواہ وہ کبھی پیدا ہوں ان سب کے لئے نذیر آپ ہی ہیں۔

٢ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي

وہ وہی ہے جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اس نے کوئی بیٹا نہیں بنایا اور نہ حکومت میں اس کا

٣ الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ○ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً

کوئی شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کیلئے ایک اندازہ مقرر کیا ٢٣٥٢ اور (لوگوں نے) اسکے سوا معبود بنالئے ہیں

لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا

جو کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور اپنے آپ کے لئے بھی نہ کسی نقصان اور نہ نفع کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ

٤ يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ○ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ

موت کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زندگی کا اور نہ مرکر جی اٹھنے کا اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں

اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا

مگر جھوٹ ہے جسے اس نے بنایا ہے اور اس پر اسے اور لوگوں نے مدد دی ہے وہ ظلم اور جھوٹ لائے ہیں ٢٣٥٣

تقدیر اشیاء سے مراد

٢٣٥٢ تقدیر کے دو ہی مفہوم ہیں۔ ایک قدرت کا عطا کرنا دوسرا ان کو اقتضائے حکمت کے مطابق ایک خاص اندازہ اور نمونہ پر بنانا ٩٨٤ اور اشیاء کی تقدیر انہی دونوں معنوں میں ہو سکتی ہے کوئی تیسرے معنی اس سے مراد لینا صحیح نہیں۔ دوسرے خود قرآن کریم نے جہاں تقدیر کا ذکر کیا ہے انسان کیلئے علیحدہ ذکر نہیں کیا بلکہ اپنی تمام مخلوق کیلئے تقدیر کا ذکر کیا۔ جیسے یہاں۔ یا الذی خلق فسوّی والذی قدّر فھدی (الاعلیٰ ۲ و ۳) میں اور جہاں تقدیر کا ذکر خصوصیت سے کیا تو وہ انسان کیلئے نہیں بلکہ یا تو اجرام سماوی کیلئے ہے والشمس والقمر حسبانا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم (الانعام ۹۷) والشمس تجری لمستقر لھا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم (یٰسٓ ۳۸) وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم (حٰم السجدۃ ۱۲) اور یا نعمائے بہشت کے متعلق قواریرا من فضۃ قدروھا تقدیرا (الدھر ۱۶) پس تقدیر محض وہ اندازہ ہے جو ہر چیز کیلئے اللہ تعالیٰ نے مقرر کردیا ہے جس سے وہ آگے نہیں نکل سکتی اور قرآن کریم میں اس لفظ کا استعمال اعمال انسانی کے متعلق قطعاً نہیں ہوا۔ ہاں شقی یا سعید ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ اسے تقدیر نہیں کہا جائیگا اور والذی قدر فھدی میں اس بات کو صاف کرکے بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز کیلئے مادہ ہو یا روح۔ بیج ہو یا درخت یا حیوان یا بڑے بڑے اجرام سماوی اللہ تعالیٰ نے ایک اندازہ مقرر کردیا ہے جس کے اندر وہ ترقی کرسکتی ہے اور پھر اسے اس ترقی کی راہ بھی بتادی یہ اس کا ذکر ھدی میں ہے اسی طرح انسان کیلئے بھی ایک اندازہ مقرر ہے جس کے اندر وہ ترقی کر سکتا ہے یہ تقدیر ہے اور وہ اچھے کام کرے گا یا برے کریگا یہ اللہ تعالیٰ کے علم کی بات ہے۔

انقلاب روحانی چند کہانیوں سے پیدا نہیں ہو سکتا۔

٢٣٥٣ قوم آخرون سے مراد یہاں وہی لوگ معلوم ہوتے ہیں جن کیطرف کفار اس بات کو منسوب کرتے تھے کہ وہ آپ کو کہانیاں بنا بنا کر دیتے ہیں یعنی بعض نومسلم غلام جیسے عداس۔ عایش۔ یسار۔ جبر وغیرہ فقد جاءو ظلما وزورا میں اس کا جواب ہے اسلئے کہ اگر چند کہانیوں سے یہ انقلاب روحانی پیدا ہو سکتا تھا تو اسکے سنانیوالے ہی کر سکتے تھے۔ یا خود یہودی اور عیسائی جو صدیوں تک اس کوشش میں لگے رہے کہ عرب کی اصلاح کریں وہ ان کہانیوں کے ذریعہ سے کیوں انقلاب پیدا نہ کرسکے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا طاقتور ہاتھ محمد رسول اللہ

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ ۵

اور کہتے ہیں پہلوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھوائی ہیں سو وہ اس پر صبح اور شام پڑھی جاتی ہیں ۲۳۵۴ کہو اسے اس نے

الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا ۶

اُتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھیدوں کو جانتا ہے ہاں وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور کہتے ہیں یہ کیسا رسول

الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ

ہے (جو) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے کیوں اس کی طرف فرشتہ نہ اُتارا گیا تو وہ اسکے ساتھ ہو کر ڈرانے

نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ ۸

والا ہوتا یا اس کی طرف خزانہ بھیجا جاتا یا اس کا باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا ۔ اور ظالم کہتے ہیں تم صرف ع

تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۹

ایک سحر والے آدمی کی پیروی کرتے ہو ۲۳۵۵ دیکھ تیرے لئے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں سو وہ گمراہ ہو گئے پس رستہ نہیں پا سکتے

جاء

صلعم کی تائید میں کام کر رہا تھا اور جاء اور اتی بمعنی فعل آتا ہے (ل) اور یا قوم آخرون سے مراد صرف یہی ہے کہ چند لوگوں نے ملکر یہ افترا بنایا ہے اور کہانیوں کا ذکر اگلی آیت میں ہے +

اکتتاب

۲۳۵۴ اکتتب یا اکتتب فلان فلانا کے معنی ہیں اس سے سوال کیا کہ اسکے لئے ایک تحریر لکھ دے جو کسی حاجت کیلئے ہو اور اسکے معنی محض کتب بھی آتے ہیں (ل) اور اگر لکھنا بھی مراد لیا جائے تو یہ اسناد مجازی کے طور پر ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلعم خود نہ لکھ سکتے تھے ولا تخطه بیمینك العنکبوت ۲۹ - ۴۸، تملی علیه سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم خود نہ پڑھ سکتے تھے ورنہ دوسروں کے پڑھ کر سنانے کا ذکر نہ ہوتا جس اعتراض کا یہاں ذکر ہے اسی کے قریب قریب ایک جرمن ہر شفیلامٹے نے اپنی کتاب بیبورلیسرچز یعنی نئی تحقیقات میں لکھا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ بائبل کے اس قدر مضامین قرآن شریف کے اندر بھرے ہوئے ہیں کہ ضرور ہے کہ نبی کریم صلعم نے اس کتاب کو پڑھکر ضروری مضامین کے نوٹ اپنے پاس رکھ لئے ہوں اور پھر انہی نوٹوں کو وقتاً فوقتاً قرآن شریف میں داخل کر دیا ہو۔ جو شخص لکھے ہوئے کو پڑھ نہیں سکتا وہ نوٹ کس طرح رکھ سکتا ہے قرآن کریم کے الفاظ تملی علیه صاف بتاتے ہیں کہ مخالفین نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ یہ خود لکھ لیتا اور پڑھتا رہتا ہے بلکہ دوسروں سے لکھواتا اور پھر دوسروں سے پڑھوا کر سنتا ہے پس جرمن پروفیسر کے خیال کو تاریخ باطل کرتی ہے اور جو اعتراض اس وقت مخالفین نے کیا اسکا جواب یہی کافی ہے کہ جو لوگ کہانیاں اسطرح لکھ دیتے اور سناتے تھے وہ آنحضرت صلعم پر ایمان کیونکر لا سکتے تھے اور ایمان بھی تمام دنیا کے مصائب کے مقابلہ میں اسلئے کہ انہی لوگوں کو یعنی بالخصوص غلاموں کو سخت سے سخت مظالم کا تختہ مشق بنایا گیا۔ اور دوسرا جواب اگلی آیت میں دیا ہے کہ اس قرآن میں ایسی اسرار کی باتیں ہیں جنہیں انسان نہیں جان سکتا پس یہ بناوٹی بات کس طرح ہو سکتی ہے +

رسول اللہ صلعم خود لکھ پڑھ نہ سکتے تھے

بائبل کے مضامین قرآن میں

۲۳۵۵ بازاروں میں چلنے پھرنے سے مراد معاش کیلئے کام کرنا ہے +

ع ۲ — اعتراضوں کے جواب

۱۰ تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

وہ ذات بابرکت ہے جو اگر چاہے تجھے اس سے بہتر باغ دیدے جنکے نیچے نہریں بہتی ہوں

۱۱ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ○ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ

اور تجھے محل دے دے ۲۳۵۶ بلکہ یہ مقرر گھڑی کو جھٹلاتے ہیں اور ہم نے اس شخص کیلئے جو مقرر گھڑی کو جھٹلائے بھڑکتی ہوئی آگ

۱۲ ۱۳ سَعِیْرًا ○ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا ○ وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا

تیار کی ہے ۲۳۵۷ جب وہ انہیں دور کے مکان سے دیکھیگی تو وہ اسکے جوش اور چلانے کو سنینگے اور جب وہ اس

۱۴ مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ○ لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا

کی تنگ جگہ میں جکڑے ہوئے ڈالے جائینگے تو وہاں ہلاکت کو پکارینگے ۲۳۵۸ آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو

۱۵ وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا ○ قُلْ اَذٰلِكَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ

اور بہت سی ہلاکتوں کو پکارو ۲۳۵۹ کہو کیا یہ بہتر ہے یا ہمیشگی کا باغ جس کا متقیوں کو وعدہ دیا جاتا ہے۔

دنیا میں باغوں اور محلات کے وعدے اور ان کا پورا کرنا

۲۳۵۶ اعتراض یہ تھا کہ رسول ہے تو ہماری طرح کیوں معاش کیلئے چلتا پھرتا اور کام کاج کرتا ہے کیوں اسکے پاس خزانہ خدا کی طرف سے نہیں آجاتا یا وہ آخرت میں جنات کے وعدے دیتا ہے تو اسے یہیں کوئی باغ کیوں نہیں ملجاتا جس کی وجہ سے فکر معاش سے سبکدوش ہو جاتے پہلے حصہ کا جواب اس رکوع کی آخری آیت میں دیا ہے اور دوسرے حصہ کا جواب یہاں ہے خیرمن ذلك سے مراد ہے اس سے بہتر جو ان کے خیال میں ہے اور جنات اور قصور سے مراد اس دنیا کے جنات اور قصور ہیں۔ ان شاء وهب لك فی الدنیا خیرا لك مما اقترحوہ وهو ان یجعل لك مثل ما وعدك فی الاخرۃ من الجنات والقصور (ر) اور سوال کرنے والوں کے دل میں تو شاید کہ یا زیادہ سے زیادہ طائف کے کچھ باغ ہونگے اللہ تعالیٰ نے آپکو عرب کے باغوں کے ساتھ عراق اور شام اور ایران کے باغوں کا مالک بھی بنا دیا۔ اور شام اور ایران کے محلات اور خزانے سب آپکے ادنیٰ خادموں کے قدموں میں لاکر ڈال دیئے۔ جنگ خندق میں نبی کریم صلعم کو قیصر اور کسریٰ اور صنعاء کے محل دکھائے گئے اور آپکو خبر دی گئی کہ انکے مالک آپ ہونگے۔ اور خزانوں کی تو یہ حالت تھی کہ ایک ادنیٰ صحابی سراقہ کے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کڑے ایک پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے پہنائے گئے پس تباہ یا کہ جس فرقان کے تم طالب ہو وہ بھی ظاہر کردیا جائیگا مگر اپنے وقت پر +

۲۳۵۷ الساعۃ سے مراد قیامت بھی ہوسکتی ہے اور انکی اپنی ساعت بھی۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہونگے کہ یہ لوگ جو رسول کے انذار کو جھوٹا ٹھہرا کر اس خیال میں بیٹھے ہیں کہ وہ کبھی مغلوب نہ ہونگے ان کیلئے نہ صرف وہ وعدہ مغلوبیت ہی پورا ہو کر رہیگا بلکہ آخر کار جلتی ہوئی آگ میں بھی داخل ہونگے یعنی وعدہ آخرت بھی پورا ہوگا۔ صورت اول میں مراد یہ ہے کہ جو لوگ جزا و سزا کی تکذیب کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر قسم کے افعال شنیعہ پر دلیر ہو جاتے ہیں اسلئے آخرت میں انکے لئے بھڑکتی ہوئی آگ ہے +

مقرنین

۲۳۵۸ مقرنین۔ قرن دو چیزوں کو جمع کرنا ہے اور قرّن تاکثیر کیلئے ہے (غ)۔ اور دوسری جگہ ہے مقرنین فی الاصفاد (ابراھیم ۱۴ - ۴۹)

پس یہاں بھی مراد زنجیروں میں جکڑے ہونے ہے۔ اس دنیا کی خواہشات کی زنجیریں آخرت کی زنجیریں بن جاتی ہیں +

۲۳۵۹ بہت ہلاکت کو پکارنا اسطرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ فرمایا لیقض علینا ربك (الزخرف ۴۳ - ۷۷) یعنی ان کا کام تمام ہو جائے

كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ○ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا ۱۶

وہ ان کیلئے بدلہ اور انجام کار پھر کر جانے کی جگہ ہے ان کیلئے جو چاہینگے اس میں ہوگا (اسی میں) رہینگے یہ تیرے رب پر مانگا جانے کے قابل

مَّسْئُوْلًا ○ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ ۱۷

وعدہ ہے ۲۳۶۰ اور جس دن وہ انہیں اکٹھا کرے گا اور انکو بھی جن کی وہ اللہ کے سوائے عبادت کرتے تھے پھر کہیگا کیا تم نے میرے ان بندوں کو

هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ○ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ ۱۸

گمراہ کیا تھا یا وہ خود رستہ سے بہک گئے کہینگے تو پاک ہے ہمارے لئے یہ شایاں نہ تھا کہ تیرے سوائے اور

مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ○ فَقَدْ ۱۹

کارساز بناتے لیکن تو نے انہیں اور انکے باپ دادوں کو سامان دیا یہاں تک کہ وہ ذکر کو بھول گئے اور وہ ہلاک ہونیوالی قوم تھے ۲۳۶۱ سو وہ

كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا

تمہیں اس بات میں جھٹلا دینگے جو تم کہتے ہو سو نہ تم (عذاب کو) پھیر سکو گے اور نہ مدد (پا سکو گے) اور جو کوئی تم میں سے ظلم کرے ہم اسے بڑا عذاب

كَبِيْرًا ○ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي ۲۰

چکھائینگے اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں

الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ○ ع

چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کیلئے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے کیا تم صبر کرو گے اور تیرا رب دیکھنے والا ہے ۲۳۶۲

گویا خود ہلاکت کی خواہش کرینگے اسکے جواب میں فرمایا ایک ہلاکت کیا بیسیوں قسم کی ہلاکتوں کے سامان تم نے کر رکھے ہیں ان سبھی کو بلاؤ +

مسئول — ۲۳۶۰ مسئول سے مراد ہے قابل کہ مانگا جائے ابن زید کا قول ہے جسکے متعلق انہوں نے دنیا میں سوال کیا یعنی اسے طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا (رغ)

بور-بوار — ۲۳۶۱ بور-بوار کساد یعنی سرد بازاری کا بہت ہو جانا ہے اور چونکہ اس کا نتیجہ فساد ہے اسلئے بوار کے معنی ہلاکت ہو گئے ہیں۔ تجارة لن تبور (فاطر ۳۵: ۲۹) ومکر اولئك هو يبور (فاطر ۳۵: ۱۰) واحلوا قومهم دار البوار (ابراهيم ۱۴: ۲۸) اور اکیلے آدمی کو حائر بائر اور قوم کو حور بور کہا جاتا ہے (رغ)، +

ما یعبدون من دون اللہ سے مراد یہاں ایسے لوگ ہیں جن کو خدا بنایا گیا جیسے مسیح وغیرہ انکا انکار یہ بتانے کیلئے ہے کہ کبھی کسی راستباز نے دنیا میں یہ تعلیم نہیں دی کہ اسے خدا سمجھا جائے +

۲۳۶۲ اس میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے جو پہلے رکوع کے آخر پر تھا کہ یہ رسول کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہی سنت اللہ ہے کہ انسانوں کیلئے انسان ہی رسول ہو کر آتے جہاں کہاں دنیا میں مصلح آئے ایسے ہی آئے۔ بعض کو بعض کیلئے فتنہ بنانے سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو تکالیف نیکوں کو پہنچائی جاتی ہیں وہ انکو اعلے مراتب پر پہنچانے کیلئے ہیں کیونکہ فتن سونے کو آگ میں

یوم فرقان کی پیشگوئی اور اسباب کا بیان کہ قرآن میں سب اعتراضوں کا جواب ہے

۲۱ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا ۗ

اور جو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے کہتے ہیں کیوں ہم پر فرشتے نہیں اُتارے جاتے یا کیوں ہم اپنے رب کو نہیں دیکھتے

۲۲ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ

انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بڑی بھاری سرکشی اختیار کی ۲۳۶۳ جس دن فرشتوں کو دیکھینگے اُس دن مجرموں

۲۳ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَّحْجُورًا ۝ وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ

کیلئے کوئی خوشخبری نہیں ہوگی اور کہینگے کوئی روک حائل ہو جائے ۲۳۶۴ اور ہم اس کی طرف متوجہ ہونگے جو انہوں نے جو کچھ عمل کیا ہوگا

۲۴ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا ۝ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ۝

سو ہم اسے اُڑتی ہوئی خاک کر دینگے ۲۳۶۵ جنت والوں کا اس دن اچھا ٹھکانا ہوگا اور بہت خوب استراحت کی جگہ ہوگی ۲۳۶۶

ڈالنا ہے تاکہ ہر قسم کی میل سے پاک ہو جائے اسکا لئے اسکے بعد فرمایا کہ تم صبر کرو اللہ تعالیٰ نتیجہ تمہارے حق میں کریگا کیونکہ وہ بصیر ہے تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے ۔

فرشتوں کے آنیکا مطالبہ

۲۳۶۳ فی انفسہم سے مراد فی شان انفسہم ہے یعنی اپنے آپکو بہت بڑا سمجھا۔ فرشتے کیوں نہیں اُترتے۔ یا ہم اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھتے ۲۶۹ ان کا منشا صرف اتنا اعتراض نہیں کہ فرشتے یا اللہ تعالیٰ ان آنکھوں سے کیوں نظر نہیں آتے بلکہ جیسا کہ اوپر کی آیت میں تقبرون سے ظاہر ہے مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچاتے تھے پھر کہتے تھے محمد رسول اللہ کی حمایت کیلئے فرشتے کیوں نہیں آتے یا خود خدا کیوں نہیں آتا اسی کو استکبار اور سرکشی کہا ہے اور بتایا ہے کہ یہ اپنے آپکو اتنا بڑا خیال کرتے ہیں کہ سمجھتے ہیں ہم پر کبھی سزا ہی نہیں آئے گی خود جواب بھی یہی ظاہر ہے جو اگلی آیت میں ہے ۔

حجرا محجورا

۲۳۶۴ حجرا محجورا حجر کے معنی منع یا روک ہیں۔ اور محجور روکا گیا مفردات میں ہے کہ جب ایک شخص ایسے آدمی کے سامنے آتا جس سے وہ ڈرتا تو یہ لفظ بولتا۔ اور یہاں مراد یہ ہے کہ کافر فرشتوں کو دیکھکر ایسا کہینگے تاکہ وہ اسطرح سزا سے بچ جائیں اور بعض نے اسے فرشتوں کا قول لیکر یوں معنی کئے ہیں کہ اچھی خبر آج کے دن تم پر حرام کر دیگئی ہے۔ اور یہی الفاظ حجرا محجورا آگے آیت ۵۵ میں ایسی روک کے متعلق آتے ہیں جو حائل ہو جائے پس پہلے معنی ہی درست اور صحیح ہیں ۔

یہاں انکے مطالبہ سزا کا جواب دیا ہے اور بتایا ہے کہ فرشتوں کا نزول تو انکی سزا کیلئے ہوگا اور اس دن وہ چاہینگے کہ ان میں اور انکی سزا میں کوئی روک حائل ہو جائے مگر اس وقت شوخی کرکے جلدی کر رہے ہیں ۔

ھباء

۲۳۶۵ ھباء۔ ھبا الغبار کے معنی ہیں غبار اٹھا اور چڑھ گیا۔ اور ھباء باریک مٹی کو کہتے ہیں اور جو ہوا میں ذرات اُڑتے ہیں اور سورج کی روشنی کمرہ میں کسی سوراخ میں سے پڑے تو نظر آتے ہیں۔ فکانت ھباء منبثا (الواقعۃ ۵۶-۶) (غ) ۔

نثر

منثور۔ نثر کے معنی ہیں ایک چیز کو پھیلا دینا اور اسے پراگندہ کر دینا واذا الکواکب انتثرت (الانفطار ۸۲-۲)

یہاں عمل سے مراد جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے ان کا وہ عمل ہے جو مخالفت حق میں انہوں نے کیا ۔

مقیل

۲۳۶۶ مقیل۔ قلت قیلولۃ کے معنی ہیں دوپہر کیوقت سویا اور مقیل اس سے مصدر بھی ہو سکتا ہے اور قیلولہ کا مکان بھی مراد ہو سکتا ہے (غ)۔ اور قیلولۃ یا مقیل اہل عرب کے نزدیک دوپہر کیوقت محض استراحت کا نام ہے گو اسکے ساتھ نیند نہ ہو (ل) ۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۲۵ ۲۶

اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ پڑیگا اور فرشتے اُتارے جائینگے جسطرح انکا اُتارا جانا (ہوتا ہے) ۲۳۶۷ بادشاہت اُس دن رحمٰن کیلئے

لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ ۲۷

حق ہوگی اور وہ دن کافروں پر سخت ہوگا ۲۳۶۸ اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ کاٹے گا

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا ۲۸

کہے گا اے کاش میں نے رسول کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا ۲۳۶۹ مجھ پر افسوس کاش میں نے فلاں کو دوست

خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ ۲۹

نہ بنایا ہوتا اس نے مجھے ذکر سے بہکا دیا اسکے بعد کہ وہ میرے پاس آگیا تھا اور شیطان (آخر) انسان کا ساتھ

خَذُوْلًا ۝ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ ۳۰

چھوڑ دیتا ہے اور رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز (کیطرح) قرار دیا ۲۳۷۰

تشقق

۲۳۶۷ تشقق اصل میں تتشقق ہے اور شق الفجر اور انشق الصبح صبح کے طلوع پر بولا جاتا ہے (ل)، اور آسمان کے بادل سے پھٹ پڑنے سے مراد بارش کا اُترنا ہی ہو سکتا ہے۔

یوم فرقان کی پیشگوئی

اس میں جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ بارش کا نازل ہونا اور فرشتوں کا نزول دونوں اس جنگ میں ہوئے اور بدر کو یوم الفرقان بھی کہا ہے۔ یوم الفرقان یوم التقی الجمعٰن (الانفال ۴۱)۔ اور گو مفسرین اسکو قیامت پر لگاتے ہیں لیکن آگے آیت ۲۷ میں اور اسکے بعد جہاں ظالم کے ہاتھ کاٹنے کا اور کسی کو دوست بنانے وغیرہ کا ذکر ہے وہاں مراد جنگ بدر کا ہی ایک واقعہ لیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات جنگ بدر کے متعلق ہی ہیں جو مکذبوں کیلئے یوم فرقان بھی کیونکہ اس دن انکی طاقت توڑ دی گئی۔

۲۳۶۸ رحمٰن کی بادشاہت تو ہر وقت ہی ہے وہ مالک الملک ہے جس سے چاہتا ہے ملک لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے دیتا ہے پس یہاں مراد رحمٰن کے بندے ہیں عباد الرحمٰن جن کا ذکر آگے آتا ہے اور اس میں اشارہ بدر میں مسلمانوں کے غلبہ کی طرف اور کفار کی ہزیمت کی طرف ہے۔ اسلئے علی الکٰفرین عسیرا بھی اس دن کے متعلق فرمایا۔

عض الید

۲۳۶۹ یعض الظالم علی یدیہ۔ عض کیلئے دیکھو ۵۰۶ اور ہاتھ کاٹنے سے مراد اظہار ندامت ہے کیونکہ ندامت کے وقت لوگ ایسا کرتے ہیں (غ) ابن جریر میں ہے ندما واسفا۔

مفسرین نے یہاں ظالم سے مراد عقبۃ بن ابی معیط کو لیا ہے اور اگلی آیت میں فلاناً سے مراد ابی بن خلف ہے (ج۔ د) اور یہ واقعہ لکھا ہے کہ عقبہ جو ابی بن خلف کے کہنے پر رسول اللہ صلعم کے منہ پر تھوکنے کیلئے تیار ہو گیا تھا بدر کے دن قیدیوں میں پکڑا گیا اور قتل کیا گیا۔ اور یہ ابن عباس سے اور کئی اوروں سے روایت ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیات جنگ بدر کے ہی متعلق ہیں اور آیت ۲۹ میں شیطان سے مراد وہی گمراہ کرنیوالا دوست ہے۔

۲۳۷۰ یہاں قومی سے مراد کفار قوم ہی ہیں کیونکہ اکثر حصہ قوم کا کفر پر تھا پچھلی آیتوں میں بھی انہی کا ذکر ہے اور آگے بھی مجرموں کا ذکر ہے

۳۱ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے مجرموں میں سے دشمن بنائے اور تیرا رب ہدایت دینے والا اور مدد دینے والا کافی ہے

۳۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ

اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں اس پر قرآن سارا ایک دفعہ ہی کیوں نہ اتارا گیا اسی طرح (ضروری تھا) تاکہ ہم اسکے ساتھ

۳۳ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ

تیرے دل کو مضبوط کرتے رہیں اور ہم نے اسے اچھی ترتیب سے مرتب کیا ہے [۲۳۷۱] اور وہ تیرے پاس کوئی اعتراض نہیں لا سکتے مگر ہم حق (جواب) اور بہت عمدہ بیان

۳۴ تَفْسِيْرًا ۝ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا

تیرے پاس لاچکے ہیں [۲۳۷۲] وہ لوگ جو اپنے منہ کے بل دوزخ کیطرف اکٹھے کئے جائینگے وہی بدتر حالت والے

۳۵ وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

اور رستہ سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسکے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو

۳۶ وَزِيْرًا ۝ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۝

مددگار بنایا سو ہم نے کہا اس قوم کیطرف جاؤ جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں پس ہم نے انہیں ہلاک کر دیا جیسا ہمارا ہلاک کرنا ہوتا ہے

(حاشیہ: ع ۷ مع ۔ ع ۲ ۔ عرب کی اسلام سے پیشتر کی حالت)

جو نبی کے اعداء بن جاتے ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ عملی طور پر مسلمانوں نے قرآن شریف کو یہاں تک چھوڑا ہے کہ وہ الفاظ جو کفار کیلئے تھے آج ان پر صادق آتے ہیں +

(رتل ۔ ترتیل) **۲۳۷۱** رتلنا ۔ رَتَل کسی چیز کی ترکیب کا حسن ہے اور رَتَّلَ الکلامَ کے معنی ہیں اس کی تالیف کو خوب کیا اور اسے واضح کیا اور اس میں آہستگی اختیار کی ۔ اور ترتیل فی القراءۃ اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اور اس میں جلدی نہ کرنا ہے (ل) و رتل القرآن ترتیلا (المزمل ۔ ۴)

(قرآن کریم کا تدریجاً نزول اور اسکی ترتیب) قرآن کریم کا یا وحی الٰہی کا بتدریج نازل ہونا اس غرض کیلئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے جو وقتاً فوقتاً رسول پر طرح طرح کے مصائب اور مشکلات کے اندر نازل ہو رسول کو تسلی ملتی رہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے بڑھکر تسلی دینے والی کیا چیز ہو سکتی ہے اور ترتیل سے مراد یا تو اللہ تعالیٰ کا بتدریج قرآن کریم کو نازل کرنا ہے اور یا اس سے اسکی ترتیب احسن مراد ہے یعنی گو ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل ہوا ہے مگر اسکو ترتیب ایسی دیگئی ہے جس نے اسے ایسا ہی منظم کلام بنا دیا ہے جیسا کہ ایک مرتبہ نازل ہونے میں ہوتا ابن عباس سے اسکے معنی بیناہ بیانا فیہ ترسل مروی ہیں ۔ سدی سے فصلناہ تفصیلا مجاہد سے جعلنا بعضہ اثر بعض (ر) +

(مثل) **۲۳۷۲** مثل ۔ انکے اعتراض کو یہاں مثل کہا ہے گویا وہ بطلان میں مثال ہے (ر)

(تفسیر) تفسیر ۔ فسر معنی معقول کا اظہار ہے اور تفسیر الفاظ مفرد اور غریب کی تشریح ہے اور تاویل بھی اس سے مراد ہے (غ) +

(قرآن میں اعتراضوں کا جواب) قرآن کریم نے یہاں یہ دعویٰ کیا ہے کہ کوئی اعتراض جو اس پر کیا جائے اس کا جواب اس میں دیدیا گیا ہے اور نہ صرف اعتراض کا جواب ہے بلکہ نہایت عمدہ طور پر اسے واضح بھی کر دیا گیا ہے +

وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَأَعْتَدْنَا ۳۷

اور نوح کی قوم نے جب رسولوں کو جھٹلایا ہم نے انہیں غرق کردیا اور ہم نے انہیں لوگوں کیلئے نشان بنایا اور ہم نے ظالموں کیلئے

لِلظّٰلِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ وَّعَادًا وَّثَمُودَا۟ وَأَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُونًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ ۳۸

دردناک عذاب تیار کیا ہے اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سی نسلوں

كَثِيرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ۝ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ ۳۹ ۴۰

کو ہلاک کیا[۲۳۷۳] اور سبھی کیلئے ہم نے مثالیں بیان کیں اور سبھی کو ہم نے ہلاکت کو پہنچایا اور یقیناً وہ اس بستی پر گذرتے رہے ہیں

الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝

جس پر بُرا مینہ برسایا گیا تو کیا وہ اسے نہیں دیکھتے رہے بلکہ وہ دوبارہ جی اُٹھنے کی اُمید نہیں رکھتے[۲۳۷۴]

وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝ ۴۱

اور جب تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے صرف ہنسی بناتے ہیں کیا یہ وہ ہے جسے اللہ نے رسول بنایا ہے

إِن كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ ۴۲

قریب تھا کہ وہ ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا اگر ہم نے اپنے آپ کو ان پر روک نہ رکھا ہوتا اور وہ جان لیں گے جب عذاب

الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰىهُ ۚ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝ ۴۳

دیکھیں گے کہ کون رستہ سے گمراہ ہے[۲۳۷۵] کیا تو نے اسے دیکھا جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بناتا ہے تو کیا تو اس پر نگہبان ہو سکتا ہے[۲۳۷۶]

اصحاب الرس

۲۳۷۳۔ اصحاب الرس۔ رسّ ایک وادی کا نام ہے اور رسّ اصل میں تھوڑا اثر ہے جو کسی چیز میں موجود ہو اور اسی سے رسّ المیت کے معنی ہیں میت کو دفن کیا گیا (غ)۔ تفاسیر میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں ثمود میں سے تھے بعض اسے یمامہ کی ایک بستی بتاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں انہوں نے اپنے نبی کو ایک کنوئیں میں گرا دیا تھا جس کا نام رسّ تھا (ج)۔ ابن جریر آخری قول کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ رسّ کلام عرب میں ہر ایک کھودی ہوئی جگہ یا کنوئیں کو کہا جاتا ہے ✤

۲۳۷۴ یعنی سدوم ہے اور جو مینہ ان پر برسایا گیا وہ پتھروں کی بارش تھی جو آتش فشاں پہاڑ سے ہوئی [۱۴۹۱]

عرب کی بت پرستی

۲۳۷۵ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کے وعظ کا اثر کیسا تھا۔ اس قدر خطرناک بت پرستوں کو بھی متزلزل تو کر دیا مگر ڈھٹائی سے انہوں نے اپنے بتوں کو نہ چھوڑا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کس قسم کا خطرناک عقیدہ بت پرستی کا ان میں مروج تھا ✤

اتباع حرص و ہوا کا شرک

۲۳۷۶ بیان تو کفار کا ہے کہ اصل میں انہوں نے اپنی خواہش کو معبود بنایا ہوا ہے ورنہ بتوں کی خدائی تو ٹوٹ چکی ہے لیکن توحید کی تعلیم میں ایک نہایت ہی لطیف اصول بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ شرک یا بت پرستی صرف یہی نہیں کہ پتھروں کو یا ہواؤں کو یا اور چیزوں کو یا بعض انسانوں کو خدا مانا جائے بلکہ یہ بھی شرک ہے کہ انسان اپنی حرص و ہوا کے اتباع میں کسی حق بات کی پروا نہ کرے کامل موحد نہیں ہوتا جبتک

۴۴ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ

یا کیا تو خیال کرتا ہے کہ ان میں سے اکثر سنتے ہیں یا عقل سے کام لیتے ہیں وہ صرف چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ وہ رستہ سے اور

۴۵ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا

ع ۵ ۱۶ ۳

انقلاب کا آغاز

بھی دور بھٹکے ہوئے ہیں ۲۳۷۷ کیا تو نے اپنے رب (کے کام) پر غور نہیں کیا کہ کس طرح سایہ کو لمبا کرتا ہے اور اگر چاہتا تو اسکو ٹھہرا رکھتا۔

۴۶ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝

پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل ٹھہرایا ہے ۲۳۷۸ پھر ہم اسے آہستہ آہستہ کھینچتے ہوئے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں ۲۳۷۹

کہ اس کی حرص و ہوا اسکے تابع نہ ہو جو شخص خواہشات کا غلام ہے وہ موحد نہیں ۔

عرب کی اسلام سے پہلے حالت اور آنحضرت کا اس میں انقلاب پیدا کرنا

۲۳۷۷ چارپایوں کی طرح تو اسلئے کہ جو انسان کو اللہ تعالیٰ نے سمع اور عقل دی تھی ان سے فائدہ نہ اٹھایا اور حیوانوں کی طرح ہو گئے اور اضل یعنی زیادہ گمراہ اسلئے کہا کہ حیوان کو تو عقل ملی نہیں انہوں نے باوجود عقل کے غلط راہ پر قدم مارا مگر اصل میں عرب کی اس حالت پر توجہ دلائی ہے جو اسلام سے پیشتر تھی کہ وہ لوگ حیوانی زندگی بسر کرتے کرتے آخر کار بالکل حیوانوں کی طرح ہی ہو گئے تھے۔ سمع اور عقل سے کام نہ لیتے تھے اور نہ کسی مصلح کی بات کو سنتے یا اس کی کچھ پرواہ کرتے تھے۔ نہ انکے اندر انسانی سوسائٹی کو حیوانات سے ممیز کرنیوالی صفات رہی تھیں۔ چارپائے کو تو پکڑ کر بھی رستہ پر لایا جا سکتا ہے مگر وہ اس قابل بھی نہ تھے اس ایک فقرہ کالانعام میں بتا دیا کہ عرب کے لوگوں میں نہ اخلاق و روحانیت رہ گئی تھی۔ نہ سیاست نہ تمدن نہ معاشرت کے صحیح اصول باقی رہ گئے تھے۔ اور واقعی ان کی حالت پر غور کیا جاتا ہے تو عامہ حالت انکی ایسی ہی تھی کہ انسان کا نام بھی ان پر نہ آ سکتا تھا دن رات باہم جنگ و جدل۔ عقاید نہایت ذلیل پرلے درجہ کی توہم پرستی۔ حیوانیت کا جوش۔ شراب خوری اور زنا کاری اور قماربازی کی کثرت۔ علم سے بالکل بے بہرہ یہ وہ چارپایوں سے بدتر قوم تھی جس کی اصلاح کیلئے رسول اللہ صلعم کو کھڑا کیا گیا۔ ان میں ہر قسم کی خوبیاں پیدا کر دیں یہ وہ فرقان تھا جو آپکے وجود سے ظہور میں آیا۔

دلالۃ۔ دلیل

۲۳۷۸ دلیل۔ دلالۃ وہ ہے جس سے کسی چیز کی معرفت حاصل کیجائے جیسے لفظوں کی دلالت معنی پر ما دلھم علی موتہ الا دابۃ الارض (۳۴: ۱۴) اور دلیل اس سے مبالغہ ہے (غ)

آفتاب نبوت کا طلوع اور تاریکی کا دور ہونا

ظل کیلئے دیکھو ۱۶۷۰ رات کی تاریکی پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اور ابن جریر میں جس قدر اقوال ہیں سب میں یہاں ظل سے مراد طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کی حالت لی گئی ہے تو یہاں سایہ کے لمبا کرنے سے مراد رات کا طول ہے اور اسے ساکن کرنے میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوتی تو رات کی تاریکی ہی ٹھہری رہتی مگر پھر سورج نکلتا ہے اور سایہ آہستہ آہستہ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور شمس کو اس پر دلیل ٹھہرانے کے یہ معنی ہیں کہ سورج سے وہ زائل ہوتا چلا جاتا ہے یا یہ کہ چونکہ ایک چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اسلئے اگر سورج نہ نکلتا تو سایہ یا تاریکی کا بھی علم نہ ہوتا کہ وہ کیا چیز ہے (ج) اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ علیٰ بمعنی مع ہے اور مراد یہ ہے کہ ظل اور سورج کو اپنی وحدانیت پر ہم نے دلیل ٹھہرایا ہے (ر) اوپر کی آیت میں چونکہ عرب کی حالت کا ذکر کیا تھا کہ وہ تمام خوبیوں سے محروم ہو گئے ہیں اور چارپایوں کی طرح ہیں تو اب طلوع آفتاب میں یہ اشارہ کیا ہے کہ آفتاب نبوت کے طلوع سے ان کی حالت کس طرح تبدیل ہو کر ظلمت دور ہو جائے گی ۔

قبض

۲۳۷۹ قبضنا۔ قبض کیلئے دیکھو ۳۱۶ یہاں اشارہ اس طرف ہے کہ سورج سے سایہ (یعنی تاریکی) جاتی رہے گی (غ) ۔

یسیر

یسیرا۔ یسیر قلیل شے کو کہا جاتا ہے (غ) اور بعض نے اسکے معنی سریع کئے ہیں (ج) اور بعض نے قلیلا قلیلا یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے (ر) اور مراد یہ ہے کہ ظلمت کفر تدریجاً کم ہوتی جائے گی ۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝ ٤٧

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ اور نیند کو (موجب) آرام بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا ٢٣٨٠

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ٤٨

اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری کے طور پر بھیجتا ہے اور ہم اوپر سے پاک کرنیوالا پانی اتارتے

طَهُوْرًا ۝ لِّنُحْیِ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّنُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ ٤٩

ہیں ٢٣٨١ تاکہ ہم اسکے ساتھ مردہ شہر کو زندہ کریں اور ان میں سے جو ہم نے پیدا کئے ہیں بہت سے چارپایوں اور لوگوں کو اسے

كَثِیْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ ٥٠ ٢٣٨٣

پلائیں ٢٣٨٢ اور ہم نے اسے انکے درمیان طرح طرح کے پیرایوں میں بیان کیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں مگر بہت سے لوگوں کو سوائے انکار کے کچھ منظور نہیں

سبات — ٢٣٨٠۔ سباتا۔ سبت کے اصل معنی کاٹنا ہیں ١٩٤ اور سبات سے مراد ہے قطع عمل (غ)۔ +

نشر — نشورا۔ نشر کے اصل معنی پھیلانا ہیں اذا الصحف نشرت (التکویر ١٠) والناشرات نشرا (المرسلات ٣) اور نشر

نشور — مردہ کے جی اٹھنے کے معنی ہیں نشر الثوب یعنی کپڑے کے پھیلا دینے سے ماخوذ ہے اور دن کے نشور بنانے سے مراد ہے کہ اس میں انسانوں کا

انتشار — انتشار اور رزق کی تلاش میں نکلنا مقرر کیا اور لوگوں کا انتشار اپنی حاجات میں لگ جانا ہے ثم اذا انتم بشر تنتشرون (الروم ٣٠۔ ٢٠) فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض (الجمعۃ ٦٢۔ ١٠) (غ) اور تفاسیر میں دونوں طرح معنی کئے گئے ہیں یعنی اٹھنا کیونکہ نشور نیند اور موت دونوں سے اٹھنے پر بولا جاتا ہے اور معاش کیلئے انتشار یعنی پھیل جانا اور ابن جریر نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس میں روحانی بیداری کی طرف اشارہ ہو جو اصل مضمون ہے +

طہور — ٢٣٨١ طہورا۔ طہارۃ کے لئے دیکھو ١٣٩ وغیرہ اور طہور مصدر بھی ہو سکتا ہے اور اس چیز کا نام بھی ہو سکتا ہے جسکے ساتھ دوسری چیز کو پاک کیا جائے اور صفت بھی اور بعض کے نزدیک طہور بمعنی مُطَهِّر ہے اور یہ اس لحاظ سے درست ہے کہ طاہر دو طرح پر ہے ایک جس کی طہارت دوسرے کو نہ پہنچے جیسے کپڑا دوسرا وہ جس کی طہارت دوسرے کو پہنچ سکے یہاں طہور اسی معنی میں ہے (غ) وسقٰهم ربهم شرابا طهورا (الدهر ٧٦۔ ٢١) +

ہواؤں کے بھیجنے میں یہ اشارہ ہے کہ پہلے اس کا اثر تھوڑا تھوڑا معلوم ہوتا ہے اور پھر زور کی بارش ہوتی ہے تو مردہ شہر جی اٹھتا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ہے اور یہاں عرب کے روحانی مردوں کے اٹھنے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اسی لئے یہاں ماء طہورا فرمایا کہ آسمانی وحی کی بارش سے ہر قسم کی پلیدیاں دور ہو جاتی ہیں جس طرح پانی ہر قسم کی غلاظتوں کو دور کر دیتا ہے +

اناسی — ٢٣٨٢ اناسی۔ انسان یا اِنْسِی کی جمع ہے اور عرب کے مردہ ملک کے زندہ کرنے کے بعد پھر چارپایوں اور انسانوں کے اسے پلانے میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کی دوسری قوموں کو بھی یہ پہنچے گا اسکی وضاحت آیت ٥١ میں کی ہے +

٢٣٨٣ صرفناہ میں ضمیر بارش کی طرف نہیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے بلکہ قرآن کی طرف ہے یا اس مضمون کی طرف جو بیان ہو رہا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس قرآن کے ذریعہ سے جو انقلاب عظیم آنیوالا ہے اسے طرح طرح کے پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ یہاں بھی دو مختلف پیرائے اختیار کئے ہیں پہلے طلوع آفتاب کے رنگ میں پھر بارش کے نزول کے رنگ میں +

۵۱ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ۝ ۵۲ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانیوالا بھیجدیتے ۲۳۸۴ سو کافروں کی بات نہ مان اور اس (قرآن) کے ساتھ ان سے (وہ) جہاد کر (جو)

۵۳ كَبِیْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ

بڑا جہاد (ہی) ۲۳۸۵ اور وہی ہے جس نے دو دریا ملا رکھے ہیں یہ میٹھا ہے بہت میٹھا اور وہ کھاری ہے بہت کھاری اور

۵۴ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا

ان دونوں کے درمیان ایک آڑ اور ایک حائل ہونی ہوئی روک بنادی ہے ۲۳۸۶ اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا

۲۳۸۴ شروع سورت میں فرمایا تھا کہ فرقان اسلئے اُتارا ہے کہ سب قوموں کیلئے آنحضرت صلعم نذیر ہوں اور یہاں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں الگ الگ نذیر اُٹھا کھڑا کرتے تو مطلب یہ ہے کہ ہماری مشیت نہ تھی بلکہ ارادہ الٰہی یہی تھا کہ بالآخر تمام قوموں کیلئے ایک ہی نذیر ہو اور اس کی وجہ ظاہر ہے تاکہ نسل انسانی میں وحدت پھیلے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تسلسل مضمون قرآن شریف میں کس طرح چلتا ہے ۔

جہاد کبیر کیا ہے — **۲۳۸۵** یہاں بہ میں ضمیر قرآن کی طرف ہونا ابن عباس سے اور اسلام کی طرف ہونا ابن زید سے مروی ہے (ج) اور اول صحیح ہے کیونکہ قرآن شریف کا ہی ذکر اوپر بھی ہے اور قرآن شریف کی طرف ضمیر بغیر اس کا پہلے ذکر ہونے کے بھی بوجہ اس کی عظمت اور شہرت کے آتی ہے جیسے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر (القدر ۹۷-۱) یا ان علینا جمعہ وقرانہ (القیمۃ ۷۵-۱۷) اور یہاں قرآن کریم کے ذریعہ سے حق پھیلانے کو جہاد کبیر کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ یہی اصل اور بڑا جہاد ہے اور ہر وقت قایم رہتا ہے اور جہاد سیف کی ضرورت کبھی کبھی پیش آتی ہے ۔

مرج — **۲۳۸۶** مرج ۔ مَرَجَ کی اصل خلط ہے یعنی ملا دینا اور اسی سے ہے فی امر مریج (ق ۵۰-۵) (یعنی جس میں التباس اور اختلاط واقع ہو گیا ہے) اور مرجان چھوٹا موتی ہے کانہن الیاقوت والمرجان (الرحمٰن ۵۵-۵۸) اور مارج من نار (الرحمٰن ۵۵-۱۵) میں مارج سے مراد مختلط شعلہ ہے (غ)، اور مَرَجَ الدابۃ کے معنی ہیں جانور کو چراگاہ میں چھوڑ دیا تاکہ وہ چرے اور مَرَجَ کے معنی اجرا بھی ہیں یعنی جاری کر دینا اور یہاں دونوں معنی کئے گئے ہیں یعنی ملا دیا اور جاری کیا یا چلایا (ل) ۔

مرجان ۔ مارج

فرات ۔ اجاج — فرات ۔ بہت میٹھے پانی کو کہتے ہیں جسطرح اجاج سخت کھاری کو ۔

میٹھے اور کھاری دریا — دریاؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے اور سمندر کا کھاری پس دو دریا ایک میٹھا اور ایک کھاری جو باہم ملتے بھی ہیں اور انکے درمیان روک بھی ہے اس طرح پر ہیں کہ دریاؤں کا پانی سمندر میں جا ملتا ہے باایں وہ کھاری ہے اور یہ شیریں اور پھر اسی سمندر سے پانی اُڑ کر خشکی پر برستا ہے اور اس سے دریا بنتے ہیں مگر سمندر کا کھاری پن ان میں نہیں آتا یہ انکے درمیان برزخ اور حجر ہے اور اشارہ یہاں جسمانی اور روحانی زندگی کے سرچشموں کی طرف ہے جو دنیا پر گرجاتا ہے اس کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسی کھاری پانی پینے والوں کی کہ وہ پیاس کو اور بڑھاتا جاتا ہے اور جو روحانیت کے چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کرتا ہے تو اسکی شیرینی تسکین پیدا کرتی ہے اور اس کو اطمینان قلب میسر آجاتا ہے مگر طالب دنیا کو اطمینان قلب نہیں ملتا ۔

فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا ۵۵

پھر اسے نسب اور سسرال (والا) بنایا اور تیرا رب قدرت والا ہے ۲۳۸۷ اور اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہیں جو

لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا ۵۶

انہیں نفع نہیں دیتا اور نہ انہیں نقصان پہنچاتا ہے اور کافر اپنے رب کے خلاف (دوسروں کا) مددگار بنتا ہے ۲۳۸۸ اور ہم نے تجھے صرف خوشخبری

مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ ۵۷

دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا ہے کہہ میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف رستہ

سَبِيْلًا ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ ۵۸

اختیار کرے اور زندہ (خدا) پر بھروسہ کر جو مرتا نہیں اور اس کی حمد کرتا ہوا تسبیح کر اور وہ اپنے بندوں کے قصوروں سے باخبر

مع ۵ (منزل ۴)

عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝ اۨلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ ۵۹

رہنے کو کافی ہے وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ وقتوں میں

اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ۶۰

پیدا کیا پھر وہ عرش پر غالب ہے بے انتہا رحم والا سو اس سے سوال کر جو اس سے خبردار ہے ۲۳۸۹ اور جب انہیں کہا جاتا ہے

السجدۃ

اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝ ع

کہ رحمٰن کو سجدہ کرو کہتے ہیں اور رحمٰن کیا ہے ۲۳۹۰ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کیلئے تو حکم دیتا ہے اور اس نے انہیں نفرت میں بڑھایا

نسب ۔ صہرا

۲۳۸۷ نسبا و صہرا ۔ نسب بھی قرابت ہے اور صہر بھی مگر نسب آباء یعنی مرد کی طرف سے ہے اور صہر عورت کی طرف سے اور یہاں مراد ذو نسب اور ذو صہر ہے یعنی مرد اور عورت اور بجائے ذکر اور انثیٰ کے یہ الفاظ اسلئے استعمال فرمائے کہ انکے پھیلنے کی طرف بھی اشارہ ہو (ر) +

ظاھرا ۔ ظہیر

۲۳۸۸ ظہیر ۔ ظاهرته کے معنی ہیں میں نے اس کی مدد کی اور ظہیر کے معنی مددگار ہیں وظاهروا علی اخراجکم (الممتحنۃ ۶۰ ۔ ۹) وان تظاهرا علیه (التحریم ۶۶ ۔ ۴) فلا تکونن ظهیرا للکافرین (القصص ۲۸ ۔ ۸۶) والملئکة بعد ذلک ظهیر (التحریم ۶۶ ۔ ۴) اور یہاں ظہیر سے مراد ہے شیطان کا مددگار اور بعض نے ظہیر کے معنی مظھور بہ کئے ہیں یعنی اپنے رب کے سامنے ذلیل ہے گویا پیٹھ کے پیچھے چھوڑ دیا گیا (غ) +

۲۳۸۹ فاسئل به خبیرا کے معنی کئے ہیں فاسئل بالرحمٰن خبیرا بخلقه (ج) یعنی رحمٰن سے سوال کر جو اپنی خلق سے خبردار ہے یہ ضمیر خلق کی طرف جاتی ہے ۔ اور یا سوال کرنے سے مراد حاجات کا مانگنا ہے اوپر بھی کفار کی ایذا رسانی کا ذکر تھا جسکے جواب میں فرمایا وتوکل علی الحی الذی لا یموت اور یہاں بھی یہی بتایا ہے کہ مخلوق کا خیال مت کرو جو کچھ مانگنا ہے خدا سے مانگو +

۲۳۹۰ انکا ما الرحمٰن کہنا تجاہل ہے جیسے فرعون نے حضرت موسیٰ کو کہا وما رب العالمین (الشعراء ۲۶ ۔ ۲۳) اور یہ جو بعض

ع ۶ / ۱۷
عظیم الشان انقلاب

۶۱ ۶۲ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ

وہ ذات بابرکت ہے جس نے آسمان میں ستارے بنائے اور اس میں سورج اور روشنی دینے والا چاند بنایا ۲۳۹۱ اور وہی ہے

۶۳ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ

جس نے دن اور رات کو ایک دوسرے کے پیچھے آنیوالے بنایا اس کیلئے جو چاہتا ہے کہ نصیحت حاصل کرے یا شکرگزاری کا ارادہ کرتا ہے ۲۳۹۲ اور رحمن کے بندے

الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝

وہ ہیں جو زمین پر انکسار سے چلتے ہیں اور جب جاہل انہیں خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام ۲۳۹۳

مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے مسیلمہ کذاب کو مراد لیا ہے جو رحمن یمامہ کہلاتا تھا تو یہ صحیح نہیں اسلئے کہ یہ سورت مکی ہے اور مسیلمہ کا واقعہ بہت بعد کا ہے +

سراج

۲۳۹۱ سراجا۔ سراج چراغ کو کہتے ہیں اور پھر ہر روشنی دینے والی چیز پر بولا جاتا ہے وجعل الشمس سراجا (نوح ۷۱-۱۶) (غ) اور سورج دن کا سراج ہے اور حدیث میں ہے عمرؓ سراج اھل الجنۃ یعنی عمر اہل جنت کے سورج ہیں کیونکہ انکے اسلام میں داخل ہونے سے اخفا اور خوف جاتا رہا اور لوگوں نے اسلام کو ظاہر کیا گویا آپ نے سورج کا کام دیا۔ اور سراج کے معنی سورج بھی ہیں وجعلنا سراجا وھاجا (النبا ۷۸-۱۳) وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا (الاحزاب ۳۳-۴۶) (ل) +

قمر

قمرا - چاند کو کہا جاتا ہے جب وہ حالت امتلا میں ہو اور یہ تیسری رات کے بعد ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ اسلئے ہے کہ وہ ستاروں کی روشنی کو ماند کر دیتا ہے (قمرت فلانا کے معنی ہیں خدعتہ) (غ) اور حدیث میں ہے کہ نبی صلعم نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا ھجان اقمر اور قمرا اقمر کے معنی ہیں نہایت سفید رنگ (ھجان = خوبرو یہ) اور چاند کو پہلی دو راتوں میں اور آخری دو راتوں میں ھلال کہا جاتا ہے اور اسکے سوائے باقی میں قمر (ل) +

آنحضرت شمس و قمر ہیں

جس خدا نے روشنی دینے والے اجرام اس عالم ظاہری میں بنائے ہیں اسی نے عالم روحانی میں بھی روشنی دینے والے بنائے ہیں اور انہی کی طرف یہاں اشارہ ہے کیونکہ آگے ذکر عباد الرحمن کا آتا ہے اور رسول اللہ صلعم کا نام سراج قرآن کریم میں آیا ہے اور اصحاب رسول کو نجوم حدیث میں کہا ہے اصحابی کالنجوم یعنی ستارے اور قمر بھی رسول اللہ صلعم ہی ہیں جیسے کہ اس آیت میں اشارہ ہے والشمس وضحٰھا والقمر اذا تلٰھا۔ اور قمر آپ کو اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ آپ کا نور نور خدا سے ہے نہ ذاتی اور شمس اس لحاظ سے کہ آپ کی روشنی دیگر انبیاء سے ممتاز ہو کر کل عالم پر محیط ہو گئی۔ اور یہ آیت اس انقلاب کیلئے بطور تمہید ہے جسکا ذکر آگے آتا ہے +

خلفۃ

۲۳۹۲ خلفۃ - اس حالت میں کہا جاتا ہے جب ہر ایک دوسرے کے پیچھے آئے (غ) مراد یہ ہے کہ جو نفل نماز رات کو رہ جائے اسے دن کو پورا کرے یا یہ کہ دن اللہ تعالیٰ کے صنائع و بدائع میں فکر کیلئے ہے اور رات شکر یعنی عبادت کیلئے۔ بیشتر حصہ عبادت کا رات میں ہی آتا ہے۔

سلام

۲۳۹۳ سلاما۔ سلام بمعنی سلامتی ہے اور فعل محذوف ہے یعنی ہم تم سے سلامتی چاہتے ہیں اور یا سلام صفت ہے اور مطلب ہے کہ سلامتی کا قول یعنی اصلاح کی بات یا اچھی بات +

آنحضرت کا پیدا کردہ انقلاب

اس آیت سے لیکر آخر تک صحابہ رضی اللہ عنہم کا نقشہ کھینچا ہے اور یہ مکہ کا آخری زمانہ ہے اور مدینہ کی تیاریاں ہیں اور ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ ان چند سال کے اندر اس ملک کے اندر جیسے انسانوں کی حالت چارپایوں کی سی تھی نبی کریم صلعم کی قوت قدسی نے اور قرآن کریم کی آیات پاک نے کتنا بڑا انقلاب پیدا کر دیا۔ ہر ایک نیکی جو یہاں گنی ہے وہ کسی پہلی بدی کے مقابل پر ہے

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا ۶۴ ۶۵

اور وہ جو رات بسر کرتے ہیں اس حال میں کہ اپنے رب کے آگے سجدہ کرنیوالے ہوں اور کھڑے ہوں [۲۳۹۴] اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا

عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ وَ ۶۶

عذاب پھیر دے کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانیوالا ہے بیشک وہ بُری قرارگاہ اور ٹھہرنے کی جگہ ہے اور

الَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○

[۲۳۹۵]

وہ جو جب خرچ کرتے ہیں نہ بیجا خرچ کرتے ہیں اور نہ (موقعہ پر) تنگی کرتے ہیں اور (انکا خرچ) اس (دو حالت) کے درمیان اعتدال پر ہے،

متکبرانہ روش کی جگہ انکسار جہالت کی جگہ سداد

جو عرب میں مروج تھی اور جس پر فخر کیا جاتا تھا اول ان کا انکساری سے چلنا ہے اور یہ انکی پہلی متکبرانہ روش کے مقابل پر ہے جب ہر ایک کے حقوق کو پامال کرنا انکا فخر تھا پھر فرمایا کہ جاہل انہیں کچھ بری بات کہیں تو وہ اس کا جواب برائی سے نہیں دیتے بلکہ جہالت کے مقابل میں سلامت روی اختیار کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلے ان کا یہ فخر تھا کہ جہالت کے مقابل پر اور زیادہ جہالت دکھاتے تھے جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے الا لا یجھلن احد علینا فنجھل فوق جھل الجاھلینا اور عباد الرحمن کا لفظ یہاں اس اشارہ کیلئے استعمال فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنی رحمانیت سے ایک نبی کو ان کے اندر مبعوث کرکے اور اپنا کلام نازل کرکے انہیں اس مقام پر پہنچایا ورنہ اپنی سعی سے وہ کچھ بھی نہ کر سکتے تھے۔

شراب خوری اور عیاشی کیجگہ محبت الٰہی

۲۳۹۴ اہل عرب راتوں کو شراب خوری ناچوں گانے بجانے میں صرف کرتے تھے جس طرح اہل یورپ آج کرتے ہیں یہ قرآن کی تعلیم کا اثر تھا کہ نہ صرف راتوں کی عیاشی کو چھوڑا بلکہ وہی راتیں اب عبادت الٰہی میں صرف ہونے لگیں۔ کتنا بڑا انقلاب ہے کیا آج یورپ میں بال اور سینما اور تھیئٹر کو دور کرکے کوئی انہیں تہجد خوان بنانے کا خیال دل میں لا سکتا ہے یہی وہ معجزہ ہے جو رسول اللہ صلعم نے عرب میں کرکے دکھایا۔ اس سے بڑھکر کسی شخص کے منجانب اللہ ہونے کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے وہ شراب پیکر عیاشی کرتے تھے اور شراب اور عیاشی چھڑا کر محبت الٰہی کی ایسی شراب پلائی (وسقٰھم ربھم شرابا طھورا) کہ ساری ساری رات عبادت الٰہی میں صرف کرتے تھے کہاں سے کہاں پہنچایا۔

معاصی میں خرچ کرنے بجائے طاعت میں خرچ کرنا سکھایا

۲۳۹۵ اسراف معاصی میں خرچ کرنا۔ قتر طاعت میں خرچ کرنے سے رکنا قوام وسط و عدل ہے (د) اسی لئے قوام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں خرچ کریں اور اسکے محارم میں خرچ کرنے سے رک جائیں پہلی حالت یہ تھی کہ بیجا رسوم و رواج میں۔ نمود کیلئے۔ عیاشی میں سب کچھ بھی لٹا دیتے تھے۔ بیکسوں غریبوں پر نیک کاموں میں جہاں نام نہ ہو بخل کرتے تھے۔ آج بھی مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔ غریب سے غریب آدمی جو رسم و رواج کے ماتحت اور نمود کیلئے خرچ کرنے لگتا ہے تو مکان اور جائداد بیچ کر سود پر روپیہ لیکر بھی امراء کی طرح خرچ کرتا ہے ایسے امیر آدمی سے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کیلئے کہو جہاں نمود نہ ہو تو ایسا ظاہر کرتا ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی غریب آدمی نہیں۔ مال تو خرچ ہوتا ہی ہے اس خرچ کو حالت اعتدال میں لانا ہی سب سے مشکل کام ہے آنحضرت صلعم کی قوت قدسی نے اس خوبی کو پیدا کرکے قوم کی طاقت کو برمحل لگا دیا۔

۶۸ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور وہ جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے قتل نہیں کرتے سوائے اس کے کہ انصاف چاہے

۶۹ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ

اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے وہ (اپنے) گناہ کی سزا پائیگا ۲۳۹۶ اس کیلئے قیامت کے دن دوچند عذاب ہوگا اور

۷۰ يَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ

وہ اسمیں ذلیل ہو کر رہیگا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے عمل کرتا رہا تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دیگا

۷۱ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝

اور اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے ۲۳۹۷ اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو وہ اللہ کیطرف (اچھا) رجوع کرتا ہوا پھر آتا ہے

اثام

۲۳۹۶ اثام۔ اور اثم کے ایک ہی معنی ہیں ۱۸۰ اور یہاں عذاب کو اثام کہا ہے اسلئے کہ اس کی وجہ سے عذاب آتا ہے اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ ان باتوں کا ارتکاب دوسرے گناہوں کے ارتکاب میں مبتلا کر دے گا (غ) اور اثام بمعنی عقوبت یا جزائے اثم بھی آتا ہے (ل)

شرک قتل زنا کی جگہ توحید باہم محبت اور غض بصر کا پیدا کرنا

یہاں ان تین باتوں کا ذکر کیا ہے جن میں عرب سب سے بڑھکر مبتلا تھے اور جن کی وجہ سے وہ نہایت ذلت کی حالت میں گرے ہوئے تھے یعنی شرک قتل۔ زنا۔ شرک کی حالت تو یہ تھی کہ بن تراشے پتھروں درختوں جانوروں تک کی پرستش کرتے تھے اور بت پرستی کی تو کوئی انتہا ہی نہ تھی ہر قبیلہ اپنا علیحدہ بت رکھتا تھا۔ تین سو ساٹھ بت خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے۔ کوئی کام نہ کرتے تھے جبتک فال نہ لیتے تھے۔ اس کی بجائے کیسی توحید پھیلائی کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ چھوڑا بلکہ آخری مرتبہ کمال توحید کا کہ حرص و ہوا کے اتباع سے انسان کو بھی ملے کرا دیا اور توحید کی آگ ان کے سینوں میں ایسی مشتعل ہوئی کہ اس کے پھیلانے کیلئے دنیا کے کناروں تک چلے گئے اور کوئی تکلیف خدا کی راہ میں انہیں تکلیف معلوم نہ ہوئی۔ قتل کی یہ حالت تھی کہ انسان کی زندگی کی قدر چڑیا کے برابر بھی نہ تھی۔ ادنٰے ادنٰے باتوں پر ایک دوسرے کو قتل کر دینا معمولی کام تھا۔ ذرا ذرا بات پر قوموں میں باہم جنگ چھڑتی تو سالہا سال تک ختم نہ ہوتی۔ رسول اللہ صلعم کے انفاس قدسی نے اس بلا سے نجات دی۔ زنا کی کثرت کی یہ حالت تھی کہ علانیہ شعروں میں زنا کرنے پر فخر کرتے اور زن و مرد کے ننگے تعلقات کو شعروں میں فخریہ بیان کرتے جس طرح آج اہل یورپ بجائے شعروں کے تصویروں میں انہیں ظاہر کرتے ہیں اور فخر سے ایسی تصویروں سے اپنے کمروں کو سجاتے ہیں اسی طرح اہل عرب فحش شعروں سے اپنی مجلسوں کی رونق بڑھاتے تھے۔ اس قوم کو درست کرنا ایسا ہی تھا جیسا آج ایک شخص اہل یورپ سے زناکاری چھڑا کر ان میں وہ قوت پیدا کر دے کہ دوسرے کی بی بی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں یہ وہ کام تھا جو محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی نے کیا۔

بدیوں کا نیکیوں میں بدلنا

سیئات اور حسنات سے مراد بدی اور نیکی کا ملکہ

۲۳۹۷ برائیوں کو نیکیوں میں بدل دینے سے کیا مراد ہے؟ یہ نہیں کہ اگر ایک شخص پہلے زنا کرتا رہا ہے تو توبہ سے زنا کی جگہ عبادت لکھ لی جاتی ہے گو بعض لوگوں نے یہ معنی بھی کرلئے ہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ کسی صورت میں درست نہیں۔ سیئات سے مراد یہاں بدی کی قوتیں یا ملکہ ہے اور حسنات سے مراد نیکی کی قوتیں یا ملکہ ہے (ل) اور مطلب یہ ہے کہ توبہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بدی کی جگہ نیکی کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ فطرت انسانی کا تقاضا ہے کہ جس طرح وہ اپنے آپ کو لگائے وہی خیالات اس پر غالب آنے شروع ہو جاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ ۷۳

اور وہ جو جھوٹ گواہی نہیں دیتے اور جب لغو پر گزرتے ہیں بزرگانہ طور پر گزرتے ہیں ۲۳۹۸ اور وہ کہ جب انہیں انکے رب کی آیتوں سے نصیحت کیجاتی

لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ۷۴

تو ان پر بہرا اور اندھے ہوکر نہیں گرتے اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیبیوں سے اور اپنی

ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا ۷۵

اولاد سے آنکھوں کی راحت عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا ۲۳۹۹ انہیں بلند مقام بدلہ میں دیا جائیگا اسلئے کہ انہوں نے

صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ ۷۶

صبر کیا اور اس میں انہیں دعا اور سلامتی ملے گی اسی میں رہینگے اچھی قرارگاہ اور ٹھہرنے کی

الربع

مُقَامًا ۝ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۷۷ ع

جگہ ہے کہو میرا رب تمہاری کچھ پروا نہیں کرتا اگر تمہاری دعا نہ ہو سو تم نے جھٹلایا پس (اس کی سزا) تمہارے لازم حال ہوگی ۲۴۰۰

جھوٹ کی جگہ سچ اور لغو کی جگہ مفید کام میں لگانا

۲۳۹۸ مروا باللغو مروا کراما کے معنی یوں بھی کئے ہیں کہ قبیح بات کو کنایۃً بیان کرتے ہیں صراحت سے نہیں اور یا یہ کہ جب لوگوں کو لغو میں مشغول پاتے ہیں تو انکے ساتھ شامل نہیں ہوتے (غ) خاص خاص آدمیوں کو چھوڑ کر عام حالت اہل عرب کی یہی تھی کہ انہیں جھوٹ کی کچھ پروا نہ تھی۔ وقت ضرورت جھوٹے معاہدے بھی کر لیتے تھے منافقوں کا کتنا بڑا گروہ تھا جو جھوٹ قسمیں کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلاتے تھے انکی جگہ ایسی صداقت کی محبت پیدا کی کہ جو روایت صحیح طور پر صحابی تک پہنچ جائے وہ جھوٹی نہیں اور لغو کہانیوں اور لغو شغلوں میں مبتلا قوم کو ایسے مفید کاموں میں لگایا کہ نہ صرف نیکی میں ہی دنیا کے رہبر ہوئے بلکہ ہر قسم کے علوم میں بھی کمال حاصل کیا اور فتح کے ساتھ نظم و نسق ملکی کو کمال تک پہنچایا ۔

اتقا کا کامل ترجمہ

۲۳۹۹ یہ انکی خواہش کہ ہمیں متقیوں کے امام بنا انکے کمال روحانی کے معراج کو ظاہر کرتی ہے یہی تڑپ نہیں کہ ہم متقی بنیں۔ بلکہ یہ ہے کہ ہم متقیوں کے امام بنیں یعنی جو لوگ ہم سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی ہمارے نمونہ کو دیکھکر متقی بنیں ۔

عبأ

۲۴۰۰ یعبؤا ۔ ماعبأت بہ کے معنی ہیں میں نے اس کی پروا نہ کی اور اس کی اصل عَبْءٌ ہے جسکے معنی ثقل ہیں (غ) ۔

مکذبوں کیلئے فرقان

یہاں بتایا کہ انسان جس قدر اپنا تعلق خدا سے پیدا کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکی عزت ہوتی ہے ورنہ مخلوق تو بہایم بھی ہیں۔ اسی تعلق باللہ کی طرف انہیں بلایا گیا تو انہوں نے تکذیب کی پس جب وہ عزت کے مقام کیطرف نہیں آتے تو فرقان کا دوسرا پہلو عذاب کا آتا ہے وہ آکر رہے گا۔ اسلئے کہ فرقان یہی ہے کہ نیکوں کو بلند مقام پر پہنچایا جائے اور بدوں کو بدی کی سزا دیجائے تاکہ دونوں میں کھلا کھلا فرق نظر آجائے اسلئے ماننے والوں کی حالت کا ذکر کرکے اور یہ بتا کر کہ وہ کس ذلیل حالت سے نکلکر کس بلند مقام پر پہنچے ہیں اب مکذبین کا ذکر کیا ہے کہ ان پر سزا آئے گی ۔

سورۃ الشعراء مکیۃ وھی مائتان وسبع وعشرون اٰیۃ واحد عشر رکوعًا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

نام

اس سورت کا نام الشعراء ہے اور اس میں گیارہ رکوع اور ۲۲۷ آیتیں ہیں اور اس کا یہ نام ٹ اس کے آخری رکوع سے لیا گیا ہے جہاں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے جس طرح پہلے انبیاء کو وحی ہوئی اسبات کی تردید کی ہے کہ یہ کہانت ہے یا شاعری ہے اور بتایا ہے کہ شعراء کی عامہ حالت کیسی ہوتی ہے اسی مناسبت سے اس کا نام الشعراء ہے +

خلاصہ مضمون

پہلے رکوع میں اسبات کا ذکر کرکے کہ آنحضرت صلعم کو کس قدر غم اس وجہ سے تھا کہ لوگ ایمان نہیں لاتے بتایا ہے کہ اسلام آخر کار کامیاب ہوگا اور لوگ اسلام لے آئینگے اور چونکہ شروع سورت میں مقطعات میں حضرت موسیٰ کی وحی کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اسلئے اسلام کی کامیابی کے متعلق آنحضرت صلعم کو تسلی دیکر پھر انبیاء کا ذکر بطور مثال کیا ہے ان میں مقدم حضرت موسیٰ کے ذکر کو کیا ہے اور یہ ذکر دوسرے تیسرے اور چوتھے رکوع میں چلتا ہے پانچویں رکوع میں حضرت ابراہیم کا ذکر ہے کیونکہ وہ حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلعم کے جد امجد ہیں۔ اور ہر دو سلسلے یعنی سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی انہیں سے چلتے ہیں اسکے بعد تاریخی ترتیب سے چھٹے رکوع میں حضرت نوح کا ساتویں میں حضرت ہود کا آٹھویں میں حضرت صالح کا۔ نویں میں حضرت لوط کا۔ دسویں میں حضرت شعیب کا ذکر ہے اور گیارھویں رکوع میں بتایا ہے کہ قرآن منجانب اللہ وحی ہے اور یہ کاہن یا شاعر کا کلام نہیں ہو سکتا +

تعلق

اس سورت اور اسکے بعد کی دو سورتوں کا مضمون قریبًا ملتا جلتا ہے تینوں میں زیادہ تر توجہ حضرت موسیٰ کے حالات کیطرف یا سلسلہ موسوی کیطرف دلائی ہے اور گو یہ ذکر تینوں سورتوں میں یکساں نہیں مگر تینوں میں حضرت موسیٰ کے ذکر کا خاتمہ فرعون کے غرق ہونے پر کیا ہے اور یہ حضرت موسیٰ کا فرقان تھا یوں سورۂ فرقان کے بعد فرقان موسیٰ کا ذکر کیا ہے اور اس میں بھی اصل مقصود نبی کریم صلعم کی کامیابی کا ذکر ہی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ سے آپکو خاص مشابہت ملتی جس کا ذکر توریت اور قرآن کریم دونوں میں صاف الفاظ میں ہے۔ چونکہ پچھلی سورت یعنی فرقان میں ان باتوں کی طرف توجہ دلائی تھی جو قرآن کریم اپنے متبعین کے اندر پیدا کرتا ہے تو ان تینوں سورتوں میں سلسلہ موسوی کا ذکر کرکے یہ بتایا ہے کہ ضرور ہے کہ یہ پیغام حق دنیا میں کامیاب ہو جسطرح حضرت موسیٰ کامیاب ہوئے اور مخالفین تباہ ہوں جس طرح حضرت موسےٰ کے مخالف تباہ ہوئے بلکہ اس شدید مشابہت کے لحاظ سے جو حضرت موسےٰ کو آنحضرت صلعم سے ہے ضرور تھا کہ تاریخ اسرائیل کے واقعات تاریخ اسلام میں دُہرائے جاتے اور ان تینوں سورتوں میں تاریخ اسرائیل کے انہی واقعات کا بالخصوص ذکر کیا ہے جو تاریخ اسلامی میں دُہرائے جانے والے تھے۔ چنانچہ اس سورت میں فرعون کے مقابلہ اور اس کی ہلاکت کو بالتفصیل بیان کیا ہے سورۃ النمل میں اس شان وشوکت کا ذکر کیا ہے جو آخرکار سلسلہ اسرائیل کو ملی۔ سورۃ القصص میں حضرت موسیٰ کی ہجرت کا ذکر ہے اور یہ تمام باتیں اسی طرح تاریخ اسلام میں دُہرائی گئیں +

زمانہ نزول

یہ تینوں سورتیں مکی ہیں اور غالبًا مکہ کے آخری ایام کی ہیں۔ بالخصوص اس مجموعہ کی آخری سورت میں جو ہجرت کے بعد مکہ میں واپس لانے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورتیں اس زمانہ کی ہیں جب ہجرت شروع ہو چکی ہے +

ع ۱ / ۵

اسلام کی آخری کامیابی کی پیشگوئی

طٰسٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا ۲ ۳

طورسینا پر موسیٰ (کی وحی پر غور کرو) ۲۴۰۱ یہ کھولکر بیان کرنیوالی کتاب کی آیتیں ہیں شاید تو اپنے آپکو ہلاک کردیگا کہ یہ ایمان نہیں

مُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا ۴

لاتے ۲۴۰۲ اگر ہم چاہیں ان پر آسمان سے ایک نشان اُتاریں توان کی گردنیں اس کے سامنے

خٰضِعِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝ ۵

جھک جائیں ۲۴۰۳ اور انکے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں

فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ ۶

انہوں نے توجھٹلا دیا پس انکے پاس اس کی خبریں آجائینگی جس سے وہ ہنسی کرتے تھے کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا

طٰسٓمّٓ

۲۴۰۱ طٰسٓمّٓ۔ یہ تین سورتوں کا ایک مجموعہ ہے یعنی سورہ شعراء اور قصص جو طٰسٓمّٓ سے شروع ہوتی ہیں اور نمل جو طٰس سے شروع ہوتی ہے۔ محمد بن کعب سے ہے کہ طا سے مراد ذی الطول ہے اور س سے قدوس اور م سے رحمٰن (د) لیکن اگر اسمائے الٰہی کا ان حروف کو قایم مقام سمجھا جائے تو س اور م سے مراد سمیع اور علیم ہو سکتا ہے جو دو اسماء اکثر اکٹھے آتے ہیں۔ لیکن جب ان تینوں سورتوں کے مضمون پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تینوں میں حضرت موسیٰ اور انکے سلسلہ کی طرف خصوصاً توجہ دلائی ہے جس سے نبی کریم صلعم کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے یعنی صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ وحی جو طورسینا پر موسیٰ پر نازل ہوئی قرآن کریم کیلئے بطور تمہید کے تھی۔ چنانچہ اس مضمون کو کھولکر اس مجموعہ کی آخری سورۃ القصص میں بیان کیا ہے اور اسکے پانچویں رکوع میں نہایت صفائی سے یہ ذکر کیا ہے اسلئے ان حروف میں اشارہ اسی وحی کیطرف معلوم ہوتا ہے جو طورسینا پر حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی اور طا سے مراد طور۔ س سے مراد سینا۔ م سے مراد موسیٰ ہے گویا فرمایا ہے کہ اگر اس کتاب کی صداقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس وحی پر غور کرو جو موسیٰ پر طورسینا پر نازل ہوئی +

مخالفین کی ہلاکت کی خبر سے آنحضرت صلعم کا غم

۲۴۰۲ آپکو نذیر کرکے بھیجا گیا۔ آپ کا فرض تھا کہ بتانے کہ بدی کا انجام دکھ ہے۔ قرآن کریم میں بار بار سخت وعید نازل ہوتے تھے۔ آپ انکو اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے پہنچاتے تھے۔ مگر دل غم سے بھرا ہوا تھا۔ اور تڑپ یہ تھی کہ کسی طرح یہ ایمان لائیں اور نیک بنیں تاکہ عذاب ٹل جائے یہی آپکی تڑپ تھی جس نے آخر اس قوم کا سر اسلام کے سامنے جھکا دیا یہی خوشخبری ہے جو اگلی آیت میں دی گئی ہے وہ آیت مخالفت کی کمر ہمت کا ٹوٹ جانا تھا جسکے بعد عرب کی گردنیں اسلام کے آگے جھک گئیں +

عنق۔ اعناق

۲۴۰۳ اعناق۔ عُنُق کی جمع ہے گردن اسکے معنی ہیں الزمناہ طائرہ فی عنقہ (بنی اسرائیل ۱۷۔۱۳) فطفق مسحا بالسوق والاعناق (ص ۳۸۔۳۳) اور سا اشراف قوم کو بھی اعناق کہتے ہیں اور یہی معنی یہاں ہیں (غ) اور یہ اسی طرح ہے جیسے وجوہ بڑے آدمیوں کو کہدیتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے یعنی مراد اس سے اشراف قوم ہیں کہ اعناق کیلئے خاضعین آیا ہے اور اگر اعناق کے عام معنی بھی لئے جائیں تو مراد پھر بھی اصحاب اعناق ہیں کیونکہ جب گردنیں جھکیں تو گردنوں والے ہی جھکے (ل) ابن جریر میں بھی یہ قول موجود ہے کہ اعناق سے مراد سادات اور بڑے ہیں

خضوع

خاضعین خَضَعَ (مصدر خُضُوع) کے معنی ہیں جُھک گیا۔ فرمانبردار ہوا اور خَضَعَ الرجل کے معنی ہیں عورت نے کلام میں ملائمت کا خاص انداز اختیار کیا اور یعنی ایسا انداز جس سے مرد کو عورت کیطرف رغبت پیدا ہو فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض (الاحزاب ۳۳۔۳۲)

۸ كَمْ اَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

اس میں ہم نے کتنے ہر قسم کے عمدہ جوڑے اُگائے ہیں ۲۴۰۴ یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں سے اکثر ایمان

۹ ۱۰ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ

لانیوالے نہیں اور تیرا رب یقیناً وہی غالب رحم کرنے والا ہے ۲۴۰۵ اور جب تیرے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ

ع ۲ / ۶
بعثت موسیٰ اور فرعون سے گفتگو

۱۱ ۱۲ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّىْٓ اَخَافُ

ظالم قوم کے پاس جا فرعون کی قوم (کے پاس) کیا وہ تقویٰ اختیار نہیں کرینگے اس نے کہا میرے رب میں ڈرتا ہوں

۱۳ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝

کہ وہ مجھے جھٹلا دیں اور میرا سینہ تنگ ہو جائے اور میری زبان نہ چلے ۲۴۰۶ تو ہارون کی طرف (میری مدد کیلئے) پیغام بھیج

۱۴ ۱۵ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ

اور وہ میرے ذمے ایک قصور دھرتے ہیں سو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں ۲۴۰۷ کہا ہرگز نہیں سو دونوں ہماری آیتوں کے ساتھ جاؤ ہم تمہارے ساتھ

۱۶ ۱۷ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝

سننے والے ہیں سو فرعون کے پاس دونوں جاؤ اور کہو ہم جہانوں کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں ۲۴۰۸ کہ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے

کریم

ہر چیز کے ازواج پیدا کرنے میں نشان

۲۴۰۴ کریم۔ ہر شے سے اشرف کو کہا جاتا ہے اور مراد یہاں منفعت والی اشیاء ہیں کہ ان سب کے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں اور اگلی آیت میں جو فرمایا کہ زمین میں ہر قسم کے ازواج پیدا کرنے میں بھی ایک نشان ہے تو وہ نشان صرف یہی نہیں کہ انسان سب سے اشرف ہے وہ اپنے آپ کو کیوں ذلیل کر رہا ہے بلکہ اس کی تصریح دوسری جگہ فرمائی ہے ومن کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ففروا الی اللہ (الذٰریٰت ۵۱: ۴۹ و ۵۰) یعنی جب ہر چیز کے ازواج ہیں یہانتک کہ سما اور ارض بھی دو زوج ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے تو انسان کے اندر جو قوی دیگر حیوانات سے بڑھکر رکھے گئے ہیں ان کا نشو و نما صحیح طریق پر بغیر کسی زوج سے تعلق کے کیونکر ہو سکتا ہے اور اس صورت میں یہ تعلق باللہ ہے جو انسان کے قوائے روحانی کی نشو و نما کرتا ہے یہی وہ نشان ہے جس کی طرف یہاں اشارہ کیا ہے۔ اور اسی لئے اگلے رکوعوں میں انبیاء کا ذکر کر کے جو تعلق باللہ پیدا کرتے ہیں اور ان کی کامیابی کا ذکر کر کے یہ لفظ ہر بار دُہراتے ہیں +

مخالفین کے مغلوب کیے جانے کے بعد رحم کی خوشخبری

۲۴۰۵ ان دو صفات کے انتخاب میں یہ اشارہ ہے کہ مخالفین حق پر اللہ غالب آتا ہے مگر نہ انکی بیخکنی کے لئے بلکہ ان پر رحم کرنے کیلئے اس میں رسول اللہ صلعم کو تسلی دی ہے کہ آپ ان لوگوں کیلئے زیادہ غم نہ کریں اللہ تعالیٰ غلبہ کے بعد ان سے رحم کا معاملہ کرے گا +

طلق - انطلاق

۲۴۰۶ ینطلق۔ طَلْقُ اللسان فصیح کو کہتے ہیں اور انطلاق کے معنی سرعة الذھاب ہیں یعنی تیز چلنا (ل) +

۲۴۰۷ یہ قصور قبطی کا قتل تھا جس کا مفصل ذکر سورہ قصص میں ہے اور یہاں بھی آگے کچھ ذکر آتا ہے یہ مطلب نہیں کہ واقعی قصور کیا تھا بلکہ یہ کہ ان کا دعویٰ میرے خلاف ایسا ہے +

۲۴۰۸ دوسری جگہ ہے انا رسولا ربك (طٰہٰ ۲۰: ۴۷) یہاں واحد اختیار کیا ہے یعنی ہم میں سے ہر ایک رسول ہے اور رسول کا استعمال

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ ۱۸ ۱۹

(فرعون نے) کہا کیا ہم نے تیری اپنے اندر بچپن سے پرورش نہیں کی اور تو ہمارے اندر اپنی عمر کے (کئی) سال رہا اور تو نے اپنا وہ فعل کیا

الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ ۝ فَفَرَرْتُ ۲۰ ۲۱

جو تو نے کیا اور تو ناشکرگزاروں میں سے ہے کہا میں نے اسے اس حال میں کیا جبکہ میں ناواقفوں میں سے تھا ۲۴۰۹ سو میں تم سے

مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ ۲۲

بھاگ گیا جب میں تم سے ڈرا سو میرے رب نے مجھے فہم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں سے بنایا اور یہ وہ نعمت ہے

تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ قَالَ رَبُّ ۲۳ ۲۴

جسے تو مجھ پر جتاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا ہے ۲۴۱۰ فرعون نے کہا اور جہانوں کا رب کون ہے کہا آسمانوں

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ۝ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ۝ ۲۵

اور زمین کا رب اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو (فرعون نے) انہیں جو اس کے اردگرد تھے کہا کیا تم سنتے نہیں

قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ۝ ۲۶ ۲۷

(موسیٰ نے) کہا تمہارا رب اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب (فرعون نے) کہا تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یقیناً مجنون ہے ۲۴۱۱

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ ۲۸

(موسیٰ نے) کہا مشرق اور مغرب کا رب اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اگر تم عقل سے کام لو

واحد جمع میں یکساں بھی ہو جاتا ہے +

ضال — ۲۴۰۹ پچھلی آیت میں کافر سے مراد کافر نعمت ہے اور یہاں ضال سے مراد جاہل ہے اور عرب جہل الطریق اور ضل الطریق ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں (ج) اور جاہل سے مراد اس فعل کے نتیجہ سے ناواقف ہے کیونکہ آپکا ارادہ قتل تو نہ تھا بلکہ صرف مکا مارنا تھا فوکزہ موسیٰ (القصص ۲۸-۱۵) اور یہ انہیں کس طرح خبر ہو سکتی تھی کہ ایک مکے سے ایک شخص مر جائے گا۔ اور اگلی آیت میں جو خفتکم فرمایا تو مطلب یہ ہے کہ تمہارے ظلم کا خوف تھا اسلئے کہ جو شخص مارا گیا وہ قبطی تھا اور دوسری قوم کی وجہ سے حضرت موسیٰ کو کوئی توقع نہ تھی کہ آپکے ساتھ اس معاملہ میں انصاف ہوگا +

تعبید — ۲۴۱۰ عبّدت کے معنی ہیں اسے عبد یعنی غلام بنا لیا (غ) یعنی ایک میرے پالنے کا تم احسان جتاتے ہو اور ساری قوم کو تم نے غلام بنا رکھا ہے +

۲۴۱۱ مجنون اسلئے کہا کہ حضرت موسےٰ نے اس کی بات کی پروا نہ کر کے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا ذکر جاری رکھا۔ اور یوں بھی انبیاء کو بوجہ اس جوش کے جو انہیں حق کیلئے دیا جاتا ہے کہ وہ بالمقابل کسی طاقت کی پروا نہیں کرتے دنیا کے لوگ مجنون سمجھتے ہیں

۲۹ ۳۰ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ ۝ قَالَ أَوَلَوْ

(فرعون نے) کہا اگر تو میرے سوائے کوئی دوسرا معبود بنائیگا پس یقیناً تجھے قیدیوں میں سے بناؤں گا کہا بھلا اگر میں

۳۱ ۳۲ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُبِينٍ ۝ قَالَ فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَأَلْقَىٰ

تیرے پاس کوئی کھلی چیز لے آؤں؟ کہا تو وہ لے آ اگر تو سچوں میں سے ہے پس اپنا

۳۳ ۳۴ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ۝ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ۝ قَالَ

عصا ڈالا تو وہ ناگہاں کھلا اژدہا تھا ۱۲۲۱ اور اپنا ہاتھ نکالا تو وہ دیکھنے والوں کیلئے سفید تھا (فرعون نے) اپنے

ع ۳ / ۱۸

حضرت موسیٰ اور ساحروں کا مقابلہ

۳۵ لِلْمَلَإِ حَوْلَهُ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ

اردگرد کے سرداروں کو کہا یہ علم والا جادوگر ہے چاہتا ہے کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دے

۳۶ ۳۷ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝ يَأْتُوكَ

سو تم کیا حکم دیتے ہو انہوں نے کہا اسے اور اسکے بھائی کو مہلت دے اور شہروں میں نقیب بھیج دے وہ ہر ایک

۳۸ ۳۹ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ ۝ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ۝ وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ

علم والے جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں سو جادوگر ایک مقرر دن کے وعدے پر جمع ہوگئے اور لوگوں کو کہا گیا کیا تم

۴۰ ۴۱ مُجْتَمِعُونَ ۝ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا

جمع ہوگے شاید ہم جادوگروں کی پیروی کریں اگر وہ غالب ہوں سو جب جادوگر آگئے انہوں نے فرعون

۴۲ لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝

سے کہا کیا ہمارے لئے کچھ اجر ہے اگر ہم غالب رہیں کہا ہاں اور تم اس صورت میں مقربوں میں سے ہوگے

۴۳ ۴۴ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ

موسیٰ نے ان سے کہا ڈالو جو تم ڈالنے والے ہو سو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں کہا فرعون کی عزت

۴۵ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ۝ فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝

کی قسم ہم ضرور غالب ہونگے تب موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا سو ناگہاں وہ نگلنے لگا جو وہ جھوٹ بناتے تھے۔

ثعبان

۱۲۲۱ ثعبان۔ ثعب پانی یا خون جاری کیا اور ثعبان بہت موٹے اور لمبے سانپ کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک نر سانپ (لوذی) [illegible]

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ ٤٦ ٤٧ ٤٨

پس جادوگر سجدہ کرتے ہوئے گر گئے انہوں نے کہا ہم جہانوں کے رب پر ایمان لائے موسیٰ اور ہارون کے رب (پر)

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ ٤٩

(فرعون نے) کہا تم اس پر ایمان لائے قبل اسکے کہ میں تمہیں اجازت دوں، یقیناً یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو تم

تَعْلَمُوْنَ ۥ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ

جان لوگے میں تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں مخالف طرفوں سے کاٹ دوں گا اور میں تم سب کو صلیب

اَجْمَعِيْنَ ۝ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۚ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا ٥٠ ٥١

دیدونگا انہوں نے کہا کچھ ہرج نہیں ہم اپنے رب کیطرف لوٹنے والے ہیں ۲۴۱۲ ہم آرزو رکھتے ہیں کہ ہمارا رب

رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ ٥٢

ع ١٧ ٨ — حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کی فرعون سے نجات

ہماری خطائیں ہمیں بخشدے کہ ہم پہلے ایمان لانیوالے ہیں اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کولے جا

اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ٥٣ ٥٤

کیونکہ تمہارا پیچھا کیا جائیگا تو فرعون نے شہروں میں نقیب بھیجے کہ یہ تھوڑی سی

لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝ ٥٥ ٥٦

ذلیل جماعت ہے ۲۴۱۳ اور وہ ہمیں غصہ میں لانیوالے ہیں اور ہم ایک محتاط جماعت ہیں ۲۴۱۴

ضیر — ۲۴۱۲ ۔ضیر۔ کے معنی مضرت ہیں (غ) ان تمام امور پر پہلے مفصل بحث گزر چکی ہے +

شرذمة — ۲۴۱۳ شرذمة ایک منقطع ہوئی ہوئی جماعت (غ)، یا تھوڑی جماعت اور ثیاب شراذم پرانے پھٹے ہوئے کپڑوں کو کہتے ہیں (ل) (شراذم جمع شرذمة ہے)، اور کہا گیا ہے کہ شرذمة سفلہ یا خسیس لوگوں کو کہتے ہیں (ر) اور چونکہ قلیل کا لفظ موجود ہے اسلئے یہی آخری معنی ٹھیک معلوم ہوتے ہیں اور ثیاب شراذم کا محاورہ انکی تائید کرتا ہے +

جمیع — ۲۴۱۴ جمیع۔ جمع اور جمیع اور جماعة کے ایک ہی معنی ہیں۔ سب کے سب +

فرعون کا بنی اسرائیل کو تباہ کرنے کا آخری فیصلہ — اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو بالکل تباہ کردینے کی ٹھان لی تھی اسی لئے وہ کہتا ہے کہ ہم محتاط لوگ ہیں یعنی قبل اسکے کہ بنی اسرائیل ہماری برابری کا دعویٰ کریں اور معزز بن جائیں ہمیں ان کا کام تمام کردینا چاہیے۔ دوسری جگہ ہے ونری فرعون وھامان وجنودھما منہم ما کانوا یحذرون (القصص ۲۸ - ۶) غصہ دلانے سے مراد یہ ہے کہ ہم بڑے لوگ ہیں یہ ایک ماتحت اور ذلیل قوم ہو کر جب ہماری برابری کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہمیں غصہ آتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہاں وحی کا ذکر پہلے ہے تو وحی اور چیز ہے اور بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنا اور چیز ہے یہ مطلب نہیں کہ بنی اسرائیل مصر سے نکل پڑے تو فرعون نے شہروں میں نقیب بھیجے۔ بلکہ

٥٧ ٥٨ ٥٩ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ كَذٰلِكَ ۚ وَاَوْرَثْنٰهَا

سو ہم نے انہیں باغوں اور چشموں سے نکال دیا اور خزانوں اور عزت والے مقام سے اسی طرح (کیا)، اور ان چیزوں کا وارث

٦٠ ٦١ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۭ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى

بنی اسرائیل کو کر دیا ٢٤١٥ سو انہوں نے سورج نکلتے انکا پیچھا کیا پس جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا موسٰی کے ساتھیوں نے کہا

٦٢ ٦٣ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۚ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى

ہم یقیناً پکڑے گئے (موسٰی نے) کہا ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے رستہ دکھائیگا سو ہم نے موسٰی کیطرف وحی کی

٦٤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۚ وَ

کہ اپنے عصا سے سمندر کو مار پس وہ پھٹ گیا اور ہر ایک فرق ایک بڑے تودہ کیطرح تھا ٢٤١٦ اور

٦٥ ٦٦ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۚ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۚ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۭ

وہیں ہم دوسروں کو قریب لائے اور ہم نے موسٰی کو اور جو اسکے ساتھ تھے ان سبکو نجات دی پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا

٦٧ ٦٨ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانیوالے نہیں اور تیرا رب یقیناً وہی غالب رحم کرنیوالا ہے

مطلب صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسٰی کو بذریعہ وحی پہلے سے اطلاع دیدی تھی کہ اب فرعون ایسا کام کرنے والا ہے کہ سوائے اس کے کہ بنی اسرائیل کو رات کو پوشیدہ طور پر نکال لیا جائے اور چارہ نہیں +

٢٤١٥ اورثنھا سے مراد ہے کہ باغوں اور خزانوں کا وارث ۔ نہ فرعون کے باغوں اور خزانوں کا ۔ اسلئے کہ جب وہ غلامی سے نکلکر آزاد ہو گئے تو باغ اور خزانے اور عزت کا مقام مل گیا ۔ اور بعض نے یہ مراد لی ہے کہ حضرت سلیمان کے زمانہ میں مصر پر بنی اسرائیل قابض ہو گئے ۔

اضرب بعصاك البحر — ٢٤١٦ اضرب بعصاك البحر کے معنی کیلئے دیکھو اضرب بعصاك الحجر پہلا ٨٨ علاوہ اس معنی کے جو ترجمہ میں ہیں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اپنے عصا کے ساتھ سمندر میں چل پڑ ۔ یا اپنی جماعت کے ساتھ چل پڑ ۔ اسکی تائید دوسری آیت سے ہوتی ہے فاضرب لھم طریقا فی البحر یبسا (طٰه ٢٠ ۔ ٧٧) +

انفلق — انفلق کے لئے دیکھو ٣٠ اور صبح کے نمودار ہونے پر بھی فلق بولا جاتا ہے کیونکہ تاریکی سے روشنی الگ ہو جاتی ہے سمندر کا پھٹنا بھی ہے کہ پانی ہٹ کر پیچھے ہو گیا +

فرق ۔ فرقة — فرق ۔ فِرق الگ ہونے ہوئے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے ۔ اور فِرقَة اس جماعت کو جو باقی لوگوں سے الگ ہو جائے (غ) اور

فریق — فِرق کے معنی قسم بھی ہیں اور لوگوں کے ایک گروہ کو بھی کہتے ہیں (ل) ، اور فریق بھی اس جماعت کو کہتے ہیں جو دوسروں سے الگ ہو فریق فی الجنة وفریق فی السعیر (الشوریٰ ٤٢ ۔ ٧) +

طود — طور ۔ طود بڑے پہاڑ کو بھی کہتے ہیں اور پشتہ یا تودہ کو بھی اور ایک شعر میں اونٹوں کی کوہانوں کو اطواد کہا گیا ہے (ل) ، اور طود

ع ۴ (حاشیہ: حضرت ابراہیم)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۞ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۞ قَالُوْا نَعْبُدُ ۶۹ ۷۰ ۷۱

اور ان پر ابراہیم کی خبر پڑھ ۲۱۴۱ جب اس نے اپنے بزرگ اور اپنی قوم سے کہا تم کسکو پوجتے ہو انھوں نے کہا ہم بتوں کو

اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۞ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۞ اَوْ ۷۲ ۷۳

پوجتے ہیں اور اسی کی عبادت میں لگے رہینگے کہا کیا یہ تمہاری (بات) سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو یا

يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۞ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۞ ۷۴

تمہیں فائدہ پہنچاتے ہیں یا نقصان دیسکتے ہیں انہوں نے کہا بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا

قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۞ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۞ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ ۷۵ ۷۶

کہا کیا تم دیکھتے ہو کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو تم اور تمہارے پہلے باپ دادا تو وہ میرے لئے

لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۞ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۞ ۷۷ ۷۸ ۷۹

دشمن ہیں لیکن جہانوں کا رب (ایسا نہیں) ۲۱۴۱۸ وہ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی مجھے ہدایت دیتا ہے اور وہ جو مجھ کو کھاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے

کا بڑا ہونا طود ہونے کے لحاظ سے ہے سب پہاڑوں میں بڑا ہونا مراد نہیں (رغ) +

(حاشیہ: بارہ رستوں کا بیان بے بنیاد ہے) سمندر میں حضرت موسیٰ کو رستہ ملنے کے متعلق مفصل ۳۳ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں سے مفسرین نے بارہ رستے نکالے ہیں حالانکہ یہاں بارہ کا ذکر نہیں نہ کسی حدیث میں ہے اور کل فرق سے مراد پانی کے قطعات بھی ہو سکتے ہیں اور دونوں فریق یا جماعتیں بھی ہو سکتی ہیں اور اس دوسری صورت میں مراد یہ ہوگی کہ فرعون کے پہنچتے پہنچتے بنی اسرائیل سمندر کو عبور کر گئے اور سمندر کے دونوں کناروں پر یہ دونوں جماعتیں بڑے تودہ کی طرح نظر آنے لگیں اور ازلفنا ثم الاخرین سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر فرعون نے وہی رستہ لیا جس پر بنی اسرائیل چلے تھے۔ (حاشیہ: نپولین کا واقعہ عبور قلزم) نپولین بونا پارٹ کی لائف میں میں نے ایک واقعہ پڑھا ہے بعینہ بحیرہ قلزم کے اسی مقام پر جب جوار بھاٹے کی وجہ سے سمندر پیچھے ہٹا ہوا تھا۔ غروب آفتاب کے قریب نپولین اپنے ساتھیوں سمیت داخل ہوا ادھر تاریکی شروع ہوئی ادھر پانی چڑھنا شروع ہوا یہاں تک کہ رستہ ملنا محال ہو گیا آخر نپولین نے چاروں طرف چند آدمی روانہ کئے اور جدھر جدھر پانی گہرا ہوتا گیا اس طرف سے رخ ہٹا کر اس جانب کا رخ کیا جدھر پانی کم ہوتا چلا گیا اگر یہ تجویز نہ سوجھتی تو لشکر سمیت غرق ہو جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ جوش تعاقب میں فرعون نے چڑھاؤ کے وقت کا خیال نہ کیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کیلئے اعجازی طور پر سمندر نے رستہ دیدیا اور فرعونی وہاں غرق ہو گئے +

۲۱۴۱۷ اس سورت میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ کا ذکر کیا کیونکہ اصل مقصود وہی ہے جیسا کہ طسم کی تشریح میں دکھایا گیا ہے اسکے بعد حضرت ابراہیم کا ذکر ہے اسلئے کہ حضرت ابراہیم میں حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلعم ملتے ہیں اسکے بعد چند انبیاء کا ذکر کیا جو عرب کے اردگرد آئے جنکے دشمنوں کو ہلاک کیا گیا اور وہ ترتیب تاریخی سے ہے یعنی اول نوح۔ پھر ہود۔ پھر صالح۔ پھر لوط۔ پھر شعیب +

۲۱۴۱۹ حضرت ابراہیم کا بتوں کو دشمن کہنا اس لحاظ سے تھا کہ وہ بت پرستی کو مٹانے آئے تھے +

۸۰ ۸۱ ۸۲ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ۝ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ

اور جب میں بیمار ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے اور وہ جو مجھے ماریگا پھر مجھے زندہ کرے گا اور وہ جو میں اُمید رکھتا ہوں کہ میری

۸۳ ۸۴ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۝ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۝ وَاجْعَلْ لِي

خطائیں جزا و سزا کے دن معاف کریگا [2419] میرے رب مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے صالح لوگوں کے ساتھ ملا اور میرے لئے پچھلوں

۸۵ ۸۶ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ۝ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝ وَاغْفِرْ

میں سچائی کا ذکر چھوڑ [2420] اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں کر اور میرے بزرگ

۸۷ ۸۸ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ۝ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

کو معاف فرما وہ گمراہوں میں سے ہے اور مجھے اس دن رسوا نہ کیجیو جس دن لوگ اُٹھائے جائیں جس دن مال کچھ نفع

۸۹ ۹۰ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝

نہ دیگا اور نہ بیٹے سوائے اسکے جو سلامتی والے دل کے ساتھ اللہ کے حضور آئے [2421] اور جنت متقیوں کیلئے قریب کیا جائیگا

۹۱ ۹۲ ۹۳ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ۝ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۝ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور دوزخ گمراہوں کیلئے ظاہر کیا جائے گا اور انہیں کہا جائیگا وہ کہاں ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے اللہ کو چھوڑ کر

۹۴ ۹۵ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ۝ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ۝ وَجُنُودُ

کیا وہ تمہاری مدد کرسکتے ہیں یا (اپنے لئے) مدد طلب کرسکتے ہیں تو وہ اور گمراہ کرنے والے اس میں اوندھے منہ ڈالے جائینگے [2422] اور ابلیس کے

۹۶ ۹۷ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ۝ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ۝ تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

لشکر سب کے سب کہینگے اور وہ اس میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہونگے اللہ کی قسم ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے

2419 خطیئۃ کا لفظ وسیع ہے دیکھو 105 پس کر جو غلطی ہو جاتے وہ بھی اس میں داخل ہے حالانکہ وہ گناہ نہیں۔ اس قسم کی غلطی (عصمت) انبیاء کے منافی نہیں بلکہ تقاضائے بشریت ہے۔ اسی معنی میں حضرت مسیح نے کہا تھا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے نیک سوائے خدا کے کوئی نہیں کیونکہ ہر بشر سے غلطی ہو سکتی ہے + *(حاشیہ: خطاء منافی عصمت نہیں)*

2420 آخرین سے مراد یہاں بعض کے نزدیک آخری اُمت ہے (د) یعنی خاتم النبیین کی اُمت جسکے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ درود شریف میں حضرت ابراہیم کا ذکر اسی طرف اشارہ کرتا ہے +

2421 سلیم۔ تمام آفات باطنی سے محفوظ۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کے بچاؤ اور نجات کیلئے مال اور اولاد کام نہیں آئینگے مگر قلب سلیم کام آئیگا + *(حاشیہ: سلیم)*

2422 کبکبوا۔ کبّ کسی چیز کا منہ کے بل گرانا ہے فکبت وجوھھم فی النار (النمل ۲۷: ۹۰) اور اکباب یہ ہے کہ عمل پر کسی شخص کا منہ اوندھا رہے *(حاشیہ: کبّ۔ مکبّ)*

إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ وَمَآ أَضَلَّنَآ إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ۝ فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ ۝ ٩٨ ٩٩ ١٠٠

جب ہم تمہیں جہانوں کے رب کے برابر کرتے تھے ٢٤٢٣ اور ہمیں سوائے مجرموں کے اور کسی نے گمراہ نہیں کیا پس ہمارے لئے کوئی سفارش کرنیوالا نہیں

وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ۝ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۖ ١٠١ ١٠٢ ١٠٣

اور نہ کوئی غم کھانیوالا دوست ہے سو کاش اگر ہمارے لئے لوٹ کر جانا ہو تو ہم مومنوں میں سے ہو جائیں یقیناً اس میں نشان ہے

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ كَذَّبَتْ قَوْمُ ١٠٤ ١٠٥

ع ٦ ١٨ ١١ — حضرت نوح

اور ان میں سے اکثر ایمان لانیوالے نہیں اور تیرا رب یقیناً وہی غالب رحم کرنے والا ہے نوح کی قوم نے

نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ ١٠٦ ١٠٧

رسولوں کو جھٹلایا جب انکے بھائی نوح نے ان سے کہا کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے میں تمہارے لئے رسول

أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا ١٠٨ ١٠٩

امین ہوں سو اللہ کا تقویٰ کرو اور میری فرمانبرداری کرو اور میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر صرف

عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ۝ قَالُوٓا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ۝ ١١٠ ١١١

جہانوں کے رب پر ہے سو اللہ کا تقویٰ کرو اور میری فرمانبرداری کرو انہوں نے کہا کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں اور تیرے پیرو ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں

قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلٰى رَبِّي ۖ لَوْ تَشْعُرُونَ ۝ ١١٢ ١١٣

اس نے کہا اور مجھے کیا علم ہے وہ کیا کرتے ہیں ان کا حساب صرف میرے رب پر ہے کاش تم سمجھو

كُبْكِبَة — افمن يمشي مُكبًا على وجهه (الملک ٦٧ - ٢٢) اور کبکبۃ کسی چیز کا گہرائی میں پھینکنا ہے (غ) اور اس کی حقیقت لغت میں یہ ہے کہ انکباب یعنی اوندھا پھینکنے کو بار بار کیا جانے (ل)۔

ابلیس کے لشکر — یہاں تین گروہ ہیں ھُم۔ غاوٗن۔ جنود ابلیس (جو اگلی آیت میں مذکور ہیں) ظاہر ہے کہ آخری لفظ سے شیاطین کا گروہ مراد ہے جو بدی کے محرک ہیں۔ اور غاوی یا گمراہ کرنے والے لوگ سردار ہیں جو دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور ھم سے مراد انکے متبعین ہیں جنود ابلیس کے لفظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر انسان کے لئے ابلیس کی کوئی الگ ہستی ہے اور یہ حدیث کے مطابق ہے۔ اور یہاں بتوں کے آگ میں ڈالنے کا کوئی ذکر نہیں۔

٢٤٢٣ اوپر کے نوٹ سے ظاہر ہے کہ یہ جنہیں رب العالمین کے برابر بنانے کا ذکر ہے وہی انکے گمراہ کنندہ ہیں کیونکہ انکے احکام کو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرح مانتے تھے۔

١١٤ ١١٥ ١١٦ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ

اور میں مومنوں کو حقیر سمجھ کر ہانکنے والا نہیں ہوں[٢٤٢٤] میں صرف کھول کر ڈرانیوالا ہوں انہوں نے کہا اے نوح اگر تو نہ رکا

١١٧ ١١٨ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ

تو تو ضرور ان میں سے ہوگا جو سنگسار کئے جاتے ہیں اس نے کہا اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے سو میرے اور انکے درمیان کھلا

النصف

١١٩ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ

فیصلہ کرا دے مجھے اور انہیں جو مومنوں میں سے میرے ساتھ ہیں نجات دے سو ہم نے اسے اور انہیں جو اسکے ساتھ تھے بھری ہوئی کشتی

١٢٠ ١٢١ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

میں نجات دی[٢٤٢٥] پھر اسکے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں سے اکثر ایمان

١٢٢ ١٢٣ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ كَذَّبَتْ عَادُ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ع ١٨ — حضرت ہود

لانیوالے نہیں اور تیرا رب یقیناً وہی غالب رحم کرنے والا ہے عاد نے رسولوں کو جھٹلایا

١٢٤ ١٢٥ ١٢٦ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا

جب انکے بھائی ہود نے ان سے کہا کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے میں تمہارے لئے رسول امین ہوں سو اللہ کا تقویٰ

١٢٧ اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْــَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ

کرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر اجر نہیں مانگتا میرا اجر صرف جہانوں کے

١٢٨ ١٢٩ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝

رب پر ہے کیا تم ہر اونچی جگہ پر بلند عمارت بناتے ہو عبث کام کرتے ہوئے[٢٤٢٦] اور کاریگری کے کام بناتے ہو کہ شاید تم ہمیشہ رہو گے[٢٤٢٧]

طرد — **٢٤٢٤** طارد۔ طَرْد۔ استخفاف کرکے یعنی حقیر سمجھ کر دھتکار دینا اور دور کر دینا ولا تطرد الذین (الانعام ۔ ٥٢) (غ) ۔

شحن — **٢٤٢٥** مشحون۔ شَحْن کے معنی ہیں کشتی کا بھرنا اور اسکے سامان کا تیار کرنا (ل) اور شَحْناء اس دشمن کو کہتے ہیں جس سے نفس بھر جائے (غ)

ریعة / نمود کیلئے یادگار بنانا — **٢٤٢٦** ریع رِیْعَة کی جمع ہے ہر ایک اونچی جگہ جو دور سے نظر آئے (غ) اور رستہ اور وادی بھی اسکے معنی کئے گئے ہیں (ج) آیة یہاں بلند عمارت کو کہا ہے معلوم ہوتا ہے یہ بلند عمارتیں صرف بڑے بڑے آدمیوں کی یادگاروں کے طور پر بنائی جاتی تھیں۔ اسی لئے انکو آیة یا نشان کہا ہے اور انکی غرض صرف اپنے نام کی بڑائی اور نمود تھی ۔

مصانع مصنعة — **٢٤٢٧** مصانع صنع ٩٦ مَصَانِع سے مراد ہو جو وہ بناتے تھے اور اعلیٰ درجہ کے مکانوں کو بھی مصانع کہتے ہیں (غ) اور مَصْنَعَة اور مِصْنَع حوض کو کہتے ہیں یا تالاب بند وغیرہ کو جس میں بارش کا پانی جمع کیا جائے اور عمارتوں کو جو لوگ بنائیں اور محلات کو بھی اور مَصَانِع

وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲

اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو ظالمانہ پکڑتے ہو[۲۴۲۸] سو اللہ کا تقوی کرو اور میری اطاعت کرو اور اسکا تقوی کرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری مدد کی جو

تَعْلَمُونَ ۝ أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ۝ وَجَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵

تم جانتے ہو چارپایوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی ہے اور باغوں اور چشموں سے میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب (کے آنے) سے

يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُن مِّنَ الْوَاعِظِينَ ۝ إِنْ هَٰذَا ۱۳۶ ۱۳۷

ڈراتا ہوں انہوں نے کہا ہمارے لئے برابر ہے خواہ تو وعظ کرے یا وعظ کرنے والوں میں سے نہ ہو یہ اور کچھ نہیں

إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۱۳۸ ۱۳۹

مگر پہلوں کا (بنایا ہوا) جھوٹ ہے[۲۴۲۹] اور ہم عذاب نہیں دیئے جائینگے سو انہوں نے اسے جھٹلایا پس ہم نے انہیں ہلاک کر دیا یقیناً اس میں نشان ہے

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۝ ۱۴۰ ۱۴۱

اور ان میں سے اکثر ایمان لانیوالے نہیں اور تیرا رب یقیناً وہی غالب رحم کرنیوالا ہے ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا

ع ۸ (۱۶) ۱۳ — حضرت صالح

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴

جب انکے بھائی صالح نے ان سے کہا کیا تم تقوی اختیار نہیں کرتے میں تمہارے لئے رسول امین ہوں سو اللہ کا تقوی کرو

وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ ۱۴۵

اور میری فرمانبرداری کرو اور میں تم سے اسپر کچھ اجر نہیں مانگتا میرا اجر صرف جہانوں کے

الْعَالَمِينَ ۝ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ۝ ۱۴۶

رب پر ہے کیا تم ان چیزوں میں جو یہاں ہیں امن میں چھوڑ دیئے جاؤ گے

جمع ہے (۱) اور مفسرین کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں بعض بڑی بڑی عمارات مراد لیتے ہیں بعض قلعے۔ بعض محلات بعض پانی کے تالاب۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ یہ لفظ ان سب پر حاوی ہے اور وسیع معنی میں ہی لیا جا سکتا ہے اور اعلیٰ درجہ کی کاریگری کے کام بڑی عمارات ہوں یا قلعے یا پانی کے تالاب کوئی معیوب امر نہیں۔ بلکہ معیوب یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بالکل بھول گئے اور انہی چیزوں کو اپنی طاقت کا اصل موجب سمجھا۔ اسلئے فرمایا کہ یہ چیزیں تم کو باقی نہیں رکھ سکتیں اگر خدا کو منظور نہ ہو۔

۲۴۲۸ بطشتم۔ بَطْشٌ حملہ کرکے کسی چیز کا لینا ہے ولقد انذرھم بطشتنا (القمر ۵۴-۳۶) یوم نبطش البطشۃ الکبری (الدخان ۴۴-۱۶)

۲۴۲۹ خُلُق خَلْق جہاں جہاں کلام کے وصف میں استعمال کیا گیا ہے تو اس سے مراد کذب یعنی جھوٹ ہے۔ اور اسی لئے بہت سے لوگوں نے لفظ خَلْق کے قرآن کریم پر اطلاق سے منع کیا ہے اور اسی معنی میں یہاں لفظ خُلُق ہے اور اسی معنی میں اختلاق ہے ان ھذا الا اختلاق

بطش — خلق خلق کا اطلاق قرآن پر منع ہے — خلق۔ اختلاق

١٤٧ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ ١٤٨ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۝ ١٤٩ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ

(یعنی) باغوں اور چشموں میں اور کھیتیوں اور کھجوروں (میں) جن کا خوشہ نفیس ہے ۲۴۳۰ اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھر

بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۝ ١٥٠ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ ١٥١ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ ١٥٢ الَّذِيْنَ

تراش لیتے ہو ۲۴۳۱ سو اللہ کا تقویٰ کرو اور میری فرمانبرداری کرو اور حد سے بڑھنے والوں کی بات کو نہ مانو جو

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝ ١٥٣ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝

زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے انہوں نے کہا تو صرف کھانے پینے آدمیوں میں سے ایک ہو ۲۴۳۲

١٥٤ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ١٥٥ قَالَ

تو کچھ نہیں مگر ہماری طرح ایک انسان ہو سو کوئی نشان لا اگر تو سچوں میں سے ہو کہا

١٥٦ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

یہ اونٹنی ہو اسکے لئے (اسکے) پانی کا حصہ ہو اور تمہارے لئے ایک معلوم وقت پانی کا حصہ ہو ۲۴۳۳ اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا

١٥٧ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝

ورنہ تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا پس انہوں نے اسے مار ڈالا پھر پشیمان ہوئے

١٥٨ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

سو انہیں عذاب نے آ پکڑا یقیناً اس میں ایک نشان ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے

١٥٩ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

والے نہیں اور تیرا رب یقیناً وہی غالب رحم کرنے والا ہو

(ص - ۷) (ق) اور خُلُق اور خُلْق طبیعت یا صورت باطنی کے وصف کو بھی کہتے ہیں لعلیٰ خلق عظیم (القلم - ۴) (ل) اور اسلئے اس کے معنی عادت بھی کئے گئے ہیں (ج) +

هضیم — ۲۴۳۰ هضیم - دیکھو ۲۱۰۶ اسکے معنی مفسرین نے لطیف اور کثرت پھل سے جھکا ہوا بھی کئے ہیں (ر)

فرِہ - فارہ — ۲۴۳۱ فارهین - فرِہ کے معنی اِتْرانا ہیں یعنی اترانے والا اور یہی معنی فارِہ کے ہیں اور حاذق بھی معنی کئے گئے ہیں (غ) +

مُسَحَّر — ۲۴۳۲ مسحّر کیلئے دیکھو ۱۸۳۹ عام معنی جادو کیا گیا بھی ہیں مگر یہاں ابن جریر نے ابن عباس سے مخلوق معنی کرکے اسی کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ ہر ایک کھانیوالے پر انسان ہو یا چارپایہ مسحّر بول دیا جاتا ہو +

شرب — ۲۴۳۳ شرب - شِرب پینے کا حصہ ہو کل شرب محتضر (القمر ۵۴ - ۲۸) (غ) شرب یوم معلوم سے مراد مقرر وقت پانی

ع ١٦ ١٣ حضرت لوط

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي ١٦٠ ١٦١ ١٦٢

لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا جب انکے بھائی لوط نے ان سے کہا کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے میں

لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ١٦٣ ١٦٤

تمہارے لئے رسول امین ہوں سو اللہ کا تقویٰ کرو اور میری فرمانبرداری کرو اور میں تم سے اسپر کوئی اجر نہیں مانگتا

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ وَتَذَرُونَ ١٦٥ ١٦٦

میرا اجر صرف جہانوں کے رب پر ہے کیا تم تمام جہان سے (الگ) مردوں کے پاس جاتے ہو[2434] اور چھوڑتے ہو

مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ۝ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ ١٦٧

جو تمہارے رب نے تمہارے لئے بیبیاں پیدا کی ہیں بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو انہوں نے کہا اے لوط اگر تو باز نہ آیا

لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ۝ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ۝ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي ١٦٨ ١٦٩

تو تجھے نکال دیا جائے گا اس نے کہا میں تمہارے عمل سے سخت بغض رکھنے والوں سے ہوں[2435] میرے رب مجھے اور میرے اہل کو اس سے نجات دے

مِمَّا يَعْمَلُونَ ۝ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ۝ ١٧٠ ١٧١

جو یہ عمل کرتے ہیں[2436] سو ہم نے اسے نجات دی اور اسکے اہل کو سب کو سوائے ایک بڑھیا کے (جو) پیچھے رہنے والوں سے[2437] تھی

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ۝ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ۝ ١٧٢ ١٧٣

پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے انپر مینہ برسایا سو ان کا مینہ برا تھا جو ڈرائے گئے

پینا ہو گویا وہ معلوم ہو اور یوم سے مراد یہاں عام ہو یعنی وقت ۔ یوم معلوم سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کے لئے مقرر تھا اور ایک دن ساری قوم کیلئے اور اونٹنی اپنی باری میں سارے شہر کا پانی پی جاتی تھی ۔ یہ کہیں قرآن شریف میں ذکر نہیں بلکہ کل شراب محتضر (القمر ۵۴ ۔ ۲۸) سے معلوم ہوتا ہو کہ چشمہ ایک معین وقت پر کھلتا تھا کیونکہ یہ پہاڑی ملک تھا اور بارش کی کمی سے ایسے مقامات پر پانی کیلئے وقت مقرر کرنا پڑتا ہو) اور مطلب یہ تھا کہ اونٹنی کو پانی پینے سے روکا نہ جائے ۔

2434 اگر من العالمین کو ذکران کے ساتھ پڑھا جائے تو معنی یوں ہونگے کہ عالمین یعنی خدا کی مخلوق میں سے بجائے عورتوں کے پاس جانیکے تم مردوں کے پاس جاتے ہو ۔ اور اگر من العالمین کو تاتون سے متصل کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ تم ایک ایسا طریق اختیار کرتے ہو جو کسی قوم نے نہیں کیا یعنی مردوں کے پاس جاتے ہو ۔

2435 قالین قلی شدت بغض کو کہتے ہیں ۔ ما ودعک ربک و ما قلی (الضحیٰ ۹۳ ۔ ۳) (غ) اور قالی بغض رکھنے والا ۔

2436 یعنی انکے اعمال کے بد نتائج سے مجھے اور میرے ساتھیوں کو محفوظ رکھ ۔

2437 عجوز سے مراد انکی بی بی ہو دوسری جگہ ہو الا امراتہ (الاعراف ۔ ۸۳) اور اہل میں انکے اہل بیت اور پیرو سب شامل ہیں ۔

۱۷۴، ۱۷۵ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں اور تیرا رب یقیناً وہی غالب رحم

۱۷۶، ۱۷۷ الرَّحِيمُ ۝ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا

کرنے والا ہے بن کے رہنے والوں نے رسولوں کو جھٹلایا جب شعیب نے ان سے کہا کیا تم

(ع ۱۰ / ۱۶ — حضرت شعیب)

۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰ تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ

تقویٰ اختیار نہیں کرتے میں تمہارے لئے رسول امین ہوں سو اللہ کا تقویٰ کرو اور میری فرمانبرداری کرو اور میں اس پر تم سے کوئی اجر

۱۸۱ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝

نہیں مانگتا میرا اجر صرف جہانوں کے رب پر ہے پیمانہ پورا دیا کرو اور کم دینے والوں میں سے نہ ہو

۱۸۲، ۱۸۳ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ

اور ٹھیک ترازو سے تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے

۱۸۴، ۱۸۵ مُفْسِدِينَ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ۝ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ۝

نہ پھرو اور اس کا تقویٰ کرو جس نے تمہیں اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا ۲۴۳۸ انہوں نے کہا صرف تو ان آدمیوں میں سے ایک ہے

۱۸۶، ۱۸۷ وَمَا أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِن نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ

اور تو کچھ نہیں مگر ہماری طرح ایک انسان ہے اور ہم تجھے یقیناً جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں سو ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا

۱۸۸ السَّمَاءِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

گرا دے اگر تو سچوں میں سے ہے اس نے کہا میرا رب خوب جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو ۲۴۳۹

۱۸۹ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝

سو انہوں نے اسے جھٹلایا پس بادل والے دن کے عذاب نے انہیں آپکڑا وہ بڑے دن کا عذاب تھا

۲۴۳۸ جبلة: جَبَلَ اللہُ کے معنی ہیں اللہ نے اسے خاص طبیعت پر پیدا کیا اور اسی سے جِبِلَّۃ ہے اور ذُو جِبِلَّۃٍ بڑے جسم والے کو کہتے ہیں اور جِبِلٌّ بہت بڑی جماعت کو کہتے ہیں ولقد اضل منکم جبلا کثیرا (یٰس ۳۶: ۶۲) اور بعض نے جِبِلٌّ کو جِبِلَّۃ کی جمع کہا ہے (غ) اور راغب الجبلة الاولین کے معنی کرتے ہیں وہ لوگ جو اپنے احوال پر جن پر وہ بنائے گئے مجبول تھے اور ان رستوں پر مجبول تھے جن پر وہ چلائے گئے۔

(حاشیہ: جبلة، جِبِلٌّ)

۲۴۳۹ یعنی جب تمہارے عمل اس حد کو پہنچ جائیں گے جس پر سزا کا آنا ضروری ہے تو سزا بھی آجائے گی +

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ ۱۹۰ ۱۹۱

یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانیوالے نہیں اور تیرا رب یقیناً وہی غالب رحم

الرَّحِيمُ ۝ وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴

ع ۱۱ ۱۰ ۳ — قرآن کا منجانب اللہ ہونا اور الزام کہانت و شاعری کا جواب

کرنیوالا ہے اور یہ جہانوں کے رب کیطرف سے اتارا ہوا ہے جبریل امین اسے لیکر اترتا ہے تیرے دل پر

لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ۝ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ۝ ۱۹۵ ۱۹۶

تاکہ تو ڈرانیوالوں میں سے ہو ۲۴۴۰ کھولکر بیان کرنے والی عربی زبان میں ۲۴۴۱ اور وہ یقیناً پہلوں کے صحیفوں میں (موجود) ہے ۲۴۴۲

أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ ۱۹۷ ۱۹۸

کیا ان کیلئے یہ نشان نہیں کہ بنی اسرائیل کے عالم اسے جانتے ہیں ۲۴۴۳ اور اگر ہم اسے عجمیوں میں سے

بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ۝ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ ۱۹۹

کسی پر اتارتے اور وہ اسے ان پر پڑھتا اس پر کبھی ایمان نہ لاتے ۲۴۴۴

۲۴۴۰ دیکھو ۱۲۳ ۔ اور روح الامین سے مراد جبرائیل ہونے پر ۱۱ مضمون کو رکوع اول کے مضمون کی طرف لوٹایا ہے اور بتایا ہے کہ جس قدر ذکر درمیان میں انبیاء کا ہوا یہ سب مثال کے طور پر اور نبی کریم صلعم کی تسلی کیلئے ہے اور وہی کام جو ان رسولوں کے ایک ایک کرکے سپرد کیا گیا وہ سب کام آپکے سپرد کیا گیا جب وہ کامیاب ہوئے تو آپ کیوں کامیاب نہ ہونگے +

کلام الٰہی الفاظ میں نازل ہوا

۲۴۴۱ یہ لفظ بڑھائے ہیں تاکہ اول یہ معلوم ہو کہ رسول اللہ صلعم کے قلب پر قرآن کے نازل کرنے سے یہ مراد نہیں کہ اسکے معانی آپکے قلب پر نازل ہوگئے تھے بلکہ الفاظ اترے ہیں اور دوسرے اس میں اشارہ حضرت موسیٰ کی اور دیگر ان پیشگوئیوں کی طرف ہے جن میں ایک نبی کے عرب میں آنے کا ذکر تھا۔ اور یوں اس آیت کا تعلق پچھلی آیات سے بھی ہے اور اگلی آیت سے بھی جس میں یہ ذکر ہے کہ قرآن کریم کی پیشگوئیاں سب پہلے صحیفوں میں تھیں +

پہلے صحیفوں میں آنحضرتؐ کے متعلق پیشگوئیاں

۲۴۴۲ پہلوں کے صحیفوں میں موجود ہونے سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلعم کی پیشگوئیاں پہلی کتابوں میں موجود ہیں (ج) اور یہ خیال کہ صرف بعض صحیفوں میں یہ پیشگوئیاں ہیں صحیح نہیں بلکہ آپکی پیشگوئیاں تو کل انبیاء نے کیں۔ ہاں جس طرح بعض کے صحیفے ہی دنیا سے نابود ہوگئے بعض میں سے یہ پیشگوئیاں بھی جاتی رہیں مگر اب تک بھی بالخصوص مجموعہ بائبل ان پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے +

۲۴۴۳ علمائے بنی اسرائیل کا بالخصوص ذکر کیا ہے اسلئے کہ جس قدر پیشگوئیاں بائبل میں ہیں اور کسی کتاب میں نہیں۔ علمائے بنی اسرائیل انہیں جانتے تھے اب بھی جانتے ہیں خواہ ایمان لائیں یا نہ لائیں۔ بعض ان میں سے ایمان بھی لائے جیسے ہمارے نبی کریم صلعم کی زندگی میں عبداللہ بن سلام۔

عربی میں قرآن کا نزول

۲۴۴۴ اسلئے کہ یہ حکمت الٰہی کے خلاف تھا جس حکمت کے مطابق پیشگوئیوں میں بھی اس کا عربی ہونا ظاہر کیا جاچکا تھا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا آخری کلام چونکہ ہر قسم کی خوبیوں کو کیا ظاہری اور کیا باطنی اپنے اندر جمع کرنیوالا تھا اس لئے اس کے لئے زبان بھی عربی ہی ہوسکتی تھی جو ان خوبیوں کو اپنے اندر جمع کرسکے فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے کوئی زبان عربی کو نہیں پہنچتی اور جس قدر اسکے الفاظ میں معانی جمع ہوجاتے ہیں دوسری کسی زبان اس کی متحمل نہیں ہوسکتی +

۲۰۰ ۲۰۱ كَذَٰلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ

اسی طرح ہم نے اسے مجرموں کے دلوں میں داخل کیا ہے وہ اس پر ایمان نہیں لاتے یہاں تک کہ دردناک عذاب کو

۲۰۲ ۲۰۳ الْأَلِيمَ ۝ فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ۝

دیکھ لیں ۲۴۴۵ سو وہ ان پر اچانک آجائیگا اور وہ محسوس بھی نہ کرتے ہونگے تب کہینگے کیا ہمیں مہلت دی جائے گی

۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝ أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ۝ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا

تو کیا ہمارے عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں تو کیا تو نے دیکھا اگر ہم انہیں سالوں تک فائدہ اٹھانے دیں پھر انکے پاس وہ آجائے جس کا انہیں

۲۰۷ ۲۰۸ يُوعَدُونَ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمَتَّعُونَ ۝ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا

وعدہ دیا جاتا ہے تو جو سامان انہیں ملا تھا انکے کسی کام نہ آئیگا اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اسکے لئے

۲۰۹ ۲۱۰ مُنْذِرُونَ ۝ ذِكْرَىٰ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ ۝

ڈرانیوالے تھے یاد دلانے کیلئے اور ہم ظالم نہیں ہیں اور شیطان اسے لیکر نہیں اترے

۲۱۱ ۲۱۲ وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ ۝

اور یہ انکے مناسب حال نہیں اور نہ وہ کر سکتے ہیں وہ یقیناً وحی الٰہی کے سننے سے دور کردیئے گئے ہیں ۲۴۴۶

مع

۲۴۴۵ مجرم وہ ہے جس نے جناب الٰہی سے قطع تعلق کرلیا۔ اور حق کے مقابلہ پر کھڑا ہوگیا۔ ایسے شخص کو کوئی دلیل کام نہیں دیتی اسلئے جو شخص مجرم بنتا ہے اسکے لئے یہی قانون الٰہی ہے کہ سوائے عذاب دیکھنے کے ایمان نہیں لاتا۔

مجرم عذاب دیکھکر ایمان لاتے ہیں

۲۴۴۶ نبی کریم صلعم کو مفتری کہنے والے بہت ہی کم سیاہ باطن تھے کیونکہ وہ آپکے حالات سے واقف تھے اور آپکی راستبازی اور نیکی کا ان میں شہرہ تھا۔ آج بھی یہی حال ہے کہ دشمنوں میں سے سینکڑوں بھی نہیں جو آپکے حالات کا سرسری علم رکھتے ہوئے بھی آپ کو مفتری کہہ سکیں حتّٰی کہ عیسائی پادری بھی اپنا رویہ بدلتے جارہے ہیں۔ اس وقت بھی آپ پر دو ہی بڑے اعتراض تھے اور آج بھی وہی دو ہیں۔ ما ھو بقول شاعر قلیلًا ما تؤمنون ولا بقول کاھن (الحاقۃ ۶۹۔ ۴۱ و ۴۲) آج مہذب عیسائیوں کی نئی سے نئی تصانیف کو اٹھا کر دیکھو تو بڑا زور اسبات پر ہے کہ جیسے عرب میں کاہن تھے اور کہانت کا رواج تھا جسکی جگہ آج سپرچویلزم نے لی ہوئی ہے ویسے ہی محمد رسول اللہ صلعم تھے۔ اسی کہانت کے الزام کی تردید ہی ان الفاظ میں ہے وما تنزلت بہ الشیاطین۔ یہ تو دعویٰ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مضامین ایسے ہیں کہ نہ ہی یہ کاہنوں کے موزون حال ہے اور نہ انکی طاقت میں ہے۔ موزون حال تو اسلئے نہیں کہ کہانت کو نیکی اور راستبازی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ عموماً ان لوگوں کی زندگیاں ملوث ہوتی ہیں لیکن قرآن کریم میں سارا زور نیکی اور راستبازی اور تقوٰی پر دیا گیا ہے اور اسی لئے اس سورت میں بالخصوص جملہ انبیاء کی تعلیم کے اس حصہ پر زور دیا گیا ہے کہ لوگ تقوٰی اختیار کریں اور کہ نبی ان سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور یہ دونوں باتیں وہ ہیں جو کاہن میں نہیں پائی جاتیں کاہن اپنے لئے کہانت کو کمائی کا ذریعہ بھی بناتے ہیں اور وہ تقوٰی نیکی اور راستبازی پر کبھی زور نہیں دیتے کیونکہ اگر وہ

آنحضرت صلعم پر دو بڑے اعتراض

نبوت اور کہانت میں مابہ الامتیاز

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝ ۲۱۳ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ ۲۱۴

سو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہ پکار ورنہ تو عذاب پانے والوں میں سے ہوگا اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو

الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۲۱۵ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ ۲۱۶

ڈرا ۲۴۴۷ اور اپنے بازو کو اس کیلئے نیچا کردے جو مومنوں میں سے تیری پیروی کرتا ہے سو اگر یہ تیری نافرمانی کرتے ہیں تو کہہ دے میں بری ہوں

مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ ۲۱۷ الَّذِیْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ ۲۱۸

جو تم عمل کرتے ہو اور غالب رحم کرنیوالے پر بھروسہ رکھ ۲۴۴۸ جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے

ایسا کریں تو انکے پاس کوئی نہ آئے اور تیسری بات جس پر اس سورت میں زور دیا گیا ہے وہ رسول کا امین ہونا ہے یعنی اسکی پہلی زندگی بھی اعلیٰ درجہ کی راستبازی کی ہوتی ہے صرف کاہن نہیں بلکہ شاعر بھی ان باتوں سے خالی ہوتا ہے وہ طالب اجر ہوتا ہے اور کم سے کم واہ واہ کا خواہاں ہوتا ہے اس کی پہلی زندگی ایسی نہیں ہوتی کہ وہ امین کہلا سکے اشعار کا بھی نیکی اور راستبازی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

شیاطین فرشتوں کا کلام نہیں سن سکتے

عن السمع لمعزولون میں بتایا کہ ناپاک لوگ تو اس پاک کلام کو سن بھی نہیں سکتے ایک ناپاک قلب پر اس کا نزول کیونکر ہو سکتا ہے یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیاطین ملاء اعلیٰ کی باتوں کو سن نہیں سکتے نہ استراق کے طور پر نہ کھلے طور پر۔

آنحضرت کا اپنے اقرباء کو ڈرانا

۲۴۴۷ عشیرۃ کیلئے دیکھو ۶۳۰ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے پکارا یاصفیۃ بنت عبد المطلب یا فاطمۃ بنت محمد یا بنی عبد المطلب انی لا املک لکم من اللہ شیئا (ج)۔ صفیہ آپکی پھوپھی تھیں اور فاطمہ صاحبزادی تو آپنے انہیں اور بنی عبد المطلب کو خطاب کرکے فرمایا کہ میں اللہ کیطرف سے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور بخاری میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم صفا پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے پکارنا شروع کیا اے بنی فہر۔ اے بنی عدی۔ اور قریش کے مختلف بطنوں کو پکارتے رہے یہانتک کہ سب جمع ہو گئے اور جو شخص خود نہ آسکا اس نے اپنی طرف سے ایک آدمی بھیج دیا تاکہ وہ دیکھے کہ کیا معاملہ ہے ابولہب بھی آیا اور قریش بھی تو آپنے فرمایا بتاؤ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو تم میری بات کو سچ مان لوگے انہوں نے کہا ہاں ہمارا ہمیشہ کا تجربہ آپکے متعلق یہی ہے کہ آپ سچ بولتے ہیں فرمایا تو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے ہے تو ابولہب نے کہا تجھ پر ہمیشہ بربادی ہو کیا اس بات کیلئے تو نے ہمیں اکٹھا کیا تھا۔ یہ ابن عباس کی روایت ہے اور ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ آپنے بنی عبد مناف اور عباس اور صفیہ اور فاطمہ کو پکار کر کہا کہ میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا اور یہ بھی بخاری میں ہے۔

اس سے آپکی صداقت پر دلیل

اس انذار میں بھی ایک حکمت تھی کیونکہ انسان کے قریبی سب سے بڑھکر اسکے حال کو جانتے ہیں اسلئے انکو ڈرانا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کا آپکے ساتھ ہو جانا یہانتک کہ شعب ابی طالب میں کل بنی ہاشم کا آپکے ساتھ قید کی سختی کو برداشت کرنا بتاتا ہے کہ جو لوگ آپسے قریب ترین تعلقات رکھتے تھے وہ سب سے بڑھکر آپکی صداقت کے معترف تھے۔

کامیابی کی بشارت

۲۴۴۸ یہاں انہی دو صفات الٰہی کا اعادہ کیا ہے جو ہر نبی کے ذکر کے آخر میں لائے گئے تھے اور عزیز و رحیم پر توکل میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب بھی کریگا اور اپنے رحم سے لوگوں کو ایمان کی توفیق بھی دیگا اگر خدا کے کلام پر ایمان ہو تو آج یہی بشارت ہمارے لئے بھی ہے۔

٢١٩ ٢٢٠ ٢٢١ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِينَ ۝ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ

اور سجدہ کرنیوالوں میں تیرے بدلتے رہنے کو (دیکھتا ہے) [2449] ہاں وہ سننے والا جاننے والا ہے کیا میں تمہیں بتاؤں شیطان

٢٢٢ ٢٢٣ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِينُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيمٍ ۝ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُونَ ۝

کس پر اُترتے ہیں وہ ہر جھوٹ بنانیوالے گنہگار پر اُترتے ہیں [2450] وہ کان لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں [2451]

٢٢٤ ٢٢٥ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَّهِيمُونَ ۝

اور (رہے) شاعر انکی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں [2452]

تقلب فی الساجدین سے مراد

ف ٢٤٤٩ تقلب کے لئے دیکھو ف ٥٩٤ آنحضرت کے تقلب فی الساجدین کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جب آپ نمازیوں میں امامت کراتے ہیں تو آپکے مختلف حالات رکوع سجود وغیرہ کو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے (ج) اور مراد یہ ہے کہ جو لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور رکوع اور سجود اور قیام میں گڑگڑاتے ہیں وہ انہیں اس حالت میں نہیں چھوڑیگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ساجدین سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں (ج) اور مراد یہ ہے کہ جس طرح پہلے انبیاء کے مختلف حالات کو جو انہیں تبلیغ میں پیش آتے تھے دیکھتا تھا اسی طرح آپکے حالات کو بھی دیکھتا ہے اور آپ کو کامیاب کریگا اور ابن عباس سے ایک معنی مروی ہیں التنقل فی اصلاب ہم حق ولا نہ ادہ یعنی نیک لوگوں کی

آنحضرت کے والدین

پشتوں میں آپ کا منتقل ہوتے رہنا یہانتک کہ آپکی ماں نے آپکو جنا یعنی آپ کے آباؤ اجداد ساجدین میں سے تھے اور اس سے آپکے والد اور والدہ کے مومن ہونے پر استدلال کیا گیا ہے (ر) +

شیاطین کا تعلق

ف ٢٤٥٠ یہاں بتا دیا کہ شیاطین کا تعلق تو انسان کی زندگی سے ظاہر ہو جاتا ہے جن لوگوں کا شیاطین سے تعلق ہو وہ جھوٹ بولتے اور اور ہر قسم کے گناہوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ بتاتا ہے کہ آپکا تعلق سرچشمہ قدوسیت سے تھا +

القائے سمع سے مراد

ف ٢٤٥١ یلقون السمع یعنی شیطانوں کیطرف کان لگاتے ہیں اور کان لگانے سے مراد یہ ہے کہ ان کی طرف ان کا سخت میلان ہوتا ہے اسلئے وہ شیاطین سے مختلف باتیں سیکھتے رہتے ہیں (ر) اور ایسے لوگوں کی ظاہری علامت یہ بتائی کہ وہ صادق القول نہیں ہوتے بلکہ عام معاملات میں بھی جھوٹ بولتے رہتے ہیں اور فرشتوں سے شیاطین کا باتیں سننا اوپر کی آیت کے صریح خلاف ہے +

ھائم ۔ ھیم

ف ٢٤٥٢ یھیمون ۔ ھائم وہ ہے جو سخت پیاسا ہو اور اس کی جمع ھِیم ہے فشاربون شرب الھیم (الواقعۃ ۔ ٥٥) اور ھُیام پیاس کی بیماری ہے جو اونٹ کو لگ جاتی ہے اور اسکے ساتھ اسے مثال دی جاتی ہے جو سخت عشق میں مبتلا ہو جائے اور فی کل واد یھیمون

ھام

کے معنی ہیں کہ ہر نوع کے کلام میں پھرتے رہتے ہیں کبھی مدح میں غلو کرتے ہیں کبھی مذمت میں اور ھام کے معنی ہیں وہ زمین میں نکل گیا اور اس کا عشق سخت ہو اور وہ پیاسا ہو (غ) +

شاعر اور نبی میں مابہ الامتیاز

ان آیات میں اس دوسرے الزام کا جواب دیا ہے کہ یہ شاعر ہے پہلی بات یہ بتائی ہے کہ جو لوگ شاعروں کے متبع ہوتے ہیں وہ حق سے دور پڑے ہوئے ہوتے ہیں انکو نیکی اور راستبازی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اسکے برخلاف نبی کے پیرووں میں نیکی سے محبت حق کی خاطر دکھ اور تکلیفیں اُٹھانا ایسی باتیں ہیں جو شاعر اور نبی میں کھلا کھلا فرق کر دیتی ہیں اور ایک موٹی عقل کا انسان بھی اس بین فرق کو دیکھ سکتا ہے عملاً جو نیکی کی تحریک دنیا میں نبی قایم کرتا ہے وہ ایک ایسا موٹا نشان ہے جو اسکے غیر میں نہیں پایا جاتا کسی محض شاعر نے نیکی کی اس قسم کی تحریک دنیا میں پیدا نہیں کی دوسری بات جو بطور مابہ الامتیاز نبی اور شاعر میں بتائی ہے وہ یہ ہے کہ شاعر لوگ ہر وادی میں گشت لگاتے رہتے ہیں کسی کی مدح پر اُترے تو آسمان و زمین کے قلابے ملا دیئے کسی کی بدگوئی شروع کی تو دنیا کے سارے

وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا ۲۲۷

اور کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں سوائے انکے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ہیں اور اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں

وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

اور اسکے بعد جو انپر ظلم کیا گیا مدد چاہتے ہیں اور جو ظالم ہیں جان لینگے کہ کون سی پھرنے کی جگہ پھر کر جاتے ہیں

عیب اس میں جمع کر دیئے ۔ نبی کی تعلیم ان باتوں سے پاک ہوتی ہے اسے کسیکی مدح و ذم سے کوئی تعلق نہیں ۔ اسکے سامنے ایک خاص مقصد ہوتا ہے اور اس کی ساری تعلیم اسی مقصد پر زور دینے کیلئے ہوتی ہے اور اسکی ساری جد و جہد اسی کو حاصل کرنے کیلئے ہوتی ہے ۔ تیسری بات کا ذکر اگلی آیت میں ہے شاعر یقولون ۔ لا یفعلون کا مصداق ہوتے ہیں کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں اس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ خدا کی طرف سے جو لوگ آتے ہیں وہ جو کچھ دوسروں کو کرنے کیلئے کہتے ہیں خود بھی کر کے دکھاتے ہیں وہ نیکی کی تعلیم اگر منہ سے دیتے ہیں تو ان کی اپنی زندگی بھی اس نیکی کا مجسم نمونہ ہوتی ہے ان تین موٹے نشانات کے ہوتے ہوئے ہر ایک شخص نبی اور شاعر میں فرق کر سکتا ہے ۔ اول تو وہ ہر قسم کی باتیں کہتے رہتے ہیں ۔ شاعر کو صرف نیکی سکھانے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا پھر اگر وہ کوئی اچھی بات کہتے بھی ہیں تو خود اس پر عمل نہیں کرتے ۔

مومن شاعر

اگلی آیت میں مومنوں کو مستثنے کیا ہے یعنی مومن اگر شعر بھی کہے تو وہ ان باتوں کا مصداق نہیں ہوتا بلکہ کسی امر حق کا اظہار اشعار میں کرتا ہے و انتصروا من بعد ما ظلموا میں اشارہ یہ ہے کہ جب انہیں بہت برا کہا جاتا ہے تو وہ بھی کبھی مدافعت کے طور پر ظالموں کے عیوب کا ذکر اشعار میں کر دیتے ہیں ۔ اور یہ ضرورت مسلمانوں کو مدینہ میں پیش آئی حالانکہ یہ سورت مکی ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ شعر کہنا منع نہیں اور مومن بھی شاعر ہو سکتا ہے مگر اس کی شاعری عام شاعری کی بیہودگیوں سے پاک ہونی چاہئے ۔

سورۃ النمل مکیۃ وھی ثلٰث وتسعون اٰیۃ وسبع رکوعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

نام اس سورت کا نام النمل ہے اور اس میں سات رکوع اور ۹۳ آیات ہیں اور اس کا نام نمل اس واقعہ سے لیا گیا ہے جو حضرت سلیمان کے متعلق اس میں بیان ہوا ہے یعنی حضرت سلیمان کو اس قدر قوت اور رعب کا دیا جانا کہ قومیں ان کی مخالفت کرنے کی بجائے ان کے سامنے سر جھکانے لگیں اور اس سورت کے اس نام میں یہ اشارہ ہے کہ ایسی ہی شوکت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ملے گی +

خلاصہ مضمون پہلے رکوع میں بتایا ہے کہ یہ قرآن منجانب اللہ وحی ہے اور حضرت موسیٰ کی وحی کا ذکر کرکے اور اس کے مخالفوں کا انجام بتا کر اشارہ کیا ہے کہ اس کی مخالفت بھی سرسبز نہ ہوگی۔ دوسرے اور تیسرے رکوع میں حضرت سلیمان کا ذکر ہے جن میں بنی اسرائیل کا سلسلہ اپنی دنیوی شوکت کے کمال کو پہنچا۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ شوکت جو بنی اسرائیل کو اس قدر مدت کے بعد ملی وہ آنحضرت صلعم کو بھی دی جائے گی چوتھے رکوع میں حضرت صالح اور لوط کا ذکر کرکے آنحضرت صلعم کے مخالفین کو سمجھایا ہے کہ ان پیغمبروں کے مخالفین کی تباہ شدہ بستیوں کو تم بارہا شام کو جاتے ہوئے دیکھ چکے ہو اس سے سبق لو پانچویں رکوع میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لئے برگزیدہ کیا ہے وہ اپنے مخالفوں کے ہاتھ سے سلامت رہینگے اور ملک میں بادشاہ بنائے جائیں گے۔ چھٹے رکوع میں مخالفین کے انکار اور ان کی سزا کا ذکر ہے اور ساتویں میں بتایا ہے کہ بڑے بڑے مخالفین کو سزا دے کر ان کی شرارت کو روک دیا جائے گا اور بالآخر لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے +

تعلق چونکہ ان تینوں سورتوں کے یہاں رکھا جانے پر پچھلی سورت کے شروع میں بحث گزر چکی ہو اس لئے یہاں مزید تفصیل کی ضرورت نہیں اس قدر بڑھا دینا ضروری ہے کہ سورۃ الشعراء میں فرعون کے حضرت موسیٰ سے مقابلہ پر زور دیا تھا اور اس کی آخری ہلاکت کا ذکر کیا تھا۔ اور وہاں اشارۃً یہ کہا تھا کہ سلطنت وشوکت کی وہ نعمتیں جن سے فرعون کو محروم کیا گیا وہ ہم نے آخر کار بنی اسرائیل کو دیں واورثنٰھا بنی اسراءیل (الشعراء ۲۶ - ۵۹) اور اب اس سورت میں ان نعمتوں کا مفصل ذکر کیا اور بتایا کہ وہ اپنے کمال کو حضرت سلیمان میں جا کر پہنچیں۔ کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل ایک دوسرے کے کام کی تکمیل کرتے تھے اس لئے شوکت بھی سلسلہ اسرائیلی کو فوراً حضرت موسیٰ کے ساتھ نہیں ملی بلکہ اس کا کمال حضرت سلیمان کے وقت میں ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلعم کے متعلق اسی سورت میں فرمایا کہ ہم آپ کو اور آپ کے صحابہ کو بھی بادشاہت عطا فرمادینگے پس مضمون کا تقاضا تھا کہ سورۃ النمل کو سورۃ الشعراء کے بعد رکھا جاتا +

زمانہ نزول زمانہ نزول پر بھی پچھلی سورت میں لکھا جا چکا ہے اس سورت کی آیت ۲۷ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نزول قریب زمانۂ ہجرت میں ہوا +

ع ۲ ۱۷

حضرت سلیمان اور سلسلہ موسوی کی شوکت ظاہری

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ ١٥ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا ١٦

اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا اور انہوں نے کہا سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے[۲۴۵۷] اور ہمیں ہر ایک چیز

نطق۔ منطق

۲۴۵۷ منطق۔ نطق۔ تعارف میں الگ الگ آوازیں ہیں جو زبان سے نکلتی ہیں اور انہیں کان محفوظ رکھتے ہیں ما لکم لا تنطقون (الصّٰفّٰت ۳۷-۹۲) اور نطق صرف انسان کیلئے کہا جاتا ہے اور دوسروں کیلئے بطور مجاز بولا جاسکتا ہے اور منطقیوں کے نزدیک نطق قوت گویائی کو بھی کہتے ہیں۔ اور ناطق اسے بھی کہا جاتا ہے جو کسی چیز پر دلالت کرے اور ما ھٰؤلاء ینطقون (الانبیاء ۲۱-۶۵)

ناطق

النطق

میں اشارہ ہے کہ وہ ناطق ذوی العقول کی جنس سے نہیں اور انطقنا اللّٰہ الذی انطق کل شیء (حٰم السجدۃ ۴۱-۲۱) میں مراد اعتبار یعنی دلالت ہی ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک شئے کا گویا ہونا بلحاظ دلالت ہی ہے اور علمنا منطق الطیر میں پرندوں کی آوازوں کو نطق سلیمان کے لحاظ سے کہا ہے کیونکہ وہ انہیں سمجھتے تھے پس جو کوئی کسی چیز سے کچھ سمجھ لیتا ہے وہ اسکے لحاظ سے ناطق ہو جاتی ہے گو وہ صامت ہو اور جو نہیں سمجھتا اس کے لحاظ سے وہ صامت ہوتی ہے گو وہ ناطق ہو اور ھٰذا کتٰبنا ینطق علیکم بالحق (الجاثیۃ ۴۵-۲۹) میں کہا گیا ہے کہ کتاب ناطق ہوگی لیکن اسکے نطق کو آنکھ پائے گی (یعنی انسان کا اس کو پڑھنا گویا کتاب کا نطق ہے) (غ) اور کتابٌ ناطقٌ سے مراد واضح کتاب ہے گویا کہ وہ کلام کرتی ہے (ل)۔

سلیمان کے داؤد کا وارث ہونے سے مراد

سلیمان کے وارث داؤد ہونے سے مراد بادشاہت اور نبوت میں وارث ہونا ہے اور مال کی وراثت مراد نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو سلیمان کو حضرت داؤد کی ساری اولاد میں سے مخصوص نہ کیا جاتا ..... اور انبیاء کا مال بطور ورثہ نہیں لیا جاتا جیسا کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ ہم انبیاء کے گروہ سے ورثہ نہیں لیا جاتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے (ت)، اور یہ ظاہر ہے۔

حضرت سلیمان کے علم منطق الطیر سے مراد

یہاں حضرت سلیمان کہتے ہیں علمنا منطق الطیر یعنی ہمیں پرندوں کی منطق یا بولی سکھائی گئی ہے مفسرین نے اس پر زیادتی کرکے بعض نے تمام حیوانات کو اور بعض نے درختوں اور نباتات کو بھی شامل کیا ہے۔ گویا حضرت سلیمان تمام جانوروں کی اور درختوں اور نباتات کی بولیاں بھی سمجھتے تھے جس کے لئے نہ قرآن شریف میں کوئی سند ہے نہ حدیث صحیح میں۔ رہا یہ کہ منطق طیر کے سکھائے جانے سے کیا مراد ہے سو پہلی بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ یہاں حضرت سلیمان علمنا کہتے ہیں علمت نہیں کہتے یعنی صرف اپنی ذات کیطرف منسوب نہیں کرتے پس علمنا سے یا تو مراد یہ ہے کہ ساری قوم کو منطق طیر سکھایا گیا اور یا کم سے کم یہ قول بادشاہت کی حیثیت میں کہا ہے یعنی گو کہنے والے حضرت سلیمان ہیں مگر اس میں قوم شامل ہے جس طرح اوتینا من کل شیء سے مراد کل قوم ہے پس جس طرح بادشاہت کے سامانوں کے دیئے جانے سے مراد کل قوم کا فائدہ اٹھانا ہے اسی طرح منطق الطیر کے سکھایا جانے سے بھی مراد کل قوم کو سکھانا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ پرندوں کی منطق سے یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ پرند بھی انسانوں کی طرح سب علوم سے واقف ہیں اور صرف انکی بولی مختلف ہے جس طرح مثلاً ایک انگریز ایک ہندوستانی کی بولی کو سمجھ سکتا ہے اور ایک ہندوستانی ایک انگریز کی بولی کو اسی طرح کی بولی پرندوں کی نہیں بلاشبہ جب ایک مرغی اپنے بچوں کو دانہ دینے کیلئے بلاتی ہے تو اس کی اور آواز ہوتی ہے اور جب کسی چیز کا خوف ہوتا ہے تو اس کی اور آواز ہوتی ہے مگر یہ اختلاف آواز جو پرندوں میں پایا جاتا ہے صرف دو چار یا دس تک محدود ہوتا ہے اور ان آوازوں میں ہر ایک وہ شخص فرق کر سکتا ہے جسے ان پرندوں کو بار بار دیکھنے کا موقعہ

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ○

دی گئی یقیناً یہ صریح فضل ہے

ملا ہو لیکن یہ نہیں ہوتا کہ مرغی بعض وقت اپنے بچوں کو کہہ دیتی ہو کہ تم اپنی صحت کے تحفظ کیلئے فلاں قسم کی غذا کھاؤ فلاں نہ کھاؤ فلاں قسم کے جانور سے اپنے آپ کو بچاؤ فلاں سے نہ بچاؤ۔ اور نہ ہی اس خیال کے نیچے کوئی حقیقت ہے کہ جانوروں کو غیب کا علم ہوتا ہے اور انسان کو تو معلوم نہیں کہ کل کیا ہوگا مگر ایک گدھے کو علم ہوتا ہے اس لئے ایک انسان جب گدھے کی بولی سمجھنے لگ جائے تو اس کو پتہ لگ جاتا ہے کہ کل اس کو یہ مصیبت پیش آنیوالی ہے اور فلاں بات سے اس کو نفع حاصل ہو سکتا ہے یہ میں نے اسلئے لکھا ہے کہ منطق الطیر کے علم سے اکثر لوگوں کے خیال میں اسی قسم کی باتیں ہیں علم غیب تو اللہ تعالیٰ ہر انسان کو بھی نہیں دیتا جسے اس نے خلیفہ بنایا جسے کل مخلوق پر حکمران کیا فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول پرندوں اور حیوانات کو علم غیب کا ملنا خلاف عقل ہی نہیں بلکہ سارے اصول دین کو باطل کرتا ہے اور خلاف نص قرآنی ہے اور تفسیروں میں جو ایسے لکھا ہیں کہ حضرت سلیمان ایک فاختہ پر گزرے تو آپ نے فرمایا کہ یہ کہہ رہی ہے لیت ذا الخلق لم یخلقوا کاش یہ مخلوق پیدا نہ ہوئی ہوتی۔ اور طاؤس بولا تو کہا یہ کہہ رہا ہے کما تدین تدان جس طرح تو معاملہ کرے گا اسی طرح تجھ سے کیا جائے گا اور ہدہد کہہ رہی تھی استغفروا اللہ تعالیٰ اللہ تعالےٰ سے حفاظت چاہو اور کوئی جانور کہہ رہا تھا من سکت سلم وغیرہ تو یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں یوں تو جانوروں کی بولیوں سے لوگوں نے سارا قرآن بھی بنا لیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ باتیں حضرت سلیمان کو اللہ تعالیٰ نے نہ بتائیں حالانکہ علم بھی دیا فہم بھی دیا نبوت بھی دی اور جانوروں سے ان حقائق کا پتہ لگا یہ کیسی بات ہے ہاں یہ جانور خدا کی تسبیح کرتے ہیں ولٰکن لا تفقہون تسبیحہم (بنی اسرائیل ۔۴۴) ارشاد خداوندی ہے انسان ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتا۔ ہر چیز اپنے رنگ میں تسبیح کرتی ہے اور قرآن کریم کے بیان سے ظاہر ہے کہ منطق الطیر کوئی سلطنت کے سامانوں میں سے ہے جس کو اوتینا من کل شیءٍ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یعنی پہلے فرمایا کہ ہمیں منطق الطیر دیا گیا ہے جو سلطنت کے سامانوں میں سے ایک ہے پھر فرمایا ہمیں ہر قسم کے سامان دیئے گئے ہیں یہی مراد اوتینا من کل شیءٍ سے ہے جیسا کہ آگے ملکہ سبا کے بیان میں اوتیت من کل شیءٍ (۲۳) ہے بہرحال یہ کوئی عظیم الشان نعمت ہے جس کا یہاں ذکر ہے جیسا کہ ان ھٰذا لھو الفضل المبین سے بھی ظاہر ہے اور اگلی آیت میں پرندوں کو فوجوں کا حصہ قرار دے کر یہ صاف بھی کر دیا گیا ہے یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ کبھی چڑیا کی چوں چوں کو سننے بیٹھ جاتے تھے اور کبھی کوے کی کائیں کائیں کو۔ لفظ منطق کی لغوی تشریح سے ظاہر ہے کہ اس سے مراد کسی چیز کی حالت سے فہم کا حاصل ہونا بھی ہے جیسے کتاب ناطق سے مراد بولنے والی کتاب نہیں بلکہ بیّن کتاب ہے جس کے پڑھنے سے مطلب واضح ہو جاتا ہے اور یہ بھی دکھایا جا چکا ہے کہ اصل معنی کے لحاظ سے منطق کا لفظ صرف انسان پر بولا جا سکتا ہے اور چونکہ یہاں منطق الطیر کا تعلق سلطنت کے سامانوں سے ہے اور سلطنت کے سامانوں میں بالخصوص قدیم زمانہ میں سب سے بڑا کام جو پرندوں سے لیا جاتا تھا وہ نامہ بری کا کام تھا۔ تو مجازاً وہ نامہ جو پرند ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتا ہے منطق الطیر ہی کہلائے گا اگر نامہ بری مراد نہ ہوتی تو طیر کے نطق کا بالخصوص کیوں ذکر ہوتا دوسرے جانوروں کا ذکر کیوں نہ ہوتا پس سیاق اور لغت دونوں اسی معنی کو چاہتے ہیں فی الواقع پرندوں کی آوازوں کے نیچے کوئی ایسا مفہوم نہیں ہوتا جس طرح انسان ایک بولی بولتا ہے اور بعض خاص قواعد کے لحاظ سے جس کو زبان کی صرف و نحو کہا جاتا ہے اور الفاظ کے خاص مفہوم کے لحاظ سے جسے لغت کہا جاتا ہے وہ آوازیں نکالتے ہیں ۔

وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ۝ ۱۷

اور سلیمان کیلئے اسکے لشکر جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے اکٹھے کئے گئے اور انہیں روکا جاتا تھا۔[2458]

وزع

2458 یوزعون ۔ وَزْع نفس کو ہوا و حرص سے روکنا ہے ۔ پھر مطلق روکنا ۔ اور لشکر میں وازع وہ شخص ہوتا ہے جو صفوف میں سے آگے پیچھے ہونے والے کو روکے ۔ اور یہاں یوزعون کے معنی ہیں کہ انکے پہلے ان کے پچھلوں پر روکے جاتے تھے اور یا یہ کہ انہیں باز رکھا جاتا تھا ۔ اور حدیث حسن میں وزعۃ کے معنی ہیں وہ لوگ جو دوسروں کو تعدی اور فساد اور شر سے روکیں اور اُوْزِعَ کے معنی ہیں اُلْهِمَ اور رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی (۱۹) میں الهمنی مراد ہے یعنی مجھے ایسا الہام کر (ل) وَزَعْتُهٗ عن کذا میں نے اسے اس چیز سے روک دیا اور یہاں یوزعون میں اشارہ ہے کہ وہ باوجود اپنی کثرت اور تفاوت کے بے ترتیب اور ایک دوسرے سے الگ پڑے ہوئے نہ تھے بلکہ حکم اور ضبط کے ماتحت تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے پہلوں کا پچھلوں کی خاطر روک دینا ہے اور یوم یحشر اعداء اللّٰہ الی النار فهم یوزعون (حٰم السجدۃ ۴۱ ۔ ۱۹) میں عقوبت کے طور پر روکنا ہے جیسا کہ فرمایا ولهم مقامع من حدید (الحج ۲۲ ۔ ۲۱) اور اوزع اللّٰہ فلانًا کے معنی ہیں اسے الہام کیا ۔ اور اوزعنی ان اشکر میں اصل مراد یہ ہے کہ مجھے ایسا بنا کہ اپنے نفس کو کفران سے روکوں (غ) +

حضرت سلیمانؑ کا افواج کو زیادتی سے روکنا

یہاں لشکروں کا جمع ہونا صاف بتاتا ہے کہ کسی بھاری جنگ کی تیاری ہے اور فهم یوزعون سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ منزل بمنزل چلتے تھے چنانچہ ابن جریر میں ایک قول ہے یساقون اور منزل بمنزل چلنے میں روکنے کے معنی پائے جاتے ہیں اور غالبًا یرد اولهم علی اخرهم کے یہی معنی ہیں جو اکثر مفسرین نے قبول کئے ہیں لیکن اگلی آیت کے مضمون کے لحاظ سے اور لفظ وزع کے اصل معنی کے لحاظ سے یہ معنی بہتر معلوم ہوتے ہیں کہ ان لشکروں کو فساد یا ناحق لوگوں کا مال لینے سے روکا جاتا تھا ۔ اور یہی مراد امام راغب کی انکے ضبط کے نیچے ہونے سے معلوم ہوتی ہے یعنی ان میں ایسا ضبط تھا کہ وہ لوگوں پر لوٹ مار کرتے نہ جاتے تھے ۔ گویا بتایا ہے کہ جنگ کے وقت افواج کو عام لوگوں پر زیادتی کرنے سے روکنا چاہیئے +

حضرت سلیمان کے لشکر میں پرندوں کا کام

سلیمان کے لشکروں کو تین قسم کہا گیا ہے جن ، انس ، طیر ۔ طیر سے مراد تو وہی معلوم ہوتا ہے جو پچھلے نوٹ میں ذکر ہوا یعنی پرندے جو نامہ بری کا کام دیتے تھے ایک بڑے لشکر کی یہ ایسی ہی سخت ضرورت تھی جیسے آج بے تار خبر رسانی کی ورنہ یہ ایک بے معنی بات ہے کہ ساری دنیا کے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ حضرت سلیمان کی فوجوں میں شامل ہوں اور کوے اور چڑیا اور فاختہ اور طوطے سب دنیا سے اکٹھے ہو کر وہاں پہنچ گئے ہوں اس دقت کی وجہ سے مفسرین نے یوں کہا ہے کہ ہر قسم کا ایک ایک پرند آ گیا تھا ظاہر ہے کہ یہ بھی لشکر کا کوئی حصہ نہیں ہو سکتا قرآن کریم نے انہیں لشکر کا ضروری حصہ قرار دیکر صاف بتا دیا ہے کہ مراد اس سے صرف نامہ بر پرند ہو سکتے ہیں ۔ مفسرین نے پرندوں کی دو غرضیں بتائی ہیں ایک یہی نامہ بری دوسرے سورج سے سایہ کرنا (د) یعنی جب دربار لگتا تھا تو ہر ایک قسم کے پرند اوپر آ کر سایہ کرتے تھے یہ دوسری بے معنی بات ہے پرندوں کا سایہ کیا ہوگا کوئی چھوٹا کوئی بڑا ، اور بارش آتی تھی تو پھر کیا کرتے تھے اور کیا ان کے پاس خیمے نہ تھے وہ تو فرماتے ہیں واوتینا من کل شیء +

جنوں کے لشکر کا کام

دوسرا سوال یہ ہے کہ جنوں کے لشکر سے کیا مراد ہے ۔ اس کو بھی قرآن کریم نے خود صاف کر دیا ہے . . . . . . یعملون له من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیٰت (السبا ۳۴ ۔ ۱۳) گویا حضرت سلیمان کے بڑے بڑے صناعی کے کام یہ لوگ کرتے تھے ۔ اور چونکہ یہ غیر اسرائیل اور پہاڑی اقوام کے لوگ تھے اس لئے انہیں جن کہا ہے اور لشکر میں ایسے کاریگروں کی ضرورت بھی ہوتی ہے +

١٨ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَۃٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰکِنَکُمۡ ۚ

یہاں تک کہ جب وادی نمل میں آئے ایک نملہ نے کہا اے نمل اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ

لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَ جُنُوۡدُهٗ ۙ وَ هُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ○

سلیمان اور اسکے لشکر تمہیں کچل نہ ڈالیں درانحالیکہ وہ جانتے نہ ہوں ٢٤٥٩

وادالنمل

٢٤٥٩ وادالنمل ۔ وادی النمل بین جبرین وعسقلان (ت)، وادالنمل جبرین اور عسقلان کے درمیان ہے اور قتادہ اور مقاتل سے مروی ہے کہ وہ ارض شام میں ہے کعب کا قول ہے کہ وہ طائف میں ہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ نواح یمن میں ہے اور وہ عرب کے نزدیک ایک مشہور جگہ ہے جس کا ذکر انکے اشعار میں آتا ہے (د) اس سے معلوم ہوا کہ وادی النمل کے معنی چیونٹیوں کی وادی نہیں نہ چیونٹیاں کسی خاص وادی میں رہا کرتی ہیں بلکہ یہ ایک وادی کا نام ہے اور میرے نزدیک ترجیح اسی قول کو ہے کہ وہ نواح یمن میں ہے کیونکہ بظاہر ملکہ سبا پر حضرت سلیمان کی یہ چڑھائی تھی +

نملة

نملة ۔ نمل چیونٹیوں کو کہتے ہیں جس کا واحد نملة ہے مگر یہ کسی قوم کا نام بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ نہ صرف وادی النمل سے ظاہر ہے جو کسی قوم کے نام پر ہی ہو سکتی ہے بلکہ قاموس میں ہے الابرقة من میاہ نملة یعنی ابرقہ نملہ کے پانیوں سے ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نملہ قوم کا نام ہے جس کے پانیوں کا یہاں ذکر ہے اور عربی میں اسطرح پر قوموں کے نام آتے ہیں مثلاً ذن چیونٹی کے انڈوں کو بھی کہتے ہیں اور ایک قوم کا نام بھی ہے اور ابن عساکر نے حسن سے روایت کی ہے کہ اس نملة کا نام حرس تھا اور وہ قبیلہ بنو الشیصان سے تھی (ت)، اور نام اور قبیلے انسانوں کے ہوا کرتے ہیں +

حضرت سلیمان اور چیونٹی

جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان کا گزر چیونٹیوں پر ہی ہوا ہو اور چیونٹی کا کہنا کہ اے چیونٹیو اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ زبان سے نہیں بلکہ حالت سے ہوگا کیونکہ قول کا لفظ اس طرح آجاتا ہے دیکھو ٢٤٩ اور چیونٹیوں کو لغت عربی سے واقفیت نہیں نہ وہ زبان کے قواعد سے واقف ہیں کہ اس طرح پر کلام کریں ۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کا نقل تھا کہ وہ انسانوں کی آہٹ پاکر اپنے سوراخوں میں گھس گئیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ ایک جنگل میں رہنے والی چیونٹیاں جنہوں نے سلیمان کو کبھی دیکھا نہیں انہیں یہ علم ہو گیا ہو کہ یہ حضرت سلیمان ہیں ۔ انسان کو تو بغیر بتانے کے پتہ لگ نہیں سکتا کہ حضرت سلیمان کون ہیں اور چیونٹی نے جھٹ پہچان لیا اور پھر ایک چیونٹی کو جس کی نظر چند گز سے آگے نہیں جا سکتی حضرت سلیمان کے بےشمار لشکر بھی نظر آگئے یا یہ کہنا پڑے گا کہ اس خاص چیونٹی کو اللہ تعالیٰ نے وحی کر دی لیکن اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی اس رنگ میں انسان سے مخصوص ہے اور دوسرے جانداروں کو جو وحی ہوتی ہے وہ اور رنگ کی ہے جیسے واوحی ربك الی النحل میں ۔ اور ایک قول ہے کہ حضرت سلیمان نے کوئی آواز نہیں سنی بلکہ اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ کو اطلاع دی ہے اور ایک قول ہے کہ چیونٹی کا اپنے سوراخ کا رخ کرنا ہی گویا اپنی حالت سے یہ کہنا تھا (د) اور یہ خیال بھی کہ یہ منطق الطیر کے علم کی مثال ہی صحیح نہیں اسلئے کہ چیونٹی کو طیر نہیں کہا جاتا گو بعض چیونٹیوں کے پر بھی نکل آتے ہوں پھر یہ کوئی مفید کلام نہیں جس سے حضرت سلیمان کو کچھ علم حاصل ہوا ہو اور سب سے بڑھکر یہ دقت ہے کہ کیا حضرت سلیمان کے اتنے بےشمار لشکر اتنے لمبے سفر میں بغیر کسی چیونٹی کو پاؤں کے نیچے مسلنے کے چلے جا رہے تھے ۔ یہ ناممکن محض ہے ۔ پھر ایک چیونٹی کا کلام سنا اور جو کروڑوں رستہ میں مر گئی ہونگی وہ کیوں نہ بولیں ان مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسرے معنی زیادہ قرین

نمل کے گھروں میں داخل ہونے سے مراد

قیاس ہیں کہ یہ کوئی قوم تھی جن کو علم ہوا کہ حضرت سلیمان اپنی افواج کے ساتھ آرہے ہیں تو انہوں نے کہا ایسا نہ ہو کہ ہم خواہ مخواہ مخالف سمجھ کر مارے جائیں اور گھروں میں داخل ہو جانا اسبات کا نشان ہے کہ ان کا ارادہ مقابلہ کا نہیں بلکہ فرمانبرداری کا ہے

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتَ ۱۹

تو اس کی بات پر خوش ہوتا ہوا مسکرایا اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور

عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ

میرے ماں باپ پر انعام کیا اور کہ میں اچھے عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں

الصَّالِحِينَ ○ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۲۰

داخل فرما ۲۴۶۰ اور پرندوں کو طلب کیا تو کہا کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھتا یا وہ غیر حاضروں سے ہے ۲۴۶۱

اور یہی وجہ ہے کہ اس بات کو سُنکر حضرت سلیمان خوش بھی ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر بھی کیا کہ لوگ آپ کی فرمانبرداری اختیار کر رہے ہیں ورنہ چند چیونٹیوں کا اپنے سوراخوں میں گھس جانا کونسا شکر نعمت کا موقعہ تھا جب ہزاروں چیونٹیاں اور لاکھوں کیڑے مکوڑے روزانہ اتنے بڑے لشکر کے پاؤں کے نیچے مسلے جاتے ہونگے۔ ھم لا یشعرون یعنی وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ یہ قوم ہماری دشمن نہیں کیونکہ یہ وادی نواح یمن میں تھی اور ملکۂ سبا پر یہ چڑھائی تھی پس یہ قرین قیاس تھا کہ اردگرد کی قوموں کو بھی دشمن سمجھا جاتا چنانچہ کعب احبار سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان یمن کے ارادہ سے بیت المقدس سے روانہ ہوئے اور مدینہ اور مکہ پر سے گذرے اور چلتے گئے یہانتک کہ آپ وادی النمل میں پہنچے (ر) اور اس میں اشارہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت سلیمان کے رعب کے سامنے قومیں جھکی تھیں اسی طرح نبی کریمؐ کو بھی رعب دیا جائیگا بلکہ آپ کا رعب اس سے بدرجہا زیادہ ہوا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے نصرت بالرعب مسیرۃ شھر میری مدد ایسے رعب سے کی گئی ہے جو ایک مہینہ کی مسافت پر اثر کرتا ہے اور سلسلہ موسوی میں اس قدر زمانہ اس رعب اور حکومت کے ملنے میں لگا کیونکہ وہ سب انبیاء ایک دوسرے کے کام کی تکمیل کرنے والے تھے مگر اسلام کی تاریخ میں وہ شوکت و رعب نبی کریم صلعم سے ہی شروع ہوا اسلئے کہ یہاں آپکے بعد اور کوئی نبی نہ آنے والا تھا جو آپکے کام کی تکمیل کرتا جس طرح تکمیل دین آپکے ساتھ کردی گئی اسی طرح اتمام نعمت بھی آپکے ساتھ ہی کردیا گیا اور کوئی حالت منتظرہ اسکے لئے باقی نہ چھوڑی گئی +

(حاشیہ: حضرت سلیمان کا سفر یمن — رعب سلیمانی اور رعب محمدی)

۲۴۶۰ تبسم۔ بَسَمَ اور تَبَسَّمَ کے معنی ہیں مسکرایا (ل) اور ضاحک سے مراد یہاں خوش ہونیوالا ہے (غ) ۱۴۹۲ +

(حاشیہ: تبسم۔ ضاحك)

قولہا ضمیر بلحاظ لفظ۔ نملۃ ہے یا مراد وہ قوم ہے حضرت سلیمان کو یہ خبر پہنچی تو وہ خوش ہوئے اور اس نعمت پر شکر الٰہی کیا کہ انکے ہاتھ سے بے فائدہ خونریزی نہیں ہوئی۔ اور بعض ان کی افواج اور سامان کو دیکھکر قومیں اطاعت اختیار کرتی چلی جاتی ہیں اسی لئے عمل صالح کی توفیق بھی مانگی کہ ایسا نہ ہو توسیع حکومت کے خیال میں کوئی عمل خلاف رضائے الٰہی ہوجائے۔ اس میں یہ بھی دکھایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں کا اصل مقصد باوجود حکومت کے خرخشوں اور فوج کشی کی ضروریات کے رضائے الٰہی کا حصول ہی رہتا ہے نہ کچھ اور۔ ان میں ملک گیری کی ہوس کوئی نہیں ہوتی اور اصل غرض تو یہ بتانا ہے کہ ایسے ہی واقعات محمد رسول اللہ صلعم کو بھی پیش آنے والے ہیں اور سوائے سخت ضرورت کے آپکے ہاتھ سے خونریزی نہ ہوگی +

(حاشیہ: نمل کی اطاعت پر شکر گزاری)

۲۴۶۱۔ تفقد۔ فَقْدٌ۔ وجود کے بعد کسی چیز کا عدم ہے یعنی کسی چیز کا گم ہوجانا۔ پس وہ عدم سے خاص تر ہے ماذا تفقدون قالوا نفقد صواع الملک (یوسف ۱۲: ۷۱، ۷۲) اور تَفَقَّدَ کے معنی تَعَهَّدَ ہیں لیکن اس کی اصل حقیقت کسی چیز کے گم ہونے کو پہچاننا ہے (غ) اور تَفَقَّدَ اس چیز کا طلب کرنا ہے جو غائب ہو (ل) +

(حاشیہ: فقد۔ تفقد)

مفسرین کہتے ہیں کہ پرند حضرت سلیمان پر سایہ کیا کرتے تھے تو گویا حضرت سلیمان دیکھا کرتے تھے کہ ہر ایک پرند سایہ کرنے

(حاشیہ: حضرت سلیمان اور پرند)

٢١ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ

میں اسے سخت سزا دونگا — یا اسے قتل کردونگا — یا میرے پاس کوئی کھلی دلیل لائے[٢٤٦٣]

کیلئے آگیا ہو اس مشکل کی خاطر یہ کہانی بنائی گئی ہے کہ حضرت سلیمان کو پانی کی ضرورت پیش آئی تو لوگوں نے کہا پانی کا پتہ جن بتا سکتے ہیں جنوں نے کہا پرند بتا سکتے ہیں پرندوں نے کہا ہدہد بتا سکتا ہو تب معلوم ہوا کہ ہدہد غائب ہو (ج) اور کہا جاتا ہو کہ ہدہد زمین کے نیچے پانی دیکھ لیا کرتا تھا اور جہاں پانی ہوتا وہاں سے زمین کریدتا تب پانی وہاں سے نکال لیا جاتا سوال یہ ہو کہ اب کیوں ہدہد کو زمین کے نیچے پانی نظر نہیں آتا اور اگر یہ حضرت سلیمان کا معجزہ تھا تو اتنا بڑا معجزہ دیکر پھر پرند کا محتاج ہی رکھا اب جبتک ہدہد نہ آئے سب لشکر پیاسا مرے یہ ساری مشکلات اسبات کا نتیجہ ہیں کہ ہدہد سے مراد یہاں پرند ہدہد لیا جاتا ہو حالانکہ اسکا جو کچھ ذکر یہاں ہو وہ صاف بتاتا ہو کہ وہ انسان تھا چنانچہ اس کا یہ کہنا کہ میں سبا سے یقینی خبر لایا ہوں اور ان لوگوں پر ایک عورت حاکم ہے اور اس کے پاس سب قسم کے سامان ہیں اور کہ وہ قوم سورج کی پرستار ہو پھر اس کا وعظ کرنا یہ باتیں پرند کی نہیں انسان کے موزون حال ہیں۔ یہ تمام باتیں علم سے تعلق رکھتی ہیں جو انسانوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہو نہ پرندوں کیلئے۔ اگر پرندوں میں بھی اس قسم کا شعور ہوتا کہ ایسا علم وہ حاصل کر سکتے تو وہ بھی انسانوں کیطرح مکلف ہوتے اور ان کی طرف بھی نبی مبعوث ہوتے اور اگر کہا جائے کہ یہ حضرت سلیمان کا معجزہ تھا کہ ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی حالتوں کو تبدیل کر دیا تھا اور پرندوں کو انسانوں والے حواس اور انسانوں والا علم دیدیا تھا۔ تو یہ لاتبدیل لخلق اللّٰہ کے خلاف ہو۔ اور پھر اس قسم کے کلام کرنے کیلئے ان کو زبان بھی انسانوں والی دی گئی ہوگی اور ظاہر ہو کہ انسان زبان کا علم دوسروں سے حاصل کرتے ہیں ان پرندوں کا معلم کون تھا۔ یہ سب کچی باتیں ہیں۔ طیر وہی نامہ بر پرند ہیں ھدھد کسی شخص کا نام ہو جو اس محکمہ خبر رسانی سے تعلق رکھتا ہو اور جس کی موجودگی [ہدہد انسان کا نام ہو] جائزہ کے وقت ضروری تھی۔ کیونکہ پرندوں سے خبر رسانی کا ہی کام لیا جاتا تھا تو حضرت سلیمان نے جب پرندوں کو طلب کیا تاکہ سب سامانوں کی حالت سے واقفیت حاصل کریں تو افسر محکمہ کو غائب پایا تو فرمایا ہدہد کہاں ہو اور پرندوں اور جانوروں کے ناموں پر انسانوں کے نام عام طور پر رکھے جاتے ہیں فکس (لومڑ) اور ولف (بھیڑیا) وغیرہ آج مہذب قومیں بھی اپنے نام رکھتی ہیں اور ہندوؤں میں طوطا رام اور مسلمانوں میں شیر اور باز بلکہ شیر باز عام نام ہیں۔ عرب میں بھی ایسے نام رکھ لیے جاتے تھے جیسے اسد وغیرہ اور بائبل میں اسلاطین میں بیسویں باب میں ایک شخص بن ہدد کا ذکر ہو اور ہدد ہدہد سے ملتا جلتا نام ہو اور بلقیس کے باپ کا نام ہداد لکھا ہو (منتہی الارب) اور لسان العرب میں ہو کہ ھُدْھُدْ کو ھداھد بھی لکھا جاتا ہو اور پھر لکھا ہو کہ ھداھد اور ھدد یمن کے قبیلے کا نام ہو (ل)، تو یہ کونسی عجیب بات ہے کہ سلیمان کے کسی افسر کا نام ہدہد ہو۔ اور جئتک من سبا بنبا یقین صاف بتاتا ہے کہ یہ محکمہ خبر رسانی کا افسر تھا۔ جو خود سبا سے یقینی خبر لیکر پہنچ گیا ہو ورنہ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایک طرف کہا جائے کہ پرند حضرت سلیمان کے مسخر تھے دوسری طرف یہ مانا جائے کہ ایک پرند حضرت سلیمان کے علم کے بغیر اڑ بھی گیا۔ بھلا حضرت سلیمان کا یہ فرمانا کہ میں اسے سخت سزا دونگا پرند کیصورت میں بے معنی نہیں ٹھہرتا کیونکہ جو بن پوچھے اڑ گیا ہو وہ واپس کیوں آئیگا اور یہ جو فرمایا میں اسے نہیں دیکھتا یا کیا وہ غیر حاضر ہو تو مراد یہ ہو کہ کہیں میری نظر سے ہی اوجھل ہو یا سچ مچ غیر حاضر ہی ہو+

٢٤٦٣ مفسرین کہتے ہیں عذاب شدید سے مراد تھا پر نوچ دینا۔ مگر ایک پرند پر ایک عظیم الشان بادشاہ کی اتنی خفگی اور اسکے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کہ اسے سخت سزا دیجائیگی یا اسے قتل کر دیا جائیگا یا وہ کوئی واضح دلیل پیش کرے انسان کی سمجھ سے باہر بات ہو پرند اور واضح دلیل؟ اور دلیل طلب کرنیوالے سلیمان بادشاہ اور پھر بیشمار ہدہدوں میں سے ایک وہی ہدہد حضرت سلیمان کا محکوم تھا یا سارے ہدہد تھے صرف اکیلے کا مسخر ہونا بے معنی ہو اگر سارے ہدہد مسخر تھے تو پانی نکالنے کیلئے ایک ہدہد نہ سہی دوسرے کو بلا لیا ہوتا۔ پھر خفگی کا مطلب ہی کچھ نہ تھا۔

۲۲ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ أَحَطتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ

سو وہ بہت دیر نہ ٹھہرا (اور آیا) تو کہا میں نے ایک ایسی خبر معلوم کی جس کا تجھے علم نہیں اور میں سبا سے تیرے پاس یقینی خبر

۲۳ ۲۴ يَقِينٍ ۝ إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝ وَجَدتُّهَا

لایا ہوں ۲۴۶۳ میں نے ایک عورت کو ان پر بادشاہی کرتے پایا اور اسے ہر چیز ملی ہوئی ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے ۲۴۶۴ میں نے اسے

وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ

اور اس کی قوم کو اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا اور شیطان نے انکے عمل انہیں اچھے کرکے دکھائے

۲۵ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ۝ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ

اور انہیں رستہ سے روک دیا سو وہ سیدھی راہ پر نہیں چلتے کہ وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمان اور

الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝

زمین کی چھپی چیزوں کو نکالتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو ۲۴۶۵

سبأ۔ مأرب

۲۴۶۳ سبأ۔ ایک شخص کا نام ہے جس میں یمن کے قبائل عامہ جمع ہوتے ہیں اور یہ یمن کے اس شہر کا نام ہے جہاں بلقیس تھی جسکو مأرب کہا جاتا ہے اور یہ صنعاء سے تین رات کے فاصلہ پر ہے (ل)۔

سبأ سے یقینی خبر لانا اس بات کا موید ہے کہ حضرت سلیمان اسی ملک کیطرف آرہے تھے اسلئے انکے افسروں کا فرض تھا کہ وہ یقینی خبر لا کر دیتے کہ وہاں کے معاملات کیسے ہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی طرف سے کسی حملہ کی تیاری کی خبر حضرت سلیمان کو پہنچی ہے جس کی وجہ سے وہ تیاری کرکے ان کی سرحد پر پہنچ گئے۔ احطت بما لم تحط به۔ یعنی وہ صحیح خبریں جو میں نے اس ملک میں جا کر جمع کی ہیں وہ ابھی تک آپ کو نہیں پہنچیں۔ احاطہ کیلئے دیکھو ۱۳۲۹ وغیرہ ایک پرندہ یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ اسے دوسرے انسانوں سے متعلق وہ علم حاصل ہے جو خود انسانوں کو حاصل نہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں اس ہدہد نے جا کر اس ملک کے کسی ہدہد سے یہ باتیں دریافت کی تھیں گویا اس زمانہ میں سب ہدہد ہی انسانوں کی طرح واقعات کا علم حاصل کر لیا کرتے تھے۔

۲۴۶۴ اوتیت من کل شیئ سے مراد سلطنت اور حکومت کے سارے سامان ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدہد کو ان کی فوج سامان جنگ وغیرہ کی بھی خبر مل گئی تھی۔

خبء

۲۴۶۵ خبء۔ ہر ایک ذخیرہ کی ہوئی چیز کو کہتے ہیں جو نظر سے چھپی ہوئی ہو (غ)۔

ہدہد کا وعظ

یہ وعظ پرندہ کا کام نہیں ہو سکتا۔ اسے یہ بھی خبر ہے کہ معبود حقیقی تو خدا ہے مگر انسانوں نے کچھ اور معبود بھی بنا لئے ہیں اور وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ شیطان بھی ہے جو انسانوں کو ورغلاتا ہے اور اعمال بد انہیں اچھے کرکے دکھاتا ہے گویا اسے اعمال حسنہ اور اعمال سیئہ کا بھی پتہ ہے اور ما تخفون و ما تعلنون میں تو صاف انسانوں کو خطاب ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح آسمانوں اور زمین کی مخفی قوتوں کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے اسیطرح تمہارے اعمال پر بھی وہ نتائج مترتب کرتا ہے۔

٢٦ ٢٧ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ

اللہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں بڑے عرش والا رب ہے کہا ہم دیکھینگے کہ تو سچ بولتا ہے یا تو جھوٹوں میں

٢٨ الْكٰذِبِيْنَ ۝ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ۝

سے ہے ٢٤٦٦ یہ میرا خط لے جا سو یہ انہیں دیدے پھر ان سے پھر آ اور انتظار کر کہ وہ کیا (جواب) لوٹاتے ہیں

٢٩ ٣٠ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

(ملکہ نے) کہا اے سردارو مجھے ایک معزز خط ملا ہے وہ سلیمان کیطرف سے ہے اور وہ اللہ کے انتہا رحم والے بار بار رحم

٣١ ٣٢ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا

ع ٣ ١٣ ١٨

حضرت سلیمان اور ملکہ سبا

کرنیوالے کے نام سے ہے کہ میرے خلاف سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس آجاؤ ٢٤٦٧ (ملکہ نے) کہا اے اہل دربار میرے معاملہ میں مجھے جواب دو میں

٣٣ كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ۝ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ

کسی معاملہ کا فیصلہ نہیں کرتی جبتک کہ تم میرے پاس موجود (نہ) ہو انہوں نے کہا ہم قوت والے اور سخت لڑائی کرنیوالے ہیں اور حکم کرنا تیرے اختیار میں ہے

٣٤ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ۝ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

پس دیکھ لے کہ تو کیا حکم کرتی ہے اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسکو برباد کر دیتے ہیں

٣٥ وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ

اور اس کے عزت والے لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور اسی طرح کرتے ہیں اور میں انکی طرف تحفہ بھیجنے

٣٦ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ

والی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ ایلچی کیا (جواب) واپس لاتے ہیں پس جب (ایلچی) سلیمان کے پاس آیا اس نے کہا

اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ

کیا تم مجھے مال سے مدد دیتے ہو سو جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے

٢٤٦٦ صادق اور کاذب کے الفاظ انسانوں پر صادق آسکتے ہیں نہ پرندوں پر اگر یہ ہدہد ہو تو پرندوں کی طرف رسول مبعوث ہونے چاہئیں جو انہیں سیدھی راہ بتائیں ✦

٢٤٦٧ تعلوا علا فلان فلانا کے معنی ہیں وہ اس پر غالب آگیا (دل) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلقیس کا ارادہ سلیمان پر چڑھائی کرنیکا تھا۔ خط کی یہ صورت انه من سلیمان وانه بسم اللہ الرحمن الرحیم بتاتی ہے کہ لمبے لمبے القاب سب بیہودہ تکلفات ہیں اور خطوط

علی

خطوط میں القاب

بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ○ اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ ۳۷

بلکہ تم اپنے تحفہ پر اتراتے ہو ۲۴۶۸ ان کی طرف لوٹ جا سو ہم ان پر ایسے لشکر لائینگے جن کا وہ مقابلہ نہ کرسکینگے

بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ○ قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ ۳۸

اور ہم انہیں اس سے ذلیل کرکے نکال دینگے اور وہ محکوم ہونگے ۲۴۶۹ سلیمان نے کہا اے اہل دربار تم میں سے کون میرے

یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ○ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ ۳۹

پاس اس کا تخت لائیگا اس سے پہلے کہ وہ میرے پاس فرمانبردار ہوکر آئیں ۲۴۷۰ جنوں میں سے ایک زبردست نے کہا

اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ○

میں اسے تیرے پاس لے آؤنگا اس سے پہلے کہ تو اپنی جگہ سے اُٹھے اور میں اس (کے اٹھانے) کی قوت رکھتا ہوں امین ہوں ۲۴۷۱

میں سادگی اختیار کرنی چاہتے ۔

۲۴۶۸ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحفہ سے اس نے اپنی بڑائی کا اظہار کیا اور حضرت سلیمان کی کچھ تحقیر بھی کی ہے امراء کے مشورہ کا بھی یہی منشا معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں سلیمان کی کیا پروا ہے ہم بڑے طاقت والے اور سخت جنگ کرنے والے ہیں جس میں جنگ کی دھمکی موجود تھی۔ تحفہ کیا تھا اسکے مفسرین نے بڑے بڑے عجیب نقشے کھینچے ہیں پانچسو لونڈیاں لڑکوں کے لباس میں اور پانچسو لڑکے لونڈیوں کے لباس میں اور پھر اور عجائبات پھر اسی کے مقابل پر حضرت سلیمان کی تیاری کی عظمت ظاہر کی ہے یہ سب فرضی خیالات ہیں قرآن کریم نے اگلی آیات میں خود بتا دیا ہے کہ وہ ہدیہ کیا تھا یہ ایک بڑا مرصع تخت تھا جس پر کچھ تصاویر وغیرہ بنی ہوئی تھیں +

قِبَل

۲۴۶۹ قبل ۔ قِبَل عند کے معنی میں آتا ہے یعنی پاس یا سامنے فمال الذین کفروا قبلک مھطعین (المعارج ۔ ۳۶) اور بطور استعارہ مقابلہ کی طاقت پر بھی بولا جاتا ہے اور لا قبل لی بکذا کے معنی ہیں میرے لئے اس کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں یہی معنی یہاں ہیں (غ) +

اگر یہ تحفہ دوستانہ رنگ کا ہوتا اور اس میں اظہار دوستی ہوتا تو حضرت سلیمان یہ جواب نہ دیتے اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے جو پہلے نوٹ میں بیان ہوئی +

ملکہ کا تخت حضرت سلیمان کے پاس کس طرح آیا

۲۴۷۰ درمیانی واقعات کو چھوڑ دیا گیا ہے حضرت سلیمان کے عزم اور انکی طاقت کا حال معلوم کرکے ان لوگوں کا ارادہ جنگ کمزور ہوگیا اور انہوں نے فرمانبرداری اختیار کی اور اپنی فرمانبرداری کے خلوص کا یقین دلانے کیلئے خود حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ تب حضرت سلیمان نے اس کا تخت لانے کیلئے کہا اسکے تخت سے یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ وہاں جس تخت پر وہ بیٹھ کر حکومت کرتی ہے اور وہ اس کا مال ہے وہ لایا جائے دوسرے کی چیز کی اس کی اجازت کے بغیر حضرت سلیمان اللہ تعالیٰ کے نبی ہوکر کیونکر منگوانے کا خیال کرسکتے تھے بلکہ یہ وہی تحفہ ہے جو اس نے بھیجا تھا اسی لئے اسے اس کا تخت کہا ہے۔ اس تحفہ پر آپ ناراض کیوں ہوئے تھے اور اسکو اب منگوانے کی غرض کیا ہے اس کا ذکر آگے آتا ہے +

عفاریت

۲۴۷۱ عفاریت ۔ عَفَر مٹی کو کہتے ہیں اور عافرہ کے معنی ہیں اسے مٹی میں لٹا یا ۔ اور عفاریت کے معنی سخت اور خبیث ہیں اور جیسے لفظ شیطان کا لفظ انسان پر بولا جاتا ہے عفاریت بھی بولا جاتا ہے (غ) اور زجاج کا قول ہے کہ عفاریت مردوں میں سے وہ ہے جو خبث اور شدت کے ساتھ کسی معاملہ میں گھس جاتے اور اسے کمال کو پہنچائے (ل) +

۴۰ قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتٰبِ أَنَا آتِيكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ

جسکے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں اسے تیرے پاس لے آتا ہوں اس سے پہلے کہ تیری نظر تیری طرف

طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي ءَأَشْكُرُ

پھر آئے پھر جب اسے اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں

۴۱ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۝ قَالَ

یا ناشکری کرتا ہوں اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ صرف اپنے (بھلے کے) لئے ہی شکر کرتا ہے اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے نیاز بزرگی والا ہے ۲۴۷۲ (سلیمانؑ نے) کہا

نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ۝

اس کیلئے اسکے تخت کی صورت بدل دو ہم دیکھیں کہ آیا وہ سیدھے رستہ پر چلتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہو جاتی ہے جو سیدھی راہ پر نہیں چلتے ۲۴۷۳

علم اور قوت جسمانی کا مقابلہ

۲۴۷۲ یہاں عفریت کے مقابل پر ایک صاحب علم کا ذکر کیا علم من الکتاب سے ممکن ہے علم دین مراد ہو مگر بظاہر عام علم ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ معاملہ صرف ایک تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے کا ہے کوئی دینی مسئلہ نہیں اور قبل ان یرتد الیک طرفک کو بعض نے حقیقت پر محمول کیا ہے اور مراد یہ لی ہے کہ آنکھ کھول کر سامنے دیکھے تو قبل اس کے کہ نظر لوٹ کر آئے اور بعض نے کہا کہ قبل اسکے کہ اتنی دور سے جہاں نظر پہنچے ایک آدمی آجائے۔ اور مجاہد کا قول قابل ترجیح ہے کہ یہ سرعت میں مبالغہ ہے اور یہاں قوت اور علم کا مقابلہ ہے یعنی پہلی آیت میں عفریت قوت اور طاقت جسمانی کا نمائندہ ہے وہ پھر بھی بہت وقت چاہتا ہے اور صاحب علم شخص گو قوت میں اتنی شدت نہ رکھتا ہو اس کام کو فوراً کر سکتا ہے گویا قوت کے مقابل پر علم بڑی چیز ہے اور حضرت سلیمان کا تخت کو دیکھکر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آزماتا ہے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اسبات کیطرف اشارہ ہے جس کا ذکر تخت کیصورت بدلنے میں اگلی آیت میں آتا ہے۔

تنکیر۔ تعریف

۲۴۷۳ نکروا۔ تنکیر کسی چیز کو ایسا بنا دینا ہے کہ وہ پہچانی نہ جائے اور نقیضہ اس کا ایسا بنا دینا ہے کہ وہ پہچانی جائے (غ) اسلئے تنکیر کے معنی تغییر ہیں یعنی صورت کا بدل دینا (ت)۔

تخت بلقیس میں آپ نے کیا تبدیلی کی اور اسکی غرض کیا تھی

حضرت سلیمان نے تخت کی صورت بدلنے کا حکم دیا مفسرین اسکی وجہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ آپکو بتایا گیا تھا کہ بلقیس کا دماغ خراب ہے تو آپ نے امتحان کیلئے ایسا کیا لیکن دوسری طرف یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسی کا تخت منگوایا گیا تھا اور اسکو معجزہ دکھانا مقصود تھا۔ اب اگر تخت کی صورت بدل دیجائے تو معجزہ باقی نہیں رہتا کیونکہ اس صورت میں تو صاف خیال گزریگا کہ اسکے تخت کی مانند دوسرا تخت حضرت سلیمان نے تیار کرا لیا ہے پس تخت کی صورت کا بدل دینا معجزہ دکھانے کے خیال کو باطل کرتا ہے اور امتحان عقل کیلئے صورت تخت کو بدل دینا بھی کوئی عقلمندی کا خیال نہیں۔ اس واقعہ پر کافی روشنی ان باتوں سے پڑتی ہے جو خود قرآن کریم نے بیان کی ہیں۔ اول حضرت سلیمانؑ پہلے اس تخت کو جو تحفہ کی صورت میں پیش کیا گیا تھا دیکھکر ناراض ہوئے ہیں۔ دوم جب بلقیس کی آمد پر تخت منگوایا ہے تو اسے دیکھکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ امتحان ہے کہ میں شکر گزاری اختیار کرتا ہوں یا نہیں۔ سوم تخت کے تبدیل کرنے کی غرض یہ ہے کہ ملکہ خود اس تبدیلی سے راہ راست کی طرف آتی ہے یا نہیں۔ ان تینوں باتوں پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس تخت پر جو ملکہ نے بطور تحفہ بھیجا کچھ شکلیں بتوں کی یا اور اس قسم کی شکلیں بنی ہوئی تھیں جنہیں ایک موحد انسان پسند نہ کر سکتا تھا اسلئے حضرت سلیمانؑ نے یہ فرمایا کہ ان شکلوں وغیرہ کو ملیا میٹ کر دو اور اسے شکر گزاری کا امتحان اسلئے کہا کہ وہ شکلیں جواہرات وغیرہ سے بنی ہوئی ہونگی

فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ ۴۲

سو جب وہ آئی کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی تھا کہنے لگی گویا کہ یہ وہی ہے اور ہمیں اس سے پہلے علم

مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ○ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۴۳

ہو گیا تھا اور ہم فرمانبردار ہو گئے ۲۴۷۴ اور اسے اس نے روک رکھا جس کی وہ اللہ کے سوائے عبادت کرتی تھی

اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ○ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِى الصَّرْحَ ۴۴

وہ کافر قوم سے تھی ۲۴۷۵ اسے کہا گیا محل میں داخل ہو جا

جیسا کہ اس کے ایک بادشاہ سے دوسرے بادشاہ کی طرف تحفہ ہونے سے ظاہر ہے تو ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ وہ شکلیں دور کر دی جائیں اور خوبصورتی اور آرایش کی محبت یہ چاہتی تھی کہ وہ اسی طرح بنی رہیں اور ملکہ کا اس سے ہدایت پانا یوں تھا کہ اس سے معلوم ہو جاتا کہ حضرت سلیمان مال دنیا کی پروا ایمان کے مقابلہ میں کچھ نہیں کرتے اور دوسرے یہ کہ وہ معبود کس طرح ہو سکتا ہے جسے ایک انسان بنانے اور دوسرا فنا کر دے۔ پس جب قرآن کریم خود اس واقعہ پر کافی روشنی ڈالتا ہے اور بات بھی یہی انبیاء کی شان کے لائق ہے کہ وہ توحید کی ہتک کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے تو دور قصے بنانے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگلی آیت بھی اسی بات کی تائید کرتی ہے اھکذا عرشک کیا تیرا تخت ایسا ہی تھا اگر اسی کا تخت منگوایا ہوا ہوتا تو سوال یوں ہوتا اھذا عرشک کیا یہ تیرا تخت ہے۔ ھکذا کہہ کر صاف بتا دیا کہ اس کو توجہ دلانا تھا کہ یوں تو تیرا ہی بھیجا ہوا تخت ہے مگر کیا جب تو نے بھیجا تو یہ ایسا ہی تھا تا کہ وہ غور کرے کہ اس میں کیا تبدیلی کر دی گئی ہے اور اس تبدیلی کیطرف اس کی توجہ ہو +

۲۴۷۴ اھکذا عرشک پر دیکھو پچھلا نوٹ۔ اور اس کا جواب گویا کہ ایسا ہی ہے بتاتا ہے کہ وہ اپنی اصلیت پر باقی نہیں رہا۔ مگر اوتینا العلم من قبلھا سے کیا مراد ہے؟ ابن جریر نے تو اسے حضرت سلیمان کا قول قرار دیا ہے اور اسی کے مطابق روایات بیان کی ہیں اور بھی کئی مفسرین اس طرف گئے ہیں اور بعض مفسرین نے اسے ملکہ کا قول قرار دیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے یہ مطلب لیا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا علم اس معجزہ کے دیکھنے سے پہلے ہی تھا جو بالکل غلط ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا علم ہوتا تو بت پرست کیوں رہتے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اس نے اپنے بتوں وغیرہ کی شکلوں کو اس پر نہ پایا تو اس نے کہا کہ آپ نے انکو ناپسند کرکے دور کرا دیا ہے اور آپ کی اس ناپسندیدگی کا علم ہمیں پہلے ہی ہو گیا تھا اسلئے کہ ایلچی نے جا کر سب کچھ بتا دیا ہوگا کہ کس طرح حضرت سلیمان نے اس تحفہ کو ناپسند کیا بل انتم بھدیتکم تفرحون میں حضرت سلیمان نے اظہار ناپسندیدگی اسکے سامنے کر دیا تھا۔ قبلھا میں ضمیر اس تبدیلی کی حالت کیطرف ہے۔ اور کنا مسلمین کے معنی دونوں طرح ہو سکتے ہیں یعنی ہم نے بت پرستی کو چھوڑ کر توحید اختیار کر لی ہے یا یہ کہ سرکشی کو چھوڑ کر فرمانبرداری اختیار کر لی ہے اگلی دونوں آیات کے مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے میں دوسرے معنی کو ترجیح دیتا ہوں۔ ابھی اسلمت للہ رب العالمین آگے آتا ہے +

بلقیس کو اصلی ایمان کا علم ہو جانا

۲۴۷۵ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتک ایمان نہیں لائی بلکہ عبادت من دون اللہ نے ہی ابھی تک سلیمان پر ایمان لانے سے روک رکھا تھا۔ اور بعض نے یوں معنی کئے ہیں کہ سلیمان نے اسے من دون اللہ کی عبادت سے روک دیا لیکن اگر دل میں ایمان نہ ہو تو زبردستی سے روک دینا اصول مذہب کے خلاف ہے +

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۚ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ

سو جب اسے دیکھا اسے بہت گہرا پانی سمجھا اور گھبرا گئی — (سلیمان نے) کہا یہ محل ہے جو شیشوں سے

قَوَارِيْرَ ۬ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ہموار کیا گیا ہے۔ اس نے کہا میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے ایمان لاتی ہوں ۲۴۷۶

صرح — ۲۴۷۶ صرح۔ صرح اور صرحۃ وہ شے ہے جو ہر چیز سے خالص کی گئی ہو اور صرح بلند مکان ہے جو مزین کیا گیا ہو گویا کہ وہ ہر آلودگی سے پاک ہے (غ، ابن لی صرحا (المومن ۴۰۔۳۶) +

لجۃ — لجۃ دیکھو ۲۲۸۸ لجۃ البحر وہ ہے جس کی گہرائی کا احاطہ نہ ہو سکے اور لجۃ الماء بہت بڑے پانی کو کہتے ہیں (ت) +

کشف عن الساق — کشفت عن ساقیھا۔ ساق وہ ہے جو پاؤں اور گھٹنے کے درمیان ہو یعنی پنڈلی اس کی جمع سوق ہے فطفق مسحا بالسوق والاعناق (ص ۳۸۔۳۳) اور لغت میں ساق امر شدید کو بھی کہتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں ہے یوم یکشف عن ساق (القلم ۶۸۔۴۲) اور حدیث قیامت میں ہے یکشف عن ساقہ تو یہاں ساق سے مراد امر شدید ہی ہے اور اس کا کشف شدت امر میں مثال ہے جیسا بخیل کو کہا جاتا ہے یدہ مغلولۃ اور نہ وہاں ہاتھ ہوتا ہے نہ اس کا باندھنا اور یہ شدت بخل میں مثال ہے اسی طرح یہاں نہ پنڈلی ہے اور نہ اس کا کھولنا اور اس کا اصل یہ ہے کہ انسان جب ایک امر شدید میں مبتلا ہو جائے تو کہا جاتا ہے شمر عن ساقہ وکشف عن ساقہ گویا اس امر عظیم کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے ابن سیدہ نے اللہ تعالیٰ کے قول یوم یکشف عن ساق میں کہا ہے کہ اس سے مراد شدت امر ہے جیسا کہ کہتے ہیں قامت الحرب علی ساق اور اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ساق سے جب شدت مراد ہو تو اسے پنڈلی سے تشبیہ ہوتی ہے کیونکہ پنڈلی سارے جسم کو اٹھاتی اور اسے چلاتی ہے (ل) +

ممرد — ممرد۔ مارد کیلئے دیکھو ۲۴۳۷ اور ممرد سے مراد ہے صاف اور ہموار کیا ہوا (غ) +

قارورۃ — قواریر۔ قارورۃ کی جمع ہے یعنی شیشہ۔ قواریرا من فضۃ (الدھر ۷۶۔۱۶) (غ) +

بلقیس کی پنڈلیوں پر بالوں کا قصہ — مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان بلقیس سے شادی کرنا چاہتے تھے مگر انہیں خبر ملی کہ اسکی پنڈلیوں پر بال ہیں تو انہوں نے اس بات کی تحقیق کیلئے ایک عظیم الشان شیش محل بنایا اور اسکے نیچے پانی چلایا اور بلقیس کو اس میں داخل ہونے کیلئے کہا گیا تو اس نے پانی سمجھ کر اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ ایک نبی ہو کر محض ایک عورت کی پنڈلیاں دیکھنے کیلئے اتنا خرچ اور ایسی تجویزیں کریں یہ سمجھ سے باہر بات ہے اور قرآن کریم کے الفاظ اس کی تردید کرتے ہیں اسلئے کہ قرآن کریم میں صاف ہے حسبتہ لجۃ۔ اسے لجۃ سمجھا اور لجۃ اس پانی کو کہتے ہیں کہ جس کی گہرائی کا احاطہ نہ ہو سکے تو اس میں سے پنڈلیاں کھولکر گزرنے کا خیال کس طرح آسکتا تھا ہاں یوں ہوتا کہ سارے کپڑے اتار دیتے تو خیال ہو سکتا تھا کہ تیر کر پار ہونے کیلئے ایسا کیا ہوگا مگر اتنے گہرے پانی کیلئے پنڈلیاں کھولنا کسی عقلمند کا کام نہیں ہو سکتا اور پھر اس سے سبق کیا ملتا ہے جس کی وجہ سے قرآن کریم اس بات کو بیان کرتا۔ اصل بات یہ ہے کہ کشف عن الساق کا غلط مفہوم لیکر اس پر اس سارے قصہ کی بنیاد رکھی گئی ہے حالانکہ کشف عن الساق سے جیسا کہ اوپر لسان العرب سے دکھایا گیا ہے پنڈلیوں کا

حضرت سلیمان کے محل میں شیشوں کے نیچے پانی بہانے کی غرض — کھولنا مراد نہیں بلکہ ایک شدید امر کا پیش آنا ہے جس سے انسان گھبرا جائے۔ اصل یوں معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ملکہ نے حضرت سلیمان کو ایک تخت بھیجا جس پر شرکانہ تصاویر وغیرہ بنی ہوئی تھیں گویا شرک کی دعوت دی تھی اسکے مقابل پر حضرت سلیمان نے اسے اس کی عبادت من دون اللہ کی غلطی کیطرف اس طرح پر توجہ دلائی ہے حضرت سلیمان بادشاہ تھے اور انکے محلات بھی تھے (وہ کامل نمونہ کہ بادشاہ ہو کر گارے اور کھجور کی بنی ہوئی جھونپڑی میں گزارہ کریں محمد رسول اللہ صلعم کیلئے ہی مقدر تھا) انہوں نے ایک تصویری رنگ میں ملکہ پر

ع ٤ ١٤ ١٩ — حضرت صالح اور لوط

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ٤٥

اور ہم نے ہی ثمود کیطرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو وہ دو فریق ہو کر آپس میں جھگڑنے لگے ٢٤٧٧

قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ ٤٦

اس نے کہا اے میری قوم کیوں تم بھلائی سے پہلے دکھ کو جلدی مانگتے ہو کیوں تم اللہ سے استغفار نہیں کرتے

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ ٤٧

تاکہ تم پر رحم کیا جائے انہوں نے کہا ہمیں تیری وجہ اور انکی وجہ سے جو تیرے ساتھ ہیں مصیبت ہی پہنچی ہے اس نے کہا تمہاری مصیبت اللہ کیطرف سے ہے بلکہ

اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ۝ وَكَانَ فِى الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ٤٨

تم لوگ ہو جو آزمائے جاتے ہو اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد کرتے تھے اور اصلاح

وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا ٤٩

نہیں کرتے تھے انہوں نے کہا اللہ کی قسم کھاؤ کہ ضرور ہم اس پر اور اسکے اہل پر رات کے وقت حملہ کرینگے پھر ہم اسکے ولی کو کہدینگے کہ ہم نے

شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ٥٠

اسکے اہل کی ہلاکت کو نہیں دیکھا اور ہم بالکل سچے ہیں ٢٤٧٨ اور انہوں نے ایک مخفی تدبیر کی اور ہم نے بھی ایک مخفی تدبیر کی اور وہ محسوس نہ کرتے تھے

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ٥١

سو دیکھ ان کی تدبیر کا انجام کیسا ہوا کہ ہم نے انہیں اور انکی قوم کو سب کو تباہ کر دیا

اس کی غلطی کا اظہار کیا یعنی نہایت مصفا شیشوں کے نیچے پانی چلایا۔ ملکہ نے ان شیشوں کو پانی سمجھ لیا۔ وہ پرستار سورج تھی۔ سورج کی طاقت بڑی نظر آتی ہے مگر حقیقی طاقت جو اسکے نیچے کام کر رہی ہے وہ الٰہی طاقت ہے نظر غائر سے کام نہ لینے والے خود سورج کو ہی الٰہی طاقت سمجھ لیتے ہیں پس اس تصویری زبان میں کہ شیشہ کو پانی نہ سمجھو یہ سمجھایا کہ سورج کو خدا نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے یہ سب چیزیں اسکی طاقت اور قوت کے مظاہر ہیں۔ مظاہر قدرت کو خدا سمجھنا غلطی ہے اس سے ہر انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے اسلئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا ورنہ کسی عورت کی پنڈلیوں پر بالوں کا ہونا یا نہ ہونا کوئی ایسا واقعہ نہیں جسکے ذکر کی خدا کے کلام میں ضرورت ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تصویری زبان میں کسی حقیقت کا روشن کرنا جائز امر ہے۔ اسلئے تصاویر کے ساتھ علم کا پڑھانا ممنوع نہیں +

تصویر کے ذریعہ تعلیم دینا

٢٤٧٧ اس رکوع میں صرف حضرت صالح اور حضرت لوط کا ذکر کیا ہے۔ ان دو پیغمبروں کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انکی قوموں کی بستیاں اس رستہ پر ہیں جو مکہ سے شام کو جاتا تھا اور عرب کے لوگ جو شام سے تجارت کرتے تھے ان بستیوں میں سے ہو کر گذرتے تھے۔

٢٤٧٨ اس اور اس سے پہلی آیت میں حضرت صالح کے ذکر میں نبی کریم صلعم کے اعدا اور انکے منصوبوں کا ذکر ہے تسعۃ رھط سے مراد نو بڑے بڑے آدمی ہیں جنکے ساتھ جتھے تھے۔ آنحضرت صلعم کے بھی بڑے دشمن نو ہی تھے جن میں سے آٹھ بدر میں مارے گئے اور نواں

آنحضرت کے نو بڑے دشمن اور آپکے خلاف منصوبہ

۵۲ فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ○ وَ

سو یہ انکے گھر ویران پڑے ہیں اسلئے کہ انہوں نے ظلم کیا اس میں یقیناً ان لوگوں کیلئے نشان ہیں جو جانتے ہیں اور

۵۳ أَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ○ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ○ ۵۵

ہم نے انہیں نجات دی جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بےحیائی کے کام کرتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو

۵۶ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ○ فَمَا كَانَ جَوَابَ

کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو بلکہ تم جاہل قوم ہو۔ سو اس کی قوم کا جواب

قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ○

کچھ نہ تھا مگر یہ کہ انہوں نے کہا لوط کے لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا چاہتے ہیں

۵۷ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ○ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم ۵۸

سو ہم نے اسے اور اسکے اہل کو نجات دی سوائے اسکی بی بی کے ہم نے اسکے لئے پیچھے رہنے والوں میں ہونا مقدر کیا تھا اور ہم نے ان پر ایک مینہ

۵۹ مَّطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ○ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ

ع ۵ برگزیدوں کیلئے سلامتی اور کامیابی

برسایا تو کیا ہی برا تھا مینہ جو ڈرانے گئے کہو سب تعریف اللہ کیلئے ہے اور اسکے بندوں پر سلامتی ہے

الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ○

جنہیں اس نے چنا کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ شریک بناتے ہیں ۲۴۷۹

ابو لہب بدر کی شکست کا حال سنکر مر گیا یعنی ابو جہل۔ مطعم بن عدی۔ شیبہ بن ربیعہ۔ عتبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ امیہ بن خلف۔ نضر بن الحرث۔ عقبہ بن ابی معیط۔ ابو لہب۔ اور رات کے وقت حملہ کرنے کا مشورہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا یہاں حضرت صالح کے ذکر میں ہے یعنی نبی کریم صلعم کے متعلق آخری فیصلہ دار الندوہ میں یہی کیا گیا تھا کہ رات کے وقت آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا جائے اور جب رات کو آپ نکلیں جیسا کہ تہجد کے لئے آپ کی نکلنے کی عادت تھی تو اس وقت چند کس یکبارگی حملہ کریں تا کہ کسی ایک پر الزام قتل نہ آئے۔

امّا

۲۴۷۹ آللہ۔ اصل میں ءَ اَللّٰہُ ہے اور اَمّا اصل میں اَم مَا ہے۔

اصحاب رسول کا اصطفاء

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کے اصطفا کا ذکر فرمایا ہے وہ اصحاب رسول اللہ صلعم ہیں اور ابن عباس سے یہی مروی ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں سلامتی کا وعدہ ہے یعنی دشمن ان کو تباہ نہیں کر سکتے اور انکے مقابل پر ساتھ ہی مشرکوں کا ذکر بھی ہی بتاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم کا اصطفا بھی انبیاء کے رنگ میں تھا اسلئے کہ ان سے کام بھی وہی لیا گیا جو انبیاء سے لیا جاتا تھا۔

الجزء العشرون

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ ۶۰

بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے بادل سے پانی اتارا پھر ہم اسکے ساتھ خوشنما باغ اگاتے ہیں تمہارے لئے (ممکن) نہ تھا کہ انکے درختوں کو اگاتے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے بلکہ یہ لوگ ہیں جو ایک طرف جھک گئے ہیں ۲۴۸۰

أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۶۱

بھلا کس نے زمین کو قرارگاہ بنایا اور اسکے اندر دریا بنائے اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان روک بنائی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے بلکہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے ۲۴۸۱

أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ۶۲

بھلا کون اضطرار والے کو جواب دیتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے اور تمہیں ملک کے حاکم بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ (کوئی اور) معبود ہے بہت ہی کم تم نصیحت قبول کرتے ہو ۲۴۸۲

حدائق

۲۴۸۰ حدائق۔ حدیقۃ کی جمع ہے اور وہ وہ قطعہ زمین ہے جس میں پانی ہو گویا اسے آنکھ کی پتلی (حدقۃ) سے شکل اور پانی کے موجود ہونے میں تشبیہ ہے (غ)۔

جب خلق اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے تو دوسرا معبود بھی نہیں ہو سکتا۔

۲۴۸۱ یہاں بتایا ہے کہ وہ قوانین جن پر عالم کا دارومدار ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں نہ کسی اور کے۔ دو سمندروں میں روک پر دیکھو ۲۳۸۶۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر تین دلائل خلق اجرائے قوانین انسان سے تعلق

۲۴۸۲ سے پہلے خلق اشیاء کا ذکر فرمایا۔ پھر قوانین کے اجرا کا یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے نہ کوئی اور فرضی معبود۔ مگر یہاں تک بس نہیں بلکہ انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق بھی ہے جو اور کسی شے کا نہیں اور وہ تعلق اس وقت پورے طور پر ظاہر ہوتا ہے جب انسان ماسوا اللہ کو بکلی چھوڑ کر اپنے آپ کو صرف ایک ذات پاک کا محتاج سمجھتا ہے (اسی کو مضطر فرمایا ہے اضطرار پر دیکھو ۲۱۱) تب وہ نہ صرف اسکی حالت اضطرار کی دعا کو قبول کرتا ہے بلکہ دعا کا جواب بھی دیتا ہے کیونکہ کام کا ہونا یا نہ ہونا اتفاقی بھی ہو سکتا ہے اس کی ہستی اور اسکے تعلق کی دلیل اس کا جواب دینا ہی ہے یعنی ایسے بندے کے ساتھ کلام کرنا۔ اور اسکو مصیبت کے وقت تسلی دینا۔ اور گو یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا عام قانون بیان فرمایا ہے مگر خاص اشارہ انہی اپنے برگزیدہ بندوں کی طرف یعنی اصحاب رسول کی طرف ہے جنکے ذکر سے رکوع کو شروع کیا تھا اور اسی لئے کشف سوء یا مصیبت کے دور کرنے کے ساتھ انہیں بادشاہ بنانے کا بھی ذکر ہے گویا بتایا ہے کہ داؤد اور سلیمان کے قصے

داؤد اور سلیمان کے ذکر سے غرض

بیان نہیں کئے بلکہ مسلمانوں کو وہ سب کچھ دیا جائیگا جو پہلی قوموں کو دیا گیا۔ آیت ۶۰ میں خلق کے ساتھ یعدلون فرمایا اسلئے کہ دلیل خلق

۶۳ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ

بھلا کون تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں رستہ دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوشخبری دیتے ہوئے

۶۴ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ

بھیجتا ہے کیا اللہ کے ساتھ (کوئی اور) معبود ہے اللہ اس سے بلند ہے جو وہ (اسکے ساتھ) شریک ٹھہراتے ہیں ۲۴۸۳ بھلا کون مخلوق کو پہلے پیدا کرتا ہے پھر

يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

اسے لوٹاتا رہتا ہے اور کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے کہو اپنی روشن دلیل لاؤ

۶۵ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا

اگر تم سچے ہو ۲۴۸۴ کہو جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے اللہ کے کوئی غیب کو نہیں

۶۶ اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ

جانتا اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائینگے بلکہ آخرت کے بارے میں انکا علم انتہا کو پہنچکر رہ گیا بلکہ

۶۷ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا

وہ اس سے شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں ۲۴۸۵ اور وہ جو انکار کرتے ہیں کہتے ہیں کیا جب ہم

كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝

اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائینگے تو کیا ہم نکالے جائینگے

ع ۶ / ۱۷ — مخالفین کا انکار اور اس کی سزا

سو وہی ہے اگلی آیت میں اپنے قوانین کا ذکر کرکے یعلمون فرمایا اسلئے کہ قوانین کا تعلق علم سے ہے اور یہاں قبولیت دعا کے ذکر میں تذکرون فرمایا اسلئے کہ اس کا تعلق ذکر سے ہے +

۲۴۸۳ یہاں اس تعلق کو اور بھی کمال کو پہنچایا وہ نہ صرف مصیبت کے وقت انسان کو تسلی دیتا ہے بلکہ انسان کی بہتری کیلئے اپنی ہدایت بھی بھیجتا ہے ظاہری رستوں کے ذکر میں انہی باطنی راہوں کیطرف اشارہ ہے اور رحمت کے آگے ہوائیں بھیجنے میں اشارہ ہے کہ اس کامیابی کے آثار اب بھی نظر آتے ہیں +

۲۴۸۴ خلق کے اعادہ میں یہاں اشارہ اجرائے قانون کی طرف ہے۔ اور آسمانی رزق وحی الٰہی ہے پس انہی تینوں باتوں کا پھر ایک جگہ کرکے اعادہ کیا ہے جو اوپر کی آیات میں الگ الگ کرکے بیان کی ہیں +

۲۴۸۵ ادّٰرک پر دیکھو ۹۹۴ علم کے انتہا کو پہنچکر رہ جانے سے مراد ہے کہ وہ جاہل رہ گئے یعنی ان کا علم وہاں تک نہ پہنچ سکا اور پھر فرمایا بل ھم فی شک منہا یعنی ان کا اپنا علم تو وہاں تک نہ پہنچ سکا لیکن جب انکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ علم دیا تو وہ شک میں پڑ گئے اور پھر اس شک میں ترقی کرتے کرتے بالکل اندھے ہو گئے یعنی اسکے قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا +

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ۶۸

یہ وعدہ ہمارے ساتھ کیا جاتا رہا اور پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کیا گیا یہ صرف پہلوں کی کہانیاں ہیں

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ۶۹ وَلَا تَحْزَنْ ۷۰

کہو زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو مجرموں کا انجام کیسا ہوا اور ان پر غم نہ

عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ ۷۱

کھا اور نہ اس سے تنگی میں ہو جو یہ تدبیریں کرتے ہیں ۲۴۸۶ اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ ۷۲

اگر تم سچے ہو کہو شاید اس کا کچھ حصہ تم سے نزدیک ہی آگیا ہو جسے تم جلد چاہتے ہو ۲۴۸۷

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ ۷۳ ۷۴

اور تیرا رب یقیناً لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر نہیں کرتے اور تیرا رب یقیناً اسے جانتا ہے

مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ۷۵

جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور کوئی چھپی ہوئی چیز آسمان اور زمین میں نہیں مگر وہ واضح کتاب میں ہے ۲۴۸۸

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ ۷۶

یہ قرآن بنی اسرائیل پر بہت سی وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ۲۴۸۹

۲۴۸۶ آپ کا غم اسلئے تھا کہ یہ لوگ بجائے حق کو قبول کرنے کے مخالفت میں بڑھتے جاتے ہیں اور ان کی تدبیروں کے ذکر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی کا زمانہ ہے جو حق کو تباہ کرنے کی تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں ۔

ردف لکم

۲۴۸۷ ردف لکم ۔ ردف کیلئے دیکھو ۱۲۰۸ اور رَدِفَ لکم کے معنی قَرُبَ لکم یا دنا لکم کئے گئے ہیں یعنی تمہارے قریب آگیا ۔ اور رَدِفَکم اور ردف لکم ایک ہی ہیں جیسے سمعہ اور سمع لہ (ل) ۔

بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت رسول اللہ صلعم کی ہجرت کے قریب قریب کی ہے کیونکہ عذاب کا آنا آپ کے چلے جانے کے بعد مقرر تھا ماکان اللہ لیعذبہم وانت فیہم (الانفال ۸ ۔ ۳۳) چونکہ آپ اب مکہ سے جانے والے تھے اسلئے فرمایا کہ عذاب کا بھی ایک حصہ قریب ہی چکھو گے بعض اسلئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو رحمۃ للعالمین کی بدولت پوری تباہی سے بچا لیا ۔

غائبۃ

۲۴۸۸ غائبۃ ۔ جو چیز حواس سے مخفی ہو یا علم انسان سے مخفی ہو اسے غائب کہا جاتا ہے (غ) ، اور تا اس میں مبالغہ کیلئے ہے (ر) اصل مقصد یہ ہے کہ جس سے آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں اس سے تمہاری تدابیر کیونکر مخفی رہ سکتی ہیں ۔

قرآن یہود و نصاریٰ میں فیصلہ کرتا ہے

۲۴۸۹ بنی اسرائیل سے مراد یہاں یہود و نصاریٰ ہیں جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے (ر) کیونکہ سب سے بڑا اختلاف انہی کا تھا یسوع مسیح میں

۷۷ ۷۸ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

اور وہ یقیناً مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے تیرا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کریگا اور وہ غالب

۷۹ ۸۰ الْعَلِيْمُ ۝ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ

علم والا ہے ۲۴۹۰ سو اللہ پر بھروسہ رکھ۔ تو کھلے حق پر ہے ہاں تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور

۸۱ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ

نہ تو بہروں کو آواز سنا سکتا ہے جب وہ پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس ہو جائیں اور نہ تو اندھوں کو انکی گمراہی سے نکال کر رستہ دکھانیوالا ہے

۸۲ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ

تو صرف اسے سنا تا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتا ہے سو وہ فرمانبردار ہیں ۲۴۹۱ اور جب قول ان پر واقع

عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَاۗبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ

ہو جائے گا ہم ان کیلئے زمین سے ایک جانور نکالینگے

ہی یہ دعویٰ بھی کیا گیا تھا کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات کا فیصلہ قرآن کریم فرماتا ہے +

۲۴۹۰ دو گروہ جنکے درمیان فیصلہ کی ضرورت ہے ، ہدایت دین اور مومن ہیں ۔ اسی لئے اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ رکھکر کام میں لگے رہو +

پیغمبر کا مردوں کو سنانا

۲۴۹۱ ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر صرف ڈرانیوالا ہے ۔ جو سننا چاہے اسی کو سنا سکتا ہے اور انکی کفر پر اصرار کی حالت یہانتک ترقی کر گئی ہے کہ کسی انسان کی طاقت میں اب یہ نہیں کہ انہیں راہ راست پر لا سکے ۔ اذا ولوا مدبرین اصل حقیقت کو واضح کرتا ہے ۔ مردے ہیں بہرے ہیں با ایں پیغمبر کی آواز پر پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں ایسوں کو پیغمبر نہیں سنا سکتا ۔ اندھے ہیں اور پھر گمراہی میں ہی رہنا پسند کرتے ہیں ایسوں کی ہدایت پیغمبر نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ وہ صرف ڈرانے والا ہے اور یہ لوگ ڈرانے کی پروا نہیں کرتے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ ہمیشہ کیلئے ایمان سے بے بہرہ رہینگے کیونکہ دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ ان کو بھی سنائے گا ان اللہ یسمع من یشاء (فاطر ۳۵ - ۲۲) دیکھو ۲۷۱۹ ہاں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں وہ پیغمبر کی ہر بات کو سنتے اور مانتے ہیں اسلئے اعلیٰ مقامات پر پہنچ جاتے ہیں سنانا اچھے اعمال کی طرف بلانا ہے پیغمبر کے بلانے پر اچھے اعمال کی طرف وہی رجوع کرے گا جو پہلے اس کے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لاتا ہے ۔ یہی مضمون سورۂ روم ۳۰ - ۵۲ - ۵۳ میں ہے دیکھو ن ۲۶ جہاں سماع موتیٰ پر بھی بحث ہے اور یہ بات کہ فی الحقیقت یہاں جسمانی مردے مراد نہیں روحانی مردے مراد ہیں ۔ سورۃ فاطر ۳۵ ۔ ۱۹ ۔ ۲۳ سے واضح ہے جہاں یہ ذکر ہے کہ اندھے اور دیکھنے والے ۔ اندھیرا اور روشنی ۔ سایہ اور دھوپ ۔ زندے اور مردے برابر نہیں اور پھر اسکے ساتھ ہی ہے وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر ۔ تو قبروں والوں کو نہیں سنا سکتا تو صرف ڈرانے والا ہے +

تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ○

جو ان سے باتیں کریگا اسلئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے ۲۴۹۲

تکلیم

۲۴۹۲ تکلم کلم سے ہے دیکھو ۵۵ اور تکلیم کے معنی بات کرنا ہیں اور تکلیم بمعنی تجریح بھی آتا ہے یعنی زخمی کرنا اور بعض نے یہاں تکلمہم پڑھا ہے جس کے معنی ہیں تجرحہم لیکن اگر تکلمہم پڑھا جائے تو اسکے معنی بھی تجرحہم ہو سکتے ہیں (ل)

دابۃ الارض کا خروج

اس آیت میں ذکر ہے کہ جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین نہیں رہیگا اور ان پر قول واقع ہو جائیگا یعنی اللہ تعالیٰ کی کوئی بات جو سختی یا عذاب سے تعلق رکھتی ہے ان کے حق میں پوری ہو جائے گی (دیکھو ۲۴۴۲) تو اللہ تعالیٰ ان کیلئے ایک دابۃ زمین سے نکالیگا جو ان سے باتیں کرے گا یا انہیں زخمی کرے گا ابن کثیر کہتے ہیں یہ دابۃ آخری زمانہ میں لوگوں کے فساد کیوقت نکلے گا جب وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو ترک کر دینگے اور دین حق کو تبدیل کر دینگے ۔ اور روح المعانی میں ہے کہ یہ جیسا کہ ابو سعید خدری کی حدیث مرفوع سے اور ابن عمر کی حدیث موقوف سے ثابت ہے اس وقت ہوگا جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جائیگا اور دس اشراط الساعۃ میں سے ایک شرط خروج دابہ بھی ہے دیکھو ۱۸۶۱ اس سے اتنا معلوم ہوا کہ اس آیت کا تعلق مسلمانوں کی حالت کے بگڑ جانے سے ہے ۔ اب غور طلب یہ ہے کہ دابۃ الارض سے کیا مراد ہے ۔ روایات اسکے متعلق اس قدر ہیں کہ روح المعانی میں چند اس قسم کی روایات دیکر یہ قول نقل کیا ہے کہ روایات ہیں اس کی ماہیت اور اس کی شکل اور اس کی جائے خروج اور اس کی تعداد خروج اور اس کی مقدار خروج اور اس بارہ میں کہ لوگوں سے اس کا کیا معاملہ ہوگا اور وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے وہ نکلے گا ایسا اختلاف ہے کہ بعض روایات بعض کی معارض ہیں یعنی یہ سب پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں اور اسے قول حق قرار دیا ہے پس جب روایات کی یہ حالت ہے تو ان کی بنا پر یہ کہنا کہ دابۃ الارض کیا چیز ہے مشکل ہے اور اس مشکل کو خود قرآن کریم حل فرماتا ہے اسلئے کہ وہ اسے ایسا دابۃ قرار دیتا ہے جو لوگوں سے باتیں کریگا اور کلام کرنا انسان سے خاص ہے اور دوسرا کوئی جانور کلام نہیں کرتا ۔ اس محکم بات کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن روایات میں یہ ذکر ہے کہ وہ دابۃ انسان ہے صحیح ہیں اور قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ دوسری جگہ بھی ایک دابۃ الارض کا ذکر ہے جس نے حضرت سلیمان کی سلطنت کو تباہ کر دیا یعنی ان کا ناخلف بیٹا ۔ دیکھو السبا ۳۴-۱۴ ۔ اور یہاں بھی حضرت سلیمان کا ذکر ہو چکا ہے تو پس دابۃ الارض سے مراد انسان ہی ہے جسے دابۃ الارض اس وجہ سے کہا کہ وہ بالکل اسباب ارضی پر گرا ہوا ہے اور خدا کی طرف اس کی نظر نہیں اٹھتی دیکھو النحل ۱۶-۶۱ اور فاطر ۳۵-۴۵ میں جہاں یہ ذکر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو انکے ظلم کی وجہ سے پکڑے تو زمین پر کسی دابۃ کو باقی نہ چھوڑے اب صاف معلوم ہوتا ہے کہ دابۃ سے مراد وہی لوگ ہیں جو زمین پر اس قدر جھک گئے ہیں کہ انکی نظر خدا کی طرف اٹھتی ہی نہیں ورنہ انسانوں کے ظلم کی وجہ سے دوسرے جاندار نہیں ہلاک ہو سکتے نہ نیک انسان ہلاک ہو سکتے ہیں دیکھو ۲۷۲۸ پھر دابۃ الارض کے ایک یا کئی ہونے میں بھی اختلاف ہے قرآن کریم نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ جنس پر دلالت کرتے ہیں اور ایک روایت میں بھی ہے کہ ہر شہر سے دابہ نکلیگا پس اسی قول کو ترجیح ہے اور اسی کے مطابق حضرت ابن عباس کا قول بھی ہے لیکن دابۃ الارض کے خروج کے وقت جس طرح اسے اہل مشرق دیکھیں گے اسی طرح اہل مغرب دیکھینگے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین پر پھیلی ہوئی قومیں ہیں جو مشرق و مغرب میں یکساں پھیل جائیں گی اور مطلب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو آیات اللہ پر وہ یقین نہ رہیگا جو انسان کے اندر قوت عمل پیدا کرتا ہے اور اسلئے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بھی چھوڑ دینگے تو ان کیلئے بطور سزا ایک ایسی مخلوق نکل پڑے گی جو بالکل زمین پر جھکی ہوئی ہو جیسے موجودہ عیسائی قومیں ہیں جنکے متعلق خود قرآن کریم نے دوسری جگہ فرمایا ہے الذین ضل سعیہم فی الحیوٰۃ الدنیا (الکہف ۱۸-۱۰۴) یعنی انکی ساری کوشش دنیا کی زندگی تک ہی ختم ہو جائیگی ۔ اور اگر تکلمہم کے معنی زخمی کرنا لیا جائیں تو بھی صحیح ہے کہ مسلمانوں کو ان قوموں سے طرح طرح کے نقصانات بھی پہنچے ہیں اور انکے جسم اور دل ان سے زخمی ہوئے ہیں ۔ اور مخالفین کے ذکر میں اسبات کو اسلئے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت مسلمان کریں تو وہ

۸۳ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝

اور جس دن ہم ہر امت سے ایک گروہ ان میں سے اکٹھا کرینگے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں پھر وہ روکے جائینگے ۲۴۹۳

ع ۱۱ ۳ مخالفت دور ہو جائیگی اور لوگ ایمان لائینگے

۸۴ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ

یہانتک کہ جب وہ آئینگے کہیگا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا حالانکہ تم نے اپنے علم سے ان پر احاطہ نہ کیا تھا بھلا تم

۸۵ ۸۶ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا

کیا کرتے تھے اور ان پر قول واقع ہو جائیگا اسلئے کہ انہوں نے ظلم کیا پس وہ بات نہ کرینگے کیا وہ غور نہیں کرتے

اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

کہ ہم نے رات کو بنایا ہے تاکہ وہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن (بنایا ہے) یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں

۸۷ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ

جو ایمان لاتے ہیں اور جس دن صور میں پھونکا جائیگا پس جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور

۸۸ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝ وَتَرَى الْجِبَالَ

جو کوئی زمین میں ہیں گھبرا جائینگے سوائے اسکے جو اللہ چاہے اور سب عاجز ہو کر اسکے پاس آئینگے اور تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے

بھی قابل گرفت ہیں اور اگر دابۃ الارض سے مراد انسان نہ لئے جائیں تو پھر مراد وہ تمام اسباب ہونگے جو زمین سے ہی پیدا ہو کر انسان کی ہلاکت کا موجب ہو جاتے ہیں خواہ وہ طاعون اور وباؤں کے رنگ میں ہوں جنکے کیڑے زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور خواہ جنگوں کے رنگ میں ہوں +

فوج — **۲۴۹۳** فوج اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو گزرنے والی جلدی کرنے والی ہو جمع افواج ہے یدخلون فی دین اللہ افواجا (النصر ۲۰ ۱۱۰ (ع))

ائمۃ الکفر کی سزا — یوزعون کے معنی ہیں شرارت اور فساد سے روکے جائینگے یا آگے پیچھے ہونے سے روکے جائینگے اور یا پہلوں کا روکنا ہے یہانتک کہ پچھلے ان سے آملیں مبیکر نز دیک پہلے معنی کو ترجیح ہے اور اس اکٹھا کرنے کے دن سے مراد ان کی سزا کا دن ہے اور حتّٰی اذا جاءو اس کی تائید کرتا ہے اس لئے کہ یہ بعد کا ذکر ہے اور ممن یکذب بتاتا ہے کہ تکذیب کرنے والوں میں سے بعض کو سزا دی جائیگی اور یہ ان کے سردار ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ابو جہل اور ولید بن مغیرہ اور شعبہ بن ربیعہ کا نام ہے (د) تو مطلب یہ ہوا کہ سردار ونکو سزا دے کر انکی شرارت سے روک دیا جائیگا اور باقی لوگ آخر کار ایمان لائینگے اور اہل تشیع اس

مسئلہ رجعت — آیت سے رجعت پر دلیل لیتے ہیں یعنی امام مہدی کے ظہور کے وقت ان لوگوں کو جنہوں نے ان کے خیال میں ائمہ اہل تشیع کے ساتھ زیادتی کی ہے دوبارہ اس دنیا میں لایا جائے گا اور مومنوں کو بھی تاکہ ان کو سزا ملے تو مومن خوش ہوں اس سے بڑھکر لغو خیال کچھ نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ تو مومنوں کے ساتھ فلاح کا وعدہ اس دنیا کی زندگی میں کرتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ مومن رہتے تو ناکام ہی البتہ ایک خاص زمانہ میں جب مہدی غار میں سے نکلیگا تو اس وقت تکلیف پہنچانے والوں کو سزا دے کر مومنوں کا دل خوش کر دیگا

تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ إِنَّهُ

جنہیں تو جمے ہوئے سمجھتا ہے اور وہ بادل کا گزرنا گزر جائینگے اللہ کا کام ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا وہ اس سے

۸۹ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ۝ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۚ وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ

خبردار ہے جو تم کرتے ہو ۲۴۹۴ جو کوئی نیکی لاتا ہے اس کیلئے اس سے بہتر ہے اور وہ اس دن گھبراہٹ سے

۹۰ آمِنُونَ ۝ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا

امن میں ہونگے اور جو بدی لاتا ہے تو انکے منہ آگ میں اوندھے کئے گئے تم کو بدلہ نہیں دیا جاتا مگر اسی کا

۹۱ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا

جو تم عمل کرتے تھے مجھے صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت والا بنایا

۹۲ وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ

اور ہر چیز اسی کیلئے ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں ۲۴۹۵ اور کہ میں قرآن کی پیروی کروں سو جو کوئی

۹۳ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ وَ

ہدایت اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کیلئے ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو کہدے میں صرف ڈرانیوالوں میں سے ہوں اور

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

کہو سب تعریف اللہ کیلئے ہے وہ تمہیں اپنے نشان دکھائیگا تو تم انہیں پہچان لوگے اور تیرا رب اس سے غافل نہیں جو تم عمل کرتے ہو ۲۴۹۶

جائیگا یہ مسئلہ رجعت قرآن کریم کی ان آیات صریح کے خلاف ہے جنہیں مردوں کے اس دنیا میں واپس آنیکو منع کر دیا گیا ہے دیکھو ۲۳۴ +

جامدۃ ۲۴۹۴ جامدۃ ۔ جمد پانی کے متعلق کہا جاتا ہے جب وہ جم جائے یعنی برف بنکر ٹھوس ہو جائے اور وہ ذوب یا پگھلنے کا نقیض ہے اور جامد اور جلد سخت چیز کو کہتے ہیں (ل)

اتقان اتقن ۔ مادہ تقن ہے اور اتقان کے معنی احکام یعنی مضبوط کرنا ہیں (ل) +

مخالفت کے پہاڑوں کا دور کرنا اس آیت میں بظاہر پہاڑوں کی مضبوطی اور انکے آخر گزر جانے کا ذکر ہے لیکن آیت کا خاتمہ انہ خبیر بما تفعلون پر کیا ہے یعنی افعال انسانی کی جزا و سزا پر اسلئے جامد پہاڑوں کے گزر جانے میں اشارہ ان بڑے بڑے انسانوں کے گزر جانے کیطرف ہے جو حق کی مخالفت کرتے ہیں اور اسی لحاظ سے صنع اللہ الذی اتقن کل شیء بھی درست ہے جس میں یہ اشارہ ہے کہ حق اس قدر مضبوط چیز ہے کہ پہاڑ بھی اسکے سامنے نہیں ٹھہر سکتے اور بعض نے دھی تمر میں واؤ کو واؤ حالیہ لیا ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تو پہاڑوں کو اپنی جگہ پہ جمے ہوئے سمجھتا ہے جو ہلتے نہیں اور وہ بادل کی تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں کیونکہ زمین کے ساتھ وہ چکر کھا رہے ہیں +

مکہ کی حرمت منجانب اللہ ہے ۲۴۹۵ یہ شہر مکہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس شہر کے رب کی عبادت میں اشارہ ہے کہ یہ شہر آپکو دیا جائیگا +

۲۴۹۶ اللہ تعالیٰ کے نشانوں کو پہچان لینے میں یہ بشارت ہے کہ یہ مخالف آخر کار ایمان لے آئینگے +

سُوْرَۃُ الْقَصَصِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ ثَمَانٌ وَّ ثَمَانُوْنَ اٰیَۃً وَّ تِسْعُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱ (۱۴) ۴ — فرعون کا بنی اسرائیل کے خلاف ارادہ اور اس کا حضرت موسیٰ کو پرورش کیلئے لینا

۲ طٰسٓمّٓ ۝ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝

طور سینا پر موسیٰ (کی وحی پر غور کرو) یہ کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں

اس سورت کا نام القصص ہے اور اس میں نو رکوع اور ۸۸ آیات ہیں اور اس کا نام القصص سورت کے تیسرے رکوع میں آنا ہے جہاں حضرت موسیٰ کے مصر سے ظالموں کے ہاتھ سے بھاگ کر مدین پہنچنے اور وہاں اپنی سرگزشت سنانے کا ذکر ہے سورت کا نام ہی القصص رکھکر اس واقعہ کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ کی مماثلت میں اسی کا خاص ذکر اس سورت میں مقصود ہے اور اس میں نبی کریم صلعم کی ہجرت مدینہ اور وہاں دس سال کے قیام کی طرف توجہ دلائی ہے یہی وجہ ہے کہ پانچویں رکوع میں جہاں حضرت موسیٰ سے آنحضرت صلعم کی مماثلت کا ذکر ہے قیام مدین کا پھر خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ اور سورت کا خاتمہ اس پیشگوئی پر کیا ہے کہ گو نبی صلعم اب مکہ سے بھاگتے ہیں مگر آپ کا یہاں واپس لایا جانا یقینی ہے گویا ہجرت ہی اس سورت کا خاص مضمون ہے اور اسی لئے حضرت موسیٰ کی ہجرت کی سرگزشت پر اسکا نام رکھا

خلاصہ مضمون

پہلے رکوع میں مضمون کی ابتدا اس سے کی ہے کہ فرعون ایک قوم کو تباہ کرنا چاہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ اس قوم کو بڑا بنانا چاہتا تھا اور پھر حضرت موسیٰ کی پیدائش اور دریا میں ڈالا جانا اور فرعون کا اس کی اپنی معرفت پرورش کرنا اسی پہلے رکوع میں مذکور ہے۔ دوسرے رکوع میں یہ ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ کو کس طرح ایک قبطی کے ساتھ کچھ معاملہ پیش آیا جس کا نتیجہ قبطی کی موت ہوا اور اسی کی وجہ سے آپکو مصر سے بھاگنا پڑا تیسرے رکوع میں آپکے مدین پہنچنے اور وہاں دس سال ٹھہرنے کا ذکر ہے۔ چوتھے میں حضرت موسیٰ کی بعثت۔ فرعون سے مقابلہ اور فرعون کی ہلاکت کا ذکر ہے پانچویں میں حضرت موسیٰ کی آنحضرت صلعم سے مماثلت کا ذکر ہے جس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ ان واقعات کے ذکر میں آپ کی تاریخ کا ہی ذکر ہے چھٹے رکوع میں بتایا ہے کہ گو حضرت موسیٰ کی اور آنحضرت صلعم کی وحی کو آپس میں ایک خاص مماثلت حاصل ہے مگر درحقیقت تمام انبیاء کی وحیوں کو باہم ایک تعلق حاصل ہے اور نہ صرف انکی تعلیم کے اصل الاصول ایک ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے پیشگوئیاں بھی موجود ہیں بالخصوص سب کی پیشگوئیاں ہمارے نبی صلعم کیلئے ہیں۔ ساتویں میں بتایا کہ جو لوگ متکبر اور نیکر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں انکا انجام کیسا ہے آٹھویں میں قارون کا ذکر ہے کہ اس نے بھی کثرت مال پر فخر کر کے دوسروں کو گمراہ کیا۔ اور نویں میں آنحضرت صلعم کے ہجرت کے بعد مکہ واپس آنے کی پیشگوئی کا ذکر کیا

تعلق

یہ طٰسٓمّٓ کے مجموعہ کی آخری سورت ہے سب سے پہلی یعنی سورۃ الشعراء میں فرعون کی ہلاکت کا ذکر کر کے بتایا تھا کہ بنی اسرائیل کو طاقت اور حکومت ملے گی دوسری یعنی النمل میں بتایا کہ حضرت موسیٰ کے سلسلہ کو یہ عظمت حضرت سلیمان کے زمانہ میں نصیب ہوئی اب اس تیسری میں بتایا ہے کہ نبی کریم صلعم کی یہ شان و شوکت آپکی ہجرت سے وابستہ ہے۔ اسلام کی کل ترقیوں کی بنیاد ہجرت ہے اسلئے اس سورت کو اس مجموعہ کے آخر پر رکھا ٭

زمانہ نزول

زمانہ نزول کے متعلق جو کچھ سورۃ الشعراء میں لکھا گیا ہے کافی ہے اس سورت کے آخری رکوع کی ایک آیت کا نزول عین ہجرت کے اندر ہوا ممکن ہے ساری سورت ہجرت کے بالکل قریب زمانہ میں نازل ہوئی ہو ٭

نَتْلُوا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ اِنَّ فِرْعَوْنَ ۳ ۴

ہم تجھ پر موسیٰ اور فرعون کی خبر سے کچھ حق کے ساتھ پڑھتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں ۲۴۹۶ فرعون نے

عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ

ملک میں سرکشی اختیار کی اور اسکے رہنے والوں کو گروہ گروہ کر دیا ان میں سے ایک گروہ کو کمزور کرتا جاتا تھا انکے بیٹوں کو

اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى ۵

مار دیتا تھا اور انکی عورتوں کو زندہ رکھتا وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا ۲۴۹۷ اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان

الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○

کریں جو زمین میں کمزور کئے گئے تھے اور انہیں امام بنائیں اور انہیں وارث بنائیں ۲۴۹۸

۲۴۹۶ فرعون اور بنی اسرائیل کے قصہ کو مومنوں کیلئے بیان کرنا صاف بتاتا ہے کہ اس میں مسلمانوں اور انکے اعدا کا ذکر ہے اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ بھی قریش نے وہی سلوک کیا جو فرعون نے حضرت موسیٰ کے ساتھ کیا مگر جیسی صفائی سے فرعون اور موسیٰ کی تاریخ ہو زمانہ میں دُہرائی گئی ہے وہ ایسی بینظیر ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان فرمائی تھی آج مہذب حکمرانوں نے مسلمانوں کو کمزور کرنیکے عجیب عجیب طریق ایجاد کئے ہیں آج انہیں بہتسے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے جو مہذب قوموں کیلئے خاص سمجھے جاتے ہیں اور یہاں عیسائیت اپنے سارے سامانوں اور ساری شان و شوکت کیساتھ اسلام کے نام سے خائف ہے جیسا کہ آج ہر کوئی تاریخ مسلمانوں کی تاریخ میں پڑھے ۔

فرعون اور موسیٰ کی تاریخ کا آج تاریخ اسلام میں دُہرایا جانا

۲۴۹۷ فرعون کے اس ملک کے رہنے والوں کو گروہ گروہ کر دینے سے یہ منشا ہے کہ ایک ہی ملک کے رہنے والوں کے مختلف گروہ بنا دیئے ایک گروہ کے حقوق بہت زیادہ دیئے اور دوسرے کو ذلیل رکھنا چاہا۔ یہ دوسرا گروہ بنی اسرائیل کا تھا جنہیں اس ملک میں رہتے ہوئے عرصہ دراز گزر چکا تھا اب فرعون نے ان کو ملک میں اچھے کاموں اور اعلیٰ عہدوں سے محروم کر کے طرح طرح کی ذلت کے کام ان کے سپرد کئے یسومونکم سوء العذاب یہاں تک کہ اس ساری قوم کو غلامی کی حالت میں رکھنا شروع کیا ان عبدت بنی اسرائیل اور اپنی قوم کو حاکم اور مالک بنایا۔ اسی وجہ سے اسے مفسد کہا ہے۔ فساد صرف یہی نہیں کہ ملک میں بدامنی پھیلائے بلکہ کسی قوم کو انسانیت کے حقوق مساوی سے محروم کرنا بھی فساد ہے یہی وہ فساد ہے جس کا ارتکاب آج دنیا میں مغربی قومیں کر رہی ہیں کہ وہ مشرقی قوموں کو کمزور اور بہت سے حقوق سے محروم کر رہی ہیں ۔

فرعون کا بنی اسرائیل کو حقوق سے محروم کرنا اور ان سے ذلیل کام لینا

۲۴۹۸ ائمۃ سے مراد دین میں پیشرو ہیں۔ وارثین سے مراد ملک وحکومت کے وارث ہیں یعنی الٰہی ارادہ یہ تھا کہ ان میں دین و دنیا کی دونوں خوبیاں جمع کر دے اللہ تعالیٰ ہمیشہ دنیا میں کمزوروں کو طاقتور بنا کر اور اپنی طاقت پر فخر کرنے والوں کو نیچا دکھا کر اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا رہا ہے یہی نظارہ بنی اسرائیل میں دکھایا یہی محمد رسول اللہ صلعم کے اصحاب میں دکھایا جس کی طرف یہاں اشارہ ہے اور یہی وہ اب پھر بھی دکھائے گا۔ کیونکہ اب بھی بعض قومیں دوسری قوموں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کر کے کمزور رکھنا چاہتی ہیں ۔

کمزوروں کو طاقتور بنانے کا وعدہ الٰہی

۶ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا

اور انہیں زمین میں طاقت دیں اور فرعون اور ہامان اور انکے لشکروں کو ان سے وہ چیز دکھائیں جس سے وہ

۷ يَحْذَرُونَ ۝ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ

ڈرتے تھے ۲۴۹۹ اور موسیٰ کی ماں کیطرف ہم نے وحی کی کہ اسے دودھ پلا پھر جب اسکے متعلق تجھے خوف ہو تو اسے دریا میں

فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝

ڈال دے اور نہ ڈرنا اور نہ غم کرنا ہم اسے تیری طرف واپس لائینگے اور اسے مرسلوں میں سے بنائینگے ۲۵۰۰

ہامان

۲۴۹۹ ہامان - فرعون کا کوئی سپہ سالار یا کوئی اور بڑا عہدے دار معلوم ہوتا ہے۔ بائبل میں اس کا ذکر نہیں مگر ایران کے ایک بادشاہ کے مقربین میں سے ایک کا نام ہامان تھا۔ اسلئے پادری صاحبان اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن نے خلط واقعات کر دیا ہے بائبل میں تو جو کچھ ہے وہ بھی قابل اعتماد نہیں جن باتوں کا اس میں ذکر نہیں ان کو فرضی قرار دینا انہی عقلمندوں کا کام ہو سکتا ہے جو تین کے ایک کے برابر ہونے کے قائل ہیں - یہ کیوں ناممکن ہے کہ فرعون کے کسی سردار کا نام بھی ہامان ہو قرآن کریم ایسے ایسے واقعات بیان کر کے جنہیں دنیا میں کوئی نہ جانتا تھا اور جن کی صداقت پر آج واقعات نے مہر لگا دی ہے اپنے بیانات کا ہر قسم کے شبہات سے بالاتر ہونا ثابت کر دیا ہے ◆

فرعون کا بنی اسرائیل سے خائف ہونا

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کو بنی اسرائیل سے کچھ خوف تھا یعنی یہ کہ یہ قوم کسی دن غالب آ جائے گی حالانکہ ظاہر ہے کہ انکی تعداد مصریوں کے مقابل میں کچھ بھی نہ تھی بعینہ یہی حالت آج مغربی اقوام کی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو خوب پامال کر کے اور انکی طاقت کو جہانتک ممکن تھا توڑ کر اور انہیں دنیا بھر میں اپنے غلام بنا کر پھر بھی ان سے ہر وقت ڈرتے ہیں اور پین اسلامزم کا نام یورپ کیلئے ایک ہوّا بنا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے آخر جو چیز غالب آنے والی ہوتی ہے اس کا خوف بڑے بڑے طاقتوروں کے دلوں میں ہوتا ہے خواہ وہ کتنی کمزور نظر آئے اسلام کا جو خوف یورپ کے دلوں میں ہے وہی اس بات کی کافی شہادت ہے کہ اسلام غالب آنیوالا ہے ◆

اسلام کے غالب آنے کی ایک دلیل

غیر انبیاء کو وحی یقینی کا ہونا

۲۵۰۰ حضرت موسیٰ کی ماں نبی نہ تھیں مگر ان کو وحی ہوئی جس سے یقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ غیر انبیاء کو وحی ہوتی ہے اور اسلئے گو اس امت میں نبوت نہیں مگر وحی کا سلسلہ جاری ہے اور غیر انبیاء کی وحی کا یقینی ہونا خود یہاں سے ظاہر ہے اسلئے کہ حضرت موسیٰ کی ماں کو بذریعہ وحی اطلاع دی گئی کہ جب فرعون کی طرف سے پکڑے جانے کا خوف ہو تو بچہ کو دریا میں ڈال دے دوسری جگہ ہے صندوق میں رکھکر دریا میں ڈال دے ان اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم (طٰہٰ ۔ ۳۹) اگر یقینی وحی نہ ہوتی تو ماں اپنے بچہ کو ہلاکت میں نہ ڈالتی۔ ضائع ہونے کا خوف نہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے بچانے کا وعدہ کیا۔ اور مفارقت کا غم نہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے واپس لانے کا وعدہ کیا۔ بائبل میں یہ ذکر نہیں کہ حضرت موسیٰ کی ماں کیطرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی تھی بلکہ موسیٰ کو دریا میں ڈال دینا محض اس کے اپنے خیال کی طرف منسوب ہے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو ظاہر کر کے اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک دلیل بنا دیا ہے۔ بائبل میں یہ ایک بھاری نقص ہے کہ اس نے ان تذکروں کو محض قصوں کا رنگ دیدیا ہے اور وہ چیز جس سے بڑے بڑے روحانی یا اخلاقی سبق حاصل ہوتے ہیں وہ اس میں نہیں پائی جاتی یہ کمال قرآن کریم کا ہے کہ بائبل کے ان نقصوں کو دور کر دیا ہے ◆

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا ۸

پس فرعون کے لوگوں نے اسے لے لیا تاکہ وہ انکے لئے دشمن اور (موجب) غم ہو فرعون اور ہامان اور انکے لشکر

كَانُوْا خٰطِـــِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ۹

بلاشبہ خطا کار رہتے تھے۲۵۰۱ اور فرعون کی بی بی نے کہا میرے لئے اور تیرے لئے آنکھ کی راحت ہو اسے قتل نہ کرو

عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ ۱۰

شاید وہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ نہیں جانتے تھے اور موسیٰ کی ماں کا دل

مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ

(غم سے) خالی ہوگیا قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر ہی کر دیتی اگر ہم اسکے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تاکہ وہ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ ۱۱

مومنوں میں سے ہو۲۵۰۲ اور (موسیٰ کی ماں نے) اسکی بہن سے کہا اسکے پیچھے پیچھے جا سو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور انہوں نے

لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ ۱۲

محسوس نہ کیا اور ہم نے اسے پہلے سے (دایوں) دودھ پینے سے روک دیا سو اس نے کہا کیا میں تمہیں ایسے

عَلٰٓي اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا ۱۳

گھر والے بتاؤں جو اسے تمہارے لئے پالیں اور اس کے خیر خواہ ہوں سو ہم نے اسے اسکی ماں کیطرف واپس کر دیا تاکہ اسکی آنکھ ٹھنڈی رہے

الربع وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع

اور وہ غم نہ کرے اور تاکہ وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے

التقاط — ۲۵۰۱ التقط - لقط اور التقاط کے معنی ہیں ایک چیز کا زمین سے اٹھا لینا یا لے لینا اور لُقَطَة وہ چیز ہے جو پڑی ہوئی پائی جائے اور اٹھا لی جائے (ل)

لام عاقبت — لیکون میں لام عاقبت کا ہے یعنی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ان کا دشمن اور ان کیلئے موجب غم ہوا۔ یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے اٹھایا اس غرض سے تھا کہ وہ ان کا دشمن اور ان کیلئے موجب غم ہو +

فارغ — ۲۵۰۲ فارغ - فراغ دیکھو ۳۲۱۰۔ فارغ کے معنی خالی ہیں یہاں مراد بعض نے موسیٰ کے ذکر سے خالی لیا ہے یعنی اس کا ذکر بھول گئی اور اسے تسکین قلب حاصل ہوگئی۔ اور بعض کے نزدیک سوائے اسکے ذکر کے اور چیزوں سے خالی ہونا مراد ہے (غ)، لا تخافی و لا تحزنی کی بشارت بتاتی ہے کہ خوف و حزن سے خالی ہونا مراد ہے۔ ان کادت لتبدی بہ یعنی قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دیتیں اگر اللہ تعالیٰ نے دل مضبوط نہ کر دیا ہوتا اور بعض نے ظاہر کر دینے سے مراد لیا ہے کہ بسبب خوشی کے جو حضرت موسےٰ کے بچ جانے سے حاصل ہوئی اس واقعہ کو ظاہر کر دیتی (ر) +

ع ۲ / ۸ — حضرت موسیٰ و قبطی کا معاملہ

۱۴ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ

اور جب (موسیٰ) اپنی جوانی کو پہنچا اور کمال حاصل کیا ہم نے اسے فہم اور علم دیا اور اسی طرح ہم احسان کرنیوالوں کو بدلے دیتے ہیں[۲۵۰۳]

۱۵ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ

اور وہ شہر میں اسکے باشندوں کی بےخبری کے وقت میں داخل ہوا تو اس میں دو شخصوں کو لڑتے پایا

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ

وہ (ایک) اسکی قوم سے تھا اور وہ (دوسرا) اسکی دشمن (قوم) سے تو اسنے جو اسکی قوم سے تھا اس کے خلاف اس سے مدد مانگی جو

عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ

اسکی دشمن (قوم) سے تھا پس موسیٰ نے اسے ایک مکا مارا اور اسکا کام تمام کر دیا کہا یہ شیطان کے عمل کی وجہ سے ہے وہ کھلا گمراہ کرنیوالا دشمن ہے[۲۵۰۴]

فہم و علم کا قبل نبوت ملنا — ۲۵۰۳ یہ حکم یعنی فہم (دیکھو ۹۸۰) اور علم نبوت سے قبل ہیں اسی لئے فرمایا کہ ہر ایک نیکی کرنے والے کو ہم فہم اور علم دیتے ہیں نبوت آپ کو بہت بعد میں ملی +

وکز — ۲۵۰۴ وکز ۔ وکزہ بند کئے ہوئے ہاتھ یعنی مکے سے مارنا اور روکنا ہے (غ) +

قضاء — قضی ۔ دیکھو ۱۴۹ (ک) وغیرہ ۔ اگر قضاء سے مراد موت بھی لی جاتی ہے جیسے من قضی نحبہ (الاحزاب ۳۳ ۔ ۲۳) میں بعض نے نذر کا پورا کرنا اور بعض نے موت مراد لی ہے اور موت کے معنی میں ہے یٰلیتہا کانت القاضیۃ (الحاقۃ ۶۹ ۔ ۲۷) لیقض علینا ربک (الزخرف ۴۳ ۔ ۷۷) (غ) یہاں معنی موت ہی ہیں +

حضرت موسیٰ پر قبطی کے مرجانے سے کوئی اعتراض نہیں وارد ہوتا — حضرت موسیٰ کا قبطی کو مارنا آپ کی عصمت کے خلاف اعتراض سمجھا گیا ہے حالانکہ حضرت موسیٰ نے صرف اسے اسرائیلی پر حملہ کرنے سے روکا ہے اور ایک مکا مارا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل غلامی کی حالت میں تھے اسلئے قبطی کی زیادتی اسرائیلی پر ہو سکتی تھی نہ اسرائیلی کی قبطی پر پس حضرت موسیٰ کا اسرائیل کو بچانے کیلئے قبطی کو مکا مارنا بالکل حق بجانب فعل تھا اور بائبل میں یہ ذکر موجود بھی ہے کہ مصری اسرائیلی کو مار رہا تھا (خروج ۲ : ۱۱) لیکن مکا مارنا قتل کرنے کا ذریعہ نہیں اسلئے حضرت موسیٰ کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہ تھا ۔ مگر قبطی مرگیا جس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ پہلے ہی شراب خوری یا کسی اور وجہ سے ایسی حالت کو پہنچا ہوا تھا کہ ایک مکے سے مرگیا اور اگر یہ کہا جائے کہ ایسا شخص دوسرے پر زیادتی کیا کر سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حاکم و محکوم کا فرق ہے محکومیت کی حالت میں رہکر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ بڑے بڑے قوی آدمی ایک ذلیل نیم مردہ حاکم سے بھی مار کھا لیتے ہیں اور سامنے بولنے کی جرأت نہیں کرتے ھٰذا من عمل الشیطان سے حضرت موسیٰ کی مراد یہ نہیں ہو سکتی کہ یہ میرا فعل عمل شیطانی ہے کیونکہ وہ تو بالکل حق بجانب تھا پس ھٰذا من عمل الشیطان میں یا تو یہ بتایا ہے کہ یہ تمہاری موت تمہاری اس زیادتی اور ظلم کا نتیجہ ہے جو تم نے ایک غریب اسرائیلی پر کیا اور وہ یقیناً شیطانی فعل ہے اور یا مطلب یہ ہے کہ ایک مکے سے موت کا واقع ہو جانا اس شخص کے کسی شیطانی فعل شراب خوری یا زنا کاری کا نتیجہ ہے

قرآن کی اصلاح بائبل کا ایک اور واقعہ — بائبل میں بجائے مکا مارنے کے یوں ذکر ہے "تب اس مصری کو مار ڈالا اور ریت میں چھپا دیا" (خروج ۲ : ۱۲) جو صاف طور پر ایک مجرمانہ فعل نظر آتا ہے تعجب ہے ان لوگوں پر جو کہہ دیتے ہیں کہ قرآن کریم بائبل سے لیتا ہے حالانکہ یہاں قدم قدم پر بائبل کی اصلاح موجود ہے صرف ایک مکے کا ذکر کر کے قرآن کریم نے انبیاء کی عصمت کے اصول کو قائم رکھا ہے بائبل میں اس ذکر کے نہ ہونے سے یہ ایک مجرمانہ فعل بن گیا ہے +

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ قَالَ ۱۶ ۱۷

کہا میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا سو میری حفاظت فرما سو اللہ نے اسکی حفاظت فرمائی وہ حفاظت کرنیوالا رحم کرنیوالا ہی [۲۵۰۵] کہا

رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ○ فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ ۱۸

میرے رب اسلئے کہ تو نے مجھ پر انعام کیا میں کبھی بھی مجرموں کا مددگار نہ ہونگا [۲۵۰۶] پس وہ شہر میں ڈرتا ہوا انتظار

خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ

کرتا تھا کہ ناگہاں وہی شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی اسے مدد کیلئے پکارنے لگا۔ موسیٰ نے اسے کہا

إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِينٌ ○ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَن يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۱۹

تو یقیناً کھلا گمراہ ہے [۲۵۰۷] پس جب اس نے ارادہ کیا کہ اسے پکڑے جو دونوں کا دشمن تھا

قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَن تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِن تُرِيدُ إِلَّا

اس نے کہا اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ مجھے قتل کردے جس طرح کل ایک شخص کو قتل کردیا تو کچھ نہیں چاہتا مگر یہی کہ

أَن تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَن تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ○

ملک میں زبردست ہو جائے اور تو نہیں چاہتا کہ تو اصلاح کرنے والوں میں سے ہو [۲۵۰۸]

نفس پر ظلم سے مراد

۲۵۰۵ یہاں نفس پر ظلم سے مراد اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالنا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے اسطرح ظالموں کو اپنے اوپر ظلم کرنے کا ایک موقعہ دیدیا اور غفر سے مراد حفاظت ہے اور اگر اسے کوئی غلطی بھی مانا جائے تو یہ غلطی ارادہ اور عمد سے نہیں نہ گناہ کہلا سکتی ہے بلکہ یہ ایک خطا تھی کہ اسکا مارا تو موت واقع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا حفاظت فرمانا یہ تھا کہ حضرت موسیٰ کو ایک ظالم حاکم قوم کے ہاتھ سے بچا دیا +

جرم میں اعانت

۲۵۰۶ انعام تو حضرت موسیٰ پر قبطی کے قتل سے بہت پہلے سے تھا پس مراد یہی ہے کہ تیرے انعامات کو پاکر میں مجرموں کا مددگار کبھی ہو سکتا ہی نہیں یہ مطلب نہیں کہ پیچھے جو کیا سو کیا آیندہ مجرموں کا مددگار نہیں ہونگا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کے جرم میں اسکی اعانت کرنا بھی جرم ہے +

امس

۲۵۰۷ امس۔ گزرے ہوئے دن کو کہتے ہیں مگر قریب گزشتہ زمانہ پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ حدیث وغیرہ میں ہے مثل عنسلت سوآتك الامس جہاں اشارہ کسی بیوفائی کیطرف ہے جو چند روز پیشتر ایام جاہلیت میں کسی قوم سے کی تھی اسکو یہاں امس کہا ہے یعنی کل تو نے ایسا کیا تھا +

استصراخ

یستصرخہ ۔ صرخ کیلئے دیکھو نمبر ۲۱۰۱ اور استصراخ اور استغاثہ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی مدد چاہنا (ل) +

یہاں پھر بھی اسرائیلی کا ذکر ہے جس کی مدد پہلے حضرت موسیٰ نے کی تھی اس کا فریاد کرنا بتاتا ہے کہ وہ کسی سے لڑائی کر رہا ہے یہ دوسرا شخص مصری ہے یا اسرائیلی قرآن کریم میں ذکر نہیں مگر بائبل میں ہے کہ اس موقعہ پر دونوں عبرانی تھے جو باہم لڑ رہے تھے اور یہی درست بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں زیادتی کرنیوالا جسے حضرت موسیٰ گمراہ قرار دیتے ہیں وہی کل والا اسرائیلی ہے اور ایک محکوم اسرائیلی کا حاکم مصری پر زیادتی کرنا بعید از قیاس ہے +

۲۵۰۸ یہاں عدو لہما کون ہے یعنی دو کا دشمن۔ ظاہر ہے کہ یہ وہی شخص ہے جسے حضرت موسیٰ نے غوی کہا ہے یعنی غلطی پر قرار دیا ہے کہ وہ اپنے بھائی پر زیادتی کر رہا تھا پس اول تو وہ اس شخص کا دشمن تھا جس پر زیادتی کر رہا تھا اور پھر حضرت موسیٰ کا بھی دشمن ہوا اسلئے کہ وہ ناحق پر تھا۔

۲۰ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ؗ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ

اور شہر کی پرلی طرف سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اس نے کہا اے موسیٰ بڑے بڑے لوگ تیرے متعلق مشورہ کرتے ہیں

۲۱ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ؗ قَالَ

کہ تجھے قتل کر دیں سو تو نکل جا میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں سو ڈرتا ہوا انتظار کرتا ہوا اس سے نکل پڑا کہا

ع ۳ — حضرت موسیٰ کی مدین میں اقامت

۲۲ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى

میرے رب مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے اور جب (موسیٰ نے) مدین کیطرف رخ کیا کہا امید ہے کہ

۲۳ رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً

میرا رب مجھے سیدھے رستہ پر چلائے گا اور جب مدین کے پانی پر پہنچا اس پر لوگوں کے ایک گروہ کو (مواشی کو)

مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ؗ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ؗ قَالَ مَا

پانی پلاتے ہوئے پایا اور ان سے سوائے دو عورتوں کو پایا جو (اپنی بکریوں کو) روک رہی تھیں کہا تمہارا

خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ؗ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝

کیا معاملہ ہے انہوں نے کہا ہم پانی نہیں پلا سکتیں جبتک کہ چرواہے (اپنے جانوروں کو) نہ لیجائیں اور ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے[۲۵۰۹]

۲۴ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۝

سو اس نے ان کیلئے پانی پلا دیا پھر سایہ کیطرف پھر آیا اور کہا میرے رب جو بھلائی تو میری طرف بھیجے میں اس کا محتاج ہوں

حضرت موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس ظالم کو پکڑ کر مظلوم کو چھڑا دے اس نے شور ڈال دیا کہ کل تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا آج مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہیں اس سے حکام کو خبر پہنچ گئی اور انہوں نے حضرت موسیٰ کی گرفتاری کا فیصلہ کیا مگر کسی خیر خواہ نے گرفتاری سے پہلے حضرت موسیٰ کو خبر پہنچا دی جیسا اگلی آیت میں ذکر ہے اور آپ وہاں سے بھاگ گئے +

۲۵۰۹ تذودان۔ ذَوْد کے معنی چلانا۔ ہانکنا اور روکنا ہیں + — ذَوْد

یصدر۔ صَدْر سینہ کو کہتے ہیں پھر ہر چیز کے مقدم کو اور صَدَارَۃ اس کا قصد کیا اور صدر عن ہو تو اس کے معنی انصراف یعنی پھرنا ہوتے ہیں (غ) اور اَصْدَر دوسرے کو پھیرا یہاں جانوروں کو واپس لیجانا مراد ہے + — صَدَرَ۔ اَصْدَر

رعاء۔ اور رُعاۃ۔ راع کی جمع ہیں اور رَعْی اصل میں حیوان کی حفاظت ہے غذا پہنچانے سے ہو یعنی چرانے سے یا دشمن سے اسکے بچانے سے اور مَرْعٰی چرنے کی جگہ ہے وارعوا انعامکم (طٰہٰ ۲۰۔ ۵۴) اخرج منہا ماءھا ومرعاھا (النّٰزعٰت ۷۹۔ ۳۱) پس راع چرواہا ہے اور رَعْی اور رِعَاء حفاظت اور سیاست پر بھی آتا ہے جیسے حدیث میں ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (غ) + — رَعْی۔ راع — مَرْعٰی

یہ شیخ کبیر اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت شعیب تھے۔ اور بعض نے کہا ہے شعیب کے بھتیجے اثرون تھے اور شعیب کا نام بائبل میں یثرو ہے

فَجَآءَتْهُ إِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ إِنَّ أَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا ٢٥

پس ان دونوں میں سے ایک حیا سے چلتی ہوئی آئی کہنے لگی میرا باپ تجھے بلاتا ہے تاکہ تجھے اس کی اُجرت بدلہ میں دے جو

سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ

تُو نے ہمارے لئے پانی پلایا سو جب اسکے پاس آیا اور سرگزشت اس سے بیان کی اس نے کہا ڈر نہیں تو ظالم لوگوں سے

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالَتْ إِحْدٰىهُمَا يٰٓأَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۡ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ ٢٦

بچ گیا ٢٥١٠ دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے کہا میرے باپ اسے نوکر رکھ لے بہترین نوکر جو تو رکھنا چاہے

الْقَوِىُّ الْأَمِيْنُ ۝ قَالَ إِنِّىْٓ أُرِيْدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَىَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى أَنْ تَأْجُرَنِىْ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ ۚ ٢٧

مضبوط امین ہے ٢٥١١ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں اس شرط پر کہ تو آٹھ سال میری نوکری کرے

فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ أُرِيْدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِىْٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

پھر اگر تو دس (سال) پورے کرے تو یہ تیری طرف سے ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر تکلیف ڈالوں اگر اللہ چاہے تو تو مجھے نیکو کاروں سے پائیگا ٢٥١٢

انبیاء کا فطرتاً کمزوروں کا حامی ہونا

اور بائبل میں اس شخص کو مدین کا کاہن رعوایل نام قرار دیا ہے اور یہی نام مفسرین میں سے ابن جریج نے اختیار کیا ہے۔ یہ بھی فطرت انبیاء کا نقشہ ہے کہ وہ کمزوروں اور ضعیفوں کے حامی ہوتے ہیں حضرت موسیٰ بالکل نو وارد اجنبی ہیں مگر جب دو لڑکیوں کی بیکسی کو دیکھا تو انکی فطری ہمدردی انسانی نے جوش مارا اور ہمارے نبی کریم صلعم نے تو یتیموں بیواؤں عورتوں غلاموں کے حقوق دلانے میں وہ کام کیا جو دنیا میں کسی نے نہیں کیا +

عورت کی چال میں حیا

٢٥١٠ اس میں یہ تعلیم دی ہے کہ عورت کی چال میں خصوصیت سے حیا ہونا چاہئے اپنے کام کاج کیلئے عورتوں کو باہر نکلنا پڑتا ہے اور انکے باہر نکلنے میں ہرج کوئی نہیں لیکن وہ اگر حیا سے اپنی آنکھ کو نیچا رکھیں اور صرف اپنے کام سے کام رکھیں تو دوسروں پر بھی نیک اثر ڈال سکتی ہیں اور

کام کی اُجرت

یہ بھی کہ کوئی کچھ کام کرے تو اس کی اُجرت دینی چاہئے۔ اسی لفظ القصص سے جو اس آیت میں آیا ہے اس سورت کا نام لیا گیا ہے کیونکہ اس سورت میں اہمیت اسی واقعہ کو دی گئی ہے اور اصل میں اس کو وقعت دیکر اشارہ نبی کریم صلعم کی ہجرت اور ظالموں کے ہاتھ سے نجات پانے وغیرہ کیطرف کیا ہے۔ گویا توجہ دلائی ہے کہ اس سورت میں اہم واقعہ جس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے حضرت موسیٰ کی ہجرت مدین اور وہاں سے بالآخر واپس آنا ہے دیکھو ٢٥١٢ و ٢٥٤٢ +

اجر

٢٥١١ استاجر۔ اَجر اور اُجرۃ وہ ہے جو عمل کے بدلہ سے لوٹکر آتا ہے دنیوی ہو یا اُخروی ان اجری الا علی اللہ (یونس ١٠ - ٧٢) اٰتینا اجرہٗ فی الدنیا (العنکبوت ٢٩ - ٢٧) اور اَجَرَ کے معنی ہیں کوئی چیز اسے اُجرت کے بدلہ میں دی ان تاجرنی ثمنی حجج (٢٧) (یعنی ملازمت اختیار کرنا گویا نفسک یہاں محذوف ہے اور

استئجار

اِستیجار کسی چیز کا اُجرت کے عوض طلب کرنا ہے پھر اُجرت پر کسی چیز کا لینا بھی اس سے مراد لیا جاتا ہے اور یہی یہاں مراد ہے (٢٦) +

حِجّۃ

٢٥١٢ حجج حِجّۃ کی جمع ہے جسکے معنی سال ہیں +

لڑکی کے نکاح میں دینے کا عوض لینا جائز نہیں

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بیٹی دینے کے عوض میں خدمت نہیں لی گئی بلکہ اس خدمت کا ذکر نکاح سے پہلے سے ہی ظاہر ہے کہ شیخ کبیر کو ضرورت ہے کہ کوئی اس کا ملازم ہو اور حضرت موسیٰ کو بھی ضرورت ہے کہ کوئی صورت انکے معاش کی ہو اسلئے خود بیٹیاں یہ تجویز کرتی

۲۸ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ

(موسیٰ نے) کہا یہ میرے اور تیرے درمیان (عہد) ہوا جونسی مدت میں پوری کر دوں مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور اللہ

۲۹ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ

اسپر جو ہم کہتے ہیں کارساز ہے سو جب موسیٰ نے مدت پوری کرلی اور اپنے اہل کے ساتھ چلا پہاڑ کی طرف

الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ

سے آگ دیکھی اس نے اپنے اہل سے کہا ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں تمہیں اس سے کچھ خبر لا دوں یا آگ کا انگارا (لا دوں)

۳۰ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ

تاکہ تم سینکو ۲۵۱۳ سو جب اس کے پاس آیا وادی کے دائیں جانب میں درخت والی

الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

بابرکت جگہ میں آواز آئی کہ اے موسیٰ میں اللہ جہانوں کا رب ہوں ۲۵۱۴

ع ۱۴ — حضرت موسیٰ کی بعثت فرعون کے مقابلہ اور اس کی ہلاکت

ہیں کہ حضرت موسیٰ کو ملازم رکھ لیا جائے۔ نکاح کر دینا الگ معاملہ تھا البتہ یہ ضرور تھا کہ لڑکی کے والد نے چاہا کہ کم از کم کچھ مدت انکا داماد انکے پاس رہے اسلئے آٹھ سال کی شرط لگائی۔ اور اس ملازمت کیلئے اجر اور استاجر اختیار کرکے خود بتا دیا کہ مراد اس سے کوئی کام کسی اجرت کے عوض لینا ہے پس کام کی اجرت الگ ہے جس سے نکاح کو کوئی تعلق نہیں جن لوگوں نے اس سے یہ نکالا ہے کہ بیٹی نکاح میں دیکر دامادسے کچھ وصول کرلینا جائز ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے اور یہ رواج جو بعض قوموں میں پایا جاتا ہے اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے فمن عندك سے مراد یہ ہے کہ یہ تمہارے اختیار کی بات ہے میں مجبور نہیں کرتا۔ یہ مطلب نہیں کہ پھر تم جس سے چاہو نکاح کرلو +

مدین میں حضرت موسیٰ کے آٹھ اور دس سال کے واقعہ میں آنحضرت صلعم کی اقامت مدینہ کی پیشگوئی

حضرت موسیٰ کی تاریخ میں آنحضرت صلعم اور اسلام کی تاریخ کا ہونا خود قرآن کریم سے ثابت ہے لیکن بعض پہلو اس تاریخ کے نہایت حیرت انگیز ہیں یہ آٹھ اور دس سال حضرت موسیٰ کے مدین میں رہنے کا واقعہ بائبل میں مذکور نہیں مگر قرآن کریم نے اسے بیان کیا ہے اور اسکی سچائی پر اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے کہ بعینہٖ یہی واقعہ آنحضرت صلعم کو پیش آتا ہے یہ سورت مکی ہے ہجرت کے قریب کی ہے اس کی ایک آیت میں ہجرت کے اندر نازل ہوئی جس میں یہ وعدہ ہے کہ اس وقت تو تم مکہ سے بھاگ رہے ہو لیکن ہم ہی مکہ میں تمہیں واپس بھی لائینگے۔ ان الذی فرض علیك القراٰن لرادّك الی معاد (۸۵) تو حضرت موسیٰ کے مدین میں آٹھ اور دس سال کا واقعہ اسلئے بیان کیا کہ جتنی مدت وہ مدین رہے وہی مدت آنحضرت صلعم کے مدینہ میں رہنے کی تھی آٹھ سال بعد آپ مکہ میں بحیثیت فاتح واپس آجاتے ہیں اور دس سال آپ کی کل مدت اقامت مدینہ ہے جسکے بعد آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملتے ہیں کیا اس واقعہ سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ آٹھ اور دس سال کا واقعہ عالم الغیب خدا کی طرف سے ہے بائبل ناقص ہے

بائبل کی ایک اور اصلاح

اور قرآن کریم نے اس کے نقصوں کی اصلاح کی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ گو آج یہودی انسکلو پیڈیا سے ہمیں اسبات کی شہادت ملتی ہے کہ حضرت موسیٰ مدین میں دس سال رہے مگر آٹھ سال کا ذکر وہاں بھی نہیں۔ کیا یہ عالم الغیب خدا کے سوائے کسی کا کلام ہوسکتا ہے +

جذوۃ — ۲۵۱۳ جذوۃ۔ جو شعلہ کے بعد رہجاتا ہے یعنی انگارا یا کوئلہ +

شاطئ - شطأ — ۲۵۱۴ شاطئ جانب یا کنارہ ہے اور شطأ اُگنے والی چیز کی سوئی ہے یعنی جو چیز اس سے نکل کر دونوں طرفوں میں پھیل جاتی ہے (غ) +

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓي اَقْبِلْ ۳۱

اور کہ اپنا عصا ڈال دے سو جب اسے ہلتا ہوا دیکھا گویا وہ چھوٹا سا سانپ ہے پیٹھ پھیرتا ہوا اٹھا پھر گیا اور پیچھے نہ مڑا۔ اے موسیٰ آگے آ

وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۡ ۳۲

اور ڈر نہیں تو امن پانیوالوں میں سے ہے اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال وہ بغیر کسی عیب کے سفید ہو کر نکلے گا

وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ

اور خوف میں اپنا بازو اپنی طرف ملا لے یہ دو روشن دلیلیں تیرے رب کیطرف سے فرعون اور اسکے سرداروں

وَمَلَا۟ىِٕهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ ۳۳

کیطرف ہیں وہ نافرمان لوگ ہیں [۲۵۱۵] اس نے کہا میرے رب میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کیا تھا سو میں ڈرتا ہوں کہ

يَّقْتُلُوْنِ ۝ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّىْٓ اَخَافُ ۳۴

وہ مجھے قتل کر دیں۔ اور میرا بھائی ہارون وہ مجھ سے زیادہ فصیح زبان والا ہے سو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے میں ڈرتا ہوں

اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا ۳۵

کہ وہ مجھے جھٹلا دیں [۲۵۱۶] کہا ہم تیرا بازو تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کرینگے اور تمہارے لئے مضبوط دلیل ٹھہرائینگے سو وہ

يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ڔ بِاٰيٰتِنَآ ڔ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝ ع

تم تک نہ پہنچ سکینگے ہماری نشانیوں کے ساتھ (جاؤ) تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کرے غالب رہو گے

بقعة — بقعة۔ بَقَعٌ اور بُقْعَة رنگ کا اختلاف ہے یعنی ایک رنگ میں دوسرے رنگ کا ہونا اور بُقْعَة اس قطعہ زمین کو کہتے ہیں جو اپنے پاس والی زمین کی ہیئت سے علیحدہ ہیئت پر ہو (ل) ✦

من شاطئ الوادِ الایمن۔ ایمن کے معنی اگر دایاں لیا جائے تو شاطئ کی صفت ہوگی یعنی دائیں جانب سے اور اگر ایمن کے معنی بابرکت ہوں تو شاطئ یا وادی دونوں کی صفت ہو سکتی ہے اور فی البقعة المبارکة شاطئ سے حال ہے یعنی وہ اس مبارک قطعہ میں زمین میں تھی اور من الشجرة بدل اشتمال ہے شاطئ سے یعنی وہ جانب درختوں والی تھی اور معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ موسیٰ کو ادھر سے آواز آتی ہوئی معلوم ہوئی اور یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ موسیٰ کو آواز آئی جب وہ اس جگہ تھا نودی کانّا فی شاطئ الوادی (ر) ✦

ضم الجناح — [۲۵۱۵] اضمم الیک جناحک جناح سے مراد ہاتھ یا بازو ہے دیکھو [۱۸۲۲] اور ضم الجناح کنایہ ہے تجلّد و ضبط سے اور وہ پرندے کے فعل سے ماخوذ ہے کہ خوف کے بعد حالت امن ہو تو وہ ایسا کرتا ہے (ر) مطلب یہ ہے کہ خوف کے وقت گھبراؤ نہیں۔ اور من الرهب سے مراد من اجل الرهب ہے۔

ردءً — [۲۵۱۶] رِدْأً جو دوسرے کے پیچھے اس کا مددگار ہو کر چلتا ہے اور ردِیٌ بھی اصل میں اسی کی طرح ہے لیکن اس کا استعمال پیچھے رہ جانیوالے مذموم پر ہے اور رَدٰی ہلاکت ہے (غ) ✦

ردی۔ فصیح — اَفْصَح۔ فَصَحَ کسی چیز کا ملاوٹ سے خالص ہونا ہے فَصُحَ اس کا محاورہ جیسے ہے اسی سے فصیح ہے (غ)

۳۶ فَلَمَّا جَآءَهُم مُّوسَىٰ بِـَٔايَـٰتِنَا بَيِّنَـٰتٍ قَالُوا۟ مَا هَـٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا

سو جب موسیٰ ہماری واضح آیتوں کے ساتھ انکے پاس آیا انہوں نے کہا یہ کچھ نہیں مگر بنایا ہوا جادو ہے اور ہم نے اپنے

۳۷ بِهَـٰذَا فِىٓ ءَابَآئِنَا ٱلْأَوَّلِينَ ○ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّىٓ أَعْلَمُ بِمَن جَآءَ بِٱلْهُدَىٰ مِنْ عِندِهِۦ

پہلے باپ دادوں میں یہ نہیں سنا[۲۵۱۷] اور موسیٰ نے کہا میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اسکی طرف سے ہدایت لایا ہے

۳۸ وَمَن تَكُونُ لَهُۥ عَـٰقِبَةُ ٱلدَّارِ ۖ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ○ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَأُ

اور اسے جس کیلئے اس گھر کا اچھا انجام ہے ظالم کامیاب نہیں ہوتے اور فرعون نے کہا اے سردارو

مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَـٰهٍ غَيْرِى فَأَوْقِدْ لِى يَـٰهَـٰمَـٰنُ عَلَى ٱلطِّينِ فَٱجْعَل لِّى صَرْحًا

میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا سو اے ہامان میرے لئے مٹی پر آگ جلا پھر میرے لئے ایک محل بنوا

۳۹ لَّعَلِّىٓ أَطَّلِعُ إِلَىٰٓ إِلَـٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّى لَأَظُنُّهُۥ مِنَ ٱلْكَـٰذِبِينَ ○ وَٱسْتَكْبَرَ هُوَ وَ

تاکہ میں موسیٰ کے خدا پر اطلاع پاؤں اور میں اسے یقیناً جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں[۲۵۱۸] اور اس نے اور اس کے لشکروں

۴۰ جُنُودُهُۥ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ○ فَأَخَذْنَـٰهُ

نے ملک میں ناحق تکبر کیا اور انہوں نے سمجھا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائینگے۔ سو ہم نے اسے

۴۱ وَجُنُودَهُۥ فَنَبَذْنَـٰهُمْ فِى ٱلْيَمِّ ۖ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَـٰقِبَةُ ٱلظَّـٰلِمِينَ ○ وَ

اور اسکے لشکروں کو پکڑا اور انہیں سمندر میں ڈال دیا سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا ہوا اور

جَعَلْنَـٰهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى ٱلنَّارِ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ لَا يُنصَرُونَ ○

ہم نے انہیں پیشرو بنایا جو آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن انہیں مدد نہیں دی جائیگی

۲۵۱۷ غالباً اس سے مراد توحید نبوت وغیرہ اور ان کی دلائل ہیں۔ ساحروں کا رسیوں کے سانپ وغیرہ بنانا ایسا امر نہیں جسکے متعلق وہ کہہ سکتے کہ اپنے باپ دادوں میں ہم نے یہ نہیں سنا۔

۲۵۱۸ مٹی پر آگ جلانے سے مراد اینٹ کا پکانا ہے ما علمت لکم من الٰہ غیری سے معلوم ہوتا ہے کہ بت پرست اقوام کیطرح وہ بادشاہ کو بھی خدا کیطرح مانتے تھے اور بمقابلہ دیگر اشیاء جنکی پرستش کی جاتی تھی بادشاہ کی عزت بہت بڑھکر ہوگی اور فرعون نے موسیٰ کے رب العٰلمین کے مقابل پر اپنے آپکو پیش کیا جس سے معلوم ہوا کہ اصل مقابلہ توحید باری تعالیٰ پر ہی تھا اور محل بنوانا بطور استہزا تھا یا وہ سچ مچ خیال کرتا ہوگا کہ اونچے محل کے ذریعہ سے آسمان کی حالت کو دیکھا جاسکتا ہے اور کہ حضرت موسیٰ کا دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ آسمان پر ہے۔

ع ۵ / ۸

حضرت موسیٰ کی آنحضرت صلعم سے مماثلت

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝ ٤٢ وَلَقَدْ

اور ہم نے انکے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ بُرے حال والوں میں سے ہونگے ٢٥١٩ اور ہم نے

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ

موسیٰ کو کتاب دی اسکے بعد کہ ہم نے پہلی نسلوں کو ہلاک کر دیا (جو) لوگوں کے لئے روشن دلیلیں اور

وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ٤٣ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ

ہدایت اور رحمت (تھی) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور تو مغربی جانب میں نہ تھا جب

قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ ٤٤ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا

ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا اور تو حاضر ہونے والوں میں سے نہ تھا لیکن ہم نے (کئی) نسلیں پیدا کیں

فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

پھر ان پر لمبا زمانہ گزر گیا اور تو اہل مدین میں ٹھہرا ہوا نہ تھا کہ ان پر ہماری آیتیں

اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ ٤٥ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً

پڑھتا ہو لیکن ہم ہی رسول بھیجنے والے ہیں اور تو طور کے کنارہ پر نہ تھا جب ہم نے آواز دی لیکن یہ تیرے رب

مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ٤٦

کیطرف سے رحمت ہوئی تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جنکے پاس تجھ سے پہلے ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ٢٥٢٠

مقبوح

٢٥١٩ مقبوحین قبیح چیزوں میں سے وہ ہے جس سے نظر (نفرت کی وجہ سے) دور ہوتی ہے اور اعمال میں سے وہ جس سے دل دوری اختیار کرتا ہے۔ اور مقبوح وہ ہے جو ایسی حالت منکرہ سے موسوم ہو اور قبحہ اللّٰہ عن الخیر کے معنی ہیں اسے بھلائی سے ایک طرف یا دور کر دیا (غ)، اور مقبوح کے معنی مطرود بھی ہیں یعنی خیر سے دور کیا گیا (ر)۔

آنحضرت صلعم اور حضرت موسیٰ کی مماثلات اور ایک دوسرے کا شہید و مصدق

٢٥٢٠ ان آیات میں جس بات کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے وہ حضرت موسیٰ کے ساتھ آنحضرت صلعم کی مشابہت ہے اس مشابہت کا واضح الفاظ میں آیت ۴۸ میں ذکر ہے سحران تظاھرا یعنی حضرت موسیٰ اور محمد صلے اللہ علیہما وسلم دو جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں یعنی موسیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کرکے آپکو سچا ٹھہراتے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم موسیٰ کی تصدیق کرتے ہیں اور بیان انہی پیشگوئیوں کی طرف ہی اشارہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے جو پیشگوئیاں آپکے متعلق کیں اور وہ دو ہزار سال بعد پوری ہوئیں تم کوئی اس وقت موسیٰ کے پاس تھے کہ وہ ایسی پیشگوئی کر سکتے اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں علم نہ دیا ہوتا یا موسیٰ کے جو حالات اب قرآن کریم میں بیان کئے جاتے ہیں اور اصولاً ویسی ہی تعلیم ایک عرب کا اُمی دیتا ہے جیسی تعلیم موسیٰ نے دی تھی تو یہ باتیں تو ایسی ہیں کہ مشاہدہ کو چاہتی ہیں لیکن تم تو اس وقت موجود نہ تھے پس حضرت موسیٰ کا وہ علم غیب اور اب اسی کے مطابق اور ویسی ہی تعلیم دیتے ہوئے دو ہزار سال بعد

۴۷ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ

اور تا کہ ایسا نہ ہو کہ انہیں اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہو کوئی مصیبت پہنچے پھر وہ کہیں ہمارے رب تو نے کیوں نہ

۴۸ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ

ہماری طرف رسول بھیجا سو ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور مومنوں میں سے ہوتے — سو جب ہماری طرف سے حق ان کے

مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ

پاس آگیا — کہنے لگے اسے کیوں اس کی مثل نہیں دیا گیا جو موسیٰ کو دیا گیا — کیا انہوں نے اس کا انکار نہیں کیا جو

اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۟ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۝

پہلے موسیٰ کو دیا گیا — کہنے لگے یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور کہنے لگے ہم سب کے منکر ہیں ۲۵۲۱

ملک عرب میں ایک نبی کا آنا اسبات پر شاہد ہیں کہ یہ دونوں باتیں دونوں وحیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ تم مدین میں نہیں رہے تو یہ اس طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ کا فرعون کے ارادۂ قتل سے بھاگنا اور پھر مدین میں جا کر دس سال ٹھہرنا تمہاری زندگی میں اسی طرح پیش آنیوالا ہو گویا کہ تم مدین میں ہی تھے حالانکہ مدین میں نہ تھے۔ اور انشانا قرونا میں اس عرصہ دراز کا ذکر کیا جو حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلعم کے درمیان گزر رہا تھا۔ اور ما اتٰھم من نذیر میں اہل عرب کا ذکر کیا جن کیلئے پیشگوئی موجود ہو کیونکہ ایک طرف بنی اسرائیل ہیں جن میں پے درپے رسول آتے رہے دوسری طرف بنی اسمٰعیل ہیں جن میں ایک بھی رسول نہ آیا۔ اور یہ کہنا کہ حضرت اسمٰعیل ان کی طرف رسول تھے صحیح نہیں اس لئے کہ بنی اسمٰعیل کا ملک عرب میں پھیلنا اور قوم بننا تو حضرت اسمٰعیل کی موت کے بعد وقوع میں آیا +

بنی اسمٰعیل میں کوئی نبی نہیں آیا

۲۵۲۱ چونکہ اوپر کی آیات میں آنحضرت صلعم کی حضرت موسیٰ سے مماثلت اور حضرت موسیٰ کی پیشگوئیوں اور ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کا ذکر ہے اور آنحضرت صلعم کی حضرت موسیٰ سے مماثلت پر قرآن کریم میں بہت زور بھی دیا گیا ہے اسی لئے بار بار موسیٰ اور فرعون کا قصہ یاد دلایا جاتا تھا انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً (المزمل ۷۳ - ۱۵) اسلئے وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ پھر جو حالت فرعون کی موسیٰ کے مقابل پر ہوئی تھی وہی ہماری حالت کیوں نہیں ہوتی مثل ما اوتی موسیٰ میں یہی اشارہ ہو کہ ایسا ہی نشان ہلاکت ہم پر بھی آتے اگر یہ نبی مثل موسیٰ ہو جیسا اس کا دعویٰ ہو تو پھر ہم فرعون کی طرح غرق کیوں نہیں ہوتے اور جب انہیں تعلیم کی مماثلت پیشگوئیوں کے پورا ہونے توریت میں آنحضرت صلعم کا ذکر ہونے وغیرہ امور کیطرف توجہ دلائی جاتی کہ کیا مماثلت کے لئے یہ کافی نہیں تو کہہ دیتے کہ یہ تو جادوگری ہے دو جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں سحران تظاھرا سے یہی مراد ہو۔ چنانچہ حضرت ابن عباس سے بخاری نے تاریخ میں یہی معنی روایت کئے ہیں کہ اس سے مراد موسیٰ اور آنحضرت صلعم ہیں اور اگلی آیت میں فاتوا بکتاب من عند اللہ ھو اھدیٰ منھما میں صاف بھی کر دیا ہو کہ سحران سے ان کی مراد توریت اور قرآن ہی ہیں پس جو تائید و تصدیق تعلیم اور پیشگوئیوں سے ہوتی تھی اس کی پرواہ نہ کرتے اور یہی مطالبہ کرتے تھے کہ پھر ہم بھی فرعون کی طرح ہلاک ہو جائیں +

مماثلت موسیٰ پر فرعون کی ہلاکت جیسے نشان کا مطالبہ

قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ ۴۹

کہو تو اللہ کی طرف سے کوئی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو تاکہ میں اسکی پیروی کروں اگر تم

صَادِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَ ۵۰

سچے ہو ۲۵۲۲ پس اگر وہ تجھے جواب نہ دیں تو جان لو کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور

مَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو جو اللہ کیطرف سے کسی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہو اللہ ظالم لوگوں کو

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ ۵۱

ہدایت نہیں دیتا اور یقیناً ہم نے (اپنے) کلام میں باہم بہت تعلق رکھا ہو تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ۲۵۲۳

ع ۶ / ۱۰ — صداقت وحی پر ایک دلیل

۲۵۲۲ یہاں توریت اور قرآن کا باہم مقابلہ نہیں بلکہ ان کی اس حیثیت کا ذکر ہو کہ وہ ایک دوسرے کی موید اور مصدق ہیں کفار کے دونوں کے انکار پر فرمایا کہ ان دونوں کی شہادت کو رد کرتے ہو تو بتاؤ ان سے زیادہ ہدایت والی اور کونسی کتاب ہو جس کی پیروی کیجائے اور اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ قرآن کریم کے بعد جو مرتبہ توریت کو حاصل ہو وہ دنیا کی اور کسی کتاب کو نہیں توحید کی تعلیم جس صفائی اور زور کے ساتھ اور بت پرستی سے نفرت کی جو تعلیم توریت میں پائی جاتی ہو وہ نہ ویدوں میں ہو نہ دنیا کی اور کسی کتاب میں اور اصولی اور اصل تعلیم تو توحید الٰہی ہو جس پر صداقت کا دارومدار ہو اسلئے فرمایا کہ توریت و قرآن جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں اور ایک ہی تعلیم اصولی رنگ میں دیتے ہیں باوجودیکہ دونوں میں زمانہ اور ملک اور قوم کا اتنا بڑا فرق ہو اگر انکی تائیدی شہادت کو قبول نہیں کرتے تو ان سے بہتر کوئی اور کتاب بتاؤ اگلی آیت میں فان لم یستجیبوا لک میں بتادیا کہ اس مطالبہ کو پورا نہیں کرسکتے پس وہ کسی حق کی پیروی نہیں کرتے اپنی خواہشات کے پیرو ہیں ؂

وَصَّلَ

۲۵۲۳ وصلنا ۔ وَصْل اور اتّصال اشیاء کا ایک دوسرے کے ساتھ ملانا ہو اور اشیاء اور معانی دونوں میں اسکا استعمال ہوتا ہو ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل (البقرۃ ۔ ۲۷) الا الذین یصلون الی قوم بینکم وبینہم میثاق (النساء ۔ ۹۰) جہاں یصلون کے معنی ہیں ینتسبون یعنی ایسی قوم کیطرف منسوب ہیں کیونکہ جب دو آدمیوں کے درمیان نسبت یا مصاہرت ہو تو کہا جاتا ہو فلانٌ مُتَّصِلٌ بِفلانٍ اور یہاں وصّلنا کے معنی ہیں اَكْثَرْنَا لهم القَوْلَ مَوْصُولاً بعضُه ببعضٍ یعنی کلام انکے لئے بہت بھیجا ہو جو بعض بعض سے ملا ہوا ہو (غ) فَعَّلَ میں چونکہ مبالغہ یا تکثیر پائے جاتے ہیں اسلئے وَصَّلَ کے معنی ہیں بہت ملایا یا بار بار ملایا (ت) ؂

وَصَّلَ

مختلف وحیوں کا باہم تعلق وحی الٰہی کی صداقت پر دلیل ہو

قول اور اس کی توصیل سے کیا مراد ہو؟ پچھلے رکوع میں قرآن کریم اور توریت کے ایک دوسرے کے مصدق اور موید ہونے کا ذکر تھا اب اسی کو عام کیا ہو اور بتایا ہو کہ فی الحقیقت وحی الٰہی کہیں ہوئی ہو اور کبھی ہوئی ہو وہ سب ایک قول کے حکم میں ہو اور اس میں باہم بہت تعلق پایا جاتا ہو گویا توریت و قرآن ہی ایک دوسرے کی مصدق اور موید نہیں بلکہ سب وحی ہی ایک دوسرے کی موید ہو اور اس میں صداقت وحی پر بڑی بھاری دلیل ہو کہ مختلف ملکوں میں مختلف زمانوں میں مختلف زبانوں میں جو وحیاں ہوتی ہیں ان سب کی غرض ایک ہو انسان کے اخلاق کو سنوارنا اور اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق پیدا کرنا ان سب کے اصول ایک ہیں انسان کے اوپر ایک اور ہستی کا ہونا اور اعمال کی جزا و سزا کا حق ہونا تمام وحی پانے والے ایک ہی قسم کی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں مخلوق سے کمال درجہ کی ہمدردی

النصف

۵۲ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ

جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۲۵۲۴ اور جب ان پر (قرآن) پڑھا جاتا ہے

۵۳ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ۝ اُولٰٓىٕكَ

کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے ہم اس سے پہلے بھی فرمانبردار تھے یہی ہیں

یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا

جنہیں ان کا اجر دو چند دیا جائیگا اسلئے کہ انہوں نے صبر دکھایا اور وہ بدی کو نیکی کے ساتھ دور کرتے ہیں اور اس سے جو ہم نے

۵۴ رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ٘

انہیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں۲۵۲۵ اور جب لغویات سنتے ہیں اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل

۵۵ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ٘ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ۝ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ

تم پر سلامتی ہو۔ ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے تو اسے ہدایت نہیں دے سکتا جسے تو دوست رکھتا ہو لیکن اللہ جسے چاہتا ہے

۵۶ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ

ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانیوالوں کو خوب جانتا ہے۲۵۲۶ اور کہتے ہیں اگر ہم تیرے ساتھ ہوکر ہدایت کی پیروی کریں

رکھتے ہیں بلاکسی اجر امعمز دوکے کام کرتے ہیں۔ پھر سب سے بڑھکر یہ کہ ایک کی وحی میں دوسرے کے آنے کا ذکر ہے بالخصوص جملہ انبیاء نے ہمارے نبی کریم صلعم کے آنے کی پیشگوئی کی ہے +

دوسرے مذاہب کے لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے

۲۵۲۴ مفسرین دس یہودیوں یا چالیس عیسائیوں وغیرہ کا یہاں ذکر کرتے ہیں مگر اس میں لاکھوں اور کروڑوں وہ انسان داخل ہیں جو ہر مذہب میں سے اسلام میں آئے۔ آتے ہیں اور آتے رہینگے۔ کروڑہا ہندو اور بدھ مذہب کے پیرو کروڑہا کنفیوشس کے پیرو زردشت کے پیرو۔ حضرت مسیح اور حضرت موسیٰ کے پیرو سب اس میں داخل ہیں کوئی مذہب نہیں جس میں سے اسلام نے ایک حصہ لیا ہو اور یہی اس کے آخری غلبہ کا نشان ہے +

۲۵۲۵ مرتین یعنی دو دفعہ یا دو چند اجر کی وجہ مفسرین یہ دیتے ہیں کہ ایسے لوگ پہلے اپنی کتاب پر ایمان لائے۔ پھر قرآن کریم پر مگر قرآن کریم نے جو خود وجہ بیان فرمائی ہے وہ ان کا صبر انکا بدی کو نیکی کے ذریعہ دور کرنا اور انکا اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے۔ اور یہی حق ہے۔ دو چند اجر انہیں کا ہے جو صرف آپ ہی نیکی کی راہ اختیار نہیں کرتے بلکہ دنیا میں بھی بدی کو دور کرکے نیکی کو پھیلاتے ہیں اور یا یہ کہ وہ صرف ایمان ہی نہیں لاتے بلکہ ایمان کو بذریعہ اعمال کمال تک پہنچاتے ہیں +

۲۵۲۶ اس آیت کے شان نزول میں وفات ابو طالب کا ذکر لکھا ہے یعنی آنحضرت صلعم بوجہ اس محبت کے جو ابو طالب سے آپکو تھی اسلئے کہ اس نے آپکا ساتھ سخت ترین مشکلات میں دیا چاہتے تھے کہ وہ مسلمان ہو جائے مگر انہوں نے ظاہر طور پر اقرار توحید نہیں کیا۔ تو اس آیت میں آنحضرت صلعم کو تسلی دی گئی کہ انسان کے یہ اختیار کی بات نہیں کیونکہ قلب کی حالت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہوتا ہے اسلئے جسے وہ چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور ہر ایک شخص کو بھی خطاب ہے جو دوسروں کی ہدایت کا کام اختیار کرتا ہے کہ وہ ایک یا دوسرے کے ایمان نہ لانے سے گھبرائے نہیں

نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَاؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰۤى اِلَیْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا

تو اپنے ملک سے اچک لئے جائیں کیا ہم نے انہیں امن والے حرم میں جگہ نہیں دی جسکی طرف ہر قسم کے میوے کھینچے آتے ہیں (یہ) ہماری طرف سے

مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَاۚ ۵۸

رزق (ہے) لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ۲۵۲۷ اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کیں جو اپنی روزی کے سامان میں اترا گئی تھیں

فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِیْلًاؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ ۝ وَ مَا ۵۹

سو یہ انکے مکانات ہیں جو انکے بعد آباد نہیں ہوئے مگر بہت کم اور ہم ہی وارث ہیں ۲۵۲۸ اور تیرا

كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى یَبْعَثَ فِیْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَاۚ وَ مَا

رب بستیوں کو ہلاک کرنیوالا نہ تھا جبتک کہ انکے مرکزی مقام میں رسول (نہ) بھیجتا جو ان پر ہماری آیتیں پڑھتا اور ہم

كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ ۶۰

بستیوں کو ہلاک کرنیوالے نہیں مگر اس حال میں کہ انکے رہنے والے ظالم ہوں ۲۵۲۹ اور جو کوئی چیز تمکو دی گئی ہے تو وہ دنیا کی زندگی کا

الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَاۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰىؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

سامان اور اسکی زینت ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے

اسلام تو آخر کار دنیا میں مقبول ہو گا ہاں یہ ضرور نہیں کہ جسے آج زید یا بکر چاہتا ہے وہ بھی فوراً مسلمان ہو جائے +

۲۵۲۷ مکہ میں بہت لوگ ایسے تھے جو صداقت اسلام کا دل سے اعتراف کرتے تھے مگر خوف یہ تھا کہ مسلمان ہو کر مارے جائینگے یا گھروں سے نکالے جائینگے تو ان کو تسلی دی ہے کہ جس خدا نے حرم جیسی امن والی جگہ انہیں دی کیا وہ انہیں کفار کے ہاتھ سے بچا نہیں سکتا اور یجبی الیہ ثمرات کل شیءٍ میں بتایا ہے کہ مکہ ایک وادی غیر ذی زرع میں آباد ہے پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کیا تماشہ ہے کہ ہر قسم کے پھل وہاں پہنچتے ہیں +

۲۵۲۸ بطرت معیشتہا کیلئے دیکھو ۱۲۳۸ جن قوموں کو روزی کا سامان کچھ اچھال جاتا ہے وہ اترا کر حد سے نکل جاتی ہیں اسی کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے آج بھی کئی قومیں اسی سامان روزی پر اترائی ہوئی ہیں کہ انہیں کھانے اور پہننے کو اچھال جاتا ہے آیت ۶۰ میں فرمایا کہ یہ صرف حیوٰۃ الدنیا کی زندگی کی خوشی ہے انسان کو خوش اسباب پر ہونا چاہئے جسکا فائدہ اس کیلئے دیرپا ہے نحن الوارثین میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ایک قوم سے لیکر دوسری قوم کو دیتا ہے۔

عذاب ہلاکت اور اتمام حجت

۲۵۲۹ یہ انکے اس مطالبہ کا جواب ہے جو کہتے تھے کہ جس طرح فرعون ہلاک ہوا ہم ہلاک کیوں نہیں ہوتے تو اسکے جواب میں فرمایا کہ بلاشبہ عرب کے ملک کی حالت انتہائے فساد کو پہنچ چکی تھی کہ انپر عذاب بھیجکر انہیں ہلاک کر دیا جاتا یہودیوں نے بھی انکی اصلاح پر زور لگایا مگر یہ درست نہ ہوئے عیسائیوں نے بھی زور لگایا مگر انکی اصلاح نہ ہوئی بلکہ اور ظلم اور فساد میں ترقی کرتے گئے مگر چونکہ یہ وہ قوم تھی کہ خود انکے اندر کوئی رسول نہ آیا تھا آیت ۴۶ اسلئے ضرور تھا کہ پہلے ان میں رسول بھیجا جاتا جو انہیں ڈراتا اور امہا سے مراد یہاں ام القریٰ یعنی مکہ ہے اور پھر دوبارہ جو فرمایا وماکنا مہلکی القریٰ الا واھلہا ظالمون تو مطلب یہ ہے کہ یہ بھی نہیں ہوتا کہ ادھر رسول مبعوث ہو ادھر مکذبین کو ہلاک کر دیا جائے بلکہ جبتک وہ ظالم ثابت نہ ہوں اور ان کا ظلم کمال کو نہ پہنچے اس وقت تک بھی انہیں ہلاک نہیں کیا جائیگا +

۶۱ أَفَمَن وَعَدْنَٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَٰقِيهِ كَمَن مَّتَّعْنَٰهُ مَتَٰعَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا

بھلا جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو پھر وہ اسے پالینے والا بھی ہو اس کی طرح ہو جسے ہم نے دنیا کی زندگی کا سامان فائدہ اٹھانے کو دیا

ع ۱۵

گمراہ کرنیوالوں کا انجام

۶۲ ثُمَّ هُوَ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ مِنَ ٱلْمُحْضَرِينَ ۝ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآءِىَ

پھر وہ قیامت کے دن حاضر کئے گئے لوگوں میں سے ہوگا ن ۲۵۳۰ اور جس دن انہیں پکاریگا اور کہیگا میرے وہ شریک کہاں

۶۳ ٱلَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ۝ قَالَ ٱلَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ ٱلْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ

ہیں جن کا تم دعویٰ کرتے تھے جن کے خلاف بات ثابت ہوئی وہ کہینگے ہمارے رب یہ وہ ہیں جنہیں ہم نے

۶۴ أَغْوَيْنَآ أَغْوَيْنَٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَآ إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوٓا۟ إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ۝ وَقِيلَ

گمراہ کیا ہم نے انہیں گمراہ کیا جسطرح ہم خود گمراہ ہوئے ہم تیرے سامنے بے تعلق ہوتے ہیں یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے ن ۲۵۳۱ اور کہا جائیگا

ٱدْعُوا۟ شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا۟ لَهُمْ وَرَأَوُا۟ ٱلْعَذَابَ ۚ لَوْ

اپنے شریکوں کو بلاؤ سو وہ انہیں بلائینگے مگر وہ انہیں جواب نہ دینگے اور عذاب کو دیکھ لینگے کاش

۶۵ أَنَّهُمْ كَانُوا۟ يَهْتَدُونَ ۝ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝

وہ ہدایت اختیار کرتے اور جس دن انہیں پکارے گا پھر کہیگا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا

۶۶ ۶۷ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ ٱلْأَنۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ ۝ فَأَمَّا مَن

پس اس دن خبریں ان پر مشتبہ ہو جائیں گی سو وہ ایک دوسرے سے سوال نہ کرینگے ن ۲۵۳۲ سو جو

تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَعَسَىٰٓ أَن يَكُونَ مِنَ ٱلْمُفْلِحِينَ ۝

توبہ کرتا ہو اور ایمان لاتا ہو اور نیک کام کرتا ہو تو امید ہے کہ وہ کامیاب ہونیوالوں میں سے ہوگا

(دلیل ۳۴)

ن ۲۵۳۰ محضرین۔ دیکھو ن ۲۲۹۵ یہاں مراد عذاب میں حاضر کئے گئے لوگ ہیں جیسا اولئک فی العذاب محضرون (الروم ۳۰-۱۶) جمیع لدینا محضرون

محضر

ن ۲۵۳۱ جنہیں اوپر کی آیت میں شرکاء کہا تھا انہیں یہاں گمراہ کرنیوالے خود گمراہ ہونیوالے اور الذین حق علیهم القول کہا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ وہاں شرکاء سے مراد صرف انکے رؤسا ہیں۔ اور اغوینٰهم کما غوینا سے مراد ہے کہ ہم نے انہیں مجبور کر کے گمراہ نہیں کیا بلکہ جس طرح ہم اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے وہ بھی اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے۔ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی ہوا و حرص کو پوجتے تھے۔

شرکاء سے مراد گمراہ کرنے والے لوگ ہیں

ن ۲۵۳۲ عمی علیہ کے معنی ہیں مشتبہ ہو گیا ن ۱۴۵۷ انباء۔ نبأ کی جمع ہے جسکے معنی خبر ہیں اور مراد یہاں وہ مطالبہ ہے جو ان سے کیا گیا یا ہر قسم کی باتیں اور ایک دوسرے سے سوال نہ کرنے سے یہ مطلب ہے کہ سب یکساں تاریکی کی حالت میں ہونگے۔

انباء

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا ۶۸

اور تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے چن لینا انکا کام نہیں اللہ اس سے پاک اور بلند ہے جو وہ

يُشْرِكُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ ۶۹ ۷۰

شرک کرتے ہیں ۲۵۳۳ اور تیرا رب جانتا ہے جو انکے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور وہ اللہ ہے اسکے سوا

اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ ۷۱

کوئی معبود نہیں اسی کیلئے دنیا اور آخرت میں تعریف ہے اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے کہو کیا تم دیکھتے ہو

اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ

اگر اللہ تم پر ہمیشہ کیلئے قیامت کے دن تک رات ہی رکھے تو اللہ کے سوائے کون معبود ہے جو تمہیں روشنی

بِضِيَاۗءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا ۷۲

لادے تو کیا تم سنتے نہیں ۲۵۳۴ کہو کیا تم دیکھتے ہو اگر اللہ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ

دن ہی رکھے تو اللہ کے سوائے کون معبود ہے جو تم پر رات لائے جس میں تم آرام کرتے ہو

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ ۷۳

تو کیا تم دیکھتے نہیں اور اپنی رحمت سے اسنے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس میں آرام کرو اور

اختیار — **۲۵۳۳** یختار۔ اختارہ کے معنی ہیں اسے چن لیا (خیر سے باب افتعال ہے) اور اسکے بعد من آتا ہے اور حذف بھی کر دیا جاتا ہے کیونکہ چننے میں فضیلت پائی جاتی ہے و اختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا (الاعراف۔ ۱۵۵) جہاں مراد ہے من قومہ۔ اور اس کا صلہ

خیرۃ — علیٰ بھی آتا ہے کیونکہ چن لینے میں دوسروں پر فضیلت پائی جاتی ہے اختر نٰھم علیٰ علم علی العالمین (الدخان ۴۴۔ ۳۲) اور خِیَرۃ اور خِیْرۃ اس سے اسم ہے حدیث میں ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم خیرۃ اللہ من خلقہ یعنی آنحضرت سب مخلوق سے چنے ہوئے یا سب مخلوق پر فضیلت رکھنے والے ہیں۔

استخارۃ — اور خیرۃ بمعنی تخییر یعنی چننے کے معنی میں بھی آتا ہے اور استخارۃ کسی چیز میں خیرۃ کا طلب کرنا ہے (ل) اور اختیار کے معنی اسکا طلب کرنا بھی ہے جو خیر ہو اور اسکا کرنا بھی (غ) نیز دیکھو ۲۰۵۰ نیک بنانا بھی اسکے معنی ہیں اور یہاں چن لینے سے مراد رسالت کے منصب کیلئے چن لینا بھی ہوسکتا ہے اور شفاعت کیلئے چن لینا بھی اور یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو نیک بناتا ہے یا انہیں دوسروں پر فضیلت دیتا ہے۔ اور بعض نے یختار کے معنی یہ بھی کئے ہیں کہ وہ اختیار رکھتا ہے مگر یہ خود یخلق ما یشاء سے ظاہر ہے +

سرمدا — **۲۵۳۴** سرمدا کے معنی دائم یا ہمیشہ ہیں جسکے لئے انقطاع نہ ہو اور لیل سرمد لمبی رات کو بھی کہتے ہیں (ل) مطلب یہ ہے کہ رات اور دن کے تغیرات جن پر انسان کی بہبودی اور راحت کا مدار ہے یہ بھی سب اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں +

۷۴ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

تاکہ تم اسکے فضل سے ڈھونڈو اور تاکہ تم شکر کرو اور جس دن انہیں پکارے گا پھر کہیگا میرے وہ شریک کہاں ہیں جنکا تم

۷۵ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

دعوے کرتے تھے اور ہم ہر ایک قوم سے ایک گواہ نکال لینگے پس کہینگے اپنی روشن دلیل لاؤ

۷۶ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ ع اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ

ع ۱۱

قارون

تب جان لینگے کہ حق اللہ کیلئے ہی ہے اور وہ ان سے جاتا رہے گا جو وہ افترا کرتے تھے ۲۵۳۵ قارون موسیٰ کی

مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ

قوم سے تھا اور ان پر زیادتی کرتا تھا اور ہم نے اسے اتنا مال پر مال دیا کہ اسکے خزانے ایک طاقتور جماعت

بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ○

کے لئے اٹھانے مشکل تھے جب اس کی قوم نے اسے کہا اترا نہیں اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا ۲۵۳۶

۲۵۳۵ شہید یا گواہ سے مراد ان کا نبی ہے +

ناء

۲۵۳۶ تنوء ۔ ناء بحملہ ینوء ۔ بڑی کوشش اور مشقت سے بوجھ کو اٹھا کر لے گیا یا بھاری پاکر پھینک دیا +

قارون کا ذکر جس کا نام بائبل میں قرح آتا ہے گنتی سولھویں باب میں ہے مگر بائبل نے واقعات کو کچھ ایسا خلط ملط کر دیا ہے کہ اس باب میں قارون کے ساتھ داتن اور ابیرام وغیرہ کی بغاوت کا ذکر اکٹھا کیا ہے پادری ڈملو نے اپنی تفسیر بائبل میں لکھا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ملا دیئے گئے ہیں جو الگ الگ زمانوں سے تعلق رکھتے ہیں +

قارون

ہمارے مفسرین کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ کے چچا کا بیٹا تھا اور بغی علیہم سے مراد ہے کہ ان پر بڑائی چاہتا تھا اور یہ کہ وہ اسکے ماتحت ہوں یا ان پر ظلم کرتا تھا یا ان کی نعمت کا زوال چاہتا تھا ۔ اور بعض نے کہا کہ کپڑا ان سے لمبا پہنتا تھا مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں جو قابل ذکر ہوتی ۔ اور بعض اقوال میں ہے کہ یہ اس کی زیادتی اس وقت کا واقعہ ہے جب فرعون نے اسے بنی اسرائیل پر حاکم بنایا ہوا تھا اور یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے ورنہ اس قدر دولت بیابان میں کہاں سے حاصل کر سکتا تھا جابر حاکم محکوم قوموں سے اسطرح کام لیتے ہیں کہ کسی چالاک آدمی کو کچھ لالچ دیکر اسی کو ان پر متعین کر دیتے ہیں اس طرح پر اس شخص نے بھی کچھ فرعون سے انعام کے طور پر اور کچھ بنی اسرائیل سے ظلم کر کے روپیہ اکٹھا کیا ۔ رہی یہ بات کہ اس کی ہلاکت بیابان میں ہوئی یا مصر میں کہا نہیں جا سکتا بائبل اسے بیابان میں قرار دیتی ہے مگر جیسا کہ اوپر دکھایا جا چکا ہے بائبل کا بیان خود گڈمڈ ہے ممکن ہے کہ سارا یا مصر کا ہی واقعہ ہو اور اس سورت میں حضرت موسےٰ کے واقعات مصر کا ہی ذکر ہے اور اس قصہ کو لا کر اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ بعض لوگ اپنے مال پر فخر کر کے بھی حق سے منہ موڑ لیتے ہیں گو وہ بظاہر نبی کی پیروی کرنے کا بھی دعویٰ کرتے ہوں ۔ اور انکی کثرت مال اور انکے ٹھاٹھ کو دیکھ کر لوگ گمراہ ہوتے ہیں چونکہ پچھلے رکوع میں ان گمراہ کنندوں کا ذکر تھا جو تکذیب کر کے حق کی مخالفت پر کھڑے ہو جاتے ہیں اسلئے یہاں اس قسم کے گمراہ کرنے والوں کا ذکر کیا جو مومن قوم میں سے کہلا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں +

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن ۷۷

اور اس سے جو اللہ نے تجھے دیا ہو آخرت کے گھر کی بہتری تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلا اور احسان کر

كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہو اور ملک میں فساد نہ چاہ اللہ فساد کرنے والوں کو

الْمُفْسِدِينَ ○ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ ۷۸

پسند نہیں کرتا [۲۵۳۷] اس نے کہا یہ مجھے اپنے علم سے ملا ہو کیا اسے علم نہ تھا کہ اللہ نے اس سے

أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا

پہلے ایسی ایسی نسلوں کو ہلاک کیا جو اس سے طاقت میں بڑھکر اور جمعیت میں زیادہ تھیں اور مجرموں

يُسْأَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ○ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ ۷۹

سے انکے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کیا جائیگا [۲۵۳۸] سو وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی آرایش میں نکلا جو لوگ دنیا کی زندگی

يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ

چاہتے تھے انہوں نے کہا اے کاش ہمارے لئے بھی اس کی مثل ہوتا جو قارون کو ملا ہو وہ بڑے

عَظِيمٍ ○ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ ۸۰

نصیب والا ہو اور جنہیں علم دیا گیا تھا انہوں نے کہا تم پر افسوس اللہ کا (دیا ہوا) بدلہ اسکے لئے بہتر ہو جو ایمان لاتا ہو اور نیک

صَالِحًا وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ○ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا ۸۱

عمل کرتا ہو اور یہ سوائے صبر کرنے والوں کے اور کسیکو نہیں ملتا سو ہم نے اسے اور اسکے گھر کو زمین میں نابود کر دیا [۲۵۳۹]

۲۵۳۷ گویا سمجھایا کہ مال دنیا کا جمع کرنا تو کوئی غرض زندگی نہیں یہ مال کسی اور غرض کے حصول میں معاون ہو سکتا ہو سو آخرت کے گھر کی بہتری چاہو اور نصیبک من الدنیا سے مراد یہ ہو کہ دنیا کی زندگی تو آخرت کی تیاری کیلئے ہو اسے مت بھلا +

۲۵۳۸ علم عندی سے مراد بعض مفسرین نے علم کیمیا لیا ہو اور یہ بھی لکھا ہو کہ حضرت موسیٰ کو بھی کیمیا کا علم یعنی سونا بنانا آتا تھا تفسیروں کے انہی بے بنیاد قصوں نے بہت سے مسلمانوں کو لغو کاموں میں لگا کر تباہ کر دیا ہو جن کی ساری ساری زندگی اسی امید میں گزر جاتی ہو کہ ایک آنچ کی کسر باقی رہ گئی ہو اس کا مطلب صرف اس قدر ہو کہ میں نے اپنے علم سے اسے کمایا ہو +

مجرموں سے سوال نہ کرنا اسلئے ہو کہ انکے جرموں کا اثر خود ان پر ظاہر ہوگا سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی +

۲۵۳۹ خسف کیلئے دیکھو ۱۳۴۲ ہو سکتا ہو جیسا کہ بائبل میں ہو کہ زلزلہ سے زمین پھٹ کر زمین میں دھنس گیا یا کسی اور طریق سے نابود

فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝

تو کوئی گروہ اس کیلئے نہ ہوا جو اللہ کے مقابلہ پر اس کی مدد کرتے اور نہ وہ مدد طلب کرنے والوں میں سے ہوا

۸۲ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور جو لوگ کل اس کی جگہ کی آرزو کرتے تھے کہنے لگے ہائے افسوس اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ

ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی ذلیل کر دیتا

۸۳ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا

ہائے کافر کامیاب نہیں ہوتے ۲۵۴۰ یہ آخرت کا گھر ہم اسے ان لوگوں کیلئے بناتے ہیں جو

ع ۹ / ۱۲ — آنحضرت صلعم کی تباہی کمکی پیشگوئی

يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

زمین میں بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد (چاہتے ہیں) اور عاقبت متقیوں کے لئے ہے ۲۵۴۱

۸۴ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى

جو نیکی لاتا ہے اس کیلئے اس سے بہتر ہے اور جو بدی لاتا ہے تو ان لوگوں کو

۸۵ الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ

جو برائیاں کرتے ہیں وہی بدلہ بھی دیا جاتا ہے جو وہ کرتے ہیں جس نے تجھ پر قرآن

عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

فرض کیا ہے

کر دیا اور اگلی آیت میں خسف سے مراد ذلیل کرنا ہی معلوم ہوتا ہے +

۲۵۴۰ اصبح ۔ اصبح سے ہے ۲۳۳ اور اصباح بھی صبح کو کہتے ہیں فالق الاصباح (الانعام ۹۷) اور اصبح کے معنی صبح کی یا صبح کے وقت میں داخل ہوا اور صرف صار کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اصبح فلان عالما یعنی فلاں شخص عالم ہو گیا (ل) + — اصبح

ویکاَنّ ۔ وے افسوس اور ندامت اور تعجب کا کلمہ ہے اور کانّ ساتھ تحقیق کیلئے بڑھایا ہے) اور بعض کے نزدیک ویلک اصل میں ویلک ہے اور لام حذف ہو گیا ہے (غ) + — وے ۔ ویکانّ

۲۵۴۱ فرعون ہو جو کافر کہلاتا تھا یا قارون جو مومن کہلاتا تھا جو کوئی زمین میں تکبر اور ظلم اختیار کرتا ہے وہ دار آخرت سے محروم رہ جاتا ہے +

لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ

وہ یقیناً تجھے لوٹکر آنے کی جگہ واپس لائیگا کہو میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے (بھی) جو کھلی گمراہی

مُّبِيْنٍ ۝ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۸۶

میں ہے ۲۵۴۲ اور تو امید نہیں رکھتا تھا کہ تیری طرف کتاب بھیجی جائے گی مگر تیرے رب کیطرف سے رحمت کے طور پر (ایسا ہوا)

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ ۸۷

سو تو کسی صورت میں کافروں کا مددگار نہیں ہو سکتا ۲۵۴۳ اور وہ تجھے اللہ کی آیتوں سے ہرگز نہیں روک سکتے اسکے بعد

اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

جو وہ تیری طرف اُتاری گئیں اور اپنے رب کیطرف بلا اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو

معاد

معاد سے مراد مکہ ہے

۲۵۴۲ معاد۔ عَوْد کے لئے دیکھو ۱۲۲۱ کسی چیز سے پھر جانے کے بعد اس کی طرف رجوع کرنا اور معاد کے معنی لوٹنا بھی ہیں اور لوٹنے کا زمانہ بھی اور لوٹ کر آنے کا مکان بھی اور یہاں معاد کے معنی مکہ کئے گئے ہیں (غ) اور اس کو معاد کہنے کی وجہ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ آپ وہاں پیدا ہوئے یا اس لئے کہ وہ آپ کا وطن تھا (ل)، اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں معاد سے مراد یہاں مکہ ہے (بخاری) اور معاد سے مراد مکہ ہونا مجاہد اور ضحاک سے بھی مروی ہے اور انسان کا اپنا شہر یا وطن اسلئے معاد کہلاتا ہے کہ سب طرف سے پھر پھرا کر وہ اپنے شہر کی طرف واپس آتا ہے۔ اور مکہ کا نام معاد اسلئے بھی ہے کہ لوگ ہر سال لوٹ لوٹ کر اس کی طرف آتے ہیں (ر) اور اصل بات یہ ہے کہ خود قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاد مکہ کا ہی نام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اذجعلنا البیت مثابة للناس (البقرۃ ۲ - ۱۲۵) اور مثابة بھی اسے اسی لئے کہا کہ وہاں لوگ لوٹ لوٹ کر آتے تھے دیکھو ۱۵۷۔

عین ہجرت میں آنحضرت کو مکہ واپس لانیکی پیشگوئی

روایت ہے کہ نبی کریم صلعم جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ کو جا رہے تھے تو جحفہ میں یہ آیت آپ پر نازل ہوئی اس سے بھی بہات کی تائید ہوتی ہے کہ معاد سے مراد یہاں مکہ ہے آخرت یا جنت یہاں معنی لینا درست نہیں کیونکہ یہ موقعہ آخرت یا جنت کے وعدے کا نہ تھا۔ علاوہ ازیں اس سورت میں حضرت موسیٰ کا مدین کو بھاگ کر جانا اور دس سال وہاں رہنا اور پھر مصر کو واپس آنا سب اسی لئے بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے حالات میں یہی باتیں پیش آنیوالی تھیں اسی لئے جب ابتدائے سورت میں حضرت موسیٰ کے ان واقعات کو بیان کیا تو آخر میں مضمون کو صاف کرنے اور تکمیل کو پہنچانے کیلئے نبی کریم صلعم کو عین ہجرت کے اندر یہ وعدہ دیا کہ آپ بھی مکہ میں واپس آئینگے اور یہاں سے آپ کا بھاگ کر جانا عارضی ہے۔ عین اس وقت جب آپ کی بیکسی کی حالت انتہا کو پہنچ گئی تھی یہ وعدہ کہ آپ اسی شہر میں واپس آئینگے (اور ظاہر ہے کہ بحیثیت فاتح آئینگے) اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت اور علم کو ظاہر کرنیوالا ہے +

انبیاء کو قبل بعثت اپنے نبی بنایا جانے کا علم نہیں ہوتا

۲۵۴۳ وما کنت ترجوا اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کو بعثت سے پیشتر یہ علم نہیں ہوتا کہ انہیں منصب نبوت پر فائز کیا جائیگا۔ فلا تکونن گو نہی ہے مگر بمعنی خبر ہے جیسے اگلی آیت میں ولا یصدنک بھی بمعنی خبر ہے کیونکہ وہاں بہرحال کفار کو حکم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ پیشگوئی کے طور پر بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اُتاری ہیں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان آیات کی تبلیغ قطعاً رک جائے +

۸۸ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

وقف لازم — الثلثة

اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ پکار۔ اسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہر چیز ہلاک ہونے والی ہو سوائے اسکے جس کا ارادہ کیا جائے اسی کا حکم ہو اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ۲۵۴۴

وجہ — کل شیٔ ھالک سے مراد

۲۵۴۴ کل شیٔ ھالک الا وجھہٗ۔ میں بعض نے وجہ کے معنی ذات کئے ہیں مفردات میں ہو کہ عبداللہ بن الرضا کے سامنے یہ معنی بیان کئے گئے تو آپنے فرمایا سبحان اللہ بہت بڑی بات کہتے ہیں یہاں مراد وہ وجہ ہو جس سے کسی چیز کی طرف آیا جاتا ہو مراد اس سے یہ ہو کہ بندوں کے اعمال سے ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہو اور باطل ہو سوائے اس عمل کے جس سے اللہ تعالیٰ کا ارادہ کیا جائے۔ امام راغب نے یہی دوسرے معنی وجہ کے دیئے ہیں اعمال صالحہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ۔ اور سیاق بھی یہی معنی چاہتا ہو اسلئے کہ یہاں فرمایا کہ اللہ کے سوائے کسی دوسرے کو مت پکارو۔ اور معبود وہی ایک ہو یعنی حقیقی مقصود اور مطلوب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہو پس اور جس چیز کو تم مقصود بناؤ گے وہ ہلاک ہونے والی ہو اور باطل ہو اسی لئے آخر پہ پھر بڑھایا اسی کا حکم ہو اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اور حضرت ابن عباس سے اس کی تفسیر میں مروی ہو ہر زندہ چیز مرنے والی ہو یعنی باقی سب زندوں پر موت آنے والی ہو ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہو جو ایسی ہو کہ اس پر موت نہیں آسکتی اور اس معنی پر بھی کوئی اعتراض نہیں ۔

سورۃ العنکبوت مکیۃ وھی تسع وستون آیۃ وسبع رکوعات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے

ع ۱۴ — الٓمّٓ ○ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ○ ۲

حصول کمال مصائب سے ہی ۱۳ — میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ یہ کہکر چھوٹ جائینگے کہ ہم ایمان لائے اور وہ مصائب میں نہ ڈالے جائیں

نام — اس سورت کا نام العنکبوت ہی اور اس میں سات رکوع اور ۶۹ آیات ہیں۔ آیت ۴۱ میں مشرکانہ عقاید کو اور مخالفین اسلام کی تدابیر کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دے کر بتایا ہی کہ شرک آخرکار دنیا سے مٹ جائیگا اور توحید پھیل جائے گی اور اسلام کے خلاف کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی اس سورت میں مسلمانوں کی تکالیف کا ذکر کرکے انہیں آخری کامیابی کا یقین دلایا ہی اور اسی کی طرف اس نام میں اشارہ ہی *

خلاصۂ مضمون — اس سورت کی ابتدا مسلمانوں کی تکالیف کے ذکر سے کی ہی جن میں وہ اس وقت مبتلا تھے اور انہیں بتایا ہی کہ اگر ان پر تکالیف آرہی ہیں تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مصلحت سے ہی گو کفار کی طرف سے ظلم ہی ہو کیونکہ مصائب میں پڑنے کے بغیر انسان کمال کو حاصل نہیں کرسکتا۔ دوسرے تیسرے اور چوتھے رکوع میں حضرت نوح ابراہیم لوط و دیگر انبیاء کا مختصر ذکر کیا ہی کہ انہیں بھی کتنا کتنا عرصہ مخالفوں کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھانی پڑیں مگر آخر اللہ تعالیٰ نے حق کو کامیاب کیا۔ پانچویں رکوع میں بتایا کہ یہ لوگ حق کی مخالفت کرکے پھر کہتے ہیں ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا حالانکہ ہم نے قرآن کو اس لئے نازل کیا ہی کہ تا نفوس انسانی کا تزکیہ ہو اور وہ غرض پوری ہو رہی ہے مگر اصل غرض مذہب کو چھوڑکر یہ لوگ ایک غلط راہ پر چل رہے ہیں کہ تکذیب کرتے اور عذاب مانگتے ہیں چھٹے رکوع میں بتایا کہ مسلمانوں کو تکالیف کی وجہ سے ہجرت بھی کرنی پڑے گی اور انہیں یہ فکر نہ ہونا چاہئے کہ ہجرت کرکے دوسری جگہ جائینگے تو انہیں کھانے کو کہاں سے ملے گا جہاں جائینگے اللہ تعالیٰ ان کے لئے سامان معاش بھی پیدا کردے گا۔ ساتویں میں بتایا کہ یہ تکالیف عارضی ہیں اور آخرکار دور ہو جائیں گی اور مومن کامیاب ہونگے *

تعلق — یہ سورت اور اس کے بعد کی تین سورتیں جو الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہیں ان سب کا مضمون قریباً ایک ہی ہی یعنی اسلام کی آخری کامیابی پچھلی تین سورتوں میں اصل مضمون حضرت موسیٰ کی آخری کامیابی پر تھا۔ یہاں اسکے مقابل پر آنحضرت صلعم کی کامیابی کا ذکر کیا ہی اور پچھلی سورت سے خصوصیت سے اس سورت کا یہ تعلق ہی کہ وہاں اول حضرت موسیٰ کی ہجرت کا ذکر کیا تھا اور آخری رکوع میں نبی کریم صلعم کی ہجرت کا۔ تو یہاں بتایا کہ ہجرت کامیابی کے لئے ضروری ہی اور تکالیف میں پڑنا تزکیہ نفس اور حصول کمال کیلئے ضروری ہی جو اصل غرض مذہب ہی *

زمانۂ نزول — ان چاروں سورتوں کا زمانہ نزول ایک ہی معلوم ہوتا ہی اور اگلی سورت کی ابتدائی آیات سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ پانچواں یا چھٹا سال بعثت نبوی کا تھا پس اس سورت کا زمانہ نزول بھی وہی ہی اور اس میں مسلمانوں کی تکالیف کا خاص ذکر بھی یہی بتاتا ہی اور ہجرت کی ضرورت میں اشارہ ہجرت حبش کیطرف بھی ہوسکتا ہی اور آیندہ پیش آنیوالی ہجرت مدینہ کیطرف بھی *

۳ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ

اور یقیناً ہم نے انہیں مصائب میں ڈالا جو ان سے پہلے تھے پس ضرور اللہ انہیں دیکھ لے گا جو سچے ہیں اور وہ جھوٹوں کو

۴ الْكٰذِبِيْنَ ○ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا

بھی ضرور دیکھ لے گا[۲۵۴۵] کیا وہ لوگ جو بدیاں کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ ہم سے آگے نکل جائیں گے برا ہے جو وہ

۵ يَحْكُمُوْنَ ○ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ

فیصلہ کرتے ہیں[۲۵۴۶] جو کوئی اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سننے والا

۶ الْعَلِيْمُ ○ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○

جاننے والا ہے اور جو کوئی جہاد کرتا ہے وہ اپنی ہی جان کی بھلائی کیلئے جہاد کرتا ہے اللہ یقیناً جہانوں سے بے نیاز ہے[۲۵۴۷]

۷ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ

اور جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں ہم یقیناً ان سے ان کی بدیاں دور کر دینگے اور ہم ضرور انہیں اس کا بہترین بدلہ

۸ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ

دینگے جو وہ کرتے تھے اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اور اگر وہ

جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ

تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ (دوسروں کو) شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی بات نہ مان[۲۵۴۸]

۲۵۴۵ فتن پر دیکھو **۲۴۳** اصل معنی ایسے دکھوں میں ڈالنا ہیں جو انسان سے کمزوریاں دور کر کے اسے اعلیٰ مقام پر پہنچاویں کیونکہ سونے کو آگ میں اسی غرض کیلئے ڈالا جاتا ہے اسی اصول کو یہاں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء کو بھیجنے کی غرض یہ نہیں کہ لوگ منہ سے کہدیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں بلکہ اصل غرض انسان کو اپنے کمالات تک پہنچانا ہے اور وہ بغیر دکھوں اور مصائب میں پڑنے کے نہیں۔ دیکھنا علم کے معنی کیلئے دیکھو **۱۶۹** و **۵۲۴** +

۲۵۴۶ یعنی ہمارے قانون جزا و سزا سے بچ نہیں سکتے +

۲۵۴۷ یہاں بھی جہاد سیفی مراد نہیں کیونکہ یہ سورت مکی ہے بلکہ مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرنا ہے خواہ اپنے تزکیہ کے لئے خواہ دوسرے لوگوں کو حق کیطرف بلانے کیلئے۔ دونوں کا فائدہ انسان کو پہنچتا ہے۔ دعوت الی اللہ تزکیہ نفس کیلئے بہترین جہاد ہے + جہادِ نفس

۲۵۴۸ وصینا الانسان بوالدیہ حسنا۔ لقمان[۳۱] ۱۴۔ میں حسنا کا لفظ ساتھ نہیں بڑھایا اور حُسن سے مراد ایسا فعل ہے جو حسن والا ہو۔ بعض نے ایصاء ذا حسن مراد لیا ہے اور یا حُسن فرطِ حسن کیوجہ سے اس فعل یا ایصاء کو کہدیا ہے جیسے قولوا للناس حسنا میں + وان جاھدٰک۔ دوسری جگہ ایسے ہی الفاظ کے ساتھ بڑھایا وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔ لقمان[۳۱] ۱۵ یعنی والدین کی

إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۹

میری طرف لوٹکر آنا ہے پس میں تمہیں خبر دونگا جو تم عمل کرتے تھے اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا ۱۰

ہم انکو ضرور صالح لوگوں میں داخل کرینگے اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لاتے پھر جب

أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِن جَاءَ نَصْرٌ مِّن

اللہ کیلئے دکھ اُٹھانا پڑتا ہے تو لوگوں کے دُکھ دینے کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھتے ہیں اور اگر تیرے رب کی طرف سے

رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ۝

مدد آئے تو وہ ضرور کہینگے ہم بھی تمہارے ساتھ تھے کیا اللہ اسے خوب نہیں جانتا جو اہل جہان کے سینوں میں ہے ۲۵۴۹

وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ ۱۱ ۱۲

اور اللہ یقیناً انہیں دیکھ لیگا جو ایمان لاتے اور وہ منافقوں کو بھی ضرور دیکھ لیگا اور جو کافر ہیں

كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ وَمَا هُم بِحَامِلِينَ

وہ انہیں جو ایمان لاتے کہتے ہیں ہماری راہ کی پیروی کرو اور ہم ضرور تمہاری خطاؤں کو اٹھائینگے اور وہ انکی خطاؤں

مِنْ خَطَايَاهُم مِّن شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا ۱۳

میں سے کچھ بھی اُٹھانے والے نہیں وہ یقیناً جھوٹے ہیں اور وہ اپنے بوجھ بھی اُٹھائینگے اور اپنے بوجھوں

مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

کے ساتھ اور بوجھ (بھی)، اور قیامت کے دن ان سے اس کے متعلق بازپرس ہوگی جو وہ افترا کرتے تھے ۲۵۵۰

اللہ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں

نافرمانی صرف اسی خاص بات میں ہے جو شرک سے تعلق رکھتا ہے اور دنیا میں پھر بھی ان سے حسن سلوک کرنا چاہیئے والدین کی اطاعت تمام اطاعتوں پر مقدم ہے مگر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی معصیت کا حکم دیں تو نہیں ماننا چاہیئے یہ قرآن کریم کی صریح تعلیم ہے حاکم ہو یا عالم یا پیر کسی کا وہ حکم جو خلاف شریعت ہے کسی صورت میں نہ ماننا چاہیئے۔ لاطاعة لمخلوق فی معصیة اللہ۔ اور گو یہاں لفظ شرک ہے مگر حکم عام ہے یعنی ہر معصیت کی بات مراد ہے یہ وہ زمانہ تھا جب والدین اولاد کو مجبور کرتے تھے کہ وہ اسلام کو قبول نہ کریں +

۲۵۴۹ فی اللہ سے مراد لاجل اللہ یا فی سبیل اللہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کی راہ میں دکھ اٹھانے سے گھبراتا ہے اسکی حالت منافقانہ ہے اور آج کتنے مسلمان ہیں جو اللہ کی راہ میں ایک تنکا اٹھانا بھی بوجھ سمجھتے ہیں +

۲۵۵۰ یہ باتیں جو کفار کہتے تھے آج ان لوگوں کے منہوں سے سنی جاتی ہیں جو اپنے آپ کو دوسروں کا پیر و مرشد بتاتے ہیں اثقالاً

ع ۲ ۱۴ حضرت نوح اور ابراہیم

۱۴ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ؕ

اور ہم نے نوح کو انکی قوم کیطرف بھیجا وہ ان میں پچاس برس کم ہزار سال رہا

۱۵ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِیْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ

اور انہیں طوفان نے آپکڑا اور وہ ظالم تھے ۲۵۵۱ سو ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی اور ہم نے اسے جہانوں

۱۶ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ وَاِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ

کیلئے نشان بنایا ۲۵۵۲ اور ابراہیم کو (بھیجا) جب اس نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اسکا تقویٰ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے

۱۷ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ

اگر تم جانتے ہو اللہ کے سوا تم صرف بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ بناتے

اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا

ہو۔ وہ جن کی تم اللہ کے سوائے عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کا اختیار نہیں رکھتے سو اللہ

عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

کی جناب سے ہی رزق چاہو اور اس کی عبادت اور اس کا شکر کرو تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے

مع اثقالهم اپنے بوجھ تو اپنے گناہ ہیں اور دوسرے بوجھ گمراہ کرنے کے بوجھ ہیں دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ گمراہ کرنیوالے گمراہ شدہ پیروؤں کے بوجھ میں تو کچھ کمی نہیں کرینگے یعنی گمراہ شدہ پیرو اپنے گناہوں کے بوجھ آپ اٹھائینگے البتہ اپنے بوجھ کے ساتھ گمراہ کرنے کا مزید بوجھ انہیں اٹھانا پڑے گا ۔

حضرت نوح کی عمر

۲۵۵۱ بائبل میں بھی حضرت نوح کی عمر ساڑھے نوسو سال بیان کی گئی ہے چونکہ حضرت نوح کی کوئی تاریخ ہمارے سامنے نہیں اور بائبل نے جو عمر تقریباً چھ سات ہزار سال قرار دی ہے وہ قابل اعتبار نہیں۔ اور قرآن کریم میں ہے قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعدهم لا یعلمهم الا الله (ابراهیم ۱۴: ۹) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت قدیم زمانہ ہے اور کچھ بھی بعید نہیں کہ اس زمانہ میں انسان کی عمر زیادہ ہو اور حضرت نوح کی عمر اپنے زمانہ میں خصوصیت سے لمبی ہو جیسا اس زمانہ میں جوانسان کی اوسط عمر ۶۰-۷۰ سال ہے بعض لوگوں کی عمر دو سو سال تک بھی پہنچ جاتی ہے لیکن ان الفاظ کی ایک اور توجیہ بھی ہو سکتی ہے یعنی یہ کہ حضرت نوح کی شریعت اور برکات ساڑھے نوسو سال رہیں کیونکہ ایک پیغمبر کی مدت بعثت وہ بھی کہی جا سکتی ہے جو اس کی لائی ہوئی شریعت باقی رہی جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلعم قیامت تک زندہ ہیں۔ اور بائبل نے جو تاریخیں دی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی پیدائش میں نوسو باون سال تھے ۔

۲۵۵۲ کہتے ہیں کہ کشتی ایک مدت تک جودی پر رہی لیکن اس کا نشان ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اس کے ذکر میں لوگوں کیلئے عبرت ہے

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ ۱۸

اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے قوموں نے جھٹلایا اور رسول کے ذمے کھول کر پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے [۲۵۵۳]

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ ۱۹

کیا وہ غور نہیں کرتے کس طرح اللہ پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کریگا یہ اللہ پر آسان ہے

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ ۲۰

کہو زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کس طرح اس نے پہلی بار پیدا کیا پھر اللہ ہی آخرت کی پیدائش

النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ ۲۱

پیدا کرے گا اللہ ہر چیز پر قادر ہے وہ جسے چاہے عذاب دے اور

يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۲۲

جس پر چاہے رحم کرے اور اسی کی طرف تم واپس پھیرے جاؤ گے اور تم (اسے) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں

وَلَا فِى السَّمَآءِ ؗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ ع

اور نہ آسمان میں اور تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی ولی نہیں اور نہ کوئی مددگار ہے [۲۵۵۴]

ع ۳ / ۱۵ — حضرت ابراہیم اور لوط

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِىْ ۲۳

اور جو لوگ اللہ کی آیتوں اور اس کی ملاقات کا انکار کرتے ہیں وہ میری رحمت سے مایوس ہیں

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اور ان کے لئے دردناک دکھ ہے [۲۵۵۵]

[۲۵۵۳] یہ حضرت ابراہیم کے ذکر کا حصہ بھی ہو سکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے لیکر اگلے رکوع کی پہلی آیت تک کلام کا رخ آنحضرت صلعم اور آپ کے مخالفین کی طرف لے لیا جائے ✦

[۲۵۵۴] یعنی نہ زمین کے اندر گھس کر اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگ سکتے ہو نہ اوپر بلندی میں چڑھ کر ✦

[۲۵۵۵] یہ مطلب لیا گیا ہے کہ وہ قیامت کے دن رحمت سے مایوس ہونگے۔ میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا انکار کرنے والا گویا رحمت الٰہی سے مایوس ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی زندگی کے مقصد کو نہایت ذلیل کر لیتا ہے ✦

۲۴ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوا۟ ٱقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَىٰهُ ٱللَّهُ مِنَ ٱلنَّارِ

سو اس کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا سوائے اسکے کہ انہوں نے کہا کہ اسے قتل کر دو یا اسے جلا دو سو اللہ نے اسے آگ سے نجات دی

۲۵ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ○ وَقَالَ إِنَّمَا ٱتَّخَذْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ

اس میں یقیناً ان لوگوں کیلئے نشان ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور اس نے کہا تم نے اللہ کے سوائے بتوں کو صرف

أَوْثَٰنًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ ثُمَّ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ

دنیا کی زندگی میں آپس کی محبت کے طور پر اختیار کیا ہے پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرینگے

وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَىٰكُمُ ٱلنَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّٰصِرِينَ ○

اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرینگے اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا ٢٥٥٦

۲۶ فَـَٔامَنَ لَهُۥ لُوطٌ ۘ وَقَالَ إِنِّى مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّىٓ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ وقف لازم

سو لوط اس پر ایمان لایا اور کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنیوالا ہوں وہ

ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ○

غالب حکمت والا ہے ٢٥٥٧

مذہب کا غلط استعمال

٢٥٥٦ مودة بینکم کے معنی دو طرح پر ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ تمہاری بت پرستی آپس کی محبت کی وجہ سے ہے یعنی محض ایک دوسرے کی محبت کی وجہ سے اس غلط راہ پر چلے جاتے ہو اور کبھی غور نہیں کرتے۔ اور دوسرے یہ کہ اس بت پرستی کو آپس کی محبت کی بنیاد بنا رکھا ہے جیسے تم جانتے (?) ہو کہ یہ بت کچھ چیز نہیں مگر ایک قومی اتحاد بنانے کیلئے ایک مذہب کا ڈھانچہ بنا یا ہوا ہے جیسے آج کل عیسائی اقوام نے۔ حالانکہ بہت ہی کم لوگ ہیں جو توریت و انجیل میں جو کچھ لکھا ہے اسے سچ مانتے ہوں لیکن عیسائیت کے ڈھانچہ کو اتحاد قومی اور اغراض ملکی کیلئے قائم رکھا ہوا ہے تیسرے معنی یوں کئے گئے ہیں کہ بت پرستی کی ابتدا انسانوں کی ایک دوسرے سے محبت ہے یعنی اول ان لوگوں کے بت بنائے گئے جنہیں لوگ راستباز سمجھ کر ان سے محبت کرتے تھے پھر ان کی موت کے بعد ان کے بت بنا لئے ٭

حضرت ابراہیم کی ہجرت

٢٥٥٧ مہاجر (?) الی ربی سے مراد ہے الجهة التى امرنى ربى بالهجرة اليها (ر) یعنی اس طرف جدھر میرے رب نے مجھے ہجرت کا حکم دیا ہے اور یہ ملک شام تھا۔ اور بعض نے مراد لی ہے کہ اپنے ان لوگوں کو ترک کر کے جو میرے مخالف ہیں اپنے رب کا قرب حاصل کرنے والا ہوں۔ بعض نے اسے لوط کا قول سمجھا ہے اور حضرت لوط بھی ایک دوسری قوم کی طرف گئے تھے مگر ہجرت عموماً ایک جگہ سے دکھ دیا جانے پر ہوتی ہے۔ اور حضرت لوط کے نہیں بلکہ حضرت ابراہیم کے خلاف منصوبہ قتل کرنے یا جلانے کا ہوا تھا۔ اور یہاں ذکر بھی حضرت ابراہیم کا ہی چلتا ہے اور دوسری جگہ ہے انى ذاهب الى ربى (الصّٰفّٰت ۳۷ - ۹۹) پس یہ حضرت ابراہیم کا قول ہی ہے ٭

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي ۳۹

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو (ہلاک کیا) اور موسیٰ انکے پاس کھلی دلائل لیکر آیا پر انہوں نے زمین میں

الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ ۴۰

تکبر کیا اور وہ (ہم سے) آگے بڑھنے والے نہ تھے سو ہر ایک کو ہم نے اسکے گناہ کیوجہ سے پکڑا سو ان میں سے کسی پر ہم نے

حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ

پتھر برسائے اور ان میں سے کسی کو سخت آواز نے آ پکڑا ۔ اور ان میں سے کسی کو ہم نے زمین میں نابود کر دیا اور

مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

ان میں کسی کو ہم نے غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ انپر ظلم کرتا لیکن وہ اپنی جانوں پر آپ ظلم کرتے تھے ن۲۵۶۰

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ ۴۱

ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے سوائے ولی بناتے ہیں مکڑی کی مثال کی طرح ہے وہ ایک گھر

بَيْتًا ۚ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ ۴۲ وقف لازم

بناتی ہے اور یقیناً سب گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے کاش یہ جانتے ن۲۵۶۱ اللہ اسکو

يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتِلْكَ ۴۳

جانتا ہے جو وہ اسکے سوائے کسی چیز کو بھی پکارتے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے اور یہ

الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ خَلَقَ اللّٰهُ ۴۴

مثالیں ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں اور انہیں سوائے علم والوں کے اور کوئی نہیں سمجھتا اللہ نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ع

آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا یقیناً اس میں مومنوں کے لئے نشان ہے

ن۲۵۶۰ یہاں ذکر تو گزشتہ قوموں کے عذاب کا ہی کیا ہے مگر اصل منشا یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کے مخالفین پر یہ سب قسم کے عذاب آنیوالے ہیں +

ن۲۵۶۱ اس میں ایک نہایت زبردست پیشگوئی کی ہے کہ شرک آخر کار دنیا سے اٹھ جائیگا کیونکہ عنکبوت یعنی مکڑی کے جالے کی طرح یہ بہت ہی بودا کمزور چیز ہے۔ ایک طرف مسلمانوں پر سخت مشکلات اور مصائب کا زمانہ ہے کفر کا زور ہے مسلمان کفار کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتے دوسری طرف انہی کفار کو بتایا جاتا ہے کہ انکے شریک جنہیں وہ اپنے مددگار سمجھتے ہیں انکی کمزوری مکڑی کے جالے کیطرح ہے جو ایک ہوا کے جھونکے

عقاید باطلہ کی کمزوری کی مثال۔ عنکبوت

ع ۵ — قرآن سے تزکیہ نفس ہوتا ہے

۴۵ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ

(اے) پڑھ جو تیری طرف کتاب سے وحی کیا گیا ہے اور نماز کو قایم رکھ نماز بیحیائی اور

الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○

برائی سے روک دیتی ہی اور اللہ کا یاد کرنا بلاشبہ سب سے بڑھکر ہی اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو ۲۵۶۲

کا مقابلہ بھی نہیں کرسکتا۔ اس مثال میں ایک لطیف اشارہ بھی ہی کہ مشرک بلکہ ہر ایک غلط عقیدہ کا پیرو کبھی ایک حالت پر قایم نہیں رہتا۔ جسطرح مکڑی کا جالا جب ایک اشارہ سے ٹوٹ جاتا ہی تو پھر دوسری دفعہ ایسے ایک اور ہی رنگ میں تنتی ہی اسی طرح جب مشرک پر یا کسی غلط عقیدہ پر ایک دلیل سے الزام قایم کیا جاتا ہی تو پھر اس کا پیرو دوسرا رنگ اختیار کرلیتا ہی اور ایک حالت پر اس کا قیام نہیں ہوتا کیونکہ ان چیزوں کی بنیاد کسی علمی دلیل پر نہیں اور دوسری طرف اور بھی مخالفین انبیاء کے انجام کا ذکر کرکے یہ بتایا ہے کہ مخالفین اسلام کی تدابیر اسلام کے خلاف ایک مکڑی کے جالے سے بڑھکر نہیں اور یوں اسلام کی آخری کامیابی کو یقینی ٹھرایا ہی +

نماز کے بدی سے روکنے پر عقلی دلیل

۲۵۶۲ اتل اور اقم کے احکام عام ہیں اور ان دونوں باتوں کو اکٹھا اسلئے کیا کہ اصل غرض تو یہ بتانا ہی کہ قرآن کریم سے تزکیہ نفس انسانی ہوتا ہی اور اسے ایک عظیم الشان نشان ٹھرایا گیا ہی اور نماز سے بھی تزکیہ ہوتا ہی جیسے فرمایا تنہی عن الفحشاء والمنکر تو یہ دونوں در حقیقت ایک ہی چیز ہیں اسلئے کہ نماز میں بھی تلاوت قرآن کا حصہ ہی بیشتر ہی زائد بات صرف اس قدر ہی کہ عظمت الٰہی کا جو پرتو قرآن کے پڑھنے سے قلب انسانی پر پڑتا ہی اسکے مطابق نماز میں انسان مختلف ہیئتیں اختیار کرتا ہی تاکہ وہ پرتو اپنے کمال کو پہنچے اور یہاں دو باتوں کا ذکر ہی ان میں سے پہلی بات یہ ہی کہ نماز بیحیائی اور بری باتوں سے روک دیتی ہی اس پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں کیا یہ نرا دعوی ہی یا فی الواقع نماز میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہی جسے عقل صحیح تسلیم کرسکے کہ اس کی وجہ سے انسان بدیوں سے رک جاتا ہی اور دوسرا سوال یہ ہی کہ اگر عقلی دلائل پائی بھی جائیں تو کیا یہ امر واقع بھی ہی کہ نماز برائیوں سے روک دیتی رہی ہی۔ جہانتک دلائل عقلی کا سوال ہی فی الواقع عبادت الٰہی اور پھر عبادت کی وہ طرز جو اسلامی نماز میں پائی جاتی ہی انسان کو بدیوں سے روک کرنیکی کیطرف لانیکا سب سے زبردست ہتھیار ہی۔ عبادت تین باتوں کے جمع ہونیکا نام ہی یعنی معبود کیطرف کامل توجہ اسکی حمد وستایش۔ اس سے دعا کرنا ان تینوں باتوں میں سے کوئی حاصل نہیں ہوسکتی جبتک کہ معبود کی عظمت کا احساس دل میں پیدا نہو اور اس کی عظمت کا احساس انسان کے دل میں ایک تبدیلی پیدا کردیتا ہی جس سے اسکے سارے خیالات متاثر ہونا شروع ہو جاتے ہیں قلب انسانی قدرت نے ایسا بنایا ہی کہ جس چیز کی عظمت کا احساس دل پر پیدا ہو جائے اسکے خلاف دل میں خیالات ہی پیدا نہیں ہوتے جن لوگوں کے دلوں پر اپنے پیر کی عظمت کا اثر ہوتا ہی وہ پیر کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے جن پر حکام کی عظمت کا اثر ہو وہ حکام کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ اسلام نے وہ طریق عبادت کا سکھایا ہی جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اثر دل پر ہو اسی لئے اس عبادت میں تمام ارکان ایسے رکھے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اثر دل پر پیدا ہوتا ہی دست بستہ کھڑے ہونا جھکنا سجدہ کرنا مودب بیٹھنا پھر ہر ایک حالت میں اسکے مناسب حال اذکار رکھے ہیں پھر نماز کو دن رات پر تقسیم کرکے ہر روز پانچ بار انسان کے قلب پر اس عظمت الٰہی کے وارد کرنے کی طرز سکھائی ہی کیونکہ جب انسان سوتا ہی یا اپنے کاروبار میں مشغول ہوتا ہی اس کا دل دوسری طرف متوجہ ہو جاتا ہی بار بار اسکو دوسرے اشغال سے ہٹا کر ذکر الٰہی کی طرف لانے میں یہ حکمت ہی کہ تا قلب کے بار بار اسطرف متوجہ ہونے سے اس میں وہ قوت پیدا ہو جائے کہ دوسرے اشغال کے اندر بھی اصل حکومت خیالات انسانی پر عظمت الٰہی کی ہو ہاں یہ سچ ہی کہ یہ سب باتیں پہلے دن حاصل نہیں ہوتیں بلکہ جسطرح ہر ایک بلند مقام کو حاصل کرنے کیلئے انسان کو لگاتار ایک مدت تک محنت کرنی پڑتی ہی اسیطرح نماز کی حالت ہی پہلے پہلے اکثر دلوں میں چونکہ خیالات نفسانی اور شہوات کا غلبہ ہوتا ہی اسلئے انسان کی کوشش

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا ۴۶

اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے جو نہایت اچھا ہو سوائے اسکے جو ان میں سے ظالم ہیں اور کہو ہم

اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۲۵۶۳

اسپر ایمان لائے جو ہماری طرف اُتارا گیا اور تمہاری طرف اُتارا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسکے فرمانبردار ہیں

کے باوجود بعض وقت اسے ناکامی حاصل ہوتی ہے جو لوگ ذرا سی ناکامی پر ہمت ہار دیتے ہیں وہ اس بلند مرتبہ کے حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں کامیابی کا اصل گر یہی ہے کہ ہر ناکامی کے بعد از سر نو اور پہلے سے بڑھکر کوشش کیجائے ایک مدت کی جدوجہد کے بعد انسان دیکھیگا کہ نماز نے اسے اس مقام پر پہنچا دیا جس کا وعدہ قرآن کریم کرتا ہے یعنی بے حیائی اور بدی سے اسکی طبیعت متنفر ہو جاتی ہے حدیث میں ہے کہ جس شخص کی نماز اسے بدی سے نہیں روکتی اس کی نماز نہیں ہوتی افسوس ہے کہ آج مسلمانوں نے اپنے اعمال سے نماز کو بھی بدنام کر رکھا ہے +

اس پر واقعات کی شہادت — دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا کبھی نماز نے ایسا کرکے دکھایا بھی سو اسکی نہایت کھلی مثال تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ہیں کہ کسطرح اس نماز نے انہیں گناہ کی غلامی کی ذلیل سے ذلیل حالت سے نکال کر گناہ سے نجات کے ایسے بلند مقام پر کھڑا کر دیا جس کا اعتراف اعدائے اسلام تک کو کرنا پڑتا ہے اسکے علاوہ اسلام میں سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں وہ لوگ ہوئے ہیں جنکی زندگیاں اس پاک اصول کی روشن دلیل تھیں +

اللہ کے ذکر سے شرف اور بزرگی کا ملنا — دوسری بات جو یہاں بیان کی ہے وہ لذکر اللہ اکبر ہے۔ اسکے معنی سمجھنے میں اکثر لوگوں کو غلطی لگی ہے ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے عبداللہ بن ربیعہ سے پوچھا کہ کیا تم ان الفاظ کا مطلب جانتے ہو کہا ہاں اس سے مراد نماز میں تسبیح و تکبیر وغیرہ اور قرأت قرآن ہے آپنے فرمایا یہ نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے اللہ کو یاد کرنے سے بڑھکر اللہ کا تمہیں یاد کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذکرونی اذکرکم یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکا ذکر کرتا ہے اور اللہ کا بندہ کا ذکر کرنا اسے شرف و کرامت کا عطا فرمانا ہے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ نماز ایک طرف انسان کو بدی اور بیحیائی سے روکتی ہے تو دوسری طرف انسان کے اللہ کا ذکر کرنے پر اللہ تعالیٰ اسے شرف اور بزرگی عطا فرماتا ہے گویا انسان نہ صرف نیکی ہی کے مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور بھی اسکے مرتبہ کو بڑھاتا ہے اور اپنی راہ میں بڑے بڑے کام کرنیکی طاقت دیتا ہے

طریق مجادلہ — **۲۵۶۳** جب تزکیہ نفس انسانی اصل غرض قرآن ہے تو ان راہوں سے بچنا ضروری ہوا جن سے اس اصل غرض کو نقصان پہنچے ایک مذہب کی طرف دعوت دینے میں لوگ اکثر حد سے گزر کر دوسرے مذاہب اور انکے بزرگوں پر سختی کرنے لگتے ہیں بلکہ نہایت ناپاک اور ناشائستہ الفاظ انکے متعلق استعمال کرتے ہیں اس کی مثال ہمارے اس مہذب زمانہ میں عیسائیت میں اور اسکے نقش قدم پر چلکر آریہ سماج میں ملتی ہے جنہوں نے جوش تبلیغ میں وہ طریق مجادلہ کا اختیار کیا ہے جس سے مذہب کی اصل غرض ہی مفقود ہو گئی ہے اسلئے ایک مسلمان کو بتایا کہ اپنے مذہب کیطرف دعوت دیتے وقت اس بات کو مدنظر رکھے کہ اصل غرض یعنی تزکیہ نفس کو نقصان نہ پہنچے اور مجادلہ میں پہلی بات یہ بتائی کہ اہل کتاب یعنی ہر مذہب کے پیرووں کے ساتھ احسن طریق سے مجادلہ کرو جس میں یہ سکھایا کہ دوسرے مذاہب پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرو نہ انکے بزرگوں کے حق میں کوئی بری بات کہو اور اس کی وجہ بھی ساتھ ہی بتا دی یعنی یہ کہ تم اسپر بھی ایمان لاتے ہو جو ان پر اُتارا گیا اور جس پر انسان ایمان لاتا ہے اس کی ہتک نہیں کر سکتا۔ اور اس ایک فقرہ امنا بالذی انزل الینا وانزل الیکم میں یہ بھی بتا دیا کہ انہیں نرمی سے سمجھاؤ کہ ہم تمہارے بزرگوں کو بھی مانتے ہیں اسلئے محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لانے سے کسی اچھی بات کو ترک نہیں کرنا پڑتا صرف بعض اچھی باتیں جن سے دوسرے مذاہب محروم ہیں وہ انسان اور اختیار کر لیتا ہے اور الھنا والھکم واحد میں اصول مقابلہ مذاہب کی طرف توجہ دلائی کہ حقیقی معبود تمہارا اور ہمارا ایک ہے اسلئے کہ ایک خدا کے تم بھی قائل ہو۔ اور یہ جو استثنا کیا الا الذین

۴۷ وَكَذٰلِكَ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۚ فَالَّذِينَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۖ وَمِنْ

اور اسی طرح ہم نے تیری طرف کتاب اُتاری ۔ سو وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے بھی

۴۸ هٰٓؤُلَآءِ مَن يُؤْمِنُ بِهِۦ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايٰتِنَآ إِلَّا الْكٰفِرُونَ ○ وَمَا كُنتَ

وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں کے سوائے ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کرتا ۲۵۶۴ اور تو اس سے

تَتْلُوا۟ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ○

۲۵۶۵

پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا ہے اس صورت میں اسکا ابطال کرنیوالے شک کرتے

ظلموا منھم تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عام رویہ تو یہ ہونا چاہئے مگر بعض وقت ظالم مخالف جب حد سے گزر جاتا ہے تو اس کو متنبہ کرنے کیلئے کچھ سختی کو طریق بھی اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ظالم نہ تو دلائل کی پروا کرتا ہے اور نہ نرمی سے کچھ فائدہ اٹھاتا ہے اسلئے اسکو مناسب طریق پر اور حدود کے اندر رہکر سختی سے سمجھانا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ یہاں جنگ اور جزیہ کا خیال بالکل بے معنی ہے کی سورتوں میں جنگ اور جزیہ کا کیا تعلق! اور نہ ہی الفاظ اس خیال کی برداشت کرتے ہیں +

۲۵۶۴ کذلک انزلنا یعنی سابقہ کتب کی تصدیق کرتے ہوئے ہم نے اس کتاب کو تجھ پر نازل کیا۔ اور من ھٰؤلاء سے مراد اہل عرب ہیں جن کی طرف پہلے کوئی وحی نہ آئی تھی۔ ایسی کتاب کا انکار کافر ہی کر سکتے ہیں جو قوائے انسانی کو نشوونما دینا نہیں چاہتے +

خطّ

۲۵۶۵ تخط خطّ اسے کہا جاتا ہے جس کیلئے طول ہو اور اس سے مراد کتابت بھی لی جاتی ہے (غ) +

رسول اللہ صلعم کا امی ہونا قرآن کی صداقت پر ایک دلیل

قرآن کریم نے ایک اعلیٰ درجہ کا مذہبی اصول قایم کیا ہے یعنی یہ کہ سب مذاہب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور سب نے بالآخر ایک معبود حقیقی کو تسلیم کیا ہے یہ ایک ایسا اصول ہے جسے کوئی شخص سوائے اسکے کہ دنیا کے تمام مذاہب سے خود واقفیت حاصل کرے یعنی خود ان کی کتابوں کو پڑھے قایم نہیں کر سکتا۔ آج عیسائیوں کو کس قدر مصیبت کے بعد دنیا کے حالات کو دیکھکر اور ان کی اصل کتابوں کو پڑھکر آخر اس کے قریب قریب ماننا پڑا ہے کہ تمام مذاہب میں کچھ نہ کچھ صداقت ہے۔ یہ رسول اللہ صلعم کے تیرہ سو سال بعد ساری دنیا میں پھر کر اور ساری کتابوں کو پڑھکر ان لوگوں کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑا ہے مگر رسول اللہ صلعم نہ دنیا میں پھرے نہ کوئی کتاب آپنے پڑھی۔ اسلئے اس اصول کو بیان کرکے اس بات کیطرف توجہ دلائی کہ محمد رسول اللہ صلعم تو پڑھنا نہ جانتے تھے اگر پڑھنا جانتے ہوتے تو کوئی شک کی گنجایش ہو سکتی تھی کہ یہ اصول انہوں نے خود بنا لیا ہے اور لا تخطہ بیمینک اسلئے ساتھ بڑھایا کہ ان اصول عالیہ کے علاوہ جو قرآن کریم نے قایم کئے ہیں اس میں ہر قسم کی تعلیم بھی جو ہمیشہ رہنے کے قابل تھی جمع کر دی ہے اور یہ کام صرف ایسے شخص کا ہو سکتا تھا جو پڑھنے کے علاوہ لکھنا بھی جانتا ہو ورنہ وہ ایک کتاب میں اسے جمع کیونکر کر سکتا تھا جیسا کہ کہیں اوپر بھی میں نے لکھا ہے اس بات کا دعویٰ آج ایک جرمن فاضل نے کیا ہے کہ بائبل کے اس قدر حوالجات اور مضامین قرآن کریم میں موجود ہیں کہ سوائے اسکے نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلعم نے بائبل کو پڑھکر اسکے نوٹ کر لئے ہوں اور پھر وقتاً فوقتاً مناسب موقعہ پر انہیں قرآن میں داخل کر دیا ہو +

بعد نبوت آنحضرت صلعم لکھنا پڑھنا جانتے تھے یا نہیں

یہاں ایک اور بیہودہ بحث چھیڑی گئی ہے یعنی اس پر تو اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم قبل نبوت نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا سوال یہ ہے کہ آیا بعد نبوت آپ پڑھنا یا لکھنا جانتے تھے یا نہیں اس بحث کے ایک یا دوسری طرف فیصلہ ہونے سے کچھ حاصل نہیں لیکن یہ کہیں سے معلوم نہیں ہوتا کہ بعد نبوت رسول اللہ صلعم نے لکھنا پڑھنا سیکھا ہو بطور اعجاز اگر آپ کو آگیا ہو تو الگ امر ہے لیکن کتابت وحی کے بارے میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ دوسرے کاتب کو بلوا کر لکھوایا کرتے تھے۔ اگر خود لکھنا جانتے ہوتے تو خود ہی لکھ لیا کرتے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۴۹

بلکہ وہ ان لوگوں کے سینوں میں کھلی آیتیں ہیں جنہیں علم دیا گیا ہے ۲۵۶۶ اور ظالموں کے سوائے ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کرتا

وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ ۵۰

اور کہتے ہیں اس پر اپنے رب کیطرف سے نشان کیوں نہ اتارے گئے کہہ نشان صرف اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف

اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ ۵۱

کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں کیا ان کیلئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تیری طرف کتاب اتاری ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے یقیناً

فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ۧ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِیْ وَبَيْنَكُمْ ۵۲

ع ۵ ۱۲

ضرورت ہجرت

اس میں ان لوگوں کیلئے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں ۲۵۶۷ کہو میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی

شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ

گواہ ہے وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو لوگ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور

كَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ ۵۳

اللہ کا انکار کرتے ہیں وہی نقصان اٹھانیوالے ہیں اور تجھ سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں

اور احادیث میں جو لفظ کتب آیا ہے تو اس سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے ایسا لکھوایا۔ ایسا ہی حدیث بخاری کے الفاظ لایحسن یکتب بھی قطعی دلیل نہیں اسلئے کہ ان سے یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ آپ لکھنا نہ جانتے تھے۔ باایں اگر بعد میں آپ کا لکھنا پڑھنا مانا جائے تو یہاں جو دلیل دی ہے وہ اسی طرح قائم رہتی ہے +

قرآن میں ان باتوں کا ہونا جو کتب سابقہ میں نہیں

۲۵۶۶ اکثر مفسرین نے یہاں ھو سے مراد قرآن شریف کو اور اوتوا العلم سے مراد نبی صلعم اور علمائے صحابہ کو لیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اوتوا العلم عام ہو اور مطلب یہ ہو کہ قرآن کریم میں نہ صرف وہ صداقتیں ہیں جو پہلی کتابوں میں پائی جاتی ہیں بلکہ اس میں وہ باتیں بھی ہیں جو کسی کتاب میں نہیں اور صرف اہل علم کے سینوں میں ہیں یا اہل علم آئندہ ان کو دریافت کر سکتے ہیں +

قرآن خود کس طرح نشان ہے

۲۵۶۷ پچھلی آیت میں مطالبہ نشانات تھا۔ اسکے جواب میں اول وہیں فرمایا کہ نشان جن سے ڈرایا جاتا ہے وہ تو آکر رہینگے۔ جس کی مزید تصریح آیت ۵۳ و ۵۴ میں موجود ہے مگر یہاں ایک نہایت لطیف بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کیا یہ نشان کافی نہیں کہ قرآن کو قبول کرکے اور اس پر عمل کرکے انسانوں کی زندگیاں پاک ہو جاتی ہیں اور مذہب کی جو غرض دنیا میں ہے وہ پوری ہوتی ہے۔ ایک صداقت کے صداقت ہونے کا اصلی نشان تو یہی ہے کہ اس کو قبول کرنے والے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس سیدھی راہ کو لوگ اختیار نہیں کرتے +

وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

اور اگر ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو عذاب ان پر آچکا ہوتا اور وہ ان پر اچانک آکر رہے گا اور وہ محسوس نہ کرینگے ۲۵۶۸

۵۴ ۵۵ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ

تجھ سے عذاب کیلئے جلدی کر رہے ہیں اور یقیناً دوزخ نے کافروں کو (سب طرف سے) گھیرا ہوا ہے ۲۵۶۹ جس دن عذاب انہیں

الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

انکے اوپر سے اور انکے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لیگا اور وہ کہے گا چکھو جو تم عمل کرتے تھے ۲۵۷۰

۵۶ ۵۷ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ○ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے سو میری ہی تم عبادت کرو ۲۵۷۱ ہر شخص موت (کا مزہ) چکھنے

۵۸ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ

والا ہے پھر تم ہماری طرف ہی لوٹائے جاؤگے اور جو لوگ ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں ہم ضرور انہیں جنت کے بلند

الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○

مقامات میں جگہ دینگے جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں اسی میں رہینگے کیا ہی اچھا کام کرنیوالوں کا اجر ہے

عذاب دنیا

۲۵۶۸ اجل مسمی یا وقت مقرر سے مراد قیامت لینا بالکل غلط ہے۔ وہ عذاب جس کیلئے وہ جلدی کر رہے تھے عذاب قیامت نہ تھا بلکہ وہی نشان ہلاکت تھا جس کیلئے وہ بار بار مطالبہ کرتے تھے کہ جب ہم تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو ہم ہلاک کیوں نہیں ہوتے چنانچہ یہی تفسیر ابن جریر نے کی ہے اور اس آیت کو نقل کیا ہے اللّٰھم ان کان ھٰذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم (الانفال ۸۔ ۳۲) اور اجل مسمی کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔ ما کان اللہ لیعذبہم و انت فیہم و ما کان اللہ معذبہم وھم یستغفرون (الانفال ۸۔ ۳۳) اور ایک قول یوم بدر کے متعلق ہے (ر)۔

۲۵۶۹ یہاں بھی جس عذاب کیلئے جلدی کرتے ہیں وہی عذاب دنیا ہے مگر جواب میں فرمایا کہ جہنم نے کافروں کا احاطہ کیا ہوا ہے یعنی یہ عذاب دنیا تو کیا ہے اس سے بڑا عذاب بھی ان کیلئے موجود ہے گویا بتایا ہے کہ دنیا کا عذاب تو صرف بطور پیش خیمہ ہے۔ اور یا جہنم سے مراد یہاں انکے اعمال بد کے نتائج ہیں جو فی الحقیقت تو انکو گھیرے ہوئے ہیں مگر وہ انہیں دیکھتے نہیں۔ اگلی آیت سے دوسرے معنی کی تائید ہوتی ہے۔

۲۵۷۰ مفسرین نے عموماً اس سے عذاب جہنم مراد لیا ہے مگر خود قرآن کریم میں دوسری جگہ یہی لفظ اسی عذاب دنیا پر آئے ہیں قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض (الانعام ۶۔ ۶۵) جسکے لئے دیکھو ۹۵۹۔

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ ۵۹ ۶۰

جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور کتنے جاندار ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ

يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ ۶۱

انہیں رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سننے والا جاننے والا ہے ۲۵۷۲ اور اگر تو ان سے پوچھے کس نے آسمانوں اور زمین کو

الْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ ۶۲

پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا تو کہینگے اللہ نے پھر کہاں سے اُلٹے پھر جاتے ہیں اللہ اپنے بندوں میں سے جس کیلئے

لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ ۶۳

چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور اسکے لئے تنگ کرتا ہے جسکیلئے چاہتا ہے اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور اگر تو ان سے پوچھے

مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ

کون بادل سے پانی اُتارتا ہے پھر اسکے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے تو وہ کہینگے اللہ

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ ع وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ ۶۴

کہہ سب تعریف اللہ کیلئے ہے بلکہ ان میں سے بہت عقل سے کام نہیں لیتے اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف بے حقیقت شغل

وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور کھیل ہے اور آخرت کا گھر وہی یقیناً (اصل) زندگی ہے کاش وہ جانتے ۲۵۷۳

ع ۶ ۳ نیکوں کی کامیابی

وقف لازم

۲۵۷۱ ایک خدا کی عبادت کو وسعت زمین سے کیا تعلق ہے اس میں صاف اشارہ ہجرت کی طرف ہے یعنی اگر ایک جگہ تکبیر دکھ ملتا ہے تو دوسری جگہ چلے جاؤ۔ مجاہد سے ہے فہاجروا وجاھدوا اور ابن زید سے ہے کہ اس سے مراد ہے من کان بمکۃ من المؤمنین (ج) اور یا مراد ہے کہ بدوں کی صحبت سے الگ ہو جاؤ +

۲۵۷۲ روایت ہے کہ نبی صلعم نے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو لوگوں نے کہا کہ وہاں ہمارے معاش کی کیا سبیل ہو گی جس پر یہ آیت نازل ہوئی (د) یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ رزق جہاں جاؤ گے مل جائیگا۔ رزق ساتھ اُٹھائے پھرنا ضروری نہیں +

۲۵۷۳ حیوان۔ حیاۃ یعنی زندگی کی جائے قرار ہے اور یہ دو طرح پر ہے ایک وہ جس کیلئے حواس ہیں دوسرا وہ جس کیلئے بقائے ابدی ہے اور یہی یہاں مراد ہے۔ اور بعض اہل لغت کے نزدیک حیوان اور حیاۃ ایک ہی ہیں (غ) +

دنیا کی زندگی سے مراد کھانا پینا اور حوائج جسمانی کا پورا کرنا ہے۔ اور آخرت کے گھر سے وہ امور ہیں جو اخلاق اور روحانیت سے تعلق رکھتے ہیں اول الذکر موت کے ساتھ منقطع ہو جانیوالی چیزیں ہیں اسلئے جو صرف انہیں کو غرض زندگی ٹھہرا لیتا ہے وہ گویا لہو و لعب میں مصروف ہو گیا۔ کیونکہ حقیقی غرض زندگی سے محروم رہ گیا۔ بس جو حقیقی غرض زندگی کو اختیار کرتا ہے وہی کامیاب ہوگا +

۶۵ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ

سو جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اللہ کو پکارتے ہیں اسی کیلئے فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے پھر جب انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو وہ

۶۶ ۶۷ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا

شریک کرنے لگتے ہیں تاکہ اسکی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دیا ہے اور تاکہ وہ عارضی فائدہ اٹھائیں سو جان لینگے کیا انہوں نے غور نہیں کیا

اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ

کہ ہم نے حرم کو امن والا بنایا ہے اور لوگ انکے اردگرد سے اچک لئے جاتے ہیں تو کیا باطل پر ایمان لاتے اور

۶۸ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ

اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں ۲۵۷۴ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بنائے یا حق کو

۶۹ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا

جھٹلائے جب وہ اسکے پاس آگیا ہو کیا دوزخ میں کافروں کیلئے ٹھکانا نہیں ہے؟ ۲۵۷۵ اور جو لوگ ہمارے لئے

فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ع

جہاد کرتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنے رستوں پر چلائینگے اور اللہ یقیناً نیکی کرنیوالوں کے ساتھ ہے ۲۵۷۶

۲۵۷۴ عرب میں عام طور پر بڑی بے امنی تھی اور کسی شخص کی جان محفوظ نہ تھی اسی کی طرف یتخطف الناس من حولھم میں اشارہ ہے ایسے ملک میں جہاں چاروں طرف بے امنی ہو حدود حرم کے اندر کسی شخص کا دوسرے پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرسکنا اللہ تعالےٰ کی قدرت کا نشان تھا جس کی طرف یہاں توجہ دلائی ہے +

۲۵۷۵ گویا دونوں فریقوں میں سے جب ایک اتنا بڑا ظلم اختیار کر رہا ہے تو ضرور ہے کہ اسے سزا ملے اور دوسرا فریق کامیاب ہو +

۲۵۷۶ پس جس کے ساتھ اللہ ہو وہی کامیاب ہوگا +

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ ۱ ۲

میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں رومی مغلوب ہو گئے ۲۵۷۷

ع ۱/۱ — رومیوں اور اہل اسلام کا مغلوبیت کی حالت سے نکل کر غالب ہونا

نام — اس سورت کا نام الروم ہے اور اس میں چھ رکوع اور ساٹھ آیتیں ہیں۔ یہ سورت شروع اس مضمون سے ہوتی ہے کہ روم والے جو اس وقت عیسائی تھے ایرانیوں کے ہاتھ سے مغلوب ہو گئے ہیں لیکن نو سال کے اندر اندر وہ ایران پر غالب آجائینگے مگر صرف اس خبر کا دینا مقصود نہیں بلکہ اصل بات جو بتائی ہے وہ یہ ہے کہ جو وقت رومیوں کے ایرانیوں پر غلبہ کا ہے وہی وقت مسلمانوں کے اپنے دشمنوں پر غلبہ کا ہے اور دونوں کو اکٹھا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ پیشگوئی کے وقت یہ دونوں قومیں مغلوب تھیں اور مغلوب بھی ایسی کہ ان کے اٹھنے اور ایک طاقتور دشمن پر غالب آنے کا خفیف سے خفیف قرینہ بھی نہ تھا اس تعلق کی وجہ سے اس سورت کا نام جس میں غلبہ اسلام کی تصریح پیشگوئی ایک معین وقت کے اندر پورا ہونیوالی کی ہے الروم رکھا گیا +

خلاصہ مضمون — پہلے رکوع میں رومیوں کے مغلوب ہونے کے بعد غالب آنے کی پیشگوئی کرکے اور اس کی میعاد نو سال قرار دیکر صراحت سے فرمایا کہ عین وہی وقت مسلمانوں کی کامیابی کا بھی ہوگا دوسرے میں مومن اور کافر کے انجام کا مقابلہ ہے تیسرے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چوتھے میں بتایا ہے کہ اسلام فطرت انسانی کا مذہب ہے اور اس میں بھی یہی اشارہ کیا ہے کہ یہ یقینی بات ہے کہ جو مذہب فطرت انسانی کے مطابق ہے وہ آخرکار دنیا میں مقبول ہو۔ پانچویں رکوع میں بتایا کہ کل عالم میں فساد پھیل چکا تھا اور اب اسلام کے آنے سے ایک عظیم الشان انقلاب روحانی کی بنیاد رکھی گئی ہے جس کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ چھٹے رکوع میں بتایا کہ حق کی مخالفت آخرکار رد کردی جائیگی +

تعلق — ان چاروں سورتوں کا مضمون تو ایک ہی ہے لیکن یہاں اسلام کی آخری کامیابی کو دو پہلوؤں سے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے اول مسلمانوں کے ایک معین میعاد کے اندر اس وقت کے دشمنوں پر غالب آنے کی خبر ہے دوسرے یہ بتاکر کہ اسلام مذہب فطرت ہے اور فطرت انسانی آخرکار اس کے سامنے سر جھکائے گی +

زمانہ نزول — یہ سورت بالاتفاق کل کی کل مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول یقین کے ساتھ پانچواں یا چھٹا سال بعثت کا کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہی وہ وقت ہے جب رومیوں کی مغلوبیت انتہا کو پہنچ گئی اور اہل فارس نے انکے تمام صوبجات یکے بعد دیگرے لے لئے +

الروم — ۲۵۷۷ الروم۔ سلطنت روما کے لوگ اپنے آپ کو رومی کہتے تھے اور یہ عیسائی تھے +

فارس کا روم پر غالب آنا — سلطنت روما کی یہ مغلوبیت جس کا بیان ذکر ہے ایرانیوں کے ہاتھ سے وقوع میں آئی۔ ان دونوں سلطنتوں کا مقابلہ مدت سے چلا آتا تھا آخر ۶۰۲ سنہ عیسوی میں وہ عظیم الشان جنگ شروع ہوئی جو خسرو ثانی شاہ ایران نے رومیوں کے ساتھ شروع کی۔

"اس کی افواج نے سیریا اور ایشیائے کوچک کو لوٹا اور ۶۰۸ سنہ عیسوی میں کیلسیڈون پر بڑھیں ۶۱۳ سنہ و ۶۱۴ سنہ میں جبرئیل شہربراز نے دمشق اور یروشلیم کو فتح کرلیا اور مقدس صلیب کو لے گیا۔ جلد ہی بعد مصر بھی فتح ہوگیا۔ رومی کوئی مقابلہ نہ کرسکے کیونکہ ایک طرف اندرونی

۴ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ

قریب سرزمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد غالب آئینگے چند سال کے اندر اندر پہلے اور پیچھے

۵ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ

اللہ کا ہی حکم ہے اور اس دن مومن خوش ہونگے اللہ کی مدد سے۔ وہ جسکی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ غالب رحم کرنیوالا ہے

جھگڑوں سے اور دوسری طرف سلانیوں کے دباؤ سے وہ بہت ہی کمزور ہو رہے تھے" (انسکلوپیڈیا برٹینیکا) +

ادنی الارض

۲۵۷۸ ادنی الارض کے لفظی معنی قریب سرزمین ہیں، اور یہاں ملک عرب سے قریب مراد ہے اور حضرت ابن عباس اور سدی سے مروی ہے کہ مراد اس سے یردن اور فلسطین ہیں اور یہی صحیح ہے اور اس لفظ کے لانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ ۶۱۴ء عیسوی کا واقعہ ہے جب ایرانی دمشق و بیت المقدس کو فتح کر کے صلیب بھی لے گئے اور یہ انکی انتہائی مغلوبیت تھی گو اسکے بعد بھی ایرانی بڑھتے ہی چلے گئے +

وہ عظیم الشان پیشگوئیاں رومیوں کا ایرانیوں پر اور مسلمانوں کا کفار پر ایک ہی وقت غالب آنا

جب مکہ میں ایرانیوں کے غلبہ اور رومیوں کی مغلوبیت کی خبر پہنچی تو بت پرست قریش نے خوشی کا اظہار کیا اسلئے کہ وہ اہل کتاب کو اچھا نہ سمجھتے تھے اور بالخصوص مسلمانوں کی مخالفت کیوجہ سے اور کچھ عرب پر ایرانیوں کے تسلط کی وجہ سے انہیں ایرانیوں کے غلبہ سے خوشی ہوتی اس پر ان آیات کا نزول ہوا جن میں دو پیشگوئیاں ہیں اول یہ کہ نو سال کے اندر اندر رومی اپنے دشمنوں پر فتح پائینگے دوسری یہ کہ اسکے ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ کیطرف سے مدد پہنچے گی اور وہ خوش ہونگے چنانچہ ابن جریر میں ہے یوم یغلب الروم فارس یفرح المؤمنون باللّٰہ ورسولہ بنصر اللّٰہ ایاھم علی المشرکین جس دن رومی ایران پر غالب آئینگے اللہ اور رسول پر ایمان لانیوالے اللہ کی مدد سے خوش ہونگے جو اللہ انہیں مشرکوں کے خلاف دیگا اور ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ یہ بدر کا دن تھا (د) اور اگر غور کیا جائے تو نصر اللہ کا لفظ مومنوں کی کافروں پر فتح پر ہی صادق آسکتا ہے اور یوں یہ پیشگوئی اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کا عجیب ترین نمونہ ہے اور کوئی پیشگوئی صفائی میں اس سے بڑھکر نہیں۔ ایک عرصہ دراز کے بعد ایک ایسی لمبی جنگ جو ۶۰۳ء میں شروع ہو کر ۶۲۸ء میں ختم ہوتی ہے یعنی تیرہ سال جاری رہتی ہے سلطنت ایران سلطنت روما پر غالب آتی ہے اسکا صوبہ پر صوبہ لیتی چلی جاتی ہے یہانتک کہ کل صوبجات کو لیکر اسکے دارالخلافہ کے دروازہ پر جا موجود ہوتی ہے ایسے وقت میں یہ پیشگوئی کہ یہ مغلوب سلطنت آخر کار غالب آجائیگی کسی انسان کی طاقت میں نہیں مگر اسپر بضع سنین کی شرط بڑھا دینا یعنی نو سال کے اندر اندر غالب آجاتے کی نہ صرف قیاس و قرائن سے باہر بلکہ عین انکے خلاف ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ اسکے ساتھ ایک ایسی ہی بظاہر ناممکن الوقوع بات اور ملادی ہے یعنی یہ کہ عین اس وقت جب رومی ایران پر نو سال کے اندر اندر غالب آئینگے مسلمان بھی مشرکین پر غالب آئینگے حالانکہ مسلمانوں کی اس وقت کوئی جماعت بھی نہیں جسکے غالب آنے کا وہم بھی کسی کو ہو سکے لیکن قدرت خداوندی کا کیا عجیب نظارہ ہے کہ ایک ہی سال میں یعنی ۶۲۴ء عیسوی میں ہرقل نہ صرف اپنے علاقے واپس لے لیتا ہے بلکہ ایران کے اندر داخل ہو کر اسکے برشتے آتشکدہ کو تباہ کر دیتا ہے اور اسی سال میں ۳۱۳ مسلمان جنکے پاس ہتھیار نہیں جو جنگ آزمودہ جوان نہیں ایک ہزار قریش کی مسلح جمعیت پر غالب آتے ہیں +

حضرت ابو بکر اور ابی بن خلف کی شرط

اس عظیم الشان پیشگوئی پر رعب خاموش نہ رہ سکتے تھے اُبی ابن خلف نے بڑی شد و مد سے اس کا انکار کیا اور کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا واقعات اسکے خلاف ہیں۔ حضرت ابو بکر نے جن کا ایمان وحی الٰہی پر پہاڑ کی طرح مضبوط تھا اس سے شرط لگائی کہ اگر تین سال میں اہل روم غالب نہ آسکے تو دس اونٹ میں دونگا اور اگر غالب آگئے تو دس اونٹ تم سے لونگا۔ آنحضرت صلعم کو جب یہ علم ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ بضع کا لفظ نو تک آتا ہے۔ اسلئے میعاد اور شرط دونوں کو بڑھا دو ابی بن خلف نے اسکو منظور کیا اور شرط یہ قرار پائی کہ اگر نو سال کے اندر رومیوں نے ایران کو مغلوب نہ کیا تو ایک سو اونٹ حضرت ابو بکر اُبی کو

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا ۷

اللہ کا وعدہ ہے اللہ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے وہ دنیا کی زندگی کی

مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۸

ظاہر (باتوں) کو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ بالکل غافل ہیں کیا انہوں نے اپنے اندر غور نہیں کیا

مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے حق کے ساتھ اور ایک وقت مقرر کیلئے (ہمیشہ) ہی پیدا کیا ہے اور بہت سے لوگ

مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ ۹

اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں ۲۵۷۹ کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں تا دیکھیں کہ ان کا

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَ

انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے وہ ان سے قوت میں بڑھکر تھے اور انہوں نے زمین کو زراعت کیلئے پھاڑا اور

عَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

اسے آباد کیا اس سے بڑھکر جو انہوں نے آباد کیا اور انکے پاس انکے رسول کھلی دلائل کے ساتھ آئے سو اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ۭ

بلکہ وہ اپنی جانوں پر آپ ظلم کرتے تھے

ونگے ورنہ اس سے ایک سوا ونٹ لینگے چنانچہ روح المعانی میں ذیل کی روایت بیان کی گئی ہے اور ترمذی کے حوالہ سے اسے حسن قرار دیا ہے فلما کان یوم بدر ظہرت الروم علی فارس فاخذ ابوبکر رضی اللہ عنہ الخطر من ورثۃ ابی وجاء بہ الی النبی صلعم فقال علیہ الصلوۃ والسلام تصدق بہ (د) یعنی جب بدر کا واقعہ ہوا تو رومی ایران پر غالب آئے پس ابوبکر رضی اللہ نے ابی کے وارثوں سے شرط کا مال لیا اور اسے نبی صلعم کے پاس لائے تو آنحضرت نے فرمایا کہ یہ صدقہ کر دو پس یہ پیشگوئی کفار میں بھی خوب شہرت پاچکی تھی اور پھر اس کا پورا ہونا بھی ان پر اچھی طرح ظاہر ہو گیا تھا۔

دنیا کا عظیم ترین معجزہ — اس سے بڑھکر کونسا معجزہ ایک نبی کی صداقت کو ظاہر کرسکتا ہے جن معجزات پر حضرت عیسٰی کی خدائی کی بنیاد رکھی جاتی ہے ان میں سے ایک کا بھی کوئی ثبوت اس وقت موجود نہیں مگر نبی کریم صلعم کا یہ معجزہ آج بھی ایسا ثابت ہے جیسا آپ کی زندگی میں پیشگوئی کے پورا ہونیکے وقت ثابت تھا۔ اپنی صفائی کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کا یہ ایک ہی معجزہ قیامت تک آپکی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔

نظام عالم کا خاتمہ — ۲۵۷۹ اس سے معلوم ہے کہ زمین اور یہ نظام عالم بھی ایک وقت مقرر کیلئے ہے اور اس پر بھی فنا کا ایک وقت آئے گا۔

۱۰ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَىٰ أَن كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا

پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے بدی کی بہت برا ہوا اسلئے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان پر

۱۱ بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ ۝ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

ہنسی کرتے تھے ۲۵۸۰ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرتا ہے پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

ع ۲ ۹ ۵ — مومن اور کافر

۱۲ ۱۳ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ ۝ وَلَمْ يَكُن لَّهُم مِّن شُرَكَائِهِمْ

اور جب وہ گھڑی آئے گی مجرم سخت ناامید ہو جائینگے اور انکے شریکوں میں سے کوئی انکے

۱۴ شُفَعَاءُ وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ ۝ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ

سفارشی نہ ہونگے اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کرنیوالے ہونگے اور جب وہ گھڑی آئے گی اس دن

۱۵ يَتَفَرَّقُونَ ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ۝

الگ الگ ہو جائینگے ۲۵۸۱ پس وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وہ سرسبز جگہ میں خوش ہونگے ۲۵۸۲

۱۶ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ

اور وہ جو کافر ہیں اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے ہیں وہ عذاب میں

۱۷ مُحْضَرُونَ ۝ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ۝ ۲۵۸۳

موجود ہونگے سو اللہ کیلئے پاکی ہے جب تمہارا شام کا وقت ہوتا ہے اور جب تمہارا صبح کا وقت ہوتا ہے

سوأی

۲۵۸۰ سوای۔ اسوأ کی تانیث ہے یعنی بہت برا۔

۲۵۸۱ یعنی اچھے اور برے الگ الگ ہو جائینگے جیسا آگے تفصیل سے ظاہر ہے اس دنیا میں ملے جلے رہتے ہیں۔

روضۃ

روضۃ الجنات میں علوم و اخلاق حسنہ کیطرف اشارہ —

۲۵۸۲ روضۃ۔ رَوْض وہ جگہ ہے جہاں پانی جمع ہو جائے اور سبزی ہو اور یہاں جنت کے روضوں میں سے روضہ مراد ہے اور وہ اسکے خوبصورت اور لذت والے مقام ہیں اور فی روضت الجنات (الشوریٰ ۴۲ - ۲۲) میں اس کی طرف اشارہ ہے جو عقبیٰ میں ظاہر طور پر ان کیلئے تیار کیا جائیگا اور کہا گیا ہے کہ یہ اشارہ ان علوم و اخلاق کیطرف ہے جن کا انہیں اہل بنایا ہے جن کے ساتھ جو شخص مخصوص ہو اس کا دل خوش اور پاکیزہ ہوتا ہے (غ)، اور حقیقت یہی ہے کہ جو لوگ بوجہ اپنے اخلاق اور علوم الٰہی کے یہاں طیب نفس حاصل کر لیتے ہیں وہی ان کیلئے آخرت میں ظاہری روضات کی شکل میں ظاہر ہو جائیگا۔ فی الحقیقت مومن یہاں بھی روضوں میں خوش ہوتے ہیں اور قیامت میں بھی ہونگے ایسا ہی کفار یہاں بھی عذاب میں ہوتے ہیں آخرت میں بھی ہونگے ان یہاں کی خوشیوں اور عذاب کا رنگ مخفی ہے وہاں کھلا ہوگا۔

مساء۔ امساء

۲۵۸۳ تمسون۔ مساء۔ صباح کی ضد ہے اور امساء اصباح کی (ل) پس تمسون کے معنی ہوئے شام کے وقت میں داخل ہوتے ہوئے۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ يُخْرِجُ الْحَيَّ ۱۸ ۱۹

اور اسی کے لئے آسمانوں اور زمین میں تعریف ہے اور پچھلے پہر اور جب تمہاری دوپہر ہوتی ہے ۲۵۸۴ وہ زندہ سے

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ

مردہ کو نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم

تُخْرَجُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ ۲۰

ع ۳/۸ — اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشان

(اس حالت سے) نکالے جاؤ گے ۲۵۸۵ اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر دیکھو تم انسان بنکر (اپنی حاجات کے لئے) پھیل جاتے ہو ۲۵۸۶

عشی

۲۵۸۴ عشی کیلئے دیکھو ۴۱۷ زوال آفتاب کے بعد کا وقت ہے اور رات بھی اس میں داخل ہے

اظہار

تظہرون کے معنی ہیں ظہیرۃ کے وقت میں داخل ہوتے ہو ۲۳۴۵ +

پانچ نمازوں کا ذکر اور ان کے اوقات میں اشارہ

بلاشبہ ان دو آیات میں پانچ نمازوں کا ذکر ہے۔ شام کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نمازیں داخل ہیں اور صبح کے وقت میں نماز فجر ہے عشیاً میں نماز عصر اور تظہرون میں نماز ظہر لیکن الفاظ ایسے اختیار فرمائے ہیں کہ جن سے ایک اور غرض بھی حاصل ہوتی ہے یعنی شام میں داخل ہونا روشنی سے تاریکی میں داخل ہونا ہے اور صبح میں داخل ہونا تاریکی سے روشنی کی حالت میں آنا ہے اور انسان پر بلحاظ حالات ظاہری دونوں حالتیں آتی رہتی ہیں ایسا ہی عشی یا عصر کا وقت آفتاب کے بہت نیچے ہو جانے کا وقت ہے اور ظہیرۃ اسکے سب سے بلند مقام پر ہونے کا وقت ہے اور یہاں بھی اشارہ ایک انسان کی اس حالت کیطرف ہے جب اسکا آفتاب اقبال ڈھل جاتا ہے اور دوسرا اس حالت کیطرف جبکہ وہ اوج پر ہوتا ہے ان تمام حالات میں جو انسان کو پیش آتے رہتے ہیں سبحان اللہ کی تعلیم بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں عیوب اور نقصانوں سے پاک ہے اور ان حالات مختلفہ کا انسان پر آنا انسان کی اپنی اصلاح یا کسی اور مصلحت الٰہی سے ہے یا رات کے آنے میں اشارہ زمانہ جہالت کی طرف ہے اور دن کے آنے میں علم اور دین کے پھیلنے کیطرف +

اخراج

مردہ سے زندہ نکالنے سے مراد

۲۵۸۵ اخراج کیلئے دیکھو ۴۹۵ ایک حالت سے نکالنے پر بھی بولا جاتا ہے اور یہاں اول زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے کا ذکر کیا جس کیلئے دیکھو ۳۹۸ اور چونکہ موت اور زندگی کے لفظ روحانی موت اور روحانی زندگی پر بھی بولے جاتے ہیں دیکھو ۷۹ اسلئے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے نکالنے کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ ایک روحانی طور پر مردہ قوم سے زندہ قوم کو پیدا کرتا ہے اور یہی یہاں مراد ہے جیسا کہ مجاہد سے مروی ہے یخرج المؤمن من الکافر ویخرج الکافر من المؤمن (د) اور یہی حسن کا قول ہے (ج) پس کذٰلک تخرجون سے مراد بھی یہی ہے کہ تمہیں بھی ایک مردہ حالت سے نکال کر زندہ کیا جائیگا +

سب انسانوں کا مٹی سے پیدا ہونا

۲۵۸۶ نشان وہی چیز ہو سکتی ہے جو سامنے موجود ہو پس ہمیں مٹی سے پیدا کرنے کے یہ معنی لینا کہ حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا صحیح نہیں بلکہ ہر ایک انسان مٹی سے پیدا ہوتا ہے اور نشان یہی ہے کہ کس طرح مٹی کے اجزا کا خلاصہ در خلاصہ نکل کر ایک انسان بن جاتا ہے۔ پس وہ خدا جو ہماری آنکھوں کے سامنے مٹی سے انسان بنا کر کھڑا کرتا ہے کیا وہ ہمارے اعمال سے ایک نئی پیدائش نہیں کر سکتا اسی کی طرف رکوع کی آخری آیت میں توجہ دلائی ہے کہ وہ اس پر بہت آسان ہے +

۲۱ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت

۲۲ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ

اور رحم قایم کیا اس میں یقیناً ان لوگوں کیلئے نشان ہیں جو فکر کرتے ہیں ۲۵۸۷ اور اسکے نشانوں میں سے

خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے اس میں یقیناً

۲۳ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ

علم والوں کے لئے نشان ہیں ۲۵۸۸ اور اس کے نشانوں میں سے رات اور دن کو تمہارا سونا اور تمہارا اسکے فضل کو

۲۴ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ

تلاش کرنا ہے اس میں یقیناً ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو سنتے ہیں اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہیں خوف اور امید

خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ

کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور بادل سے پانی اتارتا ہے پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اس میں یقیناً

۲۵ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ

ان لوگوں کیلئے نشان ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اسکے حکم سے قایم ہیں

سب کیلئے انکے نفسوں سے بیبیاں ہونا

۲۵۸۷ یہاں مردوں کے لئے ان کے نفسوں سے بیبیاں پیدا کرنے کا ذکر ہے پس صرف حوا ہی حضرت آدم کے نفس سے پیدا نہیں ہوئیں۔ بلکہ سب کے لئے ازواج ان کے نفسوں سے پیدا ہوتی ہیں اور مراد اس جنس سے پیدا کرنا ہے تاکہ باہم محبت اور رحم ہو اور اس میں ذکر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید پر نشان ہونے کا ذکر کیا اور آگے کہیں علم والوں کے لئے کہیں سننے والوں کیلئے کہیں عقل سے کام لینے والوں کے لئے ایسے ہی نشانات کا ذکر کیا اور بتا دیا کہ عقل و فکر سے کام لیا جائے تو انسان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر میں صاف اس کی ہستی اور اس کی توحید کی دلائل ملتی ہیں +

زبانوں اور رنگوں کا اختلاف

۲۵۸۸ زبانوں اور رنگوں کے اختلاف کے ذکر سے مطلب تو یہی تھا کہ اس قدر اختلافات کے باوجود تم سب انسان ایک ہی ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے ذکر کے ساتھ اس کو جمع کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں ظاہری اختلاف کے اندر ایک وحدت نظر آتی ہے مگر آج یہ حالت ہے کہ سفید اور سیاہ رنگ میں اس قدر فرق کر دیا گیا ہے کہ سفید رنگ حکومت کے لئے پیدا ہوا ہے اور سیاہ محکومیت کے لئے +

ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنتُمْ تَخْرُجُونَ ۝ وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ ۲۶

پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک آواز دیکر پکاریگا تو تم فوراً نکل پڑوگے ۲۵۸۹ اور اسی کے ہیں جو کوئی آسمانوں

وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ ۲۷

اور زمین میں ہیں سب اسی کے فرمانبردار ہیں اور وہی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرتا ہے یہ اس پر

الربع

أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

بہت آسان ہے اور اس کی شان آسمانوں اور زمین میں بہت بلند ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے

ع ۳

فطرت انسانی کا مذہب

ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي ۲۸

وہ تمہارے لئے تمہاری اپنی مثال بیان کرتا ہے کیا تمہارے لئے ان میں سے جنکے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں اس میں جو ہم نے

مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ

تمہیں رزق دیا ہے کوئی شریک ہیں کہ تم اس میں برابر ہو ان سے تم (اسیطرح) ڈرتے ہو جس طرح اپنے لوگوں سے ڈرتے ہو اسی طرح ہم آیتیں ان لوگوں

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ فَمَن يَهْدِي ۲۹

کیلئے کھولکر بیان کرتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں ۲۵۹۰ بلکہ جو ظالم ہیں وہ اپنی خواہشات کی پیروی بغیر علم کے کر رہے ہیں سو اسے کون ہدایت دے

مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ ۳۰

جسے اللہ گمراہ ٹھہرائے اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں ہوگا سو راست روی اختیار کرتا ہوا اپنی توجہ کو دین کیلئے قایم رکھ

فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ

اللہ کی بنائی ہوئی فطرت (پر قایم رہو) جس پر اس نے لوگوں کو اصل حالت میں پیدا کیا ہے اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کو کوئی بدل نہیں سکتا یہ

الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

قایم رکھنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۲۵۹۱

۲۵۸۹ اس سے مراد قیامت ہے اس کا پکارنا کس رنگ میں ہوگا اسے وہی بہتر جانتا ہے +

فطرت کو اپیل

۲۵۹۰ فطرت انسانی کو اپیل کی ہے جب مالک اور مملوک آقا اور نوکر تمہارے نزدیک برابر نہیں حالانکہ ایک ہی جیسے انسان ہیں۔ تو مخلوق کو خالق کے برابر کس طرح ٹھہراتے ہو +

فطر

۲۵۹۱ فطرت۔ فطر کیلئے دیکھو ۹۱۲ اور فطر اللہ الخلق سے مراد ہے اللہ تعالیٰ ایک چیز کو وجود میں لایا اور ایسی شکل پر بنایا جس سے

۳۱ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ مِنَ

اس کی طرف رجوع کرنیوالے (رہو) اور اسکا تقویٰ کرو اور نماز کو قایم کرو اور مشرکوں سے نہ ہو ۲۵۹۲ ان میں سے

الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝

جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے بنگئے سب گروہ اس پر جو انکے پاس ہو اترا رہے ہیں ۲۵۹۳

فطرۃ — کوئی فعل مترشح ہوتا تھا پس ذلک فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہو اس کی طرف جو اس نے پیدا کیا یعنی اصل حالت میں بنایا اور لوگوں کے اندر اپنی معرفت کا حصہ مرکوز کر دیا اور فطرۃ اللہ وہ ہو جو اس میں معرفت ایمان کی قوت مرکوز ہو جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہو دیکھو ولئن سالتہم من خلقہم لیقولن اللہ (الزخرف ۴۳ : ۸۷) (غ) اور بخاری میں ہو الفطرۃ الاسلام یعنی فطرۃ اسلام ہو اور فطرت اللہ یہاں فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہو الزموا فطرۃ اللہ ۔ یا علیکم فطرت اللہ ٭

فطرت کا مذہب اسلام ہے — جب پچھلے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت کے نشان بیان کئے اور یہاں پہلی آیت میں فطرت انسانی کو اپیل کی تو اب اس کا نتیجہ بیان فرمایا کہ اسی دین پر قایم رہو جس کی طرف یہ شواہد لے جاتے ہیں ۔ اور حنیف رہو یعنی افراط و تفریط اس میں نہ ہو اور اقم میں خطاب عام ہو اسلئے آگے سب صیغے جمع کے آتے ہیں ۔ اسی کو اگلے الفاظ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا میں واضح کیا ۔ گویا بتایا کہ وہ دین فطرت اللہ ہو اور فطرت اللہ کیا ہو التی فطر الناس علیہا وہ اصل حالت جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہو اور بخاری میں ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ ... اور پھر آپ نے یہی آیت پڑھی یعنی کوئی بچہ نہیں مگر وہ فطرت پر پیدا ہوتا ہو (یعنی اصل حالت پر جو اسلام ہے) پھر اس کے والدین اسے یہودی بنالیتے ہیں یا عیسائی بناتے ہیں یا مجوسی بناتے ہیں ٭

پس قرآن و حدیث صراحت کے ساتھ اسلام کو فطرت کا مذہب قرار دیتے ہیں یعنی وہ مذہب جس پر فطرت انسانی اپنی اصل حالت میں شہادت دیتی ہو اور یہاں پہلے اس مذہب فطرت کے اصل الاصول یعنی توحید الٰہی کا ذکر کیا یعنی یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی شریک کا نہ ہونا ہر اس انسان پر ظاہر ہو جو فکر و عقل سے کام لیتا یا علم رکھتا یا سنتا ہو اور آگے پھر توحید کا صاف الفاظ میں ذکر کرکے رکوع کے آخر میں مخلوق خدا کی خدمت کا ذکر کیا جو اس فطری مذہب کا دوسرا اصول ہو فات ذا القربیٰ حقہ ٭

فطرت بدل نہیں سکتی — لا تبدیل لخلق اللہ سے یہ مراد ہو کہ وہ اصل فطرت بہرحال تو قائم رہتی ہو اسے کوئی بدل نہیں سکتا چنانچہ اس کی شہادت بھی سب مذاہب میں ملتی ہو کہ باوجود طرح طرح کے مشرکانہ عقاید کے بنالینے کے توحید کو بھی قایم رکھا ہو عیسیٰ مسیح کو خدا بنا کر ایک عیسائی کی فطرت تبدیل نہیں ہوتی پھر بھی اسے خدا ایک ماننا پڑا گو اسکے لئے عقل انسانی کے خلاف تین کو ایک بھی کہنا پڑا اگر فطرت کی روشنی بجھی نہیں گو اس پر طرح طرح کے پردے ڈال دیئے گئے ٭

۲۵۹۲ یہاں توحید کے عملی پہلو کو بیان کیا یعنی صرف اللہ کو ایک مان لینا کافی نہیں بلکہ پھر اسی کی طرف رجوع بھی کرنا ضروری ہے اور اس کا تقویٰ کرنا یعنی اسکے قایم کردہ حقوق کو ملحوظ رکھنا اور نماز جو اسکے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہو اسے قائم رکھنا ضروری ہے ٭

اہل مذاہب کا توحید کے ساتھ شرک ملا کر دین میں تفرقہ پیدا کرنا — ۲۵۹۳ پچھلی آیت میں فرمایا تھا کہ مشرکوں میں سے نہ ہو یہاں انہی کے متعلق فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ان کا دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا یہ ہو کہ توحید الٰہی پر جو اصل الاصول تھا قایم نہ رہے بلکہ اس توحید کے ساتھ شرک کو ملا لیا کسی نے کسی کو اور کسی نے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا اگر دین کے اصل الاصول پر قایم رہتے تو باہم یہ تفرقہ بھی نہ ہوتا لیکن حالت یہ ہو گئی کہ توحید کو جو اصل تھا پیچھے چھوڑا اور جو اسکے ساتھ شرک ملایا تھا اسے ہی مذہب کی اصل بنیاد سمجھ لیا ایک عیسائی

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا ۳۳

اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتا ہے اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پھر جب وہ انہیں اپنی طرف سے رحمت چکھاتا ہے تو

فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ ۳۴

ان میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتے ہیں تاکہ اس کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دیا ہے سو فائدہ اٹھالو پھر تم جلد

تَعْلَمُونَ ۝ أَمْ أَنزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ۝ ۳۵

جان لوگے — یا ہم نے ان پر کوئی مضبوط دلیل اتاری ہے سو وہ ان کا بیان کرتی ہے جنہیں وہ اس کے ساتھ شریک ٹھیراتے ہیں ۲۵۹۴

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۳۶

اور جب ہم لوگوں کو رحمت چکھاتے ہیں اس پر اتراتے ہیں — اور اگر انہیں اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے مصیبت پہنچتی ہے

إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ ۳۷

تو وہ مایوس ہو جاتے ہیں — کیا وہ غور نہیں کرتے کہ اللہ جس کیلئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کرتا ہے اور جسکے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اس

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ ۳۸

میں یقیناً ان لوگوں کیلئے نشان ہیں جو ایمان لاتے ہیں — سو قرابتی کو اس کا حق دے اور مسکین اور

السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

مسافر کو (بھی)، یہ ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں — اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں ۲۵۹۵

سارا زور حضرت مسیح کی خدائی پر لگاتا ہے اور توحید کو تین ایک کہکر سواتے نام رکھا ہوا ہے۔ ایک ہندو اپنے بتوں کو سب کچھ سمجھتا ہے انہی سے دعا کرتا ہے انہی کی عبادت کرتا ہے اور ایک اللہ کی ہستی پاسئے نام تسلیم کی ہوئی ہے۔

۲۵۹۴ یتکلم۔ دلیل کا کلام کرنا بطور مجاز ہے مراد اس سے دلالت کرنا ہے (د) جیسا دوسری جگہ ہے ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق (الجاثیۃ۔ ۲۹) ۔

مطلب یہ ہے کہ فطرت انسانی کی اس روشنی کو وہ کیوں قبول نہیں کرتے کیا کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے ایسی اتاری ہے جس نے انکے دلوں پر تسلط کر لیا ہے۔

۲۵۹۵ حقہ سے مراد کو بعض نے حق مال لیا ہے مگر ابن جریر نے اسکی تفسیر حقہ علیک من الصلۃ والبر سے ہی کی ہے اور یہی صراحت الفاظ بھی چاہتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر شخص کے مال میں اسکے قریبیوں کا (جو محتاج ہوں) اور مسافر یا مہمان کا اور عام مساکین کا بھی حق ہے اور انکے حکم کیوجہ سے حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایسے نفقہ کو واجب قرار دیا ہے اور یہاں مراد زکوٰۃ مفروضہ نہیں ہو سکتی اسلئے کہ یہ سورت بالاتفاق مکی ہے بلکہ مکہ میں بھی ابتدائی زمانہ کی ہے اور ابو سعید خدری کی روایت کی کہ اس آیت کے نزول پر آنحضرت صلعم نے باغ فدک حضرت فاطمہ کو دیدیا تھا کوئی اصلیت کا نہ ہونا اس سے ظاہر ہے کہ مکہ میں آنحضرت صلعم خود باغ فدک کے مالک نہ تھے ۔

ایک مال میں دوسروں کا حق

۳۹ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۠ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ

اور جو تم عطیہ دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مالوں کی وجہ سے اس میں بڑھتی ہو تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم زکوٰۃ

۴۰ زَکٰوةٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِیْ

دیتے ہو اس کے ساتھ اللہ کی رضا چاہتے ہو تو یہی دوچند کر لینے والے ہیں اللہ وہ ہے

خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ

جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو اس میں سے

۴۱ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ

کچھ بھی کرتا ہو وہ پاک ہے اور اس سے بلند ہے جو وہ شرک کرتے ہیں خشکی اور تری میں اسکی وجہ سے

ع ۵ (۱۳) ۸

کفر سے اسلام کیطرف انقلاب

وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝

فساد ظاہر ہو گیا جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا تھا تاکہ انہیں اسکا کچھ مزہ چکھائے جو انہوں نے کیا ہے تاکہ وہ رجوع کریں ۲۵۹۶

ربا

۲۵۹۶ ربا۔ دیکھو ۳۵ جو چیز انسان بطور تحفہ یا عطیہ دے یہ چاہتا ہوا کہ اسے اس سے زیادہ ملے تو اسے بھی ربا کہا جاتا ہے (ل)، اور حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہما سے یہاں ایسا ہی عطیہ یا تحفہ معنی مروی ہیں (ج)۔ +

اصل مال پر زیادہ دینا یا لینا

کسی عطیہ کا دینا یا مال کا دینا اس خواہش سے کہ اس سے بڑھ کر ملے جائز ہے ہاں یہ لکھا ہے کہ یہ نبی کریم صلعم پر حرام تھا یعنی آپ اس خواہش سے کبھی کسی کو نہ دیتے تھے کہ زیادہ ملے اور اس کی وجہ آیت ولا تمنن تستکثر دی ہے۔ اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کسی شخص کا اصل مال پر جو دیا ہے زیادہ لے لینا حرام نہیں اور نہ یہ دینے والے پر گناہ ہے (ل) اور یہاں مطلب صرف اس قدر ہے کہ جس نے اس خواہش سے عطیہ کسی کو دیا وہ کسی اجر کا مستحق نہیں کیونکہ اس کی نیت اس ذریعہ سے کچھ مال کمانے کی ہے۔ ہاں اجر اس پر ملتا ہے جو بطور صدقہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھ کر دیا جائے۔ اور اگر ربا کے معنی سود بھی کئے جائیں تو یہ آیت نہ اس کی حرمت پر دلیل ہے نہ فرضیت زکوٰۃ کی بلکہ یہاں صرف دو باتوں کا مقابلہ ہے اور اصل میں تحریص زکوٰۃ کی دلائی ہے +

بحر

بحار

بَرّ

۲۵۹۷ بحر۔ دیکھو ۴۳ اور بحر کے معنی ریف بھی ہیں یعنی ایسے مقامات جو پانی اور سبزی والے ہوں یا جو ساحل سمندر پر واقع ہوں اور مدائن البحر یا سمندر کے شہر بھی اسکے معنی کئے گئے ہیں اور بحرۃ زمین اور شہر کو کہتے ہیں اور عرب کے لوگ شہروں اور گاؤں کو بحار کہتے ہیں اور حدیث میں ہے کتب لہم ببحرہم جہاں معنی ہیں انکے شہر میں اور انکی زمین میں ان کیلئے لکھا (ل)۔ اور قتادہ کا قول ہے کہ بَرّ سے مراد جنگل اور قبائل کے مواقع اور صحراؤں اور خیموں کے رہنے والے ہیں اور بحر سے مراد شہر ہیں (ر)۔ +

آنحضرت کی بعثت سے قبل کل عالم میں فساد کا پیدا ہونا

خواہ بَرّ اور بحر سے مراد خشکی اور تری لیں یا دیہات اور شہر۔ ماحصل ایک ہے یعنی مراد اس سے کل عالم میں فساد کا ظاہر ہونا ہے اور بعض نے جو بحر کے فساد سے مراد جابروں کا کشتیوں کا غصب یا فساد لیا ہے تو یہ بھی درست ہے یعنی سمندر کے فساد سے مراد وہ فساد بھی ہو سکتا ہے جس کا ارتکاب سمندروں پر حکومت کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور فساد سے مراد یہاں خشک سالی موت آگ لگنا وغیرہ مصائب بھی لئے گئے ہیں اور ابن آدم کا اپنے بھائی کو قتل کرنا بھی مگر ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں ان الفاظ کی عظمت کے شایاں نہیں۔ قتادہ سے

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُم ۴۲

کہو زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ انکا جو پہلے تھے انجام کیسا ہوا ان میں سے اکثر

مُّشْرِكِينَ ۝ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۴۳

مشرک تھے سو اپنی توجہ کو قایم کردینے والے دین کیلئے سیدھا کر اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کیلئے اللہ کی طرف سے روک نا نہیں

يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ۝ مَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنفُسِهِمْ ۴۴

اسدن وہ الگ الگ ہوجائینگے جو کفر کرتا ہو تو اس کا وبال، کفر اسی پر ہوا اور جو کوئی نیک عمل کرتا ہو تو وہ اپنی ہی جانوں کیلئے (اچھی)

يَمْهَدُونَ ۝ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ ۴۵

تیاری کرتے ہیں تاکہ وہ انہیں جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں اپنے فضل سے بدلہ دے وہ کافروں کو

الْكَافِرِينَ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ أَن يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَ ۴۶

پسند نہیں کرتا اور اسکے نشانوں سے ہو کہ وہ ہواؤں کو خوشخبری دیتے ہوئے بھیجتا ہو اور تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت سے چکھائے اور

لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا ۴۷

تاکہ کشتیاں اسکے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کے فضل کو طلب کرو اور تاکہ تم شکر کرو اور یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے

مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ۖ

رسولوں کو انکی قوموں کیطرف بھیجا پس وہ انکے پاس کھلی دلائل لے کر آئے سو ہم نے انکو سزا دی جو مجرم ہوئے

روایت ہو کہ یہ فساد قبل از بعثت نبوی تھا۔ اور فساد سے مراد اس حالت میں شرک اور ہر ایک قسم کی بدی کا دور دورہ ہو اور تاریخ عالم اس پر شاہد ہو کہ تاریکی اور جہالت اور بدی نبی کریم صلعم کے ظہور سے پہلے اپنے کمال کو پہنچ گئی تھی۔ سر ولیم میور جیسے متعصب عیسائی کو یہ اقرار ہو کہ عیسائیت کی جو دنیا کا اس وقت کا آخری مذہب تھا اس وقت نہایت ذلیل حالت تھی چنانچہ اسکے یہ لفظ ہیں "ساتویں صدی کی عیسائیت بہت ہی گری ہوئی اور فساد کی حالت میں تھی" باقی مذاہب کا جن پر اس سے بھی زیادہ زمانہ گزر چکا تھا اسی سے قیاس ہو سکتا ہو۔ ہندوستان میں اس وقت جہالت کا اس قدر زور تھا کہ بڑے بڑے نیک آدمیوں اور دیوتاؤں کی طرف بدترین سیاہ کاریوں کا ارتکاب منسوب کیا جاتا تھا غرض تمام ممالک روشنی سے خالی ہو چکے تھے اور اس فساد عظیم کی طرف یہاں اشارہ ہے اور اس صورت میں لیذیقھم میں لام عاقبت کا ہو اور روح المعانی میں ہو کہ اس آیت کا حکم ہر اس فساد کیلئے عام ہو جو قیامت تک ظاہر ہو اس صورت میں جو فسادات عظیم آج عالم میں برپا ہو رہے ہیں انکی طرف اشارہ ہو سکتا ہو +

۴۸ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ○ اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا

اور مومنوں کی مدد کرنا ہمیشہ ہم پر لازم ہے اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے سو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں

فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ

سو وہ اسے جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلاتا ہے اور اسے تہ بتہ کر دیتا ہے پھر تو مینہ کو دیکھتا ہے کہ اسکے اندر سے نکلتا ہے

۴۹ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ○ وَإِنْ كَانُوا

سو جب وہ اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہتا ہے اسے پہنچاتا ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں گو وہ اس سے

۵۰ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ ○ فَانْظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ

پہلے جو ان پر اتارا جائے اس سے پہلے وہ بالکل مایوس تھے سو اللہ کی رحمت کے آثار کی طرف دیکھ کس طرح

۵۱ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ وَ

زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے بیشک وہی مردوں کو زندہ کرنیوالا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۲۵۹۸ اور

۵۲ لَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ ○ فَإِنَّكَ

اگر ہم ہوا بھیجیں پھر وہ اسے زرد دیکھیں تو اسکے بعد بھی کفر ہی کرتے رہیں ۲۵۹۹ پس تو

لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ○

مردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ بہروں کو آواز سنا سکتا ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر واپس ہو جائیں

۲۵۹۸ رکوع کی ابتدا زمین میں فساد کے ہونے کی تھی اور بدکاروں کے انجام کی طرف توجہ دلائی تھی۔ پھر ہواؤں اور بارشوں کا ذکر کرکے نہایت لطیف پیرایہ میں یہاں آکر اصل مطلب کو واضح کر دیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت ظاہر دنیا میں کام کرکے مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے اسی طرح اب یہ روحانی مردے زندہ ہونگے اس سے بھی معلوم ہوا کہ آیت ۴۱ میں فساد سے مراد روحانی مردگی ہی تھی ◆

کفر پر اصرار

۲۵۹۹ راوہ میں ضمیر نبات کی طرف لی گئی ہے جو سیاق کا مفہوم ہے یعنی کوئی ایسی ہوا چلے جو نبات کو زرد کر دے مگر ایک قول ہے کہ ضمیر سحاب کے لئے ہے یعنی بادل کو زرد دیکھیں کیونکہ زرد بادل پانی نہیں برساتا۔ اور ایک اور قول ہے کہ ریح کو مذکر بھی لایا جاتا ہے اور مونث بھی اور یہاں ضمیر ریح کی طرف ہی ہے (د) اور میرے نزدیک یہ آخری قول ہی صحیح ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار تو یوں نمایاں ہیں لیکن انکے انکار کی وجہ سے اگر عذاب کی ہوا بھی آ جائے تو بھی کفر سے باز نہ آئیں۔ اور زرد ہوا سے مراد یہاں عذاب کی ہوا ہی ہے اور یہ انکے کفر پر اصرار کی حالت کا بیان ہے جیسا کہ اگلی آیات میں واضح کر دیا ہے ◆

وَمَآ اَنۡتَ بِهٰدِ الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمۡ ۵۳

اور نہ تو اندھوں کو انکی گمراہی سے روک کر ہدایت دے سکتا ہے تو صرف انہی کو سنا سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہ

مُّسۡلِمُوۡنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ ۵۴

فرمانبردار ہیں ۲۶۰۰ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت سے پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد قوت

مخالفت حق دور کردی جاتی ہے

قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّشَیۡبَةً ؕ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ

دی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنایا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ

الۡعَلِیۡمُ الۡقَدِیۡرُ ۝ وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ یُقۡسِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۙ۬ مَا لَبِثُوۡا غَیۡرَ ۵۵

جاننے والا قدرت والا ہے ۲۶۰۱ اور جب وہ گھڑی آئے گی مجرم قسمیں کھائینگے (کہ) وہ ایک گھڑی سے زیادہ

سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوۡا یُؤۡفَكُوۡنَ ۝ وَقَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِیۡمَانَ ۵۶

نہ ٹھہرے اسی طرح اُلٹے پھر جاتے تھے اور وہ جنہیں علم اور ایمان دیا گیا ہے کہینگے

لَقَدۡ لَبِثۡتُمۡ فِیۡ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوۡمِ الۡبَعۡثِ ۫ فَهٰذَا یَوۡمُ الۡبَعۡثِ وَلٰكِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ

تم اللہ کے حکم کے مطابق جی اُٹھنے کے دن تک ٹھہرے رہے سو یہ جی اُٹھنے کا دن ہے لیکن تم

لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ فَیَوۡمَئِذٍ لَّا یَنۡفَعُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَا هُمۡ یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ۝ ۵۷

نہیں جانتے تھے پس اس دن انہیں جو ظالم تھے انکا عذر کوئی نفع نہ دیگا اور نہ انہیں ناراضگی دور کرنے کا موقعہ دیا جائیگا

۲۶۰۰ ان دونوں آیتوں میں اسی انکے اصرار کفر کا ہی ذکر ہے دیکھو ۲۴۹۱ نیز ۲۴۱۹۔

سماع موتے

یہاں ظاہر الفاظ کو لیکر سماع موتے پر بھی بحث کی گئی ہے اور اس حدیث سے کہ بدر کے دن اہل قلیب کو پکار کر نبی صلعم نے فرمایا تھا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد ربکم حقا۔ اور حضرت عمر کے سوال پر فرمایا کہ تم ان سے بہتر نہیں سنتے۔ اس بات کا استدلال کیا گیا ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ حالانکہ ظاہر الفاظ کو لیں تو قرآن کریم صاف فرماتا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ اور اصولاً بھی یہ بات قبول کرنے کے قابل نہیں کہ مرکر انسان کے حواس ایسے ہو جاتے ہیں کہ کہیں کوئی زندہ دنیا میں کچھ بات کرے تو مردہ اسے سن لیتا ہے۔ بات صرف اس قدر ہے کہ خاص حالات میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک بات مردہ کو زندہ کی طرف پہنچا دی جاتی ہے اور یہی مطلب اہل قلیب والی حدیث کا ہے یعنی اس وقت وہ اس بات کو ایسا سن رہے ہیں جیسا تم سن رہے ہو جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے احیا ھم اللہ حتی اسمعھم اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا یہاں تک کہ یہ بات ان کو سنا دی۔ اسی طرح اہل قبور کو السلام علیکم کہنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ انہیں پہنچا دیتا ہے۔

۲۶۰۱ ضعف۔ انسان کی ابتدائی حالت ایسی کمزوری کی ہے کہ اس پر خود لفظ ضعف بولا ہے۔ نطفہ کی حالت میں تو ایسا کمزور

۵۸ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ

اور یقیناً ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں اور اگر تو انکے پاس نشان لائے تو جو کافر

۵۹ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

ہیں وہ کہینگے تم صرف دھوکا دینے والے ہو[۲۶۰۲] اسی طرح اللہ انکے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو

۶۰ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۝ ع

نہیں جانتے سو صبر کر اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ لوگ تجھے خفیف نہ کریں جو یقین نہیں کرتے

ہے کہ وہ نظر بھی نہیں آتا پھر رحم میں پھر بچہ ہونے کی حالت میں بھی کس قدر کمزور رہو۔ اس میں توجہ انسان کی دوسری زندگی کی طرف دلائی ہے اور ساتھ ہی بتایا کہ عرب بھی قوت پکڑیں گے گو اس قوت کے بعد پھر ایک دفعہ کمزوری ہے +

۲۶۰۲ مبطلون سے مراد یہاں منہ توڑنے یا فریب دینے والے یعنی فریب دیکر حق کو باطل کرنے والے ہیں + مُبطل

ع ۲ — ۱۱ — لقمان کی نصیحت فلاح اخلاق سے ہے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ ۱۲

اور یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ اللہ کا شکر کرو اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنی جان کی بھلائی کیلئے شکر کرتا ہے اور

مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ ۱۳

جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے۔ ۲۶۰۴ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اسے نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے

وقف النبی صلے اللہ علیہ وسلم

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ ۱۴

اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا شرک یقیناً بڑا بھاری ظلم ہے اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے متعلق تاکیدی حکم دیا ہے

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ

اس کی ماں ضعف پر ضعف کی حالت میں اسے اُٹھاتی ہے اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوتا ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا بھی

النصف

اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا ۱۵

میری طرف انجام کار آنا ہے اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرے جس کا تجھے علم نہیں تو انکی

تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ

بات نہ مان اور دنیا میں ان کا اچھی طرح ساتھ دے اور اسکے رستہ کی پیروی کر جو میری طرف

اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰبُنَيَّ ۱۶

رجوع کرتا ہے پھر میری طرف تمہارا لوٹ کر آنا ہے سو میں تمہیں اسکی خبر دونگا جو تم عمل کرتے تھے اے میرے بیٹے!

بعض مسلمانوں میں قوالی کا طریق مُروّج ہے اسے بھی اسی میں رکھا ہے کیونکہ اس میں مجنونوں کے سے افعال ہوتے ہیں جیسے ناچنا اور اُچھلنا۔ اور روح المعانی میں ہے کہ یہ زندیقوں کے آثار میں سے ہے بلکہ یہ بھی کہ ایسا سماع ممنوع ہے گو اس میں رقص نہ ہو۔

لقمان

۲۶۰۴ لقمان۔ بظاہر یہ عجمی نام ہے گو اہل لغت نے اس کا اشتقاق لقم سے صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور گو بعض لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ لقمان کون تھے مگر ترجیح اس قول کو ہے جو مجاہد ابن عباس ابن المسیب وغیرہم سے مروی ہے کہ یہ حبشی تھے اور نوبہ یا مصر کے رہنے والے تھے (رح)۔ پھر اس بارہ میں اختلاف ہوا ہے کہ وہ نبی تھے یا انہیں صرف علم و حکمت عطا ہوا تھا ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں کہ وہ نبی تھے کیونکہ قرآن کریم کے بیان کی غرض یہی ہے کہ وحی آلٰہی ہی اصل سرچشمہ اس علم و حکمت کا ہے جو اخلاق سے تعلق رکھتے ہیں اور بالخصوص شرک کے خلاف زور دینے والی ایک ہی قوم ہوئی ہے یعنی انبیاء علیہم السلام۔ اور اٰنْ قول کی تفسیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا اس طرح احکام دینا انبیاء سے ہی خاص ہے۔ اور یہاں یہ بتایا ہے کہ شکر گزاری سے انسان خود فائدہ اُٹھاتا ہے اور ناشکری سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا اسے ضرورت نہیں کہ کوئی اس کا شکر گزار ہو۔

يٰبُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ

اگر وہ (عمل) رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں

۱۷ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝ يٰبُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ

اللہ اسے لاتے گا اللہ باریکیوں سے واقف خبردار ہے[۲۶۰۵] اے میرے بیٹے نماز کو قایم کر اور نیکی کا حکم دے

۱۸ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ ۖ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ وَ

اور برائی سے روک اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور

لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝

تکبر سے لوگوں سے منہ نہ پھیر اور نہ زمین میں اکڑتا ہوا چل اللہ کسی خود پسند شیخی خورہ کو پسند نہیں کرتا[۲۶۰۶]

۱۹ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝

اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو نیچا رکھ۔ یقیناً سب آوازوں سے بری گدھوں کی آواز ہے[۲۶۰۷]

۲۶۰۵ انہا میں ضمیر ما کنتم تعملون سے جو عمل مفہوم ہوتا ہے اس کی طرف جاتی ہے اور صخرۃ یا پتھر میں ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اس میں صلابت یعنی سختی ہے۔ اور آسمان میں ہونا بلندی کے لحاظ سے ہے اور زمین میں ہونا تاریکی کے لحاظ سے ہے +

صعر۔ تصعیر

۲۶۰۶ تصعیر۔ صَعَر منہ کا ایک طرف جھکانا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ رخسارہ کے ایک طرف جھکانے سے مخصوص ہے اور بعض کے نزدیک گردن کے میلان پر بولا جاتا ہے اور صَعَر کے معنی تکبر کے بھی ہیں اور متکبر کو کہا جاتا ہے فیہ صَعَر اور حدیث میں صَعّار بمعنی متکبر ہے اور لا تصعر خدک کے معنی ہیں تکبر سے اعراض نہ کر (ل) +

خد۔ اخدود

خد۔ خَدّ رخسارے کو کہتے ہیں۔ اور خَدّ اور اُخدود زمین میں ایسے شق کو بھی کہتے ہیں جو مستطیل اور گہرا ہو قتل اصحاب الاخدود (البروج ۸۵-۴) (غ) +

چلنے میں میانہ روی

۲۶۰۷ چلنے میں قصد یا میانہ روی سے یہ مراد نہیں کہ انسان اچھے تیز قدم سے نہ چلے۔ حضرت عایشہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ لاغری سے موت کے قریب پہنچا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا اسے کیا ہوا ہے لوگوں نے کہا یہ قاریوں میں سے ہے آپ نے فرمایا عمر سید القراء تھے اور جب چلتے تھے تیز چلتے تھے اور نبی کریم صلعم کی صفت میں ہے کہ جب آپ چلتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اوپر سے نیچے کی طرف آ رہے ہیں یعنی تیز چلتے تھے اور مجاہد نے قصد فی المشی سے مراد متواضعانہ چال لی ہے (ا) +

نبوت کی نعمت عامہ

جیسا ئیت کو مسیح کی تعلیم پر فخر ہے لیکن قرآن کریم نے ایک حبشی نبی کے ذکر میں ان اعلیٰ درجہ کے اصول کو بیان کر کے جو مسیح کی تعلیم کا نچوڑ بلکہ اس سے کچھ بڑھکر ہیں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم سے بخل نہیں کیا بلکہ سب قوموں کو اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم عطا فرمائی اور جس بات پر یورپ کے سفید منہ والوں کو فخر ہے وہی تعلیم حبش کے ایک سیاہ فام کو بھی اللہ تعالیٰ نے دی بس اختلاف الوان اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتا +

ع ۳ / ۱۱

نعمائے الٰہی

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ۲۰

کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور

ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ۗ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا

باطنی نعمتوں کو پورا کیا ہے اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو اللہ کے بارہ میں جھگڑتا ہے حالانکہ نہ اسکے پاس علم ہے اور نہ ہدایت اور نہ

كِتٰبٍ مُنِيرٍ ○ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ۲۱

روشن کرنیوالی کتاب ہے ۲۶۰۸ اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اسکی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا ہے کہتے ہیں بلکہ ہم اسکی پیروی کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے

آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ○ وَمَنْ يُسْلِمْ ۲۲

باپ دادوں کو پایا اور کیا اگر شیطان انہیں جلتی ہوئی آگ کے عذاب کیطرف بلاتا ہو ۲۶۰۹ اور جو شخص اپنے آپکو اللہ

وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۗ وَإِلَى اللَّهِ

کی فرمانبرداری میں لگا دیتا ہے اور وہ احسان کرنیوالا ہے تو اس نے ایک محکم جائے گرفت کو مضبوط پکڑ لیا۔ اور (سب) کاموں کا انجام

عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ○ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ ۚ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۲۳

اللہ کے اختیار میں ہے اور جو کوئی کفر کرتا ہے تو اس کا کفر تجھے غمگین نہ کرے ہماری طرف انہیں لوٹ کر آنا ہے سو ہم انہیں انکی خبر دینگے جو انہوں نے کیا

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ○ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ○ وَلَئِنْ ۲۴ ۲۵

اللہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے ہم انہیں تھوڑا سا سامان دینگے پھر ہم انہیں سخت عذاب کیطرف مجبور کرکے لیجائینگے اور اگر تو

سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ○

انسے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو کہینگے اللہ نے کہو سب تعریف اللہ کیلئے ہے بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے

سابغ۔ اسباغ

۲۶۰۸ اسبغ۔ شئی سابغ کامل پوری چیز کو کہتے ہیں۔ اور اسبغ کے معنی اوسع ہیں وسیع کیا۔ اور اسبغ اللہ علیہ النعمۃ کے معنی ہیں اس پر نعمت کو کامل کیا اور اتمام کو پہنچایا اور وسیع کیا (ل)۔

نعمائے ظاہری و باطنی

ظاہری نعمتیں وہ ہیں جو انسان کی جسمانی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اور باطنی وہ ہیں جو اخلاق اور روحانیت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ظاہری نعمتوں کا ذکر صراحتہً سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض میں کرکے توجہ دلائی ہے کہ باطنی نعمتوں کی تکمیل بھی بغیر اسکے نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا سامان ہو اور اسی سامان کا ذکر آگے ہدایت اور کتاب منیر میں ہے۔

۲۶۰۹ یعنی ان باتوں میں بھی باپ دادا کا اتباع نہیں چھوڑتے جن کا کھلا نتیجہ دکھ اور تکلیف ہے۔ کتاب منیر کے ذکر کے بعد اس مضمون کے لانے سے یہ نشا ہے کہ نعمائے باطنی میں لوگ دلائل کی پیروی نہیں کرتے جنکی طرف اللہ تعالیٰ کی وحی توجہ دلاتی ہے بلکہ محض تقلید میں لگے چلتے ہیں۔

۲۶ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ ۲۷ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ

اللہ کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے اور اگر جو درخت زمین میں

شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ

ہیں سب قلمیں بن جائیں اور سمندر (سیاہی ہو) اسکے بعد سات سمندر اس کی سیاہی بڑھانیوالے ہوں اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں اللہ

۲۸ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝

غالب حکمت والا ہے ۲۶۱۰ تمہارا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی جان کیطرح ہے اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے

۲۹ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ

کیا تو غور نہیں کرتا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک

۳۰ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ

مقررہ وقت تک چلتا ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور

۳۱ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ

ع ۷ ۱۳ — نشانیوں کا انکار کرنیوالے آخر تباہ ہو جاتے ہیں

کہ جسکو اس کے سوائے پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور کہ اللہ بہت بلند بہت بڑا ہے کیا تو غور نہیں کرتا

تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

کہ کشتیاں سمندر میں اللہ کے احسان سے چلتی ہیں تاکہ وہ تمہیں اپنے نشانوں سے دکھائے اس میں یقیناً ہر ایک صبر کرنیوالے شکر کرنیوالے کیلئے نشان ہیں ۲۶۱۱

۳۲ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ

اور جب انہیں (موج) سائبانوں کیطرح ڈھانک لیتی ہے اللہ کو اسی کیلئے فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے پکارتے ہیں

۲۶۱۰ یہ آیت کا مضمون الکہف ۱۰۹ کے مضمون سے مشابہ ہے۔ اور بتایا یہ ہے کہ اللہ کے کلمات یا اس کی مخلوق وہی نہیں جو تم دیکھتے ہو بلکہ اسے اتنی وسعت حاصل ہے کہ کل زمین کے درختوں کی اگر قلمیں بنا دی جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں بلکہ ایسے ہی اور بھی مثیل سمندر (سبعة کا استعمال عدد کامل کے طور پر ہے دیکھو ۲۴) سیاہی بن جائیں تو وہ مخلوق احاطۂ شمار میں نہیں آسکتی۔ اور اس میں توجہ اللہ تعالیٰ کی کمال عظمت کیطرف دلائی ہے۔

نعمة — ۲۶۱۱ نعمة سے مراد یہاں احسان ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایسے اسباب پیدا کئے ہیں جن سے کشتیاں چلتی ہیں اور یا مراد یہ ہے کہ کشتیاں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لئے ہوئے چلتی ہیں۔ اور نشانوں کا صبر کرنیوالوں اور شکر کرنیوالوں کیلئے ہونا اس لحاظ سے ہے کہ ان ذرائع سے نعمتوں کو وہی حاصل کر سکتے ہیں جو مصائب کی برداشت کرتے ہیں اور پھر وہ نعمتیں انہیں کے پاس رہتی ہیں جو ان پر شکر کرتے ہیں اور یا اشارہ اس طرف ہے کہ ایک قوم جو اس وقت صبر سے کام لے رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرتی ہے اسے ایک دن سمندروں کا مالک بنایا جائیگا۔

فلما نجٰهم الى البر فمنهم مقتصد ؕ وما يجحد بايٰتنا الا كل ختار كفور ۳۲ يايها

پھر جب انہیں خشکی پر بچا لاتا ہے تو ان میں سے بعض میانہ روی اختیار کرنیوالے ہوتے ہیں ۲۶۱۱ اور ہماری آیتوں کا سوائے ہر دغاباز ناشکرگزار کے اور کوئی انکار نہیں کرتا ۲۶۱۲ اے

الناس اتقوا ربكم واخشوا يوما لا يجزي والد عن ولده ولا مولود هو جاز

لوگو اپنے رب کا تقویٰ کرو اور اس دن سے ڈرو جس دن باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے

عن والده شيـٔا ؕ ان وعد الله حق فلا تغرنكم الحيٰوة الدنيا ٭ ولا يغرنكم

کچھ کام آسکے گا اللہ کا وعدہ سچا ہے سو دنیا کی زندگی تمہیں دھوکا نہ دے اور دغا باز دھوکا دینے والا

بالله الغرور ۳۳ ان الله عنده علم الساعة ۚ وينزل الغيث ۚ ويعلم ما في الارحام ؕ

اللہ کے معاملہ میں تمہیں کچھ دھوکا دے ۲۶۱۳ اللہ وہ ہے کہ اسی کے پاس (موعود) گھڑی کا علم ہے اور وہ مینہ برساتا ہے اور جو کچھ رحموں میں ہے اسے جانتا ہے

وما تدري نفس ماذا تكسب غدا ؕ وما تدري نفس باي ارض تموت ؕ ان الله عليم خبير ۳۴ (ع)

اور کوئی شخص نہیں جانتا کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس زمین میں مریگا اللہ جاننے والا خبردار ہے ۲۶۱۴

ختار — **۲۶۱۲** ختار ختر ایسا غدر ہے جس میں زور لگانے کی وجہ سے انسان کمزور ہو جائے (غ) یا ذیب دہی یا بہت بری قسم کی غداری (ل) بعض کی میانہ روی اور بعض کی بدعہدی کے ذکر میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان بھی جب ان نعمتوں کی جو انہیں دی جائیں ناشکری کرینگے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آجائینگے

غرور — **۲۶۱۳** غرور۔ غرور کیلئے دیکھو ۵۸۲ اور غرور ہر چیز ہے جو انسان کو دھوکا دے مال۔ مرتبہ۔ شہوت۔ شیطان۔ اور شیطان سے اسکی تفسیر کی گئی ہے اس لئے کہ وہ خبیث ترین دھوکا دینے والا ہے (غ) الناس میں سب لوگ شامل ہیں غیر مسلم ہوں یا مسلم +

پانچ باتوں کا علم کسی کو نہیں — **۲۶۱۴** بخاری میں ایک لمبی حدیث ہے جس میں ایمان اور اسلام اور احسان کے متعلق سوال ہے یہ بھی ہے کہ آخر پر اس شخص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا متی الساعۃ یعنی وہ گھڑی یا قیامت کب ہے تو آپ نے فرمایا کہ اسکے متعلق مسئول کا علم سائل سے زیادہ نہیں اور پھر آپ نے فرمایا یہ ان پانچ باتوں میں سے ایک ہے جنہیں سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور پھر یہ آیت پڑھی۔ اور بخاری میں ہی ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا غیب کے خزانے پانچ ہیں تب یہ آیت پڑھی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ان پانچ باتوں کا علم نبی صلعم کو نہیں دیا گیا۔ یہ تو صحیح ہے لیکن یہ سوال ہوتا ہے کہ ان پانچ باتوں کو اکٹھا لانے کی کیا وجہ ہے کیونکہ غیب کی اور بھی بہت سی باتیں ہیں جنکا علم نہ آنحضرت صلعم کو دیا گیا نہ کسی کو دیا جاتا ہے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک رنگ میں یہ پانچوں باتیں حق کی کامیابی اور مخالفت کی ناکامی سے تعلق رکھتی ہیں۔ الساعۃ سے مراد ساعت وسطے لیکر مخالفین حق کی تباہی کا وقت مراد ہو سکتا ہے بارش کے نازل کرنے میں عرب کی مردہ زمین کے زندہ کرنے کیطرف اشارہ ہے جیسا کہ بار بار اس کا ذکر کر کے یہ بتایا بھی گیا ہے کہ جسطرح مردہ زمین کو زندہ کیا جاتا ہے اسیطرح تمہیں زندہ کیا جائیگا۔ ارحام میں جو ہیں وہ آیندہ نسل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے یعنی انہی کفار کی اولاد کے مسلمان ہو جانے کی طرف اشارہ ہے اور کل کیا کریگا میں یہ اشارہ ہے کہ جو آج حق کی مخالفت کر رہے ہیں یہی کل کو اسکے حامی بن جائینگے اور کس زمین میں مریگا میں یہ اشارہ ہے کہ یہ لوگ پیغام حق کو لیکر کہیں کے کہیں نکل جائینگے۔ اس میں ایک اور لطیف اشارہ بھی ہو سکتا ہے حضرت عیسیٰ سے جب قیامت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اسکا علم کسی کو نہیں دیا گیا حتیٰ کہ بیٹے کو بھی نہیں دیکھو ۲۷۰۳ پس معلوم ہوا بیٹا بھی انسانوں میں سے ایک انسان ہے نہ خدا +

سورۃ السجدۃ مکیۃ وھی ثلثون اٰیۃ وثلث رکوعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ

میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں۔ اس کتاب کا اتارنا اس میں کچھ شک نہیں جہانوں کے رب کیطرف سے ہے کیا یہ کہتے ہیں اسنے خود اسے بنا لیا ہے بلکہ وہ تیرے رب کیطرف سے حق ہے تاکہ تو

۴ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ

اس قوم کو ڈرائے جنکے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت پائیں ۲۶۱۵ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے

سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۗ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۗ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝

چھ وقتوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر غالب ہے اسے چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی کارساز نہیں اور نہ کوئی شفاعت کرنیوالا ہے تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے

ع ۱ ۱۴ تنزیل اور اسلام کی ترقی اللہ

نام — اس سورت کا نام السجدۃ ہے اور اس میں تین رکوع اور تیس آیات ہیں۔ اس نام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی فلاح اور کامیابی قرآن کریم کی کامل فرمانبرداری سے وابستہ ہے اور یہی اس سورت کا مضمون ہے +

خلاصہ مضمون — پہلے رکوع میں بتایا ہے کہ اسلام جو دنیا کی ہدایت کیلئے نازل ہوا ہے اسکے استحکام کے بعد اس پر ایک ہزار سال کا زمانہ ایسا آئیگا جس میں اس کی ترقی میں روک پیدا ہو جائیگی دوسرے رکوع میں مومن اور کافر کا مقابلہ کرکے بتایا ہے کہ ایمان اسی بات کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فوراً فرمانبرداری کی جائے اور تیسرے میں مومنوں اور کافروں کے درمیان فیصلہ کا ذکر ہے +

تعلق اور زمانہ نزول — یہ الم کے مکی مجموعہ کی آخری سورت ہے اور اس میں اسلام کے غلبہ اور استحکام کے ذکر کے ساتھ یہ بھی بتایا ہے کہ ایک وقت اس کی ترقی میں رکاوٹ کا بھی ہوگا مگر وہ ایک محدود زمانہ ہے اس میں گویا اسکی آخری کامیابی کی بشارت بھی ہے اور یہ بھی مکی سورت اور اسی زمانہ کی ہے جس زمانہ کی اس مجموعہ کی باقی سورتیں ہیں +

بنی اسمٰعیل میں نذیر نہیں آیا / **زید بن عمرو قس بن ساعدہ** / **خالد بن سنان**

۲۶۱۵ دیکھو القصص ۲۸ : ۴۶ یعنی بنی اسمٰعیل میں کوئی نبی نہیں آیا اور یہاں نذیر سے مراد منجانب اللہ ڈرانیوالا ہے ورنہ یوں تو اہل عرب کو یہود و نصاریٰ اپنے اپنے دین کی طرف بلاتے رہے اور زید بن عمرو بن نفیل اور قس بن ساعدہ گو خود بت پرستی سے مجتنب تھے اور بعض دوسروں کو بھی توحید کی تعلیم دیتے ہوں مگر خدا کی طرف سے نبی نہ تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہیں کامیابی نہیں ہوئی بلکہ بعثت رسول سے بالکل متصل اس قسم کے آدمیوں کا ظاہر ہونا اور انکے ذریعہ سے عرب کی حالت میں ادنیٰ تغیر کا پیدا نہ ہونا اور پھر نبی صلعم کی بعثت سے ایک انقلاب عظیم کا وقوع میں آنا صاف بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید غیبی آنحضرت صلعم کیلئے کام کر رہی تھی ورنہ انسان کی طاقت قطعاً وہ نہ تھی جو آپ نے کر دکھایا اور خالد بن سنان العبسی اکثر کے نزدیک نبی نہیں اور بعض روایات میں جو لفظ نبی اس کے متعلق آیا ہے تو وہ بطور مجاز ہوگا +

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ ۵

وہ اس امر کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر وہ اس کی طرف چڑھ جائیگا ایک دن میں جس کا اندازہ

أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ ۝ ذَٰلِكَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ ۶

ایک ہزار سال ہے اس سے جو تم گنتے ہو ۲۶۱۶ یہی غیب اور موجود کا جاننے والا ہے غالب

الرَّحِيمُ ۝ الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ۷

رحم کرنیوالا جس نے ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اچھا بنایا اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا ۲۶۱۷

تدبیر

۲۶۱۶ یدبر۔ تدبیر کے اصل معنی ہیں عواقب امور میں فکر کرنا (مف) اور اللہ تعالیٰ کے حق میں اس سے مجاز مراد ہے یعنی کسی چیز کا مضبوطی کے طور پر یا رعایت حکمت سے ارادہ کرنا اور مراد اس سے انزال ہے (د) +

اس آیت کے معنی میں کئی ایک اقوال مفسرین نے بیان کئے ہیں ایک یہ کہ آسمان اور زمین میں پانچ سو سال کی مسافت ہے اور دنیا آسمان سے ایک امر کے نازل ہونے میں اور پھر چڑھنے میں ایک ہزار سال لگ جاتا ہے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کی وساطت سے تدبیر امور کرتا ہے پھر ملائکہ کے عروج میں ہزار سال لگتا ہے تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہزار سال کے امور کا فیصلہ کرکے ملائکہ کے سپرد کر دیتا ہے (ج) یہ اقوال قابل قبول نہیں۔ اسلئے کہ ملائکہ کے آنے جانے میں کسی وقت کا لگنا۔ یا ایک ہزار سال کے معاملات کا فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ملہ میں ایک نقص کو لازم ٹھہراتا ہے اللہ کیلئے بُعدِ مسافت یا بُعدِ زمانی کو ماننا اس کیلئے جسم کو قبول کرنا ہے اور وہ اس سے پاک ہے اور بعض نے یہاں الامر سے مراد وحی یا شریعت کا نزول لیا ہے گویا یدبر الامر سے مراد یہ ہے کہ جبرئیل کے ساتھ وحی کو نازل کرتا ہے پھر وہ ایک ہزار سال میں اسکے قبول یا رد کو لیکر اوپر چڑھتا ہے (د) اسکے دوسرے حصہ میں وہی نقص ہے جو پہلے اقوال میں ہے اس میں شک نہیں کہ الامر سے مراد وحی یا شریعت اسلام یا امر اسلام ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا اسکی تدبیر فرمانا اسکو دنیا میں محکم و مضبوط کرنا ہے جیسا کہ تدبیر کے معنی سے ظاہر ہے۔ اور اگلی آیت کے الفاظ عالم الغیب والشہادة سے ظاہر ہوتا ہے کہ یعرج الیہ میں کسی علم غیب کا اظہار ہے اور علم غیب کا اظہار عموماً پیشگوئی کے رنگ میں ہوتا ہے پس یہاں امر اسلام کے متعلق کوئی پیشگوئی ہے اور ظاہر ہے کہ تدبیر یعنی اتقان کے مقابل پر اسکا کمزور ہونا یا اسکی ترقی کا رک جانا ہے جسے یہاں یعرج الیہ سے ظاہر کیا ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ بعد تین قرن اعلیٰ درجہ کے ہیں خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم اور قرن کی سب سے بڑی میعاد ایک سو سال انکی گئی دیکھو نہایہ اور خود نبی کریم صلعم نے اپنے قرن کو ایک سو سال قرار دیا جب فرمایا کہ ایک سو سال میں وہ کل لوگ جو اس وقت زندہ ہیں مر جائینگے اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا یعیش قرنا تو وہ ایک سو سال زندہ رہا (ن) پس وہ تین قرن جنہیں حدیث اسلام کی مضبوطی کا زمانہ قرار دیتی ہے تین سو سال ہیں اور یہی زمانہ یدبر الامر کا ہے اور اسی حدیث میں آتا ہے کہ اسکے بعد کذب ظاہر ہو جائیگا یعنی مسلمان اس اعلیٰ حالت سے گر جائینگے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام کی ترقی رک جائیگی اور ایک ہزار سال کا محدود زمانہ اس رک کیلئے معین فرما کر یہ بتا دیا کہ اسکے بعد پھر امر اسلام ترقی کریگا۔ اور اگر یہ مراد ہوتی کہ پھر حالت تنزل ہی رہیگی تو ہزار سال کی قید نہ لگائی جاتی اور آیت ۹ میں قلیلاً ما تشکرون بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسانوں کی ناشکر گزاری ہی اس روک کا باعث ہے۔ یہ چونکہ اس مجموعہ الم کی جس میں اسلام کی کامیابیکا ذکر ہے آخری سورت ہے اسلئے اس میں کامیابی کی خوشخبری کے ساتھ ترقی کی روک کی میعاد کا ذکر بھی کر دیا ہے +

امر اسلام کا استحکام ایک ہزار سال کیلئے تین سو سال کا واقع ہونا

۲۶۱۷ ہر چیز کو خوبصورت بنایا اور اس کا حسن اسی لحاظ سے ہے کہ وہ اقتضائے حکمت کے مطابق بنی ہے اور انسان کو سب سے خوبصورت بنایا

۸
۹ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ

پھر اس کی نسل ایک خلاصے سے ٹھہرائی (جو کمزور پانی میں آجاتا ہے) پھر اسے ٹھیک بنایا اور اپنی روح سے اس میں پھونکا اور

۱۰ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي

تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے بہت ہی کم تم شکر کرتے ہو ۲۶۱۸ اور کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں گم

۱۱ الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ڛ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ

ہو جائینگے تو کیا پھر ہم نئی پیدایش میں (زندہ) ہونگے بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنیوالے ہیں کہو تمہیں موت کا فرشتہ وفات دیگا

۱۲ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَلَوْ تَرٰٓي اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ

جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم اپنے رب کیطرف لوٹائے جاؤگے اور اگر تو دیکھے جب مجرم اپنے رب کے سامنے اپنے سر جھکائے ہوئے

۱۳ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا

ہونگے ہمارے رب ہم دیکھتے ہیں اور ہم سنتے ہیں پس ہمیں لوٹا ہم اچھے عمل کرینگے (اب) ہمیں یقین آگیا اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اسکی

كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَــَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

ہدایت دیدیتے لیکن میری طرف سے بات سچی ہوئی میں یقیناً دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے سب سے بھردونگا ۲۶۱۹

ع ۲ (۱۱) ۱۵

مومن اور فاسق

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (التین ۹۵: ۴) اور مٹی سے پیدایش ہر انسان کی شروع ہوتی ہے نہ صرف حضرت آدم کی پھر اس مٹی سے سلالۃ یعنی خلاصہ بنتا ہے دیکھو ۲۲۵۲ پھر وہ ماء مہین یعنی نطفہ کی شکل میں آتا ہے +

ہر انسان میں روح اللہ نفخ ہوا

۲۶۱۸ سوّٰہ یعنی حالت اعتدال پر بنایا اور اسکے بعد اپنی روح نفخ کی۔ یہاں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی روح ہر انسان میں نفخ ہوتی ہے جو روح حیوانی تو حیوان اور انسان میں مشترک ہے پس وہ مراد نہیں ہوسکتی ورنہ انسان کا ذکر الگ کرکے اس کا ذکر نہ کیا جاتا پس یہ روح وہ چیز ہے جو انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز کرتی ہے یعنی نفس ناطقہ یا تمیز اور شکر کی صفت جس کی طرف آیت کے آخر میں توجہ دلاتی ہے اسی سے پیدا ہوتی ہے دوسری مخلوقات کو نہیں کہا کہ وہ شکر کرتے ہیں یا نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کیطرف روح کی اضافت بلحاظ تشریف کے ہے جیسے بیت اللہ ناقۃ اللہ میں عیسائیوں کو فخر ہے کہ حضرت عیسیٰ کو روح من اللہ کہا ہے یہاں ہر انسان میں اللہ کی روح کے نفخ کا ذکر ہے +

جہنم کو بھرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول

۲۶۱۹ وہ قول کیا ہے۔ دوسری جگہ شیطان کہتا ہے لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین (الحجر ۱۵: ۳۹ و ۴۰) جس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فالحق والحق اقول لاملئن جہنم منک وممن تبعک منہم اجمعین (صٓ ۳۸: ۸۴ و ۸۵) پس اللہ تعالیٰ کا قول جو واقع ہوا وہ یہ تھا کہ شیاطین اور انکے پیرو جہنم میں جائینگے اور لو شئنا میں بتایا کہ اگر ہماری مشیت ایسی ہوتی کہ انسان کو پیدا ہی ایسا کرتے کہ وہ ہمارے حکم کی مخالفت نہ کرسکتا اور ایک راہ اختیار کرنے پر مجبور ہوتا جیسا دوسری مخلوق مجبور ہے تو ہم ایسا بھی کرسکتے تھے +

فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ ۱۴

سو چکھو اسلئے کہ تم نے اس دن کی ملاقات کی پروا نہ کی ہم بھی تمہاری پروا نہیں کرتے اور دیرپا عذاب چکھو اس کے عوض جو تم

تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۱۵

کرتے تھے ہماری آیتوں پر صرف وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں ان سے نصیحت کی جاتی ہے وہ سجدہ کرتے ہوئے گرجاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں

السجدۃ

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۱۶

اور وہ تکبر نہیں کرتے ۲۶۲۱ انکے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے پکارتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا ۱۷

اور اسے جو ہم نے انہیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں ۲۶۲۲ پس کوئی شخص اسے نہیں جانتا جو آنکھوں کی راحت سے ان کیلئے چھپا کر رکھا گیا اسکا بدلہ جو

وقف غفران
وقف غفران

كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ ۝ أَمَّا الَّذِينَ ۱۸ ۱۹

وہ عمل کرتے تھے ۲۶۲۳ تو کیا وہ جو مومن ہے اسکی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے وہ برابر نہیں وہ جو

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں تو انکا ٹھکانا باغ ہیں (یہ انکی) مہمانی ہے بسبب اس کے جو وہ کرتے تھے

۲۶۲۰ یہاں بتایا کہ منہ سے اپنے آپ کو مومن کہدینا کافی نہیں جبتک کہ احکام الٰہی کی کامل فرمانبرداری اور ان احکام کے آگے پورا عجز دنیا نہ ہو آج اسی بات کو مدنظر نہ رکھنے سے مسلمان اپنے مصائب کی صحیح وجہ کو معلوم نہیں کرسکتے +

تجافی

۲۶۲۱ تجافی جفا اور تجافی کے معنی ہیں ایک چیز اپنی جگہ پر نہ رہی جیسے زین . اور تجافی جنبہ عن الفراش اس کا پہلو بستر سے الگ ہو گیا (ل) اور یہ نیند کے ترک کرنے سے کنایہ ہے اور احمد اور ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلعم نے صلوٰۃ الرجل فی جوف اللیل یعنی رات کے درمیان میں نماز کا ذکر کرکے یہ آیت پڑھی جس سے معلوم ہوتا ہے اس سے مراد نماز تہجد ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تہجد کی نماز میں ہی انسان کو بستر سے الگ ہونا یا نیند کو ترک کرنا پڑتا ہے اور یہ گویا اخفاء میں نماز ہے اسی لئے اسکے اجر کے ذکر میں فرمایا: ما اخفی لہم من قرۃ اعین +

نعماء جنت کی اصل حقیقت

۲۶۲۲ بخاری میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یقول اللہ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے صالح بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کیا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر گزرا اور تب آپ نے یہ آیت پڑھی فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور ابن جریر کی ایک روایت میں ہے ما لم یسمعہ ملک مقرب یعنی وہ ایسی نعمتیں ہیں کہ کسی مقرب فرشتہ نے بھی انہیں نہیں سنا پس جنت اور اس کی نعماء کے متعلق یہ حدیث اور آیت فیصلہ کن ہیں کہ وہ اور رنگ کی نعمتیں ہیں اور اس دنیا کی نعمتوں پر ان کا قیاس کرنا صحیح نہیں اسلئے کہ قیاس میں تو وہی چیز آسکتی ہے جو دل میں گزرے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کسی بشر کے دل پر بھی نہیں گزریں +

۲۰ وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ

اور جو نافرمان ہیں تو ان کا ٹھکانا آگ ہے جب کبھی چاہیں گے کہ اس سے نکل جائیں اس میں لوٹا دیئے جائینگے اور انہیں کہا جائیگا

۲۱ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ○ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ

آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے اور یقیناً ہم انہیں نزدیک کا عذاب بڑے

۲۲ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ

عذاب سے پہلے چکھائینگے تاکہ وہ رجوع کریں ۲۶۲۳ اور اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جسے اپنے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی

۲۳ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ ○ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ

ع ۳ ۱۲ فیصلہ

پھر وہ ان سے منہ پھیر لے ہم مجرموں کو سزا پہنچانے والے ہیں اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اسکی ملاقات کے

۲۴ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ○ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا

متعلق شک نہ کر اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا ۲۶۲۴ اور ان میں سے ہم نے امام بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے

۲۵ لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ○ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

جب انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے تیرا رب ہی قیامت کے دن ان میں ان باتوں میں

۲۶ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ○ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ

فیصلہ کریگا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے کیا ان کیلئے یہ واضح نہیں ہوا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی نسلوں کو

مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ○

ہلاک کیا جنکے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں یقیناً اس میں نشان ہیں تو کیا وہ سنتے نہیں

عذاب دنیا اور عذاب آخرت

۲۶۲۳ العذاب الادنیٰ سے مراد بعض نے یوم بدر بعض نے قتل وجوع بعض نے مصائب دنیالی ہیں اور اصل یہی ہے کہ اس سے مراد دنیا میں عذاب کا آنا اور العذاب الاکبر سے مراد اکثر نے عذاب آخرت لیا ہے اور بعض نے قتل واسر۔ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں عذاب دنیوی ہی ہوں ایک چھوٹے چھوٹے عذاب اور ایک وہ عذاب جس نے ان کی قوت کا استیصال کلی کر دیا مگر عذاب ادنیٰ سے مراد عذاب دنیا اور عذاب اکبر سے مراد عذاب آخرت زیادہ قرین قیاس ہے گویا دو عذابوں کا اکٹھا وعدہ دیا ایک اس دنیا کا عذاب دوسرا آخرت کا۔ دنیا کے عذاب نے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ دوسرا وعدہ بھی سچا ہے +

۲۶۲۴ لقائہ میں ضمیر بعض نے جنس کتاب کی طرف لی ہے یعنی تجھے بھی کتاب ملکر رہے گی۔ اور بعض نے موسیٰ کی طرف اور مراد اس سے لیلۃ المعراج کی ملاقات کو لیا ہے۔ مگر یہ دونوں باتیں کمزور ہیں۔ اصل میں یہاں خطاب عام ہے یعنی ہر مخاطب کو کہا ہے نہ نبی صلعم کو کہ اسکے

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَ ۲۷

اور کیا وہ غور نہیں کرتے کہ ہم پانی کو بنجر سے خالی زمین کی طرف چلاتے ہیں پھر اسکے ساتھ کھیتی نکالتے ہیں جس سے انکے چارپائے اور وہ

أَنْفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ○ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ ۲۸ الثلثۃ

خود کھاتے ہیں تو کیا دیکھتے نہیں ۲۶۲۵ اور کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ○ ۲۹

کہو فیصلے کے دن انہیں جو کافر ہیں ان کا ایمان نفع نہ دے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَظِرُونَ ○ ۳۰

سو ان سے منہ پھیرے اور انتظار کر وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ۲۶۲۶

لقاء میں شک نہ کرو اور لقاء ایک ہی ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے اور اس کا ذکر یہاں بھی پیچھے آچکا ہے بل ھم بلقائی ربھم کافرون یعنی لقاء اللہ پس یہاں بھی حضرت موسیٰ کو کتاب دینے کا ذکر کرکے جملہ معترضہ کے طور پر بیان فرمایا کہ جن باتوں سے تمہیں استبعاد معلوم ہوتا ہے وقالوا ء اذا ضللنا فی الارض ء انا لفی خلق جدید یعنی حیات بعد الموت وہی موسیٰ کی تعلیم بھی تھی پس تم لقاء اللہ میں شک نہ کرو۔

۲۶۲۵ یوں تو یہ اللہ تعالیٰ کا عام قانون ہے مگر یہاں خاص اشارہ عرب کی بنجر زمین کی طرف ہے جو کسی اثر کو قبول نہ کرتی تھی۔ تو فرمایا کہ ہم یہاں بھی کھیتی اگائینگے یعنی اس زمین میں زندگی پیدا کر دیں گے اور ان لوگوں کے روحانی قویٰ نشوونما پائینگے یہانتک کہ وہ نہ صرف خود ہی فائدہ اٹھائینگے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ پہنچائینگے اور انہیں بھی جو ضلالت اور گمراہی میں چارپایوں کی طرح ہیں اس سے پہلی آیت میں ابتدائے حق کی ہلاکت کیطرف اشارہ ہے تو یہاں نیکوں اور راستبازوں کی جماعت کے قیام کیطرف اشارہ ہے وہ کفار ہیں یہ مومن اسلئے اگلی آیت میں متی ھذا الفتح کا سوال ہے یعنی باطل کی ناکامی اور حق کی اس کامیابی کا فیصلہ کب ہوگا جسکا ذکر یہاں ہے۔

۲۶۲۶ منتظرون سے مراد ہے ان پر نصرت کا انتظار کر یعنی انکی ہلاکت کا انتظار کر جس طرح وہ تم پر غلبہ یا تمہاری ہلاکت کا انتظار کرتے ہیں۔

سورۃ الاحزاب مدنیۃ وھی ثلث و سبعون آیۃ و تسع رکوعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے

نام

اس سورت کا نام الاحزاب ہے اور اس میں نو رکوع اور ۷۳ آیتیں ہیں۔ اس کا نام الاحزاب اعدائے اسلام کی اس عظیم الشان جمعیت سے لیا گیا ہے جس میں بہت سی عرب کی قومیں شامل ہوئیں اور ایک جرار لشکر مسلمانوں کو کچلنے کیلئے تیار کیا گیا۔ مسلمان جن کی تعداد انکے سامنے کچھ بھی نہ تھی مدینہ میں محصور ہوگئے مگر ان کے پائے ثبات میں ذرہ بھی جنبش نہ آئی اور آلہی نصرت سے یہ لشکر خود ہی بھاگ اٹھا۔ اس سورت کا اصل مضمون یہ ہے کہ نبی کریم صلعم ایک کامل نمونہ ہیں اور مسلمانوں کو آپکے نقش قدم پر چلنا چاہیئے اور جنگ احزاب کا ذکر جو اس سورت کا نام ہے اس غرض سے لایا گیا ہے کہ کوئی طاقت اس حق کو مٹا نہیں سکتی +

خلاصہ مضمون

پہلے رکوع میں بتایا کہ نبی کا تعلق مومنوں سے کیا ہونا چاہیئے اور جسمانی تعلقات کی نفی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ آپکے ساتھ مومنوں کا روحانی تعلق ہے۔ اور آپ کی محبت سب محبتوں پر فائق ہونی چاہیئے۔ دوسرا اور تیسرے رکوع میں جنگ احزاب کا ذکر ہے اور اس میں بھی اصل غرض اس طرف توجہ دلانا ہے کہ مخالفت کی ساری طاقتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے اسلئے تیسرے رکوع کے شروع میں بتایا کہ آنحضرت صلعم مسلمانوں کیلئے ایک کامل نمونہ ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کا نمونہ کام دیتا ہے چوتھے رکوع میں ازواج مطہرات کا ذکر کیا اور بتایا کہ نبی کی زوجیت میں انکے آنے کی غرض یہ نہیں کہ ان کی توجہ دوسری عورتوں کی طرح دنیوی زیب و زینت کیطرف ہو بلکہ محض ایک دینی غرض کو تکمیل کو پہنچانے کیلئے ان کا وجود ہے اور انہوں نے بھی دنیا کی عورتوں کیلئے نمونہ بننا ہے۔ پانچویں رکوع میں پھر اصل مضمون کیطرف توجہ دلائی کہ آنحضرت صلعم کی ابوت جسمانی نہیں روحانی ہے اسلئے زید جسے لوگ آپکا بیٹا کہدیا کرتے تھے جب اپنی بی بی کو طلاق دیدی جو نبی صلعم کی بہت قریبی رشتہ دار تھیں اور جن کا نکاح نبی کریم صلعم نے خود زید سے کرایا تھا تو نبی کریم صلعم کیلئے اس بی بی سے خود نکاح کرنا ضروری ہوا اور اسی تعلق میں بتایا کہ آنحضرت صلعم رسول ہونے کی حیثیت میں نہ صرف ان لوگوں کے باپ ہیں جو اس وقت آپ پر ایمان لائے ہیں بلکہ چونکہ آپکے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں اسلئے قیامت تک جس قدر مسلمان ہونگے آپ سب کے روحانی باپ ہیں چھٹے رکوع میں پھر مضمون کا انتقال آنحضرت صلعم کی ازواج کی طرف کیا اور آپ کی ازواج پر حد بندی کا ذکر کیا۔ ساتویں رکوع میں بتایا کہ منافق وغیرہ کسطرح طرح طرح کی باتیں کرکے آپکو ایذا دیتے تھے اور ان ایذا دہی کی باتوں کا علاج بھی بتایا اور ایسی باتیں کرنیوالوں کو تنبیہ بھی کی۔ آٹھویں رکوع میں بتایا کہ ایسی باتیں کرنیوالے منافق اور کافر ہیں اور وہ اس کی سزا پاکر رہینگے۔ نویں اور آخری رکوع میں بتایا کہ منافق اور کافر اس امانت میں خیانت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انکے سپرد کی ہے اور اس خیانت کا نتیجہ یقیناً دکھ ہے +

تعلق

مجموعہ آلم کی چار سورتیں جو پیچھے گزریں ان میں اسلام کی کامیابی کی پیشگوئیاں کی تھیں اس سورت میں ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دکھایا ہے کہ کس طرح کفار اپنا پورا زور خرچ کرکے ناکام رہے +

زمانۂ نزول

اس سورت کا نزول جنگ احزاب کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے اسلئے پانچویں سال ہجرت میں اس کی ابتدا ہے اور ساتویں سال تک کے واقعات کی طرف اس میں اشارہ موجود ہے بلکہ واقعہ ایلاء اور تخییر جو نویں سال ہجرت کا ہے وہ بھی اس میں مذکور ہے اس لئے اس کا نزول پانچویں سال سے لیکر نویں سال تک ہے +

ع ۱ ۵ — نبی کا تعلق مومنوں سے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ ۱

اے نبی اللہ کے تقوے پر قایم رہنا اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ ماننا اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۲۶۲۷

وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ وَّتَوَكَّلْ ۲ ۳

اور اس کی پیروی کر تا رہ جو تیرے رب کیطرف سے تیری طرف وحی ہوتی ہے۔ اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو اور اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ ۴

بھروسہ رکھ اور اللہ کارساز بس ہے اللہ نے کسی شخص کیلئے اسکے اندر دو دل نہیں بنائے

وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ

اور نہ تمہاری بیبیوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنایا ہے اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے

اَبْنَاۗءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝

بیٹے بنایا ہے۔ یہ تمہاری اپنی منہ کی بات ہے اور اللہ سچ کہتا ہے اور وہی سیدھے رستہ پر چلاتا ہے ۲۶۲۸

تقویٰ اور اطاعت کفار نہ کرنے کا حکم

۲۶۲۷ بعض مفسرین نے یہ روایت بیان کی ہے کہ اہل مکہ ولید بن مغیرہ وغیرہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اپنے قول سے رجوع کریں تو وہ اپنے اموال سے انہیں حصہ دینگے اور بعض نے یہ کہ ابو سفیان نے صلح حدیبیہ کے زمانہ میں رسول اللہ صلعم سے کہا تھا کہ آپ ہمارے بتوں کا ذکر چھوڑ دیں اور یہ کہدیں کہ وہ شفاعت کرینگے تو ہم آپ کی کچھ مزاحمت نہ کرینگے اور اس پر یہ آیات نازل ہوئیں مگر آنحضرت صلعم کے مدینہ تشریف آوری کے بعد اور اس قدر جنگوں کا سلسلہ لمبا ہو جانے کے بعد کفار کا ایسا کہنا بعید از قیاس ہے یہ سب باتیں وہ مکہ میں کہہ چکے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ انتہائی مشکلات کا زمانہ تھا۔ جنگ احد میں مسلمان بہت کچھ نقصان اٹھا چکے تھے۔ ادھر اب جیسا کہ اگلے رکوع سے ظاہر ہے کفار مکہ ایک جرار لشکر کے ساتھ جسکے مقابلہ کی طاقت مسلمانوں میں نہ تھی حملہ آور ہو رہے تھے۔ اندر منافق شب و روز ریشہ دوانیاں کر رہے تھے اور انہی کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ کفار کا یہ حملہ تھا۔ یہ اور اگلی دو آیتیں انہی پریشان کن حالات میں آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کی تسلی کیلئے نازل ہوئیں کہ اللہ انکا کارساز ہے اور دشمن کتنا بھی طاقتور ہو کچھ نہیں کرسکتا۔ آنحضرت کا تقوی اللہ جس پر قایم رہنے کی یہاں تاکید فرمائی ہے یہی تھا کہ اس کام کو جس کیلئے اللہ نے کھڑا کیا ہے پورا اندیشہ کرتے جائیں اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں کیونکہ یہ دونوں گروہ یہی چاہتے تھے کہ آپ تبلیغ حق کو چھوڑ دیں اور یا اشارہ ان اعتراضات کیطرف ہے جو کافر اور منافق دن رات کرتے تھے کھلے مقابلہ سے بڑھکر بعض وقت اعتراضات سے انسان گھبرا اٹھتا ہے۔ اور یہ دونوں حکم یعنی تقوی اللہ کرو اور کفار کی اطاعت نہ کرو اس حالت پر ثبات کیلئے ہیں +

جوف

۲۶۲۸ جوف۔ پست زمین کو کہتے ہیں اور انسان کا جوف اس کا پیٹ یا سارا وہ حصہ ہے جس پر کندھے اور بازو اور پسلیاں اور پہلو متعلق ہوتے ہیں اور ہر چیز کا جوف اس کا اندر ہے (ل)۔ +

ظہار

تظاھرون۔ ظہر بمعنی پیٹھ سے ہے اور ظہار یہ تھا کہ ایک شخص اپنی عورت کو کہتا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ اور ایسے شخص کے متعلق کہا جاتا ظَاهَرَ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ (غ)، اور مطلب یہ ہوتا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور یہ انکی طرف سے ایک قسم کی طلاق ہوتی تھی (د) ہمفصل بحث آگے سورہ تحریم میں آئیگی۔

دعی

ادعیاء۔ دَعِیّ کی جمع ہے جو فعیل کے وزن پر ہے۔ اور دَعوۃ طعام میں ہے اور دِعوۃ نسب میں۔ اور دَعِیّ وہ ہے جسے باپ کے سوائے دوسرے کیطرف

۵ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ

انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے پھر اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے

مَوَالِیْكُمْ وَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

۲۶۲۹ دوست ہیں اور تم پر اس بارہ میں کچھ گناہ نہیں جو تم سے خطا ہو جائے لیکن (وہ گناہ ہے) جو تمہارے دل قصد کریں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے

منسوب کیا جاسکے اور متبنٰی کو بھی حقیقی کہا جاتا تھا (ل)۔

دو دل نہ ہونے سے مراد — اس آیت میں اول الفاظ ما جعل اللّٰہ لرجل من قلبین فی جوفہ ہیں، انکے متعلق بعض مفسرین کا تو خیال ہے کہ منافقین نے آنحضرت صلعم کی نماز میں سہو پر یہ بات کہی تھی کہ آپ کے دو دل ہیں اس کی تردید بیان ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک شخص ابو معمر نام تھا جو اہل مکہ میں ذوالقلبین کے نام سے مشہور تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ میرے دو دل ہیں ان میں سے ایک کے ساتھ میں محمد رسول اللہ صلعم سے زیادہ سمجھتا ہوں مگر آیات قرآنی کے نزول کو ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات پر محدود کر دینے سے ان کے نزول کی اصل غرض ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نبی صلعم کو جو اتباع وحی کا حکم دیا ہے تو اس میں ساری اُمت مخاطب ہے اور انہیں سمجھایا ہے کہ انسان کے اندر دو دل نہیں کہ ایک طرف تو دعوٰی ایمان کرے اور دوسری طرف اسکے اعمال اس ایمان کے مطابق نہ ہوں یا ایک دل سے اللہ تعالیٰ پر اور اسکے کلام پر ایمان ہو اور دوسرے دل سے رسم و رواج اور حرص و ہوا کی اتباع ہو اور یا یہ منافقوں کی طرف اشارہ ہے جو ایک طرف دعوٰی ایمان کرتے اور دوسری طرف کفار کو اُکساتے رہتے تھے کہ مسلمانوں کو تباہ کریں۔

رسم ظہار — ظہار کے مضمون پر مفصل بحث سورہ تحریم میں آئے گی یہ آیت اسکے بعد کی نازل شدہ ہے اور اس میں صرف اس قدر فرمایا ہے کہ بی بی ماں نہیں بن سکتی۔ رواج جاہلیت یہ تھا کہ بی بی کو ماں کہہ دیا جاتا لیکن وہ اسی گھر میں رہتی تعلقات زوجیت کے لحاظ سے یہ طلاق تھی۔ مگر عورت گھر کو نہ چھوڑ سکتی تھی نہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی تھی قرآن کریم نے اسے ناجائز قرار دیا اور دوسرا رواج جو اکثر قوموں میں اب بھی پایا جاتا ہے

متبنٰی بنانے کا رواج — کسی کا دوسرے شخص کو بیٹا کہہ دینا تھا اور پھر وہ حقدار وراثت سمجھا جاتا۔ قرآن کریم نے باوجود مسلمانوں میں کمال درجہ کی اخوت پیدا کرنے کے تعلقات نسبی میں اس اخوت کو حائل ہونے نہیں دیا اور جاہلیت کے پرانے رواج کو کہ جہاں دو شخصوں میں مواخات ہوتی تو ایک دوسرے کی وفات پر حصہ میراث پاتا منسوخ کر دیا آیت ۶ جس طرح منہ کی اخوت کو بلحاظ وراثت منسوخ کیا اسی طرح مُنہ کی ابنیت کو بھی منسوخ کیا۔ عورت واقعی ماں نہیں ہو سکتی غیر واقعی بیٹا نہیں ہو سکتا۔ یہ لفظ عام ہیں یعنی ان باتوں کو ہمیشہ کیلئے دور کر دیا اور مفسرین نے جو لکھا ہے کہ یہاں

مومنوں اور آنحضرت کے جسمانی رشتہ کی نفی — زید بن حارثہ کی طرف خاص اشارہ ہے تو یہ بھی صحیح ہے کیونکہ زید بن حارثہ کو لوگ زید بن محمد کہا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ چونکہ سب مومنوں کا یکساں رشتہ آنحضرت صلعم سے قایم کرنا چاہتا تھا اس لئے اسی آیت کی ذیل میں یہ بھی بتا دیا کہ زید کا آنحضرت صلعم سے وہی تعلق روحانی ہے جو دوسرے مسلمانوں کا ہے جسمانی تعلق کوئی نہیں۔ اس روحانی تعلق میں جو جس قدر چاہے زیادہ نسبت پیدا کرے۔ آنحضرت صلعم سے کل اُمت کا تعلق ابنیت بلحاظ روحانیت ہے اور رہے گا اور آپ کا بیٹا وہی کہلا سکے گا جو شدید روحانی تعلق آپ سے پیدا کرکے آپ کی صفات روحانی کو اپنے اندر لے اسی کی طرف آیت ۶ میں اشارہ ہے۔

خطا و عمد — ۲۶۲۹ بخاری میں ہے کہ لوگ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی یعنی ادعوھم لاٰبائھم اور فیما اخطاتم اور ما تعمدت قلوبکم کا تعلق صرف اسبات سے نہیں کہ غلطی سے تم کسی کو بیٹا کہو بلکہ تمام امور سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ غلطی سے ایک کام کے ہو جانے پر جسے کرنے کا انسان کا منشا نہ تھا۔ مواخذہ نہیں کرتا۔ بلکہ جو کام عمد سے کیا جائے اس پر مواخذہ ہوتا ہے پچھلی آیت میں فرمایا تھا کہ انسان کے سینہ میں دو دل نہیں ہوتے کہ ایک دل سے ایمان کا اقرار کرے اور دوسرے دل سے اسکے خلاف کچھ فعل کرے یہ

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ ۶

نبی مومنوں پر انکی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہے اور اسکی بیبیاں انکی مائیں ہیں اور رشتہ دار اللہ کے حکم میں مومنوں اور

أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَن تَفْعَلُوا إِلَىٰ

مہاجروں کی نسبت ایک دوسرے پر زیادہ حق رکھتے ہیں مگر یہ دوسری بات ہے کہ تم

أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ ۷

اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرو یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے ۲۶۳۰ اور جب ہم نے نبیوں سے انکا عہد لیا

بتایا کہ چوک یا خطا ہو جانا امر دیگر ہے یعنی یہ بات ایمان کے منافی نہیں لیکن عمداً کسی فعل کا ارتکاب جو خلاف ایمان ہو نہیں ہونا چاہئے +

اولیٰ

۲۶۳۰ اولی ۔ اَوْلٰی کے معنی اَدْنٰی اور اقرب ہیں یعنی قریب تر ۔ اور اَوْلٰی بکذا کے معنی ہیں اَحَقُّ بِہٖ یعنی اس کا زیادہ حقدار (ل) +

آنحضرت کا تعلق مومنوں سے

اس آیت کے پہلے حصہ میں آنحضرت صلعم اور مومنوں کے باہمی تعلق کو بیان کیا ہے اور اسکے دو حصے ہیں ۔ اول یہ کہ نبی مومنوں سے بہ نسبت ان کی اپنی جانوں کے اولیٰ ہے ۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا مَا مِنْ مومنٍ اِلَّا وانا اَوْلٰی الناس بہ فی الدنیا والآخرۃ اِقْرَءُوْا ان شئتم النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم فَاَیُّمَا مومنٍ تَرَکَ مالًا فَلْیَرِثْہُ عَصَبَتُہٗ مَن کانوا فان

آپکی شفقت

تَرَکَ دَیْنًا اوضیاعًا فلیأتنی وانا مولاہ کوئی مومن نہیں مگر میں دنیا اور آخرت میں سب لوگوں سے بڑھکر اسکا حقدار ہوں اگر چاہو تو پڑھو النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم سو جو کوئی مومن مال چھوڑے تو اسکے رشتہ دار جو کوئی ہوں اسکے وارث ہوں ۔ اور اگر وہ قرضہ چھوڑے یا

مومنوں کی آپسے محبت

نادار بال بچے چھوڑے تو چاہئے کہ وہ میرے پاس آئے میں اسکا مولیٰ ہوں ۔ یہ باپ سے بڑھکر شفقت ہے ۔ اور جب آپ کی مومنوں پر ایسی شفقت ہے ۔ تو مومنوں کی محبت بھی آپسے ایسی ہی چاہئے کہ اس کی نظیر بھی کسی دنیوی رشتہ میں نہ ہو اسی لئے فرمایا لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بنتا جبتک کہ میرے ساتھ اسکی محبت باپ اور بیٹے اور تمام لوگوں سے بڑھکر نہ ہو ۔ اور اس تعلق کا ذکر اسلئے کیا کہ تا مسلمان یہ جان لیں کہ رسول اللہ صلعم جو کچھ حکم دیتے ہیں وہ انکی بھلائی کیلئے ہے اور اس کی تعمیل میں انہیں جلدی کرنی چاہئے +

آنحضرت کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں

دوسری بات جو بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی بیبیاں مومنوں کی مائیں ہیں یہاں پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابھی تو فرمایا تھا کہ منہ سے کہدینے سے کوئی عورت ماں نہیں بن جاتی اور یہاں فرمایا کہ نبی کی بیبیاں مومنوں کی مائیں ہیں تو کیا یہ منہ سے کہدینا نہیں ؟ ایسا خیال کرنا سخت غلطی ہوگی ۔ قرآن کریم نے اگر تعلقات نسبی کی عزت کو قایم کرکے اسبات سے روکا کہ جو ماں نہ ہو اسے ماں کہو اور جو بیٹا نہیں اسے بیٹا کہو تو اب ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ تعلقات نسبی کی جو محض جسمانی ہیں اس عزت کے ساتھ تعلقات روحانی کی عزت کو بھی مدنظر رکھو رسول اللہ صلعم سے بیشک مومنوں کے تعلقات نسبی کوئی نہیں لیکن تعلقات نسبی سے بھی شدید تر تعلقات روحانی ہیں اسلئے جب مومنوں پر آپ کی شفقت کا اظہار کیا تو ساتھ ہی بتایا کہ یہ شفقت اس روحانی تعلق کی وجہ سے ہے جو نبی کو تمہارے ساتھ ہے اور یہاں یوں نہیں

آنحضرت مومنوں کے باپ ہیں

فرمایا کہ وہ تمہارے باپ ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ اس کی بیبیاں تمہاری مائیں ہیں کیونکہ اس سے دو مقصد حاصل ہوئے ایک تو آپکی ابوت اس سے ویسی ہی ثابت ہوئی جیسے ان صریح الفاظ سے ہوتی ھو اَبٌ لہم اور بعض قرأتوں میں جو یہاں یہ لفظ آئے ہیں تو ان کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپکی بیبیوں کو مومنوں کی مائیں کہنا ایسا ہی ہے جیسا آنحضرت صلعم کو مومنوں کے باپ قرار دینا اور دوسرا مقصد ان الفاظ سے یہ حاصل ہوا کہ نہ صرف آپکی بیبیوں کی تکریم ثابت ہوئی اور اس سے بھی بڑھکر یہ ثابت ہوا کہ جو شخص مستحق عزت ہے اسکی بی بی بھی اسکے تعلق

مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ

اور تجھ سے (بھی لیا) اور نوح اور ابراہیم اور موسےٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے

مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۸

ان سے پختہ عہد لیا ۲۶۳۱ تاکہ وہ سچوں سے ان کی سچائی کے متعلق سوال کرے اور اس نے کافروں کیلئے دردناک عذاب تیار کیا ہے ۲۶۳۲

آنحضرت کی ازواج مومنوں کی روحانی پرورش کرتی ہیں

سے مستحق عزت ہو جاتی ہے۔ بلکہ ان الفاظ میں ایک گہرا راز ہے جس کی طرف آج تک توجہ نہیں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ جب ماں بلحاظ نسب وہ ہے، جو بچہ کی جسمانی طور پر پرورش کرتی ہے تو ماں بلحاظ روحانیت وہ ہے جو بچہ کی روحانی پرورش کرتی ہے آنحضرت صلعم کا اپنی امت کا روحانی باپ ہونا تو ایک امر ظاہر تھا کیونکہ آپ سے ہی نور ایمان ہدایت سب کچھ ملا لیکن ان الفاظ میں یہ بتایا کہ آنحضرت کی بیبیاں بھی محض اس غرض کو پورا نہیں کرتیں جس کا ذکر هن لباس لکم میں یا لتسکنوا الیھا میں ہے بلکہ وہ مومنوں کیلئے روحانی ماں کا حکم بھی رکھتی ہیں یعنی مومنوں کی روحانی پرورش بھی ان کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اور وہ دین کے اس کثیر حصہ میں جو انسان کے لئے اس دنیا میں جنت کا حکم رکھتا ہے یعنی معاشرت کے حصہ میں مومنوں کے لئے اخلاق اور افعال نبوی کو محفوظ رکھکر اور پھر دنیا کی عورتوں کے لئے نمونہ اور رہنما بنکر مومنوں کی روحانی مائیں بن گئیں +

آیت کے پچھلے حصہ میں بیان کیا ہے کہ میراث وغیرہ تعلقات اخوت دینی کے لحاظ سے نہیں پہنچتیں بلکہ تعلقات رشتہ کے لحاظ سے اور چونکہ مہاجرین کے ساتھ انصار کی اخوت خصوصیت سے قائم ہوئی تھی اسلئے یہاں مہاجرین کا ذکر بالخصوص کیا ہے تفصیل کیلئے دیکھو ۱۰۴۹

نبیوں کا عہد

۲۶۳۱ نبیوں کے عہد سے وہی مراد ہے جو میثاق النبیین سے آل عمران ۳: ۸۰ میں دیکھو ۴۶۲ یہ عہد نبی کریم صلعم کے متعلق تھا یعنی یہ کہ سب نبیوں کے آخر پر ایک نبی آئیگا جو سب کا مصدق ہوگا اور جس پر سب قوموں کو ایمان لانا ہوگا چنانچہ قتادہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور رسول اللہ صلعم کے متعلق اعلان کریں اور رسول اللہ صلعم کا اعلان کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا (د) اور نبیوں کے میثاق کے بعد پھر جو فرمایا و منک و من نوح تو اس کی عام توجیہ یہ کی گئی ہے کہ یہ عطف خاص علی العام ہے اور گو پہلے نبیوں میں یہ شامل ہیں مگر بوجہ ان کی فضیلت کے ان کا ذکر خصوصیت سے کیا۔ اور یہاں جو منک میں نبی صلعم کا ذکر سب سے پہلے کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے جو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق واٰخرھم فی البعث یعنی پیدائش میں سب نبیوں سے اول ہوں اور بعثت میں سب سے آخر اور پیدائش میں اول ہونا اس لحاظ سے بھی ہے کہ آپ کے بغیر سلسلہ نبوت کی اصل غرض ہی مفقود ہو جاتی ہے اور منک درحقیقت النبیین کے مقابل پر ہے کیونکہ نبیوں سے عہد رسول اللہ صلعم کے متعلق لیا گیا اور رسول اللہ صلعم سے کل انبیا کے متعلق اور یہ کل انبیائے عالم کی تصدیق تھی۔ اور من نوح وابراھیم وموسی وعیسی ابن مریم میں چار نبیوں کا خصوصیت سے ذکر ہے جن میں سے نوح سب سے پہلے نبی ہیں اور ابراہیم ابو الانبیاء ہیں جن میں سلسلۂ موسوی اور سلسلۂ محمدی مجتمع ہوتے ہیں اور موسےٰ اور عیسےٰ سلسلہ موسوی کے اول و آخر ہیں جس سلسلہ کو سلسلہ محمدی سے کمال مشابہت حاصل ہے اور یہ آیت یہاں آپ کی عظمت کے اظہار کیلئے لائی گئی ہے +

آنحضرت لحاظ حقیقت اول النبیین ہیں

۲۶۳۲ چونکہ سلسلہ نبوت کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدق دکھائیں اس لئے اس بات کو بطور نتیجہ بیان کیا +

ع ۱۲ / ۱۸ — جنگ احزاب

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ ۹

اے لوگو جو ایمان لاتے ہو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر لشکر آپہنچے سو ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے

رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ ۱۰

لشکروں کو بھیجا جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے ۲۶۳۳ جب وہ تمہارے اوپر سے

فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ

اور تمہارے نیچے سے تم پر آ گئے اور جب آنکھوں میں اندھیرا آ گیا اور دل (دہشت سے گویا) گلوں تک پہنچ گئے

وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا ۱۱

اور تم اللہ پر مختلف قسم کے ظن کرنے لگے ۲۶۳۴ وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت مصائب میں

شَدِيْدًا ۝ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۱۲

ڈالے گئے اور جب منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہتے تھے

جنگ احزاب

۲۶۳۳ یہاں سے جنگ احزاب کا ذکر شروع ہوتا ہے اور اسی پر سورت کا نام ہے اور اس ذکر کے لانے کی غرض یہ دکھانا ہے کہ مومنوں کا ایمان آنحضرت صلعم پر کس قدر تھا کہ چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں آ جانے پر بھی انکا ایمان آخری کامیابی پر اس قدر مضبوط تھا کہ وہ بول اٹھے ھٰذا ما وعدنا اللہ ورسولہ۔ جنود سے مراد یہاں احزاب ہی ہیں اور یہ ذیل کی قومیں تھیں۔ قریش (ابوسفیان کے ماتحت) بنو اسد۔ غطفان۔ بنو عامر۔ بنو سلیم۔ بنی نضیر۔ بنی قریظہ۔ اور موخرالذکر رسول اللہ صلعم سے عہد شکنی کرکے ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور انکی کل تعداد بعض روایات کی رو سے دس ہزار اور بعض کی رو سے پندرہ ہزار تھی۔ رسول اللہ صلعم کو جب ان کی چڑھائی کی خبر ملی تو سلمان فارسی کے مشورہ سے آپنے مدینہ کے گرد خندق کھدوائی اور چالیس چالیس گز کا ٹکڑا دس دس آدمیوں کے سپرد کیا اور آپکے ساتھ تین ہزار آدمی تھے۔ یہ واقعہ شوال ۵ ہجری کا ہے۔ قریب ایک ماہ کے دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے پڑی رہیں۔

آنحضرت صلعم کا معجزہ

تب اللہ تعالیٰ کی نصرت ریح یعنی ہوا کی صورت میں آئی اور جنودا لم تروھا سے مراد ملائکہ ہیں جنہوں نے دشمن کو باوجود اس کی اتنی کثرت کے کہ پانچ گنا ان کی تعداد تھی ایسا مرعوب کیا کہ وہ راتوں رات بھاگ گئے اور یہ سخت ٹھنڈی ہوا تھی جو ٹھنڈی رات میں چلی اور اس قدر زور کی چلی کہ مٹی اور کنکر انکے منہ پر پڑتے تھے اور آگ بجھ گئی اور ہانڈیاں گر گئیں اور خیموں کی میخیں اکھڑ گئیں اور رسیاں ٹوٹ گئیں اور گھبراہٹ میں پندرہ ہزار فوج راتوں رات بھاگ گئی۔ یہ نبی کریم صلعم کا کھلا معجزہ ہے کہ اس قدر کثیر دشمن سے ایک آندھی کے ذریعہ سے مسلمانوں کو بچا لیا۔ حالانکہ آندھی تو دونوں فریق پر یکساں چلی مگر ایک گروہ کیلئے نجات کا اور دوسرے کیلئے ہلاکت کا موجب ہو گئی یہ معجزہ حضرت موسیٰ کے فلق بحر کے معجزہ سے کم نہیں۔

زاغت الابصار

۲۶۳۴ ۔ زاغت۔ زیغ کیلئے دیکھو ۳۷۶ اور زاغت الابصار کے معنی ہیں اپنی جگہ سے مائل ہو گئیں یعنی ایک طرف جھک گئیں جیسا کہ انسان کو حالت خوف میں پیش آتا ہے (دل)، اور ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ خوف کی طرف ہو جس کی وجہ سے آنکھوں میں اندھیرا آ جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ اس کی طرف ہو جو فرمایا یرونھم مثلیھم رای العین (ر غ) +

۱۳ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ

اللہ اور اسکے رسول نے ہم سے صرف دھوکا دینے کو وعدہ کیا تھا اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے رہنے والو

لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا

تمہارے لئے یہاں ٹھہرنے کی جگہ نہیں سو لوٹ چلو اور ان میں سے ایک فریق نبی سے اجازت مانگتا تھا کہتے تھے ہمارے گھر کھلے پڑے

۱۴ عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ

ہیں اور وہ کھلے نہیں تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے تھے ۲۶۳۵ اور اگر (دشمن) انپر اس کی اطراف سے

مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ۝

داخل ہوتا پھر ان سے فساد کرنے کو کہا جاتا تو وہ یقیناً ایسا کرتے اور ان میں سے بہت ہی کم وہاں ٹھہرتے ۲۶۳۶

ع ۱۰ — عند المتقدمین ۱۲

حنجرۃ بلغت القلوب الحناجر

بلغت القلوب الحناجر ۔ حناجر حنجرۃ کی جمع ہے جسکے معنی گلا ہیں ۔ اور دلوں کے گلوں میں پہنچنے سے مراد ہے کہ دہشت سے گویا وہ اپنی جگہ سے اوپر آگئے (ل) ، اور عکرمہ سے ہے کہ دل اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے ورنہ فوراً جان نکل جائے بلکہ یہ صرف گھبراہٹ کا نقشہ ہے . . . . اور خوف کے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا دم رکتا ہے (ر) یہی معنی اذ القلوب لدی الحناجر کاظمین (المؤمن ۴۰ - ۱۸) میں ہے من فوقکم سے مراد اوپر کیطرف یعنی وادی کی بلند طرف ہے اور یہ مدینہ کا شرقی تھا اور اسفل سے مراد نچلی یعنی سمندر کیطرف ہے جو مدینہ سے غربی جانب ہے ۔ گویا شرق و مغرب دونوں طرف سے حملہ آور ہوئے اور یا مراد ان کا چاروں طرف سے حملہ آور ہونا ہے اور ظنونا سے مراد مختلف قسم کے ظن ہیں یعنی مختلف قسم کے آدمیوں کے ظن مختلف قسم کے تھے ۔ منافقوں کا یہ خیال تھا کہ اب تباہ ہوئے ۔ اور مومنوں کا خیال اللہ تعالیٰ نے خود اگلے رکوع میں بیان کر دیا ہے دیکھو آیت ۲۲ یعنی وہ خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اب پورا ہوگا یعنی مومنوں کو کامیابی ملے گی اور آنکھوں میں اندھیرا آنا اور دلوں پر دہشت کا چھا جانا بھی منافقین کیلئے تھا یہ مطلب نہیں کہ سب پر دہشت چھا گئی تھی تاریخ سے بھی یہی ثابت ہے اور قرآن کریم نے خود دو گروہ بنا کر یہ بتا دیا ہے ہاں مومنوں کی آزمایش اور انپر شدت مصیبت بیشک ضرور تھی (دیکھو ۲۶۲۲) زلزال کیلئے

عورۃ

۲۶۳۵ عورۃ کیلئے دیکھو ۲۲۲۳ یعنی ان میں شگاف ہیں جو چاہے ان میں آ سکتا ہے اور بعض کے نزدیک مراد ہے کہ مردوں سے خالی ہیں یا دیواریں پست ہیں ۔ اور مطلب سب صورتوں میں یہ ہے کہ ان میں چوری وغیرہ ہو سکتی ہے یثرب مدینہ کا پہلا نام ہے دیکھو ۱۵۸۴ اور لا مقام لکم سے مراد ہے کہ مکان اقامت تمہارے لئے نہیں یعنی اس قدر زبردست دشمن ہے کہ تم اس کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتے ۔ اور فارجعوا سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مقابلہ سے لوٹکر اپنے گھروں میں چلے جاؤ جس طرح منافق چلے گئے اور یہ بھی کہ اسلام سے لوٹکر شرک میں چلے جاؤ

لَبِثَ ۔ تَلَبَّثَ

۲۶۳۶ تلبثوا ۔ لَبِثَ اور تَلَبَّثَ کے ایک ہی معنی ہیں کسی جگہ میں ٹھہرا ۔ اور لَبِثَ توقف کرنیکے معنی میں بھی آیا ہے فما لبث ان جاء بعجل حنیذ (ھود ۱۱ - ۶۹) (ل) ۔

اقطارھا سے مراد یہاں شہر کی اطراف ہیں اور مطلب یہ ہے کہ یہی لوگ جو اب گھروں کے کھلا ہونے اور ان میں سرقہ ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کرتے ہیں اگر حالت یہ ہوتی کہ دشمن شہر میں داخل ہو جاتا پھر انہیں کہا جاتا کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرو اور انہیں دکھ پہنچاؤ (فتنۃ کیلئے دیکھو ۲۴۳) تو فوراً اس کام میں لگ جاتے اور پھر گھروں میں نہ ٹھہرتے الا یسیرا اسلئے کہا کہ ہتھیار وغیرہ لینے کیلئے جتنا ٹھہرنا پڑتا اتنا ہی ٹھہرتے اُس صورت میں گھروں کے کھلا رہنے کا عذر نہ ہوتا حالانکہ جیسا کہ اگلی آیت میں ہے عہد ان کا مسلمانوں کے ساتھ

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ۱۵

اور پہلے اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیرینگے اور اللہ کے عہد کی پرسش ہوگی ۲۶۳۷

قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا ۱۶

کہو تمہیں بھاگنا نفع نہیں دیگا اگر تم موت یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس صورت میں تمہیں تھوڑا سامان

قَلِيلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ ۱۷

ملے گا کہو کون ہے جو اللہ سے تمہیں بچا سکے اگر وہ تمہیں تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے یا تمہیں تکلیف پہنچا سکے اگر وہ تم پر رحم کرنا ارادہ کرے

وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ ۱۸

اور وہ اللہ کے سوا اپنے لئے نہ کوئی ولی پائینگے اور نہ کوئی مددگار اللہ تم میں سے روکنے والوں کو جانتا ہے

وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۖ وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ ۱۹

اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے والوں کو کہ ہماری طرف آجاؤ اور وہ لڑائی میں کم ہی آتے ہیں ۲۶۳۸ تمہارے معاملہ میں بخل کرتے ہوئے

فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ

پھر جب خوف آتا ہے تو انہیں دیکھتا ہے کہ تیری طرف دیکھتے ہیں انکی آنکھیں گھومتی ہیں اس شخص کی طرح جس پر موت کی

الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ

غشی آجائے پس جب خوف جاتا رہتا ہے تو تیز زبانوں سے تم پر طعن کرتے ہیں بھلائی پر بخیل (ہوتے ہیں) یہ لوگ

لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

ایمان نہیں لائے سو اللہ انکے عملوں کو برباد کردیگا اور یہ اللہ پر آسان ہے ۲۶۳۹

تھا کہ اگر دشمن حملہ آور ہو تو ہم تمہارے ساتھ ملکر دشمن سے جنگ کرینگے +

آنحضرت کی مدینہ تشریف آوری پر سب قوموں کا معاہدہ

۲۶۳۷ مفسرین لکھتے ہیں یہ بنو حارثہ یا بنو سلمہ تھے جو جنگ احد میں الگ رہے تھے اور یوم خندق سے پہلے توبہ کی تھی اور عہد کیا تھا (ر) مگر دیکھو ۵۰۹ بنو حارثہ اور بنو سلمہ جنگ احد میں شریک ہوئے تھے اور حضرت ابن عباس اس سے لیلۃ العقبۃ کا عہد مراد لیتے ہیں مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ عہد ہے جو آنحضرت صلعم کی مدینہ تشریف آوری پر یہود اور مسلمانوں میں ہوا تھا جسکی رو سے سب فریق اسبات کے ذمہ وار تھے کہ اگر باہر سے کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو تو اسکا دفاع سب ایک ہو کر کرینگے اور منافق بھی ان میں شامل تھے اور اس معاہدہ میں یہ لفظ تھے وان بینہم النصر علی من دھم یثرب

معوّق یعوّق

۲۶۳۸ معوّقین عوق سے ہے اور عائق وہ ہے جو اس چیز سے جو کسی بھلائی کا ارادہ کیا جائے اور معوقین سے مراد بھی وہی لوگ ہیں جو نیکی کے رستے سے روکیں اور یعوق بت کا نام بھی (غ)

شحیح

۲۶۳۹ اشحۃ شحیح کی جمع ہے بخیل اور شح کیلئے دیکھو ۴۲۲ بخل جسکے ساتھ حرص ہو اور یہاں مراد ہے دشمن کے مقابل پر مال خرچ نہیں کرتے

۲۰ يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم بَادُونَ

وہ خیال کرتے ہیں کہ (کفار کی) جماعتیں نہیں گئیں اور اگر وہ جماعتیں (پھر) آجائیں تو آرزو کرینگے کہ وہ دیہاتیوں

۲۱ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۞ لَّقَدْ كَانَ

میں جاکر صحرا نشین ہوجائیں تمہاری خبریں پوچھ رہے ہوں اور اگر تمہارے اندر ہوں تو کم ہی جنگ کریں یقیناً تمہارے

ع ۱۹ جنگ احزاب

لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا

لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے اس کیلئے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو ۲۶۴۰

غنیمت پر حریص ہیں +

سلق — سلقوا۔ سَلْق۔ آواز کی سختی ہو حدیث میں ہو لیس منّا مَنْ سَلَقَ جس سے مراد ہو وہ شخص جو موت کے وقت یا مصیبت کے وقت آواز بلند کرتا ہو اور سَلَقَهٗ بلسانہٖ کے معنی ہیں اسے ایسی بات سنائی جو وہ ناپسند کرتا ہو اور سَلَقَهٗ بالکلام سے مراد ہو لے کلام سے اذیت پہنچائی (ل) +

حدید — حداد۔ حدید کی جمع ہو دیکھو ۲۳۴۵ اور لسانٌ حدیدٌ ایسا ہی ہو جیسا لسان صارم یعنی زبان جو کاٹتی چلی جائے اور یہ اس وقت کہا جاتا ہو جب اس کی تاثیر حدید یعنی لوہے کی ہو +

اسوۃ — ۲۶۴۰ اسوۃ۔ دیکھو ۱۱۱۱ اور اُسوۃ۔ قُدْوَۃ یعنی پیشوا کے معنی میں بھی آتا ہو اور کہا جاتا ہو لی فی فلانٍ اُسْوَۃٌ اور اسو میں پیروی کرنا بھی اسوۃ ہو (ل) +

رسول اللہ صلعم میں اسوۂ حسنہ کا ہونا اس موقعہ پر خصوصیت سے کیوں بیان کیا گیا؟ اسلئے کہ مصائب میں استقلال تمام اخلاق کی جان ہو اور یہ موقعہ اس استقلال کے دکھانے کا تھا جب دشمن اس قدر طاقت کے ساتھ کچلنے کیلئے آموجود ہوا کہ مسلمانوں میں اس کے مقابلہ کی کچھ بھی طاقت نہ تھی۔ یہی وہ موقعہ تھا کہ جب ظاہر بک محدود نگاہوں والے پکار اٹھے یا اھل یثرب لا مقام لکم کہ نبی صلعم نے خندق میں ایک پتھر کو توڑتے ہوئے فرمایا کہ مجھے قیصر اور کسریٰ اور یمن کے محل دکھائے گئے اور جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت ان پر غالب آئے گی۔ ایک اور وجہ اس مضمون کے یہاں لانے کی یہ ہو کہ اصل مضمون تو یہی ہو کہ مومن رسول اللہ صلعم سے کیا تعلق رکھیں اور کیا سیکھیں اسی اثنا میں جنگ احزاب کا ذکر آگیا اور اس ذکر کے اندر اصل مضمون کیطرف رجوع کیا ہو +

آنحضرت صلعم کل نوع انسان کیلئے اور جملہ حالات انسانی میں کامل نمونہ ہیں

رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ ہونے کا کیا مطلب ہو؟ دوسری جگہ حضرت ابراہیم کے متعلق اسی قسم کے الفاظ ہیں قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برءٓؤا منکم (الممتحنۃ ۔ ۴) یعنی حضرت ابراہیم اور انکے ساتھی تمہارے لئے اس بارہ میں اسوۂ حسنہ ہیں کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو دیکھا کہ وہ عداوت حق میں حد سے بڑھ گئی ہو تو انسے تعلقات قطع کرلئے تو یہ ایک خاص امر میں اسوۂ حسنہ ہونا ہے لیکن یہاں آنحضرت کا اسوۂ حسنہ ہونا بصرف عام کے یہ بتادیا کہ آپ تمام امور میں اسوۂ حسنہ ہیں بلکہ اسکے بعد الفاظ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر بڑھا کر بتادیا کہ آپ ہر اس شخص کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو۔ گویا تمام قوموں اور تمام زمانوں اور تمام قسم کے آدمیوں کیلئے آپ اسوۂ حسنہ ہوئے جس طرح قرآن کریم کل مخلوق کیلئے ہدایت ہو اسی طرح آپ ساری نسل انسانی کیلئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ گویا قرآن کریم کی تعلیم الفاظ سے ہو اور محمد رسول اللہ صلعم کا وجود اسی تعلیم کا عملی نقشہ ہو۔ اور آپ سب قسم کے انسانوں کیلئے اسوۂ حسنہ نہ ہوسکتے تھے جبتک کہ آپ خود جملہ حالات انسانی میں سے نہ گزریں۔ اگر آپ متاہل نہ ہوتے تو آپ ایک اور کیلئے اسوۂ حسنہ نہ ہوسکتے تھے الفاظ

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ ۲۲

اور جب مومنوں نے جماعتوں کو دیکھا انہوں نے کہا یہ وہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور اسکے رسول نے دیا تھا اور اللہ اور اسکے رسول نے

وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۲۳

سچ کہا تھا اور اس نے انہیں صرف ایمان اور فرمانبرداری میں بڑھایا [۲۶۴] مومنوں میں سے وہ مرد ہیں جنہوں نے وہ سچ کر دکھایا جس پر اللہ سے عہد کیا تھا

دیگر جو باتیں ہر انسان کو پیش آنے والی تھی اسی میں آپ کا نمونہ نہ ہوتا اگر آپ صاحب اولاد نہ ہوتے تو آپ کسی باپ کیلئے اُسوۂ حسنہ نہ ہو سکتے۔ آپ کے والد اور والدہ گو فوت ہو چکے تھے۔ مگر آپ نے اپنے چچا ابوطالب سے وہی سلوک کر کے دکھایا جو بیٹا باپ سے کرتا ہے اور آپکی رضاعی والدہ جب آپ سے ملنے آئیں تو آپ نے والدہ کی طرح ہی ان کی عزت کی۔ پھر انسان پر جو مختلف حالتیں آتی ہیں وہ یتیمی کی حالت سے لیکر جو انتہائی بیکسی کی حالت ہے بادشاہی تک ہیں جہاں پہنچ کر انسان نخوت و تکبر کا نشانہ ہوتا اور طاقت کے نشہ میں سب کے حقوق کو پامال کرتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیمی سے لیکر بادشاہی تک پہنچایا اور ان دونوں حالتوں کے اندر اور جس قدر حالات انسان پر آتے ہیں ان سب میں سے گزارا۔ پھر اگر آپ کو جنگ پیش نہ آتے تو آپ کا اُسوۂ حسنہ ہونا ایک ایسے پہلو میں ناقص رہ جاتا جس کی ضرورت دنیا میں ہر قوم اور ہر زمانہ میں پیش آتی رہتی ہے۔ اور اس حالت میں آپ کی زندگی میں اگر ایک جرنیل کا نمونہ پایا جاتا ہے تو ایک سپاہی کا نمونہ بھی موجود ہے۔ پھر بادشاہت کی حالت میں آپ خود قانون سازی کرنے والے تھے خود اس قانون کے ماتحت جج اور قاضی کا کام کرنیوالے تھے خود انتظامی معاملات کو طے کرنیوالے تھے۔ خود معاملات ملکی کو سرانجام دینے والے تھے پس مقنن کیلئے ایک جج کیلئے۔ ایک انتظامی عہدیدار کیلئے۔ ایک مدبر ملکی کیلئے آپ کی زندگی میں نمونہ موجود ہے۔ اور باوجود بادشاہت اور امارت کے آپ نے ادنی سے ادنی کام ٹوکری اُٹھانا پھاوڑا چلانا۔ جوتی اور کپڑے کی مرمت کرنا برتن دھولینا۔ دودھ دوہ لینا بازار سے سودا لے آنا اپنے ہاتھ سے کر دکھائے جس میں ہر قسم کے مزدوری پیشہ آدمی کیلئے آپ نمونہ ہیں۔ پھر دشمنوں کے ہاتھ سے طرح طرح کے دکھ اُٹھا کر آپ صبر و استقلال کا نمونہ بھی بنے اور انہی ظالموں پر فتح پا کر کامل عفو و رحم کا نمونہ بھی بنے حضرت مسیح کی زندگی میں ہم انمیں سے کونسا نمونہ تلاش کریں؟ نہ آپ کو ان حالات میں سے گزرنا میسر آیا نہ آپ ان حالات میں سے کسی کیلئے نمونہ کہلا سکتے ہیں یہی حالت دیگر انبیاء کی ہے کہ بعض انبیاء ایک حالت کیلئے نمونہ ہیں اور بعض دوسری کیلئے بعض نے ایک خلق کا کمال دکھایا بعض نے دوسرے کا لیکن نہ جملہ حالات کسی نبی کی زندگی میں جمع ہوئے نہ جملہ اخلاق فاضلہ میں کوئی نمونہ بنا یہ فخر کل عالم میں صرف ایک کو میسر آیا اور اسی لئے وہ سرور عالم اور فخر بنی نوع انسان اور اسوۂ حسنہ ہوا

[۲۶۴] هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ صاف کسی پہلی پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ اشارہ ہے سورۂ بقرہ کی اس آیت کی طرف اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (البقرۃ ۲-۲۱۴) لیکن اس سے زیادہ صاف یہ مکی پیشگوئی ہے جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ (ص ۳۸-۱۱) جہاں احزاب کملنے کے لشکروں کا اور ان کی ہزیمت کا ذکر ہے پس احزاب کا لشکر لیکر آنا مومنوں کے لئے نشان تھا کہ اب یہ بھاگ بھی جائینگے قرآن کریم کی یہ پیشگوئی جو مکہ میں بیکسی کی حالت میں کی گئی تھی مدینہ میں اتنے سال بعد اس صفائی سے پوری ہوتی دیکھ کر صحابہ کے ایمان میں کس قدر ترقی ہوئی ہوگی اور پھر اس ترقی ایمانی کا نتیجہ ہی ان کا فرمانبرداری میں آگے بڑھ کر قدم اٹھانا تھا کسی پیغمبر کی زندگی میں دنیا کے کسی مذہب کی تاریخ میں اتنا بڑا معجزہ جو اپنے ساتھ اس قدر یقین ثبوت بھی رکھتا ہو تلاش کرنا بیہودہ ہے۔ آج مسلمان بھی اگر ان واقعات پر غور کریں تو ان کے ایمان بڑھ کر ان کا قدم فرمانبرداری میں اُٹھے اور وہ دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال ہوں ✦

ایک یقین النبوت معجزہ

۲۴ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۙ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ

سو ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی ۲۶۴۲ تاکہ اللہ صادقوں کو

الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

ان کے صدق کا بدلہ دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے یا ان پر رجوع برحمت کرے اللہ

۲۵ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى

بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۲۶۴۳ اور اللہ نے انہیں جو کافر تھے انکے غصہ میں لوٹا دیا انہوں نے کوئی بھلائی حاصل نہ کی اور لڑائی

۲۶ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ

کے معاملہ میں اللہ مومنوں کیلئے بس ہوا اور اللہ طاقتور غالب ہے ۲۶۴۴ اور انہیں جنہوں نے اہل کتاب میں سے ان کی

اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ

مدد کی تھی انکے قلعوں سے نکال دیا ۲۶۴۵ اور انکے دلوں میں رعب ڈال دیا ایک فریق کو تم قتل کرتے تھے اور ایک فریق کو قید کرتے تھے

نحب

۲۶۴۲ نحب ۔ نَحْب اور نَحِیب اصل میں رونے میں آواز کا بلند کرنا ہے اور عظیم الشان معاملہ کو اور نذر کو اور موت کو بھی نحب کہا جاتا ہے (ل)، اور نحب وہ نذر ہے جس کے وجوب کا حکم کیا گیا ہو (غ) ۔

صحابہ کی وفاداری کا کمال

اس آیت میں صحابہ کی کمال وفاداری کا ذکر کیا ہے۔ گویا اپنی جانوں کو اللہ کی راہ میں دیدینا انہوں نے نذر مانی ہوئی تھی پس جس شخص نے اللہ کی راہ میں جان دے دی اس نے تو گویا اپنی نذر پوری کر دی اور جو ابھی زندہ ہیں وہ بھی موت کے ان نظاروں کو دیکھکر بدل نہیں گئے بلکہ وہ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی وہ موقعہ دے کہ اپنی جانیں خدا کی راہ میں دیں۔ ان دونوں میں فی الحقیقت کوئی فرق نہیں اور یہ جو فرمایا من المؤمنین رجال تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعض مومن ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے عہد کر کے پورا نہیں کیا کیونکہ صحابہ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس نے عہد کر کے اسے پورا نہ کیا ہو۔ یہ اسلئے کہا کہ منافق بھی مومنوں میں ملے ہوئے تھے اور اگلی آیت میں ان کو الگ الگ کر کے اس کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ المؤمنین میں قیامت تک آنے والے مومن مراد ہیں۔ اور رجال میں خصوصیت سے صحابہ کرام کی طرف اشارہ ہے ۔

۲۶۴۳ منافقوں کیلئے توبہ کی خبر صاف بتاتی ہے کہ آخر ان میں سے بہت سے لوگ راہ راست پر آجائیں گے اور ایسا ہی ہوا ۔

۲۶۴۴ کفی اللہ المؤمنین القتال میں بتایا کہ مومنوں کو جنگ کی ضرورت پیش نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کی ہزیمت کے سامان اور اسباب پیدا کر دیئے ۔

صِیْصَۃ

۲۶۴۵ صیاصی ۔ صِیْصَۃ کی جمع ہے اور یہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے اپنے آپ کو محفوظ کیا جائے اسلئے گائے کے سینگ کو بھی صیصۃ کہتے ہیں (غ) ۔

قبائل یہود اور مسلم

اہل کتاب میں سے یہ کفار کی مدد کرنے والے بنو قریظہ تھے ۔ مدینہ میں یہودیوں کی تین قومیں آباد تھیں بنو قینقاع بنو نضیر بنو قریظہ ان تینوں سے شروع میں آنحضرت صلعم نے معاہدہ کیا تھا جس میں یہ وعدہ تھا کہ مدینہ پر کوئی دشمن حملہ آور ہو تو

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۲۷

اور تمہیں ان کی زمین اور انکے گھروں اور انکے مالوں کا وارث بنایا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم (ابھی) نہیں چلے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۲۶۴۷

اپنی جان و مال سے اس کا مقابلہ کریں گے مگر بعد میں آپ کی ترقی کو دیکھ کر ان کا حسد ترقی کرتا گیا اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی دشمنی ہو گئی ۔ بنو قینقاع ان سب میں چھوٹی قوم تھی پہلے انہی کا جھگڑا مسلمانوں کے ساتھ ہوا آخر اعلان جنگ کر کے یہ قلعہ گزین ہو گئے پندرہ دن تک محاصرہ رہا اس کے بعد رسول اللہ صلعم کے فیصلہ پر راضی ہو گئے آپ نے فرمایا کہ مدینہ چھوڑ دیں ۔ چنانچہ یہ شام کے علاقہ میں جا آباد ہوئے یہ جنگ بدر سے ایک ماہ بعد کا واقعہ ہے ۔ بنو نضیر نے باوجود معاہدہ کے شروع سے قریش کے ساتھ ساز باز رکھی تھی ایک دفعہ انہوں نے نبی کریم صلعم کو قتل بھی کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی ان کے کھلے دشمنی کے فعل دیکھ کر رسول اللہ صلعم نے تجدید معاہدہ کیلئے انہیں کہا مگر انہوں نے انکار کیا آخر ان کے ساتھ بھی جنگ کی نوبت پہنچی ۔ اور وہ محصور ہوئے تصفیہ اس پر ہوا کہ مدینہ چھوڑ جائیں اور جو مال وغیرہ ساتھ لے جا سکتے ہیں لے جائیں ان کا ایک حصہ خیبر میں جا آباد ہوا ۔ جنگ احزاب میں قریش اور قبائل عرب کو اکسانے میں ان لوگوں نے بڑا کام کیا بنو قریظہ کو بھی جو ابتک اپنے عہد پر قائم رہے تھے انہوں نے اکسایا اور حیی ان کے سردار کے سمجھانے پر کہ مسلمان اس جرار لشکر سے جو ان پر آرہا ہے اب بچ نہیں سکتے

بنو قریظہ کی غداری

بنو قریظہ بھی آخر مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ مل گئے ان کا مدینہ کے اندر ہو کر قریش کو مدد پہنچانا خطرہ عظیم تھا وہم سے صاف ظاہر ہے بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی مستورات پر بھی حملہ کرنا چاہا ۔ یہ موقعہ مسلمانوں کیلئے نہایت نازک تھا جب کفار کا لشکر پراگندہ ہو گیا تو نبی کریم صلعم نے بنو قریظہ کی سزا کیلئے فوراً ان کا محاصرہ کیا ۔ کوئی پچیس دن تک ان کا محاصرہ رہا آخر انہوں نے درخواست کی کہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں وہ ہمیں منظور ہے ۔ سعد ان کے حلفا میں سے تھے ۔ اگر نبی صلعم کے فیصلہ پر یہ لوگ راضی ہو جاتے تو آپ غالباً

انکے حق میں سعد کا فیصلہ مطابق توریت تھا

ان سے وہی سلوک کرتے جو پہلے بنو قینقاع اور بنو نضیر سے کیا تھا مگر سعد کو ان کی خطرناک غداری پر بہت رنج تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں تک کو تہ تیغ کرنے کا عزم کر لیا تھا اس لئے انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ انکے مرد جو جنگ کے قابل ہیں وہ قتل کر دیئے جائیں عورتیں اور بچے قید ہوں یہ فیصلہ وہی تھا جو یہود اپنے دشمنوں کے حق میں عاید کرتے تھے ۔ چنانچہ توریت میں ہے کہ جب محاصرہ تک نوبت پہنچ جائے اور خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دیوے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے ‘‘ (استثنا ۲۰: ۱۳ و ۱۴) اسلئے نبی کریم صلعم نے اسی فیصلہ کو جو نہ صرف انکے اپنے پیش کردہ منصف کا تھا بلکہ ان کی اپنی آسمانی کتاب کے مطابق بھی تھا انکے حق میں عاید کیا اور باختلاف روایات تین سو لیکر آٹھ نو سو آدمی تک قتل ہوئے اس فیصلہ کی بنا پر رسول اللہ صلعم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا نہ یہ آپ کا فیصلہ تھا نہ آپ کی شریعت کے مطابق تھا ۔ بلکہ یہودیوں کے مقرر کردہ ثالث کا اور انہی کی شریعت کے مطابق فیصلہ تھا +

عرب سے باہر کی زمینوں کی فتح کی پیشگوئی

۲۶۴۷ وہ زمین جس پر تم نہیں چلے ۔ کسی نے کہا مکہ کسی نے خیبر کسی نے فارس و روم (۵) اور ظاہر ہے کہ پہلے دونوں خیال درست نہیں اسلئے کہ مکہ اور خیبر ایسے مقامات نہیں جہاں مسلمان پہلے چلے نہ ہوں مراد اس سے صاف طور پر وہ دور دراز کے ممالک ہیں جن پر اہل عرب عموماً جاتے بھی نہ تھے ۔ اس پیشگوئی کا ایک ایسے وقت میں کرنا جب جنگ احزاب میں قریب تھا کہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹ جاتا اسکے منجانب اللہ ہونے کا بیّن ثبوت ہے ایک طرف دشمن اس کثیر تعداد میں حملہ آور ہوتا ہے کہ جسکے حملہ کو رد کرنے کی مسلمانوں میں کوئی طاقت نہیں اور دوسری طرف پیشگوئی یہ کی جاتی ہے کہ تم ایسے ملکوں کو فتح کرو گے جن پر تمہارا قدم بھی کبھی نہیں گیا +

ع ۴ / ۱ — ازواج مطہرات

۲۸ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

اے نبی اپنی بیبیوں سے کہدے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں

أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝

سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کردوں ۲۶۴۷

ازواج مطہرات اُمت کے لئے نمونہ ہیں

۲۶۴۷ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کے متعلق یہ مضمون یہاں بے تعلق شروع ہو گیا ہے لیکن ایسا نہیں۔ ایک تعلق تو اس مضمون کا یہ بھی ہے کہ اس رکوع میں آنحضرت صلعم کی بیبیوں کے آپ سے سامان دنیوی یعنی اچھے کپڑے زیورات وغیرہ طلب کرنے کا ذکر ہے اور اس کی وجہ یہی تھی کہ مسلمانوں میں فتوحات سے اور مال غنیمت کے آنے سے کچھ آسودگی آ گئی تھی اور نبی کریم صلعم کی بیبیوں نے بھی چاہا کہ ان کو بھی اس آسودگی سے حصہ ملے آپ کے گھروں میں کوئی سامان نہ تھا بیبیوں کے پاس کوئی قیمتی کپڑے یا قیمتی زیورات نہ تھے گزارہ بھی تنگ تھا یہاں تک کہ بعض وقت فاقے بھی برداشت کرنے پڑتے تھے۔ تو اس لحاظ سے بھی یہ مضمون یہاں آیا ہے لیکن اصل تعلق اس مضمون کا اس سے بھی زیادہ گہرا ہے۔ جنگوں کا ذکر درمیان میں بطور جملہ معترضہ آ جاتا ہے۔ پچھلے رکوع میں فرمایا تھا کہ نبی کریم صلعم امت کیلئے اُسوہ حسنہ ہیں اور گو آپ سب حالات میں سے گزرے اور ہر حالت میں انسانوں کیلئے اسوہ حسنہ بنے مگر وہ امور جو خاص عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ آپ پر وارد نہ ہو سکتے تھے۔ اس لئے اس حصہ میں نبی کی بیبیاں بھی امت کی عورتوں کیلئے نمونہ ہیں مثلاً پردہ کے احکام کی تعمیل میں امہات المومنین تمام مسلمان عورتوں کیلئے نمونہ ہیں یا ان احکام کی تعمیل میں جو عورتوں کے مردوں کے ساتھ سلوک کے متعلق ہیں یا اس بات میں کہ باوجود عورت کے فرائض خانہ داری کو ادا کرنے کے عورتیں کس طرح قومی اور دینی ضروریات میں حصہ لے سکتی ہیں اس کے علاوہ اور کئی امور ہیں جو خصوصیت سے عورتوں سے متعلق ہیں یہی وجہ ہے کہ انہیں امت کی مائیں بھی قرار دیا ہے یعنی امت کی روحانی تربیت کا ایک حصہ ان کے بھی سپرد تھا جس میں علاوہ اس خاص حصہ کے اور بھی بہت سے امور تھے جو نبی صلعم کو گھر کے اندر پیش آتے تھے اور جن کا تعلق ہر مسلمان مرد اور عورت سے تھا اسلئے اس رکوع میں ان کو ان کا یہ منصب یاد دلایا ہے آسودگی سے زندگی بسر کرنا خلاف شریعت نہیں نہ مردوں کیلئے نہ عورتوں کیلئے لیکن جس طرح مردوں کیلئے نبی کریم صلعم کا نمونہ سادگی کا تھا اسی طرح ضروری تھا کہ عورتوں کیلئے آپ کی بیبیوں کا نمونہ سادگی کا ہوتا۔ ورنہ سادگی کی تعلیم اسلام نے دی تھی اور جس کا نمونہ آنحضرت صلعم نے دکھایا تھا وہ بیکار رہ جاتا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ بہت سے اخلاق فاضلہ نسل انسانی کے اندر عورتوں سے آتے ہیں وہ لوگ جھوٹے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو عزت نہیں دی اس سے بڑھکر کیا عزت ہو گی کہ ایک حصہ میں انہیں اخلاق اور روحانیت کا معلم قرار دیا۔ اس اصول کو ابتدائی مسلمانوں نے خوب سمجھا تھا ورنہ ہزارہا باتیں وہ عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج سے سیکھنے کیلئے کیوں جاتے۔ غرض جب ان پاک بیبیوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کی تکلیفات زندگی کسی قدر کم ہوں اور وہ بھی کسی قدر آسودگی سے زندگی بسر کریں اور دنیا کا کچھ مال ان کے گھروں میں بھی آئے تو حکم ہوا کہ اس سے تمہارے نبی کی بیبیاں ہونے کی اصل غرض ہی مفقود ہوتی ہے اسلئے اگر دنیا کی زینت کے سامان چاہتی ہو تو وہ سامان دیکر تمہیں رخصت کر دیا جائیگا اور اگر تم رسول کے گھر میں رہنا چاہتی ہو اور اللہ اور اسکے رسول اور آخرت کے گھر کو اصل غرض بنانا چاہتی ہو تو پھر انہیں تکلیفات کے اندر زندگی بسر کرنی ہو گی تاکہ تمہارا نیک نمونہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے اور امہات کا خصوصیت سے ذکر اسلئے بھی کیا کہ بی بی کا مطالبہ خاوند پہ زیورات اور کپڑوں کیلئے سب سے زیادہ گھروں میں تکلیف کا موجب ہوتا ہے اور بڑا سبق مسلمان بیبیوں کو یہی دینا تھا کہ وہ اپنے خاوندوں سے ایسے مطالبات نہ کریں جو ان کیلئے تکلیف کا موجب ہوں ہاں اگر کسی کو خود مل جائے تو بیشک اس سے فائدہ اٹھائے انہی مطالبات نے یورپ کے بیشتر مردوں کو شادی سے متنفر کر کے زناکاری کو مروج کر دیا ہے۔

بیبیوں کے مطالبات خاوندوں پر۔

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ ۲۹

اور اگر تم اللہ اور اسکے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا

أَجْرًا عَظِيمًا ۝ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَ ۳۰

اجر تیار کیا ہے [۲۶۴۸] اے نبی کی بیبیو جو کوئی تم میں سے کھلی بیحیائی کرے اسکے لئے عذاب دو چند کر کے بڑھایا جائیگا اور

كَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا ۳۱

یہ اللہ پر آسان ہے [۲۶۴۹] اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبردار ہو اور اچھے عمل کرے ہم اس کا اجر

أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۝ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ ۳۲

اسے دو چند دینگے اور ہم نے اسکے لئے عزت والا رزق تیار کیا ہے اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو

إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا

اگر تم تقویٰ اختیار کرو سو نرم آواز میں بات نہ کرو ایسا نہ ہو کہ وہ جس کے دل میں بیماری ہے طمع کرے اور نیکی کی بات کہو [۲۶۵۰]

واقعہ تخییر

[۲۶۴۸] بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں جن میں بیبیوں کو رسول کے گھر میں رہنے یا طلاق لینے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے مجھ سے ابتدا کی اور فرمایا کہ میں ایک بات تم سے کہتا ہوں مگر اسکے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے ماں باپ سے مشورہ کر لینا تب آپ نے یہ آیتیں پڑھیں تو میں نے کہا میں ماں باپ سے کس بات کا مشورہ کروں میں اللہ اور اسکے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہوں تب آپ نے باقی بیبیوں سے بھی اسی طرح دریافت کیا اور سب نے وہی جواب دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ جواب دیکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ میرے اس جواب کی اطلاع دوسری بیبیوں کو نہ دینا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اسلئے نہیں بھیجا کہ لوگوں کو تکلیف میں ڈالوں بلکہ مجھے معلم اور میسر بنا کر بھیجا ہے اگر مجھ سے کوئی بی بی دریافت کرے گی تو میں بتا دونگا اور یہ واقعہ تخییر کے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے یعنی جب نبی کریم صلعم ایک ماہ کیلئے اپنی بیبیوں سے علیحدہ ہو گئے تھے اور یہ ۹ھ کا واقعہ ہے

[۲۶۴۹] فاحشۃ مبینۃ سے یہاں مراد بعض نے نبی صلعم کی نافرمانی لی ہے اور بعض نے وہ امور جو آپ کی تکلیف اور حزن کا موجب ہوں (د) اور اس سے مراد نشوز اور سوء خلق بھی ہوتے ہیں دیکھو [۶۲۶] اور زنا یہاں مراد نہیں کیونکہ نبی کریم صلعم کی عصمت آپ کو اس سے بلند ٹھہراتی ہے کہ آپ کی بیبیوں سے ایسے امر کا ارتکاب ہو اور بعض نے بطور فرضیت اس کو جائز رکھا ہے اور ایسی حالت میں دو چند عذاب اسلئے کہا کہ وہ تو دوسروں کیلئے نمونہ ہیں +

اتقاء

[۲۶۵۰] ان اتقیتن ۔ نفی مثلیت کیلئے شرط ہے یعنی اگر تقویٰ کرو تو تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ۔ اور تقویٰ سے مراد یہاں ان ذمہ واریوں کا مد نظر رکھنا ہے جو ان کے اس منصب کے لحاظ سے کہ وہ نبی کی بیبیاں ہیں ان پر عاید ہوتی ہیں اور بعض نے اتقیتن بمعنی استقبلن لیکر اسے اگلے حصے کے متعلق کیا ہے یعنی اگر تمہارے سامنے کوئی شخص آ جائے (د) اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اگر تم (تہمت وغیرہ سے) بچنا چاہتی ہو تو بات میں بھی ملائمت اختیار نہ کرو اور خضع بالقول کیلئے دیکھو [۲۴۰۳] اور عورتوں کی طرز کلام میں عموماً نرمی اور ملائمت ہوتی ہے مگر چونکہ ان کا منصب تعلیم دینا تھا اور اس کیلئے ہر قسم کے لوگوں کا انکے پاس آنا ضروری تھا ۔ اسلئے فرمایا کہ طرز کلام ایسی نہ ہو کہ

عورتوں کا اجنبی مردوں سے کلام کرنا جائز ہے مگر انداز کلام مردانہ ہونا چاہئے

۳۳ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو ۲۶۵۱ اور نماز کو قایم کرو

وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ

اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے اے اہل بیت ناپاکی کو

الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۚ

دور کرے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے ۲۶۵۲

ایسے شخص کے دل میں جو بد خیالات اپنے اندر رکھتا ہے اور مرض سے یہاں یہی مراد ہے طمع پیدا ہو اور قلن قولاً معروفاً میں پھر انہیں ان کے اصل کام کی طرف توجہ دلائی یعنی نیکی کی باتیں لوگوں کو پہنچانا اور یہاں گو خاص حکم نبی صلعم کی بیبیوں کو ہے مگر چونکہ وہ دوسری عورتوں کیلئے نمونہ ہیں اسلئے دوسری عورتوں کو بھی ضمناً حکم ہے کہ جب انہیں غیر محرم مردوں سے کلام کرنا پڑے تو ایسی آواز سے کلام نہ کریں جو دوسروں کیلئے کشش کا موجب ہو بلکہ مردانہ انداز کلام اختیار کریں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کا اجنبی مردوں سے کلام کرنا منع نہیں +

۲۶۵۱ قرن۔ اصل میں اقررن ہے اور قرن کیلئے دیکھو نمبر ۹۶ +

تبرج — تبرج کیلئے دیکھو ۲۳۴۷ اور بخاری میں ہے التبرج ان تخرج محاسنها یعنی تبرج کے معنی ہیں اپنا بناؤ سنگار دکھانا +

الجاهلية الاولى۔ جاهلية کیلئے دیکھو ۵۴۶ اور مراد اس سے قبل اسلام زمانہ ہے اور اسے اولیٰ اسلئے کہا کہ ہر متقدم اول اور اولیٰ ہے

ازواج مطہرات کے گھر میں ٹھہرنے کا حکم — جاہلیت میں عورتوں کا بن سنور کر باہر نکلنا عام طور پر مروج تھا اور وہ بہت باریک لباس پہنکر نکلتی تھیں یا بعض حصے جسم کے کھلے رکھکر نکلتی تھیں تاکہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں جس طرح آج یورپین عورتیں نکلتی ہیں پس گھروں میں ٹھہرا رہنے اور بناؤ سنگار نہ دکھانے کو ایک جگہ جمع کرنے کا یہی مطلب ہے کہ اس غرض کیلئے باہر نہ نکلو۔ حاجات ضروری کیلئے باہر نکلنے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی کریم صلعم نے اپنی بیبیوں کو فرمایا اذن لكن ان تخرجن لحاجتكن (ر) یعنی تمہیں اجازت ہے کہ اپنی حاجت کیلئے باہر نکلو۔ اور عورتوں کا جنگوں میں جانا اور اپنی دیگر ضروریات کیلئے باہر نکلنا مسجدوں میں جانا بہت حدیثوں سے ثابت ہے حتی کہ

صدیقہ اور واقعہ جمل — رسول اللہ صلعم خود اپنی بیبیوں کو جنگوں وغیرہ میں ساتھ لے جاتے تھے۔ اور جن لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ کے واقعہ جمل میں باہر نکلنے پر اعتراض کیا ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے آپ ایک عظیم الشان فتنہ کی اصلاح کیلئے باہر نکلیں اور کسی صحیح غرض کیلئے عورت کا باہر نکلنا ممنوع نہیں ہاں اپنا بناؤ سنگار غیر مردوں کو دکھانا ممنوع ہے قرن فی بیوتکن کے یہ معنی لینا کہ عورتیں گھروں کی چار دیواری میں قید رہیں اور کبھی باہر نہ نکلیں نبی کریم صلعم اور صحابہ کے عمل کے سراسر خلاف ہے +

اهل البیت — **۲۶۵۲** اهل البیت۔ اهل کیلئے دیکھو ۱۱۳۷ اهل البیت وہ ہونگے جن کو ایک گھر جمع کرے اور گھر میاں بی بی اور بچوں کو جمع کرتا ہے پس ایک شخص کے اہل بیت بی بی اور بچے ہیں اور لسان العرب میں ہے کہ اہل بیت نبوی سے مراد آپ کی بیبیاں اور آپکی بیٹیاں اور آپکا داماد ہیں اور ایک قول ہے کہ آپکی بیبیاں مراد ہیں اور تمام وہ لوگ جو آپکی آل ہیں۔ داماد کی شمولیت بظاہر دقت طلب ہے اسلئے کہ خسر اور داماد ایک گھر کے رہنے والے نہیں ہوتے

اہل بیت نبوی سے مراد ازواج مطہرات ہیں — یہاں اہل بیت سے کیا مراد ہے؟ بعض روایات کی بنا پر یہ سمجھا گیا ہے کہ اہل بیت میں بیبیاں شامل نہیں اور مراد اس سے حضرت فاطمہ اور علی اور حسن اور حسین ہیں کچھ روایات اسکے متعلق حضرت ام سلمہ سے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ یہ آیت میرے گھر میں نبی صلعم پر نازل ہوئی اور حضرت فاطمہ اور علی اور حسن اور حسین وہاں آئے اور رسول صلعم نے ان کو ایک چادر کے نیچے لیکر دعا کی کہ یہ میرے اہل بیت ہیں انکو پاک کر

وَاذْكُرْنَ

۳۴

اور اسے یاد رکھو

اور جب حضرت ام سلمہ نے درخواست کی کہ انہیں بھی شامل کیا جائے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم ازواج میں سے ہو۔ اور واثلۃ ابن الاسقع سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت فاطمہ کے گھر میں رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی اور وہاں حضرت علی اور حسن اور حسین اور حضرت فاطمہ کو لیکر دعا کی اور بعض اور بھی روایات ہیں انکے مقابل حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ یہ آیت خصوصیت سے نبی صلعم کی بیبیوں کے بارہ میں نازل ہوئی اور یہی عکرمہ کا قول ہے درمنثور لیکن اگر ہم خود قرآن کریم پر غور کریں تو بات صاف ہو جاتی ہے۔ یہاں ساری وہ ہدایات جو موجب تطہیر ہو سکتی ہیں یعنی زینت دنیوی کا ترک کرنا اللہ اور رسول کی اطاعت۔ امر بالمعروف۔ گھروں میں ٹھہرنا۔ محاسن کی نمائش نہ کرنا۔ نماز کا قایم کرنا وغیرہ سب بیبیوں کیلئے ہیں اور اس ٹکڑے سے پہلے بھی انہی کا ذکر ہے اور بعد میں بھی انہی کا واذکرن ما یتلیٰ تو یہ سیاق اس خیال کو رد کرتا ہے کہ یہاں مراد بیبیاں نہیں۔ پھر لغت کی رو سے اہل بیت کا لفظ اول بی بی پر آئیگا اور ثانیاً اولاد پر اور قرآن کریم میں خود بی بی پر یہ لفظ بولا گیا ہے دیکھو ھود۔ ۷۳ رحمۃ اللہ و برکٰتہ علیکم اھل البیت جہاں اہل بیت سے مراد حضرت ابراھیم کی بی بی ہیں اور یہ خیال کہ لیذھب عنکم اور لیطھرکم میں ضمیر مذکر ہے اسلئے بیبیاں مراد نہیں۔ نہایت ہی بودا ہے ضمیر بلحاظ لفظ مذکر ہے جیسے حضرت ابراھیم کی بی بی کیلئے فرمایا برکٰتہ علیکم اھل البیت ہاں وہ احادیث جن میں حضرت فاطمہ اور حسنین اور حضرت علی کا ذکر ہے اس معنی میں صحیح ہو سکتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنی بیٹی اور اسکے ساتھ اس بیٹی کی اولاد اور خاوند کیلئے بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس آیت کا مصداق کرے اور انہیں بھی رجس سے پاک کردے اور ایسی وسعت لفظ کے معنی میں بالکل جائز اور صحیح ہے اور بعض روایات میں جو اس قسم کے الفاظ آتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کے دریافت کرنے پر آپؐ نے فرمایا کہ انکِ الیٰ خیر انتِ من ازواج النبی تو بھلائی کی طرف ہے کیونکہ تو نبی کی بیبیوں سے ہے تو یہ بھی اسی نتیجہ کی مؤید ہے یعنی آپ کا مطلب یہ تھا کہ تم تو پہلے ہی اس آیت کی مصداق ہو اور اہل بیت کے لفظ کو اور وسعت دیکر اُمت کے برگزیدہ لوگ بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں اور جیسا کہ خود واثلہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا میں بھی آپکے اہل میں سے ہوں تو آپؐ نے فرمایا انت من اھلی بہر حال اول مصداق اس آیت کی ازواج مطہرات ہیں اور ثانیاً اس میں آنحضرت صلعم نے اپنی صاحبزادی اور انکے خاوند اور فرزندان کو بھی داخل کیا اور ثالثاً اُمت کے برگزیدہ لوگ اس میں شامل ہیں اور تاریخ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات نے اپنے آپکو اس آیت کریمہ کا مصداق ثابت کیا۔ کیونکہ سب سے بڑی ناپاکی دنیا کے مال کی محبت ہے اسی سے طرح طرح کی بدیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہی مال کی محبت ہی دل میں خدا کی محبت کی جگہ لے لیتی ہے اور نبی کریم صلعم کی بیبیوں کے متعلق جس بات کا یہاں ذکر ہے وہ یہی تھی کہ انہوں نے مال کا مطالبہ کیا تھا پس اصل مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ اس رجس اور اسکے ساتھ ہر قسم کی برائیوں سے اہل بیت نبوی کو پاک کرکے انہیں اُمہاتِ اُمت صحیح معنی میں بنائے تاکہ وہ بھی رسول کے ساتھ اُمت کی روحانی پرورش کرنے والیاں اور اُمت کیلئے نمونہ ہوں یہی ارادہ الٰہی تھا کہ جب بیبیوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ دنیا کا مال لیکر نبی صلعم سے علیحدہ ہو جائیں تو انہوں نے مال دنیا پر لات ماری اور غربت اور فاقہ میں نبی صلعم کی رفاقت اختیار کی اور تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کی بیبیوں کے دل میں مال دنیا کی ایک تنکے کے برابر بھی وقعت نہ تھی خلفاء کے وقت جب انکے پاس کچھ مال بھیجتے تو وہ فوراً اسے اللہ کی راہ میں دیدیتیں اور حضرت عائشہ کے متعلق یہاں تک ثابت ہے کہ بعض وقت رات کیلئے بھی انہوں نے اپنے گھر میں کچھ نہیں رکھا اور سب کا سب اللہ کی راہ میں دیدیا۔ آج مسلمان بیبیاں اگر ازواج مطہرات کے نمونہ پر عامل ہوں تو مسلمانوں کی حالت دنوں میں پلٹ سکتی ہے۔

ازواج مطہرات کا رجس سے پاک کیا جانا

۳۵ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝ اِنَّ

جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتوں اور حکمت سے پڑھا جاتا ہے اللہ باریک باتوں کا جاننے والا خبردار ہے ۲۶۵۳ مسلم

الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَ

مرد اور مسلم عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور

الصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَ

صدق دکھانیوالے مرد اور صدق دکھانیوالی عورتیں اور صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور فروتنی کرنیوالے مرد اور فروتنی کرنیوالی عورتیں اور

الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّاۗىِٕمِيْنَ وَالصّٰۗىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ

خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے مرد

وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنیوالے مرد اور ذکر کرنیوالی عورتیں ان کیلئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے ۲۶۵۴

ع ۵/۲

آنحضرت صلعم کی نبوت روحانی و جسمانی تنبیر

حکمۃ

۲۶۵۳ حکمۃ۔ دیکھو ۱۹۴ و ۳۲۱ اور یہاں مراد فہم قرآن ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا یعنی سنت نبوی خواہ حدیث کے رنگ میں آپکے اقوال میں ظاہر ہوئی ہو یا اخلاق کے رنگ میں یا آپکے افعال میں اور قتادہ سے اس کے معنی ابن جریر نے سنت ہی روایت کئے ہیں اور خود بھی یہی معنی قبول کئے ہیں ما اوحی الی رسول اللہ صلعم من احکام دین اللہ ولم ینزل بہ القرآن وذلک السنۃ (ج) اور حکمت کے معنی سنت بخاری میں بھی مروی ہیں اس کی تفسیر سنت سے بھی کی گئی ہے اور ان نصائح سے بھی جو رسول اللہ صلعم نے فرمائے (د) اور یتلی کا لفظ اسکے خلاف نہیں اسلئے کہ تلا کے معنی پیروی کے بھی آتے ہیں۔

ازواج نبی کا کام نبی کے اقوال و افعال کو محفوظ رکھیں

رکوع کی اس آخری آیت میں کھول کر بتایا کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ امہات المومنین ہیں اور معمولی عورتوں کی طرح نہیں کہ ان کے کچھ حقوق خاوند یا اولاد کے ہوں تو یہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے۔ اسلئے یہاں انہیں ان کا وہ خاص کام بتایا گیا اور وہ آیات اللہ اور اقوال و افعال نبوی کا محفوظ رکھنا تھا اور محفوظ رکھنے کی یہی غرض تھی کہ اسے لوگوں کو پہنچایا جائے اور وہ لوگوں کیلئے ہدایت اور نور کا موجب ہو۔ یہ وہ پاک فرض تھی جس کیلئے نبی صلعم کی بیبیاں آپکے گھر میں تھیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ مدنی زمانہ میں شرائع کی تفاصیل اور مختلف قسم کے امور اس قدر تھے کہ اکیلی بی بی اسے محفوظ نہ رکھ سکتی تھی تعدد ازواج کی اور بھی وجوہات ہیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔

مسلمان عورتیں مقامات عالیہ کے حاصل کرنے پر مردوں کی ہمپایہ ہیں

۲۶۵۴ یہاں ان تمام اعلیٰ صفات میں جو اللہ کے نزدیک مردوں کو بلند مرتبہ پر پہنچاتی ہیں عورتوں کو شریک کرکے یہ بتایا ہے کہ عورتیں اللہ کے ان مقامات عالیہ حاصل کرنے میں مردوں سے کسی طرح کم نہیں اسی لئے آخر پر مغفرت اور اجر عظیم کا ذکر کیا ہے اور مغفرت سے مراد یہاں حفاظت الٰہی ہی ہے اور یہ بتادیا ہے کہ جس اجر کے مرد مستحق ہیں اسی کی مستحق عورتیں بھی ہیں چونکہ پچھلے رکوع میں ازواج رسول کا ذکر تھا اسلئے ایک تو اس مناسبت سے یہاں عورتوں کا ذکر مردوں کے ساتھ کیا ہے اور دوسرے اس مناسبت سے کہ صرف ازواج رسول کیلئے مقامات عالیہ مخصوص نہیں کیونکہ وہاں فرمایا تھا لستن کاحد من النساء بلکہ سب عورتیں انہی بلند مقامات کو حاصل کر سکتی ہیں تعجب ان لوگوں پر ہے جو باوجود قرآن کریم کی ایسی صریح تعلیم کے جس کی رو سے عورتیں مقامات عالیہ کے حاصل کرنے میں مردوں کی ہمپایہ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ ۳۶

اور نہ یہ کسی مومن مرد کو شایاں ہے نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دے تو وہ اپنے معاملہ میں

الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ وَاِذْ ۳۷

کچھ اختیار (اپنا) سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ کھلی گمراہی میں دور نکل گیا ۲۶۵۵ اور جب تو

تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ

اسے جس پر اللہ نے انعام کیا اور جس پر تو نے انعام کیا کہتا تھا اپنی بی بی کو اپنے پاس روک رکھ اور اللہ کا

اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا

تقویٰ کر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا ہے جسے اللہ ظاہر کرنیوالا ہے اور تو لوگوں سے ڈرتا ہے اور اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے پھر جب

قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ

زید نے اس سے قطع تعلق کر لیا تو ہم نے اسے تیرے نکاح میں دیدیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے بارہ میں کوئی تنگی

اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝

نہ رہے جب وہ ان سے قطع تعلق کر لیں اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا تھا ۲۶۵۶

قرار دی گئی ہیں یہ راگ الاپتے ہیں کہ اسلام نے عورت کی عزت نہیں کی اور اسلام کی تعلیم کی رو سے عورت میں روح ہی نہیں +

نکاح میں قومی تفریقات کا مٹانا

۲۶۵۵ اس آیت کے بارہ میں حضرت ابن عباس قتادہ مجاہد وغیرہم سے مروی ہے کہ یہ زینب بنت جحش یعنی رسول اللہ صلعم کی پھوپھی امیمہ کی بیٹی اور اس کے بھائی عبداللہ کے معاملہ میں نازل ہوئی رسول اللہ صلعم نے زینب کے زید سے نکاح کیلئے درخواست کی تو زینب نے انکار کر دیا اور اپنے خاندانی شرف کو پیش کیا اور ایک آزاد کردہ غلام سے نکاح پر راضی نہ ہوئی اور اسکے بھائی نے اس کی تائید کی (ج م د) چونکہ اسلام کی غرض ان تفریقات کو مٹانا تھا اور سب مسلمانوں کو خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں ایک کرنا تھا اسلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ یوں ہر ایک مسلمان کو اختیار ہے کہ وہ جہاں چاہے اپنی لڑکی کا نکاح کرے لیکن چونکہ اس انکار سے اسلام میں تفریق پیدا ہوتی تھی اسلئے اللہ تعالےٰ نے اس کی اصلاح فرمائی اور اس آیت کے نزول پر زینب اور اس کا بھائی رضامند ہو گئے۔ پس یہ اللہ اور اسکے رسول کا فیصلہ ہے کہ مسلمان ایسے تعلقات میں خاندانی اور قومی تفریقات پیدا نہ کریں۔ زید گو آزاد کردہ غلام تھا مگر بلحاظ شرافت اخلاقی کے وہ قریش سے کم نہ تھا اور جب ایک عورت نے خاندانی شرافت کو اخلاقی شرافت پر ترجیح دی تو اسے اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے ہر ایک خیال کو قرآن کریم کے سامنے قربان کرتے تھے۔ آج کتنے مسلمان ہیں جو قومی اور خاندانی شرف کے خیال کو قرآن کریم کی تعلیم کے سامنے قربان کرنیوالے ہیں اور یہاں لفظ عام اختیار فرمائے ہیں تاکہ تمام حالات پر حاوی ہو سکیں اور صرف ایک واقعہ پر محدود نہ ہوں +

وطرا

۲۶۵۶ وطر بڑی حاجت کو کہتے ہیں (غ) پس قضائے وطر کے معنی حاجت کا پورا کر لینا ہوئے اور یہاں مراد اس سے قطع تعلق بالطلاق ہے

۳۸

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ

نبی پر اس کے بارہ میں کوئی تنگی نہیں

زید کا تعلق آنحضرت صلعم سے

الذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ سے مراد زید ہیں جیسا کہ آگے خود بتا دیا۔ زید بن حارثہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ قید ہو گئے اور حضرت خدیجہؓ کے ہاتھ بطور غلام فروخت ہوئے جب رسول اللہ صلعم کا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا تو انہوں نے یہ غلام آپ کو دیدیا۔ اس اثنا میں زید کو شام کیطرف سفر پیش آیا اور وہاں انکے چچا نے انہیں پہچان لیا اور سب حالات دریافت کرکے ان کا والد اور چچا اور بھائی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور معاوضہ دے کر اسے لینا چاہا آپنے فرمایا میں اسے اختیار دیتا ہوں وہ اگر چاہے تو تمہارے ساتھ چلا جائے میں معاوضہ کچھ نہیں لینا۔ زید کو جب یہ کہا گیا تو اس نے کہا کہ میں آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ میرے لئے آپ باپ اور چچا سے بڑھکر ہیں تب آپنے اسے آزاد کردیا انعمت علیہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور انعم اللہ علیہ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کے ذریعہ بڑا بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ انکے حضرت زینبؓ سے نکاح کا ذکر پچھلے نوٹ میں ہو چکا ہے۔ یہاں طلاق کا ذکر ہے۔ امسک علیک زوجک سے صاف پایا جاتا ہے کہ زید زینب کو طلاق دینا چاہتے تھے اور نبی کریم صلعم روکتے تھے آیا اس

زینب کو طلاق دینے میں قصور زید کا تھا

معاملہ میں قصور زینب کا تھا یا زید کا۔ اگر زینب کا قصور ہوتا تو نبی صلعم زید کو طلاق سے نہ روکتے یہی اتق اللہ سے معلوم ہوتا ہے اور الفاظ "تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ" ہیں کو عام طور پر خطاب آنحضرت صلعم کیطرف لیا گیا ہے اگر یہی صحیح ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلعم نہ چاہتے تھے کہ جس عورت کا نکاح ایک آیت قرآنی کے نزول پر ہوا ہے اب ناچاقی ہوکر وہاں طلاق واقع ہو جس پر معترض طرح طرح کی باتیں بنائیں اور یہی آپ کا لوگوں سے ڈرنا تھا یعنی آپ فی الحقیقت لوگوں سے نہ ڈرتے تھے بلکہ لوگوں کے ابتلا میں پڑنے سے ڈرتے تھے اور یا ہو سکتا ہے کہ جب آپنے زید کی غلطی کو محسوس کیا ہو اور دیکھا ہو کہ اسے طلاق دینے سے نہیں روکا جا سکتا تو چونکہ آپنے نکاح خود زور دے کر کرایا تھا اور زینب اس معاملہ میں بالکل بے قصور تھیں اسلئے آپنے ان کے رنج کا ازالہ اسی میں سمجھا کہ خود زینبؓ سے نکاح کرلیں اور یہ منشا زینب اور انکے بھائی کا پہلے سے تھا کہ نبی صلعم خود ان سے شادی کریں مگر اس وقت آپنے پسند نہ کیا اور زید سے اس کا نکاح کرا دیا تو آپ کو یہ خوف ہو کہ زید کو لوگ آپ کا بیٹا کہتے ہیں اور یہ امر لوگوں کیلئے ابتلا کا موجب ہوگا۔ لیکن انہی الفاظ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ کے متعلق ایک اور قول بھی تفاسیر میں ہے کہ ان میں پہلے الفاظ امسک علیک زوجک واتق اللہ کی طرح خطاب زید کو ہے۔ اور اس قسم کی ترکیب کی صحت کی مثالیں بھی دی گئی ہیں (ر) اور بظاہر کلام میں تسلسل بھی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ وتخشی الناس کی یہ تاویل درست ہے کہ آپ لوگوں کے ابتلا میں پڑنے سے ڈرتے تھے تاہم آگے رسولوں کے متعلق جو الفاظ آتے ہیں ولا یخشون احدا الا اللہ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ زید کے متعلق ہی ہیں۔ البتہ یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا بات تھی جسے زید چھپاتے تھے اور لوگوں سے انکو کیا خوف تھا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ زید طلاق دینا چاہتے تھے اور یہ بھی دکھایا جا چکا ہے کہ طلاق دینے میں اگر کوئی قصور تھا تو ان کا تھا نہ حضرت زینب کا معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت زینب کو ایک شرف حاصل تھا وہ رسول اللہ صلعم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں اور معزز سے معزز گھرانے کی بی بی تھیں زید نہ صرف ایسے معزز خاندان سے تھے بلکہ غلامی کے داغ کے نیچے بھی رہ چکے تھے۔ ان کو زینب کی حرکات وسکنات سے یہ خیال گزرتا ہوگا کہ یہ اپنی بڑائی چاہتی ہیں۔ جب بی بی بڑے خاندان کی ہو اور خاوند کی حیثیت ادنیٰ ہو تو خواہ بی بی کیطرف سے کوئی امر اس کی عزت کے خلاف نہ ہو مگر بی بی کے مرتبہ بلندی کی وجہ سے اسے ہمیشہ ایسا خیال رہتا ہے کہ وہ اپنی عزت چاہتی ہے اور اس لئے وہ اس کی مناسب عزت نہیں کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ زید اور زینبؓ کے معاملہ نے یہی صورت اختیار کر لی تھی۔ کیونکہ اسکے خلاف صرف یہی فرض کیا جا سکتا ہے کہ زینب واقعی ان سے بدسلوکی کرتی ہوں اور قصور ان کا ہو مگر اس کی تردید قرآن کریم کے صریح الفاظ اتق اللہ سے ہوتی

فِیۡمَا فَرَضَ اللّٰہُ لَہٗ

جو اللہ نے اس کیلئے مقرر کیا ہے

ہر جو تصور زید کا بتاتے ہیں بس جو بات زید دل میں چھپاتے تھے وہ یہی زینب کے مقام بلند اور عظمت کا خیال تھا اور اللہ اسے ظاہر کرنیوالا تھا اسلئے کہ ان کو اس سے بڑھکر مقام ملنیوالا تھا یعنی نبی کریم صلعم کی بیبیوں میں داخل ہونے کا شرف۔ اور تخشی الناس میں بھی یہی اشارہ ہے یعنی زید زینب کی عزت کرنے میں اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ کہینگے یہ عورت کی اتنی عزت کرتا ہے واللہ احق ان تخشٰہ حالانکہ حق یہ تھا کہ انہیں لوگوں کی باتوں کی پروا کئے بغیر جو حقوق بی بی کے ان کے ذمے تھے انہیں مناسب طریق پر ادا کرنا چاہئے تھا۔

آنحضرت کے زینب سے نکاح کی وجوہات — زید کے طلاق دیدینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو زینب سے نکاح کا حکم دیا اور یہی وہ بات ہے جسے یہاں زوجنکہا کہا ہے ورنہ یہ مطلب نہیں کہ حضرت زینب سے آپ کا نکاح کسی الگ طرز پر ہوا تھا اس نکاح کی ایک غرض تو وہی تھی جسے یہاں بیان کیا ہے کہ منہ بولے بیٹے کی بی بی طلاق یا وفات کے بعد محرمات میں شمار نہ ہو جیسا عرب میں رواج تھا اور جبتک رسول اللہ صلعم خود اس رسم کو اپنے عمل سے دور نہ کرتے اس کا دور ہونا مشکل تھا بعض باتوں کے خلاف قومی میلان ایسا ہوتا ہے کہ جبتک کسی بڑے آدمی کو اسکے خلاف کام کرتا نہ دیکھا جائے تعصب دور نہیں ہوتا۔ لیکن دوسری بڑی بات یہ تھی کہ نبی صلعم کی ازواج میں جس قدر بیبیاں تھیں وہ سب سوائے حضرت عائشہ کے بیوہ تھیں لیکن چونکہ آپ کی زندگی میں ہر قسم کے نمونے ہونے ضروری تھے اور منجملہ اور باتوں کے طلاق کے واقعات کا پیش آنا لابدی تھا اور مطلقہ عورت کے نام پر عموماً ایک داغ سا لگ جاتا ہے اسلئے آپ کو یہ حکم ہوا کہ ایک مطلقہ عورت سے نکاح کرکے یہ بھی اُمت کے لئے نمونہ قایم کریں کہ طلاق حالات انسانی میں بعض وقت عورت کے قصور کے بغیر ناموافقت حالات سے پیش آجاتی ہے اور مطلقہ عورت سے نکاح کرنا کوئی عیب کی بات نہیں۔ علاوہ ان دو باتوں کے ایک یہ بھی ضرورت تھی کہ زینب کا نکاح آنحضرت صلعم نے خود زید سے کرایا تھا اور اب جو ایسی طلاق سے جس میں وہ بے قصور تھیں انہیں صدمہ پہنچا اس کا ازالہ سوائے اس کے نہ ہو سکتا تھا کہ جیسا کہ ابتدا میں زینب اور انکے بھائی کا منشا تھا آنحضرت صلعم خود انہیں اپنے نکاح میں لاتے۔

آنحضرت کے زینب سے نکاح کے متعلق جھوٹے قصے — اور جو ایک لغو قصہ یہاں پر بعض مفسرین نے حسب عادت بلاتحقیق لکھدیا ہے کہ زید نے طلاق اسلئے دی تھی کہ آنحضرت صلعم کا ارادہ زینب سے نکاح کا ہو گیا تھا۔ اور بعض نے اس پر اور بھی لغو تفصیلات بڑھائی ہیں کہ نبی کریم صلعم زید کی غیر حاضری میں آئے تھے تو آپنے زینب کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور زید کو خیال ہوا کہ آپ زینب کو چاہتے ہیں تو اس نے طلاق دینے کا ارادہ کیا۔ ان تمام بیہودہ قصوں کو قرآن کریم کے صریح الفاظ اور واقعات تاریخی باطل کرتے ہیں بھلا اگر نبی صلعم کا منشاء خود نکاح کا ہوتا تو آپ زید کو کیوں روکتے اور اگر یہ کہا جائے کہ لوگوں کے خوف سے روکا تھا تو ساتھ اتق اللہ کی ہدایت کس طرح موزوں تھی نعوذ باللہ من ذالک خلاف تقوی کام خود کریں اور زید کو کہیں اتق اللہ۔ کیا ایسے الفاظ قرآن کریم میں دیکھنے کے بعد زید ایک لحہ کیلئے بھی آپ کی بیعت میں رہ سکتا تھا اور صحابہ جن کے سامنے یہ واقعہ ہوا وہ کب ایسی بات کو دیکھکر اپنی جانیں آپ پر فدا کرسکتے تھے اس حال میں کہ اسے خدا کا کلام سمجھتے ہوں اور یہ کس قدر بیہودہ بات ہے کہ نبی صلعم نے زینب کو دیکھ لیا تھا۔ زینب آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں اور ایک دفعہ نہیں ہزاروں دفعہ آپنے انہیں دیکھا ہوا تھا زینب اور انکا بھائی خود چاہتے تھے کہ آنحضرت صلعم ان سے نکاح کرلیں اور آنحضرت نے خود انکار کرکے ان کا نکاح زید سے کرایا پھر اس سے بڑھکر جھوٹ کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم زینب کو دیکھکر اس پر فریفتہ ہو گئے تھے جسے کنوارپن کی حالت میں قبول نہیں کیا اسے مطلقہ ہونے کی حالت میں اپنے نکاح میں لانا سوائے کسی مجبوری کے نہیں ہو سکتا تھا۔ اور یہ وجوہات اوپر بیان ہو چکی ہیں آنحضرت صلعم کے نفس کی خواہش اگر کوئی تھی تو زینب سے نکاح کے خلاف تھی۔ انہی جھوٹے قصوں کی تشہیر کرنے والوں کے متعلق سورت کے آخری رکوع میں یہ لفظ آتے ہیں یا یہا الذین اٰمنوا لا تکونوا کالذین اٰذوا موسٰی فبراہ

۳۹ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۝ الَّذِينَ

یہی اللہ کا قانون انکے بارہ میں ہو جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا حکم ایک اندازہ ہو جو قطعی ہو چکا ہے[۲۶۵۷] وہ لوگ

يُبَلِّغُونَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا ۝

جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ حساب لینے والا بس ہے[۲۶۵۸] ع

۴۰ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے[۲۶۵۹]

اللہ مما قالوا (۹:۷) یہاں صاف بتا دیا ہو کہ نبی صلعم حضرت موسیٰ کی طرح ان تمام باتوں سے بری ہیں اور مسلمانوں کو خطاب کرکے یہ بھی سمجھا دیا کہ غلطی سے ایسی باتیں خود مسلمانوں کے مُنہ سے نکلیں گی ✦

یہاں یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہو کہ حضرت زینب زید کے گھر میں ایک سال یا اس سے اوپر رہی ہیں اور طلاق کے بعد عدت بھی گزاری پس آیت ۷ ۳ میں جس میں زینب کے نکاح کا ذکر ہو اور اس آیت میں کوئی ڈیڑھ سال کا فرق ہو جس سے معلوم ہوا کہ اس سورت کا نزول اچھے لمبے زمانہ پر ممتد رہا ہو ✦

قدر، مقدور

۲۶۵۷ قدرا مقدورا ۔ مقدور ۔ قدر کے بعد تاکید کیلئے ہو جیسے ظل ظلیل (ر) یا قدر سے اشارہ اس کی طرف ہو جو اندازہ خلق اشیاء کا ہو چکا اور مقدور سے اشارہ اس کی طرف ہو جو آیندہ مختلف حالات میں اندازہ ہوتا رہتا ہو (غ) ✦

یہاں آنحضرت صلعم کے زینب سے نکاح کو فیما فرض اللہ قرار دیکر اور پھر اسے امر اللہ کہکر بتا دیا کہ یہ نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا

۲۶۵۸ اس آیت میں عام قانون کے رنگ میں صاف بتا دیا کہ نبی کریم صلعم کو کسی انسان کا خوف نہ ہوا نہ ہو سکتا ہو آپ کے سارے معاملات خشیۃ اللہ کو مدنظر رکھ کر ہیں ✦

خاتم

۲۶۵۹ خاتم ۔ ختم کیلئے دیکھو ۶:۸۱ اور اسکے معنی یہ بھی ہیں کہ کسی چیز کے آخر کو پہنچ گیا اور خاتَم کے معنی مہر بھی ہیں اور آخر بھی اور کسی قوم کے خاتَم اور خاتِم سے مراد ان میں سے آخری ہونا ہو ختام القوم وخاتمہم وخاتمہم آخرھم (ل) اور خاتِم اور خاتَم ہمارے نبی صلعم کے اسماء میں سے ہیں اور خاتَم النبیین اور خاتِم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی (ل) اور آپ کو خاتم النبیین کہا اسلئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا (غ) ✦

خاتم النبیین کی تفسیر احادیث نبوی سے

خاتم النبیین کے معنی لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں ۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا خاتَم یا خاتِم ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہو یعنی ان میں سے آخری ہونا ۔ پس نبیوں کے خاتم کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں ۔ یہاں ان سب احادیث کے نقل کرنے کی گنجایش نہیں جن میں خاتم النبیین کی تشریح کی گئی ہو یا جن میں آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا نہ آنا بیان کیا گیا ہے اور یہ احادیث متواترہ ہیں جو صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں اور اُمت کا اس پر اجماع ہو کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی نہیں حدیث اول جس میں لفظ خاتم النبیین کی تفسیر زبان نبوی سے مروی ہو متفق علیہ ہو مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویتعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبیین یعنی میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک شخص کی مثال ہو جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا اور خوبصورت بنایا سوائے کونے کی ایک اینٹ کے تو لوگ اسکے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی سو میں وہ اینٹ ہوں اور

ع ۶/۱۲/۳

آنحضرت کی ازدواج پر حد بندی

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ ۴۱

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کو بہت یاد کرو۔

اور میں خاتم النبیین ہوں۔ اور دوسری حدیث متفق علیہ میں لفظ خاتم النبیین کی تفسیر یوں کی ہے انہ سیکون فی امتی ثلثون کذابا کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی یعنی میری امت میں تیس کذاب ہونگے ہر ایک ان میں سے دعوی کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تیسری حدیث میں جو مسلم ترمذی نسائی کی ہے یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے جن میں چھٹی یہ ہے کہ ختم بی النبیون یعنی میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے ہیں وہاں بجائے خاتم النبیین کے یہ لفظ رکھکر بتا دیا کہ خاتم النبیین سے یہی مراد ہے نہ کچھ اور وہ احادیث جن میں آپکے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت خاتم النبیین کی تفسیر ہی ہیں بہت سی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی آتا تھا لیکن میرے بعد نبی نہ آئے گا بلکہ خلفا ہونگے اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا اور ایک میں ہے کہ علی کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کی موسٰے کے ساتھ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ایک میں ہے کہ میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ اور ایک میں ہے کہ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات۔ اور ایک میں ہے کہ نبوت اور رسالت منقطع ہوگئی اور دس حدیثوں میں ہے لا نبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور ایسی حدیثیں جن میں آپ کو آخری نبی کہا گیا ہے چھ ہیں۔ اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت صلعم کے آخری نبی ہونے سے انکار کرنا بینات اور اصول دینی سے انکار ہے۔

لو عاش ابراہیم لکان نبیا پر بحث

اور اسکے خلاف جو کچھ احادیث میں سمجھا گیا ہے وہ ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے لو عاش ابراھیم لکان نبیا۔ مگر اول اس سے امکان نبوت نہیں نکلتا بلکہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا جس طرح یہاں دو خداؤں کا ہونا اور فساد دونوں ممتنع امر ہیں اسی طرح وہاں ابراہیم کا زندہ رہنا اور اس کا نبی ہونا دونوں ممتنع امر ہیں۔ دوسرے اس حدیث کی سند میں ضعف ہے کیونکہ اس میں ابوشیبہ ابراہیم ہے جسے ضعیف کہا گیا ہے تیسرے اس کی تشریح دوسرے اقوال سے ہوتی ہے مثلاً بخاری میں عبداللہ بن ابی اوفی کا قول لو قضی بعد محمد صلعم نبی عاش ابنہ ابراھیم ولکن لا نبی بعدہٗ یعنی اگر آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپکا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا لیکن آپکے بعد کوئی نبی نہیں یا انس کا قول ولو بقی لکان نبیا لکن لم یبق لان نبیکم اٰخر الانبیاء یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا لیکن وہ باقی نہیں رہا کیونکہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں۔

حضرت عایشہ کا قول قولوا خاتم النبیین

اور ایک قول حضرت عایشہ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپکے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اس کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ حضرت عایشہ صدیقہ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی کچھ اور تھے۔ کاش وہ معنی بھی کہیں مذکور ہوتے حضرت عائشہ کے اپنے قول میں ہوتے کسی صحابی کے قول میں ہوتے۔ نبی کریم صلعم کی حدیث میں ہوتے۔ مگر وہ معنی در بطن قائل ہیں اور اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں خاتم النبیین کے معنی لا نبی بعدی کئے گئے ہیں ایک بے سند قول پر پس پشت پھینکی جاتی ہے۔ یہ غرض پرستی ہے خدا پرستی نہیں کہ رسول اللہ صلعم کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے رد کی جاتی ہے۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اسکے معنی یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں خاتم النبیین کافی ہے جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپکے سامنے کہا خاتم الانبیاء ولا نبی بعدہٗ تو آپ نے کہا خاتم الانبیاء کہنا تجھے بس ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ خاتم النبیین واضح ہیں تو وہی استعمال کرو یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ

۴۲ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝

اور صبح اور شام اس کی تسبیح کرو

حدیث پر ترجیح دو۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں۔ اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی چہ جائے کہ صحابی کا قول ہو وہ تو حجت نہیں +

ختم نبوت اور نزول مسیح

اور یہ خیال جو لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰی نبی اللہ آنحضرت صلعم کے بعد واپس آئینگے یہ بھی اس نص صریح کے خلاف ہے۔ حضرت عیسٰی ایک روشن چراغ تھے جنہوں نے ایک ضرورت کے وقت صرف بنی اسرائیل کے ایک گھرانے کو روشن کیا۔ ورسولا الی بنی اسرائیل۔ محمد رسول اللہ صلعم آفتاب عالمتاب ہیں۔ وسراجا منیرا۔ آفتاب کے نکل آنے کے بعد چراغ روشن نہیں ہوا کرتے۔ یہ فعل تو انسان بھی نہیں کرتا خدائے حکیم کیطرف کیونکر منسوب ہو سکتا ہے۔ پھر اگر حضرت عیسٰی آجائیں تو ختم نبوت باطل ہوئی۔ کیونکہ نبی نبوت سے تو معزول نہیں ہو سکتا۔ جب حضرت عیسٰی آئینگے نبی ہو کر ہی آئینگے اور یہ کہنا کہ نبی تو ہونگے مگر کام نبوت کا نہیں کرینگے اور بھی عجیب بات ہے۔ وہ خدا بھی عجیب ہے کہ ایک نبی کو بھیجتا ہے مگر کام نبوت کا اس سے کچھ نہیں لیتا۔ اور پھر عملاً یہ عہدہ نبوت سے معزولی ہے۔ سوال صاف ہے اگر ختم نبوت ایک زمنی شے ہے تو چاہے ہزاروں نبی آئیں اور اگر یہ ایک حقیقت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کا کام آنحضرت صلعم کے بعد باقی نہیں رہا اور تکمیل کو پہنچ گیا تو جیسے نیا نبی نہیں آسکتا پرانا بھی نہیں آسکتا۔ اور احادیث میں جو عیسٰی ابن مریم کے آنے کا ذکر ہے تو اس سے مراد سوائے اسکے کچھ نہیں ہو سکتی کہ ایک عیسٰی صفت انسان اس اُمت میں بھی پیدا ہوگا اور انہی حالات کے ماتحت پیدا ہوگا جن حالات کے ماتحت حضرت عیسٰی بنی اسرائیل میں آئے تھے +

آنحضرت کی ابوت روحانی کا سلسلہ تا قیامت غیر منقطع ہے

اس آیت کا یہاں کیا تعلق ہے۔ اصل مضمون تو آنحضرت صلعم کا اسوۂ حسنہ ہونا تھا اور یہ کہ مومنوں کا تعلق آپ سے روحانی تعلق ہے اور آپ مومنوں کیلئے روحانی طور پر باپ ہیں۔ اسی مضمون کو یہاں ادا کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ محمد صلعم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن چونکہ اس سے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی ابوت کی نفی کا اشتباہ پیدا ہوتا تھا اسلئے حرف استدراک لٰکن سے فی الفور اس کا ازالہ کیا اور فرمایا رسول اللہ وہ اللہ کے رسول ہیں یعنی روحانی طور پر تمہارے باپ ہیں کیونکہ ہر ایک رسول اپنی قوم کا روحانی طور پر باپ کا حکم رکھتا ہے جس طرح جسم کی ابتدا باپ سے ہوتی ہے روحانیت کی ابتدا رسول سے ہوتی ہے پس رسول اللہ کا لفظ لا کر آپ کی ابوت روحانی کو قایم کیا۔ لیکن یہاں پھر ایک وہم پیدا ہوتا تھا کہ جس طرح پہلے رسولوں کے بعد دوسرے رسول آجاتے رہے تو پہلے رسولوں کی ابوت روحانی منقطع ہو جاتی رہی کیا یہی رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہوگا تو فرمایا ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ خاتم النبیین بھی ہیں یعنی آخری نبی اور آپکے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے آپ کی ابوت روحانی کا سلسلہ بھی تا قیامت منقطع نہ ہوگا۔ بلکہ جو فیض ملے گا وہ صرف محمد رسول اللہ صلعم سے ہی ملے گا اور اسی فیض کے پانے سے ہی آپکی

علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل

اُمت کے لوگ مثیل انبیاء ہونگے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ وہ نبی نہ ہونگے پر نبیوں کی طرح ہونگے وہ نبی نہ ہونگے پر اللہ تعالیٰ ان سے ہمکلام ہوگا رجال یُکلّمون من غیران یکونوا انبیاء اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام معطل نہیں ہو سکتی لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کی دلیل ہے کہ تمام دنیا کی ضروریات مذہبی کے متعلق مکمل ہدایات رسول اللہ صلعم پر نازل فرما دیں اسی لئے آیت کا خاتمہ بکل شیٔ علیما پر کیا ہے ہدایات وحی مکمل ہوگئیں لیکن تعلق باللہ ختم نہیں ہوا بلکہ ان ہدایات کی بدولت پہلے سے بھی بڑھکر حاصل ہوتا ہے +

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ ۴۳

وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اسکے فرشتے بھی تا کہ تمہیں اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالے اور وہ

بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۝ ۴۴

مومنوں پر رحم کرنے والا ہے ۲۶۶۰ انکی دعائے ملاقات جس دن وہ اس سے ملینگے سلامتی ہوگی اور ان کیلئے عزت والا اجر تیار کیا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ ۴۵ ۴۶

اے نبی ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا اور اللہ کیطرف اسکے حکم سے بلانیوالا

وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝ ۴۷

اور روشن کرنیوالا سورج ۲۶۶۱ اور مومنوں کو بشارت دو کہ ان کیلئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے

اللہ اور ملائکہ کی صلوٰۃ مسلمانوں پر

۲۶۶۰ یصلی علیکم ۔ اللہ کی صلوٰۃ سے مراد تزکیہ یا گناہوں سے پاک کرنا ہے دیکھو ۱۹۶ اور ملائکہ کی صلوٰۃ استغفار ہے اور حضرت ابن عباس سے ہے کہ صلوٰۃ اللہ کی طرف سے رحمت ہے ۔ اور فرشتوں کی طرف سے استغفار یعنی حفاظت الٰہی کا طلب کرنا اور انسانوں کیطرف سے دعا (ر) اور اللہ اور ملائکہ کی صلوٰۃ کا اکٹھا ذکر اسلئے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تزکیہ ملائکہ کی وساطت سے ہوتا ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی شخص کو گناہوں کی ظلمت سے نکالے تو ملائکہ اس کے دل میں نیکی کی تحریک کرتے ہیں گو اس رکوع میں ذکر آنحضرت صلعم کی ازواج کا ہی ہے مگر اصل مضمون کی طرف ابتدائے رکوع میں پھر توجہ دلائی ہے اور مومنوں کا تزکیہ ہے جو غرض وغایت نبوت ہے +

آنحضرت کا شاہد ہونا

۲۶۶۱ یہاں آنحضرت صلعم کے متعلق پانچ باتیں بیان کی ہیں ۔ شاہد ۔ مبشر ۔ نذیر ۔ داعی الی اللہ ۔ سراج منیر ۔ شاھد نبی کو کن معنوں میں کہا جاتا ہے دیکھو ۱۴۵۱ ۔ یہ اس تعلیم کے عملی گواہ ہوتے ہیں جو وہ دوسروں کیلئے لاتے ہیں اور اسی کے قریب قریب ہے جو کہا گیا ہے شاھدا بان لا الٰہ الا اللہ گویا وہ حق پرست ہے پھر وہ اہل حق کو بشارت دیتا ہے اہل باطل کو بد انجام سے ڈراتا ہے ۔ پھر وہ حق کی طرف بلاتا ہے اور یہی نبی کا اصل کام ہے یعنی انسانوں کو اللہ کی طرف بلانا یا انہیں باخدا بنانا ۔ پھر وہ سورج کی طرح روشنی بھی دیتا ہے تاکہ دوسرے اس کی روشنی سے فائدہ اٹھائیں اور اندھیرے سے باہر نکلیں ۔ آپ کو سراج کہنے میں بھی یہی اشارہ ہے

آنحضرت بمنزلۂ آفتاب ہیں

کہ اس آفتاب عالمتاب کے طلوع کے بعد ان روشنیوں کی ضرورت نہیں رہی جو پہلے مختلف قوموں کو اور مختلف ملکوں کو روشن کیا کرتی تھیں ۔ نبوت کے چراغ اپنا اپنا کام ایک اندھیری رات میں دے چکے طلوع آفتاب کے بعد اب کسی چراغ کی ضرورت نہیں رہی ۔ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی اگر موسیٰ اور عیسیٰ بھی اس وقت زندہ ہوتے تو انہیں اسی آفتاب سے روشنی حاصل کرنی ہوتی ۔ جو کوئی اپنے شیشہ دل کو صاف کرکے اس آفتاب کے سامنے آتا ہے اس کے اندر اس آفتاب کا نور

انوار نبوت کا انعکاس یا ظلی نبوت

منعکس ہو جاتا ہے یہی ظلی نبوت ہے جسے ولایت کہا جاتا ہے یعنی کامل اتباع پر انوار نبوت کا کسی سینہ میں منعکس ہو جانا ۔ اور ازواج مطہرات کے مضمون سے پہلے اس مضمون کا بیان بتاتا ہے کہ اصل غرض نبی کی زندگی کی کیا ہے اور یہ سارے سامان محض اسی غرض کے حصول کیلئے ہیں +

۴۸ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مان اور انکے ایذا دینے کی پرواہ نہ کر اور اللہ پر بھروسہ کر اور اللہ کارساز بس ہے

۴۹ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انہیں طلاق دیدو قبل اسکے کہ تم انہیں چھوؤ

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا

تو تمہارے لئے انکے معاملہ میں کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو سو انہیں سامان دو اور انہیں خوبی کے ساتھ

۵۰ جَمِيْلًا ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا

رخصت کرو ۲۶۶۲ اے نبی ہم نے تیرے لئے تیری وہ بیبیاں جائز کر دی ہیں جنہیں تو نے انکے مہر دیئے ہیں اور جن کا

مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ

تیرا دایاں ہاتھ مالک ہوا اس سے جو اللہ نے تجھ پر (کفار سے) لوٹایا اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور تیری پھوپھیوں کی بیبیاں اور تیرے ماموں کی

خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ

بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی اور مومن عورت اگر وہ اپنے تئیں نبی کو

نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

بخش دے اگر نبی ارادہ کرے کہ اس سے نکاح کرے خاص تیرے لئے مومنوں کو الگ کرکے

طلاق پر متاع کا دینا

۲۶۶۲ اس آیت کو اس مضمون کے اندر بالکل بے تعلق خیال کیا گیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں نبی کریم صلعم کی ازواج کا ذکر تھا اور انکے مطالبہ کا کہ انہیں بھی مال دنیا سے حصہ دیا جائے جس پر حکم ہوا تھا کہ اگر دنیا کی زندگی اور اس کا سامان کثیر مدنظر ہے تو تمہیں طلاق دے کر اور سامان دنیا سے حصہ دیکر رخصت کر دیا جائے گا۔ درمیان میں اور کئی باتوں کا ذکر کرکے اب مضمون کو پھر ازواج مطہرات کے مضمون کی طرف لوٹاتا ہے اور یہ آیت اسی تعلق کو قایم کرنے کیلئے ہے۔ ابھی ذکر مومنوں کے اتباع نبوی کا تھا تو چونکہ طلاق کے موقعہ پر نبی کریم صلعم کو ازواج کیلئے متاع دینے اور اچھی طرح رخصت کرنے کا حکم تھا۔ اسلئے اب فرمایا کہ اس میں بھی مومنوں کے لئے نبی کریم صلعم اسوۂ حسنہ ہیں پس وہ حکم نبی اور اس کی ازواج سے مخصوص نہیں بلکہ جب کسی مومن عورت کو طلاق دی جائے تو اسے اسی طرح متاع دینا اور خوبی کے ساتھ رخصت کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ اگر بی بی کو اس کے ساتھ تعلق پیدا ہونے سے پیشتر بھی طلاق دی جائے تو بھی یہی حکم ہے اور عدت کا حکم ضمناً آگیا ہے یہ بتانے کیلئے کہ

قبل مساس طلاق میں عدت نہیں

جب میاں بی بی والا تعلق نہیں ہوا تو عدت بھی کوئی نہیں۔ خلوت صحیحہ سے مساس لازم نہیں آتا اور جبتک مساس نہ ہو عدت نہیں

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ

ہم جانتے ہیں جو ہم نے ان کیلئے انکی بیبیوں کے اور انکے بارے میں جنکے انکے داہنے ہاتھ مالک ہوئے فرض کیا ہی تاکہ تجھ پر

حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ ۵۱

تنگی نہ ہو اور اللہ مغفرت کرنیوالا رحم کرنیوالا ہے ۲۶۶۳ (تجھے اختیار ہی کہ) ان میں سے جسے چاہے پیچھے رکھو اور جسے چاہے اپنے پاس جگہ دے

آنحضرت صلعم کو چار ازواج کی حدبندی سے مستثنے کرنا اور اسکی وجہ

۲۶۶۳ اس آیت میں آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کا ذکر ہی۔سب سے پہلے فرمایا کہ ہم نے تیری وہ بیبیاں تیرے لئے جائز کی ہیں جنکے مہر تونے دیئے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہی کہ وہ بیبیاں پہلے ہی آنحضرت صلعم کیلئے جائز تھیں تو اس حکم کی ضرورت کیا پیش آئی؟ اسکی وجہ سورۃ النساء کا وہ حکم ہی جس کی رو سے تعدد ازواج کی اجازت کو چار تک محدود کیا گیا۔ اور قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم میں اس کی طرف اشارہ بھی ہی پس مطلب اس کا یہ ہی کہ جہاں اور لوگوں کو جنکے پاس اس حکم کے نزول کے وقت چار سے زیادہ بیبیاں تھیں چار کو رکھکر باقی کو رخصت کر دینے کا حکم ہوا نبی صلعم کو اجازت دی گئی کہ جس قدر ازواج آپکے نکاح میں تھیں خواہ ان کی تعداد چار سے زیادہ ہو وہ سب آپکے لئے جائز ہیں اس فرق کی وجہ سوائے اسکے کوئی نہیں ہوسکتی کہ آپکے نکاحوں کی غرض صرف تعلقات زوجیت نہیں بلکہ یہ دینی غرض تھی۔ قرآن کریم کے جس قدر احکام ہیں ان کو دیکھا جائے تو نبی کریم صلعم ان کے سب سے پہلے عامل ہیں بالخصوص وہ باتیں جن کا تعلق ترک آسایش سے ہی ان پر جس حد تک نبی صلعم نے عمل کرکے دکھایا۔ عام مومن اس حد تک نہیں پہنچ سکتے مثلاً اگر اوروں کو مال کی زکوٰۃ دینے کا حکم ہی تو آپنے اپنے پاس کبھی کوئی مال رکھا ہی نہیں بلکہ جس قدر آیا وہ فوراً دیدیا۔ اگر اوروں کو پانچ نمازوں کا حکم ہی تو آپ کو اسکے ساتھ تہجد کی نماز کا بھی حکم ہی اور رات کو بیدار رہنے کا حکم ہی۔ اگر اوروں کو حفاظت دین کیلئے جنگ کا حکم ہی تو یہ حکم سب سے پہلے آپ پر عاید ہوتا ہی بلکہ حقیقی مکلف اسکی آپکی ذات بابرکات ہی ہی لا تکلف الا نفسك اگر اور مسلمانوں کے گھر میں کچھ نہ کچھ سامان آسایش ہی اور انکی بیبیوں کے پاس کچھ نہ کچھ زینت و آرایش کا سامان ہی تو آپکے لئے یہ دونوں باتیں نہیں ہیں پس آپکے ازدواج کی غرض محض زن و شوہر کا تعلق ہوتا تو یقیناً آپ نہ صرف فوراً چار کی حدبندی پر عامل ہوتے بلکہ چار تک کی اجازت کو بھی اپنے لئے غیر ضروری سمجھتے اور جس طرح ترپن[۵۳] سال کی عمر تک ایک ہی بی بی پر اکتفا کیا تھا اب بڑھاپے میں بھی ایک ہی پر اکتفا کرتے خصوصاً جبکہ اس ایک یعنی حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ آپ کی محبت بھی کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ مگر ایسا نہ ہوا اسلئے کہ اس تعلق زوجیت کی غرض دینی تھی پس سب سے پہلی بات یہ فرمائی کہ جس قدر بیبیاں تمہارے نکاح میں اس وقت ہیں جنہیں تم نے ان کے مہر بھی دیئے ہیں وہ سب تمہارے لئے حلال ہیں ؞

فیٔ

افاء

دشمن یا غیر قوم کی بیبیوں سے نکاح اور اس کی غرض

دوم ان عورتوں کو آپکے لئے جائز قرار دیا مما افاء اللہ علیك۔ فیٔ کیلئے دیکھو ۲۸۹ اچھی حالت کیطرف لوٹکر آنا اور اسلئے اس مال غنیمت کو جس میں مشقت نہ ہو فیٔ کہا جاتا ہی اور اسی سے افاء ہی (غ) اور غنیمت اور خراج کو بھی فیٔ کہا جاتا ہی اور اس مال کو بھی جو بلا قتال دشمن سے ہاتھ آئے (ل)، پس مما افاء اللہ علیك سے مراد وہ بیبیاں ہیں جو دشمن قوم میں سے آئیں اور ما ملکت یمینك کے ساتھ اسلئے بڑھایا کہ پھر وہ جائز طور پر آپکے نکاح میں آئیں اس میں نبی کریم صلعم کے نکاحوں کی ایک غرض بتائی ہی کیونکہ دشمن قوم سے کسی بی بی کا نکاح میں لانا اسی غرض کیلئے ہو سکتا ہی کہ دوسری قوم کے ساتھ اتحاد پیدا کیا جائے اور عداوت کی جڑ کاٹی جائے ایسے دو نکاح آپکے ثابت ہیں ایک حضرت صفیہ کے ساتھ جو قوم یہود میں سے تھیں اور جن کے ساتھ آپنے یہ رابطۂ اتحاد پیدا کرکے ان کی دشمنی کا خاتمہ کرنا چاہا مگر یہ سخت دل قوم عداوت سے باز نہ آئی۔ دوسرا حضرت جویریہ کے ساتھ جو بنی المصطلق میں سے تھیں اور انکے رئیس حارث کی بیٹی تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی المصطلق کے کوئی سو گھرانوں کے قیدی مسلمانوں نے یہ کہکر چھوڑ دیئے

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ط

اور جسے تو ان میں سے چاہے جن سے تو نے علیحدگی اختیار کی تھی تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں

کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلعم نے شادی کی ہے وہ غلام نہیں ہو سکتا۔ اور ایک معمولی قبطی عورت ماریہ کو اپنی ازواج میں داخل کر کے آنحضرت صلعم نے اپنی وسعت قلبی کا ثبوت دیا اور مسلمانوں کو دوسری قوموں کا احترام سکھایا +

بیکس عورتوں کی خبرگیری بھی اغراض نکاح میں سے ایک تھی

تیسری قسم کی عورتیں جن کا یہاں ذکر کیا ہے آپ کی قریبی تعلقات والی ہیں چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالا کی بیٹیاں جن سے یہاں توسیع کے طور پر دو اول الذکر سے قریشی بیبیاں اور دو موخرالذکر سے بنی زہرہ مراد لئے گئے ہیں جن کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ وہ ایسی عورتیں ہوں جنہوں نے نبی کریم صلعم کے ساتھ ہجرت بھی کی ہے اور بعض نے ہجرت سے مراد اسلام لانا لیا ہے مگر حق یہی ہے کہ یہ الفاظ اپنی اصلیت پر ہیں۔ اور ان تعلقات تک آپکے ازدواج کو اس لئے محدود کیا ہے کہ ان کی خبرگیری آپکے ذمہ تھی۔ اور اسی لئے ہجرت بھی ساتھ شرط تھی ہے گویا دوسرے رشتہ داروں سے ان کا قطع تعلق ہو چکا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں آپکے نکاح کی غرض ان بیکس بیبیوں کو پناہ میں لینا بھی تھا جنہوں نے آپکے ساتھ تکلیفیں اٹھائیں اور ان کو ازدواج میں لینا اخلاقی فرض اسلئے بھی ہو گیا تھا کہ جنگوں کی وجہ سے مردوں کی تعداد کم رہ گئی تھی عم اور خال کے محدود معنوں میں ایسی کوئی بی بی آپ کی زوجیت میں نہ تھیں البتہ قرشیات میں سے چھ بیبیاں آپکے نکاح میں آئی تھیں۔ حضرت خدیجہ جو فوت ہو چکی تھیں۔ عائشہؓ سودہؓ (جن سے مکہ میں ہی نکاح ہو چکا تھا) حفصہؓ۔ ام حبیبہؓ ام سلمہؓ۔ موخرالذکر چاروں بیوہ تھیں۔ اور ان کا نکاح میں لینا محض ان کی خبرگیری کیلئے تھا +

چوتھی قسم کی وہ عورتیں ہیں جو خود نبی صلعم سے خواہش نکاح کریں۔ جب نبی کے گھر کو دنیا کے سامانوں اور اس کی زینتوں سے پاک کر دیا گیا اور یہ بتا دیا گیا کہ نبی کی بیبی وہی ہو سکتی ہے جو دنیا پر دار آخرت کو ترجیح دے اور آپکے اقوال وافعال کو محفوظ رکھ کر دوسروں تک پہنچائے تو ظاہر ہے کہ یہ اجازت محض اسی لئے تھی کہ اگر کسی بی بی کے دل میں یہ تڑپ ہو تو اس کیلئے یہ دروازہ بند نہ ہو بشرطیکہ نبی صلعم بھی اسے اس بات کا اہل سمجھیں ایسی کسی بی بی کے آپکے نکاح میں ہونے سے بعض لوگوں نے مطلقاً انکار کیا ہے بعض نے کہا میمونہ بنت الحارث ان میں سے تھیں بعض نے کہا زینب بنت خزیمہ جو ام المساکین کے نام سے مشہور رہیں +

ازواج مطہرات کی زوجیت آنحضرت میں آنے کی تاریخیں۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ یہ آیت کب نازل ہوئی۔ نبی کریم صلعم کے نکاح میں جس قدر بیبیاں آئیں وہ سب ۸ھ تک آچکی تھیں یعنی حضرت عائشہ و سودہ مکہ میں۔ حضرت حفصہؓ جنگ بدر میں بیوہ ہونے کے بعد یعنی ۳ھ میں۔ زینب بنت خزیمہ جنگ احد میں بیوہ ہونے کے بعد ۳ھ میں۔ ام سلمہؓ ۴ھ میں بیوہ ہونے کے بعد حضرت زینب ۵ھ میں مطلقہ ہونے کے بعد۔ جویریہ ۵ھ میں۔ غزوۂ بنی مصطلق میں بیوہ ہو کر۔ ام حبیبہ حبش میں غالباً ۵ھ یا ۶ھ میں بیوہ ہو کر ان کا نکاح حبش میں ہوا اور ۷ھ کے شروع میں وہ مدینہ پہنچ گئیں صفیہؓ ۷ھ میں غزوہ خیبر میں بیوہ ہونے کے بعد ماریہ قبطیہ ۷ھ میں میمونہ بنت الحارث ۷ھ میں۔ اب سورۂ احزاب کا نزول غزوہ احزاب کے بعد کا ہے یعنی ۵ھ کے بعد کا۔ سورۂ نساء کی آیت تعدد ازدواج جس کا یہاں حوالہ ہے اس کے متعلق یقیناً کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن یہاں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا نزول ۵ھ کے بعد کا ہے اب اگر اس آیت زیر بحث کا نزول ۵ھ سے پہلے کا مانا جائے تو غالباً بعض نکاح نبی کریم صلعم کے اس آیت کے نزول کے بعد ہوئے اور وہ یا مما افاء اللہ علیک میں آتے ہیں۔ جیسے جویریہ، صفیہ اور ماریہ قبطیہ اور یا امرأۃ وھبت نفسھا للنبی میں جیسے میمونہ تو گویا نبی صلعم کے نکاحوں پر جو حد بندی اس آیت کی رو سے کی گئی وہ یہ تھی کہ خاص خاص عورتوں سے آپ کو نکاح کی اجازت تھی جن میں کوئی نہ کوئی غرض دینی تھی۔ اسی کی طرف اشارہ ہے لکیلا یکون علیک حرج میں یعنی امور دینی میں تنگی نہ ہو یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ مومنوں پر ازدواج کے بارہ میں تنگی ہو اور نبی پر نہ ہو بلکہ نبی کیلئے ایک ضرورت تھی جو مومنوں کیلئے نہ تھی اسلئے فرمایا کہ تا تجھ پر اس ضرورت دینی میں تنگی نہ ہو اور قد علمنا ما فرضنا میں اشارہ تعدد ازدواج

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ

یہ بہت مناسب ہی کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمگین نہ ہوں اور سب کی سب اس پہ راضی رہیں جو تو انہیں دے اور اللہ

يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ ۵۲

جانتا ہی جو کچھ تمہارے دلوں میں ہی اور اللہ جاننے والا بردبار ہے ۲۶۶۴ (اسکے) بعد تیرے لئے (اور) عورتیں (نکاح میں لانا) جائز نہیں

کی چار تک حد بندی کی طرف ہی ہی اور اگر اس آیت کا نزول ۵ھ کے بعد کا ہو تو ما ملکت یمینک وغیرہ عطف خاص علی العام ہوگا کیونکہ خواہ کوئی دشمن قوم سے تھیں یا قریشیوں میں سے یا غیر قریشی عرب میں سے یا کسی بیرونی قوم سے سب اُمہات المومنین ہونے میں اور ازواج مطہرات ہونے میں یکساں شامل تھیں ۔

آنحضرت کی ازواج کی کثرت پر اعتراض اور اس کا جواب

آنحضرت صلعم کی بیبیوں کی کثرت پر عیسائیوں کو بڑا اعتراض ہی گو انکے اپنے پیغمبروں میں بعض کی بیبیوں کی تعداد سو تک یا اس سے بھی زیادہ پہنچ گئی اور گو حضرت ابراہیم سے لیکر جس قدر بڑے بڑے نبیوں کا ذکر توریت میں ہی وہ سب ہی تعدد ازدواج پر عامل تھے ۔ رہے حضرت عیسیٰ سو ان کا نمونہ بھی ایک بی بی کا نہیں بلکہ انکے اس نمونہ پر عمل کیا جائے جو اناجیل میں مذکور ہی تو دنیا کا ہی خاتمہ ہو جائے قرآن کریم نے کھول کر بتا دیا کہ نبی صلعم کی غرض ان بیبیوں کو زوجیت میں لانے کی حظ نفس نہیں کیونکہ اگر حظ نفس غرض ہوتی تو ان بیبیوں کیلئے خوب سامان آرایش بھی مہیا کرتے مگر وہاں معمولی مسلمانوں کے گھروں میں جو آسودگی تھی وہ بھی میسر نہ آئی ۔ علاوہ ازیں غور کیا جائے تو آنحضرت کے کل کے کل نکاح سوائے عایشہ صدیقہ اور سودہ کے صرف چار پانچ سال کے اندر محدود ہیں یعنی ۳ھ سے لیکر ۵ھ تک اور یہ وہ زمانہ ہی جب اسلام کے خلاف چاروں طرف جنگ و جدال کا سلسلہ جاری ہی جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جنگوں کی مشکلات کی وجہ سے مردوں کی تعداد کم ہو جانے سے اور عورتوں کی تعداد بڑھ جانے سے بھی یہ ضرورت پیش آئی تھی کہ ایک

قوائے شہوانی پر حکمرانی

مرد کئی کئی بیبیوں کا متکفل ہو ۔ اسلامی سوسائٹی بغیر اس کے پاک نہ رہ سکتی تھی وہ لوگ جو سینہ دلی سے شہوانی اغراض کو ان شادیوں کا اصل محرک بتاتے ہیں وہ تاریخ کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیتے ہیں جو شخص ۲۵ سال کی عمر تک تجرد میں رہکر اور ۵۰ سال کی عمر تک ایک بی بی پر اکتفا کر کے اپنی زندگی کی پاکیزگی اور اپنی عصمت کا بین ثبوت دیدیتا ہی اور بتا دیتا ہی کہ اسے کس قدر حکومت اپنے قوائے شہوانی پر حاصل ہی وہ بڑھاپے کی حالت میں قوائے شہوانی کا غلام نہیں ہو سکتا ۔ قوائے شہوانی کی غلامی کا وقت نوجوانی تک ہی بڑھاپے میں تو خود وہ قوای کمزور ہو جاتے ہیں ہاں بڑھاپے میں دس بیبیوں کے حقوق ادا کر کے محمد رسول اللہ صلعم نے یہ بین ثبوت بھی دیدیا کہ وہ قوائے شہوانی جنپر آپکے جوانی میں حکمرانی کی کس قدر زبردست تھے ۔ ہاں آپکے لئے یہ بھی ضروری

تجرد ۔ ایک بی بی اور تعدد ازدواج کے نمونے

تھا کہ حالت تجرد میں پاکیزگی اور قوائے شہوانی پر حکمرانی کا ۔ پھر ایک لمبے زمانہ تک ایک بی بی سے اعلیٰ درجہ کے تعلق محبت کا ۔ پھر بوقت ضرورت تعدد ازدواج کا بھی نمونہ دکھائیں اگر یہ سب نمونے آپ کی زندگی میں نہ ہوتے تو آپ بھی لوگوں کیلئے اسوۂ حسنہ نہ ہو سکتے تھے

واقعہ ایلاء اور نبی صلعم کو طلاق کا اختیار دیا جانا اور آپکا کسی بیوی کو طلاق نہ دینا

۲۶۶۴ اس آیت کے متعلق کئی اقوال ہیں ۔ بخاری میں خود حضرت عایشہ سے دو مختلف باتیں مروی ہیں اول یہ کہ اس میں ان عورتوں کا ذکر ہی جو اپنے آپ کو نبی صلعم کے نکاح کیلئے پیش کرتی تھیں گو یا اس سے مراد ہی کہ ایسی عورتوں میں سے جس کو چاہو نکاح میں لیلو اور جسے چاہو انکار کر دو اور دوسرا یہ کہ اس کے نزول کے بعد آنحضرت صلعم اگر ایک بی بی کی باری میں دوسری بی بی کے پاس جانا چاہتے تو اس سے دریافت کر لیا کرتے گو یا اس آیت میں آپکو بتا دیا گیا کہ باری مقرر کرنے میں آپ مجبور نہیں ۔ قول اول اسلئے قابل قبول نہیں کہ جہاں وھبت نفسھا فرمایا وہیں ساتھ شرط لگا دی تھی ان اراد النبی ان یستنکحھا یعنی اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے تو کرے اس لئے دوبارہ ان الفاظ کی ضرورت نہ تھی ۔ اور ابن عباس اور حسن کا ایک قول ہی کہ اس سے مراد ہی جسے چاہے طلاق دے

وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۭ وَكَانَ

اور نہ یہ کہ تو ان کی جگہ (دوسری) بیبیاں لے لے خواہ ان کا حسن تجھے اچھا لگے سوائے اسکے جس کا تیرا دایاں ہاتھ مالک ہو چکا اور اللہ

اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ ۵۳

ہر چیز پر نگہبان ہے ۲۶۶۵ اے لوگو جو ایمان لائے ہو نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوائے اس کے کہ تمہیں

ع ۶

آنحضرت صلعم کو ایذا پہنچانے سے تنبیہ

لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا

کھانے کے لئے اجازت دی جائے مگر اسکے پکنے کا انتظار کرنیوالے نہ ہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو پھر جب تم کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ اور

مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ

باتوں میں نہ لگ جاؤ یہ بات نبی کو تکلیف دیتی تھی مگر وہ تم سے حیا کرتا ہے اور اللہ حق بات سے شرم نہیں کرتا ۲۶۶۶

اور جسے چاہے اپنے پاس رکھے (د) اور ابن زید کا قول ہے کہ یہ واقعہ ایلاء کے متعلق ہے یعنی جب نبی صلعم نے ایک ماہ کیلئے اپنی بیبیوں سے علیحدگی اختیار کی (ج) گویا ایک طرف بیبیوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ چاہیں تو مال لیکر رخصت ہو جائیں اور چاہیں تنگی کی حالت میں نبی صلعم کے گھر میں رہیں اور دوسری طرف آپکو بھی اختیار دیا گیا کہ جسے چاہیں رکھیں اور جسے چاہیں طلاق دیں اور ومن عزلت میں بھی اس علیحدگی کیطرف اشارہ ہے۔ اور ابتغاء سے مراد اس بی بی کو اپنے پاس جگہ دینا ہے اور اس کا دوبارہ ذکر اسلئے کیا کہ اس کی سفارش خاص طور پر کی ہے جیسا کہ ذلک ادنیٰ ان تقر اعینہن سے ظاہر ہے یعنی تمہارا انہیں اپنے پاس رکھنا ہی انکی راحت کا موجب ہے پس مطلب یہ ہے کہ جب انہیں اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو نبی کے گھر میں رہیں اور چاہیں طلاق لے لیں اور ایسا ہی اختیار نبی کو دیا گیا کہ جسے چاہیں رکھیں اور جسے چاہیں طلاق دیں۔ تو جب بیبیوں نے نبی کے گھر کو سب دنیا کی آسایشوں پر ترجیح دی تو آنحضرت صلعم کو بھی یہی حکم دیا گیا کہ سب کو اپنے پاس رکھیں اور آپنے ایسا ہی کیا یعنی کسی کو طلاق نہ دی ٭

آنحضرت صلعم کا اور نکاحوں سے روکا جانا

۲۶۶۵ ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ نبی صلعم ان بیبیوں کے بعد اور بیبیوں سے روک دیا گیا (ج) یعنی جب آپکی بیبیوں نے مال دنیا کے خیال کو ترک کر کے نبی صلعم کی رفاقت کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپکو آیندہ اور نکاح کرنے سے روک دیا۔ اور یہی عکرمہ اور انس کا قول ہے (د) اور یہی صحیح ہے۔ لکھا ہے کہ اس وقت نو بیبیاں آپکے نکاح میں تھیں لیکن ماریہ کو شامل کر کے کل تعداد دس بنتی ہے اور آپکو نہ صرف اس تعداد پر بڑھانے سے روکا گیا بلکہ اس بات سے بھی کہ ان بیبیوں میں سے کسی کو طلاق دیکر اس کی جگہ اور نکاح کریں اور الا ما ملکت یمینک سے مراد وہی بیبیاں ہیں جو بذریعہ عہد آپ اپنے نکاح میں لے چکے ہیں کیونکہ اوپر لفظ تھے لا یحل لک النساء من بعد اسکے بعد تیرے لئے عورتیں حلال نہیں اسلئے بتایا کہ جو تیرے نکاح میں ہیں وہ حلال ہیں اور جن لوگوں نے اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے انہوں نے غلطی کی ہے کیونکہ یہ سب کو مسلم ہے کہ اس کے بعد آپنے کوئی نکاح نہیں کیا بلکہ ۵ھ کے بعد آپنے کوئی نکاح نہیں کیا اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کو منسوخ اس سے پہلی سے کہا گیا ہے۔ اور آیندہ نکاحوں سے اسلئے بھی روک دیا کہ بڑی ضرورت جو جنگوں کی وجہ سے پیش آئی تھی وہ اس نویں سال میں جب یہ واقعہ ایلاء اور تخییر پیش آیا ختم ہو چکی تھی۔ اور ملک عرب میں امن قایم ہو چکا تھا ٭

وقت کی قدر اور فضول باتوں سے روک

۲۶۶۶ یہ ہدایت آنحضرت صلعم کے وقت کی قدر سکھانے کیلئے ہے اور عموماً ہر انسان کے وقت کی قدر سکھانے کیلئے۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ دعوتوں میں کھانے سے پہلے اور پیچھے بہت وقت باتوں میں ضایع کرتے جن سے حاصل کچھ نہیں ہوتا تھا۔ یہی دستور آج

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ

اور جب تم اُن سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے اُن سے مانگو   یہ تمہارے دلوں کے لئے اور انکے دلوں کیلئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے ۲۶۶۷

بھی مہذب سوسائٹی میں ہے اور یورپ کی نقل میں مسلمانوں کی دعوتوں پر کئی کئی گھنٹے لغو باتوں میں ضائع ہوتے ہیں اور انہی لوگوں کو اگر کہا جائے کہ کبھی خدا کے آگے بھی سجدہ کرلو تو جواب دیتے ہیں کہ فرصت نہیں ملتی تو اس ہدایت میں صرف نبی کریم صلعم کے وقت کی قدر ہی نہیں سکھائی بلکہ مسلمانوں کو اپنے وقت کی قدر بھی سکھائی ہے ایک اعتراض یہ ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی ہدایات کی قرآن شریف میں کیا ضرورت تھی! یہی چھوٹی چھوٹی باتیں ہی ہیں جن سے انسان کی زندگی مفید یا غیر مفید ہو جاتی ہے پھر کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے اپنے آرام کے لئے یہ ہدایات قرآن میں داخل کر دیں حالانکہ اگر آپ کے اشغال پر ایک سرسری نظر بھی ان لوگوں کی ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ آپ کے کندھوں پر جسقدر بوجھ تھا آج تک کسی ایک انسان کے کندھوں پر اتنا بوجھ نہیں ہوا۔ ایک طرف بادشاہت ہے اور ملک کا نظم ونسق دوسری طرف جنگیں ہیں ان کا انتظام دشمن جہاں جہاں ہیں انکی خبر رکھنا اور انکے انسداد کیلئے تجاویز کو عمل میں لانا۔ انتظام ملکی قایم کرنا۔ تنازعات کا فیصلہ کرنا۔ قانون بنانا۔ پھر قوم کی ساری مذہبی اور روحانی ضروریات کا انتظام۔ اخلاق سکھانا۔ تمدن اور معاشرت کے اصول بتانا ہر قسم کی بدیوں کو اور بدرسوم کو جڑ سے اکھیڑنا۔ نمازیں پڑھانا۔ بیماروں کی خبرگیری۔ بیکسوں کی فکر۔ اگر اس کثرت کار میں جس کی نظیر دنیا میں کسی اور انسان کی زندگی میں نہیں ملتی آپ کے اشغال کی خاطر ہی یہ ہدایت دی جاتی تو بھی اس کی سخت ضرورت تھی مگر اصل یہ ہے کہ اس ہدایت کو دے کر ہر مسلمان کو اپنے وقت کی قدر کرنا سکھایا ہے اور بتایا ہے کہ اپنے اوقات کو فضول باتوں میں ضائع نہ کیا کریں اور یہ بھی سچ ہے کہ نبی صلعم اپنی حیائے جبلی کیوجہ سے بڑی بڑی تکالیف اُٹھا لیتے تھے لیکن دوسروں کو کچھ کہنا پسند نہ کرتے تھے کہ انہیں ناگوار خاطر نہ ہو۔ مگر وحی الٰہی ایک خارجی شے تھی اس آیت کا نزول اس دعوت پر ہوا جو زینب بنت جحش کے ساتھ نکاح کے بعد نبی کریم صلعم نے دی تھی۔

نبی صلعم کے اشغال کثیرہ

امہات المومنین کیلئے حجاب کا حکم اور اس میں اُمت کی عورتوں کی شمولیت

۲۶۶۷ گو یہاں ازواج مطہرات کا ذکر نہیں مگر اوپر بیوت النبی کے ذکر کی وجہ سے یہاں انہی کا ذکر سمجھا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلعم سے عرض کیا کہ آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں نیک بھی اور بدکار بھی اسلئے آپ اُمہات المومنین کو مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دیں اور اس میں شک نہیں کہ یہ خاص ضرورت بھی نبی کریم صلعم کیلئے تھی۔ لیکن جس بات کا حکم اُمہات المومنین کو دیا گیا اور جس طرح انہوں نے اس کی تعمیل کی وہی حکم سب مسلمان عورتوں کیلئے ہے اور اُمہات المومنین کے نمونہ پر ہی ان کو بھی چل کر دکھانا چاہیئے واقعی یہ حکم حجاب نہایت درجہ قلوب کی پاکیزگی کا موجب ہے۔ مردوں اور عورتوں کا وہ کھلا میل جول جو یورپ میں مروج ہے اس نے اس قدر تمام قلوب کو ناپاک کر دیا ہے جس کا نتیجہ زنا کی کثرت میں کھلا کھلا نظر آرہا ہے۔ اسلام کے احکام اعلیٰ درجہ کی حکمت پر مبنی ہیں جہاں عورتوں کے مردوں کے سامنے آئے بغیر کام ہو سکتا ہے وہاں انکو سامنے آنے سے روک دیا ہے اور یوں عورتوں کو ناپاک مردوں کے جذبات کا شکار رہونے سے بچایا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ضرورت کے وقت بھی عورتوں کو باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے باوجود اس حکم حجاب کے نبی کریم صلعم کی بیبیاں جنگوں میں شریک ہوتی تھیں صحابہ کی بیبیاں اپنے ضروری کاروبار کرتی تھیں۔ عورتیں مسجدوں میں جاتی تھیں۔ وعظ ونصیحت کی مجالس میں جاتی تھیں۔ اور بخاری کی حدیث میں آنحضرت صلعم کا ارشاد اسی آیت کی تفسیر میں صاف طور پر مذکور ہے قَدْ اُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ تمہیں اجازت ہے کہ اپنی ضرورت کیلئے باہر نکلو۔ یہ حکم حجاب ۵ ہجری کا ہے اور پردہ کے احکام میں سب سے پہلے نازل ہوا +

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ

اور تمہیں مناسب نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ کہ اس کی بیبیوں سے اسکے بعد کبھی

۵۴ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۞ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ

نکاح کرو یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے ۲۶۶۸ اگر تم کچھ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ تو

۵۵ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۞ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ

اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ان پر ان کے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ انکے بیٹوں کے اور نہ انکے بھائیوں کے

رسول اللہ صلعم کے متعلق غلط روایات کی تشہیر ایکی ایذا میں داخل ہے

۲۶۶۸ اس حصہ میں اول رسول اللہ کو ایذا دینے سے منع فرمایا اور یہ ایذا دینا آپکے متعلق غلط باتوں کے پھیلانے سے تھا اور یہ کام اصل میں منافق کرتے تھے اور بعض مسلمان اپنی سادگی سے ان باتوں کو پھیلا دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ بعض اس قسم کے جھوٹے قصے منافقین کے مشتہر کردہ روایات میں بھی راہ پا گئے مثلاً زینب کو دیکھنے کا قصہ جو صریحًا ایک باطل قصہ ہے ایسا ہی اور بعض باتیں منافقین نے مشتہر کرکے مسلمانوں میں پھیلا دیں۔ افسوس ہے کہ آج تک مسلمان اپنے بھولے پن سے بعض ایسی روایات کو مانتے چلے جاتے ہیں اور قرآن کریم پر تدبر نہیں کرتے کہ کس طرح انہیں ایسی ایذا دینے والی باتوں کی تشہیر سے روکا گیا تھا ۔

ازواج مطہرات سے نکاح کی ممانعت

دوسرے حصہ میں آپ کی ازواج سے نکاح سے روکا اس میں عیسائی معترضین کی نکتہ چینی محض عداوت حق کا نتیجہ ہے۔ سوائے حضرت عایشہ صدیقہ کے نبی کریم صلعم کی بیبیاں سب بیوہ تھیں اور ایک بی بی مطلقہ تھیں پس اس حکم میں ذاتی غرض نبی کریم صلعم کی کیا ہو سکتی تھی۔ جب ازواج مطہرات کو اُمہات المومنین قرار دیا تو اس بات سے بھی روکا کہ آپکے بعد انہیں کوئی شخص اپنے نکاح میں لائے کیونکہ بی بی بننے سے اس مرتبہ بلند سے گر کر ایک ادنیٰ حیثیت قبول کرنی پڑتی اور یہ ظاہر ہے کہ جو بی بی کسی دوسرے کے نکاح میں آ جاتیں ان کی وہ حیثیت اُم المومنین ہونے کی باقی نہ رہتی اور اس کے ساتھ ہی وہ غرض بھی مفقود ہو جاتی جس کیلئے وہ نبی کریم صلعم کی زوجیت میں آئی تھیں۔ پھر وہ نمونہ کہاں دکھا سکتی تھیں جو نبی کی بی بی ہونے کی حیثیت میں دکھایا۔ اور علاوہ اس کے زوجہ کی حیثیت میں خاوند کے بعض خیالات کا اثر ان پر ضرور پڑتا اور یہ بات خود موجب فتنہ ہوتی جب تمام دنیوی آسایشوں کو نبی کریم صلعم کی زوجیت کی خاطر ترک کیا تو یہ بھی ایک آسایش تھی جسے ترک کرایا گیا جسطرح ان کا باقی آسایشوں کو ترک کرنا دین کیلئے ضروری تھا اسی طرح اس آسایش کو ترک کرنا بھی دین کی خاطر ضروری تھا ۔

ماریہ قبطیہ ازواج میں داخل ہیں۔

حضرت ماریہ قبطیہ کا یہاں سے ازواج مطہرات میں ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ حکم ازواج کیلئے ہے اور نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد آپ کو بھی ازواج میں شمار کرکے اسی حکم کے ماتحت سمجھا گیا۔ حالانکہ اگر ان کی حیثیت لونڈی کی ہوتی تو وہ ازواج میں داخل نہ ہوتیں بلکہ ما ملکت ایمانہم میں داخل کرکے انہیں اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا۔ صحابہ کے اس عمل نے ان کے ازواج میں سے ہونے کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے ۔

اس آیت کے شان نزول میں جو بعض باتیں لکھی ہیں کہ فلاں صحابی نے یوں کہا تھا تو وہ منافقین کی انہی ایذا دہ باتوں میں سے ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا۔ اور جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ منافق ایسی باتیں لکھتے تھے یہی صحیح ہے ۔

وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ

اور نہ انکے بھائیوں کے بیٹوں کے اور نہ انکی بہنوں کے بیٹوں کے اور نہ انکی عورتوں کے اور نہ اسکے جنکے انکے دہنے ہاتھ مالک ہیں (اور تمہیں چاہئے)

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا ۵۶

اللہ کا تقویٰ کرو۔ اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ۲۶۶۹ اللہ اور اسکے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۵۷

لوگو جو ایمان لائے ہو اس پر صلوٰۃ بھیجو اور سلام بھیجو (اچھا) سلام ۲۶۷۰ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ ۵۸

ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے اور وہ لوگ جو مومن

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ ع

مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر اسکے کہ انہوں نے (برا) کیا ہو تو وہ بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں ۲۶۷۱

۲۶۶۹ یہ استثنا اظہار زینت میں ہے عام عورتوں کیلئے اسی کی مثل حکم سورۂ نور میں گزر چکا ہے دیکھو ۲۳۲۴ ابن سعد نے زہری سے روایت کی ہے کہ اس حکم میں ہر ایک ذی رحم محرم شامل ہے نسب سے ہو یا رضاع سے +

آنحضرت صلعم پر درود

۲۶۷۰ اللہ اور فرشتوں کی صلوٰۃ کے متعلق دیکھو ۲۶۶۰ یہاں مومنوں کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ بھیجو صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کیا گیا کہ کس طرح آپ پر صلوٰۃ بھیجیں تو آپ نے فرمایا یوں کہو اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد و علی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انک حمید مجید ایک حدیث کا منکر استہزا کے طور پر کہتا ہے کہ خدا نے تو مومنوں کو حکم دیا تھا کہ نبی پر صلوٰۃ بھیجیں یہ خدا کو کہتے ہیں تو نبی پر صلوٰۃ بھیج۔ اس استہزا کی وجہ جہالت ہے۔ اللہ کی صلوٰۃ اور بندوں کی صلوٰۃ دو مختلف چیزیں ہیں بندے خود تو کوئی طاقت نہیں رکھتے کہ وہ نبی پر صلوٰۃ بمعنی مغفرت یا برکت بھیجیں مغفرت اور برکات کا سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ ہے اسلئے مومنوں کا صلوٰۃ بھیجنا سوائے اس کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں دیکھو ۲۰۶۶ اور یہ کہنا کہ انہیں الفاظ کو دوہرایا جائے جو قرآن شریف میں ہیں اس سے بھی بڑھکر جہالت ہے۔ قرآن شریف ایک کام کیلئے ایک حکم دیتا ہے اس کی تعمیل یہ نہیں کہ ہم حکم کو رٹتے جائیں۔ کیا اقیموا الصلوٰۃ کے حکم کی تعمیل یوں ہو جائیگی کہ ہم بھی وظیفہ کرتے رہیں اقیموا الصلوٰۃ اقیموا الصلوٰۃ۔ یا حکم ہو کہ استغفار کرو تو ہم بھی کہتے رہیں استغفار کرو یا حکم ہو کہ اللہ کو بہت یاد کرو تو ہم بھی کہتے رہیں اللہ کو بہت یاد کرو اور نبی صلعم پر صلوٰۃ بھیجنے سے نہ صرف آنحضرت صلعم سے محبت پیدا ہوتی ہے بلکہ ان فیوض و برکات کا دائرہ بھی وسیع ہوتا ہے جو آپ کی وساطت سے دنیا کو پہنچ رہے ہیں اور احادیث درود شریف کی فضیلت سے بھری پڑی ہیں +

یہ ذکر ایذا کی باتوں کے بالمقابل کیا ہے یعنی ایک طرف تو وہ لوگ ہیں جو ایذا کی باتیں کرتے ہیں تو مومنوں کو حکم ہوتا ہے کہ تم آپکے لئے رحمت و برکت کی دعا کرو جس میں اشارہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی عزت و مرتبہ دنیا میں ترقی کرتا رہیگا کیونکہ جو دعا اللہ تعالیٰ خود سکھاتا ہے وہ ضائع نہیں ہو سکتی +

۲۶۷۱ آنحضرت صلعم کے ذکر کے بعد عام مومن مردوں اور مومن عورتوں کا ذکر کر کے بتایا کہ نیک اور پاک لوگوں پر تہمت لگانیوالے خواہ

۵۹ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا

اے نبی اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں یہ زیادہ مناسب ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں تو انہیں ایذا نہ دی جائے۔ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے

۶۰ لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

۲۶۶۷ اگر منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے

منافقوں اور دروغ گو کی سزا۔

وہ پاک لوگ خود نبی ہوں یا ان کے ساتھی سب ایک حکم میں ہیں۔ جو لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم پر اور ائمہ اور مجددین پر ناپاک تہمتیں لگاتے ہیں وہ غور کریں +

۲۶۶۲ یدنین۔ دَنُوّ کے معنی ہیں قریب ہوا اور اَدْنٰی کے معنی ہیں دوسری چیز کو قریب کیا اور یہاں چادروں کے قریب کرنے سے مراد اوڑھنا ہے۔ جلابیب۔ جلباب کی جمع ہے۔ جلب سے جس کے معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ چلانا ہیں۔ اور جلباب قمیص کو کہتے ہیں۔ اور جلباب ایک کپڑے کو کہتے ہیں جو خمار یعنی اوڑھنی سے بڑا ہوتا ہے جس کے ساتھ عورت اپنے سر اور سینہ کو ڈھانکتی ہے اور یہاں جلباب سے مراد خمار یعنی اوڑھنی ہے (ل)۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر ایک وہ لباس ہے جو ستر کا کام دے یا کپڑوں کے اوپر پہنا جائے (جیسے اوورکوٹ) اور انصار کی عورتیں سیاہ لباس اوپر سے پہنتی تھیں (ل) +

ادناء
جلباب

پردہ یا زینت کو ڈھانکنے کا ایک حکم سورۂ نور میں گزر چکا ہے ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن (النور ۲۴ - ۳۱) یعنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں اور ایک حکم یہاں ہے کہ جلباب اوڑھ لیں۔ سورۂ نور کا نزول بھی پانچویں سال ہجرت کا ہے اور اس سورت کا نزول بھی پانچویں سال ہجرت میں ہی شروع ہوا۔ اسلئے غور طلب یہ ہے کہ ان دونوں حکموں میں سے پہلے کونسا حکم نازل ہوا ظاہر ہے کہ اگر سورۂ نور کا حکم پہلے نازل ہو چکا ہوتا تو پھر اس حکم کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہاں یہ ذکر ہے کہ مسلمان بیبیاں چادریں اوڑھ لیا کریں تاکہ پہچان لی جائیں لیکن اگر وہ پہلے ہی چادریں اوڑھتی ہوتیں تو انہیں سے پہچان لی جاتیں پس یہ الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ پہلے یہ حکم نازل ہوا ہے اور اس کی غرض صرف اسی قدر تھی کہ مسلمان بیبیوں کو شہر کے بدمعاش تکلیف نہ دیں۔ کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ لونڈیاں اور آزاد عورتیں رات کو جب قضائے حاجت کے لئے باہر نکلتیں تو بعض بدمعاش رستوں پر بیٹھے رہتے اور عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے اور پھر عذر کر دیتے کہ ہم نے اس بی بی کو لونڈی خیال کیا تھا۔ تو پس یہ ایک امتیازی نشان قرار دیا گیا جس سے شریف عورتیں پہچانی جا سکیں۔ اور کوئی ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ پس اصل یہ ہے کہ سب سے پہلے حکم حجاب نازل ہوا دیکھو ۲۶۹۷ اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا جیسا کہ بخاری میں حضرت سودہ کے باہر نکلنے کا قصہ میں ہے بعد ما ضرب الحجاب اور چونکہ چھیڑ چھاڑ ایک عارضی بات تھی اسلئے مستقل حکم سورۂ نور میں دیا کہ عورتیں زینت کو چھپا کر باہر نکلا کریں اور چادریں اوپر ڈال لیا کریں پس جلباب اور خمار سے ایک ہی مراد ہے جیسا کہ لسان العرب میں بھی ہے۔ اور اس جلباب کی غرض انہی مقامات کو ڈھانکنا ہے جن کی تشریح سورۂ نور میں ہے دیکھو ۲۳۲۲ اور اس موقعہ پر ابن جریر میں دونوں قسم کے قول منقول ہیں ایک یہ کہ جلباب سے منہ بھی ڈھانکا جاتا تھا اور صرف ایک آنکھ کھلی چھوڑی جاتی تھی اور دوسرا یہ کہ جلباب صرف پیشانی پر باندھی جاتی تھی۔ اور اس دوسرے قول کی تائید چونکہ سورۂ نور سے ہوتی ہے اسلئے یہی معنی مراد ہیں +

پردہ کا پہلا حکم اور اسکی غرض۔

وَالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ۖۛ

اور مدینہ میں بری خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم تجھے ان کے خلاف اٹھائینگے پھر وہ اس (شہر) میں تیرے ساتھ نہ رہنا پائینگے مگر تھوڑا [۲۶۷۳]

مَّلْعُوْنِیْنَ ۚۛ اَیْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا ۶۱ ۶۲

پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں پائے جائینگے پکڑے جائینگے اور خوب قتل کئے جائینگے (ایسا ہی) اللہ کا قانون ان میں رہا ہے جو پہلے گذر چکے۔

مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۝ یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ ۶۳

اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہ پائے گا لوگ تجھ سے (موعود گھڑی) کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہدے

اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ ۶۴

اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اور تجھے کیا معلوم ہے کہ شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو اللہ نے

لَعَنَ الْكٰفِرِیْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِیْرًا ۝ۙ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا ۶۵

کافروں پر لعنت کی ہے اور انکے لئے جلتی ہوئی آگ تیار کی ہے ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ کوئی دوست نہ پائیں گے

وَّ لَا نَصِیْرًا ۝ۚ یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ ۶۶

اور نہ کوئی مددگار (پائینگے) جس دن ان کے مونہہ آگ میں الٹائے جائیں گے کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور

اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا ۶۷

ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی سو انہوں نے ہمیں رستے سے گمراہ کر دیا

رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا ۝ ۶۸

اے ہمارے رب انہیں دوچند عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت کر

ارجاف۔ مرجف — ۲۶۷۳ مرجفون۔ دیکھو ۱۱۱۳ اور مرجفون سے مراد وہ لوگ ہیں جو جھوٹی خبریں پھیلا کر لوگوں میں اضطراب پیدا کرتے تھے۔ اور جب لوگ بری خبروں اور فساد کی باتوں کے ذکر میں لگ جائیں تو کہا جاتا ہے اَرْجَفَ الْقَوْمُ (ل)۔

اِغراء — نغرینك۔ غِراء وہ ہے جس سے کسی چیز کو دوسری سے چپکایا جاتا ہے اور اِغراء کے معنی برانگیختہ کرنا ہیں فاغرینا بینهم العداوة (المائدۃ ۱۴) (غ)۔

اس آیت میں انہی لوگوں کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلعم اور مومنوں کے متعلق ایذاء دہ باتیں کرتے تھے۔ ان کے متعلق یہاں صریح پیشگوئی ہے کہ آخر کار یہ یا تو ان باتوں سے رک جائینگے ورنہ مدینہ سے نکال دیئے جائینگے۔

ع ۵ — منافق اور کافر خائن ہیں

۶۹ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے موسیٰ کو ایذا دی سو اللہ نے اسے اس سے بری کیا جو وہ کہتے تھے

۷۰ وَكَانَ عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا ○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا

اور وہ اللہ کے نزدیک مرتبے والا تھا ۲۶۷۴ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو اور سیدھی بات

۷۱ سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

کہو وہ تمہارے لئے تمہارے عملوں کی اصلاح کر دیگا اور تمہارے گناہ تمہیں بخش دیگا اور جس نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی

۷۲ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ○ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ

اس نے بڑی بھاری کامیابی حاصل کی ۲۶۷۵ ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا

فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ○

تو انہوں نے انکار کیا کہ اس کا بوجھ اٹھائیں اور اس سے ڈرے اور انسان نے اسکا بوجھ اٹھا لیا بیشک وہ بڑا ظلم کرنیوالا بڑا جاہل ہے ۲۶۷۶

حضرت موسیٰ کی بریت کے ذکر میں آنحضرت کے متعلق ان ناپاک قصوں کی تردید جو زینب کے نکاح کے متعلق مشہور کیے گئے ہیں۔

۲۶۷۴ بخاری میں حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کے ایذا دینے کا قصہ یوں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ لوگوں سے شرم کی وجہ سے اپنے جسم کو بہت چھپایا کرتے تھے تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ موسیٰ کو برص کی بیماری ہے یا کوئی اور بیماری ہے جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے سامنے ننگے نہیں ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے جب ان کی بریت کا ارادہ کیا تو یوں ہوا کہ ایک دن حضرت موسیٰ تنہائی میں ننگے نہا رہے تھے اور کپڑے ایک پتھر پر رکھے ہوئے تھے تو پتھر کپڑے لیکر بھاگا تب حضرت موسیٰ اسکے پیچھے پیچھے بھاگے یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے لوگوں کے سامنے آ گئے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ آپ کو ایسی کوئی بیماری نہیں اور حضرت موسیٰ نے اپنے کپڑے لے لئے اور پتھر کو مارنا شروع کیا اس میں شک نہیں کہ یہ بخاری کی حدیث ہے مگر بخاری کتاب اللہ نہیں اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا ایک ایک حرف واقعی رسول اللہ صلعم کے منہ سے نکلا ہوا ہے اور اسلئے اس کے ہر ایک لفظ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ممکن ہے یہ روایت ہی غلط ہو یا رسول اللہ صلعم کے الفاظ پورے طور پر محفوظ نہ رہے ہوں۔ اور حضرت علی سے روایت ہے کہ موسیٰ کا یہ ایذا دینا آپ پر ہارون کے قتل کا الزام دینا تھا (ث) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ پر نعوذ باللہ زنا کا الزام لگایا گیا تھا (د) اور اس آخری روایت کے مطابق۔ بائبل (گنتی ۱۲: ۱) میں ہے کہ حضرت موسیٰ کی بہن نے ان پر ان کی کوشی بی بی کے متعلق کچھ الزام لگایا تھا۔ اور اس آیت کے شان نزول میں لکھا ہے کہ یہ زینب کے نکاح کے قصہ میں نازل ہوئی (زر) تو یہ بات بھی بائبل کے بیان کی مؤید ہے اور حق بھی یہی ہے کہ حضرت موسیٰ کا ذکر یہاں قطعاً اصل مقصود نہیں بلکہ بتانا یہ ہے کہ نبی صلعم پر اسی طرح کا الزام لگایا گیا۔ اور اس میں کچھ شک معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت زینب کے متعلق جو بعض قصے روایات میں آ گئے ہیں یہ منافقوں نے بنا کر مشہور کئے اور یہی وہ روایت ہے جس کی طرف یہاں اشارہ ہے اور یوں قرآن کریم نے ان ناپاک قصوں کی تردید کی ہے +

۲۶۷۵ کاش مسلمان ان آیات پر غور کریں۔ مسلمانوں کی کامیابی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہے دوسری قوموں کی نقل سے کچھ نہیں بنے گا +

حمل امانت سے مراد

۲۶۷۶ یحملنہا۔ حملہا الانسان۔ زجاج کا قول ہے کہ یہاں یحملنہا کے معنی ہیں اس میں خیانت کریں اور امانت یہاں وہ فرائض ہیں

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ ۷۳

تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے اور (تاکہ) اللہ مومن

اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۠

مردوں اور مومن عورتوں پر رجوع برحمت کرے اور اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے ۲۶۷۷

جو اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے مقرر کئے ہیں اور طاعت اور معصیت اور اسی طرح تفسیر میں آیا ہے اور انسان اس جگہ کافر اور منافق ہے اور ابو اسحاق اس آیت کے متعلق کہتے ہیں کہ حقیقت اس کی یہ ہے واللہ اعلم کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو وہ امانت دی ہے جو ان پر اپنی طاعت سے فرض کیا ہے اور آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کو بھی امانت دی ہے جیسا کہ فرمایا ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین (حٰمٓ السجدۃ۔ ۱۱) سو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ آسمان اور زمین نے امانت کو نہیں اُٹھایا یعنی اسے ادا کیا اور ہر شخص جو امانت میں خیانت کرتا ہے وہ امانت کو اُٹھاتا ہے جس طرح گناہ کرے تو کہتے ہیں حَمَلَ الاثم ...... اور آسمانوں اور زمین نے انکار کیا کہ امانت کا بوجھ اُٹھائیں اور اس امانت کو ادا کیا اور اس کا ادا کرنا اللہ کی طاعت ہے اس میں جو انہیں حکم دیا اور اس پر عمل کرنا اور معصیت کا ترک کرنا اور حملها الانسان میں حسن کہتے ہیں کافر اور منافق مراد ہے انہوں نے امانت کا بوجھ اپنے اوپر لیا یعنی اس میں خیانت کی اور طاعت نہ کی اور یہ معنی واللہ اعلم صحیح ہیں اور جو کوئی انبیاء اور صدیقوں اور مومنوں میں سے اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو اسے ظلوم جہول نہیں کہا جاتا اور اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے جو آگے آتا ہے لیعذب اللہ المنافقین۔ ابو منصور کہتے ہیں اور کسی نے آیت کی یہ تفسیر نہیں کی جو ابو اسحاق نے کی ہے اور شاعر کے قول سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حمل امانت سے مراد اس کی خیانت اور ادا نہ کرنا ہے اذا انت لم تبرح تُؤَدِّی امانۃ۔ وتحمل اُخری افرحتک الودائع جہاں تحمل اخری سے مراد ہے اس میں خیانت کرتا ہے اور اسے ادا نہیں کرتا دل، اور بعض نے حمل امانت سے مراد فرائض انسانی کا اختیار کرنا لیکر ظلوم سے مراد لی ہے کہ باوجود ضعف کے اس امانت کو لے گیا۔ اور یہ اپنے نفس پر ظلم تھا۔ اور جہول سے مراد لی ہے کہ عاقبت کو نہ سوچا مگر اس میں بُعد ہے اور سیاق مضمون پہلے معنے کو ہی چاہتا ہے +

۲۶۷۷ اس میں بتایا کہ عذاب درحقیقت اسی خیانت کا نتیجہ ہے جو انسان کرتا ہے یعنی جب وہ ان قوے کو جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیئے ہیں ٹھیک طور پر استعمال نہیں کرتا تو اس کا نتیجہ دکھ ہوتا ہے +

سورة السبأ مكية وهي اربع وخمسون آية وست ركوعات

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ الحمد لله الذي له ما في السموت وما في الارض وله الحمد في الاخرة

سب تعریف اللہ کیلئے ہو جس کیلئے وہ سب کچھ ہو جو آسمانوں میں ہو اور جو زمین میں ہو اور اسی کیلئے آخرت میں تعریف ہو

ع ۹ — نتائج اعمال حق ہیں

۲ وهو الحكيم الخبير ۝ يعلم ما يلج في الارض وما يخرج منها

اور وہ حکمت والا خبردار ہے وہ جانتا ہو جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہو اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے

نام — اس سورت کا نام السبا ہو اور اس میں چھ رکوع اور ۵۴ آیتیں ہیں۔ سبا کی قوم ملک یمن میں رہتی تھی اور ان کی تباہی کا واقعہ آنحضرت صلعم کے زمانہ سے قریب ترین تھا یعنی یہ پہلی یا دوسری صدی عیسوی کا واقعہ ہو اور یوں بھی ان کا مسکن حجاز کے بالکل قریب تھا۔ اور قریش کی یمن میں اغراض تجارت کیلئے آمد و رفت بھی بہت تھی پس مکان اور زمانہ ہر دو کے لحاظ سے یہ واقعہ بہت قریب کا تھا اور اس کی طرف خصوصیت سے قریش کو اور پھر مسلمانوں کو توجہ دلائی ہو کہ نعمتوں کے بعد ناشکری پر اللہ تعالیٰ اظہار ناپسندیدگی بھی فرمایا کرتا ہے

خلاصہ مضمون — سب سے پہلے رکوع میں بتایا کہ نتائج اعمال حق ہیں۔ اچھے کاموں کا نتیجہ عزت اور راحت ہو برے کاموں کا نتیجہ ذلت اور دکھ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا اٹل قانون ہو۔ اور قوموں کی عزت و ذلت میں ان کے عروج اور بربادی میں یہی کام کرتا ہو دوسرے رکوع میں بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر اس کے اعمال حسنہ کی وجہ سے انعام کرتا ہو پھر وہ قوم ناشکری کرتی ہے تو وہ بھی اس ناشکری کی سزا پاتی ہو اور مثال کے طور پر پہلے داؤد و سلیمان کے ماتحت بنی اسرائیل کے غلبہ کا اور پھر سلیمان کے بعد ان کے زوال کا ذکر کیا اور ایسا ہی کر دوبارہ قوم سبا پر انعامات اور سلب انعام کا ذکر کیا تیسرے رکوع میں بتایا کہ مومنوں کا کفار سے مقابلہ ہوگا اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی نصرت ملیگی اور وہ غالب آئینگے چوتھے رکوع میں مخالفت کا ذکر کیا کہ ایک سرگروہ ہیں جو حق کی مخالفت کیلئے لوگوں کو اکساتے ہیں اور دوسرے بغیر سوچے سمجھے ان کی پیروی کرتے ہیں پانچویں رکوع میں بتایا کہ کثرت مال جس پر انسان بھول جاتا ہو کوئی فخر کا مقام نہیں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں سے پہلی قوموں کو اس قدر حصہ دیا کہ کفار قریش ان کے مقابل پر مال دنیا کی کثرت کے لحاظ سے کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ اور آخری رکوع میں سورت کو یہ بتا کر ختم کیا کہ حق کا آنا بیفائدہ نہیں وہ غالب آکر رہے گا۔

تعلق — جب پچھلی سورتوں میں اسلام کے غلبہ کی پیشگوئیاں کیں اور آخر سورۂ احزاب میں دکھا بھی دیا کہ اسلام کو کفر کی کوئی طاقت تباہ نہیں کر سکی تو اب ایک ایسی سورت اس کے بعد رکھی ہو جس میں یہ بتایا ہو کہ یہ انعام جو مسلمانوں پر ہوا محض ان کے اعمال کے لحاظ سے ہوا اگر نعمت کے ملنے پر انہوں نے ناشکری کی تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو ان سے پہلے قوموں کا ہوا۔

زمانہ نزول — یہ سورت بالاجماع مکی ہو۔ اس کے زمانہ نزول کی تعیین مشکل ہو لیکن نفس مضمون کے لحاظ سے گو بہت ابتدائی سورتوں میں سے نہیں مگر بہت پچھلے زمانہ کی بھی نہیں۔

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ ۳

اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ رحم کرنیوالا بخشنے والا ہے ۲۶۷۸ اور جو کافر ہیں

كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ

وہ کہتے ہیں وہ گھڑی ہم پر نہیں آئیگی کہو ہاں میرے رب کی قسم (جو) غیب کا جاننے والا ہے) وہ ضرور تم پر آکر رہیگی اس سے ایک ذرہ

عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ

کے وزن کے برابر غائب نہیں رہتا (نہ) آسمان میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹا اور

وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ ۴

نہ بڑا مگر سب کچھ ایک بیان کردینے والی کتاب میں ہے تاکہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کیلئے

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ ۵

مغفرت اور عزت والا رزق ہے اور جو لوگ ہماری آیتوں کے بارہ میں کوشش کرتے ہیں خیال کرتے ہوئے کہ ہمیں، عاجز کر دیں گے انہیں

عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ ۝ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ ۶

سخت قسم کا دردناک عذاب ہے اور وہ جنہیں علم دیا گیا ہے جانتے ہیں کہ وہ جو تیری طرف تیرے رب کیطرف سے اُتارا

رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ ۷

گیا وہی سچ ہے اور وہ غالب تعریف کئے گئے (اللہ) کے رستے کیطرف ہدایت دیتا ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کیا ہم

نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝

تمہیں ایک آدمی بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو کر بالکل پراگندہ ہو جاؤ گے تو پھر تم ایک نئی پیدایش میں آؤ گے ۲۶۷۹

۲۶۷۸ اس میں بتے جسمانی اور روحانی قوانین کی طرف توجہ دلائی ہے زمین میں داخل ہونے والی چیز پانی ہے اور اس سے نکلنے والی سبزی اور روئیدگی ہے۔یہ تو جسمانی قانون ہے اور اس کے مقابل پر روحانی قانون یہ ہے کہ آسمان سے وحی اترتی ہے جو پانی کے مشابہ ہے اور اس میں چڑھنے والی چیز عمل ہے اور انہی نتائج اعمال کے حق ہونے کیطرف ہی اس رکوع میں توجہ دلائی ہے +

۲۶۷۹ مزقتم۔مزاق کپڑے وغیرہ کے پھاڑنے کو کہا جاتا ہے۔اور کسریٰ کو خط لکھنے کی حدیث میں آتا ہے لما مزقه دعا علیہم ان یمزقوا کل ممزق۔اور تمزیق کے معنی پھاڑنا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہیں اور ان کی تمزیق سے مراد ان کی پراگندگی اور زوال ملک ہے (ل) +

مزاق۔تمزیق

۸ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي

اس نے اللہ پر جھوٹ بنایا ہے یا اسے جنون ہے بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ

۹ الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ○ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ

عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں کیا وہ اس پر غور نہیں کرتے جو ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے آسمان اور

وَالْأَرْضِ ۚ إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ

زمین سے ہے اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں نابود کر دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں

۱۰ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ○ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يَا جِبَالُ

ع ۲ (۱۲) — انعام کے بعد ناشکری پر سزا

یقیناً اس میں ہر ایک رجوع کرنے والے بندہ کیلئے نشان ہے[۲۶۸۰] اور داؤد کو ہم نے اپنی جناب سے بزرگی دی اے پہاڑو

۱۱ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۖ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ ○ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ

اسکے ساتھ تسبیح کرو اور پرندوں کو (انکے کام میں لگایا) اور ہم نے اس کیلئے لوہے کو نرم کر دیا[۲۶۸۱] کہ فراخ زرہیں بنا اور (ان کے) بنانے میں اندازہ

فِي السَّرْدِ ۖ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○

نگاہ رکھ اور اچھے عمل کرو جو تم کرتے ہو میں اسے دیکھتا ہوں[۲۶۸۲]

۲۶۷۹ مراد یہ ہے کہ زمینی یا آسمانی عذاب سے ہلاک کر دیں دیکھو م[۱۸۴۴] +

أَوِّب — **۲۶۸۱** اوّبی۔ اَوْب کے لئے دیکھو م[۳۸۵] اور اَوَّبَ اور اَابَ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی رَجَعَ یا لوٹا۔ اور یہاں اوّبی کے معنی ہیں سَبِّحِي

ایاب۔ اوبۃ — یعنی تسبیح کرو یا تسبیح کو لوٹاؤ۔ اور اِیَاب کے معنی بھی رجوع ہیں ان الینا ایابھم (الغاشیۃ ۸۸۔ ۲۵) اور اَوْبَۃ بمعنی رجوع توبۃ کی

اوّاب — طرح ہے اور اَوَّاب اللہ تعالیٰ کی طرف بکثرت رجوع کرنے والا ہے یا تسبیح کرنے والا یا فرمانبردار یا وہ جو توبہ اور طاعت کی طرف

لوٹ لوٹ کر آتا ہے داؤد ذاالاید انہ اواب (صٓ ۳۸۔ ۱۷) (ل) +

اَلَانَ — النا۔ لِيْن سے ہے۔ لَانَ کے معنی ہیں نرم ہوا اور اَلَانَ کے معنی وہی ہیں جو لَيَّنَ کے ہیں یعنی اسے نرم کیا +

بنی اسرائیل کی شوکت — بنی اسرائیل پر جو انعام ظاہری ہوا یعنی حکومت اور بادشاہت وہ اپنے کمال کو داؤد اور سلیمان میں پہنچا اسلئے یہاں انہیں دو کا ذکر کیا ہے۔ اصل غرض تو قوم سبا کا ذکر ہے لیکن چونکہ سبا کی بڑائی اور عظمت کا زمانہ حضرت سلیمان سے تعلق رکھتا ہے اسلئے تمہیداً پہلے داؤد اور سلیمان کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انعام دیتا ہے اور اس کے بعد قومیں ظلم اور زیادتی کرتی ہیں تو پھر ان کی پاداش بھی ملتی ہے۔ پہاڑوں کی تسبیح اور پرندوں کی تسخیر اور زرہوں کے بنانے کے لئے دیکھو م[۲۱۴۳] اور لوہے کے نرم کرنے سے کیا غرض ہے یہ آگے خود بتا دیا یعنی یہ کہ زرہیں بناؤ۔ اور لوہے کے نرم ہونے سے ہی چیزیں بن سکتی ہیں +

سابغ — **۲۶۸۲** سابغات۔ سابغۃ کی جمع ہے اور دِرْعٌ سَابِغٌ کامل فراخ زرہ کو کہتے ہیں (غ) دیکھو م[۲۶۰۸] +

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَ

اور سلیمان کیلئے ہوا کو (کام میں لگا دیا) اس کا صبح کا جانا ایک ماہ (کا سفر) تھا اور اسکا شام کو آنا ایک ماہ (کا سفر) اور ہم نے اس کیلئے تانبہ کا چشمہ بہا دیا۔

مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ

جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے کام کرتے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرتا ہم اسے

مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ ۱۳

جلتی ہوئی آگ کا عذاب چکھاتے ۲۶۸۳ وہ اس کیلئے جو وہ چاہتا تھا بناتے تھے (یعنی) مسجدیں اور مجسمے اور بڑے بڑے لگن

كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝

جیسے تالاب اور ایک جگہ دھری رہنے والی دیگیں۔ اے آل داؤد شکر کرتے ہوئے عمل کرو اور میرے بندوں میں سے تھوڑے شکرگزار ہیں ۲۶۸۴

سرد: سرد ایک چیز کو دوسری کے پیچھے لانا ہے اسی سے کہا جاتا ہے سردا الحدیث اور آنحضرت صلعم کے کلام کی صفت میں ہے لم یکن یسرد الحدیث سردا یعنی ایک بات کو دوسری کے پیچھے جلد جلد نہ لاتے تھے اور سرد کے معنی سوراخ کرنا بھی آتے ہیں اور حلقوں کا ایک دوسرے میں داخل کرنا جیسے زرہ کے بنانے میں (ل)۔

حضرت داؤد کے ذکر میں دوسری جگہ ہے وعلمنٰہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم (الانبیاء ۲۱: ۸۰) اور یہاں بھی سابغات سے مراد فراخ زرہیں ہیں۔ اور قدر فی السرد سے مراد عموماً یہ لی گئی ہے کہ زرہ کے حلقوں کو مناسب اندازہ سے بنا، مگر ایک قول یہ ہے کہ زرہ کے بنانے میں اندازہ سے وقت صرف کر اور سارا وقت اس میں صرف نہ کر (ر) اور یہی معنی سیاق کے مطابق ہیں کیونکہ آگے آتا ہے واعملوا صالحا مطلب یہ ہے کہ نبی کا کام نہیں کہ سارا زور جنگ پر صرف کر دے وہ ایک ضرورت وقتی ہے اور اصل غرض اعمال صالحہ ہیں۔

سیل۔ اسالۃ
عین القطر

۲۶۸۳ اسلنا۔ سیل۔ پانی کے سیلاب کو کہتے ہیں سیل العرم (۱۶) اور سال الشئ کے معنی ہیں ایک چیز بہ گئی اور اسلتہ کے معنی ہیں میں نے اسے بہا دیا اور اسالۃ فی الحقیقت قطر کی وہ حالت ہے جو پگھلنے کے بعد حاصل ہوتی ہے (رغ) اور عین القطر سے مراد اصل میں تانبے کی کان ہے (ر) اور بہانا اسلئے کہا کہ تانبا پگھلا کر کام میں لایا جاتا تھا۔

حضرت سلیمان کیلئے تسخیر ہوا

حضرت سلیمان کیلئے تسخیر ہوا پر دیکھو ۲۱:۸۱۔ صبح اور شام کے آنے جانے کو شہر کہا ہے یعنی ایک ماہ کا سفر اور مطلب یہ لیا گیا ہے کہ صبح کے وقت اتنی دور پہنچا دیتی تھی کہ ایک مہینہ میں آدمی سفر کر سکے۔ اور اگر اس سے جہازوں کا چلنا مراد لیا جائے جو ہوا سے ہی چلتے تھے تو مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ صبح کے وقت روانہ ہوتے ہوئے شام تک اتنا سفر کر لیتے تھے جس قدر ایک ماہ میں کیا جاتا اور ایسا ہی شام کے وقت چلے ہوئے صبح تک اتنا ہی کام کر لیتے۔ اور یا مطلب غدوھا سے ان کی کسی ملک کی طرف روانگی ہے اور رواح سے مراد ان کی واپسی جس طرح چار پایوں کے شام کو گھر آنے کو اراحۃ کہا جاتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ تک کے سفر آپ کے جہاز جاتے تھے اور جنوں سے مراد وہی لوگ ہیں جنہیں دوسری جگہ شیاطین کہا ہے دیکھو ۲۱:۸۲ اور نذقہ من عذاب السعیر میں مراد بعض نے عذاب اخروی لیا ہے اور بعض نے دنیا میں سزا دینا (د) اور جن معاملات میں تیز اور زور دار انسان کو بھی کہا جاتا ہے ۱:۱۵۱۔

محراب

۲۶۸۴ محاریب۔ محراب کی جمع ہے جس کیلئے دیکھو ۳:۱۲ اور بنی اسرائیل کے محاریب ان کی مسجدیں تھیں جن میں وہ بیٹھتے تھے یا نماز

۱۴ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ

سو جب ہم نے اس پر موت کا حکم صادر کیا تو انہیں اس کی موت کا پتہ کسی چیز نے نہ دیا مگر ایک زمین کے کیڑے نے جو اس کے عصا کو کھا گیا سو جب وہ گر گیا

تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝

جنوں پر واضح ہو گیا کہ اگر وہ غیب جانتے تو رسوا کرنے والے دکھ میں نہ رہتے ۲۶۸۵

کیلئے جمع ہوتے تھے اور فخرج علیٰ قومہ من المحراب (مریم ۱۹: ۱۱) میں مسجد بھی مراد لی گئی ہے اور محراب بمعنی قصر یا محل بھی آتا ہے اور کہا گیا ہے کہ محراب وہ جگہ ہے جہاں بادشاہ لوگوں سے دور ہو کر الگ ہوتا ہے اور مسجد کے محراب کو بھی محراب اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس میں امام لوگوں سے الگ ہوتا ہے (ل)۔

جفان۔ جَفْنَةٌ کی جمع ہے کھانے کے برتن سے مخصوص ہے اور جَفْن (جمع اَجْفَان) پلک کو کہتے ہیں (غ)۔ — جفنۃ

قدور۔ قِدْرٌ کی جمع ہے جس میں گوشت پکایا جاتا ہے (غ) یعنی ہنڈی۔ — قدر

تماثیل یا مجسمے جو سلیمان کے لئے بنائے گئے بعض کے نزدیک حیوانات کے تھے بعض کے نزدیک فرشتوں اور انسانوں کے اور بائبل میں ہے "اس نے پاک ترین مکان میں دو کروبیوں کو تراش کر بنایا" (۲ تواریخ ۳: ۱۰) "اور گرداگرد اس کے نیچے بیلوں کی صورتیں تھیں" اور "حورام نے برتن اور پھاوڑے اور کٹورے بنائے" (۲ تواریخ ۴: ۳ و ۱۱) کہا گیا ہے کہ اس شریعت میں تصاویر وغیرہ کا بنانا جائز تھا مگر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایسی باتوں کے جواز یا عدم جواز کا انحصار نیات پر ہے۔ — حضرت سلیمانؑ کے مجسمے

اعملوا آل داؤد شکرا میں شکرا کو بعض نے مفعول لہٗ قرار دیا ہے یعنی شکر کے لئے عمل کرو نہ امید و بیم کے لئے اور بعض نے مفعول مطلق کیونکہ شکر بھی ایک نوع عمل ہے اور شکرا حال ہے اور مراد ہے شاکرین۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان باوجود بادشاہت کے جو کی روٹی کھاتے تھے اور موٹا پہنتے تھے۔

۲۶۸۵ منسأۃ۔ نَسْءٌ سے ہے جس کے معنی ہیں پیچھے ڈال دینا دیکھو ۱۲۹۰ اور منسأۃ عصا کو کہتے ہیں اسلئے کہ اس سے چیز کو پیچھے کر دیا جاتا ہے (غ)۔ — منسأۃ

مفسرین نے یہاں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کی جب وفات قریب آئی تو انہوں نے دعا کی کہ میری موت کا علم جنوں کو نہ ہو تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جن علم غیب نہیں جانتے جیسا کہ انہیں دعویٰ تھا چنانچہ آپ ایک عصا کا سہارا لئے کھڑے ہوئے حالت عبادت میں فوت ہو گئے اور اسی طرح ایک سال کھڑے رہے یہانتک کہ دیمک نے عصا کو کھا لیا تب آپ گر پڑے اس قصہ کی کوئی اصلیت توریت میں نہیں ہے اور گو ابن جریر نے اسے حدیث مرفوع کے طور پر بیان کیا ہے مگر ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس کی صحت میں نظر ہے اور اسے غریب اور منکر کہا ہے اور جنوں کو تو علم غیب کا دعویٰ تھا مگر کیا اس زمانہ میں انسانوں کو بھی سمجھ نہ آتا تھا کہ حضرت سلیمان نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ پیشاب پاخانہ کے محتاج ہیں پھر اس عرصہ میں امور سلطنت کس طرح طے پاتے تھے حضرت سلیمان بادشاہ تھے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت ان پر فرض تھی امور سلطنت کو سرانجام دینا بھی ان کے ذمہ تھا پھر عصا کے سہارے سے لاش کا کھڑا رہنا بھی قیاس میں نہیں آ سکتا سوائے اس کے کہ اسے بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی نعش مبارک کا ایک معجزہ بنا لیا جائے اور ایک نبی کی لاش کی یہ بے حرمتی ہے کہ ایک سال تک وہ دفن بھی نہ ہو۔ اور بظاہر یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس مضمون کا یہاں کیا تعلق ہے اگر ایسا ہوا بھی تو اس کو اس موقعہ پر بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت سلیمان پر اپنی نعمتوں کے ذکر کے بعد بتانا تو یہ چاہئے تھا جیسا آگے سبا کے ذکر میں بتایا ہے کہ جب پچھلے لوگوں نے ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے وہ نعمتیں چھین لیں جن غیب جانتے تھے یا نہ جانتے تھے — حضرت سلیمان کے عصا کو دیمک کے کھانے کا قصہ — سلیمان کی سلطنت کا انکے بیٹے کے ہاتھ سے تباہ ہونا

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ ۱۵

سبا کیلئے انکی سکونت کی جگہ میں ایک نشان تھا ۔ دو باغ دائیں اور بائیں تھے اپنے رب کے رزق سے کھاؤ

وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ ۱۶

اور اسکا شکر کرو اچھا شہر ہے اور بخشنے والا رب ہے ۲۶۸۶ تو انہوں نے منہ پھیر لیا سو ہم نے انپر زور کا سیلاب

الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ

بھیجا اور انکے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ بدل دیئے جن میں تلخ میوے اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی

قَلِيْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝ ۱۷

بیریاں تھیں ۲۶۸۷ یہ سزا ہم نے انہیں دی اسلئے کہ انہوں نے ناشکری کی اور ہم ناشکر گزار کو ہی سزا دیتے ہیں

اسکا یہاں آنا تعلق ہوا اور جنّوں کے سلیمان کے ماتحت ہونے ہوتے کون خیال کرسکتا تھا کہ جن علم غیب جانتے ہیں ۔ اصل بات یہ ہو کہ حضرت سلیمان کی وفات کے جلد ہی بعد اس سلطنت کی حالت خراب ہوگئی حضرت سلیمان کے بیٹے رجعام کے تخت نشین ہونے کے تھوڑی دیر بعد یربعام کی انگیخت پر بنی اسرائیل نے کچھ مطالبات پیش کئے اس وقت حضرت سلیمان کے پرانے مشیروں نے رجعام کو یہ مشورہ دیا کہ وہ قوم کو تنگ نہ کرے اور ان کے مطالبات کو قبول کرلے مگر اس نے بجائے ان مشیروں کی بات سننے کے اپنے نوجوان ساتھیوں کے کہنے پر بنی اسرائیل کے مطالبات کا سخت جواب دیا اور ان پر سختی کرنے کی ٹھانی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دس قومیں باغی ہوگئیں اور حضرت سلیمان کی سلطنت برباد ہوگئی اور رجعام کی حکومت صرف ایک چھوٹی سی شاخ پر رہ گئی (اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ غیر اسرائیلی قومیں بھی آزاد ہوگئیں) دیکھو ۱ سلاطین باب ۱۲ ۔پس دابۃ الارض یہی رجعام حضرت سلیمان کا بیٹا ہو جس کی نظر صرف زمین تک محدود تھی اور سلیمان کے عصا کا کھایا جانا اس کی سلطنت کی بربادی ہو ۔ اور جنّ سے مراد غیر قومیں ہیں جنہوں نے ابتک بنی اسرائیل کی ماتحتی کا جوا اٹھایا ہوا تھا ۔

سبا — **۲۶۸۶** سبا کے لئے دیکھو ۲۴۶۳ اور یہاں مراد اس سے وہ قبائل ہیں جو سبا کی نسل سے تھے ۔ اور دائیں اور بائیں باغوں سے مراد یہ ہو کہ دائیں طرف بھی باغ ہی باغ تھے اور بائیں طرف بھی جیسا کہ قتادہ سے مروی ہو (ر) اور شہر کو طیب بلحاظ اس کی اعلیٰ درجہ کی آب و ہوا کے کہا ہو ۔ چونکہ سبا کا تعلق سلیمان سے بھی تھا اسلئے اس ذکر کے بعد اس ذکر کو شروع کیا ہو ۔

عرم — **۲۶۸۷** عرم ۔ عُرام شدت اور کثرت کو کہتے ہیں اور رجل عارِمٌ خبیث اور شریر آدمی کو ۔ اور عَرِم بند کو کہا جاتا ہو اور ان رکاوٹوں کو جو وادی کے درمیان میں بنائی جاتی ہیں تاکہ پانی روکا جائے اور عَرِم اس سیلاب کو کہتے ہیں جس کے سامنے کچھ ٹھہر نہ سکے اور سخت بارش کو بھی کہتے ہیں (ل) ۔

خمط — خمط ایک درخت ہو جس کا کانٹا نہیں یا اراک یعنی پیلو اور خَمْطَۃ شراب کو کہا جاتا ہو جب تلخ ہو (غ) اور زجاج کا قول ہو کہ ہر ایک سبزی کو کہا جاتا ہو جس کا مزہ تلخ ہو اور فراء کا قول ہو کہ پیلو کے پھل کو خمط کہتے ہیں (ل) ۔

اثل — اثل ۔ اَثْلَۃ کسی چیز کا اس کا اصل ہو ۔ اور اَثْل ایک درخت ہو جو طَرْفاء (جھاؤ) سے ملتا جلتا ہو مگر اس سے بڑا اور اچھا ہوتا ہو اسی سے نبی کریم صلعم کا منبر بنایا گیا تھا (ل) ۔

مارب کے بند کا ٹوٹنا — اس قوم نے ایک بڑا بند لگا کر پہاڑوں کے پانی کا ذخیرہ بنایا ہوا تھا جس پر ان کی خوشحالی کا دارومدار تھا ۔ مگر جب انہوں نے غفلت

۱۸ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ

اور ہم نے ان میں اور ان بستیوں میں جن میں ہم نے برکت دی تھی نظر آنے والی بستیاں بنائی تھیں اور ہم نے ان میں سفر کا اندازہ کر دیا تھا

۱۹ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ○ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا

ان میں راتوں اور دنوں کو امن سے چلو ۲۶۸۸ تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارے سفروں میں دوری ڈال دے اور اپنی جانوں پر

أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ○

ظلم کیا پس ہم نے انہیں افسانے بنا دیا اور انہیں ریزہ ریزہ کرکے بالکل پراگندہ کر دیا یقیناً اس میں ہر ایک صبر کرنے والے شکر کرنے والے کیلئے نشان ہیں ۲۶۸۹

الٰہی سے اعراض کیا تو وہی بند ڈوٹ کر ان کی تباہی کا موجب ہو گیا۔ اور باغوں کی جگہ جنگل نکل آئے۔ اس بند کا ٹوٹنا ایک تاریخی واقعہ ہے جو پہلی یا دوسری صدی عیسوی کا ہے۔ ان لوگوں کی طرف کسی نبی کے آنے کا ذکر یہاں نہیں ہے اور یہ زمانہ بھی فترت کا تھا پس ان کا اعراض ان نعمتوں سے اعراض تھا جو ان کو دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نعمتوں کی قدر نہ کرنے پر بغیر انبیاء کے آنے کے بھی عذاب آ جاتا ہے اور اگلی آیت میں انکے کفر سے مراد بھی ناشکر گزاری ہے جس پر لفظ کفور بھی شاہد ہے اور اس قوم کی تباہی کا واقعہ چونکہ قریب ترین واقعہ آنحضرت صلعم کے زمانہ سے تھا اس لئے اسکی طرف جہاں کفار کو توجہ دلائی ہے۔ مسلمانوں کو بھی توجہ دلائی ہے کہ اگر نعمتیں ملنے کے بعد ناشکر گزاری کرینگے تو مواخذہ کے نیچے بھی آئینگے اور اسکے لئے کسی نئے رسول کے بھیجنے کی ضرورت نہ ہوگی اسلئے کہ آنحضرت صلعم کو کافۃ للناس بھیجا گیا ہے دیکھو آیت ۲۸۔

ظہر۔ ظاہر

۲۶۸۸ ظاہرۃ ظَہَرَ کے معنی ہیں ایک چیز زمین کی پیٹھ پر نظر آ گئی پس وہ مخفی نہ رہی پھر اس کا استعمال ہر ایک چیز پر ہے جو آنکھ سے یا بصیرت سے نظر آ جائے ما ظہر منہا وما بطن (الانعام ۶-۱۵۲) الا مراء ظاہرا (الکہف ۱۸-۲۲) یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا (الروم ۳۰-۷) اور ظہر الفساد فی البر والبحر (الروم ۳۰-۴۱) میں ظہر سے مراد ہے بہت ہو گیا اور پھیل گیا اور نعمہ ظاہرۃ و باطنۃ (لقمٰن ۳۱-۲۰) سے مراد ہے وہ نعمتیں جن سے ہم واقف ہیں اور وہ جن سے ہم واقف نہیں (اور اس سے مراد دنیوی اور دینی نعمتیں لینا زیادہ مناسب ہے) اور قری ظاہرۃ میں ظاہر پر بھی حمل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ بعض حالتوں کے لئے ایک مثال ہے (غ) اور مفسرین نے یہاں کئی معنی کئے ہیں۔ ایک دوسرے سے اتنی قریب کہ ایک سے دوسری نظر آتی تھی یا بلند مقامات پر۔ یا مشہور بستیاں کیونکہ ھذا امر ظاہر کہتے ہیں جب مراد ہو کہ یہ بات مشہور ہے یا شہروں سے باہر چھوٹی بستیاں کیونکہ ظاہر البلد سے مراد ہوتی ہے شہر سے باہر (ل)، اور قری التی بارکنا فیہا سے مراد شام کی بستیاں ہیں بوجہ اپنے درختوں اور پھلوں کی کثرت کے اور اپنے اہل کی فراخی کے (ل)

یمن اور شام کے مابین تجارت

یہ بھی اہل سبا کا ذکر ہی ہے یمن اور شام میں بڑی بھاری تجارت تھی۔ اصل میں یہ لوگ سمندر کے رستے ہندوستان اور دیگر ممالک سے تجارت کرتے تھے اور پھر ان تمام ممالک کی اشیاء کو لا کر شام میں پہنچاتے تھے گویا تجارت کیلئے درمیانی بنکر دونوں طرف سے فائدہ اٹھاتے تھے اور تجارت سے دولت اور اسکے ساتھ آسایش میں ترقی ہوتی ہے تب لوگ دنیا میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں میور کہتا ہے کہ یہ تجارت بہت رونق پر تھی اور اس سے یہ قوم بہت دولتمند ہو گئی تھی اور لکھتا ہے کہ حضرموت سے ایلہ تک اس وقت ستر منزلیں تھیں اور وہی آج بھی موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے سامانوں سے انسان جو کچھ بناتا یا حاصل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی اسے دیتا ہے اور رات اور دن کو امن سے سفر کرنے کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قدر رستہ چلتا تھا کہ رات چلنے والوں کو بھی اس پر خطرہ نہ تھا۔

۲۶۸۹ ربنا باعد بین اسفارنا ہو سکتا ہے کہ زبان قال سے کہا اور ہو سکتا ہے کہ زبان حال سے کہا (د)، اور دوسرے معنی زیادہ

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا ۲۱

اور شیطان نے انکے بارہ میں اپنا ظن سچ کر دکھایا سو مومنوں کی ایک جماعت کے سوائے انہوں نے اس کی پیروی کی[۲۶۹۰] اور

كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ

اسے ان پر کوئی غلبہ حاصل نہ تھا مگر یہ اسلئے ہوا کہ ہم اسے جو آخرت پر ایمان لاتا ہے اس سے الگ کر دیں جو اسکے بارہ میں شک میں ہے

وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ ۲۲

اور تیرا رب ہر چیز کا نگہبان ہے کہہ ان کو بلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوائے (معبود) سمجھتے ہو

ع ۳ ۹ — مومنوں کے کفار سے نقار اور غلبہ کی خبر

لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ

وہ ایک ذرہ کے وزن کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے (نہ) آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان دونوں میں انکی کوئی شرکت ہے

وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا ۲۳

اور نہ ان میں سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کے ہاں شفاعت کوئی فائدہ نہیں دیتی مگر اس کے لئے جسکے بارے میں اجازت دے دیا یہانتک کہ جب

فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝

انکے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائیگی کہینگے کیا ہے جو تمہارے رب نے کہا ہے کہینگے حق (فرمایا ہے) اور وہ بلند (اور) بڑا ہے [۲۶۹۱]

سو وہ دن ہیں یعنی ان کی ناشکرگزاری زبان حال سے اپنی تجارت کی تباہی مانگنا تھی فجعلنٰہم احادیث یعنی ان کے قصے باقی رہ گئے اور اس قوم کا نام ونشان مٹ گیا +

صدّق

۲۶۹۰ صدق ۔ سے یہاں مراد ہے حقق یا وجد ظنہ صادقا یعنی ثابت کر دیا یا سچا پایا (ر) اور ابلیس کا ظن یہی تھا کہ انسان میرے پیچھے لگ کر اور شہوات دنیوی میں منہمک ہو کر تباہ ہو جائینگے ۔ اور اگلی آیت میں صاف بتا دیا کہ ان لوگوں پر بھی ابلیس کو سلطان یعنی تسلط حاصل نہ تھا یعنی وہ خود اسکے پیچھے لگے ورنہ شیطان کو کوئی ایسی طاقت نہیں دی گئی کہ وہ زبردستی لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لے +

شیطان کا تسلط کسی انسان پر نہیں

۲۶۹۱ اس آیت کے معنی میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں ان میں سے دو معنی سیاق کے لحاظ سے ہو سکتے ہیں یعنی ایک یہ کہ جب گھبراہٹ کے واقع ہونے اور دور ہونے کا ذکر ہے وہ قیامت کی گھبراہٹ ہے ۔ اور ماذا قال ربکم کہنے والے شفوع ہیں اور الحق کہنے والے شافع اور الحق سے مراد اذن شفاعت ہے اور دوسرے یہ کہ یہ فترت کے بعد نزول وحی کے متعلق ہے اور اس کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ جب وحی کے نزول پر ایک لمبا زمانہ گزر گیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول آنحضرت صلعم پر ہوا تو ملائکہ سا نے خیال کیا کہ قیامت آگئی ہے پھر جب ان کا خوف دور ہوا تو بعض نے کہا کہ کیا حکم ہوا ہے تو دوسروں نے کہا الحق یعنی وحی الٰہی کا نزول ہوا ہے اور ایک معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ فزع عن قلوبہم میں اس گھبراہٹ کا دور ہونا مراد ہے جو قوم کی تباہی پر پیدا ہوتی ہے یعنی قیامت وسطیٰ کے بعد اور مطلب یہ ہے کہ ان کی تباہی صرف مخالفت کی تباہی ہوگی اور آخر کار یہ لوگ حق کو پہچان لینگے +

۲۴ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى

کہو کون تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے ۔ کہو اللہ ۔ اور ہم یا تم سیدھے رستے پر

۲۵ اَوْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

یا کھلی گمراہی میں ہیں ۲۶۹۲ کہو تم سے اس کے متعلق باز پرس نہ ہوگی جو ہم نے جرم کیا ہو اور نہ ہم سے اسکے متعلق پرسش نہ ہوگی جو تم کرتے ہو

۲۶ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ○ قُلْ اَرُوْنِىَ

کہو ہمارا رب ہمیں جمع کریگا پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریگا اور وہ خوب فیصلہ کرنیوالا جاننے والا ہے ۲۶۹۳ کہو مجھے وہ دکھاؤ

۲۸ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ

جنہیں تم نے شریک بنا کر اسکے ساتھ ملا رکھا ہے ہرگز نہیں بلکہ وہی اللہ غالب حکمت والا ہے ۲۶۹۴ اور ہم نے تجھے تمام ہی

اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۲۶۹۵

۲۹ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا اگر تم سچے ہو۔

۲۶۹۲ یہ لف و نشر مرتب ہے۔ اور معنی ظاہر ہیں کہ ایک گروہ اہل توحید کا ہے اور ایک اہل شرک کا اب ظاہر ہے کہ ان میں سے ہدایت پر کون ہے اور گمراہی میں کون +

جنگوں کی پیشگوئی

۲۶۹۳ اللہ تعالیٰ کا سب کو جمع کرنا ایک تو قیامت کے دن ہے اور اسی دن سب فیصلے کھلے کھلے ہونگے لیکن جب من العذاب الادنی (السجدۃ ۳۲ ۔ ۲۱) کے وعدے کھلے کھلے قرآن شریف میں موجود ہیں جب کفار کی مسلمانوں پر چڑھائی اور ان کی شکست کا ذکر موجود ہے سیھزم الجمع ویولون الدبر (القمر ۵۴ ۔ ۴۵) اور یہاں آگے آیت ۲۹ میں سوال بھی موجود ہے متی ھذا الوعد جو وہ ہمیشہ اپنی ہلاکت کی پیشگوئیوں پر کرتے تھے تو اس جمع کرنے سے مراد بھی اسی دنیا میں جمع کرنا ہے یعنی کسی میدان میں حریفوں کے طور پر ہر دو فریق کا آنا اور یہ مسلمانوں اور کفار کی جنگوں کی طرف اشارہ ہے +

۲۶۹۴ ارونی سے مراد یہاں دلائل سے دکھانا ہے۔ اور عزیز کے لفظ میں اشارہ ہے کہ اس کا نام پھیلانے والے غالب ہونگے اور بت تمہاری کچھ بھی امداد نہ کر سکینگے +

آنحضرت کی رسالت عامہ اور ختم نبوت

۲۶۹۵ کافۃ کے لئے دیکھو ۲۶۵ اور یہاں اس لفظ کو اختیار کرکے یہ بتایا ہے کہ آپ کی رسالت عامہ سے اب کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا گویا اس سے خروج سے روکا گیا ہے کیونکہ کف کے معنی روکنا ہیں۔ یہ آیت بھی ختم نبوت پر دلیل ہے کیونکہ جب کوئی شخص اس رسالت سے باہر نہیں نکل سکتا تو اور رسول کی بھی ضرورت نہیں +

النصف

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ ع ۳۰

کہو تمہارے لئے ایک دن کی میعاد ہے جس سے تم ایک گھڑی پیچھے نہیں رہ سکتے اور نہ بڑھ سکتے ہو ۲۶۹۶

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۳۱

اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس قرآن پر ایمان نہیں لائینگے اور نہ اس پر جو اس سے پہلے ہے

ع — سرگروہان کفار اور انکے پیرو

وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ

اور اگر تو دیکھے جب ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائینگے ایک دوسرے کیطرف بات

ِنِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا

لوٹائینگے جو کمزور تھے وہ انہیں جو متکبر تھے کہینگے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور

مُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ ۳۲

مومن ہوتے جو متکبر تھے وہ انہیں جو کمزور تھے کہینگے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے

الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا ۳۳

روکا تھا اسکے بعد کہ وہ تمہارے پاس آگئی بلکہ تم مجرم تھے اور جو کمزور تھے وہ انہیں

لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗ

جو متکبر تھے کہینگے بلکہ (یہ تمہاری) رات اور دن کی تدبیریں (تھیں) جب تم ہمیں کہتے تھے کہ ہم اللہ کا انکار کریں اور اسکے

اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ

شریک ٹھہرائیں۔ اور جب عذاب دیکھینگے تو ندامت کو چھپائینگے اور جو کفر کرتے ہیں ہم نے انکی گردنوں میں طوق ڈالدیئے ہیں انکو بدلہ

يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ

نہیں ملیگا مگر اسی کا جو وہ عمل کرتے تھے ۲۶۹۷ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانیوالا نہیں بھیجا مگر اسکے آسودہ حال لوگوں نے کہا جو تمہیں دیکر بھیجا گیا ہے

۲۶۹۶ ہو سکتا ہے کہ میعاد یوم میں اشارہ یہ ہو کہ میرے چلے جانے کے بعد ایک دن کی میعاد ہوگی جیسا کہ دوسری جگہ ہے عسیٰ ان یکون ردف لکم بعض الذی تستعجلون (النمل ۲۷ - ۷۲) اور دن سے مراد پیشگوئی میں ایک سال لیا جائیگا اور پہلا اجتماع مسلمانوں اور کفار کا ہجرت سے ایک سال گزر جانے کے بعد ہوا۔

۲۶۹۷ اسرار ندامت سے مراد اس کا اظہار بھی لیا گیا ہو دیکھو ۱۴۰۸ اور زنجیروں کے گردنوں میں ہونے پر دیکھو ۱۵۹۹۔

۳۵ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝ ۳۶ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ

اور کہتے ہیں ہم مال اور اولاد میں بڑھکر ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائیگا کہو میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے

الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ۳۷ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم

رزق فراخ کرتا ہے اور (جس کیلئے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور نہ تمہارے مال اور نہ تمہاری اولاد

بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ

وہ چیز ہے جو مرتبہ میں تمہیں ہمارے قریب کرے مگر جو ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو ان کیلئے دوچند اجر ہے اس کی وجہ

الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ۝ ۳۸ وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ

سے جو انہوں نے عمل کیا اور وہ بلند مقامات میں امن میں ہونگے اور جو لوگ ہماری آیتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے کوشش کرتے ہیں

۳۹ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ۝ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

وہ عذاب میں حاضر کئے جائینگے کہو میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے رزق کی کشایش دیتا ہے اور (جس

وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝ ۴۰ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ

چاہتا ہے) اس کیلئے تنگ کرتا ہے اور جو کوئی چیز تم خرچ کرو وہ اسکا بدلہ دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے ۲۶۹۸ اور جس دن ان سب کو

جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَهَٰؤُلَاءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ ۴۱ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنتَ

اکٹھا کرے گا پھر فرشتوں کو کہیگا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے ۲۶۹۹ کہینگے تو پاک ہے تو

وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ۝

ہمارا ولی ہے نہ یہ بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے ان میں سے اکثر ان پر ایمان لانیوالے تھے

ع ۵ / ۱۱ — مال سے فخر انسانیت نہیں

اخلاف

۲۶۹۸ یُخلف۔ اخلف کے معنی وعدہ کا خلاف کیا بھی آتے ہیں بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ (التوبۃ-۷۷) ان اللہ لا یخلف المیعاد (آل عمران ۳-۸) اور اخلاف کے معنی یہ بھی ہیں کہ ایک دوسرے کے بعد پانی پلائے اور درخت کے پتے جھڑ جانے کے بعد پھر سبز ہو جائے تو کہا جاتا ہے اخلف الشجر۔ اور اخلف اللہ علیک اسکے متعلق کہا جاتا ہے جس کا مال جاتا رہے اور اس سے مراد ہوتی ہے کہ تجھے بدلہ دے (غ)

ملائکہ اور مسیح کے پرستار شیاطین کے پرستار ہیں

۲۶۹۹ اسلئے کہ مشرک ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے اور انہیں دیویاں سمجھ کر ان کی عبادت کرتے تھے اگلی آیت میں جواب مذکور ہے کہ یہ ہماری نہیں بلکہ جنوں یعنی شیاطین کی عبادت کرتے تھے کیونکہ انہی راہوں پر چلتے تھے جن پر شیطان چلاتا تھا اسی ذیل میں وہ سب لوگ آتے ہیں جو نیک بندوں کو خدا بناتے ہیں جیسے پرستاران مسیح۔ یہ لوگ فی الحقیقت انہیں معبود نہیں بناتے کیونکہ انکی بتائی ہوئی راہوں پر نہیں چلتے بلکہ جنوں یا شیاطین یا اپنی خواہشات کو اپنا معبود بناتے ہیں کیونکہ انہی کے پیچھے لگتے ہیں +

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۗ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا ۴۲

سو آج تم میں سے کوئی دوسرے کیلئے نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ نقصان کا اور جو ظلم کرتے تھے ہم انہیں کہینگے آگ کا

عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا ۴۳

عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے اور جب انپر ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں کہتے ہیں یہ

هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ

صرف ایک ایسا شخص ہے جو چاہتا ہے کہ تمہیں اس سے روک دے جسکی عبادت تمہارے باپ دادا کرتے تھے اور کہتے ہیں یہ صرف بنایا ہوا

مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَمَآ ۴۴

جھوٹ ہے اور جو کافر ہیں وہ حق کے بارے میں کہتے ہیں جب وہ انکے پاس آگیا یہ کچھ نہیں مگر کھلا جادو ہے اور ہم نے

اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ۝ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ ۴۵

انہیں کوئی کتابیں نہیں دیں جنہیں وہ پڑھتے ہوں اور ہم نے تجھ سے پہلے ان کیطرف کوئی ڈرانیوالا نہیں بھیجا اور انہوں نے بھی جھٹلایا

مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ ع

جو ان سے پہلے تھے اور یہ اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے انہیں دیا تھا سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پھر کیسی ناپسندیدگی

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِكُمْ ۴۶

کہو میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کیلئے دو دو اور ایک ایک کرکے کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو کہ تمہارے ساتھی کو

حق اور اسکا غلبہ

مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝

کچھ جنون نہیں۔ وہ صرف تمہیں سخت عذاب سے پہلے ڈرانے والا ہے ۲۷۰ب

معشار

۲۷۰ الف معشار کسی چیز کے عُشر یعنی دسویں حصہ کو کہتے ہیں (غ) اور مراد تقلیل میں مبالغہ ہے (ر)۔

واقعی عرب کے لوگ سامان دنیا کے لحاظ سے بعض پہلی قوموں کے مقابل پر کچھ بھی حقیقت نہ رکھتے تھے لیکن انہوں نے بھی جب جھٹلایا تو ان کی طاقت دنیوی انہیں اللہ تعالیٰ کی سزا سے نہ بچا سکی۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے مال اور اولاد پر کیا فخر کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو بڑے بڑے جبار بھی اس کے سامنے یوں گر جاتے ہیں کہ ان کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔

۲۷۰ب تنہائی میں انسان کو غور کا موقعہ ملتا ہے۔ اسلئے فرمایا کہ ایک ایک دو دو ہو کر اس معاملہ پر غور کرو۔ مجنون انسان کو دنیا کی بہتری کی فکر نہیں ہو سکتی وہ تو اپنی بہتری بھی نہیں سوچ سکتا دوسروں کی کیا سوچے گا۔

۴۷ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

کہو جو میں تم سے اجر مانگتا ہوں وہ تمہارے لئے ہی ہے۔ میرا اجر صرف اللہ پر ہے اور وہ ہر چیز پر

۴۸ شَهِیْدٌ ۝ ۴۹ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا

گواہ ہے ۲۷۰۲ کہو میرا رب حق پھینکتا ہے وہ غیب کی باتوں کا خوب جاننے والا ہے ۲۷۰۳ کہو حق آگیا اور باطل نہ

۵۰ یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا یُعِیْدُ ۝ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِیْ ۚ وَ

کسی امر کی ابتدا کر سکتا ہے اور نہ لوٹا سکتا ہے ۲۷۰۴ کہو اگر میں گمراہ ہوں تو میری گمراہی اپنی ہی جان پر ہے اور

۵۱ اِنِ اهْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْۤ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ۝ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا

اگر میں سیدھے رستے پر ہوں تو اس کی وجہ سے ہے جو میرا رب میری طرف وحی کرتا ہے وہ سننے والا قریب ہے۔ اور اگر تو دیکھے جب گھبرا اٹھینگے

۵۲ فَلَا فَوْتَ وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِیْبٍ ۙ وَّ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ

تو اسوقت بچ نہ سکینگے اور نزدیک مکان سے پکڑے جائینگے ۲۷۰۵ اور کہینگے ہم اس پر ایمان لائے

۲۷۰۲ اجر تو آپ کوئی مانگتے ہی نہ تھے۔ ان اجری الا علی اللہ پس یہاں اجر سے مراد صرف یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں کرنے کو کہتا ہوں وہ صرف تمہاری بھلائی کے لئے ہے +

۲۷۰۳ قذف کیلئے دیکھو ۲۰۶۲ اور یہاں مراد قذف بالحق سے صرف رمی یعنی پھینکنا ہو اور اگر وہ پھینکنا مراد لیا جائے تو اشارہ اس کے اطراف و اکناف عالم میں اشاعت کی طرف ہے (ر) یا اس لفظ کے اختیار کرنے میں اشارہ ایک دور افتادہ مخلوق کی طرف ہے جو حق سے بہت دور پڑی ہوئی تھی۔ اور حق سے مراد یہاں وحی یا قرآن کریم ہے اور ابن عباس سے یہ معنی بھی مروی ہیں کہ حق کو باطل پر پھینکتا ہے (ر)، اس صورت میں علام الغیوب میں اس پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے کہ باطل حق کے سامنے نابود ہو جائے گا جیسا دوسری جگہ فرمایا فید مغہ فاذا ھو زاھق (الانبیا ۲۱: ۱۸) اور اگلی آیت میں بھی اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے +

۲۷۰۴ دوسری جگہ فرمایا قل جاء الحق وزھق الباطل . . . . . . (بنی اسرائیل ۱۷: ۸۱) اور یہاں اس باطل کے نابود ہونے کی طرف ان الفاظ میں اشارہ ہے ما یبدئ الباطل وما یعید یعنی اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا اور یہ محاورہ قبیلہ کی ہلاکت سے ماخوذ ہے کیونکہ جب وہ ہلاک ہو جائے تو اس کے لئے نہ کسی امر میں ابتدا کرنا باقی رہتا ہے نہ اس کا اعادہ کرنا (ر)، اور باطل سے مراد یہاں کفر و شرک ہے +

۲۷۰۵ فوت دیکھو ۵۴۴ یہاں مراد ہے لا یفوتون اس سے یعنی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے دور نہ ہو سکیں گے یا بچ نہ سکیں گے۔ اور مکان قریب سے پکڑا جانے سے مراد یہاں عذاب دنیا کا آنا ہے اور ابن زید نے اس میں بدر کی طرف اشارہ لیا ہے (ر)

وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ ۵۳

اور ان کیلئے دور جگہ سے (ایمان کا) پالینا کہاں (ممکن) ہے ۲۷۰۶ اور اس کا پہلے انکار کر دیا اور

يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ ۵۴

دور جگہ سے بن دیکھے (اٹکل پچو) باتیں کرتے ہیں ۲۷۰۷ اور ایک روک انکے اور اسکے درمیان جو وہ چاہتے تھے

كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝ ع

حائل ہو جائے گی جس طرح پہلے ان جیسے لوگوں سے کیا گیا وہ بیچین کر دینے والے شک میں تھے ۲۷۰۸

تناوش

۲۷۰۶ تناوش۔ نوش اور تناوش کے معنی تناول ہیں یعنی ایک چیز کا پالینا اور مطلب یہ ہے کہ ایک اور جگہ سے (یعنی موت کے بعد) ایمان کا پالینا کس طرح ممکن ہے اور جب قریب مکان (یعنی اس دنیا میں) تھے تو اس وقت ایمان نہ لاتے تھے یعنی جب ان کے اختیار میں تھا (غ) اور ابن عباس سے اس کی تفسیر رجوع الی الدنیا مراد ہے (ر) مراد وہ لوگ ہیں جو عذاب میں گرفتار ہو کر مارے گئے کہ مرنے کے بعد وہ چاہیں گے کہ ایمان لائیں اور اگلی آیت میں وقد کفروا بہ من قبل میں اس دنیا میں کفر کرنے کا ذکر ہے +

۲۷۰۷ یہاں ان کے اس دنیا میں کفر اور تُک بازیوں کا ذکر ہے اور مکان بعید سے مراد یہاں معقولی رنگ میں بعید ہونا مراد ہے +

۲۷۰۸ ما یشتھون۔ سے مراد آیات بالا کے لحاظ سے رجوع الی الدنیا یا ایمان یا طاعت وغیرہ مفسرین نے لیا ہے (ر)، مگر وہ چیز جسے کفار چاہتے ہیں وہ اغراض دنیوی ہیں زین للناس حب الشھوات من النساء و البنین والقناطیر المقنطرۃ (آل عمران ۳۔۱۴) پس مراد یہ ہے کہ وہ عذاب جو ان کی موت کا موجب ہوگا ان کی محبوب چیزوں کو ان سے دور کر دیگا یا ما یشتھون سے مراد حق کو نابود کرنے کی خواہش ہے کہ وہ پوری نہ ہوگی اور وہ ناکام رہینگے اور مجاہد نے ما یشتھون سے مراد مال اور دنیا کی آسائشیں ہی لی ہیں (ج) +

سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّ خَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱ ۱۳ — اللہ تعالیٰ کی نعمائے جسمانی و روحانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ

سب تعریف اللہ کیلئے ہے (جو) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (ہے) اور فرشتوں کو رسول بنانے والا (جو) دو دو تین

مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

تین چار چار بازوؤں والے (ہیں) وہ پیدایش میں جو چاہتا ہے بڑھاتا ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۲۷۰۹

نام — اس سورت کا نام فاطر ہے اور ملائکہ بھی اس کا نام ہے اور اس میں پانچ رکوع اور پینتالیس آیتیں ہیں اور اس کے نام فاطر میں جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے یہ اشارہ ہے کہ وہ خدا جس نے فطرت انسانی کو بنا کر خدا سے ملنے کی تڑپ اس میں رکھی ہے اس تڑپ کے پورا کرنے کا سامان بھی دیا ہے اس لئے اس کا مضمون بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت روحانی ہی ہے +

خلاصہ مضمون — پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی دونوں قسم کی نعمتوں یعنی نعمائے جسمانی و روحانی کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ شیطان نعمائے روحانی سے انسان کو محروم کرکے اسے دکھ کی طرف لیجاتا ہے۔ دوسرے رکوع میں بتایا ہے کہ انسان کو عزت صرف تعلق باللہ سے ملتی ہے تیسرے میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت روحانی کا ذکر ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں کے اندر رسول بھیجکر ان کی ربوبیت روحانی کی چوتھے میں بتایا کہ اختلاف تمام عالم میں ہے اسلئے انسانوں میں ان نعمائے روحانی کے لینے میں اور ان سے فائدہ اٹھانے میں بھی اختلاف مراتب ہے یہانتک کہ وہ برگزیدہ لوگ جنہیں اب وارث کتاب اللہ بنایا جاتا ہے وہ بھی سب یکساں نہیں۔ پانچویں میں بتایا کہ نعمائے روحانی کے انکار سے انسان خود ہی دکھ میں مبتلا ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ بڑا بردبار ہے ہر ظلم پر فوراً گرفت نہیں کرتا بلکہ ایک وقت تک مہلت بھی دیتا ہے

تعلق — پچھلی سورت میں مسلمانوں پر اپنے انعامات کا ذکر دوسرے لوگوں کے ذکر میں کیا تھا۔ یہاں بتایا ہے کہ وہ خدا جو جسمانی طور پر لوگوں کی ربوبیت فرماتا ہے روحانی طور پر بھی فرماتا ہے اور تمام اُمتوں میں رسول بھیجنے کے بعد اب اس نے اپنی روحانی نعمت کتاب اللہ کا وارث اُمت محمدیہ کو بنایا ہے +

زمانہ نزول — سورت مکی ہے اور زمانہ نزول وہی معلوم ہوتا ہے جو پچھلی سورت کا ہے +

جناح — ۲۷۰۹ اجنحۃ جناح کی جمع ہے پرند کے بازوؤں کو اور کسی چیز کے دو جانبوں کو اس کے دو جناح کہا جاتا ہے (غ) اور انسان کے ہاتھ کو بھی جناح کہا جاتا ہے اور رسالے کو بھی۔ اور حدیث میں ہے ان الملائکۃ لتضع اجنحتہا لطالب العلم جس کے معنی کئے گئے ہیں کہ فرشتے اپنے پر طالب علم کے لئے بچھا دیتے ہیں جب وہ چلتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ان کا اس کی تعظیم کیلئے تواضع کرنا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد علمی مجالس میں ان کا نزول ہے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد ان کے اظلال ہیں۔ اور جناح میں عربی میں بہت سی مثالیں ہیں (ل) +

فرشتوں کی دوطرح کی رسالت — فرشتوں کی رسالت دو طرح پر ہے ایک دنیا میں اسباب امور روحانیہ۔ وہ مدبرات امور جسمانی بھی ہیں یعنی وہ وسائط بنتے

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ ۲

جو اللہ رحمت سے لوگوں کیلئے کھولتا ہو تو اس کو بند کرنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی

مِنْ بَعْدِهٖ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۳

کھولنے والا نہیں اور وہ غالب حکمت والا ہو ۲۷۔ اے لوگو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى

کیا اللہ کے سوائے کوئی اور پیدا کرنے والا تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو اسکے سوائے کوئی معبود نہیں سو تم کہاں سے

تُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ ۴

اُلٹے پھر جاتے ہو اور اگر یہ تجھے جھٹلاتے ہیں تو تجھ سے پہلے رسول (بھی) جھٹلائے گئے۔ اور اللہ کیطرف ہی (سب) کام

الْاُمُوْرُ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ وقفہ ۵

لوٹائے جاتے ہیں اے لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہو سو تمہیں دنیا کی زندگی دھوکا نہ دے

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۶

اور نہ بڑا دھوکا دینے والا تمہیں اللہ کے معاملہ میں دھوکا دے شیطان تمہارا دشمن ہے سو اسے دشمن سمجھو

ذریعہ سے نظم عالم جسمانی قایم ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کا کلام اس کے خاص بندوں یعنی اس کے انبیاء اور اولیاء کو پہنچانے والے بھی ہیں اور یہاں فاطر کا لفظ اختیار کرنے میں خصوصیت سے اشارہ اسی کی طرف ہو کہ وہ خدا جس نے فطرت انسانی کے اندر ایک پیاس رکھی ہو کہ کسی ہستی بالا سے تعلق پیدا کرے اس نے لازماً اس فطرت کی پیاس کے بجھانے کا سامان بھی دیا ہو اس لئے فاطر کے ساتھ ہی ملائکہ کی رسالت کا ذکر کیا۔ اور فرشتوں کو اولی اجنحۃ کہا ہو۔ اور جناح پرندمیں پر ہیں جس سے وہ پرواز کرکے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ سکتا ہو اور انسان میں اس کا ہاتھ یا بازو ہے جس کی مدد سے وہ کام کرتا ہو پر نہیں پس فرشتہ کا جناح اپنے رنگ کا ہوگا اس کی کیفیت کو ہم نہیں جان سکتے کیونکہ وہ جسم نہیں جسے ہم دیکھ سکیں انا لا نعرف حقیقتہ وکیفیتہ (ر) اور جو لوگ فرشتوں کے پرندوں جیسے پر سمجھتے ہیں وہ غلطی کھاتے ہیں اور مثنیٰ وثلٰث وربٰع کو بعض نے یرسلون محذوف قرار دیکر اس کے متعلق مانا ہو (ر) یعنی فرشتے دو دو تین تین چار چار بھیجے جاتے ہیں اور ظاہر یہ ہو کہ یہ اجنحۃ کی صفت ہے یعنی فرشتوں میں بھی تفاوت ہو سب فرشتے یکساں نہیں بعض دو جناح والے ہیں بعض تین جناح والے بعض چار والے اور یزید فی الخلق میں یہ اشارہ ہو کہ بعض کے جناح اس سے بھی زیادہ ہیں چنانچہ حدیث متفق علیہ میں ہو کہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل کو دیکھا اور اس کے چھ سو جناح تھے اور ظاہر ہے کہ جس طرح انسان کی طاقت اس کے بازو سے ہو اسی طرح جن ملائکہ کے جناح زیادہ ہیں وہ زیادہ قوت اور طاقت والے ہیں۔ اور یہاں اس ذکر کی غرض اللہ تعالےٰ کی نعمائے جسمانی اور روحانی کی طرف توجہ دلانا ہو۔

فرشتوں کے بازو

۷ إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ

وہ صرف اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ جلتی ہوئی آگ کے رہنے والوں میں سے ہوں جو کافر ہیں ان کے لئے سخت

۸ شَدِيدٌ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ أَفَمَنْ

عذاب ہے اور جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کیلئے مغفرت اور بڑا اجر ہے تو کیا وہ شخص

ع ۲ — تعلق باللہ سے عزت ملتی ہے

زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ

جسے اس کا برا عمل بھلا معلوم ہوتا ہے اور وہ اسے اچھا سمجھتا ہے (ہدایت پا سکتا ہے) سو اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑتا ہے اور جسے چاہتا ہے

يَشَاءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝

ہدایت دیتا ہے پس تیری جان ان پر افسوس کرتے ہوئے ہلاک نہ ہو جائے اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں ۲۷۱۱

۹ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَيِّتٍ

اور اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے سو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں پس ہم اسے ایک مردہ شہر کی طرف چلاتے ہیں

فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَٰلِكَ النُّشُورُ ۝

پھر اس کے ساتھ زمین کو اسکی موت کے بعد زندہ کرتے ہیں۔ اسی طرح جی اٹھنا ہے ۲۷۱۲

۲۷۱۰ یعنی جن نعمتوں کو اللہ تعالیٰ نے پہنچانے کا سامان کیا ہے ان کو کوئی روک نہیں سکتا اور اشارہ اللہ تعالیٰ کی نعمائے روحانی کی طرف ہے۔ جس حق کو اللہ تعالیٰ پہنچانا چاہتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا جیسا کہ آیت ۴ میں تکذیب کا ذکر کرکے اس کا انجام بتایا ۔

ذھب

۲۷۱۱ تذھب نفسک۔ ذھب کے لئے دیکھو نمبر ۲۰۸ اور یہاں جان کے جانے سے مراد موت ہے (غ)

عرب کی اخلاقی موت اور نبی کریم صلعم کا درد دل

جب انسان گمراہی میں یہاں تک دور نکل جائے کہ بدی کو اچھا سمجھے تو اس کا ہدایت پانا بہت ہی مشکل ہوتا ہے یہی حالت عرب کی بحیثیت قوم ہو چکی تھی کہ وہ بدیوں پر علانیہ فخر کرتے تھے اور انہیں اچھا سمجھ کر کرتے تھے۔ یہ حالت اخلاقی موت کی ہے اور اس وقت یہ حالت عرب کی ہی نہیں بلکہ کل عالم کی ہو چکی تھی ایسے لوگوں کیلئے نبی کریم صلعم کا دل رنج سے پگھلتا تھا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین (الشعراء ۲۶ : ۳) آپ کے قلب کا یہ درد ہی تھا جس نے آخر کار ایسے سخت دلوں کو بھی موم کر دیا ۔

روحانی قیامت

۲۷۱۲ اس نشور سے اس قیامت روحانی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جو نبی کریم صلعم کے درد دل سے برپا ہونے والی تھی کیونکہ آسمانی پانی وحی کی جگہ ہے اور مردہ زمین سے مردہ دلوں کا ذکر مقصود ہے اور مردہ زمین کا آسمانی پانی سے زندہ ہونا بتاتا ہے کہ مردہ دل وحی الٰہی کی تاثیر سے زندہ ہو جائینگے اور کذلک النشور میں اگر نشور سے مراد قیامت کبریٰ ہی لی جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح نبی کریم صلعم کی وحی کی طفیل ایک قیامت روحانی برپا ہوگی اور اسی کا ذکر بادل کے آنے اور مردہ زمین کے زندہ ہونے

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ ۱۰

جو کوئی عزت چاہتا ہو تو سب عزت اللہ کیلئے ہی ہو اسی کی طرف پاکیزہ کلمے چڑھتے ہیں اور

الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ

نیک عمل اس (کے کرنیوالے) کو بلند کرتا ہو اور جو لوگ بری مخفی تدبیریں کرتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہو

وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ ۱۱

اور انکی مخفی تدبیر ہلاک ہو جائیگی ۲۷۱۳ اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تمہیں جوڑے

اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ

بنایا اور کوئی عورت حمل میں نہیں لیتی اور نہ جنتی ہو مگر اسے علم ہوتا ہو اور کسی بڑے عمر والے کو عمر نہیں دیجاتی اور نہ کسی کی عمر

مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ ۱۲

کم ہوتی ہو مگر یہ (سب کچھ) ایک کتاب میں ہو یہ اللہ پر آسان ہو اور دو دریا برابر نہیں

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ

یہ میٹھا ہو بہت میٹھا اس کا پینا خوشگوار ہو اور یہ کھاری ہے بہت کھاری ع ۲۷۱۳ ۱

ہیں، و اسی طرح قیامت کبریٰ بھی ہو کر رہے گی +

(تعلق باللہ سے حصولِ عزت)

۲۷۱۳ عزت وہ حالت ہو جو انسان کو مغلوب ہونے سے بچانے والی ہو ف۲۶۵ پس بتایا کہ ہر انسان یہ چاہتا ہو کہ اسے عزت حاصل ہو اور وہ ذلت کی حالت سے نکلے تو عزت کا اصل سرچشمہ العزیز خدا ہی ہو جو سب غالبوں پر غالب ہو پس اس سے تعلق پیدا کرے اور اس کیلئے دو طریق بتائے ایک کلمہ طیب یا پاکیزہ کلمات جس سے مراد لا الٰہ الا اللہ لیا گیا ہو یعنی توحید الٰہی کا قائل ہو اور

(اقرار صداقت اور عمل)

یہ تمام پاکیزہ کلمات کی جڑ ہو اور دوسرا اعمال صالحہ بالفاظ دیگر انسان اچھی باتوں کا قائل ہو اور پھر اپنے قول کو عمل میں لانے والا ہو تو اسے رفع ملتا ہو یعنی وہ قرب الٰہی حاصل کرتا ہو (رفع کیلئے دیکھو ف۴۴۴) اور کلمات کے متعلق فرمایا کہ وہ چڑھتے ہیں اور عمل صالح کے متعلق فرمایا کہ وہ انسان کا مرتبہ بلند کرتا ہو۔ اور اس میں یہ اشارہ ہو کہ اقرار توحید کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہو لیکن مراتب بلند اور اللہ تعالیٰ کا قرب صرف اقرار توحید سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ اعمال صالحہ سے اور یرفعہ میں بعض نے مراد لیا ہو کہ اچھے عمل پاک کلمات کو بلند کرتے ہیں اور بعض نے یہ کہ پاک کلمات عمل صالح کو بلند کرتے ہیں اور ضمیر عمل صالح کے کرنے والے کی طرف بھی جا سکتی ہو اور آیت کے دوسرے حصہ میں بتایا کہ جو لوگ اللہ سے تعلق پیدا کرنیوالوں کے خلاف تدبیریں کرتے ہیں ان کی تدابیر ناکام ہونگی +

(ملح)

ع۲۷۱۳ ۱ ملح ۔ اس پانی کو کہتے ہیں جسکا مزہ بدل کر کھاری ہو گیا ہو (غ) اور نمک کو بھی کہتے ہیں +

وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى الْفُلْكَ

اور ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے

۱۳ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ

کہ اسے پھاڑتی چلی جاتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو ۲۷۱۴ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے

وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ

اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک ایک وقت مقرر کیلئے چلتا ہے۔ یہ اللہ تمہارا

اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۝

رب ہے اسی کی بادشاہت ہے اور وہ جنہیں تم اس کے سوائے پکارتے ہو وہ ایک ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتے ۲۷۱۵

۱۴ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۖ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

اگر تم انہیں بلاؤ تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے اور اگر سنیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کر سکیں اور قیامت کے دن

۱۵ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ

تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔ اور (خدائے) باخبر کی طرح کوئی تجھے خبر نہ دے گا ۲۷۱۶ اے لوگو تم

۱۶ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ

اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے اگر چاہے تمہیں لیجائے

۱۷ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝

اور نئی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ پر مشکل نہیں۔

ع ۱۲ ۴۰ ۱۵ — اللہ تعالیٰ کی ربوبیت روحانی

۲۷۱۴ آیت ۱۱ کے مضمون کیلئے دیکھو ۱۶۰۲ اور اس آیت کے مضمون کیلئے دیکھو ۲۳۸۶ و ۱۶۲۴۔

قطمیر — ۲۷۱۵ قطمیر۔ کھجور کی گٹھلی میں ننھے گڑھے کو کہتے ہیں اور وہ نہایت قلیل شے کیلئے بطور مثال بولا جاتا ہے (غ)، اور بعض کے نزدیک کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کو کہا جاتا ہے۔

۲۷۱۶ یہاں پہلے حصہ میں کہ تمہاری پکار کو نہیں سنتے بت بھی مراد ہو سکتے ہیں اور انسان بھی جو گزر چکے جیسے حضرت عیسیٰ اور دوسرے معنی موقعہ کے لحاظ سے انسب ہیں اس لئے کہ دوسرے حصہ آیت میں ہے کہ اگر وہ تمہاری پکار کو سنیں بھی تو قبول نہیں کر سکتے اور آخر پہ قیامت کے دن انکار کا ذکر صاف بتاتا ہے کہ یہ انسان یا ملائکہ ہیں جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں۔

أَثْقَلَ۔ مُثْقَلَة — ۲۷۱۷ مثقلة۔ أَثْقَلَهُ کے معنی ہیں اسے بوجھ کے نیچے دبا دیا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ (الطور ۵۲ ۔ ۴۰) اور مُثْقَلَة وہ ہے جو اسطرح

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ۚ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ ۱۸

اور کوئی بوجھ اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور اگر کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنے بوجھ (کے بٹانے) کیلئے بلائے اس کے بوجھ میں سے کچھ نہ

كَانَ ذَا قُرْبٰى ۗ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَ

اگرچہ قریبی ہو تو صرف انہیں ڈراتا ہے جو اپنے رب سے غیب میں ڈرتے ہیں اور نماز قایم کرتے ہیں اور

مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۱۹

جو کوئی اپنے آپکو پاک کرتا ہے تو اپنی ہی جان کی بھلائی کیلئے پاک کرتا ہے اور اللہ کیطرف ہی پھر کر جانا ہے ۲۷۱۷ اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۚ وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَ ۲۰ ۲۱ ۲۲

اور نہ اندھیرا اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ ۲۷۱۸ اور نہ ہی زندے اور مردے

لَا الْاَمْوَاتُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ○ اِنْ اَنْتَ ۲۳

برابر ہیں اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور تو انہیں سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہیں ۲۷۱۹ تو صرف

اِلَّا نَذِيْرٌ ○ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۗ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ○ ۲۴

ڈرانیوالا ہے ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں ڈرانیوالا گزر چکا ہے ۲۷۲۰

دبا ہوا ہو (ل) اور مراد گناہوں کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہے کیونکہ ثقل ذنب کو بھی کہتے ہیں +

حرّ-حرور

۲۷۱۸ حرور حرّ اور حرارۃ گرمی ہے لا تنفروا فی الحر قل نار جہنم اشد حرا (التوبۃ - ۸۱) اور حرور گرم ہوا (غ) +

نیکی اور بدی کا مقابلہ

۲۷۱۹ آیت ۱۹ سے لیکر ۲۲ تک میں نیکی اور بدی یا انکے کرنے والوں کا مقابلہ کیا ہے پہلی اور آخری آیت میں نیکی اور بدی کرنے والے ہیں جنہیں پہلے اندھے کہا ہے انہیں کو یہاں مردے کہا ہے اور جنہیں پہلے دیکھنے والے قرار دیا ہے انہیں یہاں زندہ کہا ہے۔ اور درمیانی دو آیتوں میں نیکی اور بدی کا مقابلہ ہے بدی کو پہلے اندھیرا اور پھر دھوپ کہا ہے اور نیکی کو پہلے نور اور پھر سایہ کہا ہے۔ گویا بدی باوجود اندھیرے کے گرمی کی شدت لئے ہوئے ہے اور نیکی باوجود نور اور روشنی ہونے کے سایہ کی ٹھنڈک اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور ترتیب پہلی دو آیتوں میں ایک ہے اور پچھلی دو میں بدل دی ہے۔ اور ہر ایک کے پہلے لا لانا عربی زبان کی خاص ترکیب ہے اور نفی کی تاکید کے لئے ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ تکرار کے قایم مقام ہے گویا اصل ترکیب یوں ہے ولا الظلمت والنور ولا النور والظلمت اور مقابل کے لفظ کو چھوڑ دیا ہے +

قبروں والوں سے مراد کفر پر مصر لوگ ہیں

یہاں پر مفسرین نے بھی قبول کیا ہے کہ من فی القبور سے مراد کفر پر اصرار کرنیوالے ہیں تو شبہ لتمثیل المصرین علی الکفر بالاموات لیکن ان اللہ یسمع من یشاء میں یہ خوشخبری دیدی ہے کہ جو کام بشر کی طاقت سے نہیں ہو سکتا وہ الٰہی طاقت کر دکھائے گی +

تمام قوموں میں رسولوں کا آنا

۲۷۲۰ جب آنحضرت صلعم کے کام کا ذکر کیا کہ بدی کے بد انجام سے آپ ڈراتے ہیں اور لوگوں کو راہ راست پر لاتے ہیں - اور مردوں کو زندگی اور اندھوں کو بصارت دیتے ہیں تو ساتھ ہی بتا یا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون یعنی ایسے لوگوں کا آنا کوئی نیا قانون نہیں بلکہ دنیا کی تمام قوموں میں رسول آتے رہے یہاں تک کہ کوئی قوم رسول سے خالی نہیں گزری - یہ سورت مکی

۲۵ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

اور اگر تجھے جھٹلائیں تو انہوں نے بھی (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے انکے رسول انکے پاس کھلی دلیلوں

۲۶ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝

اور صحیفوں اور روشن کرنیوالی کتاب کے ساتھ آئے پھر میں نے انہیں پکڑا جنہوں نے کفر کیا سو میری ناپسندیدگی کیسی تھی

ع ۱۱/۱۲

اختلاف مراتب

۲۷ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا

کیا تونے غور نہیں کیا کہ اللہ بادل سے پانی اتارتا ہے پھر ہم اسکے ساتھ پھل نکالتے ہیں جو مختلف قسموں کے ہیں

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ۝

اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ خطے ہیں جنکے رنگ مختلف ہیں اور (بعض) نہایت سیاہ ہیں [۲۷۲۱]

ہے اور مکہ میں سب سے پہلے زمانہ کی جس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تعلیم کی یہ وسعت کہ تمام قوموں میں نبی آتے رہے کوئی بعد کا خیال نہیں اور نہ بیان کوئی تدریجی ترقی ہے بلکہ ابتدا سے اسلام کی بنیاد ہی اس اصول پر رکھی گئی جس کا ذکر الحمد للہ رب العالمین میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمام قوموں کی ربوبیت روحانی پہلے الگ الگ رسولوں کے ذریعہ سے فرماتا رہا اب تمام قوموں کو ایک رسول کے ہاتھ پر جمع کرنا چاہتا ہے جس کی طرف آیت ۱۳ میں اشارہ ہے تاکہ قومی نفاق اور بغض دور ہوں پس مذہبی عداوتوں کو دور کرنے کیلئے یہ اصول قایم کیا کہ تمام مذاہب کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بعد میں ان میں غلطیوں کا پیدا ہو جانا اور بات ہے نظام مذہب جو اسلام نے شروع سے بنایا ہے وہ اپنے اندر ایک علمی رنگ رکھتا ہے۔ اگر مذہب انسانوں کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس ضرورت کو پورا کرنا ضروری سمجھا تو اس کا نظام شروع سے ایک ہونا چاہئے یہی اصول ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر میں قایم کیا ہے اور خود اس اصول کو قایم کرکے ان مذاہب باطلہ کا رد کیا ہے جو خدا کا قانون ساری دنیا میں یکساں جاری نہیں سمجھتے جس کی بدترین مثال عیسائی مذہب ہے جو پہلے تو خدا کی وحی کو ایک خاص گھرانہ یعنی بنی اسرائیل سے مخصوص کرتا ہے پھر وہاں بھی ایک عرصہ دراز تک پیغمبر اور شرائع بھیجکر آخر خدا کو پتہ لگتا ہے کہ شرائع کا بھیجنا فضول تھا انسان ان پر عمل نہیں کر سکتا خدا کا بیٹا کفارہ ہو تو کام بن سکتا ہے +

اسلام میں نظام مذہب

جدید

۲۷۲۱ جداد۔ جَدّ ہموار زمین کا قطع کرنا ہے اور اسی سے ہے جَدَّ فی سیرہ یا جَدَّ فی امرہٖ۔ اور ثوب جدید کا اصل بھی اسی سے ہے یعنی مراد اس سے مقطوع یا قطع کیا ہوا لباس ہے (کیونکہ قطع کرکے نیا لباس بنتا ہے) پھر ہر چیز جو نئی پیدا ہو اسے جدید کہا جاتا ہے بل ھم فی لبس من خلق جدید (ق ۵۰۔ ۱۵) اور جدد جُدّۃ کی جمع ہے جس سے مراد کھلا رستہ ہے کیونکہ طرائق مجدّد و دُ اس رستہ کو کہا جاتا ہے جس پر چلا جائے اور اسے قطع کیا جائے اور اسی سے جادّۃ ہے اور فیض الٰہی کو جَدّ کہا جاتا ہے انہ تعالیٰ جد ربنا (الجن ۷۲۔ ۳) اور بعض کے نزدیک اس کے معنی عظمت ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ انسان کو حظوظ دنیوی سے (اپنے فیض سے) عطا فرماتا ہے اسے بھی جدّ کہا جاتا ہے حدیث میں ہے لا ینفع ذا الجد منک الجد حظوظ دنیوی اس کے صاحب کو نفع نہیں پہنچاتے یعنی ثواب آخرت حظوظ دنیا سے نہیں ملتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طاعت سے ملتا ہے اور جَدّ باپ کے باپ اور ماں کے باپ کو بھی کہا جاتا ہے پس جدّ کے معنی نسب بھی ہو سکتے ہیں (غ) +

جُدّۃ

جُدّ

غرابیب

غرابیب۔ غِربیب کی جمع ہے اور وہ سیاہی میں غراب یعنی کوے سے مشابہ ہے (غ) +

۲۸ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ

اور لوگوں میں سے اور جانداروں اور چارپایوں سے اسی طرح انکے رنگ مختلف ہیں اللہ سے صرف اسکے علم والے

۲۹ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا

بندے ڈرتے ہیں اللہ غالب بخشنے والا ہے ۲۷۲۲ جو لوگ کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں اور نماز کو

۳۰ الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ

قایم کرتے ہیں اور اس سے جو ہم نے انہیں دیا چھپکر اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو تباہ نہیں ہوگی تاکہ وہ انہیں

۳۱ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ

انکے اجر پورے دے اور اپنے فضل سے انہیں بڑھکر دے وہ بخشنے والا قدردان ہے اور جو ہم نے تیری طرف کتاب سے وحی

۳۲ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ ثُمَّ

کی ہے وہ حق ہے اس کی تصدیق کرنیوالی جو اس سے پہلے ہے یقیناً اللہ اپنے بندوں سے خبردار (انہیں) دیکھنے والا ہے پھر

اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ

ہم نے کتاب کا انہیں وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چنا سو کوئی ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ہے اور کوئی ان میں کر میانہ رو ہے

وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝

اور کوئی ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنیوالا ہے یہی بڑا فضل ہے ۲۷۲۳

مناظر قدرت کے اختلافات میں مراتب انسانی کے اختلافات کی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ اگلی آیت میں واضح کر دیا ہے۔

اختلافات قدرت میں تردید تناسخ اور ہستی باری پر دلیل

۲۷۲۲ پہلی آیت میں نباتات اور جمادات کے اختلافات کیطرف توجہ دلائی ہے یہاں انسانوں اور جانوروں کے اختلافات کیطرف ان اختلافات کیطرف توجہ دلائے ہیں ایک طرف عقیدۂ تناسخ کی کھلی تردید ہے اسلئے کہ اختلافات صرف انسانوں میں اور جانداروں میں نہیں بلکہ جمادات اور نباتات میں بھی ہیں پس یہ کسی پہلی پیدایش کے اعمال کا نتیجہ نہیں ہو سکتے کیونکہ جمادات کیلئے اہل تناسخ بھی پہلی پیدایش کوئی نہیں مانتے اور دوسری طرف ان تمام اختلافات قدرت کے اندر اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک دلیل ملتی ہے کہ ایک ہی قسم کی ایک چیز دوسری سے نہیں ملتی اسی لئے ساتھ ہی فرمایا کہ علماء اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں یعنی جس قدر زیادہ کوئی شخص ان تغیرات عالم پر غور کرتا ہے اسی قدر زیادہ خشیۃ اللہ اس پر غالب ہوتی ہے آگے انہی کا ذکر ہے۔

امت محمدیہ کی برگزیدگی اور اسکے تین گروہ

۲۷۲۳ نظام مذہب کو قایم کرکے اور یہ بتا کر کہ سب نبیوں کے آخر پر ہم نے ایسا نبی بھیجا جو تمام پہلے انبیا کی تصدیق کرتا ہے اب بتایا ہے کہ آیندہ دنیا کی ہدایت کیلئے ہم نے جو مکمل کتاب نازل کی ہے یعنی قرآن کریم تو آنحضرت صلعم یا امم سابقہ کے بعد اس کا وارث امت محمدیہ کو بنایا ہے جو تمام امتوں میں سے برگزیدہ امت ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا وکذلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء

۳۳ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَ

ہیشگی کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہونگے ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائینگے اور

۳۴ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ۝ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا

ان کا لباس ان میں ریشم ہوگا اور کہینگے سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا یقیناً ہمارا رب

۳۵ لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ ۙ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ

مغفرت کرنیوالا قدردان ہے وہ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ٹھہرنے کے گھر میں اُتارا نہ ہمیں اس میں مشقت ہوگی

۳۶ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۝ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا یُقْضٰى عَلَیْهِمْ

اور نہ ہمیں اس میں تکان ہوگی ۲۷۲۴ اور جو کافر ہیں انکے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ انکا کام تمام کیا جائے گا

فَیَمُوْتُوْا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ۚ

کہ مرجائیں اور نہ کچھ اسکا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا اسیطرح ہم ہر ناشکرے کو سزا دیتے ہیں

۳۷ وَ هُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا

اور وہ اس میں مدد کیلئے چلائینگے ہمارے رب ہمیں نکال دے ہم اچھے عمل کرینگے نہ وہ جو (پہلے)

نَعْمَلُ ؕ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِیْرُ ؕ

کرتے تھے کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ اس میں نصیحت حاصل کرلیتا جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا تھا اور تمہارے پاس ڈرانے

فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ۝ۚ

سو چکھو کیونکہ ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ۲۷۲۵

علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا (البقرۃ ۱۴۳) اور اصطفینا من عبادنا اس رتبے کے متعلق فرما کر اسکے بہترین اُمت ہونے کیطرف اشارہ کیا

لیکن یہ بتا دیا کہ یہ ساری اُمت بھی ایک رنگ میں رنگین نہیں ختلاف مراتب جو دنیا میں ہر جگہ موجود ہے ان میں بھی رہیگا ظالم لنفسہ وہ ہے جو ان ہدایات

کی تعمیل میں قاصر رہتا ہے جو دی گئی ہیں مقتصد یا میانہ رو وہ ہے جو نیک اور بد کے بین بین ہے یعنی نیکی بھی کرتا ہے کبھی اس سے بدی بھی سرزد ہو جاتی ہے دیکھو ۸۵

اور سابق وہ ہے جو نیکیوں میں اور خدا تعالیٰ کے بجالانے میں کمال کو حاصل کرتا ہے اور ترتیب ان لوگوں کی کثرت و قلت کے لحاظ سے ہے یعنی تعداد میں زیادہ قاصر ہیں پھر میانہ

پھر سابق اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ سب اس اُمت میں سے ہیں اور سب جنت میں جائینگے اور جو ظالم ہیں انہیں اللہ چاہے تو بخشدے اور چاہے تو سزا دیکر جنت میں

۲۷۲۴ لغوب۔ تکان جو مشقت کو کہا جاتا ہے وما مسنا من لغوب (ق۔ ۳۸) (غ) اور لغوب یعنی تکان نصب یعنی تکلیف یا مشقت کا نتیجہ ہے (ل) دار المقامۃ ... لغوب۔ دار المقامۃ

۲۷۲۵ یصطرخون۔ اصطراخ صراخ سے باب افتعال ہے جس کی ت طاء سے بدل گئی ہے معنی استغاثۃ یا مدد طلب کرنا ہیں دیکھو ۲۱۰ ... اصطراخ

ع ۵ — تعلیم روحانی کا انکار اور اس پر گرفت

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ ۳۸

اللہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے وہ سینوں کی باتوں کو (بھی) جاننے والا ہے

هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا ۳۹

وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں حاکم بنایا سو جو کوئی کفر کرے تو اس کا کفر اسی پر ہے اور کافروں

يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ

کو ان کا کفر ان کے رب کے نزدیک صرف بغض میں بڑھاتا ہے اور کافروں کو ان کا کفر صرف نقصان میں

إِلَّا خَسَارًا ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۴۰

بڑھاتا ہے کہو کیا تم اپنے شریکوں کو دیکھتے ہو جنہیں تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو

أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ أَمْ آتَيْنَاهُمْ

مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین سے کیا پیدا کیا ہے یا ان کیلئے آسمانوں میں شرکت ہے یا ہم نے انہیں

كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِن يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا

کتاب دی ہے تو وہ اس کی کھلی دلیل پر (قایم) ہیں۔ بلکہ ظالم جو ایک دوسرے کو وعدہ دیتے ہیں صرف

إِلَّا غُرُورًا ۝ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ وَلَئِن ۴۱

دھوکا ہے اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو روکتا ہے کہ وہ اپنے رستہ سے ہٹ نہ جائیں۔ اور اگر

زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝

وہ ہٹ جائیں تو اسکے بعد کوئی انہیں نہیں روک سکتا وہ بردبار بخشنے والا ہے ۲۷۲۶

زال — ۲۷۲۶ تزولا۔ زال کے معنی ہیں ایک چیز اپنے رستہ سے ہٹ گئی ایک طرف کو مائل ہوئی ہوئی وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال (ابراہیم ۔۴۶) اور اسی سے زوال ہے جو اس چیز کے متعلق کہا جاتا ہے جو پہلے ثابت ہو اور زوال الشمس بلحاظ ظاہر کے کہا جاتا ہے اور

لایزال — ما زال اور لایزال خاص محاورہ ہے جس کے معنی ہیں ہمیشہ رہا اور اس کی اصل یا سے ہے ولایزالون مختلفین (ھود۔۱۱۸) لایزال بنیانہم (التوبہ۔۱۱۰) فمازلتم فی شک (المومن۔۳۴) اور یہ گویا دو نفیوں کا اجتماع ہے اسلئے اس کے معنی اثبات کے ہیں (غ)۔

زمین کی حرکت اور رستہ — زمین کا رستہ سے ہٹنے کو روکنا صاف بتاتا ہے کہ زمین بھی حرکت کرتی ہے اور اس کا ایک رستہ ہے اور آسمانوں کا ہٹنے سے روکنا

اجرام سماوی — بتاتا ہے کہ آسمانوں سے مراد یہاں اجرام سماوی ہیں جو اپنے اپنے رستوں پر چلتے ہیں مطلب یہ کہ وہ قوانین جن سے یہ چیزیں اپنے اپنے رستوں پر چلتی ہیں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اگر ان چیزوں کے مقرر رستے نہ ہوں تو عالم تباہ ہو جائے لئن زالتا میں اشارہ قیامت کی طرف ہے

۴۲ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ

اور اللہ کی قسمیں کھاتے تھے بڑے زور کی قسمیں کہ اگر ان کے پاس ڈرانے والا آئے تو وہ قوموں میں سے ہر ایک سے بڑھکر ہدایت والے ہونگے

۴۳ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۙ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ

پھر جب انکے پاس ڈرانے والا آیا تو اسنے انہیں دور بھاگنے میں ہی بڑھایا ۲۷۲۷ زمین میں تکبر کرتے ہوئے اور بری تدبیر کرتے ہوئے

وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ

اور بری تدبیر کا وبال صرف اسکے کرنیوالے پر ہی ہوتا ہے سو یہ پہلوں کے طریق کے سوائے اور کسی چیز کا انتظار نہیں کرتے

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝

سو تو اللہ کے طریق میں کوئی تبدیلی نہ پائیگا اور تو اللہ کے طریق کے لئے پھیر دینا نہ پائے گا

۴۴ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں پس دیکھتے کہ ان کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے

وَكَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى

اور وہ قوت میں ان سے بڑھکر تھے اور اللہ ایسا نہیں کہ اسے کوئی چیز عاجز کردے (نہ) آسمانوں میں اور نہ زمین

۴۵ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا

میں وہ جاننے والا قدرت والا ہے اور اگر اللہ لوگوں کو انکے اسپر پکڑتا جو وہ کرتے ہیں تو اس کی پیٹھ پر کوئی جاندار نہ

مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝

چھوڑتا لیکن وہ انہیں ایک وقت مقرر تک مہلت دیتا ہے سو جب انکا وقت آجائیگا تو اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے ۲۷۲۸

۲۷۲۷ احدی الامم سے مراد ہے کل واحدۃ من الامم قریش جب سنتے کہ یہودیوں نے کس طرح اپنے پیغمبروں کو رد کیا اور جھٹلایا تو کہتے کہ اگر ہمارے پاس رسول آئے تو ہم اس کی تابعداری کرکے دکھائیں۔

۲۷۲۸ یہی مضمون النحل ۱۶-۶۱ میں ہے ولو یواخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ ولکن یوخرھم الی اجل مسمی فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔ دابۃ ہر زمین پر چلنے والا ہے۔ مگر مجازاً اس سے مراد وہ لوگ لئے گئے ہیں جو حیوانات کی طرح زمین پر جھکے رہتے ہیں اور اسی زندگی کو اصل غرض اور مقصد سمجھ لیتے ہیں جیسے فرمایا ان ھم الا کالانعام (الفرقان ۲۵-۴۴) ظلم یا برے اعمال کیوجہ سے اللہ تعالیٰ کی گرفت انسانوں پر ہی ہوتی ہے اور انہی انسانوں کا یہاں ذکر ہو سکتا ہے نہ دوسرے نکاید یوخرھم میں ضمیر ھم جو عقلاء کیلئے ہے صاف بتاتی ہے کہ یہاں اسی قسم کے لوگوں کا ذکر ہے مراد حیوانات نہیں اور سارے لوگ بھی اس میں شامل نہیں۔ اور دابۃ سے مراد انسان ہونا مفسرین نے بھی مانا ہے (ر د)۔

دابۃ سے مراد زمینی لوگ

سُوْرَةُ یٰسٓ مَکِّیَّةٌ وَّهِیَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰیَةً وَّخَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

نام

اس سورت کا نام یٰسٓ ہے اور اس میں پانچ رکوع اور ۸۳ آیتیں ہیں۔ اس کا نام یٰسٓ پہلی آیت سے لیا گیا ہے اور یہ خطاب اے انسان آنحضرت صلعم کو ہے جس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسانیت کو آپ نے کمال تک پہنچایا اور اس لئے آپ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ہی انسان کمال کو حاصل کر سکتا ہے یہی اس سورت کا اصل مضمون ہے۔

قلب قرآن

اس سورت کو خود زبان مبارک نبوی سے قلب قرآن کا خطاب ملا ہے اور اس کے فضائل احادیث میں بہت سے آئے ہیں اور اس کا قلب قرآن ہونا اسی لحاظ سے ہے کہ قرآن کی اصل غرض انسان کو کمال پر پہنچانا ہے اور اسی کا بالخصوص ذکر اس سورت میں ہے اور بلحاظ ترتیب ظاہری بھی اس کا مقام قلب کا ہی ہے +

خلاصہ مضمون

سب سے پہلے قرآن کریم کو آنحضرت صلعم کی صداقت پر بطور شہادت پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ آنحضرت صلعم کا معجزہ قرآن کریم ہے۔ کیونکہ آپ نے جس بات کا دعوٰی کیا ہے اسے قرآن کریم ثابت کر دے گا اور وہ ثابت کر دینا عملی طور پر انسانوں کو اس مقام پر پہنچانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ جن انسانوں کو اس مقام پر پہنچانا ہے ان کی حالت کیسی ہے اور ان میں احساس گویا مر چکا ہے دوسرے رکوع میں ایک مثال کے رنگ میں سمجھایا ہے کہ وہ قوم جس کی اصلاح کا کام آنحضرت صلعم کے سپرد براہ راست کیا گیا ہے اس قابل نہ رہی تھی کہ کوئی موجودہ مذہب ان کی اصلاح کر سکتا۔ اور عملی طور پر پہلے مذاہب اس کی اصلاح کی کوشش میں ناکام ہو چکے ہیں۔ تیسرے رکوع میں حق کی صداقت کے کچھ نشانات بیان کر کے یہ سمجھایا ہے کہ آنحضرت صلعم کے وجود باجود سے اللہ تعالیٰ ایک مردہ زمین کو زندہ کر دے گا چوتھے رکوع میں آپ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں کی جزا اور آپ کی مخالفت کرنے والوں کی سزا کا ذکر ہے اور پانچویں میں بتایا ہے کہ جو قومیں اپنے برسرعروج ہونے کی وجہ سے حق کی مخالفت کرتی ہیں انہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کے بھی آخر زوال کا وقت آئے گا اور اللہ تعالیٰ جس کی قدرت اور حکومت تمام اشیاء پر ہے حق کو غالب کرے گا اور معبودان باطل اپنے پرستاروں کی کوئی نصرت نہ کر سکینگے +

تعلق اور زمانہ نزول

پچھلی سورت میں انسانوں کی ربوبیت روحانی کا ذکر تھا اور بتایا تھا کہ اس نے تمام قوموں کی ربوبیت روحانی بذریعہ رسل کے کی تو اب یہاں یہ بتایا ہے کہ اب انسان کامل محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے تمام انسانوں کی ربوبیت روحانی ہوگی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھ سورتوں کا ایک مجموعہ ہے یعنی السبا۔ فاطر۔ یٰسٓ۔ الصّٰفّٰت۔ صٓ۔ الزمر۔ چنانچہ سورۃ السبا الحمد للہ رب العالمین سے شروع ہوتی ہے اور سورۃ الزمر الحمد للہ رب العالمین پر ختم ہوتی ہے۔ ان کا مضمون بھی قریبًا ایک ہی چلتا ہے اور زمانہ نزول بھی ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ سورت بھی درمیانی مکی زمانہ کی ہے +

ع ۱ (۱۲)

قرآن آنحضرت کا معجزہ

۱ یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○
۲ ۳

اے انسان (کامل)۲۷۲۸ حکمت والا قرآن گواہ ہے۲۷۲۹ کہ تو مرسلوں میں سے ہے

یٰس

۲۷۲۸ یٰس۔ حضرت ابن عباس سے اس کے معنی اے انسان مروی ہیں (رح) اور بعض روایات میں ہے کہ اسکے یہ معنی لغت حبش یا لغت طے میں ہیں (د)، اور بعض نے اسے اسماء اللہ یا اسمائے قرآن یا اسمائے رسول اللہ صلعم میں سے کہا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ س مقطعات کے طور پر انسان میں سے لیا گیا ہے۔ اور انسان کا لفظ نکرہ لانے سے آپ کے کمال انسانیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے

اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کی قسم کھانا

۲۷۲۹ و۔ دیکھو ۶۸۴ یہ واؤ قسم کی کہلاتی ہے۔ قسم اصل میں کیا چیز ہے۔ انسانوں کے قسم کھانے کا یہ منشا ہوتا ہے کہ وہ اپنے بیان کو کسی زبردست شہادت سے مؤید کرتا ہے۔ اب یہ پہلے دکھایا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے وہی لفظ استعمال ہوتے ہیں جو انسانوں کیلئے مگر دونوں کے استعمال میں یہ کھلا فرق ہے کہ جب ایک فعل اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے تو اس کا منشا صرف اس فعل کی آخری غرض ہوتی ہے اور وہ آلہ یا ذریعہ کالعدم ہوتا ہے جس کے واسطہ سے انسان اس غرض کو حاصل کرتا ہے جس طرح بنانا ایک فعل ہے جب انسان کسی چیز کو بنائے گا تو وہ آلوں اور ذریعوں کے واسطے سے ایک چیز کو جو پہلے نہیں تھی وجود میں لائیگا لیکن یہی فعل بنانا جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو مطلب صرف اس کا وجود میں لانا ہوگا اور آلے اور ذریعے درمیان میں نہیں رہینگے پس قسم کی اصل غرض چونکہ ایک شہادت پیش کرنا ہے اسلئے جب قسم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگی تو مطلب صرف یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو بطور شہادت پیش کرتا ہے۔ اور شہادتوں سے ایک بیان کو مؤید کرنا چونکہ معیوب نہیں بلکہ ضروری ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کی قسم کھانا بھی معیوب نہیں بلکہ ضروری ہے بس، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کی قسموں پر جو اعتراض کیا گیا ہے وہ صرف کم فہمی سے پیدا ہوا ہے یعنی یہ خیال کر کے کہ قسم کی غرض کوئی نہیں یہ محض کوئی ڈھکوسلا ہے +

اقسام قرآن

غور کیا جائیگا تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ربوبیت کی بھی قسم کھائی ہے یعنی اپنی صفت ربوبیت کو بطور گواہ پیش کیا ہے دیکھو ۶۹۸ نبی کریم صلعم کی زندگی کی قسم کھائی ہے گویا آپکی پاکیزہ زندگی کو بطور گواہ پیش کیا ہے دیکھو ۷۰۲ یہاں قرآن حکیم کی قسم کھائی ہے گویا قرآن حکیم کو نبی کریم صلعم کی صداقت کی شہادت میں پیش کیا ہے۔ ملائکہ اور ہواؤں کی قسمیں کھائی ہیں آسمان اور نجم کی قسم کھائی ہے سومنوں کی قسم کھائی ہے جنکا ذکر آگے اپنے اپنے موقعہ پر آئیگا۔ دوسرے زیادہ ضروری بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ بعض وقت آیندہ ہونے والے واقعات کی قسم کھائی ہے گویا انہیں بطور شہادت پیش کیا ہے اور انکی شہادت یہ ہوتی ہے کہ ان واقعات کا ہو جانا جنکے ہو جانے کے بتانے کے وقت کوئی قرائن موجود نہ تھے ایک کھلا ثبوت اس کلام کی صداقت کا ہوتا ہے۔

قرآن کی قسم سے مراد

یہاں قرآن حکیم کی قسم کا جواب ہے کہ آنحضرت صلعم رسولوں میں سے ہیں اور سیدھے رستہ پر ہیں (علیٰ صراط مستقیم) خبر ثانی ہے پس معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کو آپ کی رسالت پر بطور گواہ پیش کیا ہے۔ گویا یہ آپ کا معجزہ ہے جس سے آپکی رسالت ثابت ہوتی ہے اور یہ آنحضرت صلعم کی کل انبیائے عالم پر فضیلت ہے کسی نبی کی کتاب اس کا معجزہ نہیں اور نہ اس کی صداقت پر بطور گواہ پیش کی گئی ہے سوائے قرآن کریم کے انجیل حضرت مسیح کا معجزہ نہیں نہ توریت حضرت موسیٰ کا مگر قرآن کریم آنحضرت

قرآن دائمی اور زندہ معجزہ ہے

صلعم کا معجزہ ہے دوسرے انبیاء کے معجزات چند خارق عادت امور ہیں جو انکے سامنے کے لوگوں نے بھی سب نے نہیں دیکھے۔ مگر قرآن حکیم وہ معجزہ ہے جو نہ صرف آپکی زندگی میں کل عرب نے دیکھا بلکہ آج تیرہ سو سال سے عرب و عجم ایشیا و یورپ سب دیکھتے چلے جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ تک ساری دنیا دیکھتی چلی جائے گی پس یہی ایک زندہ معجزہ ہے اور ضروری تھا کہ جس شخص پر نبوت و رسالت کو ختم کیا جاتا اسے ایسا ہی زندہ اور دائمی معجزہ دیا جاتا پھر یہ صرف معجزہ نہیں بلکہ دلیل بھی ہے ہر ایک معجزہ صرف اس قدر دکھاتا ہے کہ اسکے دکھانیوالے کو اللہ تعالیٰ نے معمولی انسانوں سے بڑھکر کوئی طاقت

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۙ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ ۴ ۵

سیدھے رستہ پر (ہے) اُتارا غالب رحم والے کی طرف سے ہے ۲۷۳۰ تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادا

اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۷

نہیں ڈرائے گئے سو وہ غافل ہیں ۲۷۳۱ ان میں سے بہتوں پر بات پوری ہوئی سو وہ ایمان نہیں لاتے ۲۷۳۲

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝ ۸

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے ہیں اور وہ ٹھوڑیوں تک ہیں سو انکے سر اونچے کے اونچے رہ گئے ہیں ۲۷۳۳

دی ہے مگر یہ ایسا معجزہ ہے کہ اس کا اعجاز ہی اسکی صداقت کی دلیل ہے اور ایسی سیدھی زبردست اور دلوں کو کھا جانیوالی دلیل ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے آنحضرت صلعم کیلئے کسی اور معجزہ کی ضرورت نہ تھی گو اللہ تعالیٰ نے دوسری قسم کے بھی بہتیرے معجزات آپکو عطا فرمائے

قرآن کا پرحکمت ہونا آنحضرت کی صداقت پر دلیل ہے

ایک اور بات قابل غور یہ ہے کہ یہاں قرآن کے حکیم ہونے کو بطور شہادت پیش کیا ہے یعنی یہ ایک پرحکمت کتاب ہے بلاشبہ ایک اُمی قوم کے اُمی انسان کے منجانب اللہ ہونے پر اس سے بڑھکر کیا شہادت ہو سکتی تھی کہ ان پرحکمت باتوں کو پیش کیا جائے جو اسکے منہ سے نکلتی ہیں مگر اس نے کہیں سے نہیں سیکھیں۔ یہاں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کو اور اسکی کامیابی کو بطور اعجاز پیش نہیں کیا بلکہ اس کی حکمت کو پیش کیا ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے مذہب کو ایک سائنس اور علم بنا دیا یہ کام دنیا کی اور کسی کتاب نے نہیں کیا۔ ہاں حکمت کی بات پہلے لفظ پرست لوگوں کو سمجھ نہیں آتی لیکن جوں جوں علم ترقی کرتا ہے حکمت کی باتیں خود دلوں میں گھر کرتی چلی جاتی ہیں ان تیرہ سو سال میں لوگوں نے کیا کیا حکمت کی باتیں اس پاک کتاب سے سیکھی ہیں انہیں چھوڑ کر صرف اسی بات کو دیکھا جائے کہ آج یورپ کس طرح باوجود سامانوں کے ساتھ سخت ترین عداوت کے قرآن حکیم کے اصولوں کو تسلیم کرتا چلا جاتا اور انکے سامنے سر جھکاتا چلا جاتا ہے تو یہ نتیجہ یقینی ہو جاتا ہے کہ جوں جوں علم ترقی کریگا قرآن کریم کی صداقت خود بخود روشن ہوتی چلی جائے گی +

قرآن کی قبولیت علم کے ساتھ ترقی کرتی ہے

۲۷۳۰ تنزیل کی نصب مدح پر ہے اور عزیز رحیم کیطرف سے اسکا اترنا بیان کیا تا معلوم ہو کہ یہ منکروں پر غالب آئیگا اور ماننے والوں کے لئے بڑے بلند مراتب کا موجب ہوگا کیونکہ صفت رحیمیت مومنوں سے خاص ہے +

۲۷۳۱ اس میں شبہ نہیں کہ آنحضرت صلعم سے پہلے حجاز میں کوئی رسول نہیں آیا لیکن یہاں ما انذر اٰباؤھم سے مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے انذار قبول نہیں کیا کیونکہ یہاں انکی سخت دلی کا ذکر ہے اور ایک رنگ میں یہود و نصاریٰ کے ذریعہ سے ملک عرب کے لوگوں کو انذار ہوا مگر انہوں نے اسکی پروا نہیں کی اسلئے ان کی حالت غافلوں کی تھی یعنی ایسے لوگ جن میں نیکی کا احساس بھی نہ رہا تھا ایسی قوم کے انذار کو آپکے سپرد کرنے میں یہ بتایا ہے کہ کس قدر مشکل وہ کام تھا جو آنحضرت کے سپرد کیا گیا جس قوم کی اصلاح کرنے میں پہلے مذاہب ناکام ہوئے اسکی اصلاح آپکے ذمے ڈالی گئی +

آنحضرت کے کام کی مشکلات

۲۷۳۲ کیا قول پورا ہوا۔ عموماً قول ابلیس مراد لیا گیا ہے لاغوینھم اجمعین۔ اور ابوحیان نے ایک قول اسکے معنی میں نقل کیا ہے کہ مراد رسولوں کا قول توحید ہے اور حق سے مراد ہے کہ اس کی دلیل روشن ہوگئی (ر) اور میرے نزدیک قول فھم غافلون ہی ہے کیونکہ غافل اسے کہتے ہیں جسے اس چیز کا احساس نہ ہو جسکا احساس ہونا چاہیئے دیکھو ۱۵۱۶ ب گویا ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں نیکی اور روحانیت اور اخلاق فاضلہ کا احساس ہی باقی نہیں رہا +

۲۷۳۳ مقمحون۔ قمح اونٹ کے متعلق کہا جاتا ہے جب وہ حوض پر سر اونچا کرلے اور پانی نہ پیئے۔ اور مُقْمَح وہ شخص ہے جو اپنا سر اونچا کئے ہوتے ہے گویا اسے نیچا کر ہی نہیں سکتا اور اِقْمَاح سر کے اونچا اور آنکھ کے نیچا کرنے کو بھی کہا جاتا ہے اور اُقْمِحَهُ الغُلُّ کے معنی ہیں کہ

قمح۔ مقمح

۹ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ○

اور ہم نے انکے سامنے روک بنا دی ہو اور انکے پیچھے بھی روک (بنادی ہو) یوں انپر پردہ ڈال دیا ہو سو وہ نہیں دیکھتے ۲۷۳۴

۱۱ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○ إِنَّمَا تُنْذِرُ

اور انپر برابر ہو کہ تو انہیں ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لاتے تو صرف اسے ڈرا سکتا ہے

مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ○

جو نصیحت کی پیروی کرتا ہو اور رحمٰن سے غیب میں ڈرتا ہو سو اسے مغفرت اور عزت والے رزق کی خوشخبری دے دو

طوق کی تنگی کی وجہ سے اس کا سر اونچا رہ گیا (ل)، اور أَقْمَحَ الْبَعِيرَ کے معنی ہیں اونٹ کے سر کو پیچھے کی طرف کو باندھ دیا اور مقمحون یہاں اسکے ساتھ بطور تشبیہ کے ہی اور مثال کے طور پر اور غرض انکے اس وصف کو بیان کرنا ہو کہ وہ حق کی فرمانبرداری سے اور رشد کے قبول کرنے سے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کس طرح انکار کر رہے ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ قیامت میں ان کی حالت کی طرف اشارہ ہو (غ)+

رسم ورواج کے طوق

گردنوں میں طوقوں کے ہونے سے مراد ان کا رسم و رواج وغیرہ میں جکڑا ہوا ہونا ہو دیکھو ۱۵۹۹ اور طوقوں کا ٹھوڑیوں تک ہونا اسی تشبیہ کے لحاظ سے ہے جو مقمحون میں ہے کیونکہ جب طوق ٹھوڑی تک ہوگا تو سر بالکل نیچے نہیں ہوسکے گا اور مراد یہی ہو کہ رسم و رواج کے طوقوں نے انہیں ایسے طور پر جکڑا ہوا ہے کہ وہ اپنے سروں کو بالکل نہیں جھکا سکتے اور تفسیر میں ہے کہ اس سے مراد ہے کہ انہیں قبول حق کی توفیق نہیں ملتی یہاں تک کہ وہ حق کے مقابلہ میں تکبر اختیار کرتے ہیں کیونکہ متکبر کے متعلق کہا جاتا ہو کہ اس کی گردن اونچی ہو اور بعض نے اسے ان کے کفر پر پختہ ہونے سے تمثیل لیا ہو گویا کفر پر اس شخص کی طرح پختہ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں کہ وہ ادھر ادھر نہیں ہوسکتے اور ضحاک اور فراء کا قول ہو کہ گردنوں میں طوق ہونے سے مراد ان کا فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے رکنا ہو جیسا کہ فرمایا لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ (بنی اسرائیل-۲۹) اور قیامت میں ایسا ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ جو حالت انسان اپنی اس دنیا میں رکھتا ہو وہی قیامت میں کھلے طور پر ظاہر ہو جائے گی اور اخلاقی اور غیر مرئی امور ظاہر طور پر نظر آنے لگیں گے۔ آج یہی رسم و رواج کے طوق مسلمانوں کے گلے میں پڑے ہوئے ہیں +

اِغشاء

۲۷۳۴ اغشیناہم۔ غشاوۃ کے لئے دیکھو ۳۱ اور أَغْشَىٰ کے معنی ہیں پردہ ڈال دیا کا نما اغشیت وجوھھم (یونس ۲۷)

کفار کے آگے اور پیچھے سد سے مراد

سامنے اور پیچھے روک ہونا اور پردہ ڈالنا سب اسی معنی میں ہے جیسا طوقوں وغیرہ کا ہونا اور خلفہم کی روک یہ ہو کہ وہ عواقب امور پر غور نہیں کرتے گویا ان کی نظر رک گئی ہو اور وہ آگے نہیں جاتی۔ اور بین ایدیہم سے مراد یہ ہے کہ پچھلی تاریخ اور قوموں کی حالت پر غور نہیں کرتے گویا اس طرف سے بھی نظر رکی ہوئی ہو اور یہی دو باتیں ہیں یعنی عواقب امور میں فکر کرنا اور پہلی قوموں کی حالت پر غور یا پہلے لوگوں کو جو ایسے ہی افعال پر نتائج ملے انپر غور کرنا جن سے راہ راست پر چلنے کی توفیق ملتی ہے پس جب یہ دو باتیں نہیں تو گویا ان پر پردہ پڑ گیا اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف ان باتوں کو منسوب کیا اسلئے کہ یہ سب باتیں ان کے افعال کا نتیجہ ہیں +

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ ۱۲

ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھ لیتے ہیں جو وہ آگے بھیجتے ہیں اور انکے نشان (جو پیچھے رہجاتے ہیں) اور ہر ایک چیز کو ہم ایک بیان کرنے

فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ۝ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ ۱۳

والی کتاب میں محفوظ کر لیتے ہیں ۲۷۳۵ اور ان کیلئے گاؤں کے رہنے والوں کی مثال بیان کر جب ان کے پاس رسول آئے ۲۷۳۶

ع ۲۰

تکذیب رسل

قرآن کریم کا احیائے موتیٰ کا عظیم الشان معجزہ

۲۷۳۵ نحی الموتیٰ میں اشارہ انہی کفر پر اصرار کرنیوالوں کی طرف بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ابھی پچھلی سورت میں وما یستوی الاحیاء ولا الاموات (فاطر ۳۵: ۲۲) میں کفار کو مردے کہا ہے اور قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے مگر یہاں پہلے معنی انسب ہیں یعنی اول انکے کفر پر اصرار اور مردہ ہونے کا ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ اس قرآن حکیم کے ذریعہ سے ہم ان مردوں کو بھی زندہ کرینگے اور یہ ایسے زندہ ہونگے کہ نہ صرف اپنے لئے اعمال صالحہ آگے بھیجیں گے جن کا ذکر ما قدموا میں ہے بلکہ وہ اپنے پیچھے علم اور نیکی کے آثار چھوڑینگے اسلئے وآثارھم بھی ساتھ بڑھایا۔ اور فی الحقیقت قرآن کریم نے اپنی صداقت کا ثبوت مردہ عرب کو زندہ کر کے دیدیا اور ایسا ثبوت کسی اور نبی کی زندگی میں ہمیں نظر نہیں آتا۔ اور اسی طرح بیشمار مردے اس نے زندہ کئے اور آیندہ بھی کریگا۔ یوں جو دعویٰ شروع رکوع میں کیا تھا کہ قرآن کریم آنحضرت کا معجزہ ہے اس کا ثبوت یہاں دیدیا۔ امام بمعنی کتاب کے لئے دیکھو **۱۵۵۱** ۔

انطاکیہ اور حواری مسیح

۲۷۳۶ اس قریہ سے مفسرین نے مراد انطاکیہ لیا ہے اور یہی حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور مرسلون سے مراد قتادہ اور بعض مفسرین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری لئے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے جو حضرت عیسیٰ کی تائید کیلئے بھیجے گئے اور کہتے ہیں وہ عیسیٰ کی شریعت کی پیروی کرنے والے تھے۔ مگر اول تو حضرت عیسیٰ خود حضرت موسیٰ کی شریعت کے پیرو تھے اور دوسرے حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلعم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور یہ زمانہ فترت ہے پس اگر ان الفاظ میں کسی تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ سمجھا جائے تو مرسلین سے مراد حضرت عیسیٰ کے بھیجے ہوئے ہونگے اور ان پر لفظ رسول بطور مجاز بولا گیا ہے لیکن اول تو ایسا کوئی خاص تاریخی واقعہ عیسائیت کی تاریخ میں نظر نہیں آتا دوسرے اللہ تعالیٰ نے یہاں صاف الفاظ میں اسے مثال کہا ہے اسلئے تاریخی واقعہ مراد لینا درست بھی نہیں۔ بلکہ یہ صرف مثال کے طور پر ایک بات سمجھائی ہے اور اس میں عرب کی سخت دلی کا بیان ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان لوگوں کے احساس مذہبی کی یہ حالت تھی کہ دو رسولوں کا پیغام یکے بعد دیگرے انہیں پہنچایا گیا مگر اس قوم پر کوئی اثر نہ ہوا اور یہ دو رسول حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے۔ اور یہ امر واقع ہے کہ عرب کی اصلاح کیلئے پہلے یہودیوں نے بڑی زبردست کوشش کی اور ناکام رہے پھر عیسائیوں نے ہمارے نبی کریم صلعم کی تشریف آوری سے پہلے بڑی بھاری کوشش کی مگر ملک عرب پر بحیثیت مجموعی کوئی اثر نہ ہوا اور اس کا ذکر اسی مناسبت سے کیا کہ عرب کے لوگوں کی سخت دلی کا ذکر تھا کہ ان میں نیکی کا احساس بھی باقی نہ رہا تھا اسلئے انہوں نے نہ یہود کے پیغام کی پرواہ کی نہ نصاریٰ کی۔ لہذا اس کو بطور مثال یوں بیان کیا کہ ایک بستی ایسی سخت دل ہے جو دو رسولوں کو جھٹلا چکی ہے تب تیسرا رسول انکے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اگر اس واقعہ کیطرف اشارہ ہو تو پھر دو رسول پہلے بھیجنے میں اور تیسرا بعد میں بھیجنے میں کوئی خاص غرض نظر نہیں آتی ۔

لفظ رسول کا استعمال بطور مجاز

اصلاح عرب میں یہود اور نصاریٰ کی کوششوں کی ناکامی

۱۴ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْہِمُ اثْنَیْنِ فَکَذَّبُوْھُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَیْکُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۲۴۳۷ ○

جب ہم نے ان کی طرف دو (رسول) بھیجے تو انہوں نے دونوں کو جھٹلایا تب ہم نے تیسرے سے قوت دی سو انہوں نے کہا ہم تمہاری طرف رسول ہیں

۱۵ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ ○

انہوں نے کہا تم کچھ نہیں مگر ہماری طرح انسان ہو اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم جھوٹ ہی کہتے ہو

۱۶، ۱۷، ۱۸ قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ○ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ○ قَالُوْٓا اِنَّا

انہوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف یقیناً رسول ہیں اور ہمارے ذمے سوائے کھول کر پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں انہوں نے کہا ہم نے

۱۹ تَطَیَّرْنَا بِکُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَھُوْا لَنَرْجُمَنَّکُمْ وَلَیَمَسَّنَّکُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ قَالُوْا طَآئِرُکُمْ

تمہیں منحوس پایا ہے اگر تم باز نہ آؤ ہم تمہیں پتھر ماریں گے اور ہماری طرف سے ضرور تمہیں دردناک دکھ پہنچیگا انہوں نے کہا تمہاری نحوست

۲۰ مَّعَکُمْ اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ رَجُلٌ

تمہارے ساتھ ہی ہے۔ کیا اسلئے کہ تمہیں نصیحت کیگئی بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو ۲۴۳۸ اور شہر کے پرے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا

۲۱ یَّسْعٰی قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ○ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا یَسْـَٔلُکُمْ اَجْرًا وَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ○

آیا اس نے کہا اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو ۲۴۳۹ ان کی پیروی کرو جو تم سے اجر نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پر ہیں

۲۲، ۲۳ وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَةً

اور میرا کیا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے کیا میں اسے چھوڑ کر (اور) معبود بناؤں

اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ○

کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی دکھ پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے بچا سکینگے

عزز

۲۴۳۷ عززنا۔ عزّ سے ہے دیکھو ۱۳۶۷ اور عِزّة بمعنی شدت و قوت بھی ہے اور عَزَّزَ کے معنی ہیں قوی کیا مضبوط کیا (ل) ✦

۲۴۳۸ طائرکم معکم یعنی تمہاری شومئ قسمت کی وجہ تمہارے اپنے اعمال ہیں۔ اَئن ذکرتم کا جواب محذوف ہے یعنی کیا نیک نصیحت کو تم اپنی شومئ قسمت کی وجہ ٹھہراتے ہو۔ یا نیک نصیحت کرنے پر تم ہمیں برا کہتے ہو اور دکھ دیتے ہو ✦

۲۴۳۹ مفسرین نے اس کا نام حبیب دیا ہے مگر یہ محض خیال ہی خیال ہے۔ یہ واقعہ بھی اسی تمثیل کا حصہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ رسولوں کی تائید کیلئے کوئی نہ کوئی باثر شخص اس قوم میں سے کھڑا ہو جاتا ہے جو لوگوں کو سمجھاتا ہے قرآن کریم میں رجل مومن من آل فرعون کا ذکر ہے اور حضرت عیسیٰ کی تائید کیلئے یوسف آرمیتیا کھڑا ہو گیا تھا آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے ذریعہ سے نصرت پہنچائی اور بہت سے لوگ آپ کی نصیحت سے داخل اسلام ہوئے مطلب یہ ہے کہ رسولوں کو اللہ تعالیٰ بغیر نصرت کے نہیں چھوڑتا۔

اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝ قِیْلَ ادْخُلِ ۲۴ ۲۵ ۲۶

میں اس صورت میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہونگا میں تمہارے رب پر ایمان لایا سو میری بات سنو کہا گیا جنت میں

الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ۝ ۲۷

داخل ہو جا اس نے کہا اے کاش میری قوم جانتی ۲۱۴۷ وہ جو میرے رب نے میری مغفرت کی اور مجھے عزت والوں میں سے بنایا

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ۝ ۲۸

اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اُتارا اور نہ ہم کبھی اُتارتے ہیں ۲۱۴۸

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۝ یٰحَسْرَةً عَلَی ۲۹ ۳۰

وہ صرف ایک آواز ہوتی ہے پس وہ ناگہاں بے حس ہوتے ہیں ہائے افسوس

الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

بندوں پر کوئی رسول انکے پاس نہیں آتا مگر وہ اس سے ہنسی کرتے ہیں۔

۲۱۴۷ قیل ادخل الجنۃ میں ایک قول تو یہ ہے کہ وہ زندہ جنت میں داخل ہو گیا اور دوسرا یہ ہے کہ شہید ہو کر داخل جنت ہوا اور مجاہد کہتے ہیں کہ یہاں سے مراد صرف یہ ہے کہ جنت اس کیلئے واجب ہو گئی (ج) اور بعض نے مراد اس سے صرف بشارت لی ہے یعنی اسے جنت کی خوشخبری دی گئی (ر) اور یہ معنی لئے جائیں تو پھر موت کے وقت سے اس کی خصوصیت [illegible] اسی دنیا کی زندگی میں جنت کی بشارت مل جاتی ہے اور ہمارے نبی کریم صلعم نے دس صحابی کو عشرہ مبشرہ [illegible] اسی دنیا کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے +

۲۱۴۸ من بعدہ سے مراد اس کی موت لی گئی ہے مگر اسکے ایمان لانے کے بعد بھی مراد ہو سکتی ہے کیونکہ ایمان لا کر وہ اپنی قوم سے نکل جاتا ہے اور قوم مخالفت پر اڑی رہتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دشمن حق پر ہم آسمان سے لشکر نہیں اتارا کرتے بلکہ زمین سے ہی وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جو اس قوم کی تباہی کا موجب ہو جاتے ہیں خواہ وہ زلزلہ ہو یا آتش فشاں ہو یا آندھی ہو یا وبا ہو یا جنگ ہو۔ پہلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا اور ہمارے نبی کریم صلعم کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا اور نزول ملائکہ جس کا ذکر جنگوں کے متعلق آتا ہے وہ صرف مومنوں کو قوت دینے اور دشمنوں کے دل میں رعب ڈالنے کیلئے تھا۔ دشمن کے مارنے کیلئے اوپر سے فرشتوں کے آنیکو یہ آیت غلط ٹھہراتی ہے اسلئے لڑائیوں میں فرشتوں کا مقابلہ کرنا صحیح نہیں۔ اور اگلی آیت میں جو آتا ہے صیحۃ واحدۃ تو یہ بھی سب کیلئے ہے۔ خود نبی کریم صلعم کے اعداء کے متعلق آگے آتا ہے ما ینظرون الا صیحۃ واحدۃ (۴۹) تو مراد اس سے عذاب کی تباہی ہے خواہ کسی رنگ میں ہو اور بعض نے جند من السماء سے مراد ملائکہ وحی لیکر یہ مطلب لیا ہے کہ اس کے بعد اس کی قوم پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا مگر ایک مومن کے قتل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا کسی قوم کو نبوت سے محروم کر دینا سمجھ نہیں آتا +

دشمنانِ حق کی ہلاکت کیلئے آسمان سے فرشتے نہیں اُترتے

۳۱ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ وَإِن كُلٌّ

کیا وہ غور نہیں کرتے کتنی نسلیں ہم نے ان سے پہلے ہلاک کیں کہ وہ ان کی طرف رجوع نہیں کرتے ۲۷۴۲ اور کل اُن

۳۲ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝ ع ۳۳ وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا

کے سب ہی ہمارے حضور حاضر کئے جائینگے اور ایک نشان انکے لئے مردہ زمین ہے ہم نے اسے زندہ کیا اور اس میں سے

ع ۳ ۱۸ — حق اور اسکی کامیابی کے نشانات

۳۴ مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا

اناج نکالا تو وہ اس سے کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور اس میں

۳۵ فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۝ لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝ ۳۶ سُبْحَانَ

چشمے جاری کئے تاکہ وہ اسکے پھل سے کھائیں اور انکے ہاتھوں نے اسے نہیں بنایا ۲۷۴۳ تو کیا وہ شکر نہیں کرتے پاک ہے

الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۝

ذات ہے جس نے سب جوڑے پیدا کئے اس سے جو زمین اگاتی ہے اور انکی اپنی جانوں سے اور اس سے جو وہ نہیں جانتے ۲۷۴۴

۲۷۴۲ انہم الیہم لا یرجعون سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جنہیں ہلاک کر دیا گیا وہ انکی طرف جو اسی دنیا میں رہ جاتے ہیں لوٹکر نہیں آتے حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت علی قیامت سے پہلے پھر زندہ ہوکر آئینگے تو آپ نے فرمایا پھر ہم بہت ہی برے لوگ ہیں کہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا اور انکی میراث تقسیم کر لی تب آپ نے پڑھا انہم الیہم لا یرجعون (ر) اور بعض نے کہا اہل مکہ کیطرف لوٹکر نہیں آتے اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ ہم نے ان سے پہلے نسلوں کو اس لئے ہلاک کیا کہ وہ رسولوں کی طرف رجوع نہ کرتے۔ پہلے دو معنی کو ترجیح ہے۔

عرب کی مردہ زمین کے زندہ ہونے میں نشان

۲۷۴۳ ان آیات سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کس طرح ہم آسمانی پانی کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کرتے رہتے ہیں اور اس میں اناج اور پھل نکالتے رہتے ہیں اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو جو پہلے محض مردہ تھی نہ اس پر روئیدگی تھی نہ کوئی جاندار تھا زندہ کیا اور اس میں سارے سامان انسانوں کی زندگی کے پیدا کئے اور اسکے اندر پانی کے چشمے بہائے۔ اسے بڑے نشان اسلئے بیان کیا کہ انسان کیلئے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحمانیت سے پیدا کیا انسان کے ہاتھوں نے یہ چیزیں نہیں بنائیں اسیطرح وہ سامان جو انسان کی روحانی زندگی کا موجب ہیں انسان کے ہاتھ انہیں نہیں بنا سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت رحمانیت سے پیدا کرتا ہے اور یہی ارسال رسل ہے۔ اور پھر یہ یوں بھی نشان ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرکے اس میں چشمے بہاتا اور پھل وغیرہ اگاتا ہے ایسا ہی اب اسکی روحانی بارش سے عرب کی مردہ زمین زندہ ہو جائیگی اور علوم کے چشمے بہ نکلینگے اور بڑے بڑے عظیم الشان انسان اس مردہ قوم میں سے پیدا ہونگے انسان کے ہاتھوں میں یہ طاقت نہ تھی کہ یہ کام کرے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے یہ کر دکھائیگا۔

سب چیزوں میں تعلق زوجیت

۲۷۴۴ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں کے جوڑے پیدا کئے یہانتک کہ سبزیوں کے بھی اور انسانوں کے جس میں سب جاندار شامل ہیں اور ومما لا یعلمون بڑھا کر بتایا کہ ایسے بھی جوڑے ہیں جنہیں وہ نہیں جانتے اس میں وہ سب چیزیں آجاتی ہیں جن کا علم انسان آہستہ آہستہ حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ جوڑوں کا ذکر اسلئے کیا کہ دنیا میں سب نشوونما جوڑوں سے ہی ہے پس قوائے روحانی

۳۷ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ وَ ۳۸

اور ایک نشان ان کیلئے رات ہی اس سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو ناگہاں وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ۲۷۴۵ اور

الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ وَالْقَمَرَ ۳۹

سورج اپنے مقرر رستہ پر چلتا رہتا ہی ۲۷۴۶ یہ غالب علم والے کا اندازہ ہی اور چاند کیلئے

قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ ۴۰

ہم نے کئی منزلیں مقرر کر دیں یہانتک کہ وہ پھر کھجور کی پرانی سوکھی شاخ کیطرح ہو جاتا ہی ۲۷۴۷ نہ سورج کو

کے نشو ونما کیلئے بھی کسی رنگ کی زوجیت چاہیئے یعنی روحانی طور پر انسان ترقی نہیں کر سکتا جبتک کہ اس کا تعلق کسی اور ہستی سے نہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ ہی جیسے دوسری جگہ ہی ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ففروا الی اللہ (الذٰریٰت ۵۱ - ۴۹ و ۵۰) اور سبحان سے شروع اسلیئے کیا کہ یہ تعلق اس قسم کا نہیں جیسے جسمانی ازواج میں ہوتے ہیں بلکہ یہ روح کا تعلق ہی اور تمام عیبوں اور نقصوں سے پاک ہی اور تنا بایں ہمہ تعلق باللہ سے نہ ہیں روحانی نشو ونما پیدا ہوگا +

۲۷۴۵ رات میں دن کو کھینچکر نکال لینا اور سلخ کسی چیز کا چمڑا اتارنا ہی (ل) اسلئے فرمایا کہ پہلے ظلمت ہی اور نور گویا ایک لباس ہی جو اس تاریکی کو پہنایا جاتا ہی جب وہ نور کا لباس اتار لیا جاتا ہی تو پھر اندھیرا ہی اندھیرا رہ جاتا ہی اور انسان کچھ کام نہیں کر سکتا اور اس میں اشارہ یہ ہی کہ جب روحانی روشنی دنیا میں مفقود ہو جاتی ہی یعنی نور نبوت گم ہو جاتا ہی تو روحانی طور پر لوگ ظلمت میں رہ جاتے ہیں جبتک وہ نور پھر نہ آئے اس وقت تک تاریکی دور نہیں ہو سکتی اور نہ روحانی ترقی کیلئے انسان سعی کرنے کے قابل ہوتا ہی اور بتایا ہی کہ دنیا میں اس وقت سب لوگ اندھیرے میں ہیں کیونکہ پہلی نبوتوں کا نور گم ہو چکا اسلئے اب طلوع آفتاب کی ضرورت ہی اور اس آفتاب کے طلوع کا یہ نشان ہو گا کہ دنیا میں روحانی بیداری پیدا ہو جائے گی چنانچہ یہ امر واقع ہی کہ دنیا میں جو تاریکی پھیل گئی تھی وہ آفتاب اسلام کی روشنی سے ہی دور ہوئی اور تمام مذاہب کے اندر اصلاحات اسلام کے اصول سے ہی پیدا ہوئیں +

آنحضرت کے ظہور سے پہلے دنیا پر ظلمت کا چھا جانا

۲۷۴۶ مستقر کیلئے دیکھو ۹۶۰ سورج کے مستقر سے مراد اس کا انتہائے سیر بھی لیا گیا ہی اور سائنس سے آج یہ ثابت ہی کہ یہ کل نظام شمسی جس کا مرکز سورج ہی ایک اور عظیم الشان ستارے کے گرد حرکت کر رہا ہی اور بعض نے مراد مشرق اور مغرب میں اسکے انتہائی طلوع اور غروب کی جگہ کو لیا ہی اور بعض نے ظرف زمان لیکر مطلب یہ لیا ہی کہ ایک وقت تک چلتا ہے یعنی قیامت کے قایم ہونے تک اور یہ جو حدیث میں ہی کہ آفتاب کا مستقر عرش کے نیچے ہی تو خدا کا عرش ایک خاص جگہ کا نام نہیں بلکہ اس کے نفاذ قدرت کی طرف اس میں اشارہ ہی پس آفتاب کا مستقر عرش کے نیچے ہونا یا اس کا سجدہ کرنا صرف یہی ظاہر کرتا ہی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں بلکہ اسکے سامنے سر جھکاتا ہی +

مستقر آفتاب

۲۷۴۷ عرجون - کھجور کی شاخ کو یا خصوصیت سے اس شاخ کو کہا جاتا ہی جو خشک ہو کر ٹیڑھی ہو جائے (ل) +

عرجون

قدیم - قِدَم - حدوث کے خلاف ہی (ل) اور قِدَم گزشتہ زمانہ میں موجود ہونا ہی اور بقاء آیندہ میں موجود ہونا اور قدیم کا لفظ اللہ تعالیٰ کی صفات میں قرآن شریف یا آثار صحیحہ میں نہیں آیا (غ) +

قدیم - بقاء

يَنۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○

حاصل ہو کہ چاند کی غایت کو پہنچے اور نہ رات دن سے آگے نکلنے والی ہو اور سب (اپنے اپنے) دائرے میں چل رہے ہیں[۲۷۴۸]

۴۱ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا

اور ایک نشان ان کیلئے یہ ہو کہ ہم ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں اٹھاتے ہیں اور ان کیلئے اس جیسا کچھ اور پیدا کیا ہو جس پر

۴۲ يَرْكَبُوْنَ ○ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ○

وہ سوار ہونگے[۲۷۴۹] اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں تو ان کیلئے نہ کوئی فریاد رس ہوگا اور نہ وہ بچائے جائینگے

(بغی ۔ ابتغاء) **۲۷۴۸** ینبغی ۔ بغی کے اصل معنی تو تجاوز ہیں اور اس کا اکثر استعمال مذموم ہو یعنی بری بات کی طرف تجاوز مگر بعض وقت اچھے موقعہ پر بھی اس کا استعمال ہوتا ہو جیسے عدل سے احسان کی طرف تجاوز پر یا فرض سے نفل کی طرف تجاوز پر اور ینبغی بھی دو طرح پر ہو ایک جب وہ چیز ایک فعل کیلئے مسخر ہو جیسے النار ینبغی ان تحرق الثوب اور دوسرے جب ایک چیز میں ایک اہلیت ہو جیسے فلان ینبغی ان یعطی لکرمه (اور یہاں) اور وما علمنٰه الشعر وما ینبغی له (۶۹) میں پہلے معنی میں ہو +

(سیاروں کا اپنے دائرہ میں گردش کرنا) سورج چاند کی غایت کو نہیں پہنچ سکتا یعنی جو کام چاند کا ہو وہ سورج نہیں دے سکتا ۔ ہر ایک کے سپرد اللہ تعالیٰ نے الگ الگ کام کیا ہو رات دن سے آگے نہیں نکل سکتی یعنی جب دن آجاتا ہو تو رات باقی نہیں رہ سکتی اپنا کام کر کے وہ دور ہو جاتی ہو اور سورج اور چاند ہی پر کیا منحصر ہے سب سیارے اپنے اپنے دائروں میں چل رہے ہیں سبح کا لفظ چونکہ سیال چیز میں تیرنے پر بولا جاتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ سب اجرام سماوی کسی ٹھوس چیز پر نہیں بلکہ پانی یا ہوا کی طرح کسی رقیق چیز میں گردش کر رہے ہیں ۔ اور یہاں یہ بھی اشارہ معلوم ہوتا ہو کہ اب جب آفتاب نبوت طلوع ہو گیا تو رات باقی نہیں رہ سکتی ۔ اور قرآن سے ظلمت کا دور ہونا ہی اسکی حقانیت کا کافی نشان ہو +

(کشتیوں والی قوم) **۲۷۴۹** فلک المشحون سے مراد بعض نے حضرت نوح کی کشتی لی ہو اور من مثله ما یرکبون سے اور کشتیاں جن پر لوگ سوار ہوتے ہیں جو گو یا حضرت نوح کی کشتی کے نمونہ پر بنی ہیں لیکن حملنا ذریتهم میں ذکر ان لوگوں کا ہو جو مخاطب قرآن ہیں اسلئے دوسرے معنی یعنی یہ کہ فلک اسم جنس ہو صحیح ہیں اور یہ دوسرے معنی بھی حضرت ابن عباس مجاہد وغیرہما سے مروی ہیں اور من مثله سے مراد کشتی کی مانند کوئی اور چیز ہو اور کہا گیا ہو کہ یہ اونٹ ہیں کیونکہ وہ گو یا سفائن البر ہیں یعنی خشکی کی کشتیاں لیکن یوں تو انسان گھوڑوں ہاتھیوں پر بھی سوار ہوتے ہیں اونٹ کی خصوصیت نہیں بلکہ فرمایا والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا (النحل ۱۶ ۔ ۸) اور کشتی سے مماثلت صرف اسبات میں ہونا کہ اس پر سواری کی جاتی ہو درست نہیں ۔ میرے نزدیک اس میں اشارہ ہوائی کشتیوں یا ہوائی جہازوں کی طرف ہے اور وہی آبی کشتیوں کی مثل کہلا سکتے ہیں اور خلقنا اس لئے فرمایا کہ جو چیز انسان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے سامانوں سے بناتا ہو اس کا بنانا اللہ تعالیٰ کی طرف بھی منسوب ہو سکتا ہو اور کشتی اللہ تعالیٰ کے تصرفات عظیمہ میں سے ہونے کے لحاظ سے اور انسانوں کیلئے موجب منفعت ہونے کے لحاظ سے نشان ہو والفلك التي تجري في البحر بما ينفع الناس (البقرة ۲ ۔ ۱۶۴) اور اگلی آیات سے معلوم ہوتا ہو کہ یہاں ذکر ایک خاص قوم کا ہو جنہیں اللہ تعالیٰ کشتیوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے بہت کچھ عطا فرمائے گا لیکن وہ ایک وقت کیلئے ہوگا اور اگر وہ قبول حق سے انکار کریں گے تو انہیں غرق کر دیا جائے گا رحمة منا ومتاعا الى حين اور یہ کہ یہاں ذکر عرب کا نہیں دو باتوں سے ظاہر ہو ایک تو فلک مشحون سے ان کا بہت ہی کم تعلق تھا اور دوسرے من مثله کوئی اور چیز

إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا ۴۵

مگر ہماری طرف سے رحمت اور ایک وقت تک سامان ہو اور جب انہیں کہا جاتا ہے اس کی نگہداشت کرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو

خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا ۴۶

تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم ہو ن۲۷۵۰ اور انکے پاس کوئی پیغام اپنے رب کے پیغاموں میں سے نہیں آتا مگر وہ اس سے منہ پھیرنے

مُعْرِضِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۴۷

والے ہوتے ہیں اور جب انہیں کہا جاتا ہے اس میں سے خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تو جو کافر ہیں وہ انہیں

لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

جو ایمان لائے کہتے ہیں کیا ہم اسے کھانا دیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھانا دیتا تم کھلی غلطی میں ہو ن۲۷۵۱

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً ۴۸ ۴۹

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو وہ کسی چیز کا انتظار نہیں کرتے مگر ایک آواز کا

تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ۝ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ۝ ۵۰

جو انہیں پکڑ لیگی اور وہ ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہونگے ن۲۷۵۲ پس نہ وہ وصیت کر سکینگے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹکر جائیں گے

ان کیلئے پیدا نہیں کی گئی اور قرآن کریم میں یہ بسا اوقات ہوتا ہے کہ آیندہ زمانہ کے واقعات کی طرف بطور پیشگوئی اشارہ کیا جاتا ہے +

ن۲۷۵۰ مفسرین کے اتقوا ما بین ایدیکم وما خلفکم میں کئی اقوال ہیں مثلاً ما بین ایدیکم سے مراد امم سابقہ کا عذاب لیا ہے اور ما خلفکم سے عذاب آخرت یا ما بین ایدیکم جو پہلے گناہ کر چکے اور ما خلفکم جو آیندہ کرینگے۔ ما بین ایدیکم وہ مکروہات جن کا انہیں فکر ہے اور ما خلفکم وہ مکروہات جن کا انہیں گمان بھی نہیں (ر) لیکن اتقوا کے معنی نگہداشت حقوق لیکر جیسے واتقوا اللہ الذی تساءلون به والارحام (النساء ۴-۱) میں ما بین ایدیکم سے مراد وہ باتیں ہیں جو آنکھوں کے سامنے ہیں اور ما خلفکم وہ جو پس پردہ ہیں۔ یا وہ حقوق جو امور ظاہری سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ جو امور باطنی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان انتم الا فی ضلال مبین مومنوں کی طرف سے جواب بھی ہو سکتا ہے +

ن۲۷۵۱ جملائے کہ اگر یہ جواب دیتے تھے کہ جسے خدا نے نہیں دیا ہم اسے کیوں دیں تو اس سے بدتر حالت آج بڑی بڑی مہذب قوموں کی ہے جو قومیں سامان دنیا سے محروم ہیں وہ جو کچھ انکے پاس ہے اسے بھی لینا چاہتے ہیں بجائے اسکے کہ انکا ہاتھ پکڑکر انہیں مشکلات سے باہر نکالیں +

ن۲۷۵۲ یخصمون۔ اصل میں یختصمون ہے اور اختصام اور تخاصم باہم جھگڑنا ہے +

اختصام

متیٰ هٰذا الوعد میں اشارہ عذاب دنیا کی طرف

یہاں سے معلوم ہوا کہ متیٰ هٰذا الوعد کا سوال عذاب دنیا کیلئے آتا ہے کیونکہ یہاں عذاب دنیا کا ذکر ہے جو انہیں جھگڑتے ہوئے آ لیگا اور وہ وصیت بھی نہ کر سکیں گے اور جھگڑنے سے مراد یہ ہے کہ امور دنیا اور تجارت میں ان کا اس قدر انہماک ہوگا کہ باہم جھگڑ رہے ہونگے اور آنیوالے عذاب کی طرف خیال بھی نہ ہوگا یتخاصمون ویتنازعون فی معاملاتهم ومتاجرهم (ر) آج یورپ کے باہم جھگڑے

جزا و سزا — وقف لازم

۵۱ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا

اور صور پھونکا جائیگا پس وہ ناگہاں قبروں سے نکل کر اپنے رب کیطرف دوڑ پڑینگے ۲۶۵۳ کہینگے ہم پر افسوس

۵۳ مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ

کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اُٹھایا - یہ وہ ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا وہ صرف ایک

۵۴ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ

ہی آواز ہوگی تو وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر ہو جائینگے سو آج کسی جان پر کچھ ظلم

۵۵ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ

نہ کیا جائیگا اور تمہیں کچھ بدلہ نہیں ملیگا مگر وہی جو تم عمل کرتے تھے جنت والے اس دن ایک کام میں لگے

۵۶ ۵۷ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۝ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا

ہونے خوش ہونگے ۲۶۵۴ وہ اور ان کی بیبیاں سایوں میں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہونگے ان کیلئے اس میں

۵۸ فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۝ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝

پھل ہوگا اور ان کیلئے ہوگا جو وہ مانگیں ۲۶۵۵ سلامتی - رحم کرنے والے رب کیطرف سے قول ہوگا

بعید نہیں کہ کسی ایسے ہی عذاب کا پیش خیمہ ہوں جس کا ذکر اس آیت میں ہے +

اجداث — **۲۶۵۳** اجداث - جَدَث کی جمع ہے جس کے معنی قبر ہیں یوم یخرجون من الاجداث سراعا (المعارج ۷۰-۴۳) (غ) قبروں سے نکل پڑنے سے مراد اس حالت سے نکلنا ہے جس میں وہ بعد موت ہیں +

شغل — **۲۶۵۴** شغل - شُغُل اور شُغْل، اور شَغْل کوئی پیش آنیوالی بات ہے جو انسان کی توجہ کو دوسری طرف سے ہٹادے (غ) گویا وہ اس وقت دوسری سب باتوں سے اہم ہے اور یہ کمال مسرت سے بھی ہو سکتا ہے اور کمال تکلیف سے بھی اور یہاں کمال مسرت مراد ہے (۱)-

فاکھة — فٰکِھُون - فاکھة سب پھلوں کو کہتے ہیں وفاکھة مما یتخیرون (الواقعة ۵۶-۲۰) اور فواکہ جمع ہے دفیہا فواکه مما یشتھون

فاکه — والمرسلٰت ۷۷-۴۲) اور فکاھة اُنس والوں کے ساتھ باتیں کرنا ہے (غ) اور فکه وہ ہے جو پھل کھاتا ہے اور فاکه وہ جسکے پاس پھل ہوں اور مزاح کرنے والے کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ نبی صلعم کی صفت میں ہے من افکه الناس مع صبی یعنی بچوں کے ساتھ بہت مزاح کرنیوالے تھے، اور زید بن ثابت کی حدیث میں ہے من افکه الناس اذا خلا مع اهله یعنی جب اپنی بیبی کے ساتھ تنہائی میں ہوتے

تفکّه — تھے تو بہت مزاح کرنیوالے ہوتے تھے اور تفکّه کے معنی ہیں اس نے تعجب کیا فظلتم تفکهون (الواقعة ۵۶-۶۵) اور یہاں معنی نادم

فاکه ـ فکه — ہونا بھی کئے گئے ہیں اور فاکھین بما اٰتاھم ربھم (الطور ۵۲-۱۸) میں معنی ہیں نعمت والے خوش ہونیوالے اور یہی معنی یہاں ہیں اور فکه فخر کرنیوالے اکثر باز کو کہا جاتا ہے (ل)، واذا انقلبوا الی اهلهم انقلبوا فکهین (التطفیف ۸۳-۳۱) +

ادعاء — **۲۶۵۵** یدعون - اِدِّعاء یہ ہے کہ ایک چیز کو طلب کرے کہ وہ اسکے لئے ہو ولکم فیها ما تدعون (حٰم السجدة ۴۱-۳۱) یعنی جو تم مانگو

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ○ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا ۵۹ ۶۰

اور اے مجرمو آج جدا ہو جاؤ ۲۷۵۶ اے آدم کے بیٹو کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت

الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ○ وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ○ ۶۱ وقف غفران

نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور کہ میری عبادت کرو یہ سیدھا رستہ ہے

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ○ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي ۶۲ ۶۳

اور یقیناً اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کیا تو کیا تم عقل سے کام نہ لیتے تھے یہ وہ دوزخ ہے جس کا تمہیں

كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ○ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ○ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ ۶۴ ۶۵

وعدہ دیا جاتا تھا آج اس میں داخل ہو جاؤ اسلئے کہ جو تم کفر کرتے تھے۔ آج ہم ان کے منہوں پر

أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ وَلَوْ نَشَاءُ ۶۶

مہر لگا دینگے اور انکے ہاتھ ہم سے باتیں کرینگے اور انکے پاؤں اسکی گواہی دینگے جو وہ کماتے تھے ۲۷۵۷ اور اگر ہم چاہیں

لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ○ وَلَوْ نَشَاءُ ۶۷

تو ان کی آنکھوں کو مٹا دیں پھر وہ رستے کیلئے آگے بڑھیں تو کس طرح دیکھینگے اور اگر ہم چاہیں

لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ○ ع

تو انہیں ان کی جگہ پر مسخ کر دیں پھر وہ نہ آگے چل سکیں اور نہ لوٹ سکیں ۲۷۵۸

دَعوی — اور دعوی ادعاء کو بھی کہتے ہیں فما کان دعوٰہم اذجاءھم باسنا (الاعراف ۔ ۵) اور دعاء یا پکار کو بھی واٰخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العٰلمین (یونس ۔ ۱۰) (غ)

امتاز۔ تمیز — ۲۷۵۶ امتازوا ۔ مَازَ کے معنی دو چیزوں کو الگ الگ کیا اور امتاز اور تمیّز اس کے لئے بطور مطاوع کے ہیں یعنی ایک چیز الگ ہو گئی یا کٹ گئی ۔ تکاد تمیّز من الغیظ (الملک ۶۷ ۔ ۸) (غ) ۔

ہاتھ پاؤں کے کلام سے مراد — ۲۷۵۷ منہوں پر مہر لگانے سے مراد یہ ہے کہ کلام نہ کرینگے (ر) اس قسم کی آیات میں بتایا ہے کہ دوسرے عالم کی کیفیات الگ رنگ کی ہیں ۔ انسان کلام تو منہ سے کرتا ہے مگر وہاں منہ سے کلام نہیں ہوگا کیونکہ وہاں عمل کے نتائج ظاہر ہونگے اور وہ اظہار بذریعہ کلام نہیں بلکہ انسان کی حالت سے ہوگا یہاں ہاتھوں کے کلام کرنے اور پاؤں کے گواہی دینے کا ذکر ہے دوسری جگہ ہے شہد علیہم سمعہم وابصارہم وجلودہم بما کانوا یعملون (حٰم السجدۃ ۴۱ ۔ ۲۰) کان اور آنکھیں اور چمڑے گواہی دینگے چنانچہ تفاسیر میں بھی یہ قول منقول ہے شہادتہا دلالتہا علی افعالہا وظہور آثار المعاصی علیہا بان یبدل اللہ ہیئاتہا باخری یفہم منہا اھل الحشر ما یستدلون بہا علی ما صدر منہم فجعلت الدلالۃ الحالیۃ بمنزلۃ المقالیۃ مجازاً (ر)

مَسخ — ۲۷۵۸ مسخنا ۔ مسخ خلق اور خُلق کا بگاڑنا ہے اور ان کا ایک صورت سے دوسری صورت میں بدل دینا اور بعض حکماء کا قول ہے کہ مسخ دو طرح پر ہے ایک مسخ خَلق جو صورت میں ہوا اور دوسرا مسخ خُلق جو ہر زمانہ میں ہوتا رہتا ہے یعنی انسان بعض اخلاق ذمیمہ

ع ۱۲ / ۴

۶۸ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ○ ۶۹ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ

اور جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں اسے بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں تو کیا یہ عقل سے کام نہیں لیتے ۲۷۵۹ اور ہم نے اسے شعر نہیں سکھایا

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ○

اور نہ اسے یہ شایاں ہے یہ صرف نصیحت اور کھول کر بیان کرنیوالا قرآن ہے ۲۷۶۰

قوموں کا عروج وزوال اور استقلال کا نقرہ نامہ

کو جو بعض حیوانات سے تعلق رکھتے ہیں حاصل کر لیتا ہے مثلاً شدت حرص میں کتے کی طرح ہو جانا وغیرہ اور وجعل منھم القردۃ والخنازیر میں جو دو وجوہ ہو سکتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے اور یہاں لمسخنٰھم علیٰ مکانتھم دونوں وجوہ کو اپنے اندر رکھتا ہے گو اول زیادہ صاف ہے (غ) اور ابن عباس سے لمسخناھم علیٰ مکانتھم کے معنی مروی ہیں لاھلکنا ھم فی مساکنھم (ج) ہم انہیں اپنے گھروں میں ہلاک کر دیں اور حسن کہتے ہیں ہم انہیں گھروں میں بٹھا دیتے (ج) +

مضی

مضیا۔ مُضِیّ اور مَضاء کے معنی نفاذ ہیں اور اس کا استعمال اجسام اور معانی دونوں میں ہوتا ہے مضیٰ مثل الاولین (الزخرف ۴۳-۸) فقد مضت سنۃ الاولین (الانفال ۸-۳۸) (غ) +

یہ تو ظاہر ہے کہ یہ دونوں آیتیں اس دنیا کی حالت کے متعلق ہیں یعنی اگر اللہ چاہتا تو دنیا میں ایسا کر دیتا فالظاھر ان ھذا وکذا ما قبلہ لو کان لکان فی الدنیا (ر) آیا مراد اس سے ظاہر طور پر ایسا کر دینا ہے یعنی واقعی آنکھوں کا نوچے جانا اور صورتوں کا مسخ کر دینا تو یہ ہوا نہیں پھر اسکے ذکر کا کیا فائدہ تھا لیکن اگر دونوں باتوں کو روحانی رنگ میں لیا جائے تو بعض لوگوں کی ان میں سے یہ حالت ہو بھی گئی اور مسخ کے بھی معنی روایات میں ہیں ان کے لحاظ سے یہ دونوں باتیں روحانی رنگ میں ہی ہیں +

قوموں کا عروج وزوال ایک قانون کے ماتحت ہے

۲۷۵۹ بظاہر اس آیت کا یہاں تعلق کچھ معلوم نہیں ہوتا جزا و سزا کا ذکر تھا اور یہاں ایک قانون بتایا کہ جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں آخر اسکی قوت کو ضعف سے بدل دیتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا اٹل قانون ہے۔ بات یہ ہے کہ اصل ذکر قرآن حکیم میں قوموں کے عروج وزوال کا چلتا ہے گو اکثر لوگ اس نظر سے قرآن شریف کو نہیں پڑھتے۔ اس سورت میں بھی بعض قوموں کی تکذیب رسل کا ذکر ہے تو اس کیلئے اپنا ایک قانون بتاتا ہے کہ جو قوم دنیا میں لمبی عمر پاتی اور ترقی کرتی ہے آخر اس پر قانون قدرت کے مطابق وہ زمانہ آتا ہے کہ قوت کی بجائے ضعف پیدا ہو کر زوال کی حالت نمودار ہوتی ہے۔ اور توجہ دلائی ہے کہ قوم کی حالت کو انسان کی حالت پر قیاس کر لو یا گزشتہ قوموں کے حالات کیطرف توجہ دلائی ہے کہ بڑا بڑا اقبال حاصل کر کے اور لمبے زمانہ تک عروج پا کر آخر وہ مٹ گئیں پس قرآن کریم کی مخالفت کرنیوالے کہاں باقی رہ سکتے ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس قانون کے ماتحت مسلمانوں کی بھی آخر یہی حالت ہونی چاہئے تو یہ صحیح ہے فرق یہ ہے کہ جب ایک مسلمان قوم زوال کی طرف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک دوسری قوم کو اسکی جگہ کھڑا کر دیتا ہے۔ اسلئے عربوں پر زوال آ سکتا ہے ایرانیوں پر آ سکتا ہے ہندیوں پر آ سکتا ہے ترکوں پر آ سکتا ہے مگر اسلام پر نہیں آ سکتا۔ اسلام بعض اصول کا نام ہے اگر اصول صحیح ہیں تو وہ آخر دنیا تک رہینگے ہاں ان سے فائدہ اٹھانے میں کبھی ایک قوم گوئے سبقت لیجائیگی کبھی دوسری۔ آج بھی اسلام کے مخالف اپنے لمبے عروج پر فخر نہ کریں اللہ تعالیٰ کے قانون لا تبدیل ہیں +

اسلام پر زوال نہیں آ سکتا

روح کی ترقیات غیر متناہی

ہو سکتا ہے کہ ان الفاظ میں یہ بھی اشارہ ہو کہ انسان کا جسم ترقی کے بعد انحطاط کی طرف جاتا ہے مگر اس کی روح اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کر کے ہمیشہ ترقی کرتی ہے اور اسکی غیر متناہی ترقیات ہی اسے دوسری زندگی کیلئے باقی رکھتی ہیں +

شعر اور نصیحت

۲۷۶۰ یہ مضمون بھی بے تعلق نہیں۔ بظاہر یہ قانون کہ جسے لمبی عمر ملتی ہے وہ بناوٹ میں اوندھا بھی ہوتا ہے یعنی ضعف کے بعد قوت اور قوت کے بعد ضعف ہے ایک شاعرانہ تخیل رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ یہ شاعرانہ تخیل نہیں یہ نصیحت ہے تا کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اصول صحیحہ کو قبول کر لیں۔ اور چونکہ سورت کی ابتدا اس سے کی تھی کہ قرآن حکمت والی کتاب ہے اور اسکے

لِّيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧٠﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم

تاکہ اسے ڈرائے جو زندہ ہو[۲۷۶۱] اور کافروں پر بات سچ ثابت ہو ۔ کیا وہ غور نہیں کرتے کہ ہم نے ان کیلئے اس سے جو

مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾

ہمارے ہاتھوں نے بنایا چارپائے پیدا کئے ہیں سو وہ انکے مالک ہیں اور ہم نے انہیں انکا مطیع کر دیا[۲۷۶۲] پس ان میں سے انکی سواری ہے اور ان میں سے وہ کھاتے ہیں

اصول علمی ہیں اسلئے بھی بتایا کہ شاعرانہ بلند پروازیاں نہیں بلکہ اعلےٰ درجہ کے اصول کو اعلےٰ درجہ کے کلام میں بیان کیا ہے +

آنحضرت صلعم اور شاعری

آنحضرت صلعم کا شعر نہ جاننا ایک تاریخی امر ہے آپ جس زمانہ میں پیدا ہوئے وہ عرب میں شاعری کے عروج کا زمانہ تھا لیکن آپکی طبیعت کو شعر سے ادنیٰ مناسبت بھی نہ تھی یہانتک کہ روایات میں ہے کہ اگر کبھی آپ بطور مثال کوئی شعر پڑھتے تو اسکے اول کو آخر اور آخر کو اول کر دیتے (ج) کفی بالشیب والاسلام للمرء ناھیا کو آپنے پڑھا کفی بالاسلام والشیب للمرء ناھیا تو حضرت ابو بکر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعر نہیں سکھایا (د) یعنی شاعر نے کہا تھا کہ بڑھاپا اور اسلام انسان کو بدی سے روکنے کیلئے کافی ہیں اور آپنے اسلام کو مقدم کرکے یوں ادا کیا کہ اسلام اور بڑھاپا انسان کو بدی سے روکنے کیلئے کافی ہیں گو وزن قایم نہ رہا اگر آپ کا کلام اشعار میں ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ اس زمانہ میں وہ ملک بڑے بڑے شاعر پیدا کر رہا تھا ایک شاعر کا خیال اس طرف چلا گیا کہ اخلاقی اور روحانی مضامین پر شعر کہے مگر آنحضرت صلعم کی آمد نے بالکل کا یا پلٹ دی اتنے اعلےٰ درجہ کے مضامین بیان فرمائے جو شاعروں کے وہم و گمان میں بھی نہ آتے تھے مگر شعر کا نام تک نہیں جانتے ۔ اور سارا کلام نثر میں ہے جس سے عرب ابتک قریبًا ناآشنا تھے یہ بجائے خود ایک اعجاز تھا ۔ یہ سوال ہوا ہے کہ آیا شعر کا نہ جاننا آنحضرت صلعم کی خصوصیت تھی یا دیگر انبیاء بھی ایسے ہی تھے تفاسیر میں دونوں قول ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی نبی بھی شاعر نہیں ہوا ہاں شعر کہہ لینا دوسری بات ہے لیکن شعر کا اثر چونکہ عارضی ہوتا ہے اور آپ کا پیغام دائمی تھا جس نے ہمیشہ کیلئے دنیا کو اٹھانا تھا اسلئے پیرایہ شعری سے آپکے کلام کو بالکل پاک رکھا گیا +

مسلمانوں میں شعر کا مرض

مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ مسلمانوں کو اس پیرایہ میں یہ سمجھایا گیا تھا کہ وہ بھی شعر و شاعری کی طرف کم مایل ہوں یہ بیماری مسلمانوں میں خاص زور پکڑ گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ عملی حالت روز بروز کمزور ہوتی چلی گئی بہت سے مسلمان بادشاہوں نے بجائے اسکے کہ علوم کو ترقی دیتے شاعروں کو بڑے بڑے انعامات دیکر شاعری کو ترقی دی اور آج بھی مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ کہیں مشاعرہ ہو کسی جلسہ میں نظم پڑھی جاتی ہو پیر و جوان سب کام چھوڑ کر بھاگے چلے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی وعظ و نصیحت کی مجلس ہو قرآن حکیم کی درس و تدریس کا سلسلہ ہو تو الا ماشاء اللہ وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں +

حَیّ

۲۷۶۱ حیا ۔ حَیّ اور حیٰوۃ کیلئے دیکھو ۷۹ میں موت کی تشریح اور یہاں معنی حی القلب ہیں (یعنی جس کا دل زندہ ہے) جو عقل سے کام لیتا ہے اور سمجھتا ہے مردہ دل نہیں اور کند ذہن نہیں (ج) +

مطلب یہ ہے کہ جو شخص کچھ بھی عقل سے کام لیتا ہے وہ تو قرآن کی نصیحت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جو کفر پر اڑے ہوئے ہیں انکو احساس ہی کوئی نہیں +

تذلیل · **ذلل**

۲۷۶۲ ذللنا ۔ ذُلّ سے ہے دیکھو ۸۰۵ اور تذلیل کے معنی منقاد یا مطیع کرنا اور وذللت قطوفھا تذلیلا (الدھر ۷۶-۱۴) میں مراد ہے سُہّلت یعنی انکے لئے سہولت سے میسر آنیوالے بنائے گئے ۔ فاسلکی سبل ربک ذللا (النحل ۱۶-۶۹) میں ذُلُل کے معنی ہیں فرمانبردار

۷۳ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۚ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝ ۷۴ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً

اور ان کیلئے ان میں فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا یہ شکر نہیں کرتے ۲۷۶۳ . اور اللہ کو چھوڑ کر معبود بناتے ہیں

۷۵ لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ ۝ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ ۝

تاکہ انہیں مدد ملے وہ انکی مدد کی طاقت نہیں رکھتے اور وہ ان کیلئے ایک لشکر ہو حاضر کئے گئے ۲۷۶۴

وقف لازم

۷۶ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ ۷۷ أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا

سو انکی بات تجھے غمگین نہ کرے ہم جانتے ہیں جو یہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں کیا انسان غور نہیں کرتا کہ ہم نے اسے

۷۸ خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ

نطفہ سے پیدا کیا پھر دیکھو وہ کھلا جھگڑا کرنیوالا ہو اور ہمارے لئے ایک عجیب بات بیان کی اور اپنی پیدائش بھول گیا کہتا ہو کون

۷۹ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝

ہڈیوں کو زندہ کریگا جب وہ گل چکی ہونگی ۲۷۶۵ کہہ انہیں وہی زندہ کریگا جس نے انہیں پہلی بار بنایا اور وہ ہر پیدائش کو خوب جاننے والا ہو ۲۷۶۶

مشارب

۲۷۶۳ مشارب ۔ مَشْرَب کی جمع ہو اور یہ مصدر بھی ہو جیسے یہاں اور پینے سے مراد یہاں دودھ وغیرہ ہو اور اسم مکان بھی جیسے قد علم کل اُناس مشربھم (البقرہ ۔ ۶۰) اور اسم زمان بھی (غ) +

منافع سے مراد سوائے سواری اور کھانے اور دودھ کے دیگر فوائد ہیں جیسے ان سے دوسرے کام لینا یا انکے چمڑے ہڈیاں وغیرہ

۲۷۶۴ ھم لھم جند محضرون یعنی مشرک اپنے معبودوں کیلئے حاضر کیا گیا لشکر ہو اور حاضر کئے گئے سے مراد ان کی حفاظت کیلئے حاضر ہونا یا تیار رہنا ہو اور یہ معنی قتادہ سے مروی ہیں (د) ، پس یہاں کھلی پیشگوئی ہو کہ باوجود ساری طاقت ان بتوں کی حمایت میں صرف کرنیکے یہ مغلوب ہونگے اور بت انکی کچھ بھی مدد نہ کر سکینگے اور بعض نے محضرون سے مراد قیامت کے دن عذاب میں حاضر ہونا لیا ہو +

۲۷۶۵ ضرب لنا مثلاً یعنی ہماری شان میں ایک عجیب بات بیان کرتا ہو جو اپنی ندرت میں مثل کی طرح ہو اور وہ احیائے موتی ہو (ر)

رمیم

رمیم ۔ رَمّ پرانی چیز کی اصلاح کرنا ہو اور رِمَّۃ بوسیدہ ہڈیوں سے مخصوص ہو اور یہی معنی رمیم کے ہیں ما تذر من شئی اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم (الذٰریٰت ۔ ۴۲) (غ) اور حدیث میں ہو کہ آپ نے گوبر اور رِمَّۃ یعنی بوسیدہ ہڈی کیساتھ استنجا کرنے سے منع کیا

احیائے موتی کا انکار بر نگ استبعاد

احیائے موتی کے انکار کو یوں ظاہر کیا ہو کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کریگا مطلب یہ نہیں کہ گوشت تو زندہ ہو سکتا ہو اور بوسیدہ ہڈیاں زندہ نہیں ہو سکتیں بلکہ احیاء کے استبعاد کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہو مطلب یہ ہو کہ گوشت تو ایک طرف رہا جب ہماری ہڈیاں تک بھی گل جائینگی اور ہمارا کچھ باقی نہ رہ جائیگا تو پھر احیا یا زندہ کرنا کس طرح ہوگا ۔ اور گو یہ انکار احیائے موتی پر ہو لیکن اس میں اشارہ اسیات کی طرف بھی ہو سکتا ہو کہ وہ کام جو اس وقت ایک مردہ حالت میں نظر آتا ہو وہ زندہ کس طرح ہوگا آج بھی لوگ اسلام کو ایک مردہ حالت میں سمجھتے اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ کس طرح زندہ ہوگا کیا عجیب جواب ہو جس نے پہلے زندہ کیا وہی دوبارہ زندہ کریگا +

دوسری خلق

۲۷۶۶ یحییھا اور انشاھا میں ضمیر نفس کیطرف ہوگی جو پچھلی آیت سے مفہوم ہو اور بکل خلق بتاتا ہو کہ یہ پیدائش اس پیدائش سے بالکل الگ ہو وہ جس نے پہلی پیدائش کی اور اس سے واقف ہو وہ اسبات سے بھی واقف ہو کہ دوسری خلق کس طرح ہوگی +

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ ۸۰

وہ جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ بنائی تو دیکھو تم اس سے جلاتے ہو ۲۷۶۷

وقف غفران

اَوَلَيْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۸۱

کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ ان (انسانوں) کی مثل بنا سکے ہاں

وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ۸۲

اور وہ بڑا پیدا کرنے والا جاننے والا ہے ۲۷۶۸ اسکا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے صرف یہی ہوتا ہے کہ اسے کہتا ہے ہو جا سو ہو جاتی ہے

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ۸۳

سو پاک ذات وہ ہے جسکے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ۲۷۶۹

سبز درخت سے آگ

۲۷۶۷ سبز درخت سے آگ کا ہونا اس لحاظ سے تو ظاہر ہی ہے کہ لکڑی آگ کیلئے ایندھن کا کام دیتی ہے مگر یہاں اس مضمون کا کیا تعلق ہے محض اتنی بات کہ سبز درخت جس میں اجزائے مائیت ہیں اس سے آگ پیدا کرنا قدرت پر دال ہے اور ایک قدرت سے دوسری قدرت پر استدلال ہے اسلئے صحیح نہیں کہ ان دونوں باتوں میں کوئی مناسبت بھی چاہئے اور لفظ اخضر کو ساتھ رکھنا بتاتا ہے کہ یہ ایندھن کیطرف اشارہ نہیں جو خشک لکڑی سے ہوتا ہے مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو سبز درخت بھی آپس میں رگڑ کھا کر آگ کو پیدا کرتے ہیں جو ایک تیسری چیز ہے جس کا وجود ان درختوں میں کوئی نظر نہیں آتا ایسے ہی ایک انسان کے انسان کامل کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے اور دو روحوں کے باہم رگڑ کھانے سے ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم کے متعدد مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندگی جس کی طرف قرآن کریم نے بار بار اشارہ کیا ہے وہ ایک بالکل نئی زندگی ہے جسکا تعلق اعمال انسانی سے ہے جو تعلق باللہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے ہی دوزخیوں کیلئے باوجود بعثت کے یہ زندگی نہیں لایموت فیہا ولا یحییٰ (طٰہٰ ۲۰ : ۷۴) ہاں وہ بھی اس دوسری زندگی کو ان آلائشوں سے پاک صاف ہونے کے بعد پا لینگے جن میں تعلق باللہ کے توڑنے سے وہ ملوث ہو گئے ہیں ✦

۲۷۶۸ مثلہم میں ضمیر انسانوں کی طرف جاتی ہے جو ذوی العقول ہیں یعنی وہ خدا جس نے آسمانوں اور زمین کی اتنی بڑی مخلوق کو پیدا کیا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ انسانوں جیسی ہستیوں کو جو اس وسیع مخلوق کے سامنے کچھ بھی نہیں پیدا کر سکے اور مثلہم کہکر یہ بھی صاف بتا دیا کہ وہی انسان نہیں ہونگے انکی مثل ہونگے ✦

۲۷۶۹ ملکوت کے لفظ میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ جس حق کی تکذیب ہو رہی ہے آخر اس کی حکومت دنیا میں ہوگی ✦

سورۃ الصّٰفّٰت مکیۃ وھی مائۃ واثنتان وثمانون اٰیۃ وخمس رکوعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ ۲ ۳ ۴ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ ع ۲۱ ۵

توحید کا آخری غلبہ — گواہ ہیں صف باندھنے والی (جماعتیں)، قطاروں میں۔ پھر روکنے والی جماعتیں، ڈانٹتی ہوئی۔ پھر نصیحت کی پیروی کرنیوالی (جماعتیں)، تمہارا معبود یقیناً ایک ہی ہے ۲۷۷۱

نام — اس سورت کا نام الصّٰفّٰت ہے اور اس میں پانچ رکوع اور ۱۸۲ آیتیں ہیں۔ اور اس کا نام اسکی پہلی آیت سے لیا گیا ہے جہاں خدا کے حضور صف باندھکر کھڑے ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید پر بطور نشان یا دلیل پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ لوگ جو اللہ کے حضور صفیں باندھکر کھڑے ہوتے اور ذکر الٰہی کرتے ہیں یہ آخرکار غالب ہونگے اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں برباد نہ کرسکے گی +

خلاصۂ مضمون — سب سے پہلے رکوع میں توحید کے آخری غلبہ کا بیان ہے اور اس کے رستہ میں جس قدر رکاوٹیں ہیں انکے دور کیا جانے کا ذکر ہے دوسرے رکوع میں موحدین اور مشرکین کے انجام کا ذکر اور مقابلہ کیا ہے تیسرے اور چوتھے رکوع اور پانچویں رکوع کے شروع میں بتایا ہے کہ پہلے رسولوں کا بھی اسی طرح مقابلہ کیا گیا مگر جتنے اللہ کو مصیبت کے وقت پکارنے والے راستباز بندے ہوتے ہیں سبھی کو اللہ تعالیٰ نے مصائب سے نجات دی اور کامیاب کرکے پیچھے آنیوالے لوگوں کیلئے انہیں ہادی راہ بنایا اور ان کا ذکر جمیل آنیوالی نسلوں میں باقی رکھا۔ چنانچہ تیسرے رکوع میں حضرت نوح اور ابرہیم کا ذکر ہے اور حضرت ابراہیم کے ذکر میں حضرت اسمٰعیل کی قربانی کا ذکر بھی ہے چوتھے رکوع میں حضرت موسیٰ و ہارون اور حضرت الیاس اور لوط کا ذکر ہے۔ اور پانچویں رکوع کے شروع میں حضرت یونس کا۔ اور اسی پانچویں رکوع میں نہایت صفائی سے یہ پیشگوئی بھی کی ہے کہ رسول اللہ صلعم آخرکار مظفر و منصور ہونگے اور مومنوں کو انکے مخالفوں پر غالب کیا جائے گا +

تعلق و زمانہ نزول — جب پچھلی سورت میں انسان کامل محمد رسول اللہ صلعم کے پیغام کا ذکر کیا تو اس میں آپکے اور آپکے ساتھیوں اور انکے ذریعہ سے توحید کے آخری غلبہ کا ذکر کیا۔ یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور اس مجموعہ کی باقی سورتوں سے بلحاظ نزول کسیقدر پہلے کی معلوم ہوتی ہے +

صفّ۔ صافۃ — ۲۷۷۱ صٰفّٰت صافّۃ کی جمع ہے جس سے مراد صف باندھنے والی جماعت ہے اور صَفّ قرآن میں مُصَلّٰی ہے یعنی جائے نماز۔ کیونکہ لوگ وہاں صف باندھتے ہیں ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا (طٰہٰ ۲۰ - ۶۴) میں انہی کہتے ہیں اس مقام پر آؤ جہاں تم اپنی عید اور نماز کیلئے جمع ہوتے ہو کیونکہ ائتِ الصفّ کے معنی ہیں نماز کی جگہ آؤ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسکے معنی ہوں صف باندھ کر آؤ۔ وعُرِضُوا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا (الکہف ۱۸ - ۴۸) میں یہ بھی جائز ہے کہ سب ایک ہی صف میں ہوں اور ایسے موقع پر جمع بھی مراد ہوتی ہے (ل) +

زجر۔ زجرۃ۔ ازدجار۔ مزدجر — زاجرات۔ زَجْر آواز کے ساتھ دور کرنا ہے پھر کبھی اس کا استعمال آواز پر ہوتا ہے اور کبھی دور کرنے پر فانما ھی زجرۃ واحدۃ (النّٰزعٰت ۷۹ - ۱۳) مجنون وازدجر (القمر ۵۴ - ۹) یا دھتکارا گیا۔ اور ما فیہ مزدجر (القمر ۵۴ - ۴) میں مُزْدَجَر سے مراد ہے گناہوں کے ارتکاب سے روکنا اور دور کرنا (غ) اور زَجْر کے معنی منع کرنا اور روکنا ہیں اور حدیث میں جہاں زجر ہے اسکے معنی بھی یہی روکنا ہیں اور حدیث عزل میں ہے کانہ زَجَرَ یعنی گویا آپنے اس سے روک دیا (ل) +

تالی — تٰلیٰت۔ تالی کے معنی تلاوت کرنیوالا یا پیروی کرنے والا ہے۔ اور تالیات ایسی جماعتیں

توحید الٰہی پر راستبازوں اور مومنین کی شہادت — یہاں جن چیزوں کی قسم کھائی ہے یا بالفاظ دیگر جنہیں بطور گواہ پیش کیا ہے دیکھو ۲۷۲۹ وہ صف باندھنے والی روکنے والی

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۝ ۵ ۶

آسمانوں اور زمین کا ربّ اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے اور مشرقی زمینوں کا رب [۱۷۷۱] ہم نے ورلے آسمان کو عجیب زینت یعنی ستاروں سے آراستہ کیا ہے [۱۷۷۲]

تلاوت قرآن کرنے والی جماعتیں ہیں اور جواب قسم یا وہ امر جس کی وہ شہادت ادا کرتے ہیں یہ ہے کہ معبود ایک ہی ہے عموماً مفسرین نے مراد اس سے ملائکہ لئے ہیں اور ایسے ہی بعض اور موقعوں پر بھی فرشتے مراد لئے ہیں اور یہ معنی حضرت ابن عباس وغیرہ سے مروی ہیں مگر ظاہر ہے کہ ملائکہ خود غیر مرئی ہستیاں ہیں اور انہیں بطور شہادت پیش کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے تلاوت ذکر کا لفظ فرشتوں پر صادق نہیں آ سکتا مومنین پر ہی آ سکتا ہے چنانچہ قتادہ سے التلیت ذکرا کے معنی میں یہی روایت ہے ما یتلی علیکم فی القراٰن (ج) بنو آدم یتلون کتابہ تعالیٰ (د) اور اگر تیسری آیت میں مومنین مراد لئے جائیں تو پہلی دو آیتوں میں بھی وہی مراد ہونے چاہئیں۔ اور صٰفّٰت صفا میں مراد نماز میں صف باندھنے والے لوگ ہیں اور زاجرات زجرا میں لوگوں کو معاصی سے روکنے والے اور تالیات ذکرا میں خود اتباع ذکر کرنے والے اور پھر انکی شہادت دو طرح پر ہے ایک تو یہ کہ جتنی اس قسم کی جماعتیں دنیا میں ہوئی ہیں یعنی انبیاء اور مصلحین اور انکے اتباع وہ دنیا میں کہیں بھی ہوئے ہوں اور کسی زمانہ میں ہوئے ہوں سب کے سب توحید الٰہی پر شہادت دیتے ہیں یعنی تمام راستبازوں کی جماعتوں کی شہادت یہی ہے کہ خدا ایک ہے۔ اور دوسرے رنگ میں یہ شہادت بطور پیشگوئی ہے کیونکہ یہ سورت تو اس وقت کی ہے جب کہ میں آنحضرت صلعم کی مخالفت کمال پر ہے تو گویا بتایا ہے کہ آنحضرت صلعم کی قوت قدسی سے اس ملک میں جماعتوں کی جماعتیں ایسی پیدا ہو جائینگی جو خدا کے حضور نمازوں میں صفیں باندھکر کھڑی ہونگی اور ان کا کام دوسرے لوگوں کو معاصی سے روکنا اور خود اتباع قرآن کرنا ہوگا۔ اور ایک ملک عرب سے کیا خاص ہے یہی شہادت آئندہ کل دنیا بھی ادا کرے گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صٰفّٰت سے مراد جنگ میں صفیں باندھنے والے اور زاجرات سے مراد دشمن کو روکنے والے ہوں یا گھوڑوں کو چلانیوالے اور اس صورت میں بھی یہ پیشگوئی ہے کہ حق اور باطل کا مقابلہ ہو کر آخر حق غالب آئیگا معبودان باطل نیست و نابود ہو جائینگے اور ایک خدا کا نام لیا جائیگا اور ان دونوں معنوں کو صحیح تسلیم کیا گیا ہے دیکھو روح المعانی +

مشرقی ممالک اور روحانیت

۱۷۷۱ رب المشارق میں مشارق سے مراد عموماً طلوع آفتاب کے مختلف نقطے لئے گئے ہیں مگر اس سے مراد مشرقی سرزمینیں بھی ہو سکتی ہیں اور گو ایسے موقعہ پر ایک کا نام لینے سے دونوں مراد ہوتے ہیں اور رب المشارق سے مراد رب المشارق والمغارب ہی ہے لیکن لفظ مشارق خاص طور پر اختیار کرنے میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ روحانی تربیت میں مشرق فائق رہا ہے۔ چنانچہ انبیاء اور راستباز اکثر مشرقی ممالک میں ہی پیدا ہوئے ہیں آفتاب روحانیت کا طلوع جب ہوا مشرق سے ہی ہوا اور توحید الٰہی کا غلغلہ ہمیشہ مشرق میں ہی بلند ہوا اور مغرب ہمیشہ مادیات اور جسمانیات کا دلدادہ ہی رہا ہے اور روحانیات میں مشرق کا دست نگر رہا ہے یہانتک کہ وہ جسے خدا خدا کر کے پکارا جاتا ہے وہ بھی صرف ایک مشرقی انسان ہی تھا۔ اور شاید اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اب جو دنیا کی ربوبیت روحانی آنحضرت صلعم کے ذریعہ سے کی جاتی ہے تو اول اس کا عروج مشرقی ممالک میں ہی ہوگا اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا کہ صداقت روحانی کو پہلے وہی لوگ قبول کرتے جنکو روحانیت سے تعلق زیادہ رہا ہے اور مغربی لوگ ایک وقت تک بوجہ اپنی مادہ پرستی کے اس سے محروم رہتے۔ اور اس زمانہ میں اس نقطہ میں بالخصوص مسلمانوں کیلئے بڑی بھاری تسلی ہے کیونکہ اہل مغرب مسلمانوں اور اہل مشرق کو ایسا سمجھتے ہیں کہ گویا وہ اس خدا کے پیدا کئے ہوئے انسان ہی نہیں جس نے اہل مغرب کو پیدا کیا اور وہ محض اہل مغرب کی خدمت کیلئے پیدا ہوئے ہیں +

اسلام پہلے کیوں مشرق میں پھیلا

۱۷۷۲ اس ظاہری زینت میں اشارہ ہے کہ عالم روحانیت میں بھی بعض وجود اس عالم کی زینت کا موجب ہو جاتے ہیں اور دوسرے نفوس کے لئے روشنی کا موجب ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلعم نے فرمایا اصحابی کالنجوم میرے اصحاب ستاروں کیطرح ہیں + اور سماء الدنیا سے مراد وہ بلندی ہے جو ہماری حد نگاہ ہے +

۷، ۸ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ

اور ہر سرکش شیطان سے (ان کی) حفاظت کی ہے ۲۷۷۳ وہ اعلیٰ درجہ کے سرداروں کی باتیں نہیں سن سکتے اور ہر طرف سے

۹، ۱۰ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ

ملامت کئے جاتے ہیں ۲۷۷۴ دھتکارے ہوئے اور ان کیلئے لازم ہوجانیوالا عذاب ہے ۲۷۷۴ سوائے اسکے جو ایک داؤ (دفعہ) اُچک لے

۱۱ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ

تو اسکے پیچھے روشن انگارا آتا ہے ۲۷۷۵ تو ان سے پوچھ کیا وہ پیدائش میں سخت تر ہیں یا وہ دوسرے جنہیں ہم نے پیدا کیا

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝

بیشک ہم نے انہیں مضبوط مٹی سے پیدا کیا ہے ۲۷۷۶

۲۷۷۳ حفظا فعل محذوف کا مفعول ہے حفظنا حفظا۔ آسمان کے شیاطین سے محفوظ ہونے سے کیا مراد ہے دیکھو ۱۶۷۹ اور شیطان مارد سے مراد یہاں کاہن وغیرہ ہی ہیں جو ستاروں سے علم غیب حاصل کرنیکا دعویٰ کرتے تھے اور انکا ذکر ان راستبازوں کے مقابل پر کیا ہے جنکا اوپر ذکر تھا +

۲۷۷۴ دیکھو ۱۶۷۹ یہ کاہن وغیرہ ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سنتے اور الملا الاعلٰی سے مراد ملائکہ ہیں یا اشراف ملائکہ (ر) مطلب یہ کہ وہ جو ظاہر کرتے ہیں کہ ہم غیب کی باتیں معلوم کرتے ہیں تو یہ بالکل جھوٹ ہے وہاں تک انکی رسائی نہیں نہ وہ سن سکتے ہیں اور یقذفون من کل جانب دحورا میں جو یہ مراد لی گئی ہے کہ انپر آسمان کی چاروں جہات سے انگارے پھینکے جاتے ہیں تو یہ صحیح نہیں اسلئے کہ اگر ظاہری شہاب مراد لئے جائیں تو ان کا چاروں طرف سے پھینکا جانا شاذونادر ہی وقوع میں آتا ہے اور یہاں یہ مراد اسلئے بھی نہیں کہ اگلی آیت میں ہے الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب پس یہاں شہاب مراد نہیں۔ قذف کے معنی ملامت بھی ہیں دیکھو ۲۰۶۲ اور یہ ملامت انپر اسلئے ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ جھوٹ ثابت ہوتا ہے اسلئے سب لوگ حتیٰ کہ انکے معتقد بھی ان پر ملامت کرتے ہیں اور عذاب لازم یا تو یہی ہے اور یا مراد عذاب آخرت ہے یعنی دنیا میں یوں ذلیل ہوتے ہیں کہ انکی باتیں جھوٹی نکلتی ہیں تو ملامت ہوتی ہے اور آخرت کا عذاب الگ ہے +

کاہنوں کا دعویٰ علم غیب اور انپر ملامت

۲۷۷۵ ثاقب۔ ثَقَبَ سوراخ کرتا ہے اور ثاقب وہ ہے جو اپنی روشنی کے ساتھ اس چیز میں کھب جائے جس پر وہ واقع ہو النجم الثاقب (الطارق ۸۶ - ۳) (غ) +

ثاقب

چونکہ اوپر ذکر تھا کہ انکی باتیں جھوٹ ہونے کی وجہ سے ہر جانب سے انپر ملامت ہوتی ہے اسلئے یہاں بتایا کہ کبھی کبھار کوئی بات انکی سچ بھی نکل آتی ہے اور اسکو جلدی سے اُچک لیجانے سے تشبیہ دی ہے یعنی یہ بھی ایسی بات نہیں ہوتی جس سے معلوم ہو کہ اس سرچشمۂ غیب تک اسے کوئی دسترس ہے بلکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جلدی سے کوئی چیز اچک لیجائے شہاب ثاقب کے اسکے پیچھے آنے سے کیا مراد ہے دیکھو ۱۶۷۹ جہاں مفصل بحث گزر چکی ہے من خطف الخطفۃ سے یہ مراد نہیں کہ ملاء اعلیٰ سے کچھ باتیں سن بھی آتے ہیں اسکی تردید لا یسمعون میں صاف موجود ہے اور دوسری جگہ بھی ہے انہم عن السمع لمعزولون (الشعراء ۲۶ - ۲۱۲) ام لہم سلم یستمعون فیہ (الطور ۵۲ - ۳۸)

خطف شیطان سے مراد

۲۷۷۶ لازب۔ لَزَبَ الشیُٔ اس کا بعض بعض میں داخل ہو گیا اور لزب الطین مٹی چمٹ گئی اور سخت ہو گئی اور طین لازب چمٹ جانیوالی مٹی ہے اور لازب اور لازم ایک ہی معنی میں ہے اور لازب بمعنی ثابت بھی ہے (ل) +

لازب

اھم اشد خلقا ام من خلقنا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ من ذوی العقول کیلئے ہے اور اسلئے دوسری جگہ جو آتا ہے ءانتم

اہل حق کے مقابل پر باطل نہیں رہ سکتا

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝ وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً ۱۲ ۱۳ ۱۴

بلکہ تو تعجب کرتا ہے اور وہ ہنسی کرتے ہیں ۲۷۷۷ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے نصیحت قبول نہیں کرتے اور جب کوئی نشان دیکھتے ہیں

يَسْتَسْخِرُونَ ۝ وَقَالُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۱۵ ۱۶

تمسخر کرتے ہیں ۲۷۷۸ اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں مگر کھلا جادو ہے کیا جب ہم مرجائینگے اور مٹی اور ہڈیاں

وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۝ ۱۷ ۱۸

ہوجائینگے تو کیا ہم پھر دوبارہ اُٹھائے جائینگے اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی کہہ ہاں اور تم ذلیل (بھی) ہوگے ۲۷۷۹

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ۝ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ ۱۹ ۲۰

وہ صرف ایک ہی ڈانٹنا ہوگا سو وہ ناگہاں دیکھنے لگینگے اور کہینگے ہم پر افسوس یہ جزا کا

الدِّينِ ۝ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝ ع احْشُرُوا ۲۱ ۲۲

دن ہے یہ فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے اکٹھا کرو

الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝

انہیں جو ظلم کرتے تھے اور انکے ساتھیوں کو اور انہیں جنکی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ۔

ع ۲ ۵۳

موحد اور مشرک کے انجام کا مقابلہ

اشد خلقا ام السماء (النّٰزعٰت ۷۹ ۔ ۲۷) تو یہاں من خلقنا سے مراد سماء نہیں اور ظاہر ہے کہ من خلقنا میں ایسا ذکر ہونا چاہیے جو ظاہر ہو اور یہ فی الحقیقت وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا یعنی نمازوں کو قایم کرنیوالے بدیوں سے روکنے والے قرآن کریم کی پیروی کرنیوالے انکے مقابل پر کاہنوں کا ذکر کیا تھا جو اس وقت ملک عرب کے روحانی پیشوا تھے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں قایم یہ جماعت رہ سکتی ہے جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے یعنی راستبازوں کی جماعت یا یہ لوگ یعنی کاہن وغیرہ بمطلب یہ ظاہر کرنا ہے کہ نیکی کے مقابل پر یہ کہانت وغیرہ اب ملک عرب میں نہیں رہ سکتی اور باطل کی ساری فوجیں توحید کے مقابل پر نیست و نابود کردی جائینگی اور چمٹ جانیوالی مٹی سے ان راستبازوں کو پیدا کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ وہ ثابت و قایم رہینگے ۔

۲۷۷۷ یعنی تو بوجہ اپنی شدت معرفت کے ان کے انکار پر تعجب کرتا ہے اور وہ بسبب اپنی جہالت کے ہنسی کرتے ہیں (غ) عجب کے لئے دیکھو ۲۶۳ ۔

اسفنن

۲۷۷۸ یستسخرون ۔ باب استفعال کا استعمال یہاں یا تو مبالغہ کے لئے ہے اور یا مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے کو تمسخر کیطرف بلاتے ہیں (ر) ۔

کفار کی مغلوبیت کی پیشگوئی

۲۷۷۹ یعنی تم صرف اپنے اعمال کی جزا و سزا کے لئے مبعوث ہی نہیں ہوگے بلکہ اس دنیا میں بھی مغلوب اور ذلیل ہوگے یہ بھی ابتدائی سورتوں میں کفار کی آخری مغلوبیت کی ایک کھلی پیشگوئی ہے ۔

الربع

۲۳ ۲۴ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ○ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○

پھر انہیں دوزخ کے رستہ کی طرف لیجاؤ ۲۷۷۹؎ اور انہیں ٹھہراؤ کہ ان سے سوال کیا جائیگا

۲۵ ۲۶ ۲۷ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ○ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ○ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

تمہیں کیا ہوا تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اس دن فرمانبردار ہونگے اور وہ ایک دوسرے کی طرف سوال کرتے

۲۸ ۲۹ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ○ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا

ہوئے متوجہ ہونگے کہینگے تم حق سے (روکتے ہوئے) ہمارے پاس آیا کرتے تھے (دوسرے) کہینگے بلکہ تم خود ہی مومن

۳۰ مُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ○

نہ تھے اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے

۳۱ ۳۲ ۳۳ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ○ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ○ فَاِنَّهُمْ

سو ہمارے رب کی بات ہم پر سچ ثابت ہوئی ہمیں ضرور مزا چکھنا ہوگا پس ہم نے تمہیں گمراہی کی طرف بلایا کیونکہ ہم خود گمراہ تھے سو

۳۴ ۳۵ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ○ اِنَّهُمْ

اس دن عذاب میں شریک ہونگے ایسا ہی ہم مجرموں سے معاملہ کرتے ہیں کیونکہ وہ

۳۶ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا

جب انہیں کہا جاتا کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں تکبر کرتے تھے اور کہتے کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک

۳۷ ۳۸ اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ○ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا

مجنون شاعر کی خاطر چھوڑ دیں بلکہ وہ حق لے کر آیا اور رسولوں کی تصدیق کی تم یقیناً دردناک

۳۹ ۴۰ الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ○ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ○

عذاب چکھوگے اور تمہیں بدلہ نہیں دیا جائیگا مگر وہی جو تم عمل کرتے تھے مگر اللہ کے مخلص بندے

زوج

۲۷۷۹؎ ازواجہم۔ ازواج یا زوج کیلئے دیکھو ۱۳۹؎ ابن عباس کہتے ہیں یعنی اتباعہم ومن اشبہہم من الظلمۃ (ج) یعنی اس سے مراد ان کے پیرو ہیں اور جو ظالموں میں سے انکے مشابہ ہیں اور حضرت عمر سے اس کے معنی امثالہم مروی ہیں (د) یعنی ان کی مثل۔ اور ما کانوا یعبدون سے مراد سب معبودانِ باطل لئے گئے ہیں لیکن آگے جو سوال وجواب آتا ہے کہ بعض بعض سے

معبودوں سے مراد سردار

کہینگے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا اور وہ کہینگے ہم نے زبردستی تمہیں کسی راہ پر نہیں ڈالا تم خود کفر کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ما کانوا

أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَهُم مُّكْرَمُونَ ۝ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ عَلَىٰ

ان کیلئے رزق ہے جس کا علم دیدیا گیا ہے ۲۷۸۰ (یعنی) پھل۔ اور وہ عزت والے ہونگے نعمتوں والے باغوں میں تختوں

سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ۝ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۝

پر آمنے سامنے ہونگے ۲۷۸۱ ان میں ایک پیالہ پھرایا جائیگا جو جاری پانی سے ہوگا ۲۷۸۲ سفید پینے والوں کے لئے لذیذ ۲۷۸۳

لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ۝ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ۝

نہ اس میں ہلاکت ہوگی اور نہ وہ اس سے متوالے ہونگے ۲۷۸۴ اور انکے پاس نیچی نگاہوں والی بڑی آنکھوں والی ہونگی

یعبدون سے مراد یہاں انکے وہ سردار ہیں جنکے پیچھے وہ آنکھیں بند کرکے چلتے تھے اور دوزخ کی طرف لیجایا جانا بھی انہی کے حق میں درست ہوسکتا ہے نہ ملائکہ اور مسیح وغیرہ کے حق میں +

۲۷۸۰ رزق معلوم کیا ہے خود اگلی آیت میں بتا دیا فواکہ یعنی پھل ہیں۔ اور فاکہین نعمتوں کے حاصل کرنے والے ہیں دیکھو ۲۴۵۲ پس یہ پھل درحقیقت نعماء کے قایم مقام ہیں اور انکو پھل اس لحاظ سے کہا ہے کہ وہ اعمال کے ثمرات ہیں اور وہ معلوم اسی لحاظ سے ہے کہ اسکی خبر دیگئی ہے ورنہ اس کی کیفیات کا کوئی علم انسانوں کو نہیں دیا گیا دیکھو ۲۷۲۳ +

تقابل

۲۷۸۱ متقابلین۔ مُقابلة اور تقابُل یہ ہے کہ ایک دوسرے کیطرف آگے بڑھیں خواہ ذات سے یا توجہ سے یا محبت سے متکئین علیہا متقابلین (الواقعۃ ۵۶-۱۶) (غ) اور یہاں انکے تقابل سے انکے ایک دوسرے کے ساتھ مانوس ہونے کی طرف اشارہ ہے (ق) +

کأس

۲۷۸۲ کأس۔ برتن کو کہتے ہیں مع اسکے جو اس میں پینے کی چیز ہو اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو علیحدہ بھی کہا جاتا ہے من کأس کان مزاجہا کافورا (الدھر ۷۶-۵) (غ) معین کیلئے دیکھو ۱۷۲۱ +

لذۃ

۲۷۸۳ لذۃ۔ لذّۃ نقیض الم (درد) ہے اور لذّ بہ یلذّ و تلذ الاعین (الزخرف ۴۳-۷۱) اور یہاں لذّۃ سے مراد ہے لذیذۃ یا ذات لذۃ (ل) +

غول

۲۷۸۴ غول کسی چیز کا ہلاک کردینا ایسے طریق پر کہ محسوس نہ ہو (غ) +

نزف ۔ انزف

ینزفون۔ نَزَفَ الماءَ کے معنی ہیں کنوئیں سے تھوڑا تھوڑا کرکے سارا پانی کھینچ لیا اور اسی سے متوالے کو نزیف کہتے ہیں گویا اس کا فہم بدمستی سے جاتا رہا یا اس کی عقل جاتی رہی اور اُنْزِفَ (جس سے ینزفون ہے) نزفت سے زیادہ بلیغ ہے (غ) +

بہشتی نعماء میں پینے کی چیزیں

ان تین آیتوں میں بہشتی نعمتوں میں سے پینے کی چیزوں کا ذکر ہے۔ پہلے اسے معین کہا ہے اور معین اسے کہتے ہیں جو ظاہر ہو یعنی سطح زمین پر جاری ہو یہ اشارہ اس طرف ہے کہ وہ ختم نہیں ہوتا۔ اور وہ سفید ہے یعنی ہر قسم کے عیب سے پاک ہے دیکھو ۱۴۹۴ پھر اس میں پینے والوں کیلئے لذت ہے یہ اسلئے کہا کہ اس دنیا میں جس چیز کو پیکر لوگ سرور حاصل کرتے ہیں وہ لذت سے خالی ہوتی ہے پھر یہاں کی شراب آہستہ آہستہ انسان کو ہلاکت کی طرف لیجاتی ہے مگر اس میں یہ بھی نقص نہیں پھر اس سے عقل جاتی رہتی ہے اس میں یہ بھی نقص نہیں مطلب یہ ہے کہ اس میں سرور ہے اور لذت ہے مگر وہ ہر قسم کے عیب سے خالی ہے اور یہ کیا چیز ہے دوسری جگہ فرمایا مثل الجنۃ التی وعد المتقون فیہا انہار من ماء غیر اٰسن وانہار من لبن لم یتغیر طعمہ وانہار من خمر لذۃ للشاربین وانہار من عسل مصفّی (محمد ۴۷-۱۵) یعنی پانی کی نہریں ہونگی اور دودھ کی اور شراب کی اور شہد کی۔ اور یہی پینے کی معمولی اور اعلےٰ درجہ کی چیزیں ہیں۔ اور مثل الجنۃ کہکر بتا دیا کہ سچ مچ اس دنیا کا سا پانی اور اس دنیا کا سا دودھ اور اس دنیا کی سی شراب اور اس دنیا کا سا شہد نہیں بلکہ یہ مثال کے طور پر بتایا ہے کیونکہ پانی پیاس

۴۹ ۵۰ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ○ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○

گویا کہ وہ محفوظ کئے ہوئے انڈے ہیں ۲۷۸۵ سو وہ ایک دوسرے کیطرف سوال کرتے ہوئے متوجہ ہونگے

بھاتا ہے اور دودھ قوت دیتا ہے اور شراب سے سرور حاصل ہوتا ہے اور شہد میں شفاء ہے تو مطلب یہ ہوا کہ وہ چیزیں جن سے یہ اغراض یہاں حاصل ہوتی ہیں وہاں بھی ملیں گی گو ان کی کیفیت یہ نہیں +

قصر

۲۷۸۵ قٰصِرٰت ۔ قَصْر یا قِصَر خلاف طول ہے اور قَصَرْتُ کے معنی ایک چیز کو چھوٹا کیا بھی آتے ہیں اور یہ بھی کہ اسکے بعض کو بعض سے ملایا اور اسی دوسرے معنی سے قصر بمعنی محل ہے جس کی جمع قصور ہے ویجعل لک قصورا (الفرقان ۲۵ ۔ ۱۰) اور قَصَرْتُهٗ بمعنی جعلته فی القصر بھی ہے یعنی اسے محل میں رکھا حور مقصورات فی الخیام (الرحمٰن ۵۵ ۔ ۷۲) اور قصرت الصلوٰۃ کے معنی ہیں نماز کے بعض ارکان چھوڑ کر اسے چھوٹا کر دیا اور عورت کو قاصرۃ الطرف کہتے ہیں جب وہ اپنی آنکھ اس چیز کی طرف نہ اٹھائے جس کی طرف آنکھ اٹھانا ناجائز ہے ۔ اور قَصَّرَ شَعْرَهٗ اپنے بالوں کا کچھ حصہ کاٹ دیا محلقین رءوسکم و مقصرین (الفتح ۴۸ ۔ ۲۷) +

قصور — مقصور — قاصرۃ الطرف — تقصیر

طرف

طرف ۔ طَرْف کسی چیز کی جانب ہے اور طَرْفُ العَین آنکھ کی پلک کو کہا جاتا ہے اور طَرْف کے معنی پلک کی حرکت ہیں اور پھر اس سے دیکھنا مراد لیا جاتا ہے کیونکہ پلک کی حرکت دیکھنے کو چاہتی ہے قبل ان یرتد الیک طرفک اور قاصرات الطرف سے مراد ہے عفت کی وجہ سے آنکھ کو بند کر لینے والیں (غ) +

عین ۔ عیناء

عین ۔ اَعْیَنُ اور عَیْنَاء کی جمع ہے اور یہ لفظ آنکھ کی خوبصورتی کی وجہ سے بقر وحش پر بولے جاتے ہیں اور پھر اسکے ساتھ عورتوں کو تشبیہ دی گئی ہے حور عین (الواقعۃ ۵۶ ۔ ۲۲) (غ) بیل کو اعین اور گائے کو عیناء کہا جاتا ہے اور بڑی آنکھ والے مرد کو بھی اعین کہا جاتا ہے جس کی جمع عین ہے (ل) +

بیضۃ

بیض ۔ بَیْضَۃ واحد ہے جس کے معنی انڈا اس کی سفیدی کی وجہ سے ہیں اور بیضۃ عورت کو بھی کنایۃً کہا جاتا ہے ایک رنگ میں مشابہت کے لحاظ سے اور دوسرا اسکے محفوظ ہونے کے لحاظ سے اور بیضۃ البلد ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اہل شہر میں سے محفوظ اور ان میں رئیس ہوں جیسا شاعر کے قول میں ہے کانت قریش بیضۃ (غ) اور بیضۃ الدار اسکے وسط اور بڑے حصہ کو کہا جاتا ہے اور بیضۃ الاسلام اسلام کی جماعت اور انکے اصل کو کہا جاتا ہے اور حدیث میں ہے ولا تسلط علیھم عدوا من غیرھم فیستبیح بیضتھم یعنی اے خدا مسلمانوں پر ایسا دشمن انکے غیر سے مسلط نہ کیجیو جو انکی جماعت اور انکے اصل کو ہلاک کر دے یعنی ان کا بکلی استیصال کر دے (ل) +

بیضۃ الاسلام

بہشت میں عورتیں ہونگی

بہشت میں عورتیں بھی ہونگی ۔ یہ تو ظاہر ہے کیونکہ جو انعام مومن مردوں کیلئے ایمان اور عمل صالح پر ہے وہی مومن عورتوں کیلئے ہے اور مومن عورتیں اسی طرح بہشت میں جائینگی جس طرح مومن مرد اسلئے عندھم قٰصرات الطرف میں ان پاکدامن بیبیوں کا ذکر بھی ہو سکتا ہے جنہوں نے یہاں اپنی نگاہ کو کسی ناجائز موقعہ پر نہیں اٹھایا اور ان کا بیض ہونا بلحاظ انکی سیادت و شرافت کے ہو سکتا ہے اور ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم نے ایک بوڑھی عورت کے سوال پر کہا کہ جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہ ہوگی اور وہ غمناک ہوئی تو آپ نے یہ آیت پڑھی انا انشانھن انشاء فجعلنھن ابکارا عربا اترابا لاصحٰب الیمین (الواقعۃ ۵۶ ۳۵ تا ۳۸) یعنی یہی بوڑھی عورتیں جنت میں ایک نئی پیدائش حاصل کرینگی اسلئے ان پر بوڑھی کا لفظ صادق نہ آئیگا لیکن چونکہ یہاں نعمائے بہشتی میں یہ ذکر ہے اور انہیں کو دوسری جگہ حور عین بھی کہا ہے اسلئے یہ بہشت کی ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے ما لا عین رأت ولا اذن سمعت جسطرح بہشت کے فواکہ کو یہاں کے پھلوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا

عورتیں جنت میں سے ایک نعمت ہے

اور بہشت کے پانی اور دودھ کو یہاں کے پانی اور دودھ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اسیطرح بہشت کی قاصرات الطرف کو بھی اس دنیا کی عورتوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا علاوہ ازیں جسطرح بہشت کے فواکہ اور بہشت کا پانی اور دودھ مردوں اور عورتوں کیلئے یکساں ہیں اسیطرح بہشت کی قاصرات الطرف بھی مردوں اور عورتوں کیلئے یکساں ہیں قرآن نے بہشت کی کسی نعمت کے لحاظ سے مردوں اور

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ کَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ۙ﴿۵۱﴾ یَّقُوْلُ اَئِنَّکَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾

ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا (جو) کہا کرتا تھا کہ کیا تو تصدیق کرنیوالوں میں سے ہے

ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾

کیا جب ہم مرجائینگے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائینگے تو کیا ہمیں بدلہ دیا جائیگا کہے گا کیا تم جھانکوگے

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ کِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ۙ﴿۵۶﴾

سو اس نے جھانکا تو اسے دوزخ کے درمیان دیکھا کہا اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو نے مجھے ہلاک کر دیا ہوتا

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ۙ﴿۵۸﴾

اور اگر میرے رب کی نعمت نہ ہوتی تو میں بھی ان میں سے ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کئے گئے ہیں. تو کیا (یہ سچ نہیں کہ) ہم مرنیوالے نہیں

اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ ﴿۶۰﴾

مگر ہماری پہلی موت اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا[۲۷۸۶] یقیناً یہ بڑی بھاری کامیابی

الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

ہے ایسی ہی چیزوں کیلئے چاہیے کہ عمل کرنیوالے عمل کریں

عورتوں کی تو نہیں گیا پس بلاشبہ حور ایک بہشت کی نعمت ہے مگر وہ نعمت مردوں اور عورتوں کیلئے یکساں ہے۔ دراصل بات جیسا کہ بارہا لکھا جا چکا ہے یہی ہے کہ جن نعمتوں کا ذکر آتا ہے وہ بطور مثال ہے پس حور کا ذکر بھی بطور مثال ہے اور خوبصورتی میں اگر کسی چیز کی مثال دینی ہو تو وہ عورت سے ہی دیجاسکتی ہے۔ انسان جس طرح کھانے سے لذت حاصل کرتا ہے پینے سے لذت حاصل کرتا ہے اسی طرح حسن سے بھی لذت حاصل کرتا ہے اور یہ اس کیلئے سرور کا موجب ہوتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت پس نعمائے بہشتی کا نقشہ مکمل ہوتا۔ اگر اس میں کھانے پینے کی چیزوں کا ذکر ہوتا .... مگر ان چیزوں کا ذکر نہ ہوتا جو حسن سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیا انسان کی فطرت حسن وجمال سے لذت حاصل نہیں کرتی کیا اور انسان کے کمال سرور کا نقشہ اس میں حسن وجمال کی تصویروں کے بغیر مکمل ہو سکتا ہے؟ مگر ان باتوں کو شہوانی خیالات سے منسوب کرنا اپنے شہوانی خیالات کا نتیجہ ہے۔ کیفیات جنت کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن بظاہر یہ سمجھ آتا ہے کہ نہ جنت میں بقائے نوع کی ضرورت ہے اور نہ ان امور کی جو بقائے نوع سے تعلق رکھتے ہیں مزید بحث کیلئے دیکھو وزوجنٰهم بحور عین (الطور ۵۲-۲۰) اور یہاں عورت کی پاکدامنی کو اس کا سب سے بڑا جوہر قرار دیا ہے اور یہی اس کی حقیقی خوبصورتی ہے۔

۲۷۸۶ یہ اسی جنتی کا قول ہے اور یہ اسکے مطابق ہے جو دوسری جگہ فرمایا لایذوقون فیها الموت الا الموتة الاولٰی ووقٰهم عذاب الجحیم (الدخان ۴۴-۵۶) یعنی اب ہم پر دوسری موت نہ آئے گی کیونکہ جنت سے پھر نہ نکالے جائینگے اور نہ کوئی تکلیف آئے گی +

۶۲ ۶۳ ۶۴ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ○ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ○ إِنَّهَا

کیا یہ بہتر مہمانی ہے یا تھوہر کا درخت ۲۷۸۷ ہم نے اسے ظالموں کیلئے عذاب بنایا ہے وہ ایک

۶۵ ۶۶ شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ○ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ○ فَإِنَّهُمْ

درخت ہے جو دوزخ کی جڑ میں اُگتا ہے اس کا خوشہ ایسا ہے جیسے شیطانوں کے سر سو وہ

۶۷ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ○ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ

یقیناً اس سے کھائینگے پھر اسکے ساتھ پیٹوں کو بھرینگے پھر اسکے اوپر ان کے لئے کھولتے ہوئے پانی کا

۶۸ ۶۹ ۷۰ حَمِيمٍ ○ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ○ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ○ فَهُمْ

ملونی ہوگی ۲۷۸۸ پھر یقیناً ان کا لوٹ کر آنا دوزخ کیطرف ہے انہوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا سو وہ

۷۱ ۷۲ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ○ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ○ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

انکے (قدموں کے) نقشوں پر دوڑے چلے جاتے ہیں اور ان سے پہلے بھی بہت سے پہلے لوگوں میں سے گمراہ ہوئے اور یقیناً ہم نے انکے

۷۳ ۷۴ فِيهِم مُّنذِرِينَ ○ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ○ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ○ ع

اندر ڈرانیوالے بھیجے سو دیکھ کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ڈرائے گئے مگر خدا کے مخلص بندے (بچ گئے)

زقوم — ۲۷۸۷ زقوم۔ شجرۃ الزقوم سے مراد دوزخ کے ناپسندیدہ کھانے ہیں اور اسی سے زقّم اور تزقّم اس شخص کے متعلق کہا جاتا ہے جو کوئی کریہ چیز نگل جائے (غ)، اور زقوم طعام اہل نار ہے اور ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو قریش کو معلوم نہ تھا کہ زقوم کیا چیز ہے ابوجہل نے کہا کہ یہ درخت ہمارے ملک میں تو ہوتا نہیں کیا کوئی جانتا ہے کہ یہ کیا ہے تو ایک شخص نے جو بلاد افریقہ سے واپس آیا تھا کہا کہ افریقی لغت میں زقوم مکھن اور کھجور ملا یا ہوا ہوتا ہے تو ابوجہل نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مکھن اور کھجوریں لے آؤ تب وہ اسے کھاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہی ہے جس سے محمد (صلعم) ہمیں ڈراتے ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی انها شجرة تخرج فی اصل الجحیم طلعها کانه رءوس الشیٰطین

شیطان — اور شیاطین میں یہاں تین وجوہ بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ اسکا خوشہ بدنمائی میں گویا شیطانوں کے سر کیطرح ہے اور وہ گو دیکھے نہ جاتے ہوں لیکن قبیح چیز کے متعلق کہا جاتا ہے کانه راس شیطان۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ شیطان ایک قسم کے سانپ کا نام ہے جسکا منہ بہت بدنما ہوتا ہے تیسری یہ کہ ایک بدشکل روئیدگی ہوتی ہے جس کا نام رءوس الشیاطین ہے۔ ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مجھے خبر دی کہ زقوم ایک سیاہ سا درخت ہے جس کے چھوٹے چھوٹے پتے ہوتے ہیں اور اسکے پتوں کے سرے بہت بدنما ہوتے ہیں اور ثعلب نے کہا ہے کہ زقوم ہر ایک کھانا ہے جو قتل کردے (ل)

معلوم ہوا کہ یہاں شجرۃ الزقوم سے مراد وہ تھوہر کا درخت نہیں جو اس دنیا میں ہوتا ہے بلکہ یہ کوئی اور درخت ہے جو دوزخ کی جڑ بنیاد میں اُگتا ہے ظاہر ہے کہ دوزخ کی جڑ میں اُگنے والا درخت اعمال بد کے نتائج کا ہی درخت ہے اور رءوس الشیاطین کا لفظ اختیار کرنے میں بھی اسطرف اشارہ کرنا مقصود معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیطانکے پیچھے لگنے سے پیدا ہوتا ہے اور رءوس رأس کی جمع ہے جسکے معنی سر ہیں اور کبھی اس سے مراد رئیس بھی لے لیا جاتا ہے (غ)

راس

شوب۔ الف — ۲۷۸۸ شوب کے معنی خلط یعنی ملاوٹ ہیں (غ) الفوا۔ اَلْفَيْتُ وَجَدْتُ میں نے اسے پایا الفینا علیه (البقرۃ ۔ ۱۷۰) الفیا سیدها (یوسف ۔ ۲۵) (غ)

ع ۳

حضرت نوحؑ اور ابراہیمؑ کا ذکر جمیل

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ ۷۵ ۷۶

اور یقیناً نوح نے ہمیں پکارا سو ہم کیسے اچھے (دعا) قبول کرنیوالے ہیں اور ہم نے اسے اور اسکے پیروؤں کو بڑی سختی سے نجات

الْعَظِيْمِ ۝ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ ۷۷ ۷۸

دی اور ہم نے اس کی نسل کو وہاں انہی کو باقی رہنے والے بنایا اور ہم نے پچھلے لوگوں میں اس پر (ثنا) باقی چھوڑی ۲۷۸۹

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا ۷۹ ۸۰ ۸۱

قوموں میں نوح پر سلامتی ہے اسی طرح ہم نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیتے ہیں وہ ہمارے مومن بندوں

وقف لازم

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝ ۸۲ ۸۳

میں سے تھا پھر دوسروں کو ہم نے غرق کر دیا اور ابراہیم یقیناً اسی کے گروہ میں سے تھا ۲۷۹۰

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝ ۸۴ ۸۵

جب وہ سلامتی والے دل کے ساتھ اپنے رب کے پاس آیا جب اس نے اپنے بزرگ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیا ہے جس کی تم پوجا کرتے ہو

اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَنَظَرَ ۸۶ ۸۷ ۸۸

کیا جھوٹ۔ اللہ کے سوائے دوسرے معبودوں کو تم چاہتے ہو تو تمہارا خیال جہانوں کے رب کے متعلق کیا ہے تب اس نے

نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝ ۸۹ ۹۰

ستاروں کو ایک نظر دیکھا اور کہا میں تو بیمار ہو گیا ہوں ۲۷۹۱ پھر وہ پیٹھ پھیرتے ہوئے اس سے پھر گئے

۲۷۸۹ ترکنا کا مفعول محذوف ہے یعنی ثنائے حسن اور یہ ابن عباس سے مروی ہے اور یوں بھی معنی کرتے گئے ہیں کہ اگلا قول سلام والا باقی چھوڑا

۲۷۹۰ تمام نبی ایک ہی گروہ ہیں کیونکہ اصل اصول سب کا ایک ہی ہے توحید الٰہی کو دنیا میں پھیلانا ان ھٰذہٖ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون (الانبیاء-۹۲) ۲۱

سُقْم سقیم

۲۷۹۱ سقیم۔ سَقَم اور سُقْم اس بیماری کو کہتے ہیں جو بدن سے مخصوص ہو اور مَرَض بدن میں بھی ہوتا ہے اور دل میں بھی فی قلوبہم مرض (البقرۃ-۱۰) اور یہاں سقیم میں یا تو تعریض ہے اور یا گزشتہ کی طرف اشارہ ہے اور یا آیندہ کی طرف اور یا اس تھوڑے سے اختلال طبیعت کی طرف اشارہ ہے جو انسان کے جسم میں بہرحال ہوتا ہے خواہ وہ اسے محسوس نہ کرے اور مکان سقیم کہا جاتا ہے جب اس مکان میں خوف ہو (غ) اور لسان العرب میں ہے کہ سقم مرض ہی ہے (ت) تو اس لحاظ سے دل کی بیماری پر بھی یہ لفظ صادق آسکتا ہے چنانچہ ان اقوال میں سے جو انی سقیم کی تفسیر میں دیئے گئے ہیں ایک یہ ہے سقیم بما اریٰ من عبادتکم غیر اللہ (ت) یعنی تمہاری غیر اللہ کی عبادت کو دیکھ کر بیمار ہو گیا ہوں یعنی اس سے سخت بیزار ہوں اور ایک قول ہے سقیم القلب لکفرکم (ت) تمہارے کفر کی وجہ سے میرا دل بیمار ہے اور تاج العروس میں ہے کہ قلب سقیم۔ فہم سقیم۔ کلام سقیم سب محاورات بولے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ امام راغب کا

۹۱ ۹۲ ۹۳ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ

سو وہ انکے معبودوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کیا تم کھاتے نہیں لے ۲۷۹۲ تمہیں کیا ہوا تم بولتے نہیں پھر انہیں زور سے

۹۴ ۹۵ ضَرْبًۢا بِالْيَمِيْنِ ۝ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝

مارنے کیطرف متوجہ ہوا تب وہ دوڑتے ہوئے اسکی طرف متوجہ ہوئے ۲۷۹۳ اس نے کہا کیا تم اسکی عبادت کرتے ہو جسے (خود) تراشتے ہو

۹۶ ۹۷ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ ۝

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور جو تم بناتے ہو ۲۷۹۴ انہوں نے کہا اس کیلئے ایک عمارت بناؤ پھر اسے شعلے مارتی ہوئی آگ میں ڈالدو

سقم کو بدن سے مخصوص کرنا صحیح نہیں۔ اور کہا جاتا ہے ہو سقیم الصدر (علیہ) جسکے معنی ہیں حاقد یعنی اسکے خلاف کینہ رکھتا ہے (ت)

حضرت ابراہیم کیطرف جھوٹ منسوب کرنا غلط ہے

اسے مفسرین نے حضرت ابراہیم کے تین جھوٹوں میں سے ایک ٹھہرایا ہے حالانکہ صدیقا نبیا ان تینوں جھوٹوں کو خود جھوٹ ٹھہراتا ہے اور یہ کہنا کہ یہ جھوٹ اللہ کی راہ میں تھے بےمعنی ہے۔ اللہ کی راہ اور بدی۔ یہ دو باتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ بدی نہ اللہ کیطرف منسوب ہوسکتی ہے نہ اللہ کی راہ کیطرف اگر جھوٹ بولنا برا فعل ہے تو کسی وقت بھی جائز نہیں جس طرح چوری کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں مثلاً اگر ایک بت کو پہنائے ہوئے زیور چرانے جائز نہیں خواہ نیت انکو اچھی جگہ صرف کرنے کی ہی ہو تو جھوٹ بول کر بت کا توڑنا بھی جائز نہیں ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ سقیم سے مراد سقیم القلب لیکر جس کی لغت اجازت دیتی ہے کوئی دقت باقی نہیں رہتی اور نہ خواہ مخواہ ایک نبی کی طرف جھوٹ منسوب کرنا پڑتا ہے اور نجوم کی طرف دیکھکر یہ فقرہ بمعنی سقیم القلب اور بھی زیادہ موزون ہے اسلئے کہ وہ لوگ نجوم کی عبادت کرتے تھے جیسا کہ قرآن شریف میں دوسری جگہ حضرت ابراہیم کے ساتھ انکی بحث کا ذکر ہے فلما راٰ کوکبا قال ھٰذا ربی (الانعام ۶۔ ۷۷) اور اگر بیمار ہی معنی لئے جائیں تو اسکے جھوٹ ہونے پر کیا دلیل ہے ستاروں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ رات بہت چلی گئی ہے تب انہوں نے کہا کہ میں بیمار بھی ہوں اور زیادہ نہیں جاگ سکتا زبردستی اسے جھوٹ بنانے سے کیا حاصل ہے۔

۲۷۹۲ راغ۔ رَوْغ مضبوط تدبیر کیلئے مائل ہونا ہے اور راغ فلانٌ الی فلانٍ کے معنی ہیں اس کی طرف مائل ہوا کسی ایسے امر کیلئے جس کا اس سے بار یک مضبوط تدبیر ارادہ کرتا ہے فراغ الٰی اھلہ (الذّٰریٰت ۵۱۔ ۲۶) یعنی مائل ہوا اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی قسم کے میلان کے ساتھ ایک چیز طلب کیجائے اور آیت ۹۳ میں راغ علیہم میں علیٰ غلبہ کے اظہار کیلئے ہے (غ)۔

روغ

۲۷۹۳ یزفون۔ زفیف ہوا کا چلنا اور شترمرغ کی تیزی ہے جس کے چلنے کے ساتھ پرواز ملا ہوا ہوتا ہے پس یزفون بمعنی یُسْرِعُوْن ہے یعنی تیزی سے دوڑتے ہوئے (غ)۔

زفّ

۲۷۹۴ ما تعملون کے ظاہر معنی یہی ہیں کہ اس سے مراد بت وغیرہ ہیں جنہیں وہ تراش کر بناتے تھے (ر) مطلب یہ ہے کہ تم پتھر لکڑی وغیرہ سے بت بناتے ہو حالانکہ ان سب چیزوں کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بعض نے ما تعملون سے مراد اعمال انسانی بھی لئے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان اعمال کا خالق اس لئے ہے کہ اسی نے وہ اسباب پیدا کئے ہیں جن سے یہ اعمال بنتے ہیں۔ اور بعض نے ما کو استفہامیہ انکار و تحقیر کے لئے لیا ہے ای شیئ تعملون یہ تم کیا کام کرتے ہو (ر)۔

ما

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ ۹۸ ۹۹

سو انہوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی پر ہم نے انہیں کو ذلیل کیا ۲۷۹۵ اور اس نے کہا میں اپنے رب کیطرف جانیوالا ہوں وہ مجھے (کامیابی کا) رستہ دکھائیگا ۲۷۹۶

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲

میرے رب مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) نیکوکاروں میں سے (ہو) سو ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی خوشخبری دی سو جب وہ اسکے ساتھ کام کاج (کی عمر) کو پہنچا ۲۷۹۷

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ

اس نے کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں تو دیکھ تیری کیا رائے ہے اس نے کہا

يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اے میرے باپ جو کچھ تجھے حکم دیا جاتا ہے کر تو مجھے اگر اللہ چاہے صبر کرنیوالوں میں سے پائے گا ۲۷۹۸

ابراہیم کو آگ میں ڈالنا خفیہ تدبیر تھی

۲۷۹۵ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو جو آگ میں ڈالنے کی تجویز تھی وہ کید کے رنگ کی تھی یعنی کوئی باریک خفیہ تدبیر تھی اور ان کا اسفل یا ذلیل ہونا اس چال میں ناکامی ہے ۔

۲۷۹۶ رب کی طرف جانے سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہجرت کر کے اس مکان کی طرف چلا جاؤں جس کا رب نے حکم دیا ہے اور اسے بعض نے شام اور بعض نے مصر کہا ہے (ر) اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ تمہاری چالوں سے اللہ کیطرف رجوع کرتا ہوں اور سیہدین میں ہدایت سے مراد کامیابی کا رستہ دکھانا ہے ۔

سعی

۲۷۹۷ سعی ۔ دیکھو ۱۸۱۲ اور یہاں مراد اس سے ملکر اسکے شغلوں اور حاجتوں میں کوشش کرنا ہے (ر) اور حضرت ابن عباس سے اس کے معنی عمل مروی ہیں (ج) ۔

حضرت ابراہیم کو بیٹا قربان کرنیکا حکم

حضرت ابراہیم نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ واقعی یہی دیکھا یا جو کچھ دیکھا تھا اسکا نتیجہ یہ تھا کہ آپ اپنے بیٹے کو ذبح کریں ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کو رویا میں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں (ر) اور الفاظ ما تؤمر صاف بتاتے ہیں کہ یہی بات حق ہے اور اسی کے مطابق توریت میں ہے یعنی خدا نے ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ آپ اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی کریں (پیدایش ۲۲ : ۱ و ۲) اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم نے نذر مانی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرینگے تو اس نذر کے پورا کرنے کا حکم ہوا تھا (ج) بہرحال الفاظ قرآنی اور توریت کے بیان دونوں سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آپکو اللہ تعالیٰ کیطرف سے بیٹا قربان کرنے کا حکم ہوا تھا ۔

ذبیح اسمٰعیل تھے نہ اسحاق

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کونسا بیٹا تھا جس کے قربان کرنے کا حکم ہوا تھا ۔ توریت میں صاف طور پر اسحاق کا نام دیا ہے اور مسلمانوں میں سے بھی بعض نے اسی بنا پر اسحاق کا نام دے دیا ہے مگر قرآن کریم کی صراحت اسکے خلاف ہے اسلئے کہ یہاں صفائی سے پہلے ایک بیٹے کیلئے دعا کا اس پر بشارت کا اسی بیٹے کے قربان کرنے کا ذکر ہے اور اس ذکر کے خاتمہ پر فرمایا وبشرنٰه باسحٰق نبیا من الصالحین (۱۱۲) جس سے معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت اسمٰعیل کا ذکر ہے (ر) ۔ اسحاق کی بشارت بھی اس واقعہ کے بعد ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ کتاب پیدایش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی عمر چھیاسی سال کی تھی جب حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے اور ان کی عمر ننانوے سال کی تھی جب حضرت اسحاق کی بشارت ملی گویا اس وقت حضرت اسمٰعیل کی عمر تیرہ سال کی تھی ۔ اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت اسمٰعیل بلغ معه السعی

۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۚ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ

سو جب دونوں نے فرمانبرداری کی اور اسے ماتھے کے بل لٹایا ۲۷۹۸ اور ہم نے اسے پکارا کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ

۱۰۶ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۞ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۞

کر دکھایا اسی طرح ہم نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیتے ہیں یقیناً یہ ایک واضح کر دینے والا امتحان تھا

کا مصداق ہیں اور یہ عمر دس بارہ سال کی ہونی چاہئے۔ اور معاویہ کی حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور آپ کو خطاب کیا یا ابن الذبیحین۔ اے دو ذبیحوں کے بیٹے جس میں ایک حضرت اسمٰعیل کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا آنحضرت صلعم کے والد عبداللہ کیطرف کیونکہ عبدالمطلب نے جب زمزم کھودا تو نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس امر کو آسان کر دے تو وہ اپنا ایک بیٹا قربان کرے گا پھر جب قرعہ نکالا گیا تو عبداللہ کے نام کا قرعہ نکلا اور آخر سو اونٹ فدیہ میں دیا گیا اور حدیث جو بیان کی جاتی ہے جس میں یہ لفظ آتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسحاق سے ذبح کی سختی کو دور کیا تو ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب منکر ہے (د) اور بعض صحابہ اور سلف کیطرف جو یہ قول منسوب ہے تو قرآن کریم کی صراحت کے مقابل قابل قبول نہیں (ف) اور توریت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں حضرت اسمٰعیل کی دشمنی کی وجہ سے یہودیوں نے تحریف کر کے اسمٰعیل کی جگہ اسحاق کا نام رکھدیا۔ کیونکہ جہاں قربانی کا حکم ہے وہاں ایک طرف اسحاق کا نام ہے دوسری طرف اسکے ساتھ ہی ہے "اپنے اکلوتے بیٹے کو" (پیدایش ۲۲: ۲) اب اکلوتے کا لفظ حضرت اسحاق پر کسی صورت میں صادق نہیں آسکتا۔ کیونکہ اس سے پہلے حضرت اسمٰعیل موجود ہیں۔ بلکہ یہ لفظ اسحاق کی پیدایش سے پیشتر صرف حضرت اسمٰعیل پر صادق آسکتا ہے علاوہ ازیں مینڈھے کے بطور فدیہ دیا جانے کا ذکر توریت میں بھی ہے لیکن اس قربانی کی یادگار حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں عرب میں رہی اور یہ یادگار آج تک اُمت محمدیہ میں چلتی ہے اور کوئی اسکی یادگار حضرت اسحاق کے نام سے وابستہ نہیں +

حضرت اسمٰعیل کے ذبح کے حکم کا مفہوم

حضرت اسمٰعیل کے ذبح کرنے کا خواب یا حکم بے معنی نہ تھا۔ اور اس سے مراد صرف اس قدر نہ تھی کہ حضرت ابراہیم کو آزمایا جائے بلکہ اسکے نیچے ایک اور مفہوم تھا اور وہ یوں پورا ہوا کہ حضرت اسمٰعیل کو آخر حضرت ابراہیم نے حکم آلہی کے ماتحت اپنے سے جدا کر کے ایک ایسے بیابان میں رکھا ہے جو نظاہر ذبح کرنے کے برابر تھا اور اسکے یوں چھوڑا جانے میں ایک پرحکمت اشارہ تھا جس کو بعد میں نبیوں نے کھولا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا "کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے" (متی ۲۱: ۴۲) پس حضرت اسمٰعیل کے ذبح کرنے کے حکم میں اسکے مکہ معظمہ میں تنہا چھوڑا جانے کی طرف اشارہ تھا اور یہ خود ایک پیشگوئی تھی کہ یہ وہی پتھر ہے جو عمارت نبوت کے کونے کا سرا بنے گا جیسا کہ آنحضرت صلعم نے خود بھی فرمایا انا ھٰذہ اللبنۃ وانا خاتم النبیین +

تلّ

۲۷۹۸ تلّ۔ تلّ بلند جگہ کو کہتے ہیں یعنی ٹیلہ اور تلّہٗ کے معنی ہیں اسے ٹیلے پر لٹایا (غ) +

جبین۔ جبین

جبین۔ جُبْن ضعف قلب ہے اور جبین پیشانی یا ماتھے کی دونوں طرفیں ہیں (غ)

انسان کی قربانی کا منسوخ ہونا

حضرت ابراہیم کا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو جانا قابل اعتراض نہیں اسلئے کہ اس سے پہلے انسان کی قربانی کا رواج تھا اور حضرت ابراہیم نے جو رویا دیکھا اس کا منشا یہی سمجھا کہ حضرت اسمٰعیل کی قربانی دیجائے اور اس واقعہ سے درحقیقت انسان کی قربانی کی رسم منسوخ ہوئی اور جانوروں کی قربانی اس کی جگہ قرار پائی +

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰

اور ہم نے ایک بھاری قربانی کو اسکا فدیہ کردیا[۲۷۹۹] اور ہم نے پچھلے لوگوں میں اسپر (ثنا) باقی چھوڑی ابراہیم پر سلامتی ہو اسی طرح

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ ۱۱۱، ۱۱۲

ہم نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیتے ہیں وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی ایک نبی (کی) جو نیکوکاروں

الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۱۱۳

میں سے تھا اور ہم نے اسے اور اسحاق کو برکت دی اور ان دونوں کی نسل سے نیکی کرنیوالے بھی ہیں اور اپنے نفس پر کھلا ظلم

مُبِيْنٌ ۝ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰي مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ ۱۱۴، ۱۱۵

ع ۵ / ۸ — موسیٰ الیاس و لوط

کرنیوالے (بھی) اور ہمیں نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا اور ہم نے ان دونوں کو اور انکی قوم کو بڑی سختی سے نجات دی

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸

اور ہم نے انہیں مدد دی سو وہ غالب ہوئے اور ہم نے دونوں کو واضح کتاب دی[۲۸۰۰] اور ہم نے دونوں کو سیدھے رستے

الْمُسْتَقِيْمَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰي مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱

پر چلایا اور ہم نے دونوں پر پچھلے لوگوں میں (ثنا) باقی چھوڑی موسیٰ اور ہارون پر سلامتی ہو اسی طرح ہم

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ ۱۲۲، ۱۲۳

نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیتے ہیں وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے اور الیاس یقیناً رسولوں میں

الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ۝ ۱۲۴، ۱۲۵

سے تھا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے. کیا تم بعل کو پکارتے ہو[۲۸۰۱] اور سب سے بہتر پیدا کرنیوالے کو چھوڑتے ہو

۲۷۹۹ اس کا فدیہ تو مینڈھا تھا اور عظیم اسے اس لحاظ سے کہا کہ اس کی یادگار میں ہمیشہ کیلئے دنیا میں ایک قربانی قرار پائی ✦

استبان مستبین — **۲۸۰۰** مستبین مبان۔ اِسْتَبَان۔ تَبَیَّنَ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی واضح ہوا ولتستبین سبیل المجرمین (الانعام۔ ۵۵) (غ)

حضرت موسیٰ و ہارون دونوں کو ایک کتاب کا ملنا — کتاب یا توریت صرف حضرت موسیٰ کو نہیں دی گئی بلکہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں کو پس اصل کتاب دونوں کی وحی پر مشتمل ہے۔ چونکہ بعض قسم کے کام جیسے عبادت وغیرہ کا کرانا حضرت ہارون کے سپرد تھے اسلئے اسکے متعلق حضرت ہارون کو وحی ہوئی ہوگی اور مستبین بلحاظ تفصیلات شریعت اسے کہا ✦

بعل — **۲۸۰۱** بعل۔ دیکھو [۲۹۳] اور عرب کے لوگ اپنے معبود کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہتے بعل کہتے تھے (غ) اور قوم الیاس کا بت بھی بعل تھا (ر) اور لغت یمن میں بعل رب کو کہتے ہیں (ج) اور بعل سورج یا سورج دیوتا کا قائم مقام بھی ہے ✦

۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ اِلَّا

(یعنی) اللہ کو جو تمہارا رب اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا رب ہے تو انہوں نے اسے جھٹلایا پس یقیناً (عذاب میں) حاضر کئے جائینگے

۱۲۹ ۱۳۰ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ۝

مگر اللہ کے مخلص بندے (بچ جائینگے) اور ہم نے اسپر پچھلے لوگوں میں (ثنا) باقی چھوڑی الیاس پر سلامتی ہو ۲۸۰۲

۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ لُوْطًا

اسیطرح ہم نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیتے ہیں وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اور یقیناً لوط

۱۳۴ ۱۳۵ لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ۝

رسولوں میں سے تھا جب ہم نے اسے اور اسکے اہل کو سب کو نجات دی سوائے ایک بڑھیا کے (جو) پیچھے رہنے والوں میں سے (تھی)

۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور یقیناً تم ان پر صبح کے وقت گزرتے ہو اور رات کو تو پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے

۲۸۰۲ الیاسین۔ الیاس کی دوسری صورت ہے جیسے سینا اور سینین یا ادریس اور ادریسین ۔ *الیاسین*

حضرت الیاس حضرت الیاس نویں صدی قبل مسیح کے پہلے نصف میں ظاہر ہوئے اور ان کا وعظ بعل کے خلاف تھا دیکھو یہودی انسکلوپیڈیا

حضرت الیاس کا ذکر صرف ایک اور موقعہ پر قرآن شریف میں آتا ہے یعنی الانعام ۔ ۸۶ میں ۔

ذکر انبیاء میں ترتیب اس سورت میں انبیاء کا ذکر جس ترتیب سے کیا ہے اس میں بظاہر کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی ۔ پہلے حضرت نوح اور ابراہیم کا ذکر ہے پھر حضرت موسیٰ و ہارون کا پھر الیاس کا جو نویں صدی قبل مسیح کے ہیں پھر لوط کا جو حضرت ابراہیم کے ہمعصر ہیں پھر یونس کا جو آٹھویں صدی قبل مسیح کے ہیں اب اگر حضرت لوط کا ذکر درمیان میں نہ ہوتا تو یہ ترتیب تاریخی تھی گویا حضرت ابراہیم کے بعد آپکے خاندان کی شاخ اسرائیل کا ذکر ہے اور اسمٰعیلی شاخ میں چونکہ صرف آنحضرت صلعم ہی ایک نبی ہیں اس لئے آخر پر آپکا ذکر ہے حضرت لوط کا ذکر یہاں اس مناسبت سے لایا گیا ہے جسے قرآن کریم نے صراحت سے بیان فرمایا وانکم لتمرون علیہم مصبحین وباللیل افلا تعقلون یعنی ان کی تباہ شدہ بستیاں شب و روز تمہاری آنکھوں کے سامنے آتی ہیں اور باقی کا تو صرف انہوں نے ذکر ہی سنا ہوا تھا۔ اور یونس سے پہلے لوط کا ذکر لانے میں ایک اور مناسبت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت لوط کی قوم نے نہایت شوخی کی کہ جب عذاب کی خبر انہیں پہنچ گئی اس وقت بھی خود حضرت لوط کے مہمانوں سے بدسلوکی کرنے کی کوشش کی اور گستاخی میں حد سے بڑھ گئے اسلئے سب کے سب تباہ ہوئے لیکن حضرت یونس نے جب اہل نینوہ کو عذاب کی خبر دی تو انہوں نے گریہ وزاری اختیار کی اور رجوع الی اللہ کیا اسلئے سب کے سب بچ گئے ۔

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ؕ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۙ فَسَاهَمَ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱

اور بلاشبہ یونس رسولوں میں سے تھا جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگا ۲۸۰۳ اس نے قرعہ ڈالا

فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ۚ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ ۱۴۲

پھر وہ مغلوبوں میں سے ہوا ۲۸۰۴ سو مچھلی نے اسے لقمہ بنایا اور وہ اپنے آپکو ملامت کرنیوالا تھا ۲۸۰۵

یونس اور آنحضرت کی کامیابی

ابق

۲۸۰۳ ابق ۔اِباق غلاموں کا بھاگنا اور چلا جانا ہے جب نہ انہیں کوئی خوف ہو اور نہ ان سے زیادہ مشقت لیجاتی ہو اور حضرت یونس کے متعلق یہی لفظ بولا گیا ہے جب وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے (ل)+

حضرت یونس کا بھاگنا

یوں تو ہجرت سنت انبیاء ہے مگر حضرت یونس کی ہجرت پر لفظ اباق بولا ہے گویا ابھی خوف کی وہ حالت نہ تھی جس کے لئے ہجرت ضروری ہو جاتی ہے جیسا کہ اس لفظ کی لغوی تشریح سے ظاہر ہے جب خوف کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ اس کیلئے ہجرت ضروری ہو تو انبیاء کو اللہ تعالیٰ ارشاد فرما دیتا ہے اسی لئے دوسری جگہ فرمایا فاصبر لحکم ربك ولا تکن کصاحب الحوت (القلم ۴۸) یعنی مصائب کو برداشت کر اور خوف کی حالت میں رہ کر بھی دعوت و تبلیغ کا کام کرے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ حکم دے کہ ہجرت کر جاؤ اسی لئے نبی کریم صلعم نے ہجرت نہیں کی جبتک اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں آیا۔ پس حضرت یونس کی ہجرت قبل از وقت اور حکم الٰہی کے پہنچنے سے پیشتر ہونے کی وجہ سے اس پر ابق بولا گیا ہے+

سہم ۔ساہم

۲۸۰۴ ساہم ۔سَہْم تیر کو کہتے ہیں اور حظ کو بھی اور سَاهَمَ دوسرے کے ساتھ قرعہ اندازی کی اور سُهَام اور سُهَام ملابس اور رنگ کا متغیر ہونا ہے (ل)+

دحض مدحض

مدحضین ۔دَحْض اصل میں پھسلنا ہے پھر دلیل کا باطل ہونا ۱۹۳۴ اور سورج کے ڈھلنے پر بھی بولا جاتا ہے (دغ) اور اور مُدْحَض سے مراد مغلوب ہے+

یونس کے متعلق بائبل اور قرآن میں اختلاف

حضرت یونس کا قصہ بائبل میں کتاب یوناہ میں مذکور ہے اس میں اور قرآن کریم کے بیان میں یہ اختلاف ہے کہ بائبل میں مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کو اہل نینوہ کی طرف جانے کا حکم دیا تو وہ ترسیس کو بھاگ گئے اور اس وقت یہ کشتی میں سوار ہونے کا قصہ پیش آیا اور اسکے بعد آپ اہل نینوہ کی طرف گئے۔ اور پھر جب اہل نینوہ کی گریہ وزاری کی وجہ سے ان سے عذاب ٹل گیا تو یونس ناراض ہو گئے یہ دونوں باتیں یعنی نبی کا انکار کرنا اور خدا تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرکے دوسری طرف چلے جانا اور رضا سے ناراض ہونا شان نبوت کے منافی ہیں اور قرآن کریم میں مذکور نہیں اور نہ ہی یہ بات قابل قبول ہے البتہ کشتی کا واقعہ اور قرعہ اندازی سے حضرت یونس کا دریا میں ڈالا جانا بائبل میں بھی مذکور ہے اور قرآن شریف سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے+

لقم ۔التقم

۲۸۰۵ التقم ۔لَقْم جلدی سے کھانا ہے اور لَقِمَ اور اِلْتَقَمَ منہ میں لینا ہے اذا اخذتها بفیك اور اِلْتِقَام بہت سے نگل جانے پر بھی بولا جاتا ہے اور حدیث میں ہے ان رجلا الْقَمَ عینه خصاصة الباب جس کے معنی کئے گئے ہیں کہ دروازے میں جو شق تھا اسے اپنی آنکھ کے مقابل رکھا گویا اسے آنکھ کے لئے ایسا بنایا جیسا منہ کیلئے لقمہ ہوتا ہے (ل)+

حوت

حوت بڑی مچھلی کو کہتے ہیں اور مثال کے طور پر ان اشعار عرب میں بولا گیا ہے حوتا اذا ما ذاقنا جننا بہ جس کی تشریح کی ہے کہ وہ حوت یعنی بڑی مچھلی کی طرح ہے کہ جو کچھ نگل جائے اسے کفایت نہیں کرتا۔ اور حوت آسمان میں ایک برج ہے اور پرندے کے پانی کے گرد گھومنے کو حوت کہتے ہیں اور بنو حوت ایک قبیلہ کا نام ہے (ل)+

ملیم

ملیم کے معنی کیلئے دیکھو ۱۵۲۶ مگر الام میں ہمزہ تعدیہ کیلئے لیکر (جیسے اقدامتہ میں) یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ ملامت کرنیوالے

۱۴۳ فَلَوۡلَاۤ اَنَّهٗ کَانَ مِنَ الۡمُسَبِّحِیۡنَ ۝ۙ

لیکن اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا

[6] یعنی اپنے آپ کو (ر) +

کیا حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

قرآن کریم میں حضرت یونس کے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے متعلق صریح لفظ نہیں ہیں۔ ہاں یہ الفاظ ہیں فالتقمہ الحوت جن کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مچھلی نے انہیں نگل لیا اور یہ بھی کہ مچھلی نے انہیں منہ میں لیا یعنی مچھلی کے منہ میں چلے گئے اور اس صورت میں ممکن ہے کہ یہی انکے باہر نکال پھینکنے کا بھی موجب ہوا ہو۔ دوسرے لفظ جن سے آپکے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا استدلال کیا گیا ہے یہ ہیں للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون (۱۴۴) لیکن اول تو اس سے مراد مچھلی کا پیٹ لینا اسلئے درست نہیں کہ مچھلی ایسی کوئی نہیں ہو سکتی جو اس وقت سے لیکر قیامت تک زندہ رہے جب سب چیزوں پر فنا ہے اور اس زمانہ کے سب جاندار مر چکے ہیں تو مچھلی کا قیامت تک زندہ رہنا ناممکن ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مچھلی مر کر حضرت یونس اسی طرح صحیح سالم اس کے پیٹ میں رہتے تو مری ہوئی چیز کے اجزا قایم نہیں رہ سکتے دوسرے اگر مچھلی کا پیٹ بھی مراد لیا جائے تو یہاں سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ تسبیح کرنیوالوں میں سے نہ ہوتے تو مچھلی کے پیٹ میں رہتے مچھلی کے پیٹ میں جانے یا نہ جانے کا کوئی قطعی ثبوت ان الفاظ میں نہیں۔ تیسرے الفاظ قرآنی فنادیٰ فی الظلمٰت (الانبیاء ۲۱-۸۷) ہیں جس سے یہ سمجھا گیا ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں آپنے یہ دعا کی لیکن دیکھو نوٹ ۹۵۷ و نوٹ ۲۱۸ ظلمٰت سے مراد شدائد بھی لئے جاتے ہیں اور وہیں کذٰلک ننجی المؤمنین بتاتا ہے کہ مراد مشکلات ہی ہیں۔ البتہ یونہ کی کتاب میں حضرت یونس کے تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا ذکر ہے اور حدیث مرفوع اس بارہ میں صرف ایک ہے اور وہ ایک ہی طریق سے یعنی محمد بن اسحاق کے طریق سے مروی ہے اور ابن جریر نے اسے لیا ہے اور بزار نے اپنی مسند میں اسی طریق سے اسے بیان کر کے لکھا ہے کہ سوائے اس طریق کے اور کسی طرح پر اس کے نبی کریم صلعم سے ہونے کا علم ہم کو نہیں۔ اور یہ حدیث جو ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ یوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یونس کو مچھلی کے پیٹ میں قید کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کی طرف وحی کی کہ اسے پکڑلے اور نہ اسکے گوشت کو نقصان پہنچا اور نہ اس کی ہڈی کو توڑ پھر جب اسے لیکر سمندر کی تہ میں پہنچ گئی تو یونس نے کچھ حرکت سنی اور اپنے دل میں کہا یہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی اور وہ مچھلی کے پیٹ میں تھا کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح ہے تب اس نے بھی تسبیح کی جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھا اور فرشتوں نے اس کی تسبیح سنی اور کہا اے ہمارے رب ہم ایک کمزور سی آواز ایک غیر معمولی زمین سے سنتے ہیں کہا یہ میرا بندہ یونس ہے اس نے میری نافرمانی کی اسلئے میں نے اسے دریا میں مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا انہوں نے کہا کیا یہ وہ صالح بندہ ہے جس کا عمل صالح ہر رات اور دن میں تیری طرف چڑھتا تھا۔ کہا ہاں پس انہوں نے اسکی شفاعت کی تو اس نے مچھلی کو حکم دیا اور اس نے اسے ساحل پر پھینک دیا دث اور اقوال سلف میں مختلف باتیں ہیں مثلاً ایک قول ہے کہ مچھلی نے چاشت کے وقت آپکو نگلا اور ظہر کے وقت پھینکدیا اور ایک قول میں تین دن حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں رہے اور ایک قول میں سات دن اور ایک قول میں چالیس دن۔ اور ظاہر ہے کہ چونکہ حضرت یونس اہل نینوہ کی طرف مبعوث ہوئے تھے اسلئے یہ دریائے دجلہ تھا اور وہیں کی مچھلی ہونی چاہئے۔ مگر ایک قول ہے کہ یہ مصر میں دریائے نیل سے اللہ تعالیٰ کی وحی پر حاضر ہو گئی تھی اور ایک قول ہے کہ بحر اخضر کی مچھلی تھی اور اسے حکم ہوا تھا کہ دریاؤں کو پھاڑتی ہوئی چلی جائے حالانکہ بحر اخضر سے دریائے دجلہ تک کوئی دریا یا سمندر نہیں اور کسی میں ہے کہ یونس کو دنے کیلئے کشتی کے کنارے پر کھڑے تھے جب مچھلی کو وحی ہوئی اور وہ اتنی جلدی پہنچی کہ حضرت یونس جب کودے تو سیدھے مچھلی کے پیٹ میں پہنچے اور ایک قول ہے کہ مچھلی کشتی کے ساتھ ساتھ چلی اور اس کا سر دریا سے اٹھا ہوا تھا اور وہ سانس لے رہی تھی اور یونس تسبیح کر رہے تھے یہانتک کہ خشکی پر پہنچ گئی اسکے مقابل پر یہ امر واقع ہے کہ اتنی بڑی مچھلی کوئی نہیں دیکھی گئی جسکے گلے میں سے سالم انسان گزر جائے البتہ اتنے بڑے منہ کی مچھلیاں سمندروں میں ملتی ہیں جنکے منہ میں سالم انسان آسکتا ہے اور معجزہ کہنا اسے اسلئے درست

النصف لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝۱۴۴ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ ۝۱۴۵ وَ

تو اس کے پیٹ میں رہتا اس دن تک کہ (لوگ) اٹھائے جائیں ۲۸۰۶ پھر ہم نے اسے کھلے میدان میں ڈالا اور وہ بیمار تھا اور

اَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ۝۱۴۶ وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ۝۱۴۷

ہم نے اس پر ایک کدو کا درخت اُگا یا ۲۸۰۷ اور ہم نے اسے ایک لاکھ کی طرف بھیجا بلکہ اس سے زیادہ ہی تھے

نہیں کہ یہ کوئی امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دشمنوں پر اتمام حجت کیلئے نہیں بلکہ صرف ایک نبی پر احسان و انعام کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت تو اتنی بڑی ہے کہ اس سے بھی عجیب تر کاموں کا اظہار ہوتا رہتا ہے لیکن اکیلی حدیث وہ بھی قصہ کے رنگ کی۔ اور پھر ایسی حدیث جسے کسی اعلیٰ پایہ کے محدث نے قبول نہیں کیا اور چند اقوال جن میں خود بہت سا اختلاف ہے۔ ان کی شہادت اسبات کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کیلئے کافی نہیں لیکن اگر کوئی قطعی شہادت اسبات کی ہو تو ہمیں اسکے ماننے سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم کے الفاظ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔

بطن ۲۸۰۶ بطن۔ کے معنی پیٹ ہیں اور قبیلہ کو بھی بطن کہتے ہیں اور وادی کا بھی بطن کہلاتا ہے (غ)۔

اگر یونس تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو اس کے پیٹ میں قیامت کے دن تک رہتے مگر یوم بعث تک کسی مچھلی کا زندہ رہنا تمام مسلمات اسلامی کے خلاف ہے۔ اور اس صورت میں ماننا پڑیگا کہ وہ مچھلی غیر فانی ہے اور خدا کی صفات میں شریک ہے اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت یونس قیامت تک اس کے پیٹ میں زندہ محبوس رہتے یہ بھی خلاف مسلمات ہے۔ مراد صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو دنیا میں پھیلانے والے نہ ہوتے تو مچھلی انکو نگل جاتی یا دریا میں ہی ڈوب کر مرجاتے اور یہی ان کا قیامت کے دن تک وہاں رہنا ہے کیونکہ وہیں دریا میں ہی وہ مدفون ہو جاتے اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلئے بچایا کہ وہ تسبیح کرنے والے یا اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں پھیلانے والے تھے اور بطنہ میں ضمیر دریا کی طرف جانا کوئی مستبعد امر نہیں اسلئے کہ دریا کا مفہوم کشتی میں موجود ہے اور دریا اس وقت تک رہیگے جبتک یہ صف لپیٹی جائے۔

یقطین ۲۸۰۷ یقطین قَطَنَ بالمکان کے معنی اقام ہیں یعنی وہاں رہا اور یقطین ہر وہ درخت ہے جو اپنی ساق پر کھڑا نہیں ہوتا یعنی جس کی بیل ہو۔ اور مجاہد کا قول ہے کہ ہر چیز جو زمین میں پھیلتی جائے وہ یقطین ہے اور اسی میں سے کدو ککڑی خربوزہ وغیرہ ہیں اور ابن جبیر کا قول ہے کہ ہر چیز جو اُگے اور اسی سال میں خشک ہو جائے وہ یقطین ہے (ل)۔

حضرت یونس اور کدو کا درخت

بائبل میں ارنڈی کا درخت اُگانے کا ذکر ہے گو وہاں دریا سے باہر پھینکا جانے پر یہ ذکر نہیں بلکہ بعد میں اہل نینوہ سے ناراض ہو کر شہر سے باہر چلا جانے اور وہاں مکان بنا لینے پر یہ ذکر ہے مفسرین نے عمومًا کدو مراد لیا ہے۔ لغوی تشریح دونوں پر صادق آسکتی ہے۔ غرض اس کی کیا تھی۔ بائبل میں یہ ذکر ہے کہ ایک دن یہ درخت اُگا اور دوسرے دن ایک کیڑے نے اسے کھانا شروع کر دیا اور وہ خشک ہو گیا جس کا یونس کو افسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے اس رینڈی کے درخت پر رحم آیا جس کیلئے تو نے کچھ محنت نہ کی اور نہ تو نے اسے اگایا جو ایک ہی رات میں اُگا اور ایک ہی رات میں سوکھ گیا اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوہ پر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں سے زیادہ ہیں جو اپنے دہنے بائیں ہاتھ کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتے اور مواشی بھی بہت ہیں شفقت نہ کروں" (یونہ ۴: ۱۰۔۱۱) اور مفسرین میں سے وہب کا قول بھی اسی کے قریب قریب ہے اور یہ بات ویسے بھی قرین قیاس ہے کیونکہ سمجھانا یہ مقصود ہے کہ گو اللہ تعالیٰ نیکوں کو بچاتا ہے مگر وہ ان کے دشمنوں کو تباہ کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ وہ اس کی مخلوق ہیں اور ان پر بھی وہ شفقت کرتا ہے۔

۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ؕ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنٰتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۙ اَمْ خَلَقْنَا

سو وہ ایمان لائے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک سامان دیا پس ان سے پوچھ کیا تیرے رب کیلئے بیٹیاں ہیں اور ان کیلئے بیٹے ہیں یا ہم نے فرشتوں کو

۱۵۱ ۱۵۲ الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۙ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ

عورتیں بنایا اور وہ موجود تھے دیکھو وہ اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے

۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ؕ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَفَلَا

اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی ۲۸۰۸ تمہیں کیا ہو اکیسا فیصلہ کرتے ہو تو کیا تم

۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ تَذَكَّرُوْنَ ۚ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ

نصیحت نہیں پکڑتے یا تمہارے پاس کوئی کھلی دلیل ہے سو اپنی کتاب لاؤ اگر تم سچے ہو اور اس کے اور

۱۵۹ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۙ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝

جنوں کے درمیان ناطہ تجویز کرتے ہیں اور جن خوب جانتے ہیں کہ وہ یقیناً (عذاب میں) حاضر کئے جائیں گے ۲۸۰۹ اللہ اس سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں

۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۙ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۙ اِلَّا مَنْ هُوَ (خود)

ہاں اللہ کے مخلص بندے (نجات پائیں گے) سو تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو تم اسکے خلاف (کیسکو) فتنہ میں نہیں ڈال سکتے سوائے اسکے

۱۶۴ ۱۶۵ صَالِ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۙ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ۝

دوزخ کیطرف جانیوالا ہو ۲۸۱۰ اور ہم میں سے کوئی نہیں مگر اس کیلئے ایک معلوم مقام ہے اور ہم یقیناً صفیں باندھنے والے ہیں

۲۸۰۸ اصطفیٰ۔ ہمزہ مفتوح ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ إصطفیٰ ہمزہ وصل حذف ہو گیا۔ دوسری جگہ ہے وجعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمٰن اناثا (الزخرف ۴۳ - ۱۹)۔

۲۸۰۹ مطلب یہ ہے کہ اصل میں تو یہ ملائکہ کو نہیں پوجتے بلکہ جنوں یعنی شیاطین کو پوجتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ویوم یحشرھم جمیعا ثم یقول للملٰئکۃ اھٰؤلاء ایاکم کانوا یعبدون ۝ قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن اکثرھم بھم مومنون (السبا ۳۴ - ۴۰ و ۴۱) پس اسی لحاظ سے فرمایا کہ یہ بت پرست فرشتوں اور خدا میں نہیں بلکہ شیاطین اور خدا میں نسب ٹھہراتے ہیں یہی حال نصاریٰ کا ہے دیکھو ۲۷۹۹ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ملائکہ اور خدا میں نسب ہو سکتا ہے بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو ان کی غلطی ایسی کھلی ہے کہ ان کی فطرت بھی اس کو دھکے دیتی ہے یعنی شیاطین اور خدا میں نسب قایم کرنا مگر اس ناپاک عقیدہ کو ایک اچھا لباس پہنانے کی کوشش کرتے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں اور . . . خدا [illegible] نسب قایم کر رہے ہیں۔

۲۸۱۰ فاتنین۔ فتن کے لئے دیکھو ۲۴۳ آگ یا دکھ میں ڈالنا اور اس کے معنی ابتلاء و امتحان بھی [illegible]

وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۝ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ لَكُنَّا عِبَادَ ۱۶۶–۱۶۹

اور ہم یقیناً تسبیح کرنیوالے ہیں ۲۸۱۱ اور یہ کہا کرتے تھے اگر ہمارے پاس کوئی پہلوں کی نصیحت ہوتی ۲۸۱۲ تو ہم ضرور اللہ کے

اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا ۱۷۰–۱۷۱

مخلص بندے ہوتے سو اس کا انکار کیا پس جان لینگے اور ہمارا حکم ہمارے بندوں (یعنی) رسولوں

لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ۱۷۲–۱۷۳

کی نسبت پہلے سے ہو چکا ہے کہ وہ ضرور نصرت دیئے جائینگے اور کہ ہمارا لشکر یقیناً غالب رہے گا ۲۸۱۳

صال — درفاتن آتش اسم فاعل ہے اور صال صلی یصلی سے ہے فاعل ہے یعنی آگ میں داخل ہونیوالا ✦

علیہ میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اور مطلب ہے اس کے خلاف یا اس کی راہ سے ہٹا کر۔ اس آیت اور اگلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکوں یا ان کے معبودوں یعنی شیاطین کا کسی پر کوئی تسلط نہیں کہ کسی کو زبردستی فتنہ یعنی امتحان یا دکھ میں ڈال سکیں ہاں جو خود جہنم کا رستہ لیتا ہے وہی جہنم میں جاتا ہے لا یستھل لکم الا ان تفتنوا من ھو ضال مثلکم (د) اور پیچھے آچکا ہے وما کان لنا علیکم من سلطٰن ج بل کنتم قوما طٰغین (۳۰) یہ اسی کے مطابق ہے ✦

۲۸۱۱ آیت ۱۶۴ سے ۱۶۶ تک حکایت کے طور پر قول ہے اور مفسرین نے عموماً اسے قول ملائکہ سے حکایت لیا ہے۔ لیکن دوسرا قول اس بارہ میں یہ ہے کہ یہ مومنوں کے قول سے حکایت ہے قیل ھو من قول الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ای وما من المسلمین الا لہ مقام معلوم علی قدر اعمالہ یوم القیامۃ (ر) اور دوسرے قول کو اسلئے ترجیح ہے کہ جن دو گروہوں کا ذکر چلتا ہے وہ کافر اور مومن ہیں جب کفار اور مشرکین کی حالت کو بیان کیا تو اسکے بالمقابل ضروری تھا کہ مومنوں کا بھی ذکر ہوتا چنانچہ آیت ۱۶۰ میں ہے الا عباد اللہ المخلصین۔ اور ابتدائے سورت میں والصّٰفّٰت صفا میں بھی دکھایا جا چکا ہے کہ مومن ہی مراد ہیں اور یہاں بھی وہی لفظ ہیں اور مقام معلوم کی تشریح دوسری جگہ آچکی ہے اولٰئک لھم رزق معلوم فواکہ وھم مکرمون (۴۱ و ۴۲) اور یہ امر کہ ملائکہ کی بھی صفوف ہیں بالکل صحیح ہے جیسا کہ حدیث میں ہے لیکن یہاں ذکر مومنوں کا ہی معلوم ہوتا ہے اور ابن ابی حاتم نے ولید بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان صفیں باندھ کر کھڑے نہ ہوتے تھے جبتک کہ یہ آیت نازل نہیں ہوئی وانا لنحن الصافون (د)، اس سے بھی اسی قول کی تائید ہوتی ہے ✦

۲۸۱۲ ذکر سے مراد یہاں نصیحت کی کتاب ہے جو بجانب اللہ نازل ہوئی ہو جیسا کہ دوسری جگہ ہے واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءھم نذیر لیکونن اھدی من احدی الامم (فاطر ۳۵: ۴۲) ✦

سورت کی بحث اور مومنوں کا غلبہ

۲۸۱۳ سورت کے خاتمہ پر ان پر زور الفاظ میں تحدی کر کے سورت کے اصل مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور یہ سورت جیسا کہ اس کے مضمون اور طرز عبارت سے ظاہر ہے پہلے زمانہ کی سورتوں میں سے ہے جب کوئی صورت آنحضرت صلعم کی کامیابی کی کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی اور مخالفت اپنے پورے زور پر تھی۔ رسولوں کو یقیناً مدد ملے گی۔ خدا کا لشکر یعنی مومن ضرور غالب آئینگے کس قدر صاف پیشگوئی اسلام کے غلبہ کی ہے اور جن حالات میں یہ بیان ہوئی اس وقت کسی کو ایسے غلبہ کا وہم بھی نہ ہو سکتا تھا یہی بیکسی کی وقت کی کسی ہوئی باتیں آخر عرب کے دلوں کو کھا گئیں کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ جن حالات میں یہ کہا گیا کوئی انسان یہ نہ کہہ سکتا تھا۔ آج اللہ تعالیٰ کی یہی آواز انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون فضائے آسمان میں گونج رہے ہیں مگر کاش کوئی اللہ کا

۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝

سو ان سے ایک وقت تک منہ پھیرے رہ ۲۸۱۴ اور انہیں دیکھتا رہ یہ بھی دیکھ لینگے ۲۸۱۵ تو کیا ہمارے عذاب کیلئے جلدی کرتے ہیں

۱۷۷ ۱۷۸ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝

سو جب وہ انکی انگنائی میں آ اتریگا تو ان لوگوں کی صبح بری ہوگی جو ڈرائے گئے ۲۸۱۶ اور ان سے ایک وقت تک منہ پھیرے

۱۷۹ ۱۸۰ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝

اور دیکھتا رہ وہ بھی دیکھ لینگے — تیرا رب (جو) عزت والا رب (ہے) اس سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں

۱۸۱ ۱۸۲ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع

اور رسولوں پر سلامتی ہے — اور سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو جہانوں کا رب ہے ۲۸۱۷

جنہوں نے اور اللہ کی راہ میں اسی طرح جان و مال کو بیدریغ قربان کرے جس طرح ایک لشکر کو کرنا پڑتا ہے۔ تو وہ وہ نظارہ بھی دیکھ لے جو اللہ تعالیٰ نے عرب میں دکھایا اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ۔

حین — **۲۸۱۴** حین کسی چیز کے بلوغ اور اس کے حصول کا وقت ہے اور اس کی خصوصیت مضاف الیہ سے ہوتی ہے جیسے لات حین مناص (صٓ ۳۸ - ۳) اور جب اکیلا ہو تو کئی وجہ پر آتا ہے مثلاً اجل کیلئے جیسے متعناھم الی حین (یونس ۱۰ - ۹۸) اور سال کیلئے جیسے توتی اکلھا کل حین (ابراھیم ۱۴ - ۲۵) اور گھڑی کیلئے جیسے حین تمسون وحین تصبحون (الروم ۳۰ - ۱۷) اور مطلق زمانہ کیلئے جیسے ھل اتی علی الانسان حین من الدھر (الدھر ۷۶ - ۱) ولتعلمن نباہ بعد حین (صٓ ۳۸ - ۸۸) اور حان کے معنی قریب ہوا (غ) ۔

ایک وقت تک منہ پھیرے۔ یہ مطلب نہیں کہ وعظ و نصیحت چھوڑ دو بلکہ یہ منشا ہے کہ انکے غلبہ کی پروا نہ کرو اور انکی ایذا دہی پر صبر کرو حتی حین میں اسی مسلمانوں کے غلبہ کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر صراحت سے ان جندنا لھم الغالبون میں ہے اسی لئے مفسرین نے اسے یوم بدر یا یوم فتح مکہ پر لگایا ہے ۔

۲۸۱۵ یعنی انکے موجودہ برے حال اور برے اعمال کو دیکھتے رہو وہ بھی انکے نتیجہ کو دیکھ لینگے ۔

ساحة — **۲۸۱۶** یعنی وہی عذاب موعود جس کیلئے جلدی کر رہے ہیں وہ انکے گھروں میں آ کر رہے گا اور ساحۃ یا انگنائی کے لفظ میں اشارہ بھی صاف ہے کہ خود مکہ میں انکی آخری مغلوبیت ہوگی ۔

۲۸۱۷ رسولوں کی سلامتی پر رب العالمین کی تعریف اسلئے ہے کہ وہ لوگوں کی ربوبیت روحانی کرتے ہیں اور گو خاص طور پر آنحضرت صلعم کے غلبہ اور نصرت کی یہ پیشگوئیاں ہیں مگر جمع کا صیغہ اسلئے آیا ہے کہ یہی قانون سب رسولوں کیلئے تھا اور پہلے رسولوں کا جو ذکر کیا ہے تو وہ بھی درحقیقت اسی غرض کیلئے تھا ۔

سورۃ صٓ مکیۃ وھی ثمان وثمانون اٰیۃ وخمس رکوعات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱۴/۱۰ — کفار کی ضد اور عداوت

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ○ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ○ ۲

اللہ صادق ہے بزرگی والا قرآن گواہ ہے ۲۸۱۸ بلکہ جو کافر ہیں وہ جھوٹی شیخی اور مخالفت میں ہیں

نام — اس سورت کا نام صٓ ہے اور اس میں پانچ رکوع اور ۸۸ آیتیں ہیں۔ اور صٓ بجائے صدق اللّٰہ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچ ہے اور وہ وعدہ حق کی کامیابی کا ہے اور اس میں اشارہ ان تکلیفوں اور مصیبتوں کی طرف ہے جو راستبازوں کو پہنچتی ہیں اور بتانا یہ مقصود ہے کہ کتنے بھی دکھ انہیں پہنچیں مگر وہ مایوس نہیں ہو سکتے اسلئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی سچائی پر یقین کامل ہوتا ہے +

خلاصہ مضمون — پہلے رکوع میں کفار کی ضد اور عداوت کا ذکر ہے اور انکے اس عزم کا کہ وہ کبھی اپنے بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا کو نہیں مانینگے دوسرے رکوع میں حضرت داؤد اور آپکے مخالفین کا ذکر ہے گویا بتایا ہے کہ باوجود بادشاہ ہونے اور سب سامان حفاظت موجود ہونے کے بھی آپکے مخالف آپکی جان لینے کے درپے تھے تیسرے رکوع میں حضرت سلیمان کا ذکر ہے اور اس میں بتایا ہے کہ جس طرح حضرت سلیمان کو محض اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے حکومت کے ظاہری سامانوں کی ضرورت تھی اسی طرح آنحضرت صلعم کو بھی ہوگی مگر انبیاء علیہم السلام کا دلی تعلق ان ظاہری سامانوں سے نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار ہی چاہتے ہیں چوتھے رکوع میں حضرت ایوب کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ راستبازوں کو صبر کا اجر کس طرح ملتا ہے۔ اور پھر اسی مضمون کو عام کیا ہے پانچویں رکوع میں بتایا ہے کہ شیطان اور شیطان صفت لوگ ہمیشہ سے راستبازوں کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں اور ابلیس کی آدم سے مخالفت کا ذکر کیا ہے +

تعلق اور زمانہ نزول — پچھلی سورت میں توحید کے آخری غلبہ کا ذکر تھا تو یہاں بتایا کہ بڑے بڑے مصائب کے بعد اور بڑا صدق دکھانے کے بعد یہ غلبہ ملیگا۔ اس کے نزول کا زمانہ وہی معلوم ہوتا ہے جو پچھلی سورت کے نزول کا ہے +

صٓ — ۲۸۱۸ صٓ۔ اس کی تفسیر ضحاک سے صدق اللّٰہ مروی ہے (ج)، اور بعض نے مراد صدّ الکفار عن القرآن لیا ہے یعنی کفار کا قرآن سے روکنا (ر)۔ سیاق پہلے معنی کو چاہتا ہے +

قرآن سے شرف انسانیت کا حاصل ہونا۔ — یہاں قرآن ذی الذکر کی قسم کھائی ہے بالفاظ دیگر قرآن کی اس حیثیت کو شہادت میں پیش کیا ہے کہ اس سے ذکر یعنی شرف ملتا ہے دیکھو ۱۵۹۱ اور جواب قسم درحقیقت پہلے صٓ میں مذکور ہے صدق اللّٰہ یعنی اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے خود یہ بات گواہ ہے کہ قرآن سے شرف ملتا ہے اور وہ بات جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور جس کے سچ ہونے کا یہاں ذکر ہے وہی ہے جو پچھلی سورت کے آخر میں ہے یعنی ان جندنا لھم الغالبون بعض وقت سورتوں کا تعلق ایسا شدید ہوتا ہے کہ گویا دونوں سورتیں ایک ہی مضمون پر چلتی ہیں یہاں یہی صورت ہے اور یہ بات بطور گواہی اسلئے پیش کی کہ وہ چیز جس سے انسان کو شرف ملتا ہے ضرور ہے کہ وہ دنیا میں غالب ہو اسلئے کہ اگر اس دنیا کی بنانے والی کوئی مدبر بالارادہ ہستی ہے تو ضرور ہے کہ وہ چیز جس سے انسان کو بزرگی ملتی ہے وہ ضائع اور برباد نہ ہو بلکہ آخر کار غالب آئے گویا ان لوگوں کی حالت کی طرف توجہ دلائی ہے جنہوں نے قرآن کو قبول کیا اور اس پر عامل ہوئے کہ کس طرح ایک ذلیل حالت سے نکل کر انہوں نے شرف انسانی کا بلند سے بلند مقام حاصل کیا تو ایسے لوگ تباہ اور مغلوب نہیں ہو سکتے بلکہ غالب ہو کر رہینگے اسلئے

۳ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝ وَ

ان سے پہلے ہم نے کتنی نسلیں ہلاک کیں تب انہوں نے پکارا اور خلاصی کا وقت نہ رہا تھا ۲۸۱۹ اور

عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝

وہ تعجب کرتے ہیں کہ ان میں سے ایک ڈرانیوالا انکے پاس آیا اور کافر کہتے ہیں یہ جادوگر (اور) جھوٹا ہے

۵ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ

کیا سب معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے ۲۸۲۰ اور ان میں سے بڑے بڑے

الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝

لوگ کہنے لگے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ثابت قدم رہو یقیناً یہ ایک بات ہے جس کا ارادہ کر لیا گیا ہے ۲۸۲۱

اس کے مقابل پر اگلی آیت میں فرمایا کہ کافروں کو حقیقی شرف انسانیت تو حاصل نہیں صرف کچھ مال و ریاست کی وجہ سے جھوٹی شیخی دکھا رہے ہیں اور حق کی مخالفت اختیار کر رہے ہیں +

لات

۲۸۱۹ لات - لاتہ حقہ - یلیتہ اور الاتہ کے معنی ہیں نقصہ اسے کم کر دیا - لایلتکم من اعمالکم شیئا (الحجرات ۱۴) اور لیت آرزو و تمنی کیلئے آتا ہے یلیتنی کنت ترابا (النبا - ۴۰) یلیتہا کانت القاضیۃ (الحاقۃ - ۲۷) اور لات یہاں لیس کے ساتھ مشبہ ہے اور عموماً حین کے ساتھ آتا ہے - اور یہ اصل میں لا ہے اور ت حین کیلئے بڑھائی گئی ہے (ل) یا ت تاکید کے معنی یا مبالغہ کیلئے بڑھائی گئی ہے (ل) اور لات اور عزی دو بتوں کے نام ہیں (غ) +

لیت - لات

عزی

مناص

مناص - ناص الی کذا کے معنی ہیں اس کی پناہ لی اور ناص عنہ اس سے الٹا پھر گیا اور مناص کے معنی ملجا یا پناہ ہیں (ل)

عجاب

۲۸۲۰ عجاب فعال بنائے مبالغہ ہے مراد ہے بہت عجیب +

آنحضرت کا عزم اور کفار کی مایوسی

ترمذی اور مسند احمد میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ جب ابو طالب بیمار ہوا تو قریش کی ایک جماعت اسکے پاس آئی اور کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے اور ایسا ایسا کہتا ہے تم اسے روک دو ابو طالب نے آپکو بلا بھیجا اور جب آپ آئے تو کہا کہ آپ کی قوم شکایت کرتی ہے اور خیال کرتی ہے کہ آپ انکے معبودوں کو گالیاں دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں تو انکو ایک بات پر جمع کرنا چاہتا ہوں اگر وہ اسے مان لیں تو عرب انکا مطیع ہو جائے اور عجم جزیہ ادا کرے تو سب نے گھبرا کر کہا کہ ایک کیا ایسی دس باتیں کہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے تب وہ سب اٹھکر چلے گئے اور یہ لفظ اجعل الالھۃ الٰھا واحدا اور یہ اگلی آیتیں نازل ہوئیں +

۲۸۲۱ انطلق الملا کے معنی دو طرح ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ چلے گئے - دوسرے یہ کہ وہ بول اٹھے - جیسے دوسری جگہ ہے ولا ینطلق لسانی اور چونکہ یہاں سرداروں کا ذکر ہے اسلئے دوسرے معنی ہی زیادہ موزون ہیں - اور یہ معنی گو مجازی ہوں مگر ایسے مشہور ہیں کہ حقیقی معنی کی طرح ہی ہیں - اصبروا علی الھتکم اسلئے کہا کہ انہیں خوف ہوا کہ آنحضرت صلعم کی باتوں سے لوگوں کے قدموں میں بت پرستی کے معاملہ میں لغزش نہ آجائے - ان ھذا لشیء یراد سے مراد ہے کہ توحید کا قایم کرنا اور بت پرستی کا دور کرنا ایک ایسا امر ہے جس کا ارادہ آنحضرت صلعم نے کر لیا ہے یعنی یہ ارادہ کر لیا ہے کہ ایسا کر کے رہینگے اور یہ اب اس پر پورا زور لگا دینگے یا یہ کہ مصائب زمانہ میں سے ایک مصیبت ہے جس کا ہمارے متعلق ارادہ ہو چکا ہے - یا یہ کہ عرب و عجم کی سرداری ایک ایسی چیز ہے جس کا ارادہ ہر ایک کرتا ہے مگر حاصل نہیں ہو سکتی اور

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۚ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ

ہم نے پچھلے مذہب میں یہ نہیں سنا یہ صرف بناوٹ ہے ۲۸۲۲ کیا ہم میں سے اسی پر نصیحت

مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ

اتاری گئی بلکہ وہ میرے ذکر کے متعلق شک میں ہیں بلکہ انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا ۲۸۲۳ کیا ان کے پاس

خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں (جو) غالب بہت دینے والا (ہے) یا ان کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور (اسکی) جو

بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱

انکے درمیان ہے۔ تو چاہیئے کہ وہ ذریعے بنا کر اوپر چڑھ جائیں ۲۸۲۴ کیا لشکر یہاں شکست کھایا ہوا (شکست خوردہ) گروہوں میں سے ہے ۲۸۲۵

مقال کی توجیہ یہ ہے کہ آپ کی غرض صرف ہم پر سرداری حاصل کرنا ہے ؞

توحید کا سب مذہب سے گم ہو جانا

۲۸۲۲ الملۃ الاخرۃ سے مراد عیسائی مذہب بھی ہو سکتا ہے جیسے مقاتل کا قول ہے کیونکہ اس میں بھی توحید نہیں بلکہ تثلیث کی تعلیم ہے اور عرب کا مذہب بھی ہو سکتا ہے جیسے قتادہ کا قول ہے اور درحقیقت کسی مذہب میں بھی توحید خالص کی تعلیم باقی نہ رہی تھی اور بعض لوگوں نے یوں بھی اسکے معنی کئے ہیں کہ جو پیچھے آنیوالا مذہب یعنی آخرالزمان کا مذہب ہے اس کے متعلق ہم نے یہ نہیں سنا کہ پیشگوئیوں میں کہیں یہ بھی ذکر ہو کہ وہ سب معبودوں کا صفایا کر دیگا اور میرے نزدیک اس بات کو ترجیح ہے کہ اس سے مراد عیسائی مذہب ہے اسلئے کہ اسلام سے پہلے یہی سب سے آخری مذہب تھا اور عیسائی لوگ بھی تین خداؤں کے قائل تھے اور جس طرح عرب کے بت پرست خدا کی بیٹیوں کے قائل تھے یہ خدا کے بیٹے کے قائل تھے ؞

۲۸۲۳ یعنی انکا اعتراض یہ ہے کہ محمد رسول اللہؐ پر وحی کیوں نازل ہوئی لولا نزل ھذا القراٰن علی رجل من القریتین عظیم (الزخرف ۴۳-۳۱) اس کا جواب دیا ہے کہ اصل میں اعتراض رسول اللہ صلعم کی ذات پر نہیں اسلئے کہ آپ کو تو امین اور صادق جانتے تھے۔ بلکہ وحی الٰہی کے متعلق شک ہے جیسا دوسری جگہ ہے فانھم لا یکذبونک ولکن الظلمین باٰیٰت اللہ یجحدون (الانعام ۶-۳۳) دوسرا جواب دیا ہے کہ اس میں بھی حقیقت میں کوئی شک نہیں مگر جبتک عذاب نازل نہ ہو ماننے کیلئے تیار نہیں ؞

ارتقاء

۲۸۲۴ ان دونوں آیتوں میں بتایا ہے کہ غالب آنیکے اسباب انکے قبضہ میں نہیں ہیں۔ ارتقاء کے معنی اوپر چڑھنا ہیں دیکھو ۱۸۵۵ لیکن اس کا استعمال معانی میں بھی ہے جیسے ترقی فی العلم اور حدیث میں اہل جنت کے ایک گروہ کی صفت میں آتا ہے الذین لا یسترقون یعنی وہ جو اسباب دنیا کیطرف التفات نہیں کرتے (ل) پس یہاں ارتقاء سے مراد اسباب یا ذرائع میں ترقی کرنا یا آگے بڑھنا ہے مطلب یہ ہے کہ جتنا زور چاہیں لگا لیں وہ حق کو مغلوب نہیں کر سکتے ؞

ھزم ۔ مھزوم

۲۸۲۵ مھزوم ۔ ھزم کی اصل یہ ہے کہ کسی چیز کو دبایا جائے یہانتک کہ وہ ٹوٹ جائے اور اسی سے ھزیمۃ بمعنی شکست ہے فھزموھم باذن اللہ (البقرۃ ۲-۲۵۱) ؞

کفار کی جنگ اور انکے عظیم الشان لشکر وں کی شکست کی پیشگوئی

جب اوپر ان کی تکذیب پر زور لگانے کا ذکر کیا اور انکو بتایا کہ جتنا زور تکذیب پر چاہیں لگا لیں غالب نہیں آسکتے بلکہ حق ہی غالب آئیگا تو اب صفائی سے یہ بتایا کہ یہ تکذیب کے لئے ایک لشکر تیار کرینگے۔ جند کے بعد ما تنکیر کیلئے بڑھا کر اسکی عظمت کیطرف توجہ دلائی ہے یعنی ما یہاں تعظیم اور تکثیر کے لئے ہے اور ھنالک میں اشارہ آنحضرت صلعم کی مخالفت کی طرف ہے اور مھزوم صیغہ اسم مفعول

ما

۱۲ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ۝ ۱۳ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّ

ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور لشکروں والے فرعون نے جھٹلایا ۲۸۲۶ اور ثمود اور لوط کی قوم اور

۱۴ أَصْحَابُ لْئَيْكَةِ ۚ أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ ۝ إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝

بن کے رہنے والوں نے یہ (شکست خوردہ) گروہ ہیں سب نے ہی رسولوں کو جھٹلایا سو میرا سزا دینا ٹھیک ٹھہرا

۱۵ وَمَا يَنظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ۝

ع ۲ / ۱۲ — حضرت داؤد اور آپکے مخالف

اور یہ کسی چیز کے منتظر نہیں مگر ایک آواز کے جس سے کوئی افاقہ نہیں ۲۸۲۷

اس لئے لایا گیا ہے تا تحقق وقوع کی طرف اشارہ کرے یعنی باوجود رسول اللہ صلعم کی مخالفت میں ایک عظیم الشان لشکر جمع کرنے کے یہ شکست کھائیں گے اور من الاحزاب میں اشارہ پہلی قوموں کی طرف ہے جیسا کہ اگلی دو آیتوں میں اس کی تصریح موجود ہے یعنی جس طرح پہلے گروہوں اور جتھوں نے جو رسولوں کی تکذیب اور مخالفت کیلئے جمع ہوئے شکستیں کھائیں اور مغلوب ہوئے ایسا ہی نبی کریم صلعم کی مخالفت میں جو عظیم الشان لشکر جمع ہوگا وہ شکست کھائیگا اور اس پیشگوئی میں بعض نے بدر کی طرف اور بعض نے فتح مکہ کی طرف اشارہ مانا ہے مگر یہ ان کی ساری جنگوں پر بحیثیت مجموعی صادق آتی ہے اور بالخصوص اگر جند ما کا لفظ صادق آتا ہے تو وہ غزوۂ احزاب پر صادق آتا ہے اور شاید اسی کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اس کا نام غزوۂ احزاب اور ان لشکروں کا نام احزاب رکھا گیا۔ ان ابتدائی سورتوں میں ایسی کھلی اور واضح پیشگوئیاں کہ مسلمانوں اور کفار میں جنگ ہوگی اور کفار کے عظیم الشان لشکر ہونگے مگر بایں وہ شکست کھائینگے رسول اللہ صلعم کی صداقت پر آفتاب نصف النہار کی طرح روشن دلیلیں ہیں +

وتد - ذو الاوتاد

۲۸۲۶ اوتاد۔ وَتَد یا وَتِد کی جمع ہے جس کے معنی میخ ہیں والجبال اوتادا (النبأ - ۷) اور اوتاد الارض پہاڑوں کو کہا جاتا ہے اور اوتاد البلاد بڑے بڑے سرداروں کو۔ اور ابن جریر نے یہ معنی بھی قبول کئے ہیں کہ اوتاد سے مراد بنیان یعنی عمارت ہے کیونکہ جیسے میخوں سے لگایا جاتا ہے اور بیضاوی نے ذو الاوتاد کے معنی ذو الجموع الکثیرۃ کئے ہیں یعنی بہت جماعتوں یا لشکروں والا اور کشاف نے ذو الملک الثابت معنی کئے ہیں کیونکہ میخوں سے ایک چیز مضبوط ہوتی ہے اور ذو الجنود یا لشکروں والا ہی زیادہ موزوں معنی ہیں اسلئے کہ لشکروں کا لازمی نتیجہ اور تخییم ہوتا ہے +

ترتیب ذکر مکذبین انبیاء میں

یہاں بھی جو ترتیب مکذبین انبیاء کی دی ہے وہ تاریخی نہیں بلکہ مکانی ترتیب ہے یعنی اول وہ ممالک ہیں جو حجاز سے دور پڑے ہوئے ہیں یعنی دجلہ اور احقاف اور مصر اور پھر وہ مقامات لئے ہیں جو بالکل قریب ہیں اور جن پر اہل حجاز کا گذر اپنے سفروں میں بہت رہتا تھا یعنی علاقہ حجر و سدوم و مدین اور اصحاب الایکۃ بن والوں کو پیچھے اسلئے رکھا کیونکہ دونوں مقامات پر نشانات ہلاکت موجود تھے +

افاقۃ

فواق

۲۸۲۷ فواق۔ اور فوق ہے اور افاقۃ یہ ہے کہ متوالا پن کے بعد فہم انسان کی طرف رجوع کرے یا بیماری کے بعد قوت رجوع کرے اور دودھ دوہنے میں افاقۃ دودھ کا لوٹ کر آنا ہے اور فُواق یا فَواق وہ وقفہ ہے جو دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیان ہو اور یہاں فواق کے معنی راحت ہیں جو اس کی طرف لوٹ کر آئے اور بعض نے اس کے معنی کئے ہیں کہ اس کیلئے دنیا کی طرف لوٹکر آنا نہیں (ع) اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا عیادۃ المریض قدر فواق ناقۃ بیمار کی بیمار پرسی اونٹنی کے دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ کے برابر ہے اور عرب میں محاورہ ہے ما اقام عندی فواق ناقۃ جس سے مراد بہت تھوڑی دیر ٹھہرنا ہے اور بعض کے نزدیک فواق اور افاقۃ کے ایک ہی معنی ہیں اور افاقۃ غشی یا متوالے پن سے ہوتا ہے ابو عبیدہ کا قول ہے کہ فواق فتح کے ساتھ بمعنی افاقۃ

وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ ۱۶ ۱۷

اور کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی ہمیں جلد دیدے ۲۸۲۸ اس پر صبر کر جو یہ کہتے ہیں اور

اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ ۱۸

ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو قوت والا تھا وہ بار بار (اللہ کیطرف) رجوع کرنیوالا تھا ۲۸۲۹ ہم نے پہاڑوں کو اسکے ساتھ کام میں لگا رکھا تھا وہ شام

بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ وَشَدَدْنَا ۱۹ ۲۰

اور دن چڑھتے تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو جو اکٹھے کئے گئے تھے سب اس کیطرف رجوع کرنیوالے تھے ۲۸۳۰ اور ہم نے اسکی سلطنت

مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝

کو مضبوط کیا اور اسے حکمت عطا کی اور بات کا فیصلہ کرنا سکھایا ۲۸۳۱

یا راحت ہو جیسے مریض کا افاقہ اور فواق پیش کے ساتھ وقفہ ہو اور مراد اس سے انتظار ہو (ل) ۔

قِطّ — ۲۸۲۸ قط ۔ قِطّ اصل میں وہ شئے ہو جو عرض میں کاٹی جائے جیسا قدّ وہ ہو جو طول میں کاٹی جائے اور قِطّ حصہ کو کہتے ہیں جو کسی کیلئے الگ کر دیا جائے گویا کہ وہ قطع کر دیا گیا ہو اور ابن عباسؓ نے یہی معنی کئے ہیں اور قِطّ صحیفہ کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے اس کاغذ پر جس میں تحریر ہو دونوں پر بولا جاتا ہو (غ) یعنی عذاب کو جلدی مانگتے ہیں ۔

اَیْدٌ، اَیَّدَ — ۲۸۲۹ ذا الاید ۔ اَیْدٌ اور اُدٌ دونوں کے معنی قوت ہیں اور ذا الاید کے معنی ذا القوۃ ہیں یعنی قوت والا اور حضرت داؤد کی قوت عبادت پر تھی اور دوسری جگہ ہو والسماء بنینٰھا باید (الذریٰت ۵۱-۴۷) اور اسی سے اَیَّدَ ہو (ل) وایدنٰہ بروح القدس (البقرۃ ۲-۸۷) یعنی تائید کی یا قوت دی ذا الاید سے مراد صاحب قوت ہی ہو اور اولی الایدی والابصار (۳۸-۴۵) میں اشارہ قوت کیطرف ہو جو ان کیلئے وجود میں لائی گئی (غ) ۔

اوب ۔ اوّاب — ۲۸۳۰ اوّاب ۔ اَوْب کیلئے دیکھو ۳۸۵ اور اوّاب ۔ توّاب کیطرح ہو جو اللہ تعالیٰ کیطرف ترک معاصی سے اور اچھے کام کرنے سے رجوع کرتا ہے اور یہ صرف اس جاندار سے مخصوص ہو جو ارادہ رکھتا ہو (غ) یعنی سوائے انسان کے دوسرے جانداروں پر نہیں بولا جا سکتا ۔

جبال اور طیر کو اوّاب کہنا بتاتا ہو کہ ان سے مراد انسان ہی ہیں — چونکہ اوّاب صرف انسانوں کو کہا جا سکتا ہو جو اختیار اور ارادہ رکھتے ہیں اور ترک معاصی اور فعل خیرات انہی کا کام ہو سکتا ہو لہٰذا یہی اوّاب کے معنی ہیں اسلئے جبال اور طیر سے مراد بھی انسان ہی ہونے چاہئیں ۔ اور یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ پہاڑ اور پرندے اوّاب تھے بس کل لہ اوّاب بتاتا ہو کہ جبال اور طیر سے مراد یہاں انسان ہی ہیں ۔ جبال سے انسان مراد ہونے پر دیکھو ۱۶۲۳ اور طیر سے بھی مجازاً مراد انسان ہو سکتے ہیں دیکھو ۴۳۲ اور ممکن ہو کہ ایک طرف لفظ جبال میں بڑے بڑے طاقتور انسانوں کی طرف اشارہ ہو اور دوسری طرف طیر میں اعلیٰ درجہ کے روحانی انسانوں کی طرف ۔ اور اصل میں تو مقصود ذکر آنحضرت صلعم ہو اور داؤد کے ذکر میں بتایا ہو کہ دونوں قسم کے انسان آپکو دیئے جائینگے دوسری توجیہ کیلئے دیکھو ۲۱۷۳ ۔

فصل الخطاب — ۲۸۳۱ فصل الخطاب ۔ فَصْل ایک چیز کا دوسری سے الگ کرنا ہو اور اقوال و افعال میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہو ۔ اور خطاب اور مخاطبۃ کے معنی ایک دوسرے کیطرف کلام کا لوٹانا ہیں فصل الخطاب وہ ہو جو مراجعت کلام کے معاملہ کا فیصلہ کر دے (غ) یعنی جس بات میں جھگڑا ہو اس کا فیصلہ کرنا اور بعض مفسرین کا قول ہو کہ فصل الخطاب یہ ہو کہ دلیل کے ساتھ فیصلہ کرے اور بعض کا قول ہو کہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنا مراد ہو اور بعض کے نزدیک فیصلے میں فقاہت کا نام ہو (ل) ۔

۲۱ ۲۲ وَهَلْ أَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ — وقف لازم

اور کیا تجھے دشمن کی خبر پہنچی ہے جب وہ دیوار پھاند کر محل میں داخل ہوئے[۲۸۳۲] جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گیا

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ

انہوں نے کہا ڈر نہیں، ہم، دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور نا انصافی نہ کر اور ہمیں

۲۳ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۣ فقف

سیدھے رستہ کی طرف[۲۸۳۲ا] ہدایت کر یہ میرا بھائی ہے اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میری ایک ہی دنبی ہے

۲۴ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ۝ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى

تو اس نے کہا اسے میرے سپرد کر دے اور جھگڑے میں مجھ پر غالب آ گیا داؤد نے کہا یقیناً اس نے تجھ پر ظلم کیا ہے کہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں

نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ

میں ملانے کیلئے مانگا اور بہت سے شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کرتے رہتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ

لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور وہ بہت ہی تھوڑے ہیں اور داؤد نے سمجھا کہ ہم نے اسے مصائب میں ڈالا ہے سو اس نے اپنے

۲۵ ۲۶ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ يٰدَاوٗدُ — السجدة

رب کی حفاظت مانگی اور رکوع کرتا ہوا گر گیا اور (اللہ کی طرف) متوجہ ہوا[۲۸۳۳] سو ہم نے اس کی حفاظت کر دی اور یقیناً اس کے لئے ہمارے ہاں قرب اور اچھا ٹھکانا تھا

خصم — خضیم — خصِیم — تسوّر — صراط

۲۸۳۲ خصم خصومۃ جھگڑا کرنا ہے۔ اور خصم جھگڑا کرنے والا۔ اور یہ واحد جمع مذکر مونث پر یکساں بولا جاتا ہے اور اس کی تثنیہ بھی آتی ہے ھذان خصمان اختصموا فی ربھم (الحج ۲۲-۱۹) جہاں دو فریق یعنی مومن اور کافر مراد ہیں اور خصیم وہ ہے جو بہت جھگڑا کرے فاذا ھو خصیم مبین (النحل ۱۶-۴) اور خَصِم وہ ہے جو خصومت سے مختص ہو بل ھم قوم خصمون (الزخرف ۴۳-۵۸) (غ) اور یہاں خصم سے مراد حضرت داؤد کے ساتھ جھگڑا کرنے والے معلوم ہوتے ہیں تَسَوَّرَ. سُوْر دیوار ہے ہے اس نے دیوار پھاندی (ل)

۲۸۳۲ا صراط طریق مستقیم یعنی سیدھے رستے کو کہا جاتا ہے اور اسے سراط بھی کہا جاتا ہے یعنی آسان (غ)

حضرت داؤد اور اوریاہ کی بیوی کا باطل قصہ

۲۸۳۳ یہاں مفسرین نے اوریاہ کی جورو کا قصہ لکھا ہے جو اصل میں بائبل سے لیا گیا ہے اور ابن جریر نے اسے حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کیا ہے ابن کثیر کہتے ہیں قد ذکر المفسرون ھھنا قصۃ اکثرھا ماخوذ من الاسرائیلیات ولم یثبت فیھا عن المعصوم حدیث یجب اتباعہ یعنی یہ قصہ اسرائیلیات سے لیا گیا ہے اور آنحضرت صلعم سے اس میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ اور پھر لکھا ہے کہ ابن ابی حاتم نے جو ایک حدیث یزید الرقاشی کی روایت سے بیان کی ہے اس کی سند صحیح نہیں کیونکہ یزید ضعیف الحدیث ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس قصہ کو ان آیات کی تفسیر ٹھہرانے کیلئے قرآن کریم کے الفاظ کو بھی توڑنا مروڑنا پڑتا ہے مثلاً یہ کہ جو لوگ دیوار پھاند کر آئے وہ دو فرشتے تھے جن کو

إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ

ہم نے تجھے زمین میں حاکم بنایا ہے سو لوگوں کے درمیان حق کیساتھ فیصلہ کر اور خواہشات کی پیروی نہ کر ورنہ وہ تجھے اللہ کی

عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ع

راہ سے بہکا دینگی وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بہک جاتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اسلئے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے ہیں ۲۴۴

دیوار پھاندنے کی کیا ضرورت تھی اور قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ وہ فرشتے تھے۔ پھر اگر فرشتے تھے تو انہوں نے جھوٹ کیوں بولا اور سرتاپا ایک جھوٹا قصہ کیوں بنایا۔ اور قرآن کریم کے صریح الفاظ اسبات کی تردید کرتے ہیں کہ یہاں حضرت داؤدؑ کی کسی کمزوری کا ذکر ہو بلکہ پہلی اور پچھلی آیات سب انکے مقام بلند کے اظہار کیلئے ہیں پہلے انہیں اواب کہا ہے اور اواب وہ ہے جو ترک معاصی اور فعل خیرات کرتا ہے تو اس لفظ کے ساتھ معصیت کا ذکر بالکل ناموزوں ہے پھر انہیں حکمت دینے کا اور فصل الخطاب کا ذکر ہے۔ پھر فیصلہ کے وقت حضرت داؤدؑ خود فرماتے ہیں کہ سوائے مومنوں کے اکثر شرکاء ایک دوسرے پر ظلم ہی کرتے ہیں اور ایسے لوگ جو ظلم سے بچیں بہت کم ہیں یہ استثنا اگر خود ان کو شامل نہیں کرتا تو اور کسے کرتا ہے پھر آیت کا خاتمہ اس پر کیا ان له عندنا لزلفى وحسن مآب یعنی وہ ہمارے مقربین میں سے تھے۔ پھر اسی واقعہ کے ساتھ انہیں خلیفہ بنانے کا ذکر بطور انعام ہے +

ابوحیان نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہم ظاہر آیات کو نہیں چھوڑ سکتے کہ دیوار پھاندنے والے انسان تھے اور کہ حضرت داؤدؑ کا ان سے خوف اس وجہ سے تھا کہ آپنے خیال کیا کہ یوں بے وقت وہ آپ پر حملہ کرنے کیلئے آئے ہیں کیونکہ آپ اس وقت اکیلے حالت عبادت میں تھے اور جب انپر واضح ہو گیا کہ وہ ایک مقدمہ لیکر آئے ہیں تو آپنے اس غلط ظن کی وجہ سے استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کیا۔ اسی کے قریب یہ ہے کہ اصل میں یہ دیوار پھاندنے والے ارادۂ قتل سے آئے تھے لیکن حضرت داؤدؑ کو بیدار پاکر انہوں نے ایک غلط قصہ بنالیا کہ ہم مقدمہ کے فیصلہ کیلئے آئے ہیں تب حضرت داؤدؑ نے ارادہ کیا کہ ان سے بدلہ لیں لیکن پھر خیال ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تھا کہ کیا اپنے نفس کیلئے وہ غضب میں آتے ہیں یا نہیں سو آپنے استغفار کیا اور استغفار کے متعلق ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ یہ استغفار ان پر حملہ آوروں کیلئے تھا اور فغفرنا له ذلك میں لام اجل کا ہے یعنی آپ کے استغفار کیوجہ سے ہمنے ان لوگوں کو معاف کر دیا اور ادنی تدبر سے معلوم ہوگا کہ یہ قصہ آنحضرت صلعم کی تسلی کیلئے بیان کیا گیا ہے اور آپ کو بتایا گیا ہے کہ اگر آپ کی مخالفت کی جاتی ہے اور آپکی جان لینے کے منصوبے کئے جاتے ہیں تو ایسا ہی پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ہوا یہانتک کہ داؤدؑ جیسے طاقتور بادشاہ کے خلاف بھی ایسے منصوبے ہوتے رہے چنانچہ یہ ذکر یہاں سے شروع ہوتا ہے اصبر على ما يقولون واذكر عبدنا ايوب ذا الايد یعنی اگر تمہیں تکلیفیں دیجاتی ہیں تو صبر کر اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے نبیوں سے ایسا ہی ہے کہ انکے دشمن پہلے پہلے انہیں خوب دکھ دیتے ہیں یہانتک کہ ہمارے طاقتور بندے داؤدؑ کو یاد کر کہ اسے بھی ایسا معاملہ پیش آیا اور آگے ذکر ہے کہ کس طرح منصوبہ کرنیوالوں نے دیوار پھاند کر آپکا کام تمام کرنا چاہا لیکن آپکو بیدار پاکر ٹال گئے اور ایک مقدمے کا فیصلہ چاہا معلوم ہوتا ہے ان لوگوں کا منشا آپکو مار کر ملک لینے کا تھا اسلئے آپنے انہیں کی سے یوں بھی سمجھایا کہ شرکاء ایک دوسرے پر ظلم اور ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ اور بیغی کے لفظ میں یہ اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے اور فتنہ سے مراد تکالیف و محن ہیں جو انسے پہنچے اصل میں یہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کیطرف اسے اسلئے منسوب کیا کہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کیطرف ہی منسوب ہوتی ہیں اور استغفار درحقیقت طلب حفاظت کیلئے ہے اور غفرنا له میں یہ اشارہ ہے کہ ہمنے دشمنوں سے اسکی حفاظت کی اور ذلك میں اشارہ آپکے دشمنوں کے منصوبوں کیطرف ہے اور اسکی وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ ہمارا مقرب تھا۔ اور یہ سب گویا رسول اللہ صلعم کو تسلی ہے کہ آپکے خلاف بھی ایسے منصوبے ہونگے اور اللہ تعالیٰ آپکی بھی حفاظت کریگا۔ ورنہ اس قصہ کا کوئی تعلق اس سورت سے نہیں +

۲۸۳ تا ۲۸۴ یہ خلیفہ بنانا پہلے سے ہے مگر یہاں اسکے لانے میں آنحضرت صلعم کی بادشاہت کیطرف اشارہ ہے اور خواہشات کی پیروی بادشاہ کیلئے

ع ۳ ۱۲
حضرت سلیمان

۲۷ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیفائدہ پیدا نہیں کیا - یہ انکا خیال ہے جو کافر ہیں سو ان پر جو کافر

۲۸ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ

ہیں آگ کی وجہ سے افسوس ہے ۲۸۳۵ کیا ہم ان کو جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں زمین میں فساد کرنیوالوں کی طرح

۲۹ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا

ٹھہرا دینگے یا کیا ہم متقیوں کو بدکاروں کی طرح کر دینگے ۲۸۳۶ یہ کتاب جو ہم نے تیری طرف اتاری ہے برکت دی گئی ہے تاکہ وہ اسکی

۳۰ اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ

آیتوں پر غور کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں اور ہم نے داؤد کو سلیمان دیا کیا اچھا بندہ تھا -

۳۱ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۭ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝

وہ بار بار اللہ کیطرف رجوع کرنیوالا تھا جب اس پر پچھلے پہر اصیل تیز رو گھوڑے پیش کئے گئے ۲۸۳۷

یہ ہے کہ اپنی قوم کے بالمقابل دوسری قوم سے انصاف نہ کرے - بادشاہ قوموں کی یہ خواہش آخر کار ان کی تباہی کا موجب ہو جاتی ہے •

من — ۲۸۳۵ من تعلیلیہ ہے جیسے فویل لھم مما کتبت ایدیھم میں یعنی اس آگ کی وجہ سے ان پر افسوس ہے جو انکے اس فاسد ظن کی وجہ سے ان کے اعمال بد کے نتیجہ میں ملیگی اور من تبیین کیلئے بھی آتا ہے من بردٍ النور ۲۴:۴۳ اور نفی اور استفہام میں استغراق کیلئے ہوتا ہے فما منکم من احد (غ) •

۲۸۳۶ یہ گویا پچھلی آیت کا نتیجہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اقتضائے حکمت سے پیدا کیا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ متقی اور فاجر یکساں ٹھہریں یعنی اللہ تعالیٰ کا معاملہ ان سے یکساں ہو اسلئے ضروری ہے کہ متقیوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں کامیاب کرے اور حق کو قائم کرے

فاجر فُجّار — اور وہ لوگ جو بدیوں میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں (فجار فاجر کی جمع ہے دیانت کے پردے کو پھاڑ دینے والا ۲۸:۹۸ گویا وہ بدی میں یہانتک ترقی کر جاتا ہے کہ کوئی حجاب باقی نہیں رہ جاتا) انہیں نیست و نابود کر دے - ذکر تو حضرت داؤد کا تھا اور اسی کے تسلسل میں آگے حضرت سلیمان کا ذکر آتا ہے درمیان میں یہ آیات یہی توجہ دلانے کیلئے ہیں کہ یہ قصے نہیں آیندہ کے واقعات ہیں کہانیاں نہیں سبق ہیں اسلئے متقی ہو فاجر نہ ہو

صافن — ۲۸۳۷ صافنات صَفْن دو چیزوں کو جمع کرنا ہے ایک کو دوسری سے ملاتے ہوئے صَفَنَ الفرس قوائمہٗ (غ) اور اس کے معنی ہیں تین ٹانگوں پر کھڑا ہوا اور چوتھی کے سم کو موڑ لیا اور حدیث میں آتا ہے قمنا خلفہ صفونا یعنی جب رسول اللہ صلعم رکوع سے اٹھے ہم آپ کے پیچھے صافن ہونے کی حالت میں کھڑے ہوتے تھے جس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ہر شخص جو پیروں کو برابر کئے کھڑا ہو - اور صافن کے معنی مطلق کھڑا ہونیوالا بھی کئے گئے ہیں اور فراء کا قول ہے کہ عرب لوگ مطلق کھڑا ہونیوالے کو صافن کہتے ہیں خواہ تین ٹانگوں پر کھڑا ہو یا سب پر اور حدیث میں آتا ہے من سرہٗ ان یقوم لہ الناس صفونا یعنی جو شخص اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ لوگ اس کیلئے متواتر کھڑے رہیں جہاں صفونا کے معنی واقفین کئے گئے ہیں (ل) •

جود - جواد — جیاد جواد کی جمع ہے - اور جُود سخاوت یعنی مال اور علم کے خرچ کرنے کا نام ہے اور جَواد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بہت سخاوت کرنیوالا ہو اور اس گھوڑے کو جو اپنی جمع شدہ دوڑ کی طاقت کو خرچ کرتا ہے (غ) یعنی تیز دوڑنے والا گھوڑا اور اسی مادہ سے جیّد ہے جو ردی کا نقیض ہے

فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۟ رُدُّوْهَا عَلَیَّ ؕ ۳۲

تو اس نے کہا میں اچھے مال کی محبت کو اپنے رب کے ذکر کیوجہ سے اختیار کرتا ہوں یہاں تک کہ وہ پردے میں چھپ گئے ۲۸۳۸ انہیں میرے پاس لوٹا لاؤ

فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ ۳۴

تب وہ انکی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا ۲۸۳۹ اور ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا اور اسکے تخت پر ایک جسم ۲۸۴۰ ڈالا پھر اس نے رجوع کیا

خیر

۲۸۳۸ خیر بہت اور اچھے مال کو کہتے ہیں دیکھو ن ۲۲۰ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ عرب لوگ خیل یعنی گھوڑوں کو بھی خیر کہتے ہیں۔

عن

عن۔ عَنْ بہت سے معنی کیلئے آتا ہے۔ ایک چیز سے تجاوز جو اس کے عام معنی ہیں اور بدل کے معنی میں بھی آتا ہے لا تجزی نفس عن نفس شیئا (البقرۃ ۲-۴۸)، تعلیل کیلئے جیسے وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ (التوبۃ ۹-۱۱۴) وما نحن بتارکی الھتنا عن قولک (ھود ۱۱-۵۳)، بعد کے معنی میں جیسے عما قلیل لیصبحن نادمین (المؤمنون ۲۳-۴۰)، لترکبن طبقا عن طبق (الانشقاق ۸۴-۱۹) مراد ہے ایک حالت کے بعد دوسری حالت۔ مِن کے معنی میں جیسے یقبل التوبۃ عن عبادہ (التوبۃ ۹-۱۰۴)، نتقبل عنہم احسن ما عملوا (الاحقاف ۴۶-۱۶)، ب کے معنی میں جیسے وما ینطق عن الھوٰی (النجم ۵۳-۳) (مغنی)۔ یہاں عن تعلیل کیلئے ہے یعنی اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے +

طفق

۲۸۳۹ طفق۔ طَفِقَ یفعل کذا۔ اخذ یفعل کذا کی طرح ہے یعنی وہ کام کرنے لگ گیا وطفقا یخصفٰن (الاعراف ۷-۲۵) +

حضرت سلیمان اور گھوڑوں کا واقعہ

اس واقعہ کو بھی عجوبہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے یہاں تک کہ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ پروں والے گھوڑے تھے اور لفظ عن کے صحیح معنی یہاں نہ لینے کی وجہ سے یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان گھوڑوں کی دوڑ کو دیکھتے رہے اور نماز ترک کر دی اور تب اپنے اس قصور سے توبہ یوں کی کہ سب گھوڑوں کو اپنے ہاتھ سے کاٹ ڈالا جو ایک ہزار یا بیس ہزار تھے۔ اگر عصر کی نماز گھوڑ دوڑ کے دیکھنے میں قضا ہوئی تو مغرب اور عشاء گھوڑوں کے مارنے میں قضا ہو گئی ہوگی۔ قرآن کریم نے ایک سیدھا سادہ واقعہ لکھا ہے حضرت سلیمان بادشاہ تھے وسیع سلطنت تھی انہیں گھوڑے بھی رکھنے پڑتے تھے اچھے اچھے خوبصورت گھوڑے منگوائے اور رکھے لیکن بتایا یہ ہے کہ یہ گھوڑوں کی محبت کی وجہ سے نہ تھا جیسا اہل دنیا کا خیال ہوتا ہے بلکہ یہ محبت عن ذکر ربی تھی یعنی اسلئے کہ یہ گھوڑے بھی خدا کی راہ میں جہاد میں کام آتے تھے اور حتی توارت بالحجاب میں انہی گھوڑوں کا دور نکل جانا اور نظر سے غائب ہو جانا مراد ہے۔ ان کی دوڑ کو دیکھکر آپ خوش ہوئے اور ان گھوڑوں کو اپنے ہاتھ سے تھپکی دینی شروع کی کاٹنے کا یہاں کوئی ذکر نہیں بخاری میں موجود ہے یمسح اعراف الخیل وعراقیبہا یعنی گھوڑوں کے ایال اور پاؤں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور نہ سورج کے غروب ہونے کا ذکر ہے اور ان باتوں کا ذکر کرنے سے بتانا یہ مقصود ہے کہ خود نبی کریم صلعم کو خدا کی راہ میں گھوڑوں سے کام لینا ہوگا

انبیاء اور مال دنیا

مگر یہ دنیا کے مال کی محبت کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ صرف اسلئے کہ وہ خدا کی راہ میں کام آئینگے۔ انبیاء کو ظاہری شان و شوکت سے کوئی وابستگی نہیں ہوتی اور مسلمانوں کو بھی سمجھایا ہے کہ سلطنت ملے تو اسے صرف دین کا خادم سمجھیں اصل مقصود نہ بنا لیں مال بھی انکے پاس بھی آتا ہے مگر اس کی عظمت ان کی نگاہ میں نہیں ہوتی +

جسد۔ جسم

۲۸۴۰ جسد جَسَد اور جسم کے ایک ہی معنی ہیں لیکن جَسَد خاص ہے کیونکہ جسد وہ ہے جسکا کوئی رنگ ہو اور جسم میں یہ ضروری نہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جسد صرف انسان کے جسم سے خاص ہے (غ)، اور جسم کی جمع اجسام ہے تعجبک اجسامھم (المنافقون ۶۳-۴)

حضرت سلیمان کا تمنا

حدیث میں ہے کہ حضرت سلیمان نے کہا تھا میں ستر (یا چالیس) بیبیوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے ان میں سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہوگا۔ اور ان شاء اللہ نہیں کہا تھا تو صرف ایک بی بی حاملہ ہوئی اور اس سے بھی ایک ادھورا بچہ پیدا ہوا۔ جاءت بشق رجل۔ آیا اس سے مراد جسمانی طور پر ادھورا ہے یا اخلاقی طور پر۔ بعض نے جسمانی طور پر ادھورا لیا ہے

۳۵ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ ۢبَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

کہا میرے رب میری حفاظت فرما اور مجھے وہ بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو شایاں نہیں (کہ چھینے)، تو بہت عطا فرمانے والا ہے [۲۸۴۱]

اور اس کے تخت پر ڈالنے کے یہ معنی صحیح نہیں کہ دائی نے بچہ کو لا کر تخت پر رکھ دیا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت سلیمان کا جانشین بلحاظ اخلاق و قوت دہ مردہ تھا اور تاریخ سے بھی یہ ثابت ہے دیکھو ۲۶۸۵ جہاں سلیمان کے جانشین کا ذکر ہے۔ اور ثم اناب فرمایا کیونکہ گو حضرت سلیمان پہلے ہی اواب تھے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ انکا جانشین کسی قابل نظر نہیں آتا تو اور بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور جو یہاں بعض مفسرین نے ایک

انگشتری کا قصہ

قصہ بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان کی شان و شوکت اور شیاطین اور جنوں کا اُن کے ماتحت ہونا ایک انگشتری کی وجہ سے تھا جس پر اسم اعظم تھا اور وہ انگشتری ایک شیطان نے چرا لی اور وہ سلیمان بن گیا۔ اور پھر اس قصہ کو طول دیا ہے تو یہ سب لچر حکایات ہیں جن سے قرآن کریم جیسی پر حکمت کتاب پاک ہے+

حضرت سلیمان کی دعا هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی

[۲۸۴۱] حضرت سلیمان کی اس دعا کا کیا منشا ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کہ وہ سچ مچ دنیا کی بڑی بھاری بادشاہت کے طالب تھے اور یہ چاہتے تھے کہ اتنی بڑی حکومت آپ کے بعد کسی کو نہ ملے۔ یہ دونوں باتیں شان نبوت کے خلاف ہیں۔ دنیا کی حکومت اور دنیا کے مال و دولت کی طلب یا محبت نبیوں کے دلوں میں قطعاً نہیں ہوتی پھر اتنی بڑی ہوس کا کیا ذکر کہ یہ بھی خواہش ہو کہ میرے بعد ایسی حکومت دنیا میں کسی کو نہ ملے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کے زمانے میں سحر کا زور تھا تو آپ کو معجزہ ایسا دیا گیا جو تمام سحروں سے بڑھ کر تھا۔ اور حضرت عیسیٰ کے زمانے میں شفائے امراض پر زور تھا اس لئے آپ کو معجزہ شفائے امراض کا دیا گیا۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں فصاحت پر فخر تھا تو آپ کو بلحاظ فصاحت ایسا معجزہ دیا گیا جسکا کوئی مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ اسی طرح حضرت سلیمان کے زمانہ میں لوگوں کو حکومت اور بادشاہت پر فخر تھا اس لئے آپ کو ایسی حکومت دی گئی۔ لیکن یہ دلیل نہایت بودی ہے اس لئے کہ معجزات انبیاء اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے نہیں لیا کرتے نہ حضرت موسیٰ نے عصا کے سانپ بننے کی دعا کی نہ حضرت عیسیٰ نے بیماروں کو اچھا کرنے کی نہ آنحضرت صلعم نے فصاحت کے لئے دعا کی پھر دوسری دقت یہ ہے کہ اسکو تخت پر جسد کے ڈالنے سے کیا تعلق ہے جن مفسرین نے جسد کے ڈالنے سے شیطان کا خاتم سلیمان پہن کر سلیمان ہو جانا مراد لیا ہے انہوں نے اس کی توجیہ یوں کی ہے هب لی ملکا لا ینبغی لاحد غیری ممن هو فی عصری ان یسلبه منی کهذه السلبة اور یہ معنی عطا اور قتادہ سے مروی ہیں یعنی مجھے ایسا ملک دے جو کسی میرے اہل زمانہ کے لئے شایاں نہ ہو کہ وہ مجھ سے چھین لے جس طرح اس دفعہ چھین لیا گیا ہے اور روح المعانی میں خاتم سلیمان کے قصہ کو چونکہ رد کیا گیا ہے اس لئے اس قدر تغیر کیساتھ اس توجیہ کو قبول کیا گیا ہے۔ کہ یہ دعائے عدم سلب ملک ہو سکتی ہے گو پہلے سلب نہ ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا دوام چاہنا اچھی دعا ہے پس حضرت سلیمان کی دعا یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسی بادشاہت عطا فرمائے جو کسی دوسرے کے لئے شایاں نہیں کہ ان سے چھین سکے اور یہی صحیح ہے۔ اور یہ دعا آپ نے اس لئے کی کہ آپ کو اپنے بعد اس بادشاہت کی جو آپ نے اس قدر محنت سے بنائی تھی بری حالت دکھائی گئی۔ اور بعد یہاں بمعنی غیر ہے جیسے فمن یهدیه من بعد الله (الجاثیة ۴۵-۲۳) میں مراد من غیر الله ہے لیکن چونکہ ملک ظاہری بادشاہت پر بھی بولا جاتا ہے اور نبوت یا دینی بادشاہت پر بھی دیکھو ۱۲۵ و ۷۰۹ اس لئے میرے نزدیک ترجیح اس بات کو ہے کہ حضرت سلیمان

بعد

نے دعا باطنی ملک کے لئے کی ہے نہ ظاہری ملک کے لئے یعنی وہ دیکھتے ہیں کہ یہ حکومت اور یہ جاہ و جلال تو چلا جائیگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں بلند کرنے سے جو ملک حاصل ہوتا ہے اُسے کوئی چھین نہیں سکتا پس وہ اعلائے کلمۃ اللہ یا اللہ کے نام کی حکومت چاہتے ہیں۔ کیونکہ جو حکومت ظاہر طور پر حاصل ہوتی ہے وہ دوسرا چھین سکتا یا برباد کر سکتا ہے لیکن جو حکومت روحانی طور پر حاصل ہوتی ہے یعنی جس کا تعلق اخلاق سے ہے اسے دوسرا نہیں چھین سکتا جسموں پر حکومت زائل ہو جاتی ہے لیکن دلوں پر جو حکومت ملتی ہے وہ کبھی زائل نہیں ہوتی اور اس کی تائید خود اس سے ہوتی ہے کہ دو دعائیں کی ہیں یعنی اغفر لی اور هب لی ملکا اور دعائے غفران انسان کے باطن یا اخلاق سے تعلق

فَسَخَّرۡنَا لَهُ الرِّيۡحَ تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖ رُخَآءً حَيۡثُ اَصَابَ ۙ ۳۶

سو ہم نے اس کیلئے ہوا کو کام میں لگا یا وہ اس (اللہ) کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی جدھر وہ قصد کرے ~~۲۸۴۲~~

رمتی ہے نہ حکومت ظاہری سے اور دوسری جگہ جہاں قرآن کریم میں ملک سلیمان کا ذکر ہے (البقرہ ۲ع - ۱۰۲) تو وہاں مراد ان کا دین یا انکی نبوت ہی ہے۔ دیکھو ۱۲۰ ع اور ظاہری حکومت کو وارث کے ذریعہ سے جاتے دیکھ کر یہ تڑپ آپ کے دل میں پیدا ہوئی کہ آپ کی حکومت دلوں پر ہو اور اسی کے قریب قریب سید مرتضیٰ کا قول ہے انما سأل ملك الآخرة وثواب الجنة (س) اور حدیث میں جو آتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک عفریت نے رات کے وقت میری نماز کو خراب کرنا چاہا تو اللہ تعالےٰ نے مجھے اس پر قدرت دے دی اور میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دوں پھر مجھے سلیمان کا قول یاد آگیا رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی تو اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے جو میں نے لکھی ہے۔ جنوں پر حکومت اس سے مراد نہیں کیونکہ حدیث میں صاف لفظ ہیں فامکننی اللہ منہ اللہ تعالیٰ نے اس جن پر مجھے قدرت دے دی۔ اور اسے میرے قابو میں کر دیا۔ اور یہ سریح الشافہ اس خیال کو غلط ٹھیراتے ہیں کہ جنوں پر حضرت سلیمان کے بعد کسی کو قدرت نہیں یا سکتی اور اصل تو یہ ہے کہ حضرت سلیمان کے جن انسان ہی تھے اور یہ عفریت جس نے نبی کریم صلعم کو تکلیف دی یہ بھی کوئی سرکش انسان ہی تھا اور آنحضرت صلعم کا اسے چھوڑ دینا و ھب لی ملکا کو یاد کر کے سزا نہ دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سزا تو حکومت جسمانی سے دی جاتی ہے اور آپ کی حکومت روحانی یا دلوں پر ہونی ضروری تھی۔ اور یہ فعل چونکہ آپ کی ذات سے تعلق رکھتا تھا اس لئے ایسے آدمی کو معاف کر دینا گویا اس کے دل پر قبضہ کر لینا تھا۔ ان جہاں اسلام کو تباہ کرنے کی کوششیں کی گئیں تو آپ نے سزا بھی دی اور یہ سارے قصہ کو یہاں بیان کرنے کی غرض بھی مسلمانوں کو سمجھانا ہے کہ حکومت ظاہری جا بھی سکتی ہے اور چلی جائیگی لیکن باطنی حکومت یا دلوں پر حکومت کبھی ضائع نہیں ہوتی۔ آج وہ بادشاہت بہت کچھ مسلمانوں سے چھین لی گئی ہے جو انہیں دنیا میں حاصل تھی لیکن محمد رسول اللہ صلعم کو جو حکومت قلوب پر حاصل ہے اس کے سامنے آج بھی بڑے سے بڑے سرکشوں کی گردنیں جھکتی چلی جاتی ہیں۔ یہی وہ ملک آپ کو بھی ملا جو لا ینبغی لاحد من بعدی کا مصداق ہے جسے کوئی عیسائی طاقت نہیں چھین سکتی بلکہ جس کے سامنے خود عیسائی طاقتیں جاتی رہیں گی اور ظاہری سلطنت جو آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کو دی گئی وہ حضرت سلیمان کی سلطنت سے بہت بڑھ کر تھی۔ اور یہ سارا ذکر اصل میں مسلمانوں کی حالت کا نقشہ ہے جس طرح سلیمان کی سلطنت ظاہری پر ایک وقت ایسا آیا کہ ان کے تخت پر ایک جسد تھا یہی حالت مسلمانوں کی حالت ہوئی کہ وہ حکومت جو دنیا میں ان کو ملی ایسے لوگوں کے سپرد ہوئی جو اس کے اہل نہ تھے آیت ۲۰ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور ان آیات میں یہی توجہ دلا کر مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ حکومت ظاہری چھن جائے تو اس حکومت باطنی کی طرف توجہ کریں۔ جسے کوئی چھین نہیں سکتا۔

(حاشیہ: حدیث عفریت)

۲۸۴۲ رخاء۔ رُخاء لینت یعنی نرمی کو کہتے ہیں۔ اور اسی سے استعارۃ ارخاء الستر لیا گیا ہے یعنی پردہ کا چھوڑ دینا (رغ)۔ (حاشیہ: رخاء)

اصاب۔ صواب دو طرح پر ہے ایک کسی چیز کی اپنی ذات کے اعتبار سے یعنی جب کوئی چیز اپنی ذات میں محمود ہو اور مقتضائے عقل و شریعت سے پسندیدہ ہو تو اسے صواب کہا جاتا ہے اور دوسرا قصد کرنے والے کے اعتبار سے جب وہ مقصود کو پالے جب اصاب کذا کے معنی ہوتے ہیں جو طلب کیا تھا پا لیا جیسے اصاب السھم یعنی تیر نشانہ پر لگا۔ اور مصیبۃ اصل میں تیر پھینکنے میں ہی پھر وہ پہنچنے کے لئے مخصوص ہو گئی ہے اور اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیھا (آل عمران ۳ع - ۱۶۴) وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم (الشوریٰ ۴ع - ۳۰) اور اصاب خیر اور شر دونوں میں آتا ہے۔ ان تصبک حسنۃ تسؤھم وان تصبک مصیبۃ (التوبہ ۷ع - ۵۰) ولئن اصابکم فضل من اللہ (النساء ۱۰ع - ۷۳) (رغ) اور یہاں اصاب بمعنی قصد یا ارادہ ہے جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے (س)۔ (حاشیہ: صواب، اصاب، مصیبة)

حضرت سلیمان کے لئے ہوا کے مسخر ہونے پر دیکھو نوٹ ۱۶۵۴ اور اسی ہوا کو عاصفۃ بھی کہا ہے (الانبیاء ۶ع - ۸۱) جس کے لئے دیکھو نوٹ مذکورہ بالا اور ہوا کی تسخیر سے مراد یہی ہے کہ ہوا سے اُن کے کام نکلتے تھے جیسے جہازوں کا چلنا جیسے فرمایا وسخر لکم الشمس و (حاشیہ: حضرت سلیمان کے لئے ہوا کا مسخر ہونا)

۳۷ ۳۸ ۳۹ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ۝ هٰذَا

اور شیطانوں کو ہر ایک معمار اور غوطہ زن کو (انکے کام میں لگا یا) ۲۸۴۳ اور اوروں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ۲۸۴۴ یہ ہماری

۴۰ عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ

عطا بے حساب ہے سو احسان کر یا روک رکھ ۲۸۴۵ اور یقیناً اس کے لئے ہمارے ہاں قرب اور اچھا

۴۱ مَاٰبٍ ۝ع وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ

لوٹ کر آنا تھا اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کر جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکان اور تکلیف

۴۲ وَّعَذَابٍ ۝ط اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝

پہنچائی ہے ۲۸۴۶ اپنے پاؤں سے آگے چلا یہ ٹھنڈا (پانی) نہانے اور پینے کو ہے ۲۸۴۷

(حاشیہ: منزل ۶ ع ۱۳ — ایوب اور صابرین کا اجر)

الشمس (ابراھیم ۳۳) اور ایسا ہی اور چیزوں کی انسان کے لئے تسخیر کا ذکر ہے حتیٰ کہ ایک جگہ فرمایا وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ (الجاثیۃ ۱۳) اور یہاں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کا حضرت سلیمان کے کام میں لگانا اسی دعا کا نتیجہ تھا جو اوپر مذکور ہے۔ رب اغفرلی وھب لی ملکا مگر مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان اس ظاہری حکومت کے دلدادہ نہ تھے اور ان کے دل میں کوئی تڑپ تھی تو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے تھی اور اسی بات کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری حکومت میں سب قسم کے سامان عطا فرمائے یہاں تک کہ بڑے بڑے سرکش آپ کے مطیع ہو گئے تاکہ وہ اس کے نام کو بلند کریں اور یہی اگلی دو آیات کا مضمون ہے +

بَنَّآء

۲۸۴۳ بناء۔ بِنَاء عمارت اور بنانا ہے اور بَنَّاء بنانے والا یعنی معمار +

صفد

۲۸۴۴ اصفاد۔ صَفَد اور صِفَاد کے معنی غُلّ یعنی طوق ہیں اور جمع اصفاد ہے اور صَفَد کے معنی عطیہ بھی ہیں۔ (غ)

معمار اور غوطہ زن شیاطین انسان ہی تھے

ان شیاطین کے متعلق ۲۱۵۶ میں بحث گذر چکی ہے معماری کا کام کرنیوالے اور غوطہ زن انسان ہی ہو سکتے ہیں اور اگر معمار سچ مچ کے شیاطین تھے تو مزدوروں تھے۔ اور ان کا زنجیروں میں جکڑا ہوا ہونا صاف بتاتا ہے کہ وہ غیر مرئی ہستیاں نہیں۔ جو ناری مخلوق ہے بلکہ ایسے اجسام ہیں جو زنجیروں میں جکڑے جا سکتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ وہ مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں بے سند بات ہے۔ اور علاوہ ازیں یہ تو ان کا اختیار ہوا کہ کوئی شکل اختیار کر لیں۔ اگر ایسی شکل اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ زنجیروں میں جکڑے جاتے تو وہ فوراً کیوں اپنی اصلی شکل اختیار کر کے آزاد نہ ہو جاتے +

مَنّ

۲۸۴۵ امنن۔ مَنّ کے لئے دیکھو ۳۴۰ کسی پر احسان کرنا اور مَنّ بلا عوض چھوڑ دینے پر بھی بولا جاتا ہے فاما منا بعد واما فداء (محمد ۴) اور یہاں مطلب خرچ کرنا ہے (غ) اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں انہیں آزاد کر دو یا قید رکھو (م) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری قوموں کے قیدی تھے +

حضرت ایوب

۲۸۴۶ حضرت ایوب کا ذکر الانبیاء ۸۳ و ۸۴ میں گذر چکا ہے ابن جریر حضرت ایوب کو حضرت اسحاق کے پوتے کا پوتا قرار دیتے ہیں۔ اور ابن عساکر کہتے ہیں کہ انکی ماں لوط کی بیٹی تھی اور ایک قول ہے کہ وہ سلیمان کے بعد ہوئے (م) ایوب کی کتاب مجموعہ بائبل میں زبور سے پہلے رکھی گئی ہے لیکن بعض لوگوں کے نزدیک یہ صرف ایک قصہ ہے اور حضرت ایوب کوئی تاریخی انسان نہ تھے مگر حزقیل ۱۴: ۱۴ میں حضرت ایوب کا نام حضرت نوح اور دانیال کیساتھ لیا گیا ہے اور یہودیوں نے انہیں ہمیشہ ایک تاریخی انسان سمجھا ہے اور تازہ ترین تحقیقات یہ ہے کہ وہ ایک تاریخی انسان تھے لیکن بائبل میں جو کتاب ایوب کے نام سے ایک کتاب ہے وہ بعد کی تصنیف ہے بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فلسطین کے مشرق کے رہنے والے تھے۔ اور ایک بڑے سردار کی حیثیت رکھتے تھے اور بہت سے مال و دولت کے مالک تھے +

غسل

۲۸۴۷ مغتسل۔ غَسْل (مصدر غَسَل) کے معنی ہیں ایک چیز پر پانی بہایا اور اس کی میل کو دور کر دیا فاغسلوا وجوھکم وایدیکم (المائدۃ ۶)

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ وَخُذْ ٤٣-٤٤

اور ہم نے اسے اس کے اہل اور ان کی مثل اُن کے ساتھ دیئے۔ (یہ) ہماری طرف سے رحمت (تھی) اور خالص عقل والوں کیلئے نصیحت ہے ٢٨٤٨ اور

بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝

اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے اور اس سے مار اور قسم نہ توڑ ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ تھا وہ بار بار (اللہ کیطرف) رجوع کرنیوالا تھا ٢٨٤٩

اغتسال مغتسل — اور اِغْتِسَال بدن کا دھونا ہے حتی تغتسلوا (النساء ٤ - ٤٣) اور مُغْتَسَل نہانے کی جگہ ہے اور وہ پانی جس سے نہایا جائے اور غِسْلِین

غسلین — کفار کے بدنوں کا دھوون ہے ولا طعام الا من غسلین (الحاقۃ ٦٩ - ٣٦) (غ)

شراب — شراب - شُرْب ہر ایک سیال چیز کا نوش کرنا ہے پانی ہو یا کچھ اور (غ) اور شراب وہ چیز ہے جو پی جاتے خواہ وہ کسی نوع سے ہو اور کسی حال

شارب — پر ہو (ل) اور شارب پینے والا لذۃ للشاربین (محمد ٤٧ - ١٥) اور مونچھوں کے بالوں کو شارب کہا جاتا ہے جسکی جمع شوارب ہے گویا وہ پینے والوں کی صورت پر ہیں (غ)۔

حضرت ایوب کی تکالیف — پچھلی آیت میں لفظ نُصْب آیا تھا جس کے معنی تکان ہیں دیکھو ٣٦٦ اور یہاں فرمایا ارکض برجلک اور رکض سواری کے دوڑانے اور چلنے کو کہا جاتا ہے دیکھو ٢١٣٥ اور یہاں برجلک سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد سواری کا دوڑانا ہے یہ دونوں لفظ اس بات پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ایوب کی تکالیف جن کا ذکر یہاں اور قرآن کریم میں دوسری جگہ ان الفاظ میں ہے انی مسنی الضر (الانبیاء ٢١ - ٨٣) کسی سفر سے تعلق رکھتی ہیں جن میں وہ اپنے اہل وعیال اور اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گئے ہیں۔ اور یہاں فرمایا مسنی الشیطان بنصب وعذاب اور

شیطان تکلیف دینے پر قادر نہیں — دوسری جگہ صرف یہ الفاظ ہیں انی مسنی الضر جس سے معلوم ہوا کہ تکلیف اور دکھ کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یہ مراد نہیں کہ شیطان کو تکلیف پہنچانے کی کوئی خاص قدرت حاصل ہے اور قرآن کریم میں صراحت سے فرمایا کہ شیطان کا کام صرف وسوسہ اندازی ہے یوسوس فی صدور الناس (الناس ١١٤ - ٥) فوسوس لهما الشیطان (الاعراف ٧ - ٢٠) مگر انبیاء وسوسہ شیطانی سے بھی محفوظ ہیں اور دکھ تکلیف یا غلطی کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جیسے فرمایا وما انسٰنیه الا الشیطٰن ان اذکره (الکهف ١٨ - ٦٣) اور غلبہ کسی قسم کا بھی شیطان کو انسان پر حاصل نہیں وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی (ابراھیم ١٤ - ٢٢) اور یا شیطان سے مراد یہاں کوئی شیطان صفت دشمن ہے جس نے شرارت سے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے اور ان تکالیف کی وجہ سے آپ کو ہجرت کرنی پڑی ہے اور یہاں اللہ تعالے نے انہیں بشارت دی ہے کہ آگے پیچھے چلو ان تکلیفوں کا ازالہ ہو جائیگا۔ اگر انہیں کوئی جسمانی بیماری بھی تھی جیسا کہ بائبل میں ذکر ہے تو کسی ایسے چشمہ پر پہنچا دیا جس میں نہانے سے اور جس کا پانی پینے سے وہ بیماری دور ہوگئی۔ اور یا نہانے کی غرض محض تکان کا دور کرنا ہے۔

٢٨٤٨ اس پر ٢١٦٧ میں بحث گذر چکی ہے اور چونکہ اهل کا لفظ دینی اتحاد رکھنے والوں پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو ١٣٤١ اس لئے ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ان کے پیرو جو ان سے جدا ہو گئے تھے وہ بھی انہیں مل گئے اور جہاں ہجرت کر گئے تھے وہاں اللہ تعالیٰ نے اور پیرو بھی دے دیئے۔ دوسرے انبیاء کے ذکر میں آنحضرت

ایوب کے ذکر میں ... — صلعم کا ذکر برابر موجود ہے۔ اور حضرت ایوب کے ان واقعات کو ذکر کر کے یہی بتایا ہے کہ جس طرح انہیں ایک لمبے زمانے تک تکلیفیں اٹھا کر آخر ہجرت کرنی پڑی ایسا ہی معاملہ آپکے ساتھ ہوگا۔ اور جس طرح انہیں ان کے اہل اور ان کی مثل مل گئے اسی طرح آنحضرت صلعم کے ساتھ ہوگا۔ اگر یہی معنے لئے جائیں تو آنحضرت صلعم کے کئی مصائب میں آپ پر یہ کم مصیبت نہ تھی کہ آپ کی غمگسار بی بی کا انتقال ہو گیا۔ اور پھر اللہ تعالے نے مدینہ میں جا کر آپکو اور ازواج مطہرات عطا فرمائیں اور اگر پیرو معنی لئے جائیں تو ہجرت میں صحابہ سے جدا ہو کر پھر مدینہ پہنچ کر نہ صرف وہ صحابہ ہی مل جاتے ہیں بلکہ اتنی یا اس سے بڑھ کر تعداد انصار کی بھی مل گئی ۔

ضغث — ٢٨٤٩ ضِغث کے ایک معنی ١٢٨٣ میں بیان ہو چکے ہیں۔ اور ضِغْث مختلف شاخوں کی مٹھی کو بھی کہتے ہیں جن کی جڑ ایک ہو اور اس لئے جھاڑو کو بھی کہا جاتا ہے۔ یا نبات سے وہ چیز جو کف کو بھر دے اور ایک قول ہے کہ کوئی چیز جو مٹھی میں لی جائے وہ ضغث ہے اور حدیث

۴۵ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۝

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کر (جو) قوت والے اور بصیرت والے (تھے)

۴۶ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝

ہم نے انہیں ایک خالص بات سے پاک صاف بنایا (یعنی آخرت کے) گھر کی یاد سے ع۲۸۵

ہیں آتا ہے فمنہم لاخذ الضغث جس سے مراد ہے منہم من نال من الدنیا شیئا ان میں سے وہ ہے جسے دنیا کا کچھ مال مل جائے۔ (ل)

ضرب

اضرب۔ ضرب کے معنی مارنا مشہور ہیں مگر یہ متعدی ہے اور یہاں مفعول مذکور نہیں) اور ضرب کے معنی ہیں اسراع فی السّیر ہیں یعنی چلنے میں جلدی کرنا اور اس معنی میں حدیث میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ ضرب یعسوب الدین بذنبه یعنی فتنوں کے خوف سے زمین میں تیز چلا اور بعض نے ذنبه کے معنی اتباعه کئے ہیں یعنی اپنے پیروؤں کے ساتھ چلا۔ اور جاء فلانٌ یضرب کے معنی ہیں تیزی سے چلتا ہوا آیا۔ اور ضربَ المجدَ کے معنی ہیں کسب یعنی بزرگی حاصل کی (ل)

حنث
تحنّث

تحنث۔ حنث قسم کی خلاف ورزی ہے اور حنث یہ بھی ہے کہ انسان حق کو چھوڑ کر کوئی بات کہے اور حنث بڑے گناہ یا شرک کو کہتے ہیں وکانوا یصرون علی الحنث العظیم (الواقعۃ ۵۶-۴۶) اور تحنّث کے معنی ہیں عبادت کی گویا حنث یعنی گناہ کا ازالہ کیا۔ جیسے حدیث میں ہے کان یخلو بغار حراء فیتحنّث فیہ (ل)

حضرت ایوب۔
جھاڑو سے مار۔
کا قصہ

ان الفاظ کے معنی یوں کئے گئے ہیں کہ جھاڑو ہاتھ میں لے اور اس سے (اپنی بی بی کو) مار اور قسم نہ توڑ۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ایوب نے اپنی بیماری کے ایام میں قسم کھائی تھی کہ وہ سو کوڑا اپنی بی بی کو لگائیں گے۔ لیکن چونکہ اس بی بی نے ان کی بڑی خدمت کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی شفا یابی پر انہیں یہ حکم دیا کہ سو تنکوں کا ایک جھاڑو لیکر اپنی بی بی کو مار لو اور یوں قسم پوری کر لو اور پھر اس کی بنا پر جواز حیلہ کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ اور دو تین حدیثیں بھی بیان کی جاتی ہیں۔ جو اعلیٰ پایہ کی نہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ایک دفعہ ایک ایسے شخص نے ارتکاب زنا کیا جو چل پھر نہ سکتا تھا تو آپ نے اسے سو تنکے کا ایک جھاڑو مروانے پر اکتفا کیا۔ اور ایسا ہی ذکر ایک بیمار اور ایک بوڑھے کے متعلق ہے۔ لیکن حضرت ایوب کے متعلق جو قصہ بیان کیا جاتا ہے وہ بائبل میں مذکور نہیں۔ اور نہ حدیث میں ہے اور پھر قرآن کریم کے الفاظ میں اتنا کچھ بڑھانا پڑتا ہے اور قسموں کا اس طرح پورا کرنا حیلوں کا دروازہ کھولنا ہے جس سے قسم کی کچھ وقعت باقی نہیں رہ سکتی اور آنحضرت صلعم کا فعل اگر یہ حدیثیں صحیح ہوں تو صرف یہ بتاتا ہے کہ حالات کے ماتحت سزا میں نرمی کر دینی چاہئے۔ اور یہاں اگر جھاڑو ہی معنی لئے جائیں تو ہو سکتا ہے کہ مراد صرف یہ ہو کہ اپنے دشمنوں پر جب قابو ہو تو ان سے ایسا معاملہ کرو جیسا کوڑوں کی جگہ ایک جھاڑو سے مار لیا جائے کیونکہ اعداء کا ذکر مفہوم میں داخل ہے اور کامیابی پر ان کو سزا دینا ایک قدرتی امر ہے اور شاید اس میں اشارہ اس طرف ہو کہ نبی کریم صلعم کا معاملہ نرمی اور تخفیف میں اپنے اعداء سے کیسا ہو گا۔ اور حق تو یہ ہے کہ آپ نے ایک جھاڑو سے کبھی کسی کو نہیں مارا بلکہ اپنے ملک کے سارے دشمنوں کو فتح مکہ پر معاف کر دیا۔ اور ہو سکتا ہے کہ مراد صرف اس قدر ہو کہ مال دنیا سے جو حصہ دیا جاتا ہے وہ لے لو اور اس کے ساتھ مجد یا بزرگی کو کما ؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کر یعنی ایسا نہ ہو کہ مال دنیا کو اصل چیز سمجھ کر اس سے محبت کرنے لگو اور اسی قسم کا ذکر حضرت سلیمان کے متعلق بھی تھا اس لئے یہ معنی زیادہ موزوں ہیں۔ اور اس طرح قرآن کریم میں کچھ بڑھانے کی ضرورت بھی نہیں رہتی +

خالص۔ خالصۃ

ع۲۸۵ خالصة۔ خالص اور خالصۃ کے ایک ہی معنی ہیں ت اس میں اسی طرح ہے جیسے داهیة۔ راویة میں (غ) اور کہا جاتا ہے هٰذا الشئُ خالصةٌ لك یعنی یہ چیز خاص کر تیرے لئے ہے ما فی بطون هٰذه الانعام خالصة لذکورنا (الانعام ۶-۱۴۰) ایسا ہی هی للذین اٰمنوا فی الحیٰوة الدنیا خالصة یوم القیامة (الاعراف ۷-۳۲) یعنی قیامت کے دن کا فروں کے ساتھ ان نعمتوں

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۴۷ ۴۸

اور وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ لوگوں (اور) نیکوں میں سے تھے ۲۸۵۱ اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو

وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۴۹ ۵۰

یاد کر اور وہ سب نیکوں میں سے تھے یہ (انکے لئے) شرف ہے اور متقیوں کے لئے یقیناً بہتر لوٹ کر آنے کی جگہ ہے ۲۸۵۲ ہمیشگی کے باغ

مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝ ۵۱

(جن کے) دروازے اُن کے لئے کھولے گئے ہیں اُن میں تکیے لگائے ہوئے ہونگے ان میں بہت سے پھل اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے۔

الثلثة

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا ۵۲ ۵۳ ۵۴

اور اُن کے پاس نیچی نگاہوں والی ساتھ پیدا ہوئی ہوئی ہونگی ۲۸۵۳ یہ وہ ہے جس کا تمہیں حساب کے دن کیلئے وعدہ دیا جاتا تھا یہ ہمارا

لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝ هٰذَا ۚ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ ۵۵ ۵۶

(دیا ہوا) رزق ہے جو ختم نہ ہوگا یہ (متقیوں کے لئے ہے) اور سرکشوں کے لئے بہت بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے یعنی جہنم جس میں داخل ہونگے سو وہ بری آرام کی جگہ ہے

أخلص میں شریک نہ ہونگے اور یہاں معنی یہ ہیں کہ ہم نے انہیں دار یعنی دار آخرت کے ذکر سے خالص کیا ہے اور اخلصناھم کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انہیں اس کے لئے یعنی دار آخرت کے لئے خالص بنایا ہے کیونکہ وہ دار آخرت کو یاد دلاتے ہیں۔ اور یہ انبیاء کی شان ہے اور یا یہ مطلب ہے کہ وہ آخرت اور رجوع الی اللہ کا ذکر بہت کرتے ہیں۔ (ل) اور باء سبب کے لئے ہے یعنی ایک خالص خصلت کی وجہ سے جو ذکری الدار ہے انہیں خالص بنایا ہے۔

خیر ۲۸۵۱ اخیار - خَیر اور شر کا استعمال دو طرح پر ہے ایک اسم کے طور پر جیسے ما انفقتم من خیر (البقرۃ ۲ - ۲۱۵) ان علمتم فیھم خیرا (النور ۲۴ - ۳۳) یدعون الی الخیر (آل عمران ۳ - ۱۰۴) اور دوسرا وصف کے طور پر اور اس وقت ان کی تقدیر افعل منہ پر ہوتی ہے جیسے ھٰذا خیرٌ من ذالک اسی کے مطابق ہے نأت بخیر منھا (البقرۃ ۲ - ۱۰۶) ان تصوموا خیر لکم (البقرۃ ۲ - ۱۸۴) جہاں

خیرات اسم یا وصف مراد ہو سکتے ہیں۔ ایسا ہی فان خیر الزاد التقوی (البقرۃ ۲ - ۱۹۷) اور خیرات حسان (الرحمٰن ۵۵ - ۷۰) میں اصل خَیِّرات ہے اور خَیِّرٌ فضیلت والا ہے جو خیر سے مختص ہو اور تخفیف کر کے کہا جاتا ہے رجل خَیْرٌ وامراۃ خیرۃ اور خیرات سے مراد

أخیار ہیں مختارات یعنی چنی ہوئی یا برگزیدہ جن میں کوئی عیب نہیں۔ (رغ) الاخیار یہاں اسی معنی میں خَیِّر کی جمع ہے۔ اور مصطفین مُصطفٰی کی جمع ہے دیکھو ۱۶۵۔

۲۸۵۲ ھٰذا ذکر میں اشارہ اس کی طرف ہے جو گذر چکا یعنی یہ ان کی بزرگی اور عظمت کا اظہار ہے۔ جو اس دنیا میں ہوتا ہے اور ذکر بمعنی شرف آتا ہے اور یا مطلب یہ ہے کہ یہ گذشتہ انبیاء کا ذکر ہے اور آگے فرمایا جو اب تقویٰ اختیار کریں۔ اُنکے لئے بھی اچھا مآب ہے +

تراب - ترب ۲۸۵۳ اتراب - تُراب مٹی - خلقکم من تراب (الروم ۳۰ - ۲۰) یالیتنی کنت ترابا (النبا ۷۸ - ۴۰) اور تَرِبَ کے معنی ہیں مٹی سے مل

متربۃ - تریبۃ گیا یا فقیر ہو گیا۔ او مسکینا ذا متربۃ (البلد ۹۰ - ۱۶) یعنی فقر کی وجہ سے مٹی سے ملا ہوا۔ اور تَرِیبَۃ پسلی کو کہتے ہیں اور اس کی جمع ترائب

ترب - أتراب ہے۔ من بین الصلب والترائب (الطارق ۸۶ - ۷) اور تِرْب جس کی جمع اَتراب ہے ہمزاد کو کہتے ہیں یعنی ساتھ پیدا ہوا ہوا اور یہ اکثر

۵۷ ۵۸ ۵۹ هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ۝ هٰذَا فَوْجٌ

یہ پس چاہئے کہ اسے چکھیں اُبلتا ہوا اور حد سے زیادہ ٹھنڈا پانی ہے ۲۸۵۴ اور اسی صورت کی اور (سزا) رنگا رنگ کی (موجود ہے) یہ ایک فوج ہے جو

۶۰ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا

تمہارے ساتھ اندھا دھند داخل ہونے والی ہے انکے لئے فراخی نہیں کیونکہ وہ آگ میں داخل ہونیوالے ہیں ۲۸۵۵ کہیں گے بلکہ تم (ایسے ہو) تمہارے لئے کوئی

۶۱ بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا

فراخی نہیں تم نے اسے ہمارے لئے پہلے بھیجا سو کیا ہی بری ٹھیرنے کی جگہ ہے کہیں گے اے ہمارے رب جس نے اسے ہمارے لئے آگے بھیجا تو اسکے لئے آگ میں

۶۲ ضِعْفًا فِی النَّارِ ۝ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝

عذاب کو دو چند کرکے زیادہ کر اور کہیں گے ہمیں کیا ہوا ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم شریروں میں سے گنتے تھے

مونث پر بولا جاتا ہے۔ اور اتراب کی تفسیر ثعلب نے امثال سے کی ہے۔ یعنی ان کی مثل اور یہ پسندیدہ ہے اس لئے کہ وہاں ولادت ہی نہیں (ل)

اتراب کیا ہیں — بہشت میں عورتوں کے ہونے پر دیکھو ۲۷۸۵ اور قاصرات الطرف کی تشریح بھی وہیں گذر چکی ہے اور اتراب بھی انہیں کہا ہے یعنی وہ ساتھ پیدا ہوئی ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ مراد اس سے اہل جنت کے ساتھ پیدا ہوئی ہوتی ہیں۔ اور یہاں اہل جنت کی ولادت سے انکا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا مراد نہیں۔ بلکہ ان کی وہ روحانی پیدائش مراد ہے جو انہیں اہل جنت بناتی ہے گویا ان نعمائے جنت کی پیدائش اعمال صالحہ کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔

عنسق، غاسق، غسّاق — ۲۸۵۴ غساق۔ غسق دیکھو ۱۸۲۵ غَسَقَتْ عَيْنُهٗ کے معنی ہیں اس کی آنکھ سے آنسو بہے اور غَسَقَ الْجُرْحُ زخم سے زرد پانی بہا اور غاسق رات کو کہتے ہیں اور زجاج کا قول ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ رات دن کی نسبت ٹھنڈی ہوتی ہے اور غاسق کے معنی بارد یعنی ٹھنڈا ہیں اور غسّاق کے معنی تین طرح پر کئے گئے ہیں ابن عباس اور ابن مسعود سے اس کے معنی زمہریر مروی ہیں۔ یعنی سخت ٹھنڈا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ پانی ہے جو دوزخیوں کے زخموں سے بہے گا۔ اور ایک قول ہے کہ اس سے مراد انکے آنسو ہیں۔ جو آنکھوں سے بہیں گے اور پہلے قول کے مطابق ایک قول ہے کہ غساق بدبودار سخت ٹھنڈا ہے جس کی ٹھنڈک ابلتے ہوئے پانی کی حرارت کی طرح جلا دیتی ہے (ل) اور حمیم یا ابلتے پانی کے مقابل پر سخت ٹھنڈا زیادہ موزون معنی بھی ہیں۔ جیسے دوسری جگہ ہے لا یرون فیھا شمسا و لا زمھریرا (الدھر - ۱۳) اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے اپنے قویٰ کو اعتدال پر نہیں رکھا یا افراط کی طرف نکل گئے یا تفریط کی طرف اسی طرح ان کی غذا بھی یا حد سے زیادہ گرم ہوگی یا حد سے زیادہ سرد جزاء وفاقا۔

قحم۔ اقتحم — ۲۸۵۵ مُقْتَحِمٌ۔ قَحْمٌ بہت بوڑھا اور تَحَمَّ فی الامر اور اِقْتَحَمَ کے معنی ہیں اپنے آپ کو بغیر فکر و اندیشہ کے ڈال دیا۔ یا بلا سوچے سمجھے (ل) یا اِقْتِحَام کے معنی ہیں کسی ڈرانے والی سختی میں گھس جانا فلا اقتحم العقبۃ (البلد - ۱۱) (غ)

مرحبا — مرحبا دیکھو ۱۳۵۵ اور آنے والے کو بطور دعا کہا جاتا ہے اھلاً و مرحبًا یعنی تو اہل میں آگیا اور فراخی میں آگیا۔ اور مرحبًا سے مراد ہے اَنْزِلْ فِی الرَّحْبِ وَالسَّعَۃِ فراخی اور وسعت میں ٹھیر اور نصب بوجہ فعل محذوف ہے (ل)

فوج مقتحم۔ اندھا دھند داخل ہونے والی فوج سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں کے پیچھے چل کر اور اپنی عقل سے کام نہ لیکر گمراہ ہوئے یعنی اتباع۔ اور لا مرحبا بھم متبوع سرداروں کی ان مقلدوں کے لئے دعا ہے۔

أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ۝ إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ۝ ۶۳ ۶۴

کیا ہم اُن پر تمسخر اُڑاتے تھے یا (ہماری) آنکھیں اُن سے پھر گئی ہیں ۲۸۵۶ یہ دوزخ والوں کا ایک دوسرے سے جھگڑنا یقیناً سچ ہے

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَ ۶۵ ۶۶

ع ۵ (۲۳) ۱۲ شیطان کی ہتھیاروں سے لی لفت

کہو میں صرف ڈرانے والا ہوں اور سوائے اللہ اکیلے فوقیت والے کے کوئی معبود نہیں آسمانوں اور زمین کا

الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝ قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ ۝ أَنْتُمْ عَنْهُ ۶۷ ۶۸

رب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے غالب بخشنے والا کہو یہ ایک عظیم الشان خبر ہے ۲۸۵۷ تم اس سے

مُعْرِضُونَ ۝ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۝ ۶۹

منہ پھیرے ہوئے ہو مجھے اعلیٰ درجہ کے سرداروں کا کوئی علم نہیں جب وہ جھگڑتے ہیں ۲۸۵۸

۲۸۵۶ پہلی آیت میں اور یہاں اشارہ مومنوں کی طرف ہے یعنی ہم تمسخر کر کے ان کی تحقیر کرتے اور انہیں بُرا کہتے تھے یا وہ کہیں آگ میں ہی ہیں اور ہم انہیں دیکھتے نہیں۔

۲۸۵۷ ھو میں اشارہ قرآن کریم کی طرف ہے اور یا وہ چیز جس سے ڈرایا جاتا ہے۔

حدیث رویت باری تعالیٰ

۲۸۵۸ حدیث میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلعم نماز فجر میں بہت دیر سے آئے پھر آپ نے نماز پڑھا کر فرمایا کہ میں آج رات اٹھا اور نماز پڑھی اور پھر نماز میں اونگھ آگئی یہاں تک کہ میں جاگ اٹھا پھر میں نے اپنے رب کو حسن صورت پر دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد کیا تو جانتا ہے کہ ملأ اعلیٰ کس بارے میں جھگڑتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں تب اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی تو میرے لئے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لیا تب فرمایا اے محمد کیا تو جانتا ہے ملأ اعلیٰ کس بارے میں جھگڑتے ہیں میں نے کہا کفاروں کے بارے میں کہا کفارے کیا ہیں میں نے کہا جماعت کی طرف قدم اٹھا کر جانا اور نماز کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور مشکلات کے وقت وضو کو پورا کرنا کہا اور درجات کیا ہیں۔ میں نے کہا کھانا کھلانا اور کلام میں نرمی کرنا۔ اور نماز پڑھنا جب لوگ سوتے ہوئے ہوں۔ فرمایا مانگ میں نے کہا میں تجھ سے نیکیوں کا کرنا۔ اور منکرات کا ترک اور مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں اور یہ کہ تو میری حفاظت فرمائے اور مجھ پر رحم کرے اور جب تو کسی قوم کو فتنہ میں ڈالنا چاہے تو مجھے بغیر فتنہ میں ڈالنے کے وفات دیجیو اور میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت جو تجھ سے محبت کرے اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت سے قریب کرے اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ حق ہے اسے پڑھو اور سیکھو اور یہ مشہور خواب کی حدیث ہے اور جو اسے جاگتے میں سمجھتا ہے وہ غلطی کرتا ہے (ت)

اختصام ملأ اعلیٰ

خواب میں رویت باری تعالیٰ

لیکن مفسرین کے نزدیک اس حدیث میں جس اختصام کا ذکر ہے وہ اس آیت قرآنی میں مذکور نہیں (اور خواب میں جو تمثلات انسان کو دکھائے جاتے ہیں ان سے بعض دقت سطحی نظر کے لوگ ٹھوکر کھا کر اعتراض کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت تو ہے لیس کمثلہ شئی لیکن خواب میں جو کچھ اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے وہ دوسرے عالم کی بات ہوتی ہے اور علیحدہ حواس ہوتے ہیں۔ ورنہ سچ مچ اللہ تعالیٰ انسان کی صورت پر متمثل نہیں ہوتا۔) مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں ملأ اعلیٰ کا وہ اختصام مراد ہے جو آدم کے خلیفہ بناتے وقت انہوں نے کیا گویا فرشتے کہتے تھے کہ آدم کو خلیفہ نہ بنائیے مگر جیسا تفصیل سے دوسری جگہ بیان ہو چکا یہ بات درست نہیں کہ فرشتوں نے آدم کے خلیفہ بنانے پر کوئی جھگڑا اللہ تعالیٰ سے کیا ہو اور یہاں یختصمون میں ضمیر کفار کی طرف جاتی ہے اور بتانا یہ مقصود ہے کہ جس بات سے ڈرایا جاتا ہے

۷۰ ۷۱ اِنْ يُّوْحٰۤى اِلَىَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ

میری طرف سوائے اس کے کچھ وحی نہیں کیا جاتا کہ میں صرف ڈرانے والا ہوں جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک

۷۲ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○

انسان پیدا کرنیوالا ہوں ۲۸۵۹ سو جب میں اس کی تکمیل کر دوں اور اپنی روح سے اس میں پھونکوں تو اس کے لئے فرمانبرداری کرتے ہوئے گر جاؤ

۷۳ ۷۴ ۷۵ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ قَالَ

تو سب فرشتوں کل کے کل نے فرمانبرداری کی مگر ابلیس (نے نہ کی) اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا کہا

يٰۤاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ○

اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا کہ تو اس کی فرمانبرداری کرتا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے کیا تو نے تکبر کیا یا تو عالی مرتبہ والوں میں سے ہے ۲۸۶۰

۷۶ ۷۷ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○

اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ کہا تو اس (حالت) سے نکل جا کیونکہ تو دور کیا گیا ہے

۷۸ ۷۹ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىْۤ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِىْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○

اور تجھ پر میری لعنت قیامت کے دن تک ہے کہا میرے رب تو مجھے اس دن تک مہلت دے جب وہ اٹھائے جائیں

وہ تو آکر رہے گی لیکن کب آئیگی اس کا مجھے علم نہیں اس کا علم ملأ اعلیٰ کو ہے یعنی ان فرشتوں کو جن پر اللہ تعالیٰ اپنے رازوں کا اظہار فرماتا ہے۔ پیغمبر پر سارا علم غیب ظاہر نہیں کیا جاتا اور نذیر مبین جو آگے آتا ہے اور ھنذ ٰا سے جو شروع رکوع میں ہے اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اور حدیث میں جو ملاء اعلیٰ میں اختصام کا ذکر ہے تو اس کی کیفیت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ملاء اعلیٰ خدا سے جھگڑتے ہیں کیونکہ وہ لا یعصون اللہ ما امرھم کے مصداق ہیں اور نہ یہ مراد ہو سکتی ہے کہ وہ باہم جھگڑتے ہیں یعنی بعض کہتے ہیں کہ یہ ثواب کا کام ہے اور بعض ہے کہ یہ نہیں بلکہ مراد اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس سے تعلق ہے اور دوسری طرف خدمت مخلوق تو اختصام سے مجازی رنگ میں مراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کس بات کو دوسری پر فضیلت ہے گویا یہ دونوں باتیں ایسی اعلیٰ درجے کی ہیں کہ ملاء اعلےٰ بھی نہیں جانتے کہ کس کو ان میں سے دوسری پر فضیلت دیں +

ملاءِ اعلیٰ کے اختصام سے مراد

۲۸۵۹ یہ مضمون پہلے بیان ہو چکا ہے مگر یہاں اسے لانے کی غرض یہ ہے کہ شیطان کا راستبازوں کی مخالفت کرنا قدیم قانون ہے۔ مگر شیطان اور اس کے نمایندے آخر کار مغلوب ہوتے ہیں +

۲۸۶۰ یدی یا دونوں ہاتھوں سے کیا مراد ہے؟ اس کی ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ جس کام کی طرف خاص توجہ ہو اسے دونوں ہاتھوں سے انجام کو پہنچایا جاتا ہے تو گویا مطلب یہ ہے کہ جسے میں نے ایک خصوصیت دے کر پیدا کیا ہے اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ بطور تاکید ہے جیسے ارجع البصر کرتین اور بعض نے کہا کہ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس میں قوائے ملکوتی اور قوائے حیوانی جمع کئے گئے ہیں اور یہ آخری توجیہ لطیف ہے۔ اور ام کنت من العالین سے یہ مراد ہے کہ فی الواقع تو بلند مرتبہ والوں میں سے ہے اور یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ شیطان کا تعلق سفلی ہے

انسان کو دو ہاتھوں سے پیدا کرنے میں اشارہ

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ ۸۰ ۸۱ ۸۲

کہا تو تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت دی گئی اس دن تک جس کا وقت معلوم ہے۔ کہا تو تیری عزت کی قسم میں ان سب کو

اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ ۘ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ لَاَمْلَئَنَّ ۸۳ ۸۴ ۸۵

گمراہ کروں گا۔ سوائے تیرے بندوں کے جو ان میں سے خالص کئے گئے ہیں۔ کہا تو حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں میں ضرور جہنم کو

جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَاۤ ۸۶

تجھ سے اور ان سب سے جو تیری پیروی کریں بھر دوں گا۔ کہو میں تم سے اس پر اجر نہیں مانگتا اور میں

اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝ ۸۷ ۸۸

بناوٹ کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں ۲۹۶۱ یہ صرف جہانوں کے لئے بزرگی کا موجب ہے اور تم یقیناً اس کی خبر کو ایک وقت کے بعد جان لو گے

حیوانی خواہشات سے ہے نہ اعلیٰ یا ملکوتی صفات سے +

کلف ۔ کُلفۃ
تکلُّف

۲۹۶۱ متکلّف ۔ کَلَف ۔ اصل میں وہ چیز ہے جو چہرہ پر ظاہر ہو جاتی ہے جیسے تل۔ اور کَلَف اور کُلْفَۃ سرخی اور سیاہی ملی ہوئی یا سیاہی ہے جو چہرہ پر ظاہر ہو جائے اور جلد کے رنگ کو بدل دے (ل) اور تکلّف وہ ہے جسے انسان کرے دکھاوا کہ اس کے چہرہ پر کَلَف کا اظہار ہو اور اس کے ساتھ اس کے کرنے میں اسے مشقت بھی کرنی پڑے پھر کُلفۃ عرف میں مشقت کا نام ہو گیا ہے اور تکلف ہر کام ہے جو مشقت سے یا بناوٹ سے کیا جائے اس لئے تکلف دو طرح پر ہے ایک قابل تعریف اور وہ یہ ہے کہ انسان اس کا قصد کرے اور اس کی غرض یہ ہو کہ وہ امر اس پر آسان ہو جائے اور اس سے اسکو محبت پیدا ہو جائے اسی لحاظ سے تکلیف کا استعمال عبادات میں ہے اور دوسرا یہ ہے کہ انسان دوسروں کو دکھانے کے لئے اس کا قصد کرے اور اسی معنی میں یہاں متکلف ہے اور حدیث میں بھی ہے انا واتقیاء امتی برآء من التکلف میں اور میری امت کے متقی تکلف سے بیزار ہیں +

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَثَمَانُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۲ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ

کتاب کا اتارنا اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے۔ ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے سو اللہ کی اس کے

رکوع ۱ — ۱۵ — اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کی ضرورت

۳ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ

وقف لازم

لئے فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے عبادت کر دیکھو خالص فرمانبرداری اللہ کے لئے ہی ہے اور جو لوگ اس کے سوائے ولی بناتے ہیں (کہتے ہیں کہ) ہم انکی عبادت

اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۥ اِنَّ اللّٰهَ

نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ مقرب بنا دیں ہمیں اللہ کے نزدیک دیں۔ اللہ انکے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اللہ اسے

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝

منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا جو جھوٹا ناشکر گذار ہے ۲۸۶۲

نام — اس سورت کا نام الزمر ہے اور اس میں آٹھ رکوع اور ۷۵ آیات ہیں سورت کا نام دو گروہوں یعنی مومنوں اور کافروں کے گروہوں سے لیا گیا ہے جن کا ذکر اس سورت میں ہے۔

خلاصہ مضمون — پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ضرورت بیان کی ہے دوسرے میں فرمانبرداری کرنیوالوں کے اجر اور نافرمانوں کی سزا کا مقابلہ کیا ہے تیسرے میں فرمانبرداری اور نافرمانی کے نتائج بتائے ہیں۔ چوتھے میں نافرمانوں کی سزا کا ذکر ہے۔ پانچویں میں یہ کہ وہ سزا ٹل نہیں سکتی۔ چھٹے میں رحمت الٰہی کی وسعت کو بیان کرکے کہ وہ سب گناہ بخشنے کو تیار ہے ساتویں میں حساب کتاب اور آٹھویں میں ہر دو فریق کے آخری ٹھکانے کا ذکر ہے۔

تعلق اور زمانہ نزول — پچھلی سورت میں مومنوں کو بتایا تھا کہ کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ مصائب کو برداشت کریں اور ان میں صدق دکھائیں اب یہاں ان دونوں گروہوں کا مفصل ذکر کیا ہے یعنی ایک وہ گروہ جو حق کو پھیلانے کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ اور دوسرا وہ جو حق کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس کی مخالفت پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ زمانہ نزول وہی ہے جو اس مجموعہ کی باقی سورتوں کا۔

نیکی فرائض انسانی میں داخل ہے۔ — ۲۸۶۲ لله الدين الخالص حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے مال لوگوں کو دیتے ہیں تاکہ ہماری شہرت ہو اور تاکہ ہمیں اجر ملے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا سوائے اس کے جو خالص اس کے لئے ہو۔ پس یہاں سکھایا ہے کہ نیکی کرنا محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو نہ اس لئے کہ اس پر کچھ اجر ملیگا اور اللہ کے لئے ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسے اپنا فرض سمجھ کر کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے ذمے رکھا ہے۔ نیکی کرنا درحقیقت فرائض انسانی میں سے ایک فرض ہے اور یہ دین اسلام کی سب سے پہلی تعلیم ہے۔ یہی توحید کامل

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ ۴

اگر اللہ چاہتا کہ بیٹا بنائے تو وہ اس سے جو پیدا کرتا رہتا ہے جسے چاہتا چن لیتا بے عیب ذات ہے وہ اللہ

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ ۵

اکیلا سب کے اوپر ہے ۲۸۶۳ اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا وہ رات کو دن پر لپیٹتا رہتا ہے اور

يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ

دن کو رات پر لپیٹتا رہتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے ہر ایک ایک وقت مقرر کے لئے چلتا ہے دیکھو وہ غالب

الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ۶

بخشنے والا ہے ۲۸۶۴ تمہیں ایک ہی اصل سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لئے چارپایوں سے آٹھ جوڑے

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ

جوڑے کرکے اتارے وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے پیدائش کے بعد پیدائش

غیر اللہ کی عبادت سے اللہ کا قرب نہیں مل سکتا

ہے اور کسی اور غرض کو مد نظر رکھ کر کام کرنا شرک کا ایک باریک پہلو ہے اسی لئے اس کے ساتھ ہی غیر اللہ کی عبادت کا ذکر کیا جو موٹی قسم شرک کی ہے اور بتایا کہ بت پرست بھی یہی عذر کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بت پرستی کرتے ہیں۔ یہ عذر بہت سے پیر پرستوں کا بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پیروں کی وساطت سے ہمیں خدا کے دربار میں رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض بت پرست یہ کہتے ہیں کہ ہم صرف تصور جمانے کی خاطر بتوں کو سامنے رکھتے ہیں درحقیقت ان سب باتوں کا ماحصل وہی ہے جو قرآن کریم نے بیان کیا باطل پرستی کبھی حق پرستی تک نہیں پہنچا سکتی +

عقیدہ ابنیت

۲۸۶۳ یہاں عیسائی عقیدہ کی تردید کی ہے کیونکہ سب سے بڑا شرک یہی ہے عیسائی باپ بیٹے اور روح القدس کی ایک ذات کے تین اقنوم قرار دیتے ہیں۔ سبحانہ الواحد۔ القہار کہکر بتایا کہ یہ تو ہو سکتا ہی نہیں اور لو اراد اللہ اس لئے فرمایا کہ ارادہ الٰہی تو کسی ضرورت پر ظہور پذیر ہوتا ہے اگر جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں فی الواقع یہ ضرورت بھی ہوتی کہ خدا کا کوئی بیٹا ہو۔ تو پھر بھی اس کی ذات میں شرکت ہو سکتا تھا بلکہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بیٹا بنانے کے لئے چن لیتا اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں جو پہلے انبیاء سے ہوا اگر کہیں بیٹے کا لفظ آیا ہے تو محض اس معنی سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے اندر لے لیتے ہیں۔ وہ ایک گونہ مشابہت داللہ کی ذات اس لفظ کے عام معنی میں مشابہت اور مماثلت سے پاک ہے) اللہ تعالیٰ سے پیدا کر لیتے ہیں اور یوں مجاز کے طور پر نہ حقیقت کے رنگ میں ان پر بیٹے کا لفظ بولا جا سکتا ہے +

ابن اللہ کا استعمال پہلی کتابوں میں

تکویر

۲۸۶۴ یکور۔ کور۔ ایک چیز کا لپیٹنا اور اس کے بعض کا بعض سے ملانا ہے جیسے پگڑی کا سر پر لپیٹنا اور رات اور دن کی تکویر میں ان کی کمی بیشی کی طرف اشارہ ہے۔ (غ)

۷ فِي ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى تُصْرَفُونَ ۝ إِنْ تَكْفُرُوا

تین اندھیروں میں یہ اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہت ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں تم کس طرح پھرجاتے ہو ۲۸۶۶ اگر تم ناشکری

فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ

تو اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرتا ہے اور کوئی

وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

بوجھ اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ پھر تمہارے رب کی طرف تمہارا لوٹ کرجانا ہے پس وہ تمہیں اسکی خبر دیگا جو تم کرتے تھے وہ سینوں کی باتوں کو جاننے

۸ الصُّدُورِ ۝ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً

والا ہے اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے وہ اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتا ہوا پکارتا ہے پھر جب اسے اپنی طرف سے نعمت عطا

مِنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ

کرتا ہے اسے بھول جاتا ہے جس کے لئے (اسے) پہلے پکارتا تھا۔ اور اللہ کے لئے ہمسر بناتا ہے تاکہ اس کے رستے سے (لوگوں کو) گمراہ کرے

۹ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ ۝ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ

کہو اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اٹھالے کیونکہ تو آگ والوں میں سے ہے کیا وہ جو رات کے وقتوں میں

اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ

سجدے کرکے اور کھڑا ہو کر فرمانبرداری کرنے والا ہے آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے کہو کیا وہ برابر ہیں جو

۱۰ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبٰبِ ۝ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا

جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے صرف خالص عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں کہو اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے رب کا

فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا مقابلہ۔

رَبَّكُمْ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُونَ

تقویٰ کرو جو لوگ بھلائی کرتے ہیں انکے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے صابروں کو ان کا اجر

چارپایوں کا اتارنا

۲۸۶۵ انزل لکم من الانعام۔ صاف بتاتا ہے کہ انزال کے معنی لازماً اوپر سے اتارنا نہیں بلکہ ایک شے کے اسباب مہیا کرنا ہیں۔ دیکھو ۲۴ اور یہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ نے چارپایوں کو جنت میں پیدا کیا پھر وہاں سے اتارا۔ صحیح نہیں (ر)

تین اندھیرے

۲۸۶۶ اور تین اندھیروں سے مراد پیٹ، رحم اور مشیمہ کے پردے لئے گئے ہیں اور بعض نے پیٹھ اور پیٹ اور رحم کی ظلمت مراد لی ہے (ر) مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری پہلی پیدائش بھی تمہاری نظروں سے مخفی تیار ہوتی ہے تو دوسری پیدائش اگر تمہاری نظروں سے مخفی ہو تو تعجب کیوں کرتے ہو

أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ۝ وَأُمِرْتُ ۱۱ ۱۲

مزدد بے حساب ملے گا ۲۸۶۶ کہو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت اسکے لئے فرمانبرداری کو خالص کرتا ہوا کروں اور مجھے حکم دیا گیا ہے

لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلِ اللَّهَ ۱۳ ۱۴

کہ میں سب سے بڑھ کر فرمانبردار بنوں کہو اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں ۲۸۶۷ کہو میں اللہ

أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِينِي ۝ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُم مِّن دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ ۱۵

کی ہی اس کے لئے اپنی فرمانبرداری کو خالص کرتا ہوا عبادت کرتا ہوں تو تم اسکے سوائے جسکی چاہو عبادت کرو کہو گھاٹے میں رہنے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنا آپ

وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ لَهُم مِّن فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ ۱۶

آپ کو اور اپنے اہل کو گھاٹے میں رکھا دیکھو یہی کھلا گھاٹا ہے۔ انکے لئے ان کے اوپر آگ کے سائبان ہونگے اور

مِن تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ ۚ يَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ ۝ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ ۱۷

ان کے نیچے (ایسے ہی) سائبان۔ اسکے ساتھ اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اے میرے بندو تم میرا تقویٰ اختیار کرو ۲۸۶۸ اور وہ لوگ جو طاغوت سے بچتے ہیں

أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ ۱۸

کہ اس کی عبادت کریں اور اللہ کیطرف جھکتے ہیں انکے لئے خوشخبری ہے سو میرے بندوں کو خوشخبری دو جو بات کو سنتے ہیں پھر اس کی اچھی بات کی پیروی

أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۱۹

کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی خالص عقل والے ہیں ۲۸۶۹ تو کیا وہ جس پر عذاب کا فتویٰ سچ ثابت ہو

۲۸۶۶ یٰعبادی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکایتاً قول ہے کہ یہاں نیکی کرنیوالوں کو یہیں دنیا میں بھلائی کا وعدہ دیا ہے اور ارض اللہ واسعۃ میں یہ اشارہ ہے کہ ایک جگہ حق کے قبول کرنے سے روکا جاتا ہے تو دوسری جگہ چلے جاؤ اور یہ ہجرت کی طرف اشارہ ہے اور صابر کے لفظ میں بھی صاف بتا دیا کہ اللہ کی راہ میں بڑے بڑے دکھ بھی اٹھانے پڑیں گے۔ مگر آخر کار کامیابی ہے +

۲۸۶۷ اس میں بتایا کہ سکھ صرف فرمانبرداری سے ملتا ہے اگر سید البشر کے منہ سے بھی یہ لفظ کہلوائے گئے ہیں تو آج مسلمان اللہ تعالیٰ کے قوانین کی نافرمانی کر کے کس طرح سکھ کے امیدوار ہو سکتے ہیں اول المسلمین میں اور یہاں اصل الاصول یہ ہے کہ قانون الٰہی کی کامل فرمانبرداری ہو

۲۸۶۸ گویا آگ ہی اوپر ہوگی اور آگ ہی نیچے یعنی چاروں طرف سے احاطے کئے ہوئے اس سے بھی معلوم ہوا کہ دوزخ میں مکان کی کیفیت وہ نہیں جو یہاں ہے +

۲۸۶۹ یا تو قول عام ہے اور مطلب یہ ہے کہ بری باتوں کے پیچھے نہیں لگتے اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں اور یا قول سے مراد قرآن کریم ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس میں اگر بدلہ لینے کی اجازت ہے تو اس سے بہتر یہ بھی ہے کہ عفو کیا جائے پس وہ اعلیٰ درجہ کی باتوں کی پیروی کرتے ہیں

۲۰ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَبْنِيَّةٌ

سو کیا تو اسے بچا سکتا ہے جو آگ میں جا رہا ہے عـ۲۸۷۰ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کیلئے بلند مقامات ہیں جن کے اوپر اور بلند مقامات بنے ہوئے ہیں عـ۲۸۷۱

۲۱ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

انکے نیچے نہریں بہتی ہیں اللہ کا وعدہ ہے اللہ وعدے کا خلاف نہیں کرتا کیا تو غور نہیں کرتا کہ اللہ آسمان سے پانی اتارتا

مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا

ہے۔ پھر اسے چشمے بنا کر زمین میں چلاتا ہے۔ پھر اسکے ساتھ کھیتی اگاتا ہے جس کے مختلف رنگ ہیں۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تب تو اسے زرد دیکھتا ہے

ع ۳ / ۱۰ / ۱۷

فرمانبرداری اور نافرمانی کے نتائج

۲۲ ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ

پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔ اس میں یقیناً خالص عقل والوں کے لئے نصیحت ہے عـ۲۸۷۲ بھلا جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے

لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِنْ رَبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

کھول دیا۔ سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہے سو ان کے لئے افسوس جنکے دل اللہ کے ذکر کے مقابلہ میں سخت ہیں۔ وہ کھلی گمراہی میں ہیں عـ۲۸۷۳

عـ۲۸۷۰ یعنی جو آگ کی طرف چلا جا رہا ہے پیغمبر اسے جبراً نہیں بچا سکتا +

جنت کی غیر متناہی ترقی

عـ۲۸۷۱ اس میں اشارہ جنت کی ترقیات غیر متناہی کی طرف ہے کتنے بھی بلند مقام پر پہنچ جائیں اس سے آگے اور بلند مقامات ہونگے

ھاج

عـ۲۸۷۲ یھیج۔ ھاج (مصدر ھیجان) ایک چیز ضرر یا مشقت کی وجہ سے اٹھی اور ھَیَّجَہ اسے اٹھایا یا اکسایا اور سبزی کے متعلق ھاج کہا جاتا ہے جب وہ خشک ہو جائے اور زرد پڑ جائے اور زمین کو بھی ھائجۃ کہا جاتا ہے جبکی سبزی زرد پڑ جائے (ل)

حَطم حُطَمة — حُطام

حطام حَطْم ھَشْم کی طرح کسی چیز کا توڑنا ہے لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ (النمل ۲۷-۱۸) اور حُطَمَۃ دوزخ کا نام ہے لینبذن فی الحطمۃ (الھمزۃ ۱۰۴-۴) اور حُطام وہ ہے جو خشک ہو کر چورا چورا ہو جائے (غ)

قاسیة — قَسْوة

عـ۲۸۷۳ قاسیۃ۔ قسوۃ ہر چیز میں صلابت یا سختی کو کہتے ہیں اور زمین کو قاسیۃ کہا جاتا ہے جب اس میں کوئی سبزی نہ اگتی ہو اور رات کو قاسیۃ کہا جاتا ہے جب سخت تاریک ہو اور دل کی قَسْوَۃ یہ ہے کہ رحمت اور نرمی اور خشوع اس سے جاتے رہیں (ل)

مِن

من ذکر اللہ ۔ مِن یہاں یا بمعنی عن ہے اور یا تعلیل کے لئے یعنی اللہ کے ذکر کی وجہ سے گویا جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں (مغنی)

اقشعرار

عـ۲۸۷۴ تقشعر۔ قُشَعْرِیرۃ کانپنے کو کہتے ہیں اور اِقْشَعَرَّ جِلْدُ الرجل یعنی اس کا چمڑا یا بدن کانپ اٹھا اور حدیث عمرؓ میں ہے کہ ہند نے انہیں کہا جب ابو سفیان کو درہ سے مارا لرُبَّ یوم لو ضربتہ لاقشعر بطنُ مکۃ بہت وقت ایسے گذرے ہیں کہ اگر تو اسے مارتا تو وادی مکہ کانپ اٹھتی (ل) پس اقشعرار سے مراد لازماً یہ نہیں کہ انسان سچ مچ کانپنے لگے بلکہ ایک خوف اور رعب کی حالت کا طاری ہو جانا بھی اقشعرار ہے +

قرآن کے متشابہ اور مثانی ہونے سے مراد

یہاں قرآن کو احسن الحدیث فرمایا گویا دنیا میں کوئی کلام اس سے بہتر نہیں اور پھر اسے متشابہ کہا ہے جس کے لئے دیکھو ۳۲۵ اور یہاں کل کتاب کو متشابہ کہا ہے اس لحاظ سے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کی مثل ہے یعنی ایک دوسرے کے مؤید ہے یا مراد صحت معنی اور

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۲۳

اللہ نے بہترین کلام اتاری ہے (یعنی) کتاب جو ایک سی ہے (اور) دہرائی جاتی ہے اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے بدن اور انکے دل اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اس کے ساتھ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرائے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْۗءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۲۴

کیا۲۸۷۵ بھلا وہ جو اپنے منہ کے ساتھ برے عذاب سے قیامت کے دن بچاؤ کرتا ہے اور ظالموں سے کہا جائیگا چکھو جو تم کماتے تھے

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ ۲۵

انہوں نے جو ان سے پہلے تھے جھٹلایا سو ان پر

احکام اور مبنی علی الحق ہونے میں تشابہ ہے اور اسے مثانی کہا ہے جس کے لئے دیکھو ۱۷۱ یعنی اس کے فوائد بار بار اور از سر نو تازہ ہوتے رہتے ہیں۔ یا اس لئے کہ اسے تلاوت میں دہرایا جاتا ہے۔ یا اس لئے کہ اس میں اصول دین کی ضروری باتوں کو بار بار بیان کیا گیا ہے ✤

اس سے خشیۃ اللہ رکھنے والوں کے چمڑے کانپ اٹھتے ہیں پھر انکے چمڑے نرم ہو جاتے ہیں۔ کانپنا اور نرمی دونوں بلحاظ معنی ہیں یعنی ایسی کیفیت انکے اندر پیدا ہو جاتی ہے جیسا کانپنے والے کے اندر، اور جیسے اسکے اندر جس کا چمڑا نرم ہو۔ یعنی وہ مرعوب ہو اور بات اس کے اندر اثر کر جائے وقیل ھو تصویر للخوف بذکو اثارہ وتشبیہ حالۃ بحالۃ (ر) اور بعض نے کہا ہے کہ عذاب کے ذکر پر کانپ اٹھتے ہیں اور رحمت کے ذکر پر نرم ہو جاتے ہیں مگر اصل غرض صرف یہ ہے کہ کلام اللہ کی عظمت کا انکے دلوں پر رعب ہوتا ہے اور وہ ان کے اندر اثر کرتی ہے اور اگر ظاہر الفاظ کو بھی لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عظمت کلام اللہ کے سامنے واقعی انسان کانپ اٹھے لیکن بیہوش ہو جانا یا تواجد کرنے لگنا یہ بناوٹ کی بدعات ہیں عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی اسماء سے کہا کہ بعض لوگ قرآن کریم کو سنکر بیہوش ہو جاتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا اعوذ باللہ تعالیٰ من الشیطان اور حضرت ابن زبیر سے ایسی ہی روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے ایسے لوگوں کا ذکر کیا کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو کانپنے لگتے اور بیہوش ہو جاتے تو آپ نے فرمایا ان کے ساتھ مت بیٹھ میں نے رسول اللہ صلعم کو قرآن پڑھتے دیکھا ہے اور ابوبکر و عمر کو بھی اور ان پر یہ حالت طاری نہ ہوتی تھی تو یہ لوگ ان سے زیادہ خشیۃ اللہ نہیں رکھتے اور ابن عمر سے ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو قرآن سنکر گر پڑا تو آپ نے فرمایا ہم تو نہیں گرتے ان لوگوں کے اندر شیطان گھس گیا ہے مگر تعجب ان لوگوں پر ہے جو معمولی انسان کے کلام کو سن کر وجد کرنے لگتے اور بیہوش ہو جاتے ہیں۔ صحابہ نے جس بات کو قرآن کریم کیلئے بھی جائز نہیں سمجھا وہ غیر اللہ کے کلام کے سامنے وہ حالت بناتے ہیں ✤

قرآن یا کسی اور کلام کو سنکر اپنے آپ کو بیہوش بنالینا یا تواجد کرنے لگنا ناجائز ہے۔

اِتَّقٰی

۲۸۷۵ یتقی بوجھہ۔ اِتَّقَى فلانٌ بکذا سے مراد ہوتی ہے کہ اسے اپنے نفس کے لئے حفاظت کی سپر بنایا اور یہاں اس عذاب کی شدت پر تنبیہ ہے جو انہیں پہنچے گا۔ گویا قیامت کے دن کے عذاب سے جس چیز کو وہ اپنے لئے بطور ڈھال بنائیں گے وہ ان کے مونہہ ہونگے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا فرمایا وتغشی وجوھھم النار (ابراھیم ۱۴ – ۵۰) یا یوم یسحبون فی النار علی وجوھھم (القمر ۵۴ – ۴۸) (غ) وجہ چونکہ اشرف اعضاء ہے اس لئے مطلب یہ ہے کہ اشرف ترین مقام پر بدترین عذاب ہوگا ✤

۲۶ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ

ایسی جگہ سے عذاب آیا جس کی انہیں کوئی خبر نہ تھی۔ سو اللہ نے انہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزا چکھایا اور آخرت کا

۲۷ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ

وقف لازم

عذاب بڑا ہے کاش وہ جانتے اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ

۲۸ ۲۹ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ

نصیحت حاصل کریں قرآن عربی جس میں ٹیڑھا پن نہیں تاکہ وہ بچیں اللہ مثال بیان کرتا ہے ایک آدمی ہے جس میں کئی مالک ایک

مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

دوسرے سے جھگڑنے والے شریک ہیں۔ اور ایک آدمی جو پورے طور پر ایک آدمی کا نوکر ہے کیا ان دونوں کی حالت برابر ہے سب تعریف اللہ کے لئے ہے بلکہ ان میں سے

۳۰ ۳۱ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝ ع

اکثر نہیں جانتے ۲۸۷۶ تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں پھر تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو گے۔

۳۲ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

مجرموں کی سزا

سو اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بولتا ہے اور سچائی کو جھٹلاتا ہے جب وہ اس کے پاس آتی ہے کیا جہنم میں

۳۳ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

کافروں کا ٹھکانا نہیں اور وہ جو سچائی کو لایا اور اس کی تصدیق کرتا ہے یہی متقی ہیں ۲۸۷۷

شکس | متشاکس

۲۸۷۶ متشاکون۔ شکس (اور شرس) بدخلق کو کہتے ہیں اور یہاں مراد ہے اپنی بدخلقی کی وجہ سے باہم جھگڑنے والے (غ) اور کہا گیا ہے کہ جو لین دین وغیرہ میں بدخلق ہو اسے شکس کہا جاتا ہے اور تشاکس کے معنی ہیں ایک دوسرے کے مخالف ہوئے اور یہاں مراد ایک دوسرے کے مقابل کھڑا ہونے والے ہیں۔ اور تفسیر اس مثال کی یہ ہے کہ ایک شخص موحد ہے جو ایک ہی خدا کا پرستار ہے اور ایک کئی معبودوں کا پرستار ہے (ل)

سَلَم

سلما۔ سَلِمَ فُلَانٌ لفلانٍ وہ اس کے لئے خالص ہوا۔ (ل)

موحد اور مشرک کی مثال

موحد یا ایک خدا کے پرستار کے سامنے صرف ایک ہی بات ہوتی ہے یعنی اپنے ہر کام میں خدا کی خوشنودی کو مد نظر رکھنا لیکن بہت معبودوں کا پرستار یا بہت لوگوں کی رضا کا طالب یا اپنی حرص و ہوا کا تبع کبھی ایک طرف جاتا ہے کبھی دوسری طرف۔

۲۸۷۷ پہلی آیت میں اللہ پر جھوٹ بولنے والے اور سچائی کو جھٹلانے والے گروہ کا ذکر ہے اس میں سچائی کے لانے والے اور سچائی کی تصدیق کرنے والے گروہ کا۔ اللہ پر جھوٹ بولنا مشرکانہ عقاید کی ترویج ہے جیسے۔۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور یا بت ہمارے شفیع اور کارساز ہیں اور پھر اس غلطی پر دوسری غلطی یہ کہ حق کی مخالفت کرتے ہیں اور سچائی لانے والے اور تمام پہلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والے تو نبی کریم صلعم ہیں اور پھر آپ کا ہر تبع اس ذیل میں آجاتا ہے+

لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي ۳۴ ۳۵

انکے لئے اپنے رب کے پاس ہے جو کچھ وہ چاہیں۔ یہ نیکی کرنیوالوں کا بدلہ ہے۔ تاکہ اللہ اُن سے وہ بہت بری بات دور کردے جو

عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۳۶

انہوں نے کی ہو اور بدلہ میں انہیں انکا اجر بہترین اس بات کے لئے دے جو وہ کرتے تھے کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں

وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ وَمَنْ ۳۷

اور تجھے اُن سے ڈراتے ہیں جو اس کے سواتے ہیں اور جسے اللہ گمراہ ٹھیرائے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ۲۸۷۸ اور جسے

يَهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ ۳۸

اللہ ہدایت دے تو اسے کوئی گمراہ کرنیوالا نہیں کیا اللہ غالب سزا دینے والا نہیں اور اگر تو ان سے پوچھے کہ

مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ

کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ تو کہیں گے اللہ نے۔ کہو تو کیا تم نے غور کیا کہ وہ جنہیں تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو

إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ

اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو کیا وہ اس کی (بھیجی ہوئی) تکلیف کو دور کرسکتے ہیں یا اگر وہ مجھ پر رحم کرنا چاہے تو کیا وہ اسکے رحم کو

رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۳۹

روک سکتے ہیں۔ کہو اللہ میرے لئے بس ہے بھروسہ رکھنے والے اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ کہو اے میری قوم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو

إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ ۴۰

میں بھی عمل کرنیوالا ہوں سو تم جان لوگے کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے اور اس پر باقی رہنے والا عذاب

مُقِيمٌ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهِ ۴۱

نازل ہوتا ہے ۲۸۷۹ ہم نے تجھ پر لوگوں (کی بھلائی) کے لئے حق کیساتھ کتاب اتاری ہے سو جو کوئی سیدھی راہ پر چلتا ہے تو وہ اپنی جان (کے فائدے) کیلئے ہے

۲۸۷۸ مشرکین عرب خود توہم پرست اور بزدل تھے ان کا اعتقاد یہ تھا کہ بت نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں اور وہ نبی کریم صلعم کو بھی ڈرتے ہونگے جیسا مفسرین نے لکھا ہے مگر یہاں بالذین من دونہ سے جس سے مراد اُنکے بڑے بڑے سردار ہیں جو آپ کے خلاف منصوبے کرتے تھے اسکے جواب میں فرمایا کہ ان کے تمام منصوبوں اور کوششوں سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بچانے کے لئے کافی ہے

۲۸۷۹ پہلے عذاب (یعنی رسوا کرنے والے عذاب) میں اشارہ عذاب دنیوی کی طرف ہے اور عذاب مقیم دوزخ کا عذاب ہے (م) اس سے معلوم

ع ۵ (۱۱) ۲

سزا ٹل نہیں سکتی

۴۲ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ۝ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ

اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اسکے گمراہ ہونے کا وبال اسی پر ہے اور تو ان کا ذمہ دار نہیں اللہ جانوں کو (دو طرح پر) قبض کرتا ہے

حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۚ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ

ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں پھر انہیں روک رکھتا ہے جن پر موت کا حکم کیا ہوتا ہے

وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور دوسری (جانوں) کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ یقیناً اس میں ان کے لئے نشان ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں ۲۸۸۰

ہوگا کہ قرآن کریم نے شروع ہی آنحضرت صلعم کے مخالفین کو صفائی سے بتا دیا تھا کہ ان پر اسی دنیا میں عذاب ذلت آئیگا +

نوم۔منام

۲۸۸۰ منام۔ نوم کی تفسیر کئی طرح پر کی گئی ہے اور وہ سب مختلف نظروں سے صحیح ہیں کہا گیا ہے کہ وہ دماغ کے اعصاب کا ڈھیلا پڑجانا ہے بخارات کی رطوبتوں سے جو اس کی طرف چڑھتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر موت نفس کو قبض کرے۔ اور کہا گیا ہے کہ نوم موت خفیف ہے اور موت نوم ثقیل ہے اور منام اور نوم کے ایک ہی معنی ہیں۔ اور نَامَتِ السُّوْقُ یا بازار سو گیا کے معنی ہیں تجارت ٹھنڈی پڑ گئی۔ نام الثوب کے معنے ہیں کپڑا پرانا ہو گیا اور یہ معنی بلحاظ تشبیہ ہیں۔ (غ)

توفی نفس سے مراد

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا توفی نفس یا قبض روح کا قانون بیان فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ توفی نفس دو وقتوں میں ہوتا ہے ایک موت کے وقت اور ایک نیند میں یہ آیت اس بات کے لئے فیصلہ کن ہے کہ توفی میں وہ چیز جو اللہ تعالیٰ لیتا ہے کیا ہے یہاں توفی کا مفعول انفس ہے جو نفس کی جمع ہے اور نفس کے معنی حسب ذیل ہیں۔ روح حیوانی نفس ناطقہ۔ سارا انسان دیکھو ۵۹۸ توفی میں ان میں سے کونسی چیز لی جاتی ہے ظاہر ہے کہ سارا انسان نہیں لیا جاتا کیونکہ نیند اور موت دونوں میں جسم یہیں رہ جاتا ہے۔ اور کبھی بھی اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر کہیں اور نہیں لے جاتا۔ پس سارا انسان اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ جائے تو اس پر لفظ توفی نہیں بولا جائیگا۔ اور جب کسی کے متعلق لفظ توفی بولا جائیگا تو یہ اس کا لازم نتیجہ ہوگا کہ اس کا جسم نہیں لیا گیا۔ آیا روح حیوانی لی جاتی ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ نیند میں روح حیوانی انسان کے اندر موجود ہوتی ہے اور موت میں نہیں اس لئے توفی نفس سے مراد روح حیوانی کا لیا جانا بھی نہیں باقی صرف ایک صورت رہ جاتی ہے یعنی یہ کہ نفس ناطقہ یا وہ چیز جس سے عقل و تمیز ہے لی جائے اور یہی صحیح ہے۔ اور اس پر کئی دلائل ہیں اول یہ کہ توفی کا لفظ صرف انسان پر بولا جاتا ہے دوسرے جانداروں پر نہیں اگر روح حیوانی کا لیا جانا مراد ہوتا تو یہی لفظ دوسرے جانداروں پر بھی بولا جاتا۔ دوسرے یہ کہ نیند اور موت دونوں میں جو چیز لی جاتی ہے وہ تمیز یا عقل انسانی ہی ہے اور کوئی چیز نہیں جو دونوں میں مشترک طور پر لی جاتی ہو تیسرے جس غرض کے لئے توفی نفس ہوتی ہے وہ جزا و سزائے اعمال ہے اور اعمال کے کرنے میں گو جسم اور روح حیوانی شریک ہوتے ہیں مگر اعمال کی ذمہ داری اور ان کا احساس تمیز یا عقل انسانی سے ہی پیدا ہوتا ہے اس لئے وہی چیز لی جانی چاہئے جس پر اصل ذمہ داری عاید ہوتی ہے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ابن آدم میں ایک نفس ہے اور ایک روح اور ان دونوں کے درمیان سورج کی شعاع کا سا تعلق ہے اور نفس تو وہ ہے جس سے عقل اور تمیز ہے اور روح وہ ہے جس سے سانس لیتا اور حرکت کرتا ہے سو موت کے وقت یہ دونوں لئے جاتے ہیں اور نیند میں صرف نفس لیا جاتا ہے اور یہ نفس و روح میں فرق کے متعلق ایک قول ہے۔ اور بعض نے اسے اکثر کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ر د)

مردہ زندہ کر کے اس دنیا میں واپس نہیں بھیجی جاتی

ایک اور امر جو اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ جب ایک شخص پر موت وارد ہو جائے تو اسے زندہ کر کے اس دنیا میں نہیں بھیجا جاتا گو یہاں نفس ناطقہ کا ذکر ہے لیکن چونکہ روح کے واپس آنے کا لازمی نتیجہ نفس ناطقہ کا واپس آنا ہے اس لئے اگر نفس ناطقہ کو اللہ تعالیٰ

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ ۴۳

بلکہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر سفارشی بنا رکھے ہیں۔ کہو کیا گو وہ نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ۴۴

کہو سفارش سب اللہ کے اختیار میں ہے اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ ۴۵

اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب ان کا ذکر

الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ ۴۶

کیا جاتا ہے جو اس کے سوا ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں ۲۸۹۱ کہو اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنیوالے غائب اور حاضر

وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۴۷

کے جاننے والے تو اپنے بندوں میں اس بارے میں فیصلہ کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور اگر ان لوگوں کیلئے جو ظلم کرتے ہیں

مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ

وہ سب کچھ بھی ہو جو زمین میں ہے اور اسکے ساتھ اس کی مثل (اور ہو) تو اس کے ساتھ برے عذاب سے (بچنے کیلئے) قیامت کے دن فدیہ دینا

الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝

چاہیں گے۔ اور اللہ کی طرف سے ان کیلئے وہ ظاہر ہوگا جس کا انہیں گمان بھی نہ تھا

روک رکھتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ روح حیوانی بھی واپس نہیں آتی۔ اور منام کے لفظ میں غشی وغیرہ بھی آجاتے ہیں یعنی وہ تمام حالات جن میں عقل وتمیز واپس آجاتی ہے۔ لیکن موت کے بعد نفس ناطقہ کا اس جسم کی طرف واپس آنا قرآن کریم کی صراحت کی رو سے محال ہے +

اس آیت کا یہاں کیا تعلق ہے کہ موت اور نیند میں نفس انسانی کو لے لیا جاتا ہے اس کی غرض جزا و سزائے اعمال کی طرف توجہ دلانا ہے۔ جس کا بیان ذکر ہو رہا ہے اور بتانا یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو اعمال انسانی کی اصل محرک ہے لے لیتا ہے اور ان اعمال کی جزاو سزا لازمی طور پر اسے ملے گی +

شمئز۔ اشمأز

۲۸۹۱ اشمأزت۔ شمئز۔ تقبّض یعنی سکڑنا یا تنگ ہونا ہے اور نفس کا کسی چیز سے دور ہونا جسے وہ ناپسند کرتا ہے اور یہاں ترجمہ معنی نفرت کئے ہیں (ل)، اور دوسری جگہ ہے واذا ذکرت ربك فی القرآن وحدہ ولوا علی ادبارھم نفورا (بنی اسرائیل ۴۶) یہ تو کفار کا ذکر ہے مگر آج مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہے اپنے اپنے حلقہ میں جس شخص کو بڑا مانتے ہیں اس کا ذکر نہ آئے تو ان کے دل خوش نہیں ہوتے +

۴۸ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ فَاِذَا مَسَّ

اور ان کے لئے اس کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو وہ کماتے ہیں اور وہی انہیں آلے گا جس پر وہ ہنسی کرتے تھے ۲۸۸۲ سو جب انسان

۴۹ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ

کو تکلیف پہنچتی ہے ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت عطا کرتے ہیں کہتا ہے یہ مجھے (اپنے) علم سے ملی ہے۔ بلکہ

۵۰ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ

وہ آزمایش ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ۲۸۸۳ یہی (بات) انہوں نے کہی جو ان سے پہلے تھے تو وہ

۵۱ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

ان کے کچھ کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے سو انہیں اس کے بدنتائج پہنچ گئے جو وہ کماتے تھے۔ اور جو ان میں سے ظلم کرتے ہیں

۵۲ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ○ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا

انہیں اس کے بدنتائج پہنچ کر رہیں گے جو یہ کماتے ہیں اور وہ (خدا کو) عاجز کرنیوالے نہیں کیا یہ نہیں جانتے کہ

اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ ع

اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے۔ اور (جسکے لئے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو ایمان لاتے ہیں

ع ۱۱ / ۷
رحمت الٰہی کی وسعت

۵۳ قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ

کہو اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○

اللہ سبھی گناہ بخش دیتا ہے ہاں وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۲۸۸۴

۲۸۸۲ یہاں اشارہ عذاب دنیا کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور استہزا تو اسی پر زیادہ کرتے تھے اور عذاب اخروی کی طرف بھی

۲۸۸۳ علیٰ علم یعنی وجوہ کسب کے علم سے یہ چیز مجھے حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے اور اوتیتہ اور ھی فتنۃ میں ضمیر نعمت کی طرف ہی ہے پہلی جگہ بلحاظ معنی اور دوسری جگہ بلحاظ لفظ اور فتنۃ اسے اس لئے کہا کہ کھرے اور کھوٹے کے پرکھنے کا یہ ذریعہ ہے۔

رحمت الٰہی کی وسعت

۲۸۸۴ رحمت الٰہی کی وہ وسعت بے پایاں جسکو یہ آیت ظاہر کر رہی ہے دوسری کتابیں اس سے خالی ہیں اگر کوئی تھکے ماندوں کو آرام کی خوشخبری دیتا ہے تو قرآن تمام قسم کی خطاکاریوں اور زیادتیوں پر رحمت کی خوشخبری سناتا ہے کس قدر کمال تعلیم اسلامی کا ہے کہ رحمت الٰہی کا دروازہ تو اتنا وسیع کھولا مگر یہ نہیں کہ کفارہ کی طرح ساتھ ہی گناہ پر جرأت کا باب بھی وا کر دیا ہو بلکہ رجوع الی اللہ شرط رکھی ہے۔ جیسا کہ اگلی

وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ ۵۴

اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اسکی فرمانبرداری کرو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے پھر تمہیں مدد نہ ملے

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ۵۵

اور بہترین اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب سے تمہاری طرف اتاری گئی۔ قبل اس کے کہ تم پر ناگہاں عذاب

بَغْتَةً وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي ۵۶

آجائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس کہ میں نے اللہ کے امر میں

جَنبِ اللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ ۝ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنتُ مِنَ ۵۷

کمی کی اور یقیناً میں ہنسی کرنیوالوں میں سے تھا ۲۸۸۵ یا کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی

الْمُتَّقِينَ ۝ أَوْ تَقُولَ حِينَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ ۵۸

متقیوں میں سے ہوتا یا جب عذاب دیکھے تو کہے اگر میرے لئے لوٹ کر جانا ہو تو میں نیکی کرنیوالوں میں سے ہوں

بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ ۵۹

ہاں میری آیتیں تو تیرے پاس آئی تھیں پر تو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافروں میں سے تھا

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ ۶۰

اور قیامت کے دن تو ان لوگوں کو دیکھے گا جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا (کہ) انکے منہ کالے ہیں کیا

فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۝ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۶۱

متکبروں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں اور جو تقوی کرتے تھے اللہ انہیں انکی کامیابی کیساتھ نجات دیگا

اسلام کی تعلیم اعتدال بمقابلہ دیگر مذاہب

آیت میں صراحت سے بتا بھی دیا وانیبوا الی ربکم اس بارے میں افراط و تفریط کے دو پہلو ہیں۔ ایک عیسائی مذہب نے اختیار کیا ہے کہ جو شخص کفارہ پر ایمان لے آئے جو گناہ چاہے کرتا جائے اس پر کوئی مواخذہ نہیں اور دوسرا ہندو مذہب نے کہ جتنی مدت چاہے توبہ کرے اور گناہوں کی معافی کے لئے روئے مگر خدا معاف ہی نہیں کر سکتا۔ اسلام کی تعلیم افراط و تفریط کے درمیان ہے +

علیٰ۔ ما

۲۸۸۵ حسرتیٰ۔ اصل میں حسرتی ہے علیٰ تعلیلیہ ہے یعنی علت کے لئے اور ما مصدریہ۔ یعنی میری تفریط یا کوتاہی کی وجہ سے

جنب۔ ساخر

جنب کے اصل معنی پہلو ہیں اور یہاں مطلب اس کا امر اور اس کی حد ہے جو اس نے مقرر کر دی ہے (غ) ساخر بمعنے ہنسی کرنے والا

۶۲ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۚ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ

انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہونگے ۲۸۸۶ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے اور وہ ہر چیز پر

۶۳ شَیْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

خبرگیر ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانے اسی کے ہیں۔ اور جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

۶۴ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝

وہی نقصان اٹھانے والے ہیں ۲۸۸۷ کہو کیا اللہ کے سوائے دوسرے کی اے جاہلو تم مجھے کہتے ہو کہ میں عبادت کروں

ع ۷ / ۴

حساب کتاب

۶۵ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ

اور یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان کی طرف جو تجھ سے پہلے تھے اگر تو شرک کرے تو تیرا عمل یقیناً

۶۶ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝

برباد ہو جائیگا اور تو ضرور نقصان اٹھانیوالوں میں سے ہوگا۔ ۲۸۸۸ بلکہ اللہ کی ہی عبادت کر اور شکر کرنیوالوں میں سے ہو۔

۶۷ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے اور زمین سب قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی

وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ ۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہونگے وہ پاک ہے اور اس سے بلند ہے جو وہ شرک کرتے ہیں ۲۸۸۹

ب — ۲۸۸۶ بمفازتہم ۔ با ملابست کے ہے یعنی عذاب یا جہنم سے نجات کے ساتھ انہیں کامیابی کی اعلیٰ منزل پر بھی پہنچائے گا۔ مفازة کے لئے دیکھو ۵۸۲

مقالید — ۲۸۸۷ مقالید ۔ قلْد سے ہے اور قِلادة ہر وہ چیز ہے جو طوق بنائی جائے اور جو کسی چیز کا احاطہ کرے اور مقالید کے معنی ہیں وہ چیز جس کے ساتھ وہ آسمانوں اور زمین کا احاطہ کرتا ہے اور اس کے معنی خزائن یعنی خزانے اور مفاتیح یا کنجیاں بھی کئے گئے ہیں اور ان سب سے اشارہ ایک ہی معنی کی طرف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کا ان چیزوں کی حفاظت کرنا ہے (غ) اور بعض کے نزدیک مقالید جمع ہے جس کا واحد کوئی نہیں اور بعض نے اسے تقلید بمعنی التزام (یعنی دوسری چیز کے ساتھ لگا دینا) سے مقلید یا مقلاد کی جمع کہا ہے (م)

۲۸۸۸ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ بذریعہ وحی لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہے کہ شرک سے عمل حبط ہو جاتا ہے یعنی جس عمل میں جس قدر حصہ شرک کا ہوگا وہ انسان کے کسی کام نہیں آسکتا۔ اور ہو سکتا ہے کہ خطاب پہلے حصہ آیت میں خاص ہو اور دوسرے میں عام یا دونوں حصوں میں عام ہو۔

قبضة — ۲۸۸۹ قبضة کے لئے دیکھو ۲۰۹۶ محض حاصل کرنے کو بھی قبض کہا جاتا ہے اور راغب نے یہاں معنی کئے ہیں فی حَوْزِهٖ یعنی اس کی

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ۖ ۶۸

اور صور پھونکا جائیگا پس جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں بے ہوش ہو جائینگے ۔ سوائے اس کے جو اللہ چاہے

ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ۝ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ ۶۹

پھر وہ دوسری بار پھونکا جائیگا تب وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہونگے ع۲۸۹۰ اور زمین اپنے رب کے نور کے ساتھ

رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ

چمک اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائیگی۔ اور نبی اور شہید بلائے جائیں گے اور انکے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائیگا اور

لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ وَسِيقَ الَّذِينَ ۷۰ ۷۱

ع ۵ — ہر فریق کا آخری ٹھکانا

ان پر ظلم نہ کیا جائیگا ع۲۸۹۱ اور ہر نفس کو جو اس نے کیا ہی پورا دیا جائیگا اور وہ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ دوزخ کی

كَفَرُوا إِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتّٰى إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا

طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جائیں گے ۔ یہاں تک کہ جب وہ اسکے پاس پہنچ جائینگے اسکے دروازے کھول دیئے جائینگے اور اسکے چوکیدار ان کو کہینگے

أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ

کیا تم میں سے تمہارے پاس رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے

هٰذَا ۚ قَالُوا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِينَ ۝

تھے کہیں گے ہاں لیکن کافروں پر عذاب کا فتویٰ واجب ہوا ع۲۸۹۲

ملک ہوگی دوسرے کسی کا اس میں کوئی دخل نہ ہوگا۔ اور بعض نے قبض کو ملک اور تصرف سے مجاز قرار دیا ہے اور یمین کو قدرت تامہ سے (۳۸) اور مطوی کے لئے دیکھو ع۱۹۲۱ عظمت الٰہی کی طرف توجہ دلاتی ہے ؞

دو نفخے — ع۲۸۹۰ یہاں دو نفخوں کا ذکر ہے پہلا نفخہ وہ ہے جس سے صفحۂ زمین لپیٹ لیا جائیگا۔ دوسرا نفخہ وہ ہے جس سے حساب کتاب کے لئے سب انسانوں کو اٹھا کھڑا کیا جائیگا ؞

مخفی نتائج کا ظہور — ع۲۸۹۱ ارض سے مراد زمین محشر ہے (۳۸) یوم تبدل الارض غیر الارض (ابراہیم ۱۴ - ۴۸) اور اس زمین کا تباہ ہو جانا اور پہلے ظاہر ہی اور نور رب کے اسکے چمک اٹھنے میں ایک یہ اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نتائج جو آنکھوں سے مخفی تھے ظہور پذیر ہو جائیں گے۔ اور الکتب سے مراد یہاں حساب ہی جیسا کہ سدی سے مروی ہے اور بعض نے صحائف اعمال مراد لئے ہیں۔ اور نبیوں اور شہیدوں کا بلایا جانا اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ سابق ہیں اور اس لحاظ سے بھی کہ وہ اپنی امتوں پر گواہ ہیں۔ اور شہداء سے مراد یہاں امت محمدیہ کو بھی لیا گیا ہے اور یہ بہت موزوں ہے اسلئے کہ نبی بھی شہداء میں داخل ہیں مگر اس امت کا ذکر کرتے ہوئے خصوصیت سے فرمایا لتکونوا شہداء علی الناس (البقرۃ ۲ - ۱۴۳) اور دوسری امتوں کے صلحاء بھی اس میں داخل ہیں۔

سوق مساق — ع۲۸۹۲ سیق۔ سوق کے معنی ہانکے جانا ہیں۔ الیٰ ربک یومئذ المساق (القیٰمۃ ۷۵ - ۳۰) ایسا ہی ہے جیسا الیٰ ربک المنتہیٰ

۷۲ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَ

کہا جائیگا دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اسی میں رہو گے۔ سو متکبروں کا ٹھکانا کیا برا ہے اور

۷۳ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا

جنہوں نے اپنے رب کا تقویٰ کیا وہ بہشت کی طرف گروہ گروہ کر کے چلائے جائیں گے یہاں تک کہ جب اسکے پاس آئیں گے اور اسکے دروازے کھولدیئے جائینگے

۷۴ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ

اور اُس کے چوکیدار انہیں کہیں گے تم پر سلامتی ہو تم پاک ہو سو اس میں رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ

لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ

کیلئے ہے جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا۔ اور ہمیں زمین کا وارث بنایا ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں

الربع

۷۵ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ

سو عمل کرنیوالوں کا اجر کیا ہی اچھا ہے ۲۸۹۳ اور تو فرشتوں کو دیکھے گا عرش کے اردگرد احاطہ کئے ہوئے۔ اپنے رب کی حمد

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کیساتھ تسبیح کرتے ہونگے اور ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائیگا۔ اور کہا جائیگا سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا رب ہے

سُوق (الجمعۃ۔ ۲۹) اور سُوق بازار کو کہتے ہیں جہاں مال تجارت لے جایا جاتا ہے۔ جمع اسواق ہے مال ھٰذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق (الفرقان ۲۵ ۔ ۷) (غ) اور حدیث میں ہے یسوق الناس بعصاہ جو کنایہ ہے اس بات سے کہ وہ اس کے مطیع اور اس پر متفق ہونگے (ل)

زمرۃ زمرا۔ زمرا۔ زُمْرَۃ کی جمع ہے قلیل جماعت کو کہتے ہیں۔ (غ)

خازن خزنۃ - خازِن کی جمع ہے اور خازِن حفاظت کرنے والا ہے کسی بھید کی حفاظت ہو یا کسی اور چیز کی۔

جماعت جماعت کر کے لے جانے میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ الگ الگ مراتب کے لوگ علیحدہ علیحدہ گروہ ہونگے جیسا اہل جنت کی صفت میں حدیث میں ہے کہ پہلا گروہ جو میری امت میں سے جنت میں جائیگا بدر کی صورت پر ہوگا یعنی کاملین کا گروہ ہوگا۔ اسی طرح دوسرے گروہوں کا ذکر ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عذاب اتمام حجت کے بعد ہے +

۲۸۹۳ زمین کا وارث بنانے میں صاف اشارہ فتوحات ملکی کی طرف ہے اور اس طرف کہ جس زمین پر کفار اس وقت متصرف تھے وہ مومنوں کو دی جائے گی۔

سُورَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَّثَمَانُونَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

رکوع ۱

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ ۲

(اللہ) بے انتہا رحم والا ہے ۲۸۹۴ کتاب کا اتارنا اللہ غالب علم والے کی طرف سے ہے

اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں اور مومنوں کی حفاظت

نام

اس سورت کا نام المؤمن ہے اور اس میں نو رکوع اور پچاسی آیتیں ہیں سورت کا نام اس رجل مومن کے ذکر سے لیا گیا ہے جو فرعون کے سامنے حمایت حق کے لئے کھڑا ہو گیا اور اس سورت کا اصل مضمون بھی یہی ہے کہ رسول تو رسول مومنوں کو بھی جب وہ حمایت حق میں کھڑے ہو جائیں اللہ تعالیٰ اس دنیا میں نصرت دیتا ہے اور مخالفت حق کتنی بھی زبردست ہو یہ اللہ تعالیٰ کا قانون مستمرہ ہے کہ اس کا انجام ناکامی ہوتی ہے۔

خلاصہ مضمون

پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا ذکر کرکے بتایا کہ مومنین کی حفاظت کی جاتی ہے اور دوسرے رکوع میں اسی مضمون کو جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ مومنین کی حفاظت بھی بوجہ ان کے اعمال کے ہے اور اعمال کے نتائج کو ظاہر ہونے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی تیسرے، چوتھے اور پانچویں رکوع میں فرعون کے ذکر میں مخالفین حق کو تنبیہ کی ہے فرعون دنیوی طاقت کا نمایندہ ہے اور وہ اپنا پورا زور مخالفت میں صرف کرتا ہے مگر حق کو نابود نہیں کرسکتا بلکہ آخر کار خود نابود ہو جاتا ہے اسی اثنا میں یہ بھی بتایا کہ اسی کی قوم میں سے اس کا ناصح بھی پیدا ہوا۔ مگر دنیوی طاقت کے نشہ میں اس نے کسی چیز کی پروا نہ کی چھٹے رکوع میں کھلے الفاظ میں یہ وعدہ دیا کہ رسول اور مومن جو کوئی بھی حق کو لیکر نکلے اس کے ساتھ نصرت الٰہی کا وعدہ اس دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ اور ساتویں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر کرکے آٹھویں میں نشان کے آنے کو یقینی بتایا۔ اور نویں میں یہ بیان کرکے کہ بدی کی سزا کا قانون ہمیشہ سے دنیا میں کام کرتا آیا ہے۔ سورت کو ختم کیا +

تعلق و زمانہ نزول

اس سورت سے لیکر چھیالیسویں سورت تک یعنی سات سورتوں کا یہ ایک مجموعہ ہے جو حٰم سے شروع ہوتا ہے اور اس لئے یہ آل حٰم کہلاتی ہیں۔ ان ساتوں سورتوں کا مضمون باہم ملتا جلتا ہے اور جس طرح پچھلے مجموعہ سور کا مضمون حق کی کامیابی ہے اس مجموعہ کا مضمون بھی یہی ہے ہاں یہاں زیادہ زور اعدا کی ناکامی پر دیا ہے۔ ان میں انبیاء کی تاریخ کا بہت کم ذکر ہے۔ اور جیسا کہ حٰم میں اشارہ ہے ان سب سورتوں میں یہ بتایا کہ دشمن باوجود اپنی طاقت و دولت اور دنیوی سامانوں کے غالب نہیں آسکتے۔ اور اہل حق کی نصرت یقینی ہے زمانہ نزول ان کا دوباتوں سے مکی زمانہ کا درمیانی حصہ معلوم ہوتا ہے ایک جیسا کہ ۲۹۲۱ میں دکھایا گیا ہے اس سے کہ ان سورتوں کے نزول سے پہلے انبیاء کے تذکرے نازل ہو چکے ہیں۔ اور یہ تذکرے سورہ بنی اسرائیل و کہف و مریم و طٰہٰ میں موجود ہیں۔ اور دوسرا اس بات سے کہ ان سورتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کی مخالفت اپنے پورے زور پر تھی +

حٰم

۲۸۹۴ حٰم بعض کے نزدیک اسکے معنی ہیں قُضِیَ مَا هُوَ کَائِنٌ یعنی جو کچھ ہونے والا تھا اس کا فیصلہ ہو چکا اور ابن عباس سے تفسیر میں تین قول آئے ہیں ایک یہ کہ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ قسم ہے تیسرا یہ کہ یہ الرحمٰن کے حروف ہیں۔ اور حدیث میں آتا ہے اذا بُیّتّم فقولوا حٰم لا یُنصرون ابن اثیر کہتے ہیں اس کے معنی ہیں اللھم لا یُنصرون اور مراد اس سے خبر ہے نہ دعا کیونکہ اگر دعا ہوتی تو لا یُنصرون نہ ہوتا بلکہ لا ینصروا ہوتا گویا مطلب ہے واللہ لا ینصرون اور یوں بھی معنی کئے گئے ہیں کہ وہ سورتیں جو حٰم سے شروع ہوتی ہیں انکی بڑی شان ہے پس تنبیہ کی ہے کہ انکی شرف منزلت کیوجہ سے ان کا ذکر ایسا ہے کہ اس سے نصرت کا نزول طلب کرنے

۳ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۖ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ

گناہ کے بخشنے والے اور توبہ کے قبول کرنے والے (اور ہی کے) پیچھے سخت سزا دینے والے فضل والے (کی طرف سے) اس کے سوا کوئی معبود نہیں

۴ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللّٰهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ

اسی کی طرف انجام کار رجوع ہے ۲۸۹۵ اللہ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہی جو کافر ہیں سو ان کا شہروں میں تصرف تجھے

۵ فِي الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ

دھوکا نہ دے اُن سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور اُنکے بعد (اور) گروہوں نے اور ہر قوم نے اپنے رسول کے متعلق

بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ ۖ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ

قصد کیا کہ اُسے پکڑ لیں اور جھوٹ کی مدد سے جھگڑتے رہے تاکہ اس کے ساتھ سچائی کو زائل کردیں تو میں نے انہیں پکڑا سو میرا سزا دینا

۶ عِقَابِ ۝ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝ الَّذِينَ

کیسا تھا اور اسی طرح تیرے رب کی بات اُن لوگوں پر جو کافر تھے پوری ہوئی کہ وہ آگ والے ہیں۔ وہ جو

يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ

عرش کو اٹھاتے ہیں اور جو کوئی اسکے ارد گرد ہیں ۲۸۹۶ اپنے رب کی حمد کیساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے لئے

وقف لازم — وقف النبی علیہ السلام

آل حم

کے وقت اسے ظاہر کیا جائے اور لا ینصرون نیا جملہ ہے یعنی قولوا حم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی مدد نہیں ہوگی اور یہ سات سورتیں جن کی ابتدا میں حم آتا ہے آل حم یا ذوات حم کہلاتی ہیں اور ابن مسعود کا قول ہے کہ آل حم قرآن کا دیباچہ ہیں (ل)

صفات الٰہی میں غلبہ رحم

۲۸۹۵ یہاں چار صفات بیان فرمائی ہیں جن میں سے تین فضل و رحم کی صفات ہیں اور صرف ایک میں سزا کا ذکر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں رحم کو کس قدر غالب کیا ہے۔ پھر ان تین صفات رحم میں سے دو گناہوں کی معافی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور غافر الذنب کے ساتھ قابل التوب لا کر صاف بتایا ہے کہ پہلے سے مراد بغیر توبہ کے گناہوں کا بخشنے والا ہے اور دوسرے سے مراد توبہ پر بخشنے والا اور شدید العقاب کو قابل التوب کے بعد اس لئے لایا گیا ہے کہ جو بدی پر اصرار کرتا ہے اس کے لئے اس کی سزا بھی سخت ہے +

حاملین عرش سے مراد

۲۸۹۶ الذین یحملون العرش اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اسے یا اس کے عرش کو کوئی اوٹھائے ہوئے ہو۔ وہ قیوم ہے اور ساری مخلوقات اس سے قائم ہیں وہ کسی سے قائم نہیں۔ اور حمل عرش کا وہ مفہوم نہیں ہو سکتا جو کسی چیز کے اٹھانے کا مفہوم ہوتا ہے نہ فرشتوں کا اٹھانا اس طرح پر ہے جیسے انسان اپنے کندھوں پر ایک بوجھ اٹھا لیتا ہے دیکھو ۹۵۱ جہاں دکھایا گیا ہے کہ جس طرح کرسی علم کے لئے ہے عرش قدرت کے لئے ہے اور اس کے حامل وہ ملائکہ ہیں جو قدرت کا نفاذ کرتے ہیں اور قرآن کریم میں آتا ہے کہ قیامت کے دن یہ آٹھ ہونگے ویحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية اور آثار میں ہے کہ اسوقت یہ چار ہیں اور قیامت کے دن آٹھ ہونگے عن وهب حملة العرش اربعة فاذا كان يوم القيامة ايدوا باربعة آخرين (ر) اور ظاہر ہے کہ تمام عالم کا ظہور اور اس کا قیام صفات الٰہی سے ہے اور انہی صفات کے

لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا

جو ایمان لائے استغفار کرتے ہیں ہمارے رب تو رحمت اور علم سے ہر چیز پر حاوی ہے سو انہیں بخش جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے رستے کی

سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدتَّهُمْ ۸

پیروی کرتے ہیں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا ۲۸۹۷ ہمارے رب اور انہیں ہمیشگی کے باغوں میں داخل کر جنکا تونے اُن سے وعدہ کیا ہے

وَمَن صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اور اسے جو ان کے باپ دادوں میں سے اور انکی بیبیوں میں سے اور ان کی نسل میں سے سنوار والا ہو بیشک تو غالب حکمت والا ہے

وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۚ وَمَن تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ ۹

اور انہیں برائیوں سے بچا اور جسے تو آج برائیوں سے بچالے تو نے اس پر رحم کیا اور یہ عظیم الشان

ع ۱۱ — نتائج اعمال کا ظاہر ہونا

الْعَظِيمُ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ ۱۰

کامیابی ہے ۲۸۹۸ جو کافر ہیں انہیں پکارا جائیگا کہ اللہ کی بیزاری تمہاری اپنی جانوں کی بیزاری سے

أَنفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝

کہیں بڑھ کر ہے۔ جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے ۲۸۹۹

حامل ملائکہ ہیں اب اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفات جن سے اس کی قدرت نفاذ پاتی ہے چار ہیں۔ یعنی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت۔ مالکیت۔ پس وہ چار حامل انہیں چار صفات کے ظہور میں لانے والے ہیں اور قیامت کے دن اُن کے آٹھ ہونے کی وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ قیامت میں ایک اور تجلی انہی چار صفات کی ظاہر ہوگی۔ اور من حولہ سے مراد دیگر صفات الٰہی کے مظہر ملائکہ ہیں اور ان سب کا استغفار مومنوں کے لئے یہ ہے کہ وہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت چاہتے ہیں۔ اور درحقیقت یہ خود صفات الٰہی کا تقاضا ہے کہ مومنوں کی حفاظت ہو اور اس میں بھی توجہ اللہ تعالیٰ کے رحم بے پایاں کی طرف دلائی ہے +

وسعت رحمت

۲۸۹۷ رحمت اور علم کو جمع کرکے بتایا کہ جس طرح ہر چیز پر علم حاوی ہے ہر چیز کا احاطہ رحمت نے بھی کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے اس وسیع رحم کی طرف سوائے قرآن کے اور کسی کتاب نے توجہ نہیں دلائی +

۲۸۹۸ برائیوں سے بچانے کے لئے دعا مغفرت کے بعد ہے پس یہاں غفر سے مراد ان گناہوں کی بخشش ہے جو توبہ سے یا ایمان لانے سے پیشتر وہ کرچکے ہیں اور برائیوں سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے آئندہ بدیاں سرزد نہ ہوں مفسرین نے سیئات سے مراد عقوبات لی ہیں مگر عقوبات سے بچانا خود غفر کا نتیجہ ہے +

۲۸۹۹ یعنی اب جو بدی کے نتائج ظاہر ہوئے پر تم کو اپنی جانوں سے بیزاری ہے اس سے کہیں بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی تم سے بیزاری تھی جب دنیا میں تمہیں ایمان کی طرف یعنی نیک باتوں کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے +

۱۱ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى

کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو موتیں وارد کیں اور دو دفعہ ہمیں زندہ کیا۔ سو ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں تو کیا

۱۲ خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ

نکلنے کیلئے کوئی رستہ ہے ۲۹۰ؔ یہ اس لئے کہ جب اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اسکے ساتھ شرک کیا جاتا

۱۳ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ○ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ

تو تم مان لیتے تھے پس حکم اللہ کے لئے ہے (جو) بلند (اور) بڑا (ہے) وہی ہے جو تمہیں اپنے نشان دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے

۱۴ السَّمَاۗءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ○ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

رزق اتارتا ہے۔ اور نصیحت اختیار نہیں کرتے مگر وہی جو بار بار رجوع کرتے ہیں سو اللہ کو اس کے لئے فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے پکارو

۱۵ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ

اگرچہ کافر ناپسند کریں درجوں کا بلند کرنے والا صاحب عرش ہے وہ روح کو اپنے حکم سے

اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ○

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے ۲۹۱ؔ

دو موتیں اور دو زندگیاں — ۲۹۰ؔ دوسری جگہ فرمایا کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم پس پہلی موت وہ نیستی کی حالت ہے جس سے انسان کو پیدا کیا گیا۔ اور دوسری موت وہ ہے جو اس دنیوی زندگی کے بعد آتی ہے اور دوسری جگہ اسی دوسری موت کو موت اولیٰ کہا ہے ان ھی الا موتتنا الاولی (الدخان ۴۴: ۳۵) اس لئے کہ اس سے اس پہلی یا دنیوی زندگی کا انقطاع ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو موتوں کے وارد کرنے سے مراد ایک موت جہالت و کفر ہو اور ایک موت جس سے انقطاع حیات ہوتا ہے اور دو زندگیوں سے مراد ایک حیات دنیوی اور دوسری حیات اخروی ہے

رفیع الدرجات — ۲۹۱ؔ رفیع الدرجات۔ سے مراد لوگوں کے درجات بلند کرنے والا ہی ہے جیسے فرمایا رفعنا بعضھم فوق بعض درجات یا نرفع درجات من نشاء

یوم التلاق، لقاء اللہ — یوم التلاق سے مراد قیامت کا دن ہے اور اسے اس نام سے اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ وہ پہلوں اور پچھلوں کے اکٹھا ہو جانے یعنی ایک دوسرے کو ملنے اور اہل سماء اور اہل ارض کی ملاقات کا اور ہر شخص کی اپنے عمل سے ملاقات کا دن ہے اور لقاء اللہ یا ملاقاۃ اللہ سے مراد بھی قیامت ہے۔ (غ)

آنحضرت کے بعد مجددین کا مامور کیا جانا — روح سے مراد یہاں وحی ہے جیسا کہ قتادہ سے مروی ہے۔ (م) اور یہ ظاہر بھی ہے کیونکہ یہ روح سب بندوں پر نہیں خاص بندوں پر نازل ہوتی ہے اور القائے روح کی غرض یہاں امر الٰہی کی تبلیغ بیان فرماتی ہے یعنی تاکہ ایسا انسان لوگوں کو ڈرائے کہ آخر انہیں اپنے اعمال کے نتائج دیکھنے پڑیں گے اور اس آیت کے نیچے روح المعانی میں حدیث مجدد کا ذکر کیا ہے فان الالقاء لم یزل من لدن آدم علیہ السلام الی انتہاء زمان نبینا صلعم وھو فی حکم المتصل الی قیام الساعۃ باقامۃ من یقوم باللہ عوۃ علی ما روی ابو داؤد عن

يَوْمَ هُم بَارِزُونَ ۚ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ ۱۶

جس دن وہ کھلے نکل پڑیں گے ان کے متعلق کوئی چیز اللہ پر مخفی نہیں۔ آج بادشاہت کس کے لئے ہے اللہ اکیلے سب پر غالب

الْقَهَّارِ ۝ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ ۱۷

کے لئے ۲۹۰۲ آج ہر جان کو وہی بدلہ دیا جائیگا جو اس نے کمایا۔ آج کوئی ظلم نہیں اللہ جلد حساب لینے

الْحِسَابِ ۝ وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ ۱۸

والا ہے۔ اور انہیں قریب آنے والے دن سے ڈرا جب دل غم سے بھرے ہوئے گلوں تک آئے ہونگے ظالموں کا کوئی دلی دوست

مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۱۹

نہیں اور نہ کوئی سفارشی ہو جس کی بات مانی جائے ۲۹۰۳ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں

وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ ۲۰

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور وہ جنہیں یہ اسکے سوائے پکارتے ہیں کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے اللہ ہی

السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ ۚ ۲۱

سننے والا دیکھنے والا ہے اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں پس دیکھتے کس طرح اُن کا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے

ع ۳ — زمین کی سیر کرنے کو تنبیہ

ابی ھریرة عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ قال ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا ای یاحیا مما اندرس من العمل بالکتاب والسنة (۲) یعنی یہ القائے وحی آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے نبی صلعم کے زمانہ تک رہا اور وہ قیامت تک کے لئے سلسلہ اتصال رکھتا ہے اس شخص کے کھڑا ہونے سے جو دعوت اسلام کے کام کو لے کر کھڑا ہو جیسا کہ ابوداؤد نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سر پر ایک ایسے شخص کو اٹھاتا ہے جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید کرتا ہے یعنی عمل بالکتاب والسنة سے جو کچھ مٹتا رہا ہے اسے زندہ کرتا ہے اور حدیث مجدد کو صرف ابوداؤد نے بیان کیا ہے لیکن حفاظ کا اس کی صحت پر اتفاق ہے۔ اور امت کے تعامل نے اس کی صداقت پر مہر لگا دی ہے کیونکہ بڑے بڑے راستبازوں کے مجددیت کے دعوے موجود ہیں اور ان بزرگوں کو جھوٹا وہی شخص کہہ سکتا ہے جسے قرآن و حدیث کی پروا نہ ہو۔ — حدیث مجدد

۲۹۰۲ بارزون دیکھو ۲۰۳۲ مطلب یہ ہے کہ ان کی چھپی ہوئی حالت ظاہر ہو جائیگی یعنی نتائج اعمال جو مخفی تھے وہ ظاہر ہو جائیں گے۔ اور لا یخفی علی اللہ منھم شیء میں بتایا کہ اللہ پر وہ نتائج اس وقت بھی مخفی نہ تھے۔ یہ ظاہر ہونا صرف انسان کے اپنے لئے ہے اور للہ الواحد القھار گویا ان لوگوں کا جواب ہے جو یہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے فوق ہونے کا اقرار نہ کرتے تھے یعنی اس دن وہ بھی تسلیم کرلیں گے۔ یوں تو ہمیشہ ہی بادشاہت اللہ کی ہے۔

۲۹۰۳ آزفة۔ اَزِف کے معنی ہیں قریب آگئی اور آزفة قریب آنیوالی چیز ہے۔ اور مراد اس سے قیامت ہے ازفت الآزفة (النجم ۵۷) (رغ) اور ابومسلم کا قول ہے کہ اس سے مراد موت کا دن اور اجل کا آنا ہے (ر) القلوب لدی الحناجر دیکھو ۲۶۳۳ — ازف۔ اَزِفة

كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ

وہ قوت میں اور زمین میں نشانات (بنانے) میں اُن سے بڑھکر تھے سو اللہ نے انہیں انکے گناہوں کی وجہ سے پکڑا اور کوئی انہیں اللہ

۲۲ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ

کی سزا سے بچانے والا نہ تھا ۲۹۰۳ یہ اس لئے ہوا کہ انکے رسول انکے پاس کھلی دلائل لے کر آتے تھے پر انہوں نے انکار کیا سو اللہ نے انہیں پکڑا

۲۳ ۲۴ اِنَّهٗ قَوِىٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ

وہ طاقتور سزا دینے میں سخت ہے۔ اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا فرعون اور ہامان

۲۵ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا

اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا جادوگر جھوٹا ہے ۲۹۰۴ سو جب وہ ہماری طرف سے حق لیکر انکے پاس آیا انہوں نے کہا ان کو

۲۶ اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ۝ وَ

کے بیٹوں کو قتل کر دو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی تدبیر بربادی کو ہی پہنچنے والی تھی اور

قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِىْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ

فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکارے میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دے

۲۷ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ

یا یہ کہ وہ زمین میں فساد ظاہر کرے اور موسیٰ نے کہا میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ میں جاتا ہوں ہر اس

ع ۴ / ۹ — آل فرعون کا مومن

۲۸ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ

متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن مرد نے جو اپنا ایمان چھپاتا

اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ

تھا کہا کیا تم ایک شخص کو قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی دلائل لایا ہے

واق — ۲۹۰۳ واق۔ وقی یقی سے اسم فاعل ہے یعنی بچانے والا۔ مالك من الله من ولي ولا واق (الرعد ۱۳ – ۳۷) اور قی اور قوا امر ہے
اٰثار — امر ہیں وقنا عذاب النار (البقرۃ ۲ – ۲۰۱) قوا انفسکم واھلیکم نارا (التحریم ۶۶ – ۶) اٰثارًا نشانات سے مراد ایسی عمارات ہیں جو بطور نشانات یادگار رہ جاتی ہیں جیسے مضبوط قلعے یا محفوظ شہر۔

۲۹۰۴ مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے متکبروں کے لئے حضرت موسیٰ کا پیغام تھا فرعون و ہامان کو اپنی بادشاہت اور طاقت پر بھروسہ تھا۔

وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي

اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے   اور اگر وہ سچا ہے تو بعض وہ باتیں تمہیں پہنچ رہینگی جن کا وہ وعدہ

يَعِدُكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۲۹

دیتا ہے   اللہ اسے ہدایت نہیں کرتا جو حد سے گذرنے والا جھوٹا ہے ۲۹۰۵   اے میری قوم آج تمہاری بادشاہی ہے

ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا ۚ قَالَ

(درآنحالیکہ تم) زمین میں غالب ہو   مگر اللہ کی سزا سے بچانے کے لئے کون ہماری مدد کریگا اگر وہ ہم پر آجائے   فرعون نے

فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝

کہا   میں تمہیں وہی مشورہ دیتا ہوں جو میں صحیح سمجھتا ہوں اور میں تمہیں بھلائی کی راہ پر ہی چلاتا ہوں ۲۹۰۶

قارون کو دولت پر فخر تھا۔ طاقت یا دولت کا نشہ جہاں ہو وہاں حق کی کون پرواکرتا ہے اور یہ رسول اللہ صلعم کے لئے تسلی ہے +

رجل مومن کا ذکر

۲۹۰۵ ظاہر یہی ہے کہ یہ مرد مومن فرعون کے لوگوں میں سے تھا بعض نے برجہ مومن پر وقف کر کے اسے اسرائیلی کہا ہے ایمان چھپانے سے مراد فرعون سے اس بات کو مخفی رکھنا ہے فعلیہ کذبہ سے مراد ہے کہ وہ بوجہ اپنے افترا کے خود ہلاک ہو جائیگا یا اس کا جھوٹ خود ظاہر ہو جائیگا۔ اور سچا ہونے کی صورت میں بعض ان تکالیف کے پہنچنے سے جن کا وہ وعدہ کرتا ہے بعض نے مراد عذاب دنیا لیا ہے اور بعض نے مراد کل بھی لیا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس میں اشارہ ہو کہ بعض وقت عذاب رجوع سے ٹل بھی جاتا ہے۔ رجل مومن کا قصہ بتاتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی صداقت کی بہت سی دلائل فرعون کے سامنے آتی رہی ہیں۔ اور صرف عصا کا سانپ بننا ہی سب بینات نہ تھیں جو حضرت موسیٰ لے کر گئے تھے +

حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصہ میں حق و باطل کی تمثیل

موسیٰ اور فرعون کا قصہ فی الحقیقت حق اور اس کی مخالفت کا قصہ ہے۔ ایک طرف حق اپنی غایت درجہ کی بے کسی میں ہے کہ اس کی پیٹھ پر کوئی طاقت نہیں کوئی دولت نہیں۔ دوسری طرف طاقت ظاہری اور حکومت اور دولت ہے اور اس مقابلہ میں آخر کار حق کا غالب آنا اور طاقت کا مغلوب ہونا اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے کلام کی صداقت کا سب سے بڑا گواہ ہے آنحضرت صلعم کے وقت بھی یہی مقابلہ تھا اور آج پھر دنیا میں یہی مقابلہ ہے باطل اپنی تمام تر طاقت اور دولت اور حکومت کے ساتھ صف آرا ہے اور اس کے مقابلہ میں حق بے کسی اور بے سرو سامانی کی حالت میں نظر آتا ہے آج بھی وہی باتیں کہنے والے موجود ہیں۔ جو فرعون نے کہی تھیں۔ اسلام کو ہم کیوں کچلنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس سے زمین میں فساد پھیلتا ہے اور صلح اور آشتی صرف عیسائیت سے پھیل سکتی ہے۔ اس مقابلہ میں خود مخالفت حق کرنے والی قوم میں بھی کچھ دل بول اٹھتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں زیادتی ہے۔ یہی رجل مومن کے ذکر میں بتانا مقصود ہے۔ اور اسی کی طرف یہ رجل مومن توجہ دلاتا ہے کہ اگر وہ باطل ہے جو حضرت موسیٰ لائے ہیں تو باطل سرسبز نہیں ہو سکتا۔ اور اگر حق ہے تو کوئی طاقت اسے مغلوب نہیں کر سکتی +

ظاہر

۲۹۰۶ ظاہرین یہاں ظاہر بمعنی غالب ہے دیکھو ۱۲۸۶

ارِی - اری

ادیکم - اری۔ رَآی سے ہے اور رأی دو مخالف باتوں میں سے ایک کا بوجہ غلبہ ظن صحیح مان لینا ہے۔ (رغ) اس لئے یہاں اُریکم کے معنی اشیر علیکم کے گئے ہیں یعنی تمہیں مشورہ دیتا ہوں یا تمہیں تعلیم دیتا ہوں بھی معنے ہو سکتے ہیں دیکھو ۱۲۸۶ ہر قائع

۳۱ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝ مِثْلَ

اور جو ایمان لایا تھا اس نے کہا اے میری قوم میں تم پر (اور) گروہوں کی طرح (مصیبت) کا دن آنے سے ڈرتا ہوں قوم

دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا

نوح کے حال کی طرح اور عاد اور ثمود کے اور انکے جو ان کے بعد آئے اور اللہ بندوں کیلئے ظلم نہیں

۳۲ ۳۳ لِّلْعِبَادِ ۝ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ

چاہتا اور اے میری قوم میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کا دن آنے سے ڈرتا ہوں ح ۲۹۰۷ جس دن تم پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگ جاؤ گے

۳۴ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ وَ

تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جسے اللہ گمراہ ٹھیرائے تو کوئی اسے ہدایت دینے والا نہیں ہو سکتا اور

لَقَدْ جَاۗءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَاۗءَكُمْ

یقیناً تمہارے پاس یوسف پہلے دلائل کے ساتھ آیا مگر تم اس کے بارے میں شک میں ہی رہے جو وہ تمہارے

بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ

پاس لایا۔ یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گیا تو تم نے کہا اللہ اس کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا اسی طرح

۳۵ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ۝ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ

اللہ اسے گمراہی میں چھوڑتا ہے جو حد سے گذرنے والا شک کرنیوالا ہے ح ۲۹۰۸ جو اللہ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں

غالب قوم کے لئے اس میں سبق ہے وہ اپنی طاقت کے نشہ میں بہت کچھ کر گذرتے ہیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا مگر خدا کی سزا جب آتی ہو تو انہیں کوئی بچا بھی نہیں سکتا۔

یوم التناد

ح ۲۹۰۷ یوم التناد۔ یوم التنادی سے زجاج کے نزدیک مراد یہ ہے کہ دوزخ والے اہل جنت کو پکاریں گے کہ ہم پر پانی بہاؤ۔ اور تنادوا کے معنی یہ بھی ہیں کہ ایک دوسرے کو پکارا اور یہ بھی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مجلس میں بیٹھے تجالسوا فی النادی (ل) فتنادوا مصبحین (القلم ۶۸-۲۱) اور ایک دوسرے کو پکارنا مدد کے لئے ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ مجلس میں بیٹھنا مشورہ کے لئے پس یوم التناد سے مراد بھی وہی عذاب یا مصیبت کا دن ہے۔ جب مدد کے لئے ایک دوسرے کو پکارنے کی ضرورت ہو اور آگے صاف کہتا ہے یوم تولون مدبرین پیٹھ پھیر کر بھاگنے کا دن بھی وہی ہے۔

یوسف پر اہل مصر ایمان نہیں لائے

ح ۲۹۰۸ اشارہ حضرت یوسف کی نبوت کی طرف ہے۔ اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مصر حضرت یوسف پر ایمان نہیں لائے بلکہ آپ کے متعلق شک میں ہی رہے یہاں تک کہ جب حضرت یوسف فوت ہو گئے تو وہ تکذیب پر پختہ ہو گئے اور لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا میں حضرت یوسف کی رسالت کی بھی تکذیب ہے اور دوسرے کسی رسول کی رسالت کی بھی یعنی رسول کوئی ہو ہی نہیں سکتا جسے اللہ تعالیٰ بھیجے

بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ

بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو۔ (یہ) اللہ کے نزدیک اور اُن کے نزدیک جو ایمان لائے بڑی بیزاری کی بات ہے اسی طرح اللہ

اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا ۳۶

ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگاتا ہے اور فرعون نے کہا اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت بنا

لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ ۳۷

تاکہ میں ذرائع کو پہنچوں (یعنی) آسمانوں (پر پہنچنے) کے ذریعے پھر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں اور میں اسے یقیناً

لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ

جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اور اسی طرح فرعون کو اس کا برا عمل اچھا معلوم ہوا اور وہ رستے سے رُک گیا۔

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ ۳۸

ع ۱۳ — فرعون نے ذکر میں کفار کو تنبیہ

اور فرعون کی تدبیر ہلاک ہی ہونے والی تھی ۲۹۰۹ اور جو ایمان لایا تھا اس نے کہا اے میری قوم میری پیروی کرو

اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ؗ وَّاِنَّ ۳۹

میں تمہیں بھلائی کا رستہ دکھاتا ہوں اے میری قوم یہ دنیا کی زندگی صرف (چند روزہ) سامان ہے اور آخرت ہی

الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ ۴۰

ٹھہرنے کا گھر ہے جو برائی کرتا ہے اسے اس کی مثل ہی بدلہ دیا جاتا ہے۔

واراد وا بقولہم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا تکذیب رسالتہ ورسالۃ غیرہ ای لا رسول فیبعث فہم بعد الشک بتواطئہ التکذیب (رح) اور بعض اقوال میں ہے کہ یہ یوسف حضرت یوسف نہیں تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اہل مصر کی طرف مبعوث کیا تھا اور اس سے مراد صرف یہی ہو سکتی ہے کہ یہ کوئی غیر اسرائیلی نبی تھا۔

فرعون اور مسئلہ ختم نبوت — بعض لوگوں نے ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ فرعون اس بات کا قائل تھا کہ حضرت یوسف پر نبوت ختم ہو گئی ہے یہ قرآن کریم کے ساتھ ہنسی کرنا ہے نعوذ باللہ من ذلک وہ فرعون جو اللہ تعالیٰ کا بھی قائل نہیں و ما رب العالمین (الشعراء ۲۶ - ۲۳) اور جو اپنی خدائی منوا تا ہے ما علمت لکم من الٰہ غیری (القصص ۲۸ - ۳۸) اسے توحید کا قائل اور وحی الٰہی کا معتقد مگر ختم نبوت کا قائل قرار دینا بگڑے ہوئے دماغ کا کام ہے آنحضرت صلعم پر ختم نبوت کے انکار نے کہاں تک اس قوم کو پہنچا دیا ہے۔

۲۹۰۹ ایسا ہی بیان القصص ۲۸ - ۳۸ میں گذر چکا ہے یہاں اسباب السمٰوٰت کے لفظ بڑھائے ہیں اور ان سے وہ ذرائع ہیں جن سے آسمان تک پہنچا جائے یا رستے مراد ہو سکتے ہیں۔

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

اور جو نیکی کرتا ہے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہی لوگ بہشت میں داخل ہونگے۔

۴۱ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَيَا قَوْمِ مَا لِي أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي

اس میں بے حساب رزق دیتے جائیں گے اور اے میری قوم میرا معاملہ کیسا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم

النصف

۴۲ إِلَى النَّارِ ۝ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى

مجھے آگ کیطرف بلاتے ہو تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اسکے ساتھ اسے شریک کروں جس کا مجھے علم نہیں اور میں تمہیں غالب بخشنے والے

۴۳ الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ۝ لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ

کی طرف بلاتا ہوں سچ تو یہی ہے کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اس کے لیے کوئی دعوت نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں

۴۴ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝ فَسَتَذْكُرُونَ مَا

اور کہ ہمارا لوٹ کر جانا اللہ کی طرف ہے اور کہ حد سے گذرنے والے ہی آگ کے رہنے والے ہیں ۲۹۱۰ سو تم یاد کرو گے جو میں

۴۵ أَقُولُ لَكُمْ ۚ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝ فَوَقَاهُ اللَّهُ

تمہیں کہتا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے ۲۹۱۱ سو اللہ نے اسے انکے بد

۴۶ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا ۖ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُونَ

(نتائج) سے بچا یا جو وہ تدبیریں کرتے تھے اور فرعون کے لوگوں کو بہت برے عذاب نے آلیا۔ آگ ہے جس پر وہ صبح اور

عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۚ

شام پیش کیے جاتے ہیں۔

۲۹۱۰ لیس له دعوة کیونکہ وہ نہ بولتے ہیں نہ سمجھتے ہیں یعنی نہ نفع دیتے ہیں نہ نقصان دیتے ہیں۔ (ج) اور یا یہ مطلب ہو کہ سچے معبود کو تو چاہئے کہ وہ اپنے معزز بندوں یعنی نبیوں کو اپنی طرف بلائے اور انہیں اپنی عبادت کا حکم دے پھر اُن کے ذریعے سے دوسرے لوگوں کو بلائے مگر معبودانِ باطل ایسا نہیں کرتے۔

تفویض

۲۹۱۱ افوض - فوّض الیه الامر کے معنی ہیں اس امر کو اس کی طرف پھیرا۔ اور اسے اس میں حاکم بنایا (ل) یعنی تم مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ خود نقصان اٹھاؤ گے اور وقت آئیگا کہ میری ان باتوں کو یاد کرو گے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ ۴۷

اور جس دن (موعودہ گھڑی قایم ہوگی (کہا جائیگا) فرعون کے لوگوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو ۲۹۱۲ اور جب آگ کے اندر

فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ

جھگڑتے ہونگے تو کمزور انہیں جو تکبر کرتے تھے کہیں گے ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے

مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۴۸

آگ کا کچھ حصہ دور کر سکتے ہو جو متکبر تھے کہیں گے۔ ہم سب اس کے اندر ہیں

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ۴۹

اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا ہے اور وہ جو آگ میں ہونگے دوزخ کے چوکیداروں کو کہیں گے

ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ ۵۰

اپنے رب کو پکارو (کہ) وہ ایک دن ہم پرسے کچھ عذاب ہلکا کردے کہیں گے اور کیا تمہارے پاس

تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا

تمہارے رسول دلائل کیساتھ نہیں آتے تھے کہیں گے ہاں کہیں گے پھر تم پکارو اور کافروں کی

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ۝

دعا بھی ضایع ہی جائے گی ۲۹۱۳

عالم برزخ میں ثواب و عذاب

۲۹۱۲ اس سے معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں بھی کسی نہ کسی رنگ میں عذاب کا (اور اس لئے ثواب کا بھی) احساس کرایا جاتا ہے۔ گو اس کا پورا ظہور قیامت کے دن ہی ہوگا۔ اس لئے ساتھ ہی فرمایا کہ قیامت کے دن سخت تر عذاب میں داخل کئے جائیں گے اور صحیحین میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک شخص مرجاتا ہے تو اس کی جگہ دوزخ میں ہو یا بہشت میں صبح اور شام اس کے سامنے لائی جاتی ہے (م) اور شرحبیل اور ابن مسعود سے ایک روایت میں ہے کہ ان کی روحیں صبح اور شام سیاہ پرندوں کے پیٹوں میں آگ پر لائی جاتی ہیں (ج۔م) اور یہ پرندے صورتیں ہیں جو ان کے اعمال کی صورتوں سے تیار ہوتی ہیں ۔

کفار کی دعا

۲۹۱۳ اس آیت کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ جب عذاب آجائے پھر کافروں کی دعا بے کار ہے۔ روح المعانی میں ہے کہ آیت میں جس دعا نے کفار کا ذکر ہے وہ قیامت کے دن کے متعلق ہے رہا یہ امر کہ کفار کی دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ یہ علیحدہ بحث ہے مگر ظاہر ہے کہ امن یجیب المضطر کے الفاظ عام ہیں اور اس سے بڑھ یہ کہ قرآن کریم میں صاف ذکر ہے کہ مشرک جب مصیبت میں ہوتے ہیں جیسے سمندر میں کشتی میں اور طوفان آتا ہے تو وہ خدا کو پکارتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ انہیں نجات دیتا ہے اور وہ پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔

ع ۱۰ / ۱۱ — نصرت رسل

۵۱ إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہونگے ۲۹۱۴

۵۲ ۵۳ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝ وَلَقَدْ

جس دن ظالموں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہ دے گا اور ان کے لئے لعنت ہے اور انکے لئے برا گھر ہے اور یقیناً

۵۴ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ۝ هُدًى وَذِكْرَىٰ

ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ہدایت اور نصیحت

۵۵ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

عقل والوں کے لئے ہے سو صبر کر کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے قصور کیلئے حفاظت مانگ اور اپنے رب کی حمد کے

۵۶ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ

ساتھ شام اور صبح تسبیح کر ۲۹۱۵ وہ لوگ جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر

سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ

کسی دلیل کے جو انکے پاس آئی ہو ان کے سینوں میں کچھ نہیں مگر بڑائی (کی خواہش) ہے جسے وہ پہنچنے والے نہیں سو اللہ کی پناہ

بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

چاہ۔ وہی سننے والا دیکھنے والا ہے ۲۹۱۶

اشہاد

۲۹۱۴ اشہاد۔ شاہد کی جمع ہے یعنی گواہ اور گواہوں میں فرشتے اور انبیاء اور مومن داخل ہیں۔

رسولوں اور مومنوں کی نصرت

یہاں نہ صرف رسولوں کے لئے بلکہ مومنوں کے لئے بھی نصرت کا وعدہ ہے اور بالتصریح یہ وعدہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں بھی نصرت دی جائیگی۔ اور آخرت میں بھی۔ آخرت کی نصرت کا سوال تو پردۂ غیب میں ہے لیکن دنیا کی زندگی میں نصرت کے ملنے پر لوگوں نے اعتراض کئے ہیں مثلاً یہ کہ بعض رسول قتل کئے گئے یا مومن قتل ہو جاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کے دشمنوں سے بعد میں انتقام لے لیا جاتا ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ نصرت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ جس حق کو رسول لاتے ہیں یا جسے مومن پھیلانا چاہتے ہیں اس مقصد میں انہیں کامیابی ہو۔ سو گو اہل حق اپنا کام کر کے شہید ہو جائیں مگر حق مغلوب نہیں ہوتا اور ضرور ہے کہ آخر کار حق کا غلبہ ہو۔ یہ وہ نصرت ہے جو رسولوں اور مومنوں کو ملتی ہے۔ اور مومنوں سے مراد یہاں وہی مومن ہیں جو رسولوں کے جانشین انکے کام میں ہوتے ہیں۔

آنحضرت کے استغفار سے مراد

۲۹۱۵ استغفار کے لئے دیکھو ۲۵۸ اور ذنب کے لئے ۳۸۱ اور یہاں مراد ان قصوروں یا گناہوں سے حفاظت مانگنا ہے۔ جو انسان سے سرزد ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلعم جو دوسروں کو گناہوں سے پاک کرتے تھے جیسا کہ قرآن کریم کی صراحت سے ثابت ہے خود گناہ کا ارتکاب نہ کر سکتے تھے هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۵۷

یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بڑھ کر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۲۹۱۷

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ ۵۸

اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں اور نہ وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور بدی کرنے والے

قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ ۵۹

بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو یقیناً (موعود) گھڑی آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۶۰

ایمان نہیں لاتے اور تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری (بات) قبول کروں گا۔ وہ لوگ جو میری عبادت سے

ع ۸/۱۲

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ

عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ ۶۱

تکبر کرتے ہیں ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی

لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

تاکہ تم اس میں آرام پاؤ اور دن کو روشن (بنایا) یقیناً اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر

وقف لازم

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ ۶۲

لوگ شکر نہیں کرتے یہ اللہ تمہارا رب ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ ۶۳

تو تم کس طرح الٹے پھر جاتے ہو اسی طرح وہ لوگ الٹے پھر جاتے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۶۴

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو ایک عمارت بنایا اور تمہاری تصویر بنائی تو خوب ہی تمہاری تصویریں بنائیں

(الجمعۃ ۶۲ - ۲) اور ایسے لفظ قرآن کریم میں کئی بار آتے ہیں دیکھو البقرۃ ۲ - ۱۲۹ و ۱۵۱ - آل عمران ۳ - ۱۶۳ - التوبہ ۹ - ۱۰۳ - ایسا ہی متعدد مقامات قرآنی سے عصمت انبیاء ثابت ہے اس لئے آپ کی صورت میں استغفار کے معنی سوائے گناہ سے طلب حفاظت کے اور کوئی نہیں ہو سکتے۔

۲۹۱۶ یہاں استعاذہ سے مراد مخالفین کی شرارتوں سے خدا کی پناہ میں آنا ہے جیسا کہ پہلے مجادلون لا کر اور بعد میں سمیع اور بصیر لا کر بتا دیا۔

۲۹۱۷ ظاہر مطلب یہ ہے کہ لوگ جو مخالفت حق کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں وہ خدا کے سامنے لا شئے ہیں انسان کیا چیز ہے

۶۵ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ هُوَ

اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا یہ اللہ تمہارا رب ہے سو اللہ جہانوں کا رب بابرکت ہے وہ

الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

زندہ ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں سو فرمانبرداری کو اس کیلئے خاص کرتے ہوئے اسے پکارو سب تعریف اسی کیلئے جو جہانوں کا رب ہے،

۶۶ قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَاۗءَنِيَ

کہو مجھے روکا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو جب میرے پاس میرے

۶۷ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّىْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

رب کیطرف سے کھلی دلائل آ گئی ہیں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں جہانوں کے رب کی فرمانبرداری کروں۔ وہی ہے جس نے تمہیں

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا

مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر وہ تمہیں بچہ بنا کر نکالتا ہے پھر تم اپنی جوانی کو

اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا

پہنچتے ہو پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو اور تم میں سے کوئی وہ ہے جسے پہلے وفات دے دی جاتی ہے اور تم ایک مقرر میعاد

۶۸ مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا

کو پہنچتے ہو اور تاکہ تم عقل سے کام لو ۲۹۱۸ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پھر جب وہ ایک بات کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ اسے

۶۹ يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ

ع ۸ / ۱۰ / ۱۳ — نشان کا آنا

صرف یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے کیا تو نے ان کی حالت پر غور نہیں کیا جو اللہ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں

اس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں جن کے سامنے انسان کی کچھ حقیقت ہی نہیں۔ اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم (یٰسٓ ۳۶ - ۸۱) گو ابو العالیہ سے یہاں مروی ہے کہ الناس سے مراد دجال ہے اور چونکہ پیچھے الذین یجادلون کا ذکر ہے اور دجال سب سے بڑا حق سے جدال کرنے والا ہے اس لئے یہ معنی موزون ہیں۔ اور اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال ایک آدمی کا نام نہیں۔ بلکہ ایک گروہ کا نام ہے +

دجال ایک گروہ کا نام ہے

۲۹۱۸ لتبلغوا اشدکم اور لتکونوا شیوخا میں لام عاقبت کا بھی ہو سکتا ہے اور بعض نے یبقیکم محذوف مانا ہے یعنی تمہیں باقی رکھتا ہے تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو +

شیخ

شیوخ ۔ شیخ کی جمع ہے جس شخص کی عمر زیادہ ہو گئی ہو اسے شیخ کہا جاتا ہے۔ ھذا بعلی شیخا (ھود ۱۱ - ۷۲)

مع ۱۳

أَنّٰى يُصْرَفُونَ ۝ۚۛ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ أَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ۫ فَسَوْفَ ۷۰

وہ کس طرح اُلٹے پھرجاتے ہیں جو کتاب کو جھٹلاتے ہیں اور اسے جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا سو

يَعْلَمُونَ ۝ۙ إِذِ الْأَغْلٰلُ فِيٓ أَعْنٰقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُونَ ۝ۙ فِي الْحَمِيمِ ۙ۬ ثُمَّ فِي ۷۱-۷۲

وہ جان لیں گے ۲۹۱۹ جب طوق ان کی گردنوں میں ہونگے اور بیڑیاں گھسیٹ کر لیجاتے ہوئے پانی میں ڈالے جائیں گے پھر آگ میں

النَّارِ يُسْجَرُونَ ۝ۚ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ۝ۙ مِن دُونِ اللّٰهِ ۭ ۷۳-۷۴

جھونکے جائیں گے ۲۹۲۰ پھر انہیں کہا جائیگا کہ وہ کہاں ہیں جو تم اللہ کو چھوڑکر شریک بناتے تھے۔

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُوا مِن قَبْلُ شَيْـًٔا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِينَ ۝

کہیں گے وہ ہم سے جاتے رہے بلکہ ہم پہلے کسی چیز کو بھی نہ پکارتے تھے اسی طرح اللہ کافروں کو ہلاک کرتا ہے

ذٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ۝ ۷۵

یہ اس لئے ہے کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے اور اس لئے کہ تم اتراتے تھے ۲۹۲۱

ادْخُلُوٓا أَبْوٰبَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ۝ ۷۶

دوزخ کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ اسی میں رہوگے سو متکبروں کا ٹھکانا کیا ہی برا ہے

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ ۷۷

سو صبر کر کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

وابونا شیخ کبیر (القصص ۲۸-۲۳) اور چونکہ بڑی عمر والے کے تجربے زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے زیادہ علم والے کو بھی شیخ کہہ دیتے ہیں (غ)۔

۲۹۱۹ الکتٰب سے مراد قرآن ہے اور ما ارسلنا بہ رسلنا سب رسولوں کی وحی ہے +

سلسلۃ — ۲۹۲۰ سلاسِل۔ سِلْسِلَۃ کی جمع ہے فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعا (الحاقۃ ۶۹-۳۲) اور یہ سَلّ سے ہے جس کے معنی کسی چیز کا دوسری سے کھینچ کر نکالنا ہیں۔ سلسلۃ میں گویا یہ فعل بار بار پایا جاتا ہے۔ (غ)

سَجْر۔ مسجور — یسجرون۔ سَجْر آگ کا بھڑکانا ہے اور فی النار یسجرون ایسا ہی ہے جیسا وقودھا الناس والحجارۃ اور دوسری جگہ آتا ہے والبحر المسجور (الطور ۵۲-۶) اور اذا البحار سجرت (التکویر ۸۱-۶) تو مراد ہے کہ ان میں آگ لگا دی جائے گی اور بعض کے نزدیک اسکے معنی ہیں کہ ان کا پانی خشک ہوجائیگا۔ (غ)

فرح۔ مرح — ۲۹۲۱ تفرحون۔ تمرحون۔ مرح۔ شدت فرح کو کہتے ہیں دیکھو ۱۸۳۲ اور یہاں بعض نے یوں فرق کیا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے مصائب کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور اپنے مال و دولت پر اتراتے تھے +

۷۸ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ○ وَلَقَدْ

سو اگر ہم تجھے بعض وہ باتیں دکھا دیں جن کا ہم اُن سے وعدہ کرتے ہیں یا تجھے وفات دیدیں تو ہماری طرف ہی وہ لوٹائے جائیں گے ۲۹۲۲ اور تحقیق

اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ

ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے اُن میں سے وہ ہیں جن کا ہم نے تجھ پر بیان کیا اور ان میں سے وہ ہیں جن کا تجھ پر

عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ

بیان نہیں کیا اور کسی رسول کے لئے اختیار نہ تھا کہ وہ اللہ کے اذن کے سوائے نشان لائے سو جب اللہ کا حکم آگیا

۷۹ اللّٰهِ قُضِىَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ع اَللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ

حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا۔ اور ابطال حق کرنیوالے گھاٹے میں رہے ۲۹۲۳ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چارپائے

۸۰ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ

بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سوار ہو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور تمہارے لئے ان میں فائدے ہیں۔ اور

وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِىْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا

تاکہ ان پر (چڑھ کر) تم اس حاجت کو پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان پر

ع ۷ / ۱۴ — ہر ایک کی حد المکاتے ذوق ستر

۲۹۲۲ بعض الذی نعدھم سے مراد قتل ہونا اور گرفتاری ہے (س) وعدہ تو ان کے ساتھ عذاب دنیا اور عذاب آخرت دونوں کا تھا اس لئے بعض الذی نعدھم فرمایا اور اس سے پہلے فاصبر ان وعد اللہ حق کہکر بتا دیا کہ عذاب دنیا کا جو وعدہ ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اور او نتوفینک اس لئے بھی فرمایا کہ آپ کے اعدا تو پیچھے بھی پیدا ہونے والے تھے +

۲۹۲۳ یعنی رسولوں کا آنا تو عام ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر (فاطر – ۲۴) اور انکے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ قانون بھی عام ہے کہ سزا کا لانا رسول کے اختیار میں نہیں ہوتا لیکن وہ سزا آتی ضرور ہے۔ اور آخر حق و باطل میں فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور حق غالب آجاتا ہے اور باطل مغلوب ہو جاتا ہے۔

انبیاء جن کا ذکر قرآن میں نہیں

یہاں سے دو باتیں اور معلوم ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ اس سورت کا نزول اس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جب کچھ رسولوں کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکا ہے اس لئے یہ سب سورتیں جو حم سے شروع ہوتی ہیں مکی زمانہ کے درمیانی حصہ کی معلوم ہوتی ہیں دوسری بات جو یہاں سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سوائے ان انبیاء کے جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور بھی نبی ہوئے ہیں اور طبرانی نے حضرت علی سے روایت بیان کی ہے کہ ان رسولوں میں سے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر نہیں کیا حبش کا ایک نبی تھا اور ایسے ہی لفظ حضرت ابن عباس سے مروی ہیں۔ کہ حبش میں اللہ تعالیٰ نے ایک سیاہ رنگ کا نبی مبعوث کیا (س) اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب ایران کو فتح کیا تو ایرانیوں کو اہل کتاب میں داخل کر کے گویا زرتشت کا نبی ہونا تسلیم کر لیا۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم ہندوستان کو نبیوں سے خالی مانیں۔ اور رامچندر اور کرشن جی کی جو عزت اور محبت کروڑہا انسانوں کے دلوں میں ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ بھی اپنے زمانہ میں اس ملک

۸۱ وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ۝

اور کشتیوں پر تم اٹھائے جاتے ہو ۲۹۲۴ اور وہ تمہیں اپنے نشان دکھاتا ہے سو تم کن کن اللہ کے نشانوں کا انکار کرو گے

۸۲ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں پھر دیکھتے ان کا انجام کیسا ہوا جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا

ان سے پہلے تھے وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ تھے اور طاقت میں اور زمین میں نشانات کے لحاظ سے مضبوط تر تھے سو

۸۳ أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

ان کے کسی کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے پھر جب ان کے پاس ان کے رسول کھلی

بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ

دلائل لے کر آئے وہ اسی پر خوش ہو گئے جو ان کے پاس کچھ علم تھا اور ان کو اس (سزا) نے آ لیا جس پر وہ

يَسْتَهْزِئُونَ ۝

ہنسی کرتے تھے ۲۹۲۵

میں نبی ہی گذرے ہیں ہاں یہ محض اجتہاد ہے ۔

نفع — **۲۹۲۴** منافع۔ نفع وہ چیز ہے جس سے بھلائیوں کی طرف پہنچنے میں مدد حاصل کی جاتی ہے۔ اور جس سے بھلائی کی طرف پہنچا جاتا ہے۔ پس وہ خیر ہے اور ضر کی ضد ہے لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا (الاعراف ۷ - ۱۸۸) لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم (الممتحنۃ ۶۰ - ۳) (غ) اور

منفعة — منفعۃ وہ فائدہ ہے جو حاصل کیا جاتا ہے ۔

حاجة — حاجۃ کسی چیز کی حاجۃ اس کی ضرورت ہے جس کے ساتھ اس کی محبت ہو حاجۃ مما اوتوا (الحشر ۵۹ - ۹)

انبیاء کا علم اور دنیا داروں کا علم — **۲۹۲۵** ایک وہ علم اخلاق و روحانیت اور آخرت کا علم ہے جو رسول لاتے ہیں۔ دوسرا وہ علم انسانی اور خشک فلسفہ اور منطق ہے جو انسان اپنی کوشش سے حاصل کرتا ہے لوگ اس دوسرے علم پر خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اول الذکر علم کے حاصل کرنے کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے حالانکہ یہی وہ علم ہے جس نے دنیا میں تبدیلی پیدا کی ہے۔ اور انسانوں کو بدی کے پنجے سے چھڑا کر نیکی اور اخلاق کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقاموں پر پہنچایا ہے مگر علم خشک انسان کو بدی سے نہیں روک سکتا۔ بلکہ اس سے بدی پر اور جرأت بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس بات پر ہنسی کی جاتی ہے کہ ایک قوم جو زبردست قوت کی مالک ہے وہ بھی کبھی نیچا دیکھ سکتی ہے۔ لیکن آخر وہ سزا واقع ہو کر رہتی ہے۔

بدی کی کھلی سزا قوموں پر آتی ہے — اللہ تعالیٰ کا قانون بدی کی سزا کے متعلق یہی ہے کہ جب تک وہ کچھ نیکیوں کے ساتھ ملی رہتی ہے اس وقت تک کھلے طور پر ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ یہ نتائج اس قدر باریک ہوتے ہیں کہ انسان کی آنکھ انہیں دیکھ نہیں سکتی لیکن جب ایک قوم کی کثرت بد کاریوں میں مبتلا ہو جاتی ہے تو وہ نتائج کھلے رنگ میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور یہی قوم کی تباہی ہوتی ہے بدی کے نتیجہ کے اسی قانون مستمرہ کا ذکر یہاں ہے اور

۸۴ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ

پھر جب انہوں نے ہماری سزا کو دیکھا کہا ہم ایک اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کا انکار کرتے ہیں جو اسکے ساتھ ہم شرک کرتے تھے

۸۵ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ

پس ان کا ایمان ایسا نہ تھا کہ انہیں نفع دیتا جب انہوں نے ہماری سزا کو دیکھا اللہ کا قانون ہے جو اس کے بندوں میں چلتا آیا ہے اور یہاں کافر گھاٹے میں رہے۔ ۲۹۲۶

ذکر کثرت سے قرآن شریف میں پایا جاتا ہے۔

رجوع کب فائدہ دیتا ہے

۲۹۲۶ مطلب یہ ہے کہ ایک وقت تک انسان کو رجوع فائدہ دیتا ہے۔ لیکن جب بدی اس انتہا کو پہنچ جائے جس پر سزا لازماً مترتب ہو جاتی ہے تو پھر رجوع یا ایمان بھی کوئی فائدہ نہیں دیتا اسی لئے لما راوا باسنا کی شرط ہے یعنی جب ہماری سزا آ پہنچے تو پھر ایمان سے بھی نفع نہیں ہوتا +

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتُّ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

حٰمٓ○ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا ۲،۳

(اللہ) بے انتہا رحم والا ہے، (یہ کتاب) نازل کرنا اللہ انتہا رحم والے بار بار رحم کرنیوالے کی طرف سے ہے یہ کتاب ہے جسکی آیتیں کھول کر بیان کی گئی ہیں قرآن عربی

لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ○ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ○ ۴

ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں۔ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا پر ان میں سے بعضوں نے منہ پھیر لیا سو وہ نہیں سنتے

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا ۵

اور کہتے ہیں ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے

وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ○

درمیان پردہ ہے سو عمل کر ہم بھی عمل کرنے والے ہیں ف۲۹۲۶

(حاشیہ: ع ۱۵ — دعوت حق سے اعراض — الثلثۃ)

نام — اس سورت کا نام فصلت ہے اور حم یا حم السجدۃ بھی اسے کہا جاتا ہے اور اس میں چھ رکوع اور ۵۴ آیتیں ہیں۔ اسکی ابتدا میں ہی آتا ہے کتاب فصلت اٰیاتہ جہاں سے اس کا نام لیا گیا ہے یعنی اس کی آیات کو بار بار واضح کر کے بیان کیا گیا ہے اور اسکے آخری سے پہلے رکوع میں ہے کہ اگر اس کی آیات میں کچھ بھی ابہام رہتا تو کہتے لولا فصلت اٰیاتہ اصل غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں ہی انسان پر گرفت نہیں کرتا جب تک کہ اس کی بھلائی اور اس کی برائی کی راہیں کھول کھول کر اسے نہیں بتا دیتا +

خلاصہ مضمون — پہلے رکوع میں دعوت حق پر کفار کے اعراض کا ذکر ہے دوسرے میں انذار ہے تیسرے میں بتایا ہے کہ وہ بدیاں جن سے بچنے کے لئے یہ پاک کتاب ہدایت فرماتی ہے خود انسان کے جوارح پر اپنا اثر چھوڑتی ہیں۔ جو بالآخر قیامت کے دن ایک کھلی شہادت کے رنگ میں ظاہر ہونگی چوتھے میں بتایا کہ قرآن کریم کے اثر سے بچنے کے لئے کفار نے کیا راہ اختیار کی ہے اور مومنین کے تعلیم قرآن پر چلنے کا یہ نتیجہ بتایا ہے۔ کہ ملائکۃ اللہ ان پر نازل ہونگے پانچویں میں بتایا کہ دعوت الی القرآن بہترین کام ہے اور قرآن کریم باطل کے اثرات سے محفوظ ہے چھٹے میں نتائج اعمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کا غلبہ نہ صرف ملک عرب میں ہوگا بلکہ اطراف و اکناف عالم میں بھی اس کو غالب کیا جائیگا +

تعلق — پچھلی سورت میں مومنوں کی نصرت کا ذکر تھا اس میں بھی مخالفت حق کی ناکامی کو کھول کر بیان کیا اور آخر پر بتایا کہ اسلام کا غلبہ نہ صرف ملک عرب میں بلکہ اطراف و اکناف عالم میں بھی یقینی ہے +

مخالفین کے اعراض کی حالت — ف۲۹۲۶ یہاں ان کے اعراض کا نقشہ ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی جیسا دوسری جگہ ہے یا شعیب ما نفقہ کثیرا مما تقول (ھود ع۸-۹۱) یہی نہیں بلکہ ہمکو وہ بات سنائی بھی نہیں دیتی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک

۶ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ

کہو میں صرف تمہاری طرح ایک انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اسی کی طرف سیدھی راہ پر لگے رہو

۷ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

اور اس کی حفاظت مانگو اور مشرکوں کے لئے افسوس ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ

۸ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ

آخرت کے بھی منکر ہیں جو لوگ ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کیلئے نہ ختم ہونے والا

۹ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ

اجر ہے ۲۹۲۸ کہو کیا تم اس کا کفر کرتے ہو جس نے زمین کو دو وقتوں میں پیدا کیا اور

ع ۱۰ / ۱۶

انداد

۱۰ تَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا

اس کے لئے ہمسر ٹھیراتے ہو یہ جہانوں کا رب ہے اور اس کے اندر اس (کی سطح) کے اوپر پہاڑ بنائے

وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝

اور اس میں برکت دی اور اس کی خوراکوں کا اس میں اندازہ کیا (یہ) چار دن میں (کیا)۔ سائلوں کے لئے برابر ہے ۲۹۲۹

حجاب ہے یہ سب ان کے اعراض کی تصویر ہے کہ کس حد تک وہ دعوت حق کی طرف سے منہ پھیرے ہوئے تھے۔

غیر ممنون / ممنون

۲۹۲۸ ممنون۔ مَنّ کے لئے دیکھو ۳۳۷ اور غیر ممنون کے معنی غَیْرُ مَعْدُوْدٍ لکھے ہیں یعنی جو گنا نہیں جا سکتا جیسے بغیر حساب اور بعض نے اس کے معنی غَیْرُ مَقْطُوْعٍ وَلَا مَنْقُوْصٍ لکھے ہیں یعنی نہ قطع ہونے والا نہ کم کیا گیا اور اسی ممنون موت کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ عدد کو گھٹاتی اور مدد کو قطع کرتی ہے۔ (رغ)

عارضی نجات

اسلام نے اعمال صالحہ کا اجر غیر منقطع فرمایا ہے۔ برخلاف بعض مذاہب کے جو کہتے ہیں کہ اعمال صالحہ کا اجر محدود ہے اہل تناسخ کا یہی خیال ہے جو نجات کو عارضی قرار دے کر پھر روحوں کو واپس لاتے ہیں یہ عقیدہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں نقص لازم کرتا ہے کیونکہ نیک انسان کے اعمال صالحہ کا منقطع ہو جانا اس کی موت کی وجہ سے ہے اور وہ اس کے اپنے اختیار کی بات نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے لاکھوں سالوں تک زندہ رکھتا۔ تو وہ اسی طرح نیکیوں پر قائم رہتا۔ بلکہ یوماً فیوماً ترقی کرتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اسے اجر غیر محدود عطا فرماتا ہے اور یہی حق ہے عارضی نجات کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سخت بخل منسوب کرتا ہے +

زمین کا تدریجی طور پر بننا اور چھ مراتب

۲۹۲۹ زمین اور آسمان اور ہر چیز چھ وقتوں میں یا چھ مراتب طے کر کے پیدا ہوئی۔ دیکھو ۱۰۰۸ مفسرین نے عموماً یہاں یہ غلطی کھائی ہے کہ اربعۃ ایام یا چار دن میں پہلے دو دن کو شامل سمجھا ہے اور پھر آیت ۱۲ کے دو دن ملا کر کل چھ دن بنائے ہیں گویا چار دن میں زمین بنی اور دو دن میں آسمان حالانکہ اگر اربعۃ ایام پہلے دو دنوں کو شامل کر کے ہوتا تو آیت ۱۰ میں یومین کی جگہ ستۃ ایام ہونا چاہئے تھا اور اس تقسیم کی کہ چار دن میں زمین بنی اور دو دن میں آسمان کوئی سند نہیں بلکہ یہاں وہ بات بیان کی ہے جو آج سے تیرہ

ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ ۱۱

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں ہے سو اسے اور زمین کو کہا آ جاؤ خوشی سے یا

كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى ۱۲

ناخوشی سے انہوں نے کہا ہم دونوں خوشی سے حاضر ہوتے ہیں ۲۹۳۰ سو انہیں سات آسمان دو دن میں بنایا اور ہر آسمان میں

فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ

اس کا امر وحی کیا اور ہم نے دنیا کے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور بڑی حفاظت سے

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

(اسے محفوظ کیا) یہ غالب علم والے کا اندازہ ہے ۲۹۳۱

سو سال پیشتر کسی کے وہم میں بھی نہ آئی تھی۔ اول زمین کا دو وقتوں میں بنانا ہے۔ یعنی خود اس زمین پر دو حالتیں آئیں۔ جہاں تک آج ہمارا علم پہنچا ہے۔ وہ بھی یہی ہے کہ پہلے یہ محض ایک ناری ٹکڑا تھا پھر آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو کر اسکے اوپر کی سطح بنی ان دو حالتوں کے بعد تیسری حالت جس کا بیان کیا پہاڑوں کا بننا ہے۔ اور یہ بھی تازہ علمی تحقیقات کے عین مطابق ہے۔ یعنی جب اوپر کی سطح موٹی ہونی شروع ہوئی تو پھر زلازل وغیرہ سے اصل سطح کے اوپر پہاڑ بنے اور یہ پہاڑ دریاؤں اور بارشوں کا موجب بنے اسی کی طرف بارك فیها میں اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ اور قدر فیها اقواتها میں نباتات حیوانات اور خود انسان کی پیدائش کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ قوت وہ ہے جس سے بدن انسان قایم رہتا ہے۔ اور یہ کل چار حالتیں بنتی ہیں۔ اور سواء للسائلین میں یا تو سوال زمین وغیرہ کے پیدا کرنے کے متعلق ہے۔ یعنی یہ جواب سب کے لئے برابر ہے۔ اور یا سوال سے مراد رزق کا طلب کرنا ہے۔ جس کی کسی کو حاجت ہو یعنی وہ اقوات جو اللہ تعالٰے نے زمین میں رکھے ہیں انہیں کوئی طلب کرنے والا ہو۔ سب کو برابر ملتا ہے ابن جریر نے دونوں معنی قبول کئے ہیں +

دخان — ۲۹۳۰ دخان دھوئیں کو کہتے ہیں اور یہاں مراد ہے کہ وہ دخان کی مثل ہے یعنی اس میں کوئی پکڑ رکھنے کی طاقت نہیں (مطلب یہ کہ وہ کوئی ٹھوس چیز نہیں) اور حدیث میں ہے هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ یعنی ایسی صلح جس کے نیچے فساد ہو (غ) اور یہ آخری زمانہ میں ایک جنگ عظیم کے متعلق پیشگوئی ہے کہ اس کے بعد ایسی صلح ہوگی جس کے نیچے فساد ہوگا اور اقوام کے دل باہم محبت کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ یہ نقشہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے کھینچا ہوا موجود ہے۔

طوعا او کرھا — طوعا او کرھا دیکھو ۱۶۰۹ ان میں اللہ تعالٰی کی قدرت کی تاثیر کے لئے اور انکے اس سے رکنے کے محال ہونے کے لئے یہ ایک مثال ہے اثبات طوع اور کرہ مراد نہیں اور ان کا یہ کہنا کہ اتینا طائعین بھی ایک مثال ہے۔ کہ اللہ تعالٰی کی قدرت ان میں کامل طور پر موثر ہے (س م)

آسمان کیطرف وحی — ۲۹۳۱ اوحی فی کل سماء امرها۔ یا تو جن کی طرف وحی کی گئی اس کا ذکر نہیں اور یا وحی خود آسمانوں کی طرف ہوئی۔ اور یہ اس کے نزدیک تسخیر ہے۔ جو آسمان کو زندہ نہیں مانتا اور اس کے نزدیک نطق ہے جو اسے زندہ مانتا ہے۔ (غ) مگر اصل یہ ہے کہ ہر ایک چیز کی وحی اس کی حالت کے مطابق ہے جانداروں میں بھی شہد کی مکھی کی وحی نطق نہیں اور یہاں الفاظ عام ہیں۔ ہر ایک سماء کے متعلق جو کوئی امر تھا وہ اس میں وحی کیا یعنی اس امر کا اس میں نفاذ کیا +

۱۳ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ۝ إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ

سو اگر وہ منہ پھیرتے ہیں تو کہہ دے میں تمہیں عاد اور ثمود کے عذاب جیسے عذاب سے ڈراتا ہوں ۲۹۳۲ جب رسول ان کے پاس انکے آگے اور اُن کے پیچھے سے آئے کہ سوائے اللہ کے (کسی کی) عبادت نہ کرو

آسمانوں کے دو دن میں بننے سے مراد

یہاں سات آسمانوں کے اسی طرح دو دن میں بنانے کا ذکر ہے جس طرح زمین کے دو دن میں بنانے کا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سات آسمانوں سے مراد نظام شمسی کے سات بڑے سیارے ہیں، جو اوپر نظر آنے کے لحاظ سے آسمان کہلاتے ہیں۔ مگر جس طرح وہاں پہاڑ بنانے اور سامان خوراک وغیرہ زمین میں پیدا کرنے کا ذکر تھا یہاں وہ ذکر نہیں بلکہ صرف اس قدر فرمایا کہ ہر آسمان میں اس کا امر وحی کیا یعنی ہر ایک میں وہ کچھ پیدا کیا جس کے لئے اس میں استعداد تھی اور جس کا تقاضا حکمت الٰہی نے کیا اور یا سبع سمٰوات سے مراد باقی کل مخلوق ہے اور بتایا یہ ہے کہ زمین کی طرح ہی دو حالتوں میں سے گذر کر ہر ایک جرم سماوی بنا ہے۔ اور حفظاً فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے

آسمانوں کا شیاطین سے محفوظ ہونا

حفظنٰہا حفظاً۔ اور یہ صریح شہادت ہے کہ آسمان شیاطین سے محفوظ ہیں۔ اور کسی شیطان کا وہاں تک دخل نہیں اور یہ جو مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلے شیاطین کا دخل سارے آسمانوں پر تھا اور حضرت عیسیٰ کے وقت میں چوتھے آسمان تک رہ گیا۔ اور آنحضرت صلعم کے وقت میں وہ بھی رک گیا۔ تو یہ صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب آسمان کو بنایا تو اسے محفوظ بھی کیا۔ ہاں اگر اسکے یہ معنی کئے جائیں کہ آنحضرت صلعم کی قوت قدسی نے جس قدر شیاطین کا تصرف انسانوں سے دور کیا اور کسی نبی کو وہ میسر نہیں آیا تو یہ صحیح ہے +

یہاں زمین اور آسمان کے بنانے کی کسی ترتیب کا ذکر نہیں بلکہ صرف دونوں کے بنانے کا ذکر ہے۔ ترتیب کے متعلق دوسری جگہ صاف ہے والارض بعد ذلک دحٰہا (النّٰزعٰت ۷۹-۳۰) مفسرین نے ان الفاظ کی توجیہ یوں کرنی چاہی ہے کہ زمین کو پیدا تو پہلے کیا مگر دحٰہا سے مراد اس میں پہاڑوں وغیرہ کا بنانا ہے مگر پہاڑوں کا بنانا بھی آسمان کے بننے سے پہلے مذکور ہے اس لئے صحیح یہی ہے کہ یہ الفاظ بطور اصل محکم کے ہیں اور یہی بات قطعی ہے کہ زمین بعد میں بنی +

عتبہ کا پیغام اور آنحضرت کا جواب

۲۹۳۲ ابن ہشام کی ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت حمزہ ایمان لائے اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی اور وہ بہت ہو گئے تو ایک دن عتبہ بن ربیعہ نے جو سرداران قوم سے تھا قریش سے کہا کہ تم کہو تو میں محمد (رسول اللہ صلعم) کے پاس جاؤں اور کچھ باتیں ان کے پیش کروں کہ وہ اس کام سے رک جائیں چنانچہ عتبہ جب آپ اکیلے خانہ کعبہ میں بیٹھے تھے آپ کے پاس گیا اور کہا کہ اگر آپ کا ارادہ اس کام سے مال جمع کرنے کا ہو تو ہم اس قدر مال جمع کر کے آپ کو دے سکتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ مالدار ہوں اور اگر بزرگی چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ کوئی امر بغیر آپ کے مشورہ کے طے نہ کریں گے۔ اور اگر بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اور اگر آپ کو کوئی بیماری ہے تو ہم آپ کے علاج پر جتنا روپیہ ضرورت ہو صرف کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جب عتبہ بات کر چکا تو آپ نے یہی سورت حٰم تنزیل من الرحمٰن الرحیم پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ آپ سجدہ پر پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا (اور ایک روایت میں ہے کہ اس آیت تک انذرتکم صٰعقۃ مثل صٰعقۃ عاد وثمود پہنچے) تب عتبہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور اس کا چہرہ متغیر ہوا ہوا تھا اور اس نے کہا میں نے وہ بات سنی ہے جو نہ شعر ہے نہ سحر ہے نہ کہانت ہے پس اے معشر قریش تم ان کو اپنے کام سے نہ روکو اور مخالفت نہ کرو۔ اگر وہ عزت پائیں تو اس میں تمہاری عزت ہوگی۔ تب سب لوگ بولے اے ابا الولید تم پر بھی آپ کا سحر چل گیا ہے +

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنے سخت دل لوگوں کو بھی قرآن اثر کئے بغیر نہ رہتا تھا۔ لیکن قومی تعصب غالب آ جاتا اور پھر مخالفت شروع کر دیتے۔

قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○ فَاَمَّا عَادٌ ۱۵

انہوں نے کہا اگر رب ہمارا چاہتا تو فرشتوں کو اتارتا سو جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس سے انکاری ہیں ۲۹۳۳ سو عاد نے تو

فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا

زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ کون طاقت میں ہم سے زیادہ مضبوط ہے کیا انہوں نے غور نہ کیا

اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ○

کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا طاقت میں ان سے زیادہ مضبوط ہے۔ اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ ۱۶

سو ہم نے ان پر منحوس دنوں میں تند ہوا چلائی تاکہ انہیں دنیا کی زندگی میں

فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ○

رسوائی کا عذاب چکھائیں۔ اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور انہیں مدد نہیں دی جائیگی ۲۹۳۴

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ ۱۷

اور رہے ثمود تو ہم نے انہیں رستہ دکھایا۔ پر انہوں نے اندھا رہنے کو ہدایت پر ترجیح دی سو ذلت کے عذاب کی ہولناک

الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا ۱۸

آواز نے انہیں آلیا اس کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے اور ہم نے انہیں نجات دی جو ایمان لاتے اور تقوی

يَتَّقُوْنَ ○ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ○ ۱۹

کرتے تھے۔ اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف چلائے جائینگے پس وہ روک دیئے جائینگے

ع ۲ — بدی کی شہادت انسان کے اپنے اعضا سے مل جاتی ہے

۲۹۳۳ من بین ایدیھم و من خلفھم آگے اور پیچھے سے مراد ہر طرف سے آنا ہے۔ اور آنا یہاں بطور تمثیل وسعت دعوت پر ہے یعنی ہر طرح سے سمجھایا۔

نحس نحاس

۲۹۳۴ نحسات۔ نحسۃ کی جمع ہے (ر) اور نحس ضد سعد ہے فی یوم نحس مستمر (القمر ۵۴ - ۱۹) اور نحاس اس شعلے کو کہتے ہیں جس میں دھواں نہ ہو۔ یرسل علیکما شواظ من نار و نحاس (الرحمٰن ۵۵ - ۳۵) اور یہ تانبے سے مطابعت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ نحاس تانبے کو کہتے ہیں (غ) اور رفراء کا قول ہے کہ نحاس یہاں دخان یعنی دھواں ہے اور ازہری کہتے ہیں یہی سب مفسرین کا قول ہے۔ (ل) اور اصل نحس یہ ہے کہ افق سرخ ہو کر شعلے کی طرح ہو جائے۔ اس لئے شؤم یا بدبختی کے لئے بطور مثال ہو گیا ہے۔ اور بعض نے ایام نحسات کے معنی سخت سردی والے دن کئے ہیں (غ) اور منحوس

منحوس دن سے مراد

دنوں سے مراد ان کی بدقسمتی کے دن ہیں۔ اور ایک ہی دن کو الگ الگ شخصوں کی طرف منسوب کر کے نحس بھی کہا جاتا ہے اور سعد بھی (م)

۲۰ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

یہاں تک کہ جب اس پر آپہنچیں گے ان کے کان اور اُن کی آنکھیں اور ان کے جسم اُنکے خلاف اس کی گواہی دینگے جو وہ کرتے تھے ۲۹۳۵

۲۱ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىْۤ اَنْطَقَ كُلَّ

اور وہ اپنے جسموں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی کہیں گے اللہ نے ہمیں بولنے کی قوت دی جس نے ہر چیز کو بولنے کی

۲۲ شَىْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ

قوت دی اور اس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اور تم اس سے نہ چھپتے تھے کہ تمہارے

يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ

کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسم تمہارے خلاف گواہی دیں گے لیکن تم نے خیال کیا کہ اللہ بہت سی

۲۳ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ

وہ باتیں نہیں جانتا جو تم کرتے ہو ۲۹۳۶ اور اسی تمہارے ظن (فاسد) نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق خیال کیا تمہیں ہلاک کیا

۲۴ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ؕ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا

سو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے۔ سو اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کا ٹھکانا ہے اور اگر وہ ناراضگی

۲۵ فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ○ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا

دور کرنا چاہیں تو انہیں موقعہ نہ دیا جائیگا اور ہم نے اُن کے لیے ساتھی مقرر کر رکھے ہیں سو وہ انہیں جو کچھ ان کے آگے

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

اور ان کے پیچھے ہے اچھا کرکے دکھاتے ہیں

۲۹۳۵ جلود کے ظاہر معنی چمڑے ہی ہیں مگر بعض نے یہاں مراد جوارح یعنی اعضا لئے ہیں اور بعض نے فرج سے کنایہ لیا ہے (ر) مگر مجھ **۲۹۳۵** اس سے مراد بعض وقت بدن بھی لیا جاتا ہے۔ اور یہاں یہی وسیع معنی ہیں کان اور آنکھ کا ذکر علیحدہ اس لئے کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت تھی وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ (النحل ۷۸) اور اگلی آیت میں ان کو لفظ جلود میں شامل کرلیا ہے۔ اور وہاں انطق سے مراد دلالت ہے دیکھو ۲۵۵۷ یعنی ان اعضا کی حالت خود بتلادے گی کہ انسان نے کیا کچھ کیا تھا۔ اور گو یہ شہادت کھلے طور پر قیامت میں ادا ہوگی۔ لیکن بدی کا اثر انسان کے جوارح پر یہاں بھی پڑتا ہے۔ ہاں وہ یہاں اکثر حالات میں عام نظروں سے مخفی رہتا ہے اور جب بدی حد سے زیادہ ترقی کرجاتی ہے تو وہ اثر یہاں بھی ظاہر ہوجاتا ہے +

جلد۔ جلود

بدی کا اثر جوارح پر

۲۹۳۶ تستترون۔ سِتْرٌ ڈھکنا اور اِسْتِتَار کے معنی ہیں چھپنا اور مَسْتُور چھپایا گیا۔ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا (بنی اسرائیل ۴۵) (ر)

اِسْتِتَار۔ مَسْتُور

وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِىٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا

اور حق بات ان پر پوری ہو گئی ان قوموں میں (داخل ہوتے ہوئے) جو جنوں اور انسانوں سے ان سے پہلے گزر چکیں کہ وہ نقصان اٹھانے

ع ۱۸ — کفار سے قرآن کو زائل کرنے کی تدبیر اور مومنین پر قرآن کا اثر

خٰسِرِيْنَ ۠ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ ۲۶

والے ہوئے ۲۹۳۷ اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور ڈالو

لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ ۲۷

شاید تم غالب آجاؤ ۲۹۳۸ سو ہم انہیں جو کافر ہیں ضرور سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور یقیناً ہم انہیں

اَسْوَاَ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ ۲۸

بہت بری باتوں کا بدلہ دیں گے جو وہ کرتے تھے یہ اللہ کے دشمنوں کی سزا ہے (یعنی) آگ انکے لئے

فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝

اس میں ہمیشہ کا گھر ہے۔ (یہ) اسکی سزا ہے، جو وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے

اور جب چیزیں چھپتے تھے وہ ان کے جوارح ہیں یعنی اپنے جوارح سے تم اس لئے نہ چھپتے تھے کہ اس وقت تمہیں یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہی چیزیں تم پر گواہی دیں گی۔ اور یا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے جوارح سے چھپ نہ سکتے تھے +

نقیض — **۲۹۳۷** قیضنا۔ دوسری جگہ ہے ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض له شیطانا (الزخرف ۴۳ - ۳۶) اور قیض انڈے کے اوپر کا چھلکا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ وہ قرین یا شیطان اس پر ایسا غالب ہو جاتا ہے جیسے انڈے پر چھلکا (غ) اور قیض الله له قرینا کے معنی ہیں اس کے لئے تیار کر دیا یا ذریعہ بنا دیا ایسے طور سے کہ اسے گمان بھی نہ تھا اور زجاج نے قرآن کریم میں دونوں جگہ معنے کئے ہیں کہ ہم اس کے لئے شیطان یا قرین کو ایک سبب بنا دیتے ہیں اور یہ بطور جزا ہے (ل) قرناء قرین کی جمع ہے دیکھو ۶۵۸

اللہ تعالیٰ کب شیطان کو انسان پر مقرر کرتا ہے — اللہ تعالیٰ کا شیطانوں کو مقرر کرنا یا مسلط کرنا محض انکے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر شیطان کو بطور ابتدا مسلط نہیں کیا وما کان لی علیکم من سلطان (ابراھیم ۱۴ - ۲۲) لیکن جب انسان خود شیطان کے ساتھ تعلق پیدا کرتا کرتا اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ پھر بدی اسے اچھی لگتی ہے۔ تو اس وقت درحقیقت شیطان کا پورا تسلط انسان پر ہو جاتا ہے فھو ولیھم الیوم (النحل ۱۶ - ۶۳) اسی حالت کا یہاں ذکر ہے۔ جب اعراض میں حد سے گذر گئے کسی نیک بات کی طرف کان نہ دھرا بدی سے محبت اور پیار ہو گیا تو گویا شیطان کے قبضہ میں آ گئے اور پھر ان سے شیطانی خیالات کا ہی اظہار ہوتا ہے۔

لغا — **۲۹۳۸** الغوا۔ لغا آواز کو کہتے ہیں اور الغوا فیہ کے معنی بیان کئے ہیں۔ الغطوا فیہ یعنی اس میں شور ڈالو اور باتیں کرنے لگ جاؤ اور حدیث میں ہے من قال یوم الجمعة والامام یخطب لصاحبه صه فقد لغا یعنی جس نے جمعہ کے دن جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو اپنے ساتھی کو کہا چپ اس نے بھی بات کی اور اس کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ صحیح راہ سے ہٹ گیا (ل)

قرآن کریم کے اثر کو زائل کرنے کی تدابیر — قرآن کریم کا اثر چونکہ قلوب پر بہت ہوتا تھا۔ ابھی عتبہ جیسے دشمن کا ذکر ہو چکا حضرت ابوبکر کا واقعہ بھی اسی طرح کا ہے۔ کہ آپ اپنے گھر کے صحن میں بلند آواز سے قرآن شریف پڑھتے تھے تو کفار نے یہ کہہ کر روک دیا کہ ہماری عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر ہوتا ہے اس لئے ان لوگوں نے

۲۹ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا

اور جو کافر ہیں وہ کہیں گے اے ہمارے رب وہ جنہوں نے جنوں اور انسانوں میں سے ہمیں گمراہ کیا تھا ہمیں دکھا ہم انہیں

۳۰ تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ

اپنے پاؤں کے نیچے ڈالیں تاکہ وہ سب سے نیچے رہنے والوں میں سے ہوں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر

اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ

سیدھی راہ پر لگے رہتے ہیں اُن پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشخبری لو

۳۱ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ج

جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ۲۹۳۹ ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے ولی ہیں

۳۲ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ط نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ

اور تمہارے لئے اس میں (وہ سب کچھ) ہے جسے تمہارے دل چاہیں اور تمہارے لئے اس میں (وہ سب کچھ) ہے جو تم مانگو (یہ) مہمانی بخشنے والے رحم کرنے والے

ع ۵ (۱۲) ۱۹

باطل سے قرآن کریم کا محفوظ ہونا

۳۳ رَّحِيْمٍ ○ع وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ

(اللہ) کی طرف سے (ہے) اور بات میں اس شخص سے بہتر کون ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے اور کہتا ہے میں فرمانبرداروں

۳۴ الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

میں سے ہوں ۲۹۴۰ اور نیکی اور بدی برابر نہیں (بدی کو) اس طریق سے دور کر جو بہت اچھا ہے

فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○

تو دیکھو کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی ہے گویا کہ وہ گرمجوش دوست ہے

یہ علاج سوچا کہ جب بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے تو دوسرے لوگ شور ڈالنے لگیں یا سیٹیاں اور تالیاں بجانے لگیں۔ یا اور بیہودہ باتوں میں لگ جائیں۔ جن سب کی غرض شور پیدا کرنا تھا تاکہ کوئی شخص قرآن کو سن نہ سکے اسے وہ اپنے غلبہ کا ذریعہ سمجھتے تھے ۔

استقامت سے مراد

۲۹۳۹ اس آیت کے معنی میں اقوال مختلف ہیں اول استقامة کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ان کی موت توحید پر ہو دوسرا یہ کہ وہ پھر شرک کی طرف نہ لوٹیں تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت پر استقامت اختیار کریں یہی معنی حضرت عمر نے منبر پر کئے (ج) اور استقامة کے اصل معنی بھی یہی ہیں کہ ایک انسان سیدھی راہ پر لگا رہے۔ دیکھو ۱۵۰۹ گویا قالوا ربنا اللہ میں توحید قولی ہے اور استقاموا میں عملی توحید ہے کیونکہ استقامت فعل کو چاہتی ہے۔ دوسرا اختلاف نزول ملائکہ کے متعلق ہے بعض نے کہا موت کے وقت نزول ملائکہ مراد ہے اور بعض نے آخرت میں نزول ملائکہ لیا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس دنیا میں ملائکہ کا آنا مراد ہے۔ گویا ان کا نزول بطور الہام ہے۔ (س) اور قرآن کریم اسی آخری قول کی تائید کرتا

مومنوں پر ملائکہ کا نزول

وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ ۳۶

اور اس کی توفیق نہیں ملتی مگر انہی کو جو صبر کرتے ہیں اور اس کی توفیق نہیں ملتی مگر انہی کو جو بڑے نصیب والے ہیں ۲۹۴۱ اور اگر شیطان

مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ ۳۷

کی طرف سے تجھے بری بات پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ وہ سننے والا جاننے والا ہے ۲۹۴۲ اور اسکی نشانیوں میں سے رات

وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ

اور دن اور سورج اور چاند ہیں ۔ سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو

الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ ۳۸

جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو پس اگر وہ تکبر کریں تو وہ جو

السجدة

عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ○

تیرے رب کے پاس ہیں رات کو اور دن کو اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں ۲۹۴۳

ہے اول اس لئے کہ خوف وحزن کا وقت یہ دنیا ہی ہے دوسرا اس لئے کہ اگلی آیت میں ہے نحن اولیاؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا اس کا فائدہ یہی ہے کہ اس زندگی میں انہیں یہ تسکین دی جائے اگر وقت پر کوئی تسکین نہیں دی گئی اور موت کے وقت یا آخرت میں یہ کہا تو اس کا فائدہ کچھ نہیں۔ علاوہ ازیں اوپر آچکا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا (المومن ۴۰-۵۱) اور یہ نزول ملائکہ بھی درحقیقت انہی نصرت کے سامانوں میں سے ایک سامان ہے اور امت مسلمہ کی اس پر شہادت فعلی رنگ میں موجود ہے۔ کہ اولیاء اللہ پر نزول ملائکہ ہوتا ہے۔ وقد قدمنا لك ان جمیعا من الناس یقولون یتنزل الملٰئکة علی المتقین فی کثیر من الاحایین (ر) اور پہلے حصہ رکوع میں کفار کے اثر قرآن کو باطل کرنے کا ذکر تھا۔ یہاں بتایا کہ وہ اثر ایسا ہے کہ باطل نہیں ہو سکتا +

داعی الی اللہ

۲۹۴۰ دعوت الی اللہ (اور یہی دعوت الی الاسلام ہے) بہترین کام ہے بشرطیکہ انسان خود بھی عمل صالح کرے مسلمانوں کو دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دلائی گئی تھی مگر آج سب کاموں سے پیچھے یہی کام رکھا گیا ہے۔ اور اگر کوئی ایک کام ہے جس کی طرف تمام دنیائے اسلام کی آج بے توجہی ہے تو وہ دعوت الی الاسلام کا کام ہے۔ اور اگلی آیت میں بتایا کہ جو شخص دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں۔ انہیں دوسروں کے ہاتھ سے دکھ بھی اٹھانے پڑتے ہیں۔ مگر ان کا کام نہیں کہ بدی کا بدلہ بدی پہنچائیں۔ بلکہ بدی کو نیکی سے دور کرنے کی کوشش کریں نتیجہ یہ ہوگا کہ بدترین دشمن بہترین دوست بن جائیگا۔ دعوت الی اللہ کے کام میں اس سے بڑھ کر کوئی روک نہیں ہو سکتی۔ کہ ایک انسان ہر ایک دکھ اور تکلیف کو جو دوسروں کی طرف سے اسے پہنچے بدلہ لینے کے لئے دل میں جمع کرتا جائے +

لقّی

حظ

۲۹۴۱ یلقّی کے معنی یُعَلَّمُ وَیُوَفَّقُ لَھَا ہیں یعنی سکھایا جاتا اور اس کی توفیق دیا جاتا (ل) اور یلقّٰھا میں ضمیر اس خصلت کی طرف جاتی ہے یعنی بدی کو نیکی سے دور کرنا - حظ نصیب مقدر کو کہا جاتا ہے فنسوا حظا مما ذکروا بہ (المائدۃ ۵-۱۴) للذکر مثل حظ الانثیین (النساء ۴-۱۱ ع)

۲۹۴۲ یہ الفاظ بعینہ وہی ہیں جو الاعراف ۷-۲۰۰ میں آئے ہیں اور وہاں دکھایا گیا ہے کہ مراد نزغ سے وسوسہ نہیں بلکہ تکلیف دہ باتیں ہیں جو دشمنوں کی طرف سے پہنچتی ہیں۔ یہاں بھی سیاق عبارت اسی معنی کو چاہتا ہے۔ اس لئے کہ پیچھے بھی دشمن کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا ذکر ہے۔

سأمة

۲۹۴۳ یسئمون۔ سَأمة ملالت ہے اس سے جو دیر تک رہے فعل سے ہو یا اثر فعل سے لا یسأم الانسان من دعاء الخیر (۴۱-۴۹) عند ربك

۳۹ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تو زمین کو مردہ دیکھتا ہے۔ پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ ہلتی ہے اور پھولتی ہے

۴۰ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؀ اِنَّ الَّذِيْنَ

وہی جس نے اسے زندہ کیا یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ۲۹۴۴ وہ لوگ جو ہماری

يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ

آیتوں کے بارہ میں کجروی اختیار کرتے ہیں ہم پر مخفی نہیں تو کیا وہ جو آگ میں ڈالا جاتا ہے بہتر ہے یا وہ

۴۱ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ؀ اِنَّ الَّذِيْنَ

جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے جو چاہتے ہو کرو وہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے ۲۹۴۵ وہ لوگ جنہوں نے

۴۲ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ؀ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ

نصیحت کا انکار کیا جب وہ اُن کے پاس آگئی اور وہ یقیناً غالب آنے والی کتاب ہے ۲۹۴۶ جھوٹ نہ اس پر اس کے سامنے سے

يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ؀

آسکتا ہے اور نہ اسکے پیچھے سے وہ حکمت والے تعریف کئے گئے (اللہ) کی طرف سے اتاری گئی ہے ۲۹۴۷

سے مراد عموماً ملائکہ لئے گئے ہیں مگر جو انسان اللہ تعالیٰ کے حضور میں قرب رکھتے ہیں وہ بھی اسی کا مصداق ہیں۔ وہ رات اور دن اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان کی راحت قلب اس سے بڑھتی ہے ملال کبھی پیدا نہیں ہوتا +

خاشعة

۲۹۴۴ خاشعة جب زمین خشک ہو جائے اور اس پر مینہ نہ برسے تو کہا جاتا ہے خَشَعَتْ پس خاشعة اس زمین کو کہا جاتا ہے جو مردہ ہو اور جس میں سبزی نہ ہو۔ اور ارض خاشعة اسے بھی کہا جاتا ہے جسے بوجہ زمی کے ہوائیں اڑائے جاتی ہوں (ل) یہیں صاف اس انقلاب عظیم کی پیشگوئی ہے جو قرآن کریم کے ذریعہ سے دنیا میں پیدا ہونے والا تھا۔

اِلحاد

۲۹۴۵ اِلحاد کے لئے دیکھو ۱۰۸۶ یہاں مراد آیات الٰہی کے بارے میں باطل کی طرف مائل ہونا یعنی ان کی تکذیب ہے ظلم یا شک یا اعتراض بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ اور ظلم ان آیات کے مٹانے پر زور لگانے میں ہے۔

۲۹۴۶ کافروں کا کیا حشر ہوگا یوں بتایا کہ یہ کتاب جس کا انکار کرتے ہیں عزیز ہے یعنی غالب آنے والی چیز ہے نہ مغلوب ہونے والی دیکھو ۱۸۳ پس اس کے منکر ضرور ہے کہ آخر کار مغلوب ہوں۔

۲۹۴۷ باطل آگے اور پیچھے سے اس پر نہیں آسکتا۔ مراد سب جہات ہیں یعنی کسی طرف سے نہیں آسکتا اور یا بین یدیہ یا سامنے سے مراد واقعات ہیں جو موجود ہیں یا گذر چکے۔ اور خلفہ علوم ہیں جو بعد میں ظاہر ہوں اور اسی لحاظ سے حکیم اور حمید کی صفات ہیں یعنی اس کے علوم سب حکمت پر مبنی ہیں۔ اور جو کچھ اس میں بیان ہوا اس پر اسکی تعریف ہوتی ہے +

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ ۴۳

تجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی جو تجھ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا یقیناً تیرا رب بخشش والا

وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ○ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ ۴۴

اور دردناک سزا دینے والا ہے اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بناتے تو کہتے اس کی آیتیں کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں کیا عجمی اور

وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ

عربی (برابر ہیں)؟ کہو وہ اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے

اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ○ع وَلَقَدْ ۴۵

ع ۶ — حق کا آخری غلبہ

کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان پر نابینائی ہے یہی دور کی جگہ سے پکارے جاتے ہیں ۲۹۴۸ اور یقیناً

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس کے بارے میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات تیرے رب کی طرف سے پہلے نہ

رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ○ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ ۴۶

ہو چکی ہوتی تو انکے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا اور وہ یقیناً اس کے متعلق سخت شک میں ہیں جو کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اپنی جان ہی کی بھلائی کیلئے اور

۲۵ — الجزء الخامس والعشرون

مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ ۴۷

جو کوئی برا کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے اور تیرا رب بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنیوالا نہیں اسی کی طرف (موعود) گھڑی کا علم لوٹایا جاتا ہے۔

وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ

اور نہ کوئی پھل اپنے گابھوں سے نکلتے ہیں اور نہ کسی مادہ کو حمل ہوتا ہے اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے (ہوتا ہے)

عجم - اعجمی

۲۹۴۸ اعجمی عُجْمَۃ - اِبَانَۃ یا کھول کر بیان کرنے کے خلاف ہے اور اِعْجَام کے معنی ابہام ہیں۔ اور عَجَم خلاف عرب ہے جس کے لئے عجم ۱۵۱۶ اور اَعْجَم وہ ہے جس کی زبان میں ابہام ہو۔ خواہ وہ عربی ہو یا غیر عربی اور اَعْجَمِی اس کی طرف منسوب ہے۔ اور چارپائے کو عَجْمَاء کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ناطق کی طرح اپنے مطلب کو بیان نہیں کر سکتا (غ)

عجمی قرآن سے مراد

یہاں قرآن عجمی سے مراد ایسی کتاب ہے جس میں کافی وضاحت نہ ہوتی دیکھو ۱۵۱۶ اسی لئے اس کے مقابل پر لولا فصلت آیاتہ فرمایا اور اس لئے کہا کہ ان سورتوں میں بہت کھول کھول کر انذار کیا گیا ہے۔ مگر باوجود اس قدر وضاحت کے کافروں کو اب بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ ھو علیھم عمی کے یہی معنی ہیں اور ینادون من مکان بعید میں بھی یہی اشارہ ہے۔ کہ وہ ان کو دور کی آواز معلوم ہوتی ہے یعنی ٹھیک سمجھ نہیں آتی تمثیل لھم فی عدم فھمھم وانتفاعھم بما دعوا له (ر)

۴۸ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ○ وَضَلَّ

اور جس دن انہیں پکارے گا (تمہارے بنائے ہوئے) میرے شریک کہاں ہیں۔ کہیں گے ہم تیرے سامنے اعلان کرتے ہیں ہم میں سے کوئی (اس پر) گواہ نہیں ۲۹۴۹ اور وہ

۴۹ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ ○ لَا يَسْأَمُ الْإِنْسَانُ

ان سے جاتے رہیں گے جنہیں وہ پہلے بلاتے تھے اور وہ یقین کرلیں گے کہ انکے لئے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں انسان بھلائی کی

۵۰ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ○ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ

دعا سے نہیں تھکتا اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو مایوس سخت نا امید ہو جاتا ہے اور اگر ہم اسے اپنی طرف سے

رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ

رحمت کا مزہ چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو وہ ضرور کہیگا یہ میرا حق ہے اور میں (اس) موعود گھڑی کو آنیوالا

قَائِمَةً وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنُنَبِّئَنَّ

یقین نہیں کرتا اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا جاؤں تو میرے لئے اس کے پاس یقینی بھلائی ہے سو ہم ضرور انہیں جو کافر

۵۱ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ○ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ

تھے اس کی خبر دیں گے جو انہوں نے کیا اور ہم یقیناً انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ

۵۲ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ ○ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ

منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی (چوڑی) دعائیں لگ جاتا ہے ف۲۹۵۰ کہو کیا تم نے غور کیا اگر (یہ)

مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ○

اللہ کی طرف سے ہو پھر تم اس کا انکار کرو اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو دور کی مخالفت میں ہے۔

کَمْ — کُمّ — أین۔ متٰی

ف۲۹۴۹ اکمام۔ کَمْ عدد کو ظاہر کرتا ہے۔ اور سوال کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور خبر کے لئے بھی۔ اور اس کے بعد اسم پر مِنْ بھی داخل ہوتا ہے کَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا (الاعراف-۴) اور کُمّ قمیص کا وہ حصہ ہے جو ہاتھ کو ڈھانکتا ہے یعنی آستین اور کِمّ وہ ہے جو پھل کو ڈھانکتا ہے یعنی گابھا اور اس کی جمع اکمام ہے وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ (الرحمٰن ۵۵-۱۱) (غ) أَیْنَ سے مکان کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے یعنی کہاں جس طرح متٰی سے زمانہ کے متعلق یعنی کب (غ) مطلب نتائج اعمال کے ظہور سے ہے جنہیں عورت کے حمل سے اور پھل کے نکلنے سے تشبیہ دی گئی ہے دیکھو ف۱۶۰۲۔

نَأىٰ بجانبه

ف۲۹۵۰ نَأىٰ بجانبہ۔ پہلو پھیر لیا یعنی اعراض کیا۔ دیکھو ف۱۴۲۷ اور نَأىٰ بجانبہ اس شخص کے متعلق کہا جاتا ہے جو تکبر کرکے اپنا منہ پھیرے اور یہاں مراد ہے کہ اپنے خالق سے اپنے پہلو کو پھیرلیا۔ گویا اس کی عبادت اور دعا سے اعراض کیا۔ اور یا اس کے معنی ہیں قبول سے دور ہوگیا (ل)

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ ۵۳

ہم انہیں اپنی نشانیاں اطراف میں اور ان کی اپنی جانوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ اُنکے لیے کھل جائے کہ وہ حق ہے

أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن ۵۴

کیا تیرے رب کے متعلق یہ کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے ۲۹۵ؔ دیکھو وہ اپنے رب کی ملاقات سے

لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝

شک میں ہیں دیکھو وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

عریض عریض اصل میں اجسام میں بولا جاتا ہے۔ لیکن اس کا استعمال غیر اجسام میں بھی ہے۔ اور عریض کے معنی وسیع ہیں اور مراد بہت دعا ہے جسے برابر جاری رکھا جائے مطلب یہ ہے کہ خوشحالی میں انسان خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور تکلیف میں اس کی طرف جھکتا ہے۔

اُفق ۲۹۵ؔ آفاق۔ واحد اُفق یا اُفُق ہے اور آفاق کے معنی نواحی یا اطراف ہیں۔ (غ) یعنی چاروں طرف یہاں دو باتوں کا ذکر ہے

اسلام کا غلبہ عرب میں اور اطراف عالم میں ایک آفاق میں نشانیوں کا دکھانا دوسرے اہل عرب کو انکے اپنے نفسوں میں یعنی ملک عرب کے اندر اور مطلب یہ ہے کہ اسلام کی کامیابی مشرق و مغرب میں بھی دکھائیں گے۔ اور خود ملک عرب میں بھی۔ سخت ترین مصائب کے وقت یہ عظیم الشان بشارت اور تسکین سوائے خدائے عالم الغیب کے کون دے سکتا تھا۔

سُورَةُ الشُّورٰى مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے باربار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ ۲ ۳ حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ

ع ۹ / ۲ — انذار

(اللہ) بے انتہا رحم والا۔ جاننے والا سننے والا قادر ہے ۲۹۵۲ اسی طرح اللہ غالب حکمت والا تیری طرف وحی کرتا ہے اور ان کی طرف جو تجھ سے پہلے ہوئے

۴ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

وحی کرتا رہا ہے ۲۹۵۳ اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ بلند عظمت والا ہے

نام — اس سورت کا نام الشوریٰ ہے اور اس میں پانچ رکوع اور ۵۳ آیتیں ہیں۔ سورت کا نام اس عظیم الشان حکم سے لیا گیا ہے جسے مسلمانوں کی حکومت اور کل قومی کاموں کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ یعنی باہمی مشورہ سے امور کو طے کرنا یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور **زمانہ نزول** — اس زمانہ کی ہے جب مسلمانوں کی نہ کوئی قوم بنی تھی نہ کوئی قومی کام طے ہونے والے تھے اور حکومت کا تو وہم گمان بھی نہ تھا اس وقت مسلمانوں کو مشورہ کا حکم دینا اور نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ اسے مسلمانوں کی عظیم الشان ضرورت قرار دینا بتاتا ہے کہ کس قدر اہمیت اس اصول کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے +

خلاصہ مضمون — سورت کے پہلے رکوع میں بتایا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بھیجنے کی غرض یہ ہے۔ کہ ام القریٰ سے شروع کر کے کل عالم کو انذار کریں یعنی بدی کے بد نتائج سے متنبہ کریں دوسرے رکوع میں بتایا کہ اسلام کا حق کل دنیا کو انذار کرنے کا ہے اس لئے کہ اسلام ہی تمام اختلافات مذہبی کا فیصلہ کرتا ہے تیسرے اور چوتھے رکوع میں مومنوں کو کامیابی کی بشارت دی ہے۔ کیونکہ اتنے عظیم الشان کاموں کی متحمل کوئی قوم نہ ہو سکتی تھی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تائیدات اور نصرتوں کے وعدے اور آخری کامیابی کی بشارتیں نہ ہوں جو ان میں ہر قسم کی مصائب کے برداشت کرنے کی ہمت پیدا کریں۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کو مشورے کا حکم دیا۔ یعنی جب کامیاب ہو جائیں تو پھر حکومت کے صحیح اصول کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اور آخری رکوع میں بتایا کہ بدی کے نمایندوں کے لئے آخر کار ہلاکت ہے۔ اور زندگی کی بنیاد صرف قرآن کریم ہے جس سے دنیا کی قوموں کو آیندہ کے لئے زندگی مل سکتی ہے۔

تعلق — پچھلی سورت میں اسلام کے اطراف واکناف میں غلبہ کی پیشگوئی کی تو یہاں بتایا کہ اسلام کا پیغام کل عالم کے لئے ہے اور اسلام سب اختلافات مذہبی کا فیصلہ کرتا اور اصول اتحاد اقوام کی صحیح بنیاد رکھتا ہے۔

عسق — ۲۹۵۲ عسق۔ مفسرین ان حروف پر خاموش ہیں۔ ابن جریر نے حذیفہ سے ایک روایت بیان کی ہے جو ان حروف کو آنے والے فتنوں پر لگاتے ہیں اور ابن عباس سے ایک روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ س ہر ایک فرقہ کی عمر ہے جو ہونے والا ہے اور ق ہر ایک جماعت ہے جو ہونے والی ہو مگر اس سے بھی کچھ مطلب نہیں کھلتا اصل بات یہی ہے کہ یہ حروف اسماء الٰہی کے قائم مقام ہیں یعنی ع علیم۔ س سمیع اور ق قادر کی جگہ اور پہلی آیت میں حم رحمان کی جگہ ہے اور وحی کا نازل فرمانا صفت رحمانیت کا تقاضا ہے اور علیم۔ سمیع۔ قادر کا تعلق انذار۔ وحی کی مخالفت اور ابطال حق کرنے والوں کی سزا سے ہے۔

۲۹۵۳ کذلک یعنی اس کی مثل جو اس سورت میں ہے یا اسی طرح بواسطہ ملک وحی کرتا ہے (۳) مگر ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ اسی طرح

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ ۵

قریب ہے کہ آسمان اُن کے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور

يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِى الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ ۶

اُن کے لئے بخشش مانگتے ہیں جو زمین میں ہیں دیکھو اللہ ہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۲۹۵۴ اور جو لوگ

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

اس کے سوائے ولی بناتے ہیں اللہ ان پر نگہبان ہے اور ان کا معاملہ تیرے سپرد نہیں کیا گیا

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَ ۷

اور اسی طرح ہم نے تیری طرف قرآن عربی وحی کیا ہے تاکہ تو بستیوں کے مرکز کو ڈرائے اور ان سب کو جو اسکے ارد گرد ہیں

تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ ۝

اکٹھا ہونے کے دن سے ڈرائے جس میں کوئی شک نہیں ایک گروہ بہشت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ۲۹۵۵

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ ۸

اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں ایک ہی گروہ بناتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں

فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لئے کوئی ولی نہیں اور نہ کوئی مددگار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا جس کا ذکر حٰم میں ہے یہ تقاضا رہا ہے کہ وہ وحی کرے +

اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت

۲۹۵۴ فوقھن میں ضمیر بعض نے سماوات کی طرف ہی لی ہے۔ اور مراد ان کی جہت فوقانیت یا اوپر کی سمت ہے اور بعض نے ضمیر کو جماعات کفار کی طرف لیا ہے۔ اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ یعنی کفار کا ظلم تو اس قدر ہے کہ آسمان اُن کے اوپر سے پھٹ پڑنے مگر اس کی صفات میں رحم اس قدر غالب ہے کہ اس کے فرشتے لوگوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں اور اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو حذیفہ نے بیان کی ہے۔ اور دوسری طرف ان الفاظ قرآنی کو مدنظر رکھتے ہوئے جو دوسری جگہ عیسائیت کے متعلق فرمائے ہیں تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا (مریم ۱۹-۹۰ و ۹۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اشارہ عیسائی اقوام کی طرف ہے۔ یعنی ان کے عقاید باطلہ تو ایسے ہیں کہ ان پر آسمان پھٹ پڑیں مگر ان کے بعض افعال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو تباہ نہیں کرے گا۔ اگلی آیت میں بھی اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے +

یوم الجمع

۲۹۵۵ یوم الجمع سے مراد قیامت کا دن لیا گیا ہے کیونکہ اس میں مخلوقات جمع ہوں گی اور یا ارواح اور جسم جمع ہونگے یا اعمال اور عمل کرنیوالے جمع ہونگے اور دوسری جگہ ہے یوم یجمعکم لیوم الجمع (التغابن ۶۴-۹) مگر لیکن حق و باطل کے فیصلہ کیلئے ایک جمع ہونے کے دن کا اس دنیا میں بھی آنا ضروری قرار دیا گیا۔

۹ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

بلکہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ولی بنائے ہیں سو اللہ ہی ولی ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر

۱۰ قَدِيْرٌ ۝ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ

ہے اور جو تم کسی بات میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے یہ اللہ میرا رب ہے اس پر میں بھروسہ

ع ۲

اسلام سب اختلافات دینی کا فیصلہ کرتا ہے

۱۱ تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ

رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ۲۹۵۶ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنیوالا اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے اور چارپایوں

الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

کے بھی جوڑے (پیدا کئے) وہ اس (طرح) سے تمہیں پھیلاتا رہتا ہے اسکی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے ۲۹۵۷

تھا قل یجمع بیننا ربنا ثم یفتح بیننا (السبا - ۲۶) اور اس لئے یہاں دونوں کی طرف اشارہ ہے +

ام القریٰ ومن حولھا کے انذار پر دیکھو ۹۵۲ اس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کا انذار پہلے اس قوم کے لئے ہے جو اس سے فائدہ اٹھا کر دنیا کے لئے ماں کا کام دے یعنی دنیا کی روحانی تربیت کرے گویا بتایا ہے کہ خاتم النبیین کی بعثت کا مرکز وہی تمام ہو سکتا تھا جو دنیا کا مرکز ہے جب تک پہلے اس میں انذار نہ ہو دوسری قوموں میں انذار نہ ہو سکتا تھا کیونکہ اس قوم نے دوسری قوموں کے لئے منذر بننا تھا +

اختلافات مذاہب فیصلہ وحی الٰہی ہی کر سکتا تھا۔

۲۹۵۶ آیت ۸ میں اختلافات امم کا ذکر تھا تو فرمایا کہ اس اختلاف مذہبی کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب ساری قومیں اپنے اپنے اندر رسولوں کا آنا مانتی تھیں اور تمام قوموں میں سخت اختلافات پیدا ہو چکے تھے تو ان کا فیصلہ کس طرح ہو سکتا تھا جب تک نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نئی وحی نہ آتی یہی فحکمہ الی اللہ سے مراد ہے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیشہ ہی دین کی تلقین کی ہے یعنی اسلام یا اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کا دین اور تمام انبیاء کا ایک ہی مذہب تھا اسی کے اصل اصول کو اسلام کا اصل الاصول قرار دے کر اختلافات مذہبی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جب پہلے رکوع میں آپ کی بعثت کو ام القریٰ سے شروع کر کے کل عالم کے لئے فرما دیا تو اب بتایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ہی تمام اختلافات مذہبی کا فیصلہ کرتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کل عالم کا مذہب ہو +

۲۹۵۷ من الانعام ازواجا سے مراد یہ ہے کہ چارپایوں کے جوڑے ان کی جنس سے پیدا کئے جس طرح انسان کے جوڑے انسان کی جنس سے پیدا کئے اور یا مراد ہو کہ تمہارے فائدہ کے لئے حیوانات کے جوڑے پیدا کئے یا قسم قسم کے حیوان پیدا کئے اور یذرؤکم فیہ سے مراد ہے کہ اس تدبیر سے وہ تمہیں پھیلاتا ہے یعنی تعلق زوجیت کی غرض یہ ہے کہ اس کے درمیان توالد ہو اور انسان اور حیوان کی نسل پھیلے +

لیس کمثلہ شیٔ سے مراد

لیس کمثلہ شیٔ۔ مثل کے معنی بیان ہو چکے ہیں۔ اور یہاں کاف کو جو تشبیہ کے لئے ہے اور مثل کو تاکید نفی کے لئے جمع کیا ہے۔ اور اس میں تنبیہ ہے کہ نہ مثل کا استعمال صحیح ہے نہ کاف کا اس لئے دونوں امور کو جمع کیا اور بعض کے نزدیک مثل یہاں بمعنی صفت ہے یعنی اس کی صفت جیسی کوئی صفت نہیں اور اس میں تنبیہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کی صفات میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کے ساتھ انسان کی صفات کو بھی بیان کیا جاتا ہے لیکن یہ صفات اس طرح پر نہیں جس طرح بشر میں ہیں۔ یعنی اس کی صفات بشر پر قیاس نہیں کی جا سکتیں (راغ) مثلاً سن کر

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ ۱۲

آسمانوں اور زمین کے خزانے اسی کے ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا ۱۳

وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اس نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا ہے جس کا نوح کو حکم دیا تھا

وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى

اور جو ہم نے تیری طرف وحی کی اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا

کہ دین کو قایم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو مشرکوں کو وہ بھاری معلوم ہوتا ہے جس کی

تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ

طرف تو انہیں بلاتا ہے اللہ اپنے لئے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے

مَنْ يُّنِيْبُ ۝ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا ۱۴

جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے ۲۹۵۸ اور انہوں نے تفرقہ نہیں کیا مگر اسکے بعد جو ان کے پاس علم آگیا آپس کے حسد کی

بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ

وجہ سے اور اگر ایک بات تیرے رب کی طرف سے پہلے سے ایک وقت مقرر کے لئے نہ ہو چکی ہوتی تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ

اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب ورثہ میں ملی وہ اسکے متعلق سخت

دیکھنا سننا ایسا نہیں جیسا بشر کا ہے۔ . . اور اس کا بنانا ایسا نہیں جیسا بشر کا ہے کیونکہ بشر آلات اور مادے کا محتاج ہے خدا نہیں اور بعض نے مثل سے مراد یہاں ذات لی ہے یعنی مراد یہ ہے کہ اس کی ذات جیسی کوئی شے نہیں۔ جیسے عرب کہتے ہیں مثلک لا یبخل اور مراد یہ ہوتی ہے کہ تو بخیل نہیں۔ (۳) اور یہاں یہ ذکر اس مناسبت سے کیا ہے کہ اوپر انسانوں اور حیوانات میں توالد و تناسل کا ذکر تھا۔

اصل اصول ادیان

۲۹۵۸ یہاں بتایا کہ دین کا اصل اصول تو ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔ چنانچہ جو حکم اب دیا جاتا ہے یہی نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا گیا تھا اور نوح اور ابراہیم کے درمیان والذی اوحینا الیک لا کر اس وحی کی عظمت کی طرف توجہ دلائی ہے اور اقیموا الدین میں دین سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی کامل فرمانبرداری ہے۔ یعنی اصل اصول سب دینوں کا یہی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جانیں اور اسی کی فرمانبرداری کریں۔ اور آگے فرمایا کہ مشرکوں کو شرک چھوڑ کر ایک اللہ کو ماننا بڑا دشوار معلوم ہوتا ہے ایسی حالت ہر قوم

۱۵ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ

شک میں ہیں ۲۹۵۹ سو اس کے لئے تو بلا اور سیدھی راہ پر لگا رہ جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے اور انکی خواہشوں کی

اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ

پیروی نکر اور کہو میں اس پر ایمان لایا جو اسنے کتاب سے اتارا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان

بَيْنَكُمُ ۖ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ

انصاف کروں اللہ ہمارا رب اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل ہمارے اور تمہارے

۱۶ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۖ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ وَالَّذِيْنَ

درمیان کچھ جھگڑا نہیں اللہ ہمیں جمع کریگا اور اسی کی طرف انجام کار پھر آنا ہے ۲۹۶۰ اور جو لوگ

يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ

اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے بعد کہ اس کی بات مان لی گئی ان کا جھگڑا ان کے رب کے

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝

نزدیک باطل ہے اور ان پر ناراضگی ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہے ۲۹۶۱

کی ہے جس نے جو شرک بنایا ہے اس شرک کے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں +

۲۹۵۹ ما تفرقوا میں ضمیران انبیاء کی امتوں کی طرف ہے۔ یعنی سب انبیاء کو تو ایک ہی دین توحید الٰہی کا دے کر بھیجا گیا تھا۔ مگر اس علم کے آنے کے بعد پھر لوگوں نے باہم تفرقہ کیا۔ کلمۃ سبقت من ربک یہ ہے کہ اختلافات عقاید پر یہاں سزا نہیں دی جاتی۔ اور اورثوا الکتاب من بعدھم سے مراد آنحضرت صلعم کے زمانہ یا اس کے بعد کے لوگ ہیں۔ کہ وہ اس حق میں جو نہایت واضح تھا شک کر رہے ہیں۔

۲۹۶۰ فلذٰلک سے مراد لی گئی ہے کہ اس تفرقہ کے سبب سے لوگوں کو راہ حق کی طرف بلاتے رہو مگر اصل مراد اسی اصل الاصول کی طرف بلانا ہے۔ جو سب دینوں کی تعلیم مشترک ہے۔ اور اسی لئے آگے فرمایا اٰمنت بما انزل اللہ من کتاب اور اسی اصول مشترک کی طرف اشارہ ہے اللہ ربنا و ربکم میں اور حجۃ اصل میں مصدر بمعنی احتجاج یعنی جھگڑا ہے +

حجۃ

اسلام کا قیام اسکی صداقت کی دلیل ہے

۲۹۶۱ من بعد ما استجیب لہ یعنی بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی بات کو بہتیرے لوگوں نے قبول بھی کر لیا یعنی دین اسلام قایم ہو گیا کیونکہ ایک یہ بھی صریح شہادت صداقت اسلامی کی تھی کہ سخت ترین مخالفت کے باوجود لوگ اسے قبول کرتے جاتے تھے اور اس زمانہ کے لئے یہ دلیل بالخصوص قابل غور ہے کہ عیسائیت نے ساری دنیا پر تسلط حاصل کر کے اسلام کو مٹانا چاہا مگر ان کی سب کوشش حجتھم داحضۃ کی مصداق ہے اور وہ خود بھی اسے محسوس کر رہے ہیں +

اَللّٰهُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَؕ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ○ ۱۷

اللہ وہ ہے جس نے کتاب کو اور میزان کو حق کے ساتھ اتارا اور تجھے کیا خبر ہے شاید موعودہ گھڑی نزدیک ہی ہو ۲۹۶۲

یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَاۚ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَیَعْلَمُوْنَ ۱۸

اسکے لئے وہ لوگ جلدی مچاتے ہیں جو اسپر ایمان نہیں لاتے اور جو ایمان لائے وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ

اَنَّهَا الْحَقُّؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ○ اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ ۱۹

وہ سچ ہے دیکھو جو لوگ (موعودہ گھڑی) کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ یقیناً پرلے درجہ کی گمراہی میں ہیں ۲۹۶۳ اللہ اپنے بندوں

بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُۚ وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ○ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ ۲۰

پر لطف کرنیوالا ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ طاقتور غالب ہے جو کوئی آخرت کا فائدہ چاہتا ہے ہم اسے اسکے فائدے

لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖۚ وَمَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ○

میں بڑھا کر دیں گے اور جو کوئی دنیا کا فائدہ چاہتا ہے ہم اس میں سے کچھ اسے دیدیں گے اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ۲۹۶۴

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِیَ ۲۱

کیا اُن کے کوئی شریک ہیں جنہوں نے دین کا کوئی ایسا رستہ اُنکے لئے مقرر کر دیا ہے جسکی اجازت اللہ نہیں دیتا اور اگر فیصلے کی بات (پہلے سے) نہ ہو چکی

بَیْنَهُمْؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ تَرَى الظّٰلِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ ۲۲

ہوتی تو انکے درمیان (ابھی) فیصلہ کر دیا جاتا اور ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے، تو ظالموں کو دیکھتا ہے (کہ) اس سے ڈر رہے ہیں جو انہوں نے کمایا ہے اور وہ

وَاقِعٌۢ بِهِمْؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِۚ

ان پر واقع ہونیوالا ہے اور جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں وہ بہشت کے باغوں میں ہونگے

موسنوں کو بشارت — ع ۲

میزان — ۲۹۶۲ میزان کے معنی یہاں عدل مروی ہیں (ج) یا شریعت جس سے حقوق کا موازنہ کیا جاتا ہے (م)، یعنی کتاب تو انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ نے عدل یا ایک اندازہ بھی نازل کیا ہے جس میں اشارہ انسانوں کے محاسبہ کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے آگے ساعۃ کا ذکر آتا ہے یعنی وہ محاسبہ کا وقت قریب ہی آپہنچا ہے۔

مماراۃ — ۲۹۶۳ یمارون۔ مماراۃ کے وہی معنی ہیں جو امتراء کے ہیں یعنی اس بات میں جھگڑنا جس میں شک ہو فلا تمار فیہم الا مراء ظاہرا (الکہف ۱۸-۲۲) افتمارونه علی ما یری (النجم ۵۳-۱۲) (غ)

حرث — ۲۹۶۴ حرث دیکھو ۲۶۴ اور یہاں مراد اس سے وہ آبادی یا فائدہ ہے جو اس سے حاصل ہوتا ہے اور ایک روایت میں ہے احرث فی دنیاك لآخرتك یعنی دنیا میں آخرت کے لئے کھیتی تیار کرے یعنی فائدہ حاصل کرے (غ)

۲۳ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ○ ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ

ان کے لئے اُن کے رب کے پاس ہے جو وہ چاہیں یہی بڑا فضل ہے یہ وہ ہے جس کی خوشخبری

اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا

اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں کہو میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا ہاں

الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۗ وَمَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ

قریبیوں میں محبت (چاہتا ہوں) اور جو کوئی نیکی کرتا ہے ہم اس کے لئے اس میں بھلائی بڑھاتے ہیں اللہ

۲۴ غَفُورٌ شَكُورٌ ○ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ

بخشنے والا قدردان ہے ۲۹۶۵ کیا کہتے ہیں اللہ پر جھوٹ بنا لیا ہے سو اگر اللہ چاہتا

يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ

تو تیرے دل پر مہر کر دیتا اور اللہ جھوٹ کو مٹاتا ہے اور اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں بعض باتوں میں ناکامی بھی ہو سکتی ہے۔ مگر آخرت کی کوئی کوشش ضایع نہیں ہوتی +

مودت فی القربیٰ سے مراد

۲۹۶۵ الا المودۃ فی القربیٰ۔ یہاں بعض نے الا کو استثنائے متصل قرار دیکر یوں معنی کئے ہیں کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم مجھ سے بوجہ قرابت کے (فی گویا سببیت کے لئے ہے) محبت کرو اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ قریش کا کوئی بطن نہ تھا جس میں آپ کا تعلق قرابت نہ ہو گویا اسی تعلق قرابت کی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جس طرح تم اپنے قریبیوں کی حمایت کرتے ہو اور خواہ مخواہ ایذا نہیں دیتے یہی معاملہ مجھ سے کرو۔ اور ایک معنی یوں کئے گئے ہیں کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم میرے قریبیوں سے محبت کرو گویا یہ اہل بیت کی محبت کی تلقین ہے۔ اور اہل بیت کی محبت کے متعلق بعض احادیث بھی ہیں لیکن اگر یہ احادیث صحیح بھی مانی جائیں تو بھی اس بات کی کہ اس آیت کا یہی منشا ہے کوئی سند نہیں۔ ان احادیث کا منشا صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دکھایا گیا تھا کہ آپ کی امت کے بعض لوگ اہل بیت سے بغض کریں گے اس لئے آپ نے اس سے بچنے کی اور اہل بیت سے محبت کی ہدایت فرمائی اور ان سب معنوں پر یہ اعتراض ہے کہ وعظ پر کسی اجر کا نہ مانگنا سب انبیا کی عام تعلیم ہے جیسا کہ ہر نبی کے ذکر میں یہ لفظ آتے ہیں اور آنحضرت صلعم کے ذکر میں بھی یہی لفظ آتے ہیں کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ تو سب انبیا کے لئے اور ہمارے نبی کریم صلعم کے لئے بھی ہر جگہ یہ فرما کر کہ نبی وعظ کے لئے کوئی اجر نہیں مانگتا یہاں کوئی اور اصول قائم نہیں کیا جا سکتا پس الا المودۃ فی القربیٰ میں الا استثنا منقطع ہے اور اس سے مراد یا تو یہ ہے جیسا کہ عبداللہ ابن القاسم سے مروی ہے کہ میں تم سے کوئی اجر یا اپنی ذات کے لئے کوئی منفعت نہیں چاہتا اگر چاہتا ہوں تو صرف یہی چاہتا ہوں کہ تم باہم محبت سے رہو یعنی اس میں نفاق و یگانگت کی تعلیم ہے اور یا جیسا کہ حسن سے مروی ہے قربیٰ بمعنی قربۃ ہے اور مراد قرب الٰہی کا حاصل کرنا ہے یعنی تم سے یہ چاہتا ہوں کہ اعمال صالحہ سے اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے کی تڑپ اپنے دلوں میں پیدا کرو (۳) اور ان آخری معنوں پر خود قرآن کریم کی شہادت ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من یشاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا (الفرقان ۲۵ - ۵۷) یعنی میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے اب دونوں جگہ ایک ہی لفظ ہیں کہ میں تم

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَهُوَ الَّذِیْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ ۲۵

وہ سینوں کی باتوں سے واقف ہے ۲۹۶۶ اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور

يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ ۲۶

بدیوں کو مٹاتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو اور ان کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لاتے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ

اچھے عمل کرتے ہیں اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے اور کافروں کے لئے سخت عذاب

شَدِيْدٌ ۝ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِى الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ ۲۷

ہے ۲۹۶۷ اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق فراخ کر دے تو وہ زمین میں سرکش ہو جائیں لیکن وہ اس اندازہ

بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ وَهُوَ الَّذِیْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۲۸

سے اتارتا ہے جو چاہتا ہے ہاں وہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے۔ اور وہی ہے جو بارش اتارتا ہے

سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور دونوں جگہ بعد میں الا آتا ہے جو منقطع ہی ہو سکتا ہے نہ متصل پھر ایک جگہ اِلا کے بعد یہ لفظ ہیں کہ جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے اور دوسری جگہ مودت فی القربیٰ ہے۔ پس یا تو مودت فی القربیٰ سے مراد حصول قرب الٰہی کی تڑپ اور محبت ہی ہے اور دونوں آیتیں ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہیں اور یا ایک جگہ الیٰ ربہ سبیلا کہہ کر حقوق اللہ کی طرف اور دوسری جگہ مودۃ فی القربیٰ کہہ کر حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی ہے +

۲۹۶۶ اس بات کا جواب کہ یہ کہتے ہیں جھوٹ افترا کر لیا ہے۔ یہ دیا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو تیرے دل پر مہر کر دیتا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ افترا کرنے والے کے دل پر تو اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے اگر تم بھی ایسا کرتے تو تمہارے دل پر بھی مہر لگ جاتی اور نہیں کسی نیکی کی توفیق ملتی بالفاظ دیگر بتایا ہے کہ افترا کرنے والے تو یہ ہیں جن کے دلوں پر ایسی مہر لگی ہوئی ہے کہ انہیں کسی نیکی کی توفیق ملتی ہی نہیں اور آنحضرت صلعم جو خود نیکی کرتے اور دوسروں کو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں وہ ان باتوں سے بہت بلند ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خطاب عام ہو۔ یعنی یختم علی قلبک سے مراد کافر کے دل پر مہر کر دینا ہے جو ایسی باتیں کہتا ہے اور مجاہد اور مقاتل سے یہ معنی مروی ہیں کہ تیرے دل پر ایسی صبر کی مہر لگا دے کہ ان کی اذیت دینے والی باتیں تجھے ناگوار نہ گزریں۔ (ر م)

۲۹۶۷ استجابۃ کے لئے دیکھو ۲۳۱ اور ترجمہ میں وہ معنی اختیار کئے گئے ہیں جب استجابت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گویا پہلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے پھر بدیوں کو معاف کرتا ہے۔ پھر اعمال صالحہ کرنے والوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے بلکہ اپنے عظیم الشان فضل سے اس سے بھی بڑھ کر دیتا ہے جس قدر وہ مانگتے ہیں۔ اور یستجیب کا فاعل الذین اٰمنوا بھی ہو سکتا ہے یعنی مومن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں +

۲۹ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ

اسکے بعد کہ وہ مایوس ہوگئے ہوں اور وہ اپنی رحمت کو پھیلاتا ہے اور وہ کارساز تعریف کیا گیا ہے ۲۹۶۸ اور اس کی نشانیوں

خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ

میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے اور جو ان کے اندر اس نے جاندار پھیلائے ہیں اور وہ ان کے جمع کرنے پر جب

۳۰ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ۝ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ

چاہے قادر ہے ۲۹۶۹ اور جو کچھ تمہیں مصیبت پہنچے گی تو وہ اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت کچھ معاف

۳۱ كَثِيْرٍ ۭ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ښ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

بھی کردیگا ۲۹۷۰ اور تم زمین میں (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں اور تمہارے لئے اللہ کے سوائے کوئی ولی نہیں اور نہ کوئی مددگار ہے

ع الربع ۵

مومنوں کے لئے کامیابی

۲۹۶۸ اس میں اشارہ اس رحمت کی طرف معلوم ہوتا ہے جو زمین کے مردہ ہوجانے کے بعد رحمۃ للعالمین کے وجود میں عطا کی گئی

سماوات میں جاندار کا ہونا

۲۹۶۹ دابۃ کے آسمان اور زمین دونوں میں ہونے پر مفسرین کو دقت پیش آتی ہے اور کبھی اسے ملایکہ پر لگایا گیا ہے اور کبھی مراد مطلق حیّ لئے گئے ہیں۔ حالانکہ دابۃ بالخصوص چلنے والے پر بولا جاتا ہے اور ملائکہ جو غیر مرئی لطیف ہستیاں ہیں ان پر یہ لفظ صادق نہیں آسکتا۔ لیکن اس میں کیا بُعد ہے کہ آسمانوں میں جو اجرام سیارے وغیرہ ہیں ان میں ویسے جاندار موجود ہوں جیسے اس زمین پر چلتے ہیں بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دیگر کرات سماوی جانداروں سے خالی نہیں +

ترقی درجات کے لئے مصائب

۲۹۷۰ مفسرین نے بعض احادیث اس آیت کی تفسیر میں بیان کی ہیں کہ جو کوئی تکلیف یا بیماری وغیرہ آتی ہے تو وہ کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے۔ مگر ان احادیث کے صریحًا خلاف یہ آیت قرآنی ہے۔ ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع (البقرۃ ۲ - ۱۵۵) جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو محض ان کی ترقی درجات کے لئے بھی تکالیف میں ڈالتا ہے۔ اور حدیث میں ہے اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل سخت تر مصائب کے اٹھانے میں نبی ہیں پھر جیسے جیسے اعلیٰ درجے کے لوگ ہونگے ویسی ہی ان کی تکالیف بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ اور بچوں پر جو تکالیف آتی ہیں وہ ان کے لئے ترقی درجات کا موجب ہونے کے علاوہ اُن کے والدین کے لئے بھی ترقی درجات کا موجب ہوتی ہیں۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ جس کے چھوٹے بچے مرجائیں وہ والدین کے لئے بہشت میں لے جانے کا موجب ہوتے ہیں۔ اور یہاں جو ذکر ہے وہ کفار کا ذکر ہے جو ابطال حق کرنا چاہتے تھے اور اپنا سارا زور حق کے نیست و نابود کرنے کے لئے صرف کر رہے تھے انہیں بتایا کہ جو کچھ تمہیں مصیبت پہنچے گی وہ تمہاری انہی کرتوتوں کی وجہ سے پہنچے گی اور پھر بھی تمہارے سارے اعمال کی سزا تمہیں نہیں ملیگی اللہ تعالیٰ بہت کچھ تمہاری زیادتیوں کو معاف بھی کردیگا۔ اور یہ اس عفو کی طرف اشارہ ہے جو نبی کریم صلعم نے دکھایا۔ اور ان کی ساری زیادتیوں پر عفو کی قلم پھیر دی اور یہ بات کہ یہاں مخالفین کی سزا کا ذکر ہے اگلی آیت سے ظاہر ہے کہ تم خدا کی سزا سے بھاگ نہیں سکتے۔ اور تمہارا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا۔ دونوں آیتوں میں ایک ہی خطاب ہے +

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ ۳۲ ۳۳

اور اس کی نشانیوں میں سے سمندر میں پہاڑوں جیسی کشتیاں ہیں ۲۹۷۱ اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے سو وہ اس کی

رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ ۳۴

پیٹھ پر کھڑی رہ جائیں۔ یقیناً اس میں ہر ایک صبر کرنیوالے شکر کرنے والے کے لئے نشان ہیں ۲۹۷۲ یا انہیں اسکی

بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا ۳۵

وجہ سے جو انہوں نے کمایا تباہ کر دے اور وہ بہت کچھ معاف کرتا ہے اور (تاکہ) وہ جان لیں جو ہماری آیتوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں ان کے

لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ ۳۶

لئے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں ۲۹۷۳ تو جو کوئی چیز تم کو دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے

اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ ۳۷

پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں ۲۹۷۴ اور جو لوگ بڑے بڑے

كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝

گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ میں آئیں تو معاف کر دیتے ہیں

جاریۃ — ۲۹۷۱ الجوار واحد الجاریۃ ہے جس کے معنی کشتی ہیں جو سمندر میں چلتی ہے (جری سے) حملنٰکم فی الجاریۃ (الحاقۃ ۶۹: ۱۱)

علَم — اعلام علَم کی جمع ہے جو اصل میں نشان ہے۔ جس سے کوئی چیز جانی جائے جیسے لشکر کا علَم یا رستے کا علَم اور اسی لئے پہاڑ کو بھی علَم کہا جاتا ہے (غ)

رکد — ۲۹۷۲ رواکد۔ رکد پانی اور ہوا کے ٹھہر جانے پر بولا جاتا ہے۔ اور ایسا ہی کشتی کے ٹھہر جانے پر بھی (غ)

کشتیوں کا سمندر میں چلنا اللہ تعالیٰ کے فضل کے نشانات میں سے ہے۔ مگر یہاں اس بیان میں خاص اشارہ کفار کی حالت کی طرف ہی ہے کہ وہ کتنے ہی طاقتور ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی طاقت کا خاتمہ کر دے اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں۔ اسی لئے آیت کے اخیر پر صبّار شکور کے لفظ آئے ہیں +

۲۹۷۳ یعلم پر نصب ہے گویا پہلے کوئی ایسے الفاظ مقدر ہیں جیسے لینتقم منہم یعنی تاکہ انہیں سزا دے اور تاکہ وہ جان لیں اور پچھلی آیات میں چونکہ اس کا ذکر صاف ہے اس لئے ایسا مقدر ماننے میں ہرج کوئی نہیں +

۲۹۷۴ یہاں بھی خطاب کفار کو ہی خاص معلوم ہوتا ہے۔ جو اپنی ظاہری طاقت کی وجہ سے حق کی مخالفت کرتے ہیں۔ انہیں بتایا ہے کہ یہ طاقت باقی رہنے والی چیز نہیں۔ چند روزہ سامان ہے +

۳۸ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

اور جو لوگ اپنے رب کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور نماز کو قایم کرتے ہیں اور اُن کا حکم آپس میں مشورہ سے ہوتا ہو اور اس سے جو ہم نے انہیں دیا

۳۹ يُنْفِقُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ وَجَزٰٓؤُا

خرچ کرتے ہیں ۲۹۷۵ اور وہ کہ جب اُن پر زیادتی ہو تو وہ مدد طلب کرتے ہیں اور بدی کا

سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

بدلہ اس کی مثل سزا ہے پھر جو کوئی معاف کرے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ پر ہے وہ ظالموں سے محبت

۴۱ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۭ○

نہیں کرتا ۲۹۷۶ اور جو کوئی اپنے (اوپر) ظلم کے بعد بدلہ لیتا ہے تو ان لوگوں پر (الزام کا) رستہ نہیں

۴۲ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ

(الزام کا) رستہ صرف ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتی کرتے ہیں۔

مشورہ کا حکم

۲۹۷۵ اسلام کی جو کچھ تعلیم ہے شروع سے ایک ہی ہے۔ یہ مکی سورت ہے اور یہاں بھی شوریٰ یعنی مشورہ کا حکم موجود ہے یہ ظاہر ہے کہ اس سورت یا آیت کے نزول کے وقت مسلمانوں کے کوئی اہم کام ایسے نہ تھے جن میں شورے کے حکم کی حاجت ہو کیونکہ مشورہ قومی کاموں میں ہوتا ہے اور قومی کام زیادہ تر حکومت کے متعلق ہی ہوتے ہیں پس یہاں امرھم شوریٰ بینھم میں گویا بتا بھی دیا ہے کہ مسلمانوں کو حکومت بھی ملے گی اور ان کی حکومت کی بنیاد مشورہ پر ہونی چاہئے۔ اور نماز اور انفاق کے درمیان اس حکم کو لا کر اس کی اہمیت بتا دی ہے۔ اور احادیث بھی مشورہ کے متعلق صریح ہیں۔ ایک حدیث میں حضرت علی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد کوئی اہم امر پیش آئے جس میں قرآن کریم کی کوئی نص صریح نہیں نہ آپ کا کوئی فیصلہ ہے تو فرمایا کہ میری امت کے نیک لوگوں کو جمع کرو اور مشورہ سے اس کا فیصلہ کرو اور اکیلے کی رائے سے فیصلہ نہ کرو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ عاقل ہو (مر)۔ اس آیت کے صریح حکم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد صرف مشورے پر ہے اور پارلیمنٹ اصل اسلامی قانون ہے۔ جس کا حکم سوائے اسلام کے اور کسی مذہب کی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ مسلمان قوم کی تربیت جن اصول پر ہوئی ان میں سے تین عظیم الشان اصول یہاں بیان ہوئے ہیں۔ یعنی نماز یا اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے رہنا اور اصلاح نفس اور انفاق فی سبیل اللہ یا اپنی قوتوں اور اپنے مال و دولت کو مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا اور شوریٰ یعنی امور قومی کو باہمی مشورہ سے طے کرنا اس سے بہتر قوم کی رہنمائی کے لئے کوئی اصول نہیں ہو سکتے +

حکومت اسلامی کی بنیاد مشورے پر

سزاؤں کا اصول

۲۹۷۶ تمام تعزیرات کا خلاصہ اس ایک آیت میں آجاتا ہے۔ بلکہ اس سے بہت کچھ بڑھ کر تعزیرات کا اصل منشا لوگوں کو دوسروں پر ظلم اور زیادتی سے روکنا ہے اور اس کے لئے کچھ سزائیں تجویز کی ہیں۔ ان سب سزاؤں کا خلاصہ یہاں چار لفظوں میں ہے کہ بدی کا بدلہ اس کی مثل سزا ہے۔ یہی تمام سزاؤں کی اصل بنیاد ہے سوائے قتل زنا اور ڈاکہ چوری کے مگر ان میں بھی ایک حد تک امام کی رائے پر معاملہ کو چھوڑا ہے۔ باقی تمام سزاؤں کے لئے ایک اصول بتا دیا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر یہ کہ اگر بغیر سزا دینے کے اصلاح ہو جائے جو تعزیرات کی

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ ۴۳ ع

انہی کے لئے دردناک دکھ ہے۔ اور جو کوئی صبر کرے اور معاف کرے تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے

ع ۱۰

قرآن سے زندگی کا ملنا

وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن وَلِيٍّ مِّن بَعْدِهِ ۗ وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوُا ۴۴

اور جسے اللہ گمراہ قرار دے تو اس کے لئے اس کے بعد کوئی ولی نہیں اور تو ظالموں کو دیکھیگا جب وہ عذاب

الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّن سَبِيلٍ ۝ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا ۴۵

کو دیکھیں گے کہیں گے کیا کوئی رستہ لوٹنے کا بھی ہے اور تو انہیں دیکھیگا اس پر لائے جائیں گے

خَاشِعِينَ مِنَ الذُّلِّ يَنظُرُونَ مِن طَرْفٍ خَفِيٍّ ۗ وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ

تو ذلت کی وجہ سے عاجزی اختیار کر رہے ہونگے (اور) کمزور نگاہ سے دیکھتے ہونگے اور جو ایمان لائے وہ کہتے ہیں نقصان اٹھانے

الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ الظَّالِمِينَ

والے وہی ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو قیامت کے دن نقصان میں رکھا دیکھو ظالم قایم رہنے

فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۝ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنْ أَوْلِيَاءَ يَنصُرُونَهُم ۴۶

والے عذاب میں ہیں ۲۹۷۷ اور انکے کوئی ولی نہ ہونگے جو اللہ کے سوائے انہیں مدد

اصل غرض ہے تو معاف کر دو یہی وجہ ہے کہ عفا کے ساتھ اصلح کا لفظ بڑھایا یعنی معافی اس صورت میں ہو جب اس کا نتیجہ اصلاح ہو۔

طاقت کے وقت عفو

یہ آیت بھی ایک پیشگوئی کے رنگ میں ہے۔ اور ہمیں بتایا ہے کہ مسلمانوں کو اس قدر طاقت ملے گی کہ اپنے مخالفوں کو سزا دینے کا اختیار رکھتے ہونگے اس وقت بھی عفو کو مدنظر رکھنے کی ضرورت بتائی ہے۔ غربت اور مسکینی کی حالت میں جیسے حضرت مسیح اور آپ کے حواریوں کو پیش آئی۔ صبر اور عفو آسان باتیں ہیں لیکن جب ظالموں پر تسلط حاصل ہو اور ظلم کرنے والے حاکم محکوم بن جائیں اس وقت عفو دکھانا بڑا کام ہے۔ یہی وہ بات ہے جس کا نمونہ ہمارے نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا پیش کیا جس کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں ملتی اسی لئے رکوع کی آخری آیت میں فرمایا صبر و غفر عزم الامور میں سے ہے کہ مصیبت کے وقت صبر کرے طاقت کے وقت معاف کرے +

سزا کا فلسفہ

اور یہ جو بدی کے بدلہ کو سیئۃ کہا ہے تو یہ اسی کے مطابق ہے۔ جو ۲۹۷۵ میں بیان ہوا اور اس میں فلسفہ سزا کی طرف اشارہ ہے کہ سزا بھی کسی کو تکلیف پہنچانا ہے۔ مگر یہ ظلم کو روکنے کے لئے ضروری ہو جاتی ہے۔

خفی

۲۹۷۷ خفی۔ کے معنی مخفی ہیں اور یہاں مراد ضعیف یعنی کمزور ہے اور ابن عباس نے اس کے معنی ذلیل کئے ہیں (م)

یہاں جو نقشہ عذاب کا کھینچا ہے وہ قیامت پر بھی صادق آتا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر صفائی سے ان کی اس حالت پر صادق آتا ہے جو اس دنیا میں انہیں پیش آئی ذلت کی وجہ سے عاجزی اختیار کرنا اور کمزور نگاہ سے دیکھنا ان کی وہ حالت ہے جو فتح مکہ میں ظہور میں آئی +

۴۷ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِیْلٍ ؕ اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ

دے سکیں اور جسے اللہ گمراہ قرار دے تو اس کے لئے کوئی بھی رستہ نہیں اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اس

قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ

سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے جس کے لئے کوئی لوٹنا نہیں تمہارے لئے اس دن کوئی پناہ نہیں اور نہ تمہارے لئے انکار کرنا ہے

۴۸ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ؕ اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ

سو اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ تجھ پر صرف (بات کا) پہنچا دینا ہے اور ہم جب

اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ

انسان کو اپنی طرف سے رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے اسکی وجہ سے جو انکے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے

۴۹ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ۞ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ

تو انسان ناشکر گزار (ہو جاتا) ہے اللہ کے لئے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا

۵۰ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۞ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ

ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے ۲۹۷۸ یا وہ انہیں ملا دیتا ہے (کچھ) لڑکے اور (کچھ) لڑکیاں اور جسے چاہتا ہے

انثٰی۔ ذکر

۲۹۷۸ اناث۔ ذکور۔ اناث۔ اُنثٰی کی جمع ہے اور ذکور اور ذُکران ذَکَر کی اور ذکر اور اُنثٰی ایک دوسرے کی ضد ہیں یعنی نر اور مادہ ومن یعمل من الصالحات من ذکر او انثٰی (النساء ۔ ۱۲۴) اور چونکہ ہر نوع حیوانی میں مادہ بہ نسبت نر کے کمزور ہوتی ہے اس لئے اُنثٰی اس کو بھی کہتے ہیں جس کا عمل کمزور ہو۔ (غ)

اوپر کفار کی سزا کا ذکر تھا اور آگے اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں سے کلام کا ذکر ہے۔ اور درمیان میں ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے کسی کو لڑکیاں اور کسی کو لڑکے دینے کا ذکر ہے۔ ان آیات کا باہم تعلق کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ منکرین کی سزا میں ایک قوم کو مٹانے کا اور وحی الٰہی سے دوسری قوم کو زندہ کرنے کا اشارہ ہے گویا اللہ تعالیٰ ایک قوم کو مٹاتا اور ایک کو خلق کرتا ہے اس پر فرمایا یخلق ما یشاء یعنی وہ اختیار رکھتا ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ لفظ اناث میں اشارہ کمزور عملوں والوں کی طرف ہو اور عقیم میں یہ اشارہ ہو کہ ایک نسل کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس کی آگے ترقی کا سامان بند کر دیا جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اناث اور ذکور ملا دینے میں اشارہ ایک قوم کی تکثیر کی طرف ہو۔ اور عقیم میں دوسری قوم کی ہلاکت کی طرف اور آگے علیم اور قدیر کی صفات میں بھی اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے اور قرآن کریم میں یہ بسا اوقات ہوتا ہے کہ ایک ظاہری نظارہ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور اس کے نیچے ایک اور غرض بھی ہوتی ہے۔

عورت کی عزت

اور روح المعانی میں ہے کہ اناث کو پہلے اس لئے رکھا کہ وہ تکثیر نسل کا موجب ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عورتوں کی جو تحقیر ملک عرب میں اور عام طور پر دنیا میں کی گئی تھی اس کو دور کرنے کے لئے اناث کا ذکر پہلے کیا اور یوں گویا عورت کے مقام بلند کی طرف توجہ دلائی

لڑکیوں کی پرورش میں خدمت انسانی

اور اگر غور کیا جاتے تو اولاد کی پرورش اگر ایک بڑا بھاری فریضہ انسانی ہے جس سے انسان نسل انسانی کی خدمت کا سبق سیکھتا ہے

عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَائِ ۵۱

بانجھ بناتا ہے وہ جاننے والا قدرت والا ہے اور کسی بشر کے لئے یہ میسر نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے سوائے اس کے کہ یہ وحی سے ہو یا

حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ ۵۲

پردے کے پیچھے یا رسول بھیجے پس اپنے حکم سے جو چاہے وحی کرے وہ بلند حکمت والا ہے ۲۹۶۹ اور اسی طرح

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا

ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک کلام وحی کیا تو نہ جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اسے نور بنایا

اور اس کے اندر اپنے آرام کو دوسروں کے آرام پر قربان کرنے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ غرض لڑکیوں کی پرورش سے بہ نسبت لڑکوں کے زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ لڑکوں کی پرورش میں انسان کو کچھ اپنے نام کا اور کچھ اپنے آرام کا بھی خیال ہوتا ہے۔ لیکن لڑکیوں کی پرورش بے غرض ربوبیت کا ایک نمونہ ہے۔ کہ ایک انسان ان کی پرورش کر کے جب وہ کام کاج کے قابل ہوتی ہیں تو انہیں دوسرے کے سپرد کر دیتا ہے اور وہ پالنے والے کے لئے نام کے بقا یا آرام کا موجب نہیں ہوتیں۔

وحی کی اقسام

۲۹۶۹ وحیا دیکھو ۱۸۱۷ امام راغب نے ایک عام وحی بیان کی ہے جس کا ذکر ان کے نزدیک اس آیت میں ہے۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ تو وہ کہتے ہیں یہ وحی اپنے سب انواع میں عام ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی معرفت اور اس کی عبادت کے وجوب کی معرفت اس وحی تک محدود نہیں جو اولوالعزم رسولوں سے خاص ہے بلکہ یہ چیزیں عقل اور الہام سے بھی پہچانی جاتی ہیں جس طرح سماعت سے پہچانی جاتی ہیں۔ (غ) اور آیت زیر بحث میں جن وحیوں کا ذکر ہے وہ ایک تو رسول کے ذریعہ سے ہے جسے دیکھا جاتا ہے اور جس کی بات سنی جاتی ہے جیسا جبرئیل علیہ السلام کا نبی صلعم کو صورت معین میں کلام پہنچانا اور دوسری کلام کا سننا در آنحالیکہ کلام کرنے والا نہ دیکھا جائے جیسے حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا اور تیسری قسم میں ایک القاء فی الروع ہے یعنی دل کے اندر ایک بات کا ڈالنا جیسے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی اور ایک الہام ہے جیسے اوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیہ یا تسخیر جیسے اوحی ربک الی النحل اور ایک خواب کے ذریعہ سے جیسے آنحضرت صلعم نے فرمایا انقطع الوحی و بقیت المبشرات جس میں مومن کا رویا شامل ہے پس الہام اور تسخیر اور رویا پر لفظ وحیا دلیل ہے اور سماع کلام بغیر معاینہ پر من وراء حجاب اور جبرئیل کے صورت معینہ میں پہنچانے پر یرسل رسولا (غ)

میرے نزدیک مفسرین نے جو استثنا حضرت موسیٰ کے لئے کیا ہے وہ صراحت قرآنی کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیین من بعدہ (النساء - ۱۶۳) اور انہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور یہ بات قابل قبول نہیں کہ تمام انبیاء کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کسی علیحدہ پیرایہ میں کلام کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا قانون عام ہے انبیاء کے مکالمہ میں بھی ایک حصہ تو وہ ہے جو ان کی وحی متلو کہلاتی ہے۔ اور یہ جبرئیل صورت معینہ میں پہنچاتے ہیں۔ اور دوسرا وہ جو بذریعہ رویا یا کشف ان پر وارد ہوتا ہے۔ یا جو کلام بغیر کلام کرنے والے کے دیکھنے کے سنا جاتا ہے جو اولیاء اللہ میں الہام کہلاتا ہے اور تیسرا وہ جو بذریعہ وحی خفی ان کے دل میں ڈالا جاتا ہے جس پر بعض وقت الہام کا لفظ بھی بول دیا جاتا ہے اور یہ وحی غیر متلو ہے صورت اول یرسل رسولا والی ہے اور یہ انبیاء سے مخصوص ہے اسی لئے اب بعد خاتم النبیین صلعم جبرئیل کا وحی نبوت لیکر آنا موقوف ہے گو وہ مومنوں کی تائیدات کے لئے آتا ہے۔ اور دوسری صورت من وراء حجاب ہے اور تیسری صورت وحیا اور ان پچھلی دونوں صورتوں میں اولیاء اور غیر انبیاء بھی شامل ہیں مثلاً یہی حضرت موسیٰ کی والدہ یا حضرت مریم یا حواری آتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا باقی رہی نحل کی طرف وحی یا زمین یا آسمان

۵۳ نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۙ صِرَاطِ

اس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور تو یقیناً سیدھے رستے کی طرف ہدایت کرتا ہے ۲۹۸۰ اس اللہ کا

اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ۠

رستہ جس کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے دیکھو اللہ کی طرف ہی سب باتیں انجام کار لوٹتی ہیں

کی طرف وحی تو یہ انسانوں کے ساتھ کلام سے بالکل علیحدہ چیز ہے۔

وحی الٰہی سے زندگی

ع ۲۹۸۰ یہاں قرآن کو روح یا زندگی کہہ کر بتا دیا کہ اسی سے آیندہ قوموں کو زندگی ملے گی اور اس لئے وہی قوم زندہ ہو گی جو اس کی حامل ہے اور یوں جہاں مخالفت کرنے والوں کی ہلاکت کا ذکر کیا۔ مومنوں کو زندگی کی بشارت دی۔

آنحضرت کا قبل از بعثت کتاب اور اس پر ایمان کو نہ جاننا

یہاں یہ الفاظ آتے ہیں کہ تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا مگر آنحضرت صلعم اللہ تعالیٰ پر ایمان تو پہلے بھی رکھتے تھے بلکہ عبادت کے لئے غار حرا میں جایا کرتے تھے اور بتوں سے متنفر تھے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قایل تھے اور یہ کہنا کہ آپ ایمان سے خالی تھے کفر ہے۔ پس ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟ اگر سیاق پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں دوسروں کو زندگی دینے کا ذکر ہے۔ اور یہ زندگی بذریعہ قرآن اور اس پر ایمان کے آپ نے پیدا کی تو یہ بات صحیح ہے کہ جب قبل از بعثت آپ پر وحی ہی نہ ہوئی تھی تو اس وحی پر ایمان کے ذریعے سے جو انقلاب دنیا میں پیدا ہونے والا تھا اور جو زندگی قوموں کو ملنے والی تھی اس کا آپ کو کیا علم ہو سکتا تھا۔

پس معنی صاف ہیں ہم نے روح یعنی قرآن کو جو قوموں کے لئے زندگی ہے تیری طرف وحی کیا۔ اس پر ایمان لا کر قوموں میں زندگی پیدا ہوگی۔ قبل از بعثت نہ رسول اللہ صلعم کو اس قرآن کی خبر تھی اور نہ ہی یہ خبر تھی کہ اس پر ایمان سے کیا انقلاب ظہور میں آئیگا۔ اسی لئے آگے فرمایا ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتھدی الی صراط مستقیم بلا شبہ پہلے آپ نہ جانتے تھے کہ یہ لوگ کس طرح ان ظلمتوں سے باہر نکلیں گے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک نور دیدیا اس نور کے ذریعہ سے آپ نے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا۔

سورۃ الزخرف مکیۃ وھی تسع و ثمانون اٰیۃ و سبع رکوعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ ۲ ۳

(اللہ) بے انتہا رحم کرنے والا (ہے) کھول کر بیان کرنیوالی کتاب گواہ ہے۔ ہم نے اسے عربی قرآن بنایا تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ ۴

سمجھ لو اور یقیناً وہ ہمارے پاس کتاب کے اصل میں بلند مرتبہ حکمت والا ہے ۲۹۸۱

ع ۱ (۱۵) مع = عز التقدمین

وحی تم کو بھیجنا اللہ تعالےٰ کے رحم بے پایاں سے ہے

نام — اس سورت کا نام الزخوف ہے اور اس میں سات رکوع اور ۸۹ آیتیں ہیں زخوف کے معنی سونا ہیں۔ اور اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ لوگ عموماً دنیوی آرایش کے ظاہری سامانوں پر فریفتہ رہتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں یعنی چاندی سونا وغیرہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کچھ حقیقت نہیں رکھتیں اور وہ محض اپنے رحم بے پایاں سے رسول کو بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ لوگوں کو بدی کے بد انجام سے ڈرائے +

خلاصہ مضمون — پہلے رکوع میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے باوجود ایک قوم کے حد اسراف کو پہنچ جانے کے انہیں بھلایا نہیں بلکہ ان میں ایک علم و حکمت کی کتاب دے کر ایک رسول کو بھیجا کہ شرک کی بیخ کنی کرے دوسرے رکوع میں شرک کی تردید کی ہے اور بتایا کہ شرک پر نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی۔ تیسرے رکوع میں بتایا کہ لوگ چاہتے ہیں کہ کوئی مالدار آدمی رسول ہو کیونکہ ان کی نظروں میں مال کی وقعت بہت اعلیٰ ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مال دنیا کچھ حقیقت نہیں رکھتا اور رسول کا انتخاب اور درجات کے لحاظ سے ہوتا ہے چوتھے میں مخالفت رسول پر سزا کا ذکر کیا۔ پانچویں میں حضرت موسیٰ اور قوم فرعون کی مثال سے اسے واضح کیا چھٹے میں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کا آنا بنی اسرائیل کے لئے قیامت وسطیٰ کا قایم ہونا تھا۔ اور سمجھایا کہ ایک برگزیدہ قوم بھی جب خدا کے رسول کی مخالفت کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں گر جاتی ہے ساتویں میں آنحضرت صلعم کی مخالفت کرنے والوں کو توجہ دلائی کہ اُن کے لئے دنیا میں بھی ناکامی ہے۔ اور آخرت میں بھی عذاب ہے +

تعلق — جب پچھلی سورت میں یہ بتایا کہ پیغام اسلام کل عالم کے لئے ہے تو یہاں بتایا کہ مذہب لوگوں کے اخلاق کی درستگی کے لئے آتا ہے دنیوی سامانوں سے متمتع کرنا اسکی کوئی غرض نہیں۔ عیسائی اقوام کو اپنی دنیوی زیب و زینت پر بہت فخر ہے حالانکہ مذہب کی غرض اخلاقی زیب و زینت کا جامہ پہنانا ہے۔ انہی کی طرف زخرف کے ذکر میں خاص اشارہ ہے اور آخری دو رکوعوں میں حضرت عیسیٰ کا ذکر اور عقیدۂ ابنیت کی تردید ہے +

ام الکتاب — ۲۹۸۱ ام الکتاب دیکھو ۵۰۰ محکمات یا اصول کو کہا ہے۔ اور فاتحہ کو ام الکتاب کہا ہے اس لئے کہ وہ کتاب کا مبدأ یعنی آغاز ہے (غ)، یا اس لئے کہ ہر نماز میں پہلے اسی کو پڑھا جاتا ہے۔ (ل)، اور زجاج کہتے ہیں اُمُّ الکتاب اَصْلُ الکتاب یعنی کتاب کا اصل ہے اور کہا گیا ہے لوح محفوظ۔ اور تہذیب میں ہے کہ شرائع اور احکام اور فرائض کی آیات میں سے ہر ایک محکم آیت ام الکتاب ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ ام الکتاب فاتحہ ہی ہے۔ کیونکہ وہ تمام نمازوں میں ہر سورت سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور اس کے ساتھ مصحف کی ابتدا ہوتی ہے اور یہاں ام الکتاب لوح محفوظ کو کہا ہے اور قتادہ کہتے ہیں اصل کتاب ہے اور ابن عباس سے ہے کہ ام الکتاب قرآن ہے اول سے لیکر آخر تک (ل)

۵ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ ○ وَکَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ

تو کیا ہم تم سے اعراض کرتے ہوئے نصیحت کو پھیر دیں گے اس لئے کہ تم حد سے گذرنے والے لوگ ہو ۲۹۸۲ اور کتنے ہی نبی ہم نے

۶ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ ○ وَمَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ○

پہلوں میں بھیجے اور کوئی نبی ان کے پاس نہیں آتا تھا مگر وہ اس سے ہنسی کرتے تھے

۸ فَاَہۡلَکۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ بَطۡشًا وَّمَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ ○

سو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا جو گرفت میں ان سے زیادہ مضبوط تھے اور پہلوں کی مثال گذر چکی ہے ۲۹۸۳

اور یہی دو قول اس کے معنی میں ابن جریر نے نقل کئے ہیں۔ یعنی لوح محفوظ اور اصل الکتاب وجملتہ (ج)، اور لوح محفوظ سب کتب سماوی کے لئے بطور اُم ہے یعنی ان کا اصل اور اُم الکتاب سے مراد علم ازلی اور آیات محکمات بھی لی گئی ہیں۔ (م)

لدی۔ لدن — لدی۔ لَدَی۔ اور لَدُن قریب قریب ہیں اور لَدُن عِنۡد سے خاص ہے کیونکہ وہ نہایت فصل پر دلالت کرتا ہے۔ اور بعض وقت عند کی جگہ ہی استعمال ہوتا ہے۔ قد بلغت من لدنی عذرا (الکہف ۷۶)، وھب لنا من لدنک رحمۃ (آل عمران ۸)، والفیا سیدھا لدا الباب (یوسف ۲۵) (رغ)

قرآن کا علو حکمت — ان آیات میں کتاب مبین کی قسم کھا کر اس کتاب کو بطور شہادت اس بات پر پیش کیا ہے کہ ہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے یعنی وضاحت سے بیان کرنے والا دیکھو ۱۶۰ ح ۱۵۱ اور کہ وہ عَلِیّ اور حکیم ہے عَلِیّ کے لئے دیکھو ۱۶۰۳ ح ۱۶ اور مراد اس کا سب کتب پر بلند ہونا اور وجوہ فساد سے بلند ہونا ہے۔ اور حکیم سے مراد سب کتب پر حاکم ہونا یا محکم ہونا ہے (ح) یا حکیم سے مراد ہے کہ اس میں حکمت اور علم کی باتیں ہیں تو مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی بلند مرتبگی اور اس کے پرحکمت ہونے پر خود قرآن ہی گواہ ہے اور اس کی شہادت یہ ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کو بلند مرتبہ اور حکیم بنا کر دکھا دے۔ کیونکہ اس کا دعویٰ یہی ہے کہ اس کی تعلیم علو اور حکمت کے مقام پر پہنچاتی ہے اور ام الکتاب کے جو بھی معنی کئے جائیں مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اور علم الٰہی ضائع نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دشمن جو اسے تباہ کرنا چاہتے ہیں تو ان کے مقابل میں اس کے علاوہ اور اس کے پرحکمت ہونے کا ذکر کیا +

ضرب عنہ — ۲۹۸۲ نضرب عنکم۔ الضرب یقع علی جمیع الاعمال الا قلیلا۔ ضرب کا لفظ سب کاموں پر استعمال ہو جاتا ہے سوائے تھوڑوں کے اور اضربت عن الشیٔ کے معنی ہے اس سے رک گیا۔ اور اعراض کیا۔ اور ضَرَبَ عنہ الذکر۔ اور اَضۡرَبَ عنہ دونوں کے معنی ہیں صَرَفَہٗ اسے پھیر دیا اور یہاں معنی ہیں کہ کیا ہم تم کو یوں ہی چھوڑ دیں۔ اور تمہیں اس بات کا علم نہ دیں جو تم پر واجب ہے اس لئے کہ تم زیادتی کرتے ہو۔ اور ضربت عنہ الذکر کا محاورہ سوار سے لیا گیا ہے۔ جب وہ جانور پر سوار ہو۔ پھر اسے ایک طرف سے پھیرنا چاہے۔ تو اسے مارتا ہے تاکہ اسے دوسری طرف پھیر دے۔ اور یوں ضرب بمعنی صرف ہو گیا ہے۔ اور ضربت فلانا عن فلان کے معنی ہیں اسے روک دیا (ل)

صفح — صفحا۔ صَفۡح کے معنی جنب یا پہلو ہیں اور ہر چیز کا صَفۡح اس کی جانب ہے۔ اسی سے مصافحہ ہے یعنی ایک شخص کا اپنی ہتھیلی کی جانب کو دوسرے کی ہتھیلی کی جانب میں رکھ دینا اور صَفَحَ عنہ کے معنی ہیں اس کے گناہ سے اعراض کیا۔ واصلہ من الاعراض بصفحۃ وجھہ گویا اس کے گناہ سے اپنا منہ پھیر لیا۔ اور یہاں صفح سے مراد صرف اعراض ہے کیونکہ صَفَحَ عَنِّیۡ فلانٌ کے معنی ہیں اس نے پیٹھ پھیرتے ہوئے اعراض کیا۔ (ل) اور صفحا یہاں صافحین کی جگہ ہے۔ یا ضرب کے لئے غیر لفظ سے مصدر ہے +

انسان کی خطاکاری پر اللہ تعالیٰ اپنے رحم کو نہیں روکتا۔ — آیت کا مطلب یہی ہے کہ ایک قوم اگر خطاکاری میں حد سے گذر گئی ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ بھی اسے اسی اسراف کی حالت

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ ۹

اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو ضرور کہیں گے انہیں غالب علم والے نے

الْعَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ ۱۰

پیدا کیا جس نے تمہارے لئے زمین کو جائے آرام بنایا اور تمہارے لئے اس میں رستے بنائے تاکہ تم

تَهْتَدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ ۱۱

ہدایت پاؤ اور وہ جس نے بادل سے پانی ایک اندازے سے اتارا پھر ہم اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کرتے ہیں

كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ ۱۲

اسی طرح تم (زندہ کرکے) نکالے جاؤ گے اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کئے اور تمہارے لئے

لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ ۱۳

کشتیوں اور چارپایوں سے وہ بنایا جس پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر سوار ہو پھر

تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ

اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اس پر قرار پکڑو اور کہو وہ پاک ذات ہے جس نے

سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ ۱۴

ہمارے لئے اسے کام میں لگایا اور ہم اس کے لئے طاقت رکھنے والے نہ تھے ۲۹۸۴ اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں

میں چھوڑ دے اور ان کو نصیحت نہ کرے۔ بالفاظ دیگر کوئی قوم کتنی بھی خطاکاری میں بڑھ جائے اللہ تعالیٰ کا رحم اس کی دستگیری کے لئے بھی تیار ہے۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ (الزمر ۳۹ - ۵۳) مگر مفسرین نے یوں بھی معنی کئے ہیں کہ کیا ہم تمہارے گناہوں سے درگذر کرتے ہوئے عذاب کو تم سے پھیر دیں گے گویا ذکر سے مراد ذکر عذاب ہے۔ اور پہلے معنی بلحاظ سیاق بھی زیادہ موزوں ہیں۔ اس لئے کہ آگے یہی ذکر چلتا ہے۔ کہ پہلے لوگوں میں بھی ہم نبی بھیجتے رہے۔ اور وحی کا نزول صفت رحمانیت کا تقاضا ہے جیسا کہ سب سے پہلی آیت میں اشارہ ہے۔

مثل — ۲۹۸۳ مثل الاولین سے مراد ان کا ذکر ہے جو ایک مثل کے حکم میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن میں یہ ذکر ہو چکا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورتیں درمیانی زمانہ کی ہیں اور ان سے پہلے ایسی سورتیں نازل ہو چکی تھیں جن میں انبیاء اور ان کے مکذبین کا ذکر ہے۔

۲۹۸۴ علیٰ ظہورہٖ۔ ضمیر مذکر کو بعض نے ما ترکبون کی طرف لیا ہے اور لفظ انعام مذکر بھی آتا ہے۔ اور مونث بھی۔ ایک جگہ ہے مما فی بطونہ (النحل ۱۶ - ۶۶) اور دوسری جگہ مما فی بطونہا (المؤمنون ۲۳ - ۲۱) اور یہاں ضمیر واحد رکھی گئی ہے کیونکہ یہ بمنزلہ جمع ہے (ج)

اقران — مقرنین۔ قرن کے لئے دیکھو ۶۵۸ وغیرہ اور اَقْرَنْتُ لِلشَّیْءِ کے معنی ہیں مجھے اس پر طاقت یا قوت حاصل ہوئی پس مُقْرِن طاقت

۱۵ ۱۶ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ۝ أَمِ

ع ۱۰ زد دیہ شرک

اور وہ اس کے بندوں میں سے اس کی اولاد مقرر کرتے ہیں ۲۹۸۵ یقیناً انسان کھلا ناشکر گذار ہے کیا

۱۷ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ

اس نے اس سے جو وہ پیدا کرتا ہے (اپنے لئے) بیٹیاں بنائیں اور تمہیں بیٹوں کیلئے چن لیا؟ اور جب ان میں سے کسی کو اسکی

أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَ

خوشخبری دی جاتی ہے جس کی وہ رحمان کے لئے مثل بیان کرتا ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور

۱۸ هُوَ كَظِيمٌ ۝ أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۝

وہ غم سے بھرا ہوا ہوتا ہے ۲۹۸۶ کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور وہ جھگڑے میں کھول کر بات نہ کر سکے ۲۹۸۷

رکھنے والا ہے اور اقران ایک شخص کا دوسرے پر قوت رکھنا ہے۔ (ل)

اس اور اگلی آیت کی مذکورہ دعا سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون جانور پر دواری کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ اور دونوں آیتوں میں تعلق یہ ہے کہ جانور پر سواری جسمانی طور پر سیر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا روحانی سیر ہے

جزء ۲۹۸۵ جزء۔ کے معنی بعض یا حصہ ہیں اور یہاں بعض مفسرین نے ولد یا بیٹا اور بعض نے عدل یا اسکا ہمسر مراد لیا ہے۔ (ج) اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جزء لغت عرب میں معنی اناث ہے تو زمخشری اسے غلط قرار دیتا ہے۔

یہاں انتقال مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹا منسوب کرنے کی طرف کیا ہے اور اگلے رکوع میں عرب کے اس عقیدہ کا ذکر ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں چونکہ عیسائیوں کا عقیدہ ابنیت اور عرب کا یہ عقیدہ باہم ملتے جلتے ہیں اس لئے دونوں کا ذکر ایک جگہ کیا ہے اس رکوع میں اصل ذکر بعثت انبیاء کا تھا اس کے آخر پر اس عقیدہ کا ذکر یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ تمام انبیاء کی اصولی تعلیم اللہ تعالیٰ کی توحید رہی ہے۔ یہ مشرکانہ عقیدہ کہ اس کا بیٹا یا بیٹیاں بھی ہیں لوگوں کا اپنا افترا ہے کسی نبی نے یہ تعلیم نہیں دی +

ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا۔ ۲۹۸۶ یہی مضمون النحل ۱۶۔ ۵۷، ۵۸ اور الصافات ۳۷۔ ۱۴۹ تا ۱۵۳ میں بیان ہو چکا ہے یعنی ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا بما ضرب للرحمٰن مثلا میں اسی طرف اشارہ ہے اور مثل سے مراد یہاں شبہ ہے یعنی اس کو اللہ تعالیٰ کی مثل یا اس کی جنس سے قرار دیتے ہیں

مثل کیونکہ اولاد والد کی جنس سے ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد منسوب کرنا گویا دوسروں کو اس کی جنس سے یا اس جیسا قرار دینا ہے اور پہلی آیت میں مما یخلق اس لئے بڑھایا کہ مخلوق تو تغیر اور فنا کے نیچے ہے اسے اللہ تعالیٰ جیسا قرار دینا کیسی بعید از عقل بات ہے +

نشأۃ وناشئۃ ۲۹۸۷ ینشؤا۔ نشء اور نشأۃ کسی چیز کا حادث کرنا اور اس کی تربیت کرنا ہے ولقد علمتم النشأۃ الاولی (الواقعۃ ۵۶ - ۶۲) اور ناشئۃ الیل (المزمل ۷۳ - ۶) سے مراد قیام اور نماز کے لئے کھڑا ہونا ہے۔ اور نشأ السحاب کے معنی ہیں بادل ہوا میں پیدا ہوا۔ اور بڑھتا گیا اسی معنی میں ہے وینشئ السحاب الثقال (الرعد ۱۳ - ۱۲) اور انشاء

انشاء ایک چیز کا وجود میں لانا اور اس کی تربیت کرنا ہے۔ اور اس کا اکثر استعمال جانداروں میں ہے۔ ھو الذی انشأکم (الانعام ۶ - ۹۹) وانشأنا من بعدھم قرنا آخرین (الانعام ۶ - ۶) ثم انشأناہ خلقا آخر (المؤمنون ۲۳ - ۱۴)، وننشئکم فی ما لا تعلمون (الواقعۃ ۵۶ - ۶۱) ینشئ النشأۃ الآخرۃ (العنکبوت ۲۹ - ۲۰) یہ سب وہ وجود میں لانا ہے جو اللہ تعالیٰ سے خاص ہو اور یہاں معنی تربیت کرنا ہیں (غ)

زیورات کا پہننا زیورات میں پرورش پانے والے کے متعلق دو قول ہیں بعض کے نزدیک اس سے مراد لڑکیاں اور عورتیں ہیں۔ اس معنے کے لحاظ

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ ۱۹

اور وہ فرشتوں کو جو خدا کے بندے ہیں دیویاں بناتے ہیں کیا وہ ان کی پیدایش کے گواہ ہیں ان کی گواہی

شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ ۲۰

لکھ لی جائیگی اور ان سے پوچھا جائیگا ۲۹۸۸ اور کہتے ہیں کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم انکی عبادت نہ کرتے انہیں اس کا کچھ بھی علم

عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ؕ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۲۱

نہیں وہ محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جسے وہ مضبوط پکڑے ہوئے ہیں ۲۹۸۹

بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ ۲۲

بلکہ کہتے ہیں ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک دین پر پایا اور ہم ان کے قدموں کے نقشوں پر چلنے والے ہیں

وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ ۲۳

اور اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا

سے عورتوں کے لئے زیورات وغیرہ کے پہننے کا جواز اور مردوں کے لئے اس کے عدم جواز کا استدلال کیا گیا ہے۔ اور ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد ان کے بت ہیں جو وہ چاندی اور سونے سے بناتے تھے اور ینشؤا فی الحلیۃ سے مراد زیورات سے ان کا بنانا ہی (ج) اور فی الخصام غیر مبین بھی بتوں پر صادق آسکتا ہے اور اس صورت میں نفی ابانۃ سے مراد نفی خصام ہوگی (ح) یعنی وہ دلیل دینے یا کچھ بیان کرنے یا جھگڑا کرنے کے قابل ہی نہیں اور چونکہ اگلی آیت میں اناث سے مراد ان کی دیویاں یا ان کے بت ہی ہیں۔ جس کے لئے دیکھو ۲۹۸۸ اس لئے یہاں بھی بتوں کا ذکر ہی اصل منشا معلوم ہوتا ہے۔ اور بتوں کو زیورات یعنی سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع کرنا بت پرستوں میں عام رواج ہی۔ اور بتوں کے دلیل نہ دینے یا نہ بولنے کو دوسری جگہ بھی بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔ فسئلوھم ان کانوا ینطقون (الانبیاء ۲۱: ۶۳) افلا یرون الا یرجع الیھم قولا (طٰہٰ ۲۰ - ۸۹)

بتوں کا زیورات سے بنانا

۲۹۸۸ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی عبادت بھی کرتے تھے جیسے کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے پس اناث سے مراد انہیں دیویاں قرار دینا ہی ہے اور چونکہ ان کے بتوں کے نام جن کی وہ عبادت کرتے تھے عورتوں پر تھے اور فرشتوں کی اور کسی رنگ میں ان کا عبادت کرنا معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان بتوں یا اپنی دیویوں کو ملائکہ کا مظہر قرار دیتے تھے جس پر دوسری جگہ قرآن کریم میں شہادت موجود ہے۔ کہ جب فرشتوں سے کہا جائیگا کہ کیا یہ تمہاری عبادت کرتے تھے تو وہ جواب میں کہیں گے بل کانوا یعبدون الجن (السبا ۳۴ - ۴۱)

بتوں کو ملائکہ کا مظہر قرار دینا

۲۹۸۹ پہلی آیت میں فرمایا کہ ان کے پاس اس عقیدہ کے متعلق کوئی علم نہیں یعنی عقلی دلیل نہیں یہاں فرمایا کہ کوئی کتاب بھی ان کے پاس نہیں یعنی کسی نبی یا راستباز کی یہ تعلیم نہیں بالفاظ دیگر نقلی دلیل بھی کوئی نہیں اگلی آیت میں امۃ کے معنی دین کے لئے دیکھو ۲۱۸۳ یہی معنی یہاں مجاہد نے کئے ہیں۔ (ج)

امۃ

إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ○

مگر وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے کہا ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک دین پر پایا اور ہم اُن کے قدموں کے نقشوں کے پیچھے چلتے ہیں

۲۴ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ

(ڈرانے والے نے) کہا کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت والی بات لایا ہوں جس پر تم نے اپنے بزرگوں کو پایا انہوں نے کہا ہم اسکا جو تمہیں دیکر بھیجا گیا

۲۵ ۲۶ كَافِرُونَ ○ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ○ وَإِذْ قَالَ

ع ۱۱

انتخاب رسول

ہی انکار کرنیوالے ہیں ۲۹۹۰ تو ہم نے انہیں سزا دی سو دیکھ کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ اور جب ابراہیم

۲۷ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ○ إِلَّا الَّذِي

نے اپنے بزرگ اور اپنی قوم سے کہا میں اس سے بے تعلق ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو مگر وہ جس نے

۲۸ فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ○ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○

مجھے پیدا کیا سو وہی مجھے منزل مقصود پر پہنچائیگا ۲۹۹۱ اور اس نے اسے اپنی اولاد میں باقی رہنے والی بات بنا دیا تاکہ وہ رجوع کریں ۲۹۹۲

۲۹ بَلْ مَتَّعْتُ هَٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ○

بلکہ میں نے انہیں اور اُنکے باپ دادوں کو سامان دیا یہاں تک کہ اُنکے پاس حق اور کھول کر بیان کرنیوالا رسول آیا ۲۹۹۳

۲۹۹۰ قال میں ضمیر نذیر کی طرف جاتی ہے جس کا ذکر پچھلی آیت میں ہے اور نذیر کو اپنی تعلیم یا اپنے دین کو اھدی کہنا اس لحاظ سے ہے کہ باوجود تعلیم کے بگڑ جانے کے کچھ نہ کچھ ہدایت ہر قوم کے پاس ہوتی ہے +

۲۹۹۱ یعنی میں سوائے ایک پیدا کرنیوالے کے اور کسی کی عبادت نہیں کرتا الا یہاں استثنائے منقطع ہے۔ اور ہدایت دینے سے مراد صحیح تعلیم پر قائم کرنا نہیں کیونکہ وہ تو قائم ہیں۔ اور سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہیں کرتے بلکہ منزل مقصود پر پہنچانا ہے دیکھو ۵

عقب
أعقب

۲۹۹۲ عقب۔ عَقِب پاؤں کے پچھلے حصہ کو کہا جاتا ہے اور استعارۃً بیٹے اور بیٹے کے بیٹے پر اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے یہاں ہے، جاء فی عَقِبِهِ اس سے کچھ بقیہ باقی رہ گیا۔ اور اَعْقَبَہٗ کذا کے معنی ہیں اس چیز کا اسے وارث کر دیا۔ فاعقبهم نفاقاً (التوبۃ ۔۷۷) (رغ) اور بعض نے فی عقبه کے معنی من خلفه کئے ہیں یعنی اپنے پیچھے اور بعض نے عقب ابراہیم سے مراد آل محمد صلعم کو لیا ہے (رج) اوپر ذکر تھا کہ

حضرت ابراہیم کی نسل میں توحید

حضرت ابراہیم نے تمام معبودان باطل سے بیزاری کا اظہار کیا۔ اور توحید الٰہی پر قائم ہوئے۔ الا الذی فطرنی ۔ جعل میں فاعل اللہ تعالیٰ بھی ہوسکتا ہے۔ اور ابراہیم بھی اور ھا کی ضمیر اسی کلمہ توحید کی طرف ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ووصّٰی بها ابراهیم بنیه ویعقوب (البقرۃ ۔۱۳۲) اور حضرت یعقوب کا قول اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰهك واله اٰبائك (البقرۃ ۔۱۳۳) مطلب یہ ہے کہ توحید الٰہی کے مذہب کو ہی ابراہیم نے اپنی اولاد میں باقی چھوڑا۔ اور یرجعون میں رجوع سے مراد اسی صحیح تعلیم کی طرف رجوع ہے۔ یعنی ملک عرب میں یہ تعلیم باقی چلی آتی ہے۔ پس اگر یہ لوگ غور کریں تو بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی طرف رجوع کریں +

۲۹۹۳ یعنی ان کے مشرکانہ عقاید اور ان کی بدکرداریوں پر گرفت نہیں کی۔ اور حق قرآن کریم ہے +

وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا ۳۰ ۳۱

اور جب حق انکے پاس آیا کہنے لگے یہ جادو ہے اور ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں ۲۹۹۴ اور کہنے لگے کیوں یہ قرآن دو

الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ○ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ ۳۲

بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر نہ اتارا گیا ۲۹۹۵ کیا وہ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

ہم نے ان کے درمیان ان کی دنیا کی زندگی میں انکی روزی تقسیم کی ہے اور ایک کے دوسرے پر درجے

دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا

بلند کئے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو خدمت میں لگائے اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ

يَجْمَعُوْنَ ○ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ ۳۳

جمع کرتے ہیں ۲۹۹۶ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی گروہ ہو جائیں گے تو ہم انکے لئے جو رحمان کا انکار

بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ○

کرتے ہیں ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ چڑھتے ہیں ۲۹۹۷

۲۹۹۴ یہاں قرآن کریم کو سحر کہا ہے، اسلئے کہ اسکی تعلیم دلوں کو اپنی طرف کھینچتی تھی دیکھو ۱۲۹ انبیاء کو ساحر کہنے کی اصل وجہ یہی ہے +

۲۹۹۵ قریتین یعنی دو بستیوں میں اشارہ مکہ اور طائف کی طرف ہے۔ اور رجل عظیم سے مراد جاہ و مال والا آدمی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ کیونکہ کفار کی نظر میں عظمت کا انحصار مال دنیا پر تھا اور مال دنیا کے لحاظ سے رسول اللہ صلعم بڑے نہ تھے ہاں نیکی اور راستبازی میں آپ کا مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ اس کا اعتراف سب عرب کو تھا۔ بعض لوگوں نے خاص نام لئے ہیں مثلاً مکہ میں ولید بن مغیرہ یا عتبہ بن ربیعہ کا نام اور طائف میں حبیب بن عمرو یا ابن عبد یالیل یا ابن مسعود ثقفی کا نام مگر اس تعین کی کوئی ضرورت نہیں۔

اہل دنیا کا معیار عظمت

۲۹۹۶ رحمۃ ربک سے مراد نبوت یا اللہ تعالیٰ سے قرب کا تعلق ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باطنی نعمتوں کی تقسیم انکے ہاتھ میں نہیں بلکہ ظاہری نعمتوں کی تقسیم بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ظاہری قانون قدرت یہ ہے کہ سامان روزی کے لحاظ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت کے کام لے سکیں اور نظام قائم رہے۔ تو جس طرح بعض مصالح کی بنا پر یہ اختلافات ظاہری ہیں یہی حالت اختلافات روحانی کی ہے اور کون شخص فی الحقیقت دوسروں پر فضیلت رکھتا ہے۔ اور کس کی قوت قدسی دوسروں کو نیکی کی راہ پر لا سکتی ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے +

اختلاف مراتب منجانب الٰہی ہے

۲۹۹۷ فضۃ۔ فض کے لئے دیکھو ۵۱۵ کسی چیز کا توڑنا ہے اور فضۃ چاندی کو کہتے ہیں اس لئے کہ جواہر میں یہ سب سے ادنیٰ درجہ پر ہے جس سے معاملہ کیا جاتا ہے (غ)

فضۃ

معارج۔ معراج کی جمع ہے دیکھو ۱۳۳۵

معارج

۳۴ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ ۝ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِنْ كُلُّ ذَٰلِكَ

اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔ اور سونے کے اور یہ سب صرف دنیا

۳۵ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝ ع وَمَنْ يَعْشُ

ع ۱۰ — مخالفت رسول پر سزا

کی زندگی کا سامان ہے اور آخرت تیرے رب کے نزدیک متقیوں کے لئے ہے ۲۹۹۸ اور جو کوئی رحمٰن

عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝

کی یاد سے منہ پھیرے ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں سو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے ۲۹۹۹

کثرت مال دنیا

لوگوں کے امۃ واحدۃ یا ایک ہی گروہ ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ سب کفر پر جمع ہو جائیں مطلب یہ ہے کہ مال دنیا تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایک حقیر شے ہے اگر وہ کفار کو اتنا مال بھی دیدے کہ ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں اور دروازے اور انکے بیٹھنے کے تخت سب سونے چاندی کے ہوں لیکن اس صورت میں لوگ سب کے سب کفر کی طرف ہی جھک جائیں اور مال دنیا کو ہی اپنا مطلوب اور مقصود بنا لیں آج اس آیت کی سچائی کس قدر عیاں ہو رہی ہے۔ کہ یورپ کی کافر قوموں کو اللہ نے کچھ وافر حصہ مال دنیا سے دیا۔ تو کس طرح سب لوگ ان کی پیروی کر کے مال دنیا کے حصول پر ہی گر گئے ہیں۔ اور شب و روز ہر ایک کو یہ فکر ہے کہ اس کا گھر نہایت خوبصورت بن جائے اور اس میں بیش قیمت سامان ہو اس ہوس نے آج دنیا کو اخلاق فاضلہ کے لئے قدم اٹھانے سے محروم کر رکھا ہے ہاں یہ چیزیں اپنی ذات میں بری بھی نہیں لیکن ان کو مطلوب اور مقصود بنا لینا انسان کو اپنے کمال حقیقی سے محروم کر دیتا ہے ÷

زخرف

۲۹۹۸ زخرف کے لئے دیکھو ۲۳۸۸ زینت اور کمال حسن کو بھی زخرف کہا جاتا ہے یا ملمع کو اور سونے کو بھی اور ابن زید کا قول ہے کہ زخرف سے مراد اثاث البیت اور اس کا تجمل ہے (رہ) اور سونا معنی لیکر زخرفا من زخرف کے قائمقام ہوگا یعنی یہ چیزیں چاندی اور سونے کی بنا دیں اور آخری الفاظ میں فرمایا کہ یہ محض دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ اور آخرت ان لوگوں کے لئے ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لئے ہر قسم کی قربانی کرتے ہیں۔ اور سونے چاندی کی پرستش نہیں کرتے ÷

عَشیٰ

۲۹۹۹ یعش۔ عَشا نظر کی کمی ہے دن کو ہو یا رات کو اور بعض کے نزدیک وہ رات کے وقت نظر کا نقص ہے اور وہ اندھا پن نہیں اور عَشَا (یَعْشُوْ) کے معنی ہیں اس کی نظر کمزور ہو گئی۔ اور عَشَوْتُ الی النار کے معنی ہیں آگ کا قصد کیا اس کے ساتھ ہدایت پاتے ہوئے اور عَشَوْتُ عنہا کے معنی ہیں اس سے اعراض کیا۔ (ل)

شیطان کس انسان کا قرین بنتا ہے

قیض کے معنی اور شیطان کے انسان پر مقرر یا مسلط ہونے کے لئے دیکھو ۲۲۳۰ اس آیت سے اور حم ۱۲۔ ۵ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شیطان ہر انسان کا قرین نہیں۔ بلکہ وہ صرف انہی کے لئے قرین بنتا ہے جو خود حق اور صداقت سے منہ پھیرتے ہیں۔ شیطان کی وسوسہ اندازی عام ہے مگر اس کے وسوسوں کو قبول سب نہیں کرتے قرین کے لئے دیکھو ۶۵۸ جب انسان شیطان کے وسوسے کو رد کرتا ہے تو اس کی وسوسہ اندازی بھی کم ہو جاتی ہے۔ اور جس قدر زیادہ وہ اس کے وساوس کو قبول کرتا جاتا ہے اسی قدر زیادہ اس کا تعلق اس سے ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کا دائمی رفیق ہو جاتا ہے شیطان تو وہی ہے مگر وہ قرین صرف بدکاروں کا ہوتا ہے ÷

وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا ۳۸

اور یقیناً وہ انہیں رستے سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پانے والے ہیں ۳۰۰۰ یہاں تک کہ جب ہمارے

قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ۝ وَلَنْ ۳۹

پاس آتا ہے کہتا ہے اے کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی سو کیا برا ساتھی ہے ۳۰۰۱ اور آج

يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۝ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ ۴۰

تمہیں یہ فائدہ نہ دے گا جب کہ تم ظالم ہو کہ تم عذاب میں شریک ہو تو کیا تو بہروں کو

الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ ۴۱

سنا سکتا ہے یا اندھوں کو رستہ دکھا سکتا ہے اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہو ۳۰۰۲ سو اگر ہم تجھے لے جائیں

فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ۝ أَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ ۴۲

تو انہیں ہم سزا ہی دینے والے ہیں یا تجھے وہ دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تو ہم ان پر پوری

مُقْتَدِرُونَ ۝ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ ۴۳

قدرت رکھنے والے ہیں ۳۰۰۳ سو اسے مضبوط پکڑے رہو جو تیری طرف وحی کی گئی ہے بے شک تو سیدھے رستے

مُسْتَقِيمٍ ۝ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ۝ وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ۴۴ ۴۵

پر ہے اور یقیناً وہ تیرے لئے اور تیری قوم کیلئے شرف ہے اور تم سے پوچھا جائیگا۔ اور ان سے پوچھ جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے

بدی کب اچھی معلوم ہوتی ہے

ف ۳۰۰۰ روکنے والے وہی شیاطین ہیں مگر وہ بدی کو ایسا خوبصورت کرکے دکھاتے ہیں۔ کہ بدکار سمجھتے ہیں کہ ہم راہ راست پر ہیں۔ اور اچھا کام کر رہے ہیں۔ جب انسان بدی میں بہت زیادہ مبتلا ہو جاتا ہے تو اسی بدی کو وہ اچھا سمجھنے لگتا ہے اس لئے کہ نور فطرت بالکل دب جاتا ہے ورنہ اصل حالت فطرت انسان کی یہ نہیں ہے

مشرقین

ف ۳۰۰۱ مشرقین سے مراد مشرق و مغرب ہیں (ج) بعض نے گرمی اور سردی کے مشرق مراد لئے ہیں +

ف ۳۰۰۲ قرآن شریف نہ صرف اندھوں کو رستہ دکھاتا اور بہروں کو سناتا ہے بلکہ مردوں تک کو زندہ کرتا ہے اومن کان میتا فاحییناہ (الانعام ۶ - ۱۲۳) یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو دیکھنا چاہتے ہی نہیں اور نہ سننا چاہتے ہیں اور مراد روحانی اندھے اور روحانی بہرے ہیں جیسا کہ آیت کے آخری الفاظ صاف بتاتے ہیں +

ف ۳۰۰۳ ان دونوں آیات میں یہ بتایا ہے کہ بدی کی سزا تو بدکاروں کو مل کر رہے گی کسی کو رسول اللہ کی زندگی میں مل جائے تو کیا اور بعد میں مل جائے تو کیا۔ چونکہ اسلام کے مخالف تو آپ کے بعد بھی پیدا ہوتے رہنے تھے اس لئے فرمایا کہ بعد میں بھی سزا ملتی رہے گی +

ع ۴ / ۱۱

۴۶ وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً يُّعۡبَدُوۡنَ ۠ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا

حضرت موسیٰ اور قوم فرعون

رسولوں میں سے بھیجا کیا ہم نے رحمان کے سوائے (اور بھی) معبود بنائے تھے جن کی عبادت کی جائے ۳۰۰۴ اور ہم نے موسیٰ کو

مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○

اپنی آیتوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو اس نے کہا میں جہانوں کے رب کا رسول ہوں

۴۷-۴۸ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِاٰيٰتِنَاۤ اِذَا هُمۡ مِّنۡهَا يَضۡحَكُوۡنَ ○ وَمَا نُرِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ

سو جب وہ ہماری آیتیں لیکر ان کے پاس آیا تو وہ اس پر ہنسی کرنے لگے اور ہم انہیں کوئی نشان نہ دکھاتے تھے

اِلَّا هِىَ اَكۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِهَا ۚ وَاَخَذۡنٰهُمۡ بِالۡعَذَابِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ○

مگر وہ اپنی مانند (پہلے نشان) سے بڑا ہوتا تھا اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تاکہ وہ رجوع کریں ۳۰۰۵

۴۹ وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهۡتَدُوۡنَ ○

اور انہوں نے کہا اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر جیسا اس نے تجھ سے عہد کیا ہے ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں ۳۰۰۶

۵۰ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِذَا هُمۡ يَنۡكُثُوۡنَ ○

سو جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو وہ عہد شکنی کرنے لگے

۳۰۰۴ یہاں سوال رسولوں سے تو ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ فوت ہو چکے اس لئے مراد ان رسولوں کی امتیں لی گئی ہیں یا رسولوں سے سوال سے مراد ان کی تعلیم کو دیکھنا ہے کہ کوئی رسول اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی تعلیم کو منسوب نہیں کرتا اور اصل غرض مشرکین پر اتمام حجت ہے کہ جن انبیاء کو وہ مانتے ہیں وہ تو شرک کی تعلیم نہیں دیتے تھے۔

اخت

۳۰۰۵ اخت دیکھو ۱۳۴ و ۱۶۰۹ اور یہاں اختہا سے مراد ہے وہ نشان جو اس سے پہلے گذر چکا اور ماسے اسکی اخت اس لحاظ سے کہا کہ صحت اور بیان کرنے اور صدق میں وہ دونوں شریک ہیں (غ) اور اخت ھارون (مریم ۱۹ - ۲۸) میں ایک توجیہ یہ ہے کہ اس سے مراد اختہا فی الصلاح ہے یعنی صلاحیت میں اس کی بہن او بلحاظ نسب بہن ہونا مراد نہیں۔ (غ)

اخت ہارون

عصا اور ید بیضاء زبردست نشان

نشانوں سے مراد حضرت موسیٰ کی سچائی کے نشانات ہیں اور انہی میں وہ معجزات بھی ہیں جن کا ذکر دوسری جگہ ہے دیکھو ۱۱۴۳ اور سورۂ الاعراف - ۱۳۳ وغیرہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عصا کے سانپ بننے اور ید بیضا سے بڑھ کر معجزات وہ تھے جو ان سے پیچھے دکھائے گئے اور کسی نشان کا بڑا ہونا بلحاظ اس کی وضاحت کے اور اس اثر کے ہے جو وہ ایک چیز کی صداقت پر پیدا کرتا ہے اور سچائی کا یہی نشان ہے کہ وہ روز بروز زیادہ واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور اس پر نئی سے نئی دلایل پیدا ہوتی جاتی ہیں اور ہر ایک قسم کا دھندلاپن اس کی دلایل سے دور ہو جاتا ہے۔

ساحر

۳۰۰۶ ساحر۔ ساحر کے معنی ان کے نزدیک عالم تھے اور سحر ان کے نزدیک مذموم نہیں تھا اور مراد اس سے عالم ہی ہے (یہی مضمون ۱۱۴۳ میں ہے)۔

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ ۵۱

اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کی کہا اے میری قوم کیا مصر کی بادشاہت میری نہیں اور یہ نہریں جو

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ ۵۲

میرے نیچے بہتی ہیں ؟ ۳۰۰۷ تو کیا تم دیکھتے نہیں بلکہ میں اس سے بہتر ہوں جو

مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ فَلَوْلَاۤ اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۵۳

کمزور ہے اور کھول کر بیان نہیں کر سکتا ۳۰۰۸ تو اس پر سونے کے کڑے کیوں نہ اتارے گئے یا اسکے ساتھ فرشتے اکٹھے ہو کر

مُقْتَرِنِيْنَ ۝ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا ۵۴ ۵۵

(کیوں نہ) آئے ۳۰۰۹ سو اس نے اپنی قوم کو خفیف کیا تو انہوں نے اسکی فرمانبرداری کی۔ وہ نافرمان لوگ تھے سو جب انہوں نے ہمیں ناراض کیا ۳۰۱۰ تو ہم نے انہیں

من تحت ح ۳۰۰۷ من تحتی۔ من بین یدی فی الجنان (ج) یعنی میرے سامنے باغوں میں یا مراد یہ ہے کہ میرے زیر حکومت جن سے میں جس طرح چاہوں فائدہ اٹھاؤں بہشتیوں کے متعلق بھی ایسے ہی الفاظ آتے ہیں۔ تجری من تحتھم الانھر جس سے مراد یہی ہے کہ وہ جس طرح چاہیں فائدہ اٹھائیں۔

تحت اور تحت۔ فَوق کے مقابل پر ہے اور تحت کا استعمال اس چیز میں ہوتا ہے جو الگ ہو اور اَسفل کا اکثر حصہ ملی ہوئی ہو (غ) اور جس طرح فوق بلحاظ مرتبہ ہو سکتا ہے تحت بھی بلحاظ مرتبہ ہو سکتا ہے

مھین ح ۳۰۰۸ مھین۔ مَھنۃ کے معنی خدمت کرنا ہیں اور مَھین مردوں میں سے ضعیف یعنی کمزور کو کہا جاتا ہے اور حدیث میں نبی کریم صلعم کی صفت میں ہے کہ آپ مَھین نہ تھے اور دوسری جگہ ہے ولا تطع کل حلاف مَھین (القلم ۶۸ - ۱۰) جہاں مراد فاجر ہے یا مَھانۃ بمعنی قلت ہے۔ اور رائے اور تمیز کی کمی مراد ہے اور ماء مھین (السجدۃ ۳۲ - ۸) سے مراد بھی تھوڑا پانی ہے یا کمزور (ل)

ایک طرف اپنی حکومت اور بادشاہت کا ذکر کیا ہے اور دوسری طرف حضرت موسٰی کی کمزوری کا کہ وہ ایک محکوم قوم سے تھے۔ اور لا یکاد یبین میں یہ کہا ہے کہ نہ صرف قومی طور پر محکوم ہے بلکہ ذاتی وصف بھی اس میں نہیں کہ کوئی زبردست تقریر کر سکے +

اقتران ح ۳۰۰۹ مقترنین یا اقتران دیکھو ح ۹۰۶ کسی معنی میں دو یا زیادہ چیزوں کا اکٹھا ہونا ہے (غ) اور یہاں مراد اکٹھے چلتے ہوئے لئے گئے ہیں۔ یا ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے یا ایک دوسرے سے ملے ہوئے (ج) اور یہ کنایہ اعانت سے ہے اس لئے ابن عباس نے معنی کئے ہیں جو اس کی مدد کریں ان کے مقابل پر جو اس کے مخالف ہیں۔ (م)

سونے کے کڑے پہننے سے مراد مجاہد کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کو سردار بنایا جاتا تھا تو اسے سونے کے کڑے اور سونے کا طوق پہنایا جاتا تھا۔ (م) گویا سونے کے کڑوں کا پہننا نشان ریاست تھا اور فرعون کا مطلب یہ تھا کہ خدا نے ایک ایسے شخص کو رسول کیوں بنایا جو ریاست سے حصہ نہیں رکھتا جیسا کفار مکہ کا قول دوسری جگہ ہے لولا نزل ھذا القراٰن علی رجل من القریتین عظیم (۳۱)

اٰسف ح ۳۰۱۰ اٰسفونا۔ اٰسف دیکھو ح ۱۱۵۷ اور اٰسف کے معنی ہیں اَغضَبَ ناراض کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا اور غضب ہماری طرح نہیں بلکہ اپنے اولیاء میں ان کی رضا کو اپنی رضا اور ان کے غضب کو اپنا غضب ٹھیرایا اسی لئے کہا من اھان لی ولیًا فقد بارزنی بالمحاربۃ جو شخص میرے ولی کی اہانت کرتا ہے وہ میرے ساتھ جنگ کرتا ہے (غ) اور اصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے

الاسف غضب یا اسف میں جو انسان سے تعلق رکھنے والا حصہ یعنی ثوران دم القلب ہے وہ باقی نہیں رہتا صرف نتیجہ باقی رہتا ہے جو سزا دینا

۵۶ مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنٰهُمْ أَجْمَعِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا ۵۷

سزا دی پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ ۳۰۱۱ سو انہیں گذرے ہوئے اور پچھلوں کے لئے مثال بنا دیا ۳۰۱۱ اور جب مریم کے بیٹے کی مثال بیان کی جاتی ہے

ع ۱۱ — ۱۲ حضرت عیسیٰ کا لوگوں بنی اسرائیل کی نشانیت

۵۸ إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝ وَقَالُوْآ ءَأٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ

تو تیری قوم اس پر چلا اٹھتی ہے ۳۰۱۲ اور کہتے ہیں کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ یہ اسے تیرے لئے بیان نہیں کرتے مگر جھگڑے کو

۵۹ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ ۚ

بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہی ہیں ۳۰۱۳ وہ (اور) کچھ نہیں مگر ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کیلئے مثال بنایا ۳۰۱۴

ہے دیکھو ۲۷ے

۳۰۱۱ سلف (۳۲۵۲) متقدم ہے یعنی جو پہلے گذر چکا اور مراد ان کی ہلاکت ہے اور ان کا آگ میں پہلے جانا بھی مراد لیا گیا ہے اور مثل سے مراد ان کا عبرت ہونا ہے۔ — سلف مثل

۳۰۱۲ یصدون۔ صَدَّ کی مضارع جب یَصُدُّ ہو تو اس کے معنی اعراض کرنے کے ہوتے ہیں اور یَصِدُّ ہو تو اس کے معنی ضجّ یعنی فریاد کرنا یا چلا اٹھنا ہیں۔ (ل) — صدّ یصدّ

مجاہد کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہ ہے کہ قریش کہتے تھے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت کریں جس طرح عیسیٰ کی عبادت عیسیٰ کی قوم کرتی ہے۔ (ج) اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن الزبعری نے آنحضرت صلعم کو پڑھتے ہوئے سنا انکم و ماتعبدون من دون الله حصب جهنم تو کہا کہ حضرت عیسیٰ کی نصاریٰ عبادت کرتے ہیں۔ اور آپ اسے نبی اور عبد صالح بتاتے ہیں تو اگر وہ آگ میں جائیں گے تو ہم اور ہمارے معبود بھی آگ میں جانے پر راضی ہیں۔ (د) اصل مطلب صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ بت پرست دیکھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ کی تو آنحضرت صلعم عزت کرتے ہیں۔ اور ان کے بتوں کی نہیں کرتے اس لئے وہ کہتے تھے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا عیسیٰ یہ عرب کے معبود تھے اور حضرت عیسیٰ ایک دوسری قوم کے معبود تھے تو وہ اس بات پر چلا اٹھتے کہ کیا وجہ ہے کہ ایک غیر قوم کے معبود کی عزت کی جاتی ہے اور اپنے معبودوں کی عزت نہیں کی جاتی اس کا جواب آیت ۵۹ میں دیا ہے کہ اس کی عزت اس وجہ سے ہے کہ وہ خود اللہ تعالےٰ کا ایک برگزیدہ بندہ تھا نہ اس وجہ سے کہ وہ ایک قوم کا معبود ہے۔ اور آیت ۶۴ میں بتایا کہ وہ اپنے آپ کو معبود بنا کر پیش نہ کرتا تھا بلکہ وہ تو اللہ کی عبادت کی طرف ہی بلاتا تھا ان کی امت نے ایک غلط راہ پر قدم مار کر انہیں خدا بنا لیا ہے + — حضرت عیسیٰ اور معبودان عرب

۳۰۱۳ ضربوہ۔ ضرب۔ کا لفظ جب مثل کے ساتھ آئے تو اس کے معنی بیان کرنے کے ہوتے ہیں۔ جیسے واضرب لهم مثلا اصحٰب القرية (یٰس ۳۶-۱۳) واضرب لهم مثل الحيٰوة الدنيا (الکھف ۱۸-۴۵) یا جیسے اوپر کی آیت میں ولما ضرب ابن مريم مثلا اور بعض وقت صرف لفظ ضرب مثال بیان کرنے پر بولا جاتا ہے جیسے كذٰلك يضرب الله الحق والباطل (الرعد ۱۳-۱۷) اور یہاں ضربوا اسی معنی میں ہے اور یہاں ان کا بیان بمقابلہ اس بیان کے ہے جو قرآن شریف نے حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ وہ بھی تو ایک قوم کا معبود ہے یہ ان کا کہنا محض جھگڑے اور مقابلہ کے لئے ہے بلکہ فرمایا کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ ہر بات میں جھگڑا کرنا ہی ان کا کام ہے کیونکہ خصم اسے کہتے ہیں جو جھگڑے سے مختص ہو۔ دیکھو ۲۸۳۲ — ضرب

۳۰۱۴ مثلا لبنی اسرائیل میں مثل کے معنی آیۃ یا نشان کئے گئے ہیں جس کی تشریح ابن جریر یوں کرتے ہیں۔ آیة لبني اسرائيل وحجة لنا عليهم بارسالنا اليهم بالدعاء الينا یعنی بنی اسرائیل کے لئے نشان اور ہماری ان پر حجت اس لئے کہ ہم نے انہیں اپنی طرف — حضرت عیسیٰ کا مثل ہونا

۶۰ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِى الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝ ۶۱ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ

اور اگر ہم چاہتے تو تم میں فرشتے مقرر کر دیتے جو زمین میں خلیفہ ہوتے ۳۰۱۵ اور یقیناً یہ (وہ) گھڑی کے لئے علم ہے

فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

سو تم اس کے متعلق شک نہ کرو اور میری پیروی کرو۔ یہ سیدھا رستہ ہے ۳۰۱۶

بلانے کے لئے اسے بھیجا اور یا چونکہ مثل تشبیہ کے طور پر بیان کی جاتی ہے۔ اس لئے مراد اس سے ان کے لئے نمونہ بنانا ہے۔ جس کی زندگی کے مطابق وہ اپنی زندگیاں بنائیں۔ اور یا حسنات میں مثل مراد ہے اور اس صورت میں بھی معنی نمونہ ہی ہونگے۔

خلیفۃ اللہ انسان ہی ہو سکتا ہے

۳۰۱۵ منکم کے ایک معنی بدلا منکم کئے گئے ہیں اور مطلب یہ لیا گیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو تم سب کو ہلاک کر دیں۔ اور تمہاری جگہ فرشتوں کو لے آئیں (ج) اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ تمہاری جگہ خلافت روحانی یعنی نبوت کے لئے فرشتے بھیج دیتے اور اس میں نصاریٰ کے عقیدے کی تردید ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ انسان کی گنہگاری کی وجہ سے ضروری ہوا کہ خود خدا انسان بنے تو بتایا کہ خدا کو انسان بنانے ہوا اگر ایسا ہی تھا کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ ناقابل خلافت پاتا اور خلافت کے لئے کسی اور کی ضرورت ہوتی تو وہ انسانوں کے لئے فرشتے بنا دیتا۔ جو خلیفۃ اللہ کا کام کرتے کیونکہ فرشتے تو معصوم عن الخطا بھی ہیں۔ لیکن وہ تمہارے لئے نمونے کا کام نہ دے سکتے جس طرح بشر رسول نمونے کا کام دیتے ہیں اور نہ انسان اُن کے نقش قدم پر چل سکتے تو پھر خدا کے انسان بننے سے کیا غرض حاصل ہو سکتی ہے۔

انہ لعلم للساعۃ سے مراد

۳۰۱۶ انہ میں ضمیر حضرت ابن عباس اور بعض اور مفسرین کے نزدیک ابن مریم کی طرف جاتی ہے۔ اور حسن و قتادہ سے مروی ہے کہ یہ قرآن کی طرف ہے۔ (ج) ہی دوسرے قول پر جو اعتراض بعض نے کیا ہے کہ یہاں قرآن کا ذکر پہلے نہیں وہ صحیح نہیں اس لئے کہ بہت موقعوں پر اسی طرح ضمیر قرآن بغیر اس کے پہلے ذکر کے آئی ہے جیسے لا تحرك به لسانك لتعجل به (القیٰمۃ ۷۵ - ۱۶) یا جیسے انا انزلنٰه فی لیلة القدر (القدر ۹۷ - ۱) اور حق یہی ہے کہ قرآن ہی ساعت کا علم دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کو ساعت کے لئے نشان تو کہا جا سکتا ہے خواہ خود عیسیٰ ہی مراد ہو مگر ساعت کا علم وہ نہیں اس لئے حضرت ابن عباس کی قرات بھی ع کی زبر کے ساتھ ہے۔ اور بلحاظ سیاق بھی اس معنی پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس لئے کہ جب عیسائیوں کے عقیدہ باطل کا ذکر کیا کہ وہ ایک انسان کو خدا بناتے ہیں۔ تو ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ آخر ان کی قوت پر بھی خاتمہ کی گھڑی آئے گی جس کا علم قرآن شریف نے دیدیا ہے۔ سو وہ اس میں شک نہ کریں اور رسول اللہ صلعم کی اطاعت اختیار کریں کہ یہی صراط مستقیم ہے اور اگر ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف ہی لی جائے تو ساعت سے مراد بنی اسرائیل کی ساعت یا قیامت وسطیٰ ہوگی یعنی حضرت عیسیٰ کا (جسے عیسائیوں نے خدا بنا لیا) ظہور بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا۔ کہ ان کی ساعت وسطیٰ آگئی۔ جب نبوت ان سے لے لی جائیگی جیسا کہ حضرت مسیح کے اقوال میں بھی صاف اس بات کا ذکر ہے۔ "اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائیگی"۔ (متی ۲۱ : ۴۳) اور اس کے آگے آتا ہے کہ کاہن اور فریسی سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے" گویا حضرت عیسیٰ کا آنا ایک نشان تھا کہ اب نبوت ان میں سے نکل کر دوسری طرف جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا واتبعون ھذا صراط مستقیم گویا جس بات کی خبر حضرت عیسیٰ نے دی تھی وہ خدا کی بادشاہت آگئی۔ اس لئے تم میری پیروی کرو یہی سیدھا رستہ ہے اور قیامت کے نشانوں میں اگر ہے تو نزول عیسیٰ ہے نہ خود عیسیٰ مگر یہاں ذکر نزول عیسیٰ کا نہیں بلکہ عیسیٰ کا ہے۔ ہم قرآن شریف میں اپنی طرف سے یہ نہیں بڑھا سکتے کہ عیسیٰ سے مراد نزول عیسیٰ لے لیں۔ اور کوئی حدیث بھی آنحضرت صلعم سے اس آیت کی تفسیر میں مروی نہیں جس کی وجہ سے اس قدر تصرف جائز ہو اور پھر اس معنی کے لئے قرات بھی دوسری اختیار کرنی پڑتی ہے جو قرآن شریف میں نہیں پس پہلے معنی ہی قابل قبول ہیں۔ اور چونکہ ذکر قرآن شریف کا شروع ہو گیا تھا اس لئے دوبارہ جب حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا تو لفظ عیسیٰ با تصریح

۶۲ ۶۳ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ

اور تمہیں شیطان نہ روک دے وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور جب عیسیٰ کھلی دلیلیں لے کر آیا

قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا

کہا میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور تاکہ میں تمہارے لئے بعض وہ باتیں کھول کر بیان کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو سو اللہ

۶۴ اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ۝ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

کا تقویٰ کرو اور میری فرمانبرداری کرو اللہ ہی میرا رب اور تمہارا رب ہے سو اس کی عبادت کرو یہ سیدھا رستہ ہے

۶۵ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيْمٍ ۝

سو اُن میں سے (کئی) جماعتوں نے اختلاف کیا سو اُن کے لئے جو ظالم ہیں دردناک دن کے عذاب کی وجہ سے افسوس ہے ۳۰۱۷

۶۶ ۶۷ هَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ الْأَخِلَّآءُ

یہ صرف (موعود) گھڑی کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو متقیوں

۶۸ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا

کے سوائے اس دن دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن ہونگے ۳۰۱۸ اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ

ع ۱۲ ۱۳ — آنحضرتؐ کی مخالفت اور اس کا انجام

۶۹ ۷۰ أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِآيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ

تم غمگین ہوگے وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرمانبردار ہیں تم اور تمہارے ساتھی جنت

۷۱ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّأَكْوَابٍ ۚ

میں داخل ہو جاؤ خوش رکھے جاؤ گے ان پر سونے کے طباق اور کوزے لئے پھریں گے

لایا گیا ولما جاء عیسیٰ آیت ۶۳ اگر ضمیر عیسیٰ کی طرف ہی لی جائے تو پھر بھی نزول عیسیٰ مراد نہیں ہو سکتا اور ساعت سے مراد یہودیوں کی تباہی ہے۔ نہ قیامت کبریٰ۔ قیامت کبریٰ کا نشان ہمارے نبی کریم صلعم ہیں جو فرماتے ہیں انا والساعۃ کھاتین

۳۰۱۷ احزاب سے مراد نصاریٰ کے مختلف فرقے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ بعض نے یہود و نصاریٰ کا اختلاف مراد لیا ہے۔

۳۰۱۸ اخلاء خلیل کی جمع ہے دیکھو ۲۸۲ مراد یہ ہے کہ سب محبتیں قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گی سوائے اس محبت کے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ یا مراد بدکار اور ان کے ہم صحبت ہیں۔ کہ وہ قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن ہونگے۔

اخلاء

وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ ۷۲

اور اس میں وہ ہے جس کی دل آرزو رکھتے ہیں اور جس سے آنکھیں لذت پاتی ہیں اور تم اسی میں رہو گے ۳۰۱۹ اور یہ وہ جنت ہے

الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِّنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ ۷۳

جس کے تم وارث کئے گئے ہو بسبب اس کے جو تم کرتے تھے اس میں تمہارے لئے بہت پھل ہے جس سے تم کھاتے ہو۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۝ ۷۴ ۷۵

مجرم دوزخ کے عذاب میں رہیں گے وہ ان سے ہلکا نہ کیا جائیگا اور وہ اس میں ناامید ہونگے

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ۝ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ ۷۶ ۷۷

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ظالم تھے اور پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمارا کام تمام کر دے

قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ ۝ لَقَدْ جِئْنَاكُم بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ۝ ۷۸

کہے گا تم ٹھہرے رہو گے ۳۰۲۰ یقیناً ہم تمہارے پاس حق لائے لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔

صحیفۃ صُحُف — ۳۰۱۹ صحاف ۔ صَحِيفة کسی چیز کا وہ ہے جو پھیلا ہوا ہو۔ اور اسے بھی کہتے ہیں جس میں لکھا جاتا ہے اور اس کی جمع صحائف اور صُحُف ہے صحف ابراھیم وموسیٰ (الاعلیٰ ۸۷ - ۱۹) يتلو اصحفا مطهرة فيها كتب قيمة (البينة ۹۸ - ۳و۲) جہاں مراد قرآن ہے اور فیہا کتب اس لئے کہا کہ اس میں پہلی کتب سے بڑھ کر کچھ ہے اور مُصْحَف وہ ہے جس میں لکھے ہوئے صحیفے ہیں اور اس کی جمع مصاحف ہے۔

صحفۃ صحاف — اور صَحْفة جس کی جمع صِحاف ہے اس کے معنی فراخ پیالہ ہیں (غ) یعنی کھانے کے بڑے برتن (ت)

کُوب — اکواب ۔ کُوب کی جمع ہے وہ پیالہ جس کا دستہ نہ ہو (غ) یعنی پینے کے برتن۔

جنت کی نعمتیں اور آرزوئیں — انسان کو جن چیزوں سے اس دنیا میں خوشی حاصل ہوتی ہے اور جو کھانے پینے کے سامان سے تعلق رکھتی ہیں ان کا ذکر کر کے آگے فرمایا کہ جنت میں ہر ایک سامان ہوگا جس کی دل آرزو کرے مگر چونکہ بسا اوقات غلط آرزوؤں سے انسان اپنی حقیقی راحت کو خراب کر لیتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ ہی بڑھایا کہ وہ چیزیں راحت دینے والی ہونگی اور یہ تو ظاہر ہے کہ دلوں کی آرزوؤں سے مراد کفار کے دلوں کی آرزوئیں نہیں کہ اس دنیا کی آرایش اور آسایش کے سامان مراد لئے جائیں۔ وہ تو دوزخ میں ہونگے اور ان کے لئے حيل بينهم وبين ما يشتهون کا حکم ہے بلکہ راستبازوں کی آرزوئیں مراد ہیں۔ اور وہ آرزوئیں جسمانی آسایش کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ اخلاقی اور روحانی ترقیات کے لئے ہوتی ہیں۔ اور ان کی آنکھوں کو لذت بھی دنیا کی چیزوں سے نہیں ملتی۔ بلکہ روحانی نعماء سے ملتی ہے۔ کسی راستباز کی زندگی میں ہمیں یہ نظر نہیں آتا کہ اس کے دل میں یہ آرزو ہو کہ رہنے کو آراستہ محل اور کھانے کو اعلیٰ درجہ کی چیزیں اور پہننے کو فاخرہ لباس ہوں۔ اور روح المعانی میں ہے کہ تلذ الاعین سے اشارہ اللہ تعالیٰ کی رویت کی طرف ہے۔ اور نبی کریم صلعم فرماتے ہیں وقرة عيني في الصلوٰة میری آنکھ کی راحت نماز میں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہاں کا کھانا پینا بھی کوئی اور رنگ رکھتا ہے۔ اس کا قیاس اس دنیا کے کھانے پینے پر کرنا صحیح نہیں +

مالک — ۳۰۲۰ مالک دوزخ کے داروغہ کا نام ہے ۔ عذاب سے چھوٹنے کے لئے موت مانگتے ہیں۔ جواب میں ماکثون کا لفظ لا کر بتایا کہ ابھی انکو اور انتظار کرنا ہے ۔ دیکھو ۱۸۸۷

۷۹ ۸۰ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ○ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ

کیا انہوں نے ایک معاملہ کو مضبوط کر لیا ہے سو ہم بھی مضبوط کرنیوالے ہیں ۳۰۲۱ بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی چھپی باتوں اور انکی سرگوشیوں کو نہیں سنتے

۸۱ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ○ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ

ہاں اور ہمارے بھیجے ہوئے اُنکے پاس لکھتے جاتے ہیں کہو رحمان کے لئے کوئی بیٹا نہیں سو میں پہلا عبادت کرنیوالا ہوں ۳۰۲۲

۸۲ ۸۳ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا

آسمانوں اور زمین کا رب رب عرش ۔ اس سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں ۳۰۲۳ سو انہیں چھوڑ دے باتوں میں

۸۴ وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ○ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ○

لگے رہیں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پائیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے اور وہی ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے اور وہ حکمت والا علم والا ہے

ابرام ۳۰۲۱ ابرموا ۔ ابرام کسی معاملہ کا مضبوط کر لینا ہے ۔ اور اس کا اصل رسے کے مضبوط بٹنے سے ہے (غ) ابرموا امرا سے مراد ہے کہ انہوں نے اپنی مخالفت رسول کی تدبیر کو مضبوط کر لیا ہے اور فانا مبرمون میں بتایا کہ ہم اس امر کا استحکام کر رہے ہیں جس کے لئے رسول کو بھیجا گیا ہے ۔ اگلی آیت میں بتا دیا کہ ان کی شرارتوں اور تدابیر کا سدباب کر دیا جائیگا ۔

اِنْ ۳۰۲۲ اِنْ نافیہ بھی ہوتا ہے بمعنی ما اور اکثر اس کے بعد اِلَّا آتا ہے ۔ جیسے ان الکافرون الا فی غرور (الملک ۶۷ - ۲۰) اِن امہاتھم الا الّٰئی ولدنھم (المجادلۃ ۵۸ - ۲) ان من اھل الکتاب الا لیومنن به (النساء ۴ - ۱۵۹) اور بعض کا خیال ہے کہ اِن نافیہ سوائے اس کے آتا ہی نہیں ۔ کہ اس کے بعد اِلَّا ہو اور یہ غلط ہے ۔ ان عندکم من سلطان بھذا (یونس ۱۰ - ۶۸) قل ان ادری اقریب ما توعدون (الجن ۷۲ - ۲۵) وان ادری لعله فتنة لکم (الانبیاء ۲۱ - ۱۱۱) اور یہاں بھی بعض کے نزدیک اِن نافیہ ہے (مغنی)

عیسائیوں کا عقیدہ ابنیت **عبد** بہت سے مفسرین نے بھی یہاں اِنْ کو نافیہ لیا ہے اور اول العابدین کے معنی اول الشاہدین لئے ہیں یا یہ کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جو اللہ کی عبادت کرتا ہوں ۔ اس ایمان اور تصدیق کے ساتھ کہ رحمان کا کوئی بیٹا نہیں ۔ اور بعض نے عبد فلان من ھذا الامر کے محاورہ پر جس کے معنی ہیں انف منه وغضب وا باہ یعنی اس کام سے عار کی اور ناراض ہوا اور اس کا انکار کیا ۔ اول العابدین سے مراد اس کام کی عار کرنے والا یا اول انکار کرنیوالا لئے ہیں ۔ اور اِنْ کو اس صورت میں بمعنی لَوْ مانا ہے اور بعض نے تقدیر یوں مانی ہے ۔ کہ اگر تمہارے زعم میں کوئی اللہ کا بیٹا ہے تو میں تمہاری تکذیب اور تمہاری بات کا انکار کرنے میں اول المومنین باللہ ہوں ۔ (ج) اور یوں بھی معنی کئے گئے ہیں کہ اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا اور کسی دلیل سے یہ ثابت ہو جاتا تو میں اس بیٹے کی سب سے پہلا عبادت کرنیوالا ہوتا کیونکہ جب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجبروت کو ظاہر کرتا ہوں تو اس کا اگر بیٹا ہوتا تو اس کی میں کیوں عبادت نہ کرتا (ر) اور میرے نزدیک یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ

ولد حقیقت پر محمول نہیں اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہو سکتا ہے تو وہ حقیقت میں خدا یا ابن اللہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کوئی بندہ اس کے اخلاق میں رنگین ہونے کی وجہ سے

وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ۸۵

اور بابرکت ہے وہ جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کے پاس گھڑی کا علم ہے

وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ ۸۶

اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اور وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے جنہیں یہ اسکے سوائے پکارتے ہیں مگر وہ جو

شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ۝ ۸۷

حق کیساتھ گواہی دیتا ہے۔ اور وہ (اسے) جانتے ہیں۔ ۳۰۲۳ اور اگر تو اُن سے پوچھے کس نے انہیں پیدا کیا تو کہیں گے اللہ نے پھر کس طرح لئے پھرے جاتے ہیں

وقف لازم

وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۝ ۸۸ ۸۹

اور اسکی پکار کا علم بھی اللہ کو ہے) کہ اے میرے رب یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے ۳۰۲۴ سو اُن سے درگذر کر اور کہدے سلامتی ہو آخر جان لیں گے

مجازاً اس کا بیٹا کہلا سکتا ہے۔ خود انجیل میں بھی بیٹے کا لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے "اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھیرو" (متی ۵: ۴۴-۴۵) اور اس طرح بیٹا کہلانے میں ایک کی کوئی خصوصیت نہیں سارا مخلوق شریک ہوسکتی ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا لو اراد اللہ ان یتخذ ولداً لاصطفیٰ مما یخلق ما یشاء سبحٰنہ (الزمر ۳۹-۴) اس لئے فرمایا فانا اول العابدین۔ میں خدا کی عبادت میں سب سے آگے ہوں۔ لیکن بیٹا کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ جو بیٹا بنلاتے ہیں وہ اس لئے بناتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بلا بدل رحم نہیں کرسکتا اور رحمان ہی ہے وہ جو بلا بدل رحم کرتا ہے پس جس خدا کی صفت رحمانیت ہے اس کا بیٹا کوئی نہیں ہوسکتا۔

وصف

۳۰۲۲ یصفون۔ وصف کسی چیز کا بیان اسکے حلیہ اور اسکی نعت کے ساتھ کرنا ہے اور صفۃ اس کی وہ حالت ہے اور وصف حق بھی ہوتا ہے اور باطل بھی (غ)

شفاعت آنحضرت صلعم

۳۰۲۳ الا من شھد بالحق۔ حق یا توحید کی شہادت دینے والے خود حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں۔ اسی لئے آگے بڑھایا وھم یعلمون یعنی وہ آپ کو جانتے ہیں۔ یعنی اب جو لوگ ہیں ان کی شفاعت صرف رسول اللہ صلعم ہی کرسکتے ہیں۔ اور کوئی نہیں خواہ بت ہوں یا حضرت عیسیٰ کیونکہ حضرت عیسیٰ کی پیروی کا زمانہ گذر چکا تھا اور یہ زمانہ اتباع رسول اللہ صلعم کا تھا۔ اور آپ ہی اب شفاعت کرسکتے ہیں۔ یہاں آنحضرت صلعم کی شفاعت کا بالتصریح ذکر کیا ہے۔

۳۰۲۴ وقیلہ میں ضمیر آنحضرت صلعم کی طرف ہی ہے اور قیلہ کا عطف ساعۃ پر ہے یعنی مراد ہے۔ عندہ علم الساعۃ وعلم قیلہ یعنی جس طرح ساعت کا علم اللہ کو ہے اسی طرح رسول کی اس پکار کا بھی علم اللہ کو ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اور اس پکار کا علم ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کو سنتا ہے اور وہ ضرور اس کا فیصلہ کریگا۔ اور رسول کے اس درد دل کی آواز پر توجہ فرمائیگا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ساعت سے مراد قوم کی ساعت دسطی ہے اور قیامت کبریٰ مراد نہیں۔ اور واؤ قسم کے لئے بھی ہوسکتی ہے۔ اور جواب قسم بعض کے نزدیک ان ھٰؤلاء قوم لا یؤمنون ہے اور بعض کے نزدیک یہ سارا قول آنحضرت صلعم کا ہے اور جواب قسم محذوف ہے یعنی لننصرنہ

قیل

اور قیل اور قول ایک ہی معنی میں اور یہاں آنحضرت صلعم کی اس پکار کی قسم کھائی ہے یعنی اسے بطور شہادت پیش کیا ہے کہ ایسا شخص جس کو اس قدر غم لوگوں کے ایمان نہ لانے کا ہے۔ ضرور ہے کہ اسے نصرت دی جائے۔

سورۃ الدخان مکیۃ وھی تسع وخمسون آیۃ وثلث رکوعات

عند المتقدمین ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

مع ع۱۳ ۲ ۳ حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا

عذاب دخان اور بطشۃ الکبریٰ

دانا سب سے انتہا رحم کرنیوالا۔ کھول کر بیان کرنیوالی کتاب گواہ ہے ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں اتارا ہے ہم ہمیشہ ڈراتے

۴ مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝

رہے ہیں ۳۰۲۵ اس میں ہر ایک حکمت والا معاملہ بیان کر دیا جاتا ہے ۳۰۲۶

نام — اس سورت کا نام الدخان ہے اور اس میں تین رکوع اور انسٹھ آیتیں ہیں۔ دخان کے عام معنی دھواں ہیں۔ مگر اس کے معنی قحط اور خشک سالی بھی آتے ہیں۔ اور اس لفظ میں اس سورت کے مضمون کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس میں ذکر نبی کریم صلعم کے مخالفین کی سزا کا ہے۔ اور انہیں بتایا ہے کہ پہلے ان پر خشک سالی کے رنگ میں چھوٹا عذاب بھیجا جائیگا۔ اور آخر ان کی طاقت بالکل توڑ دی جائیگی۔ اور چونکہ دخان کے معنی شر بھی ہیں اور ایک دخان کا ذکر اشراط الساعۃ میں بھی ہے اس لئے ممکن ہو کہ اس زمانہ کے شر عظیم کی طرف بھی اشارہ ہو جس کا بڑا حصہ گذر چکا اور اس عذاب کو دور کر دیا گیا مگر انکو لعائد دون بھی موجود ہے اور یہی آخری گرفت کے لانے کا موجب ہوگا۔

خلاصہ مضمون — پہلے رکوع میں دخان کی پیشگوئی اور اس کے بعد ایک عظیم الشان گرفت کا ذکر ہے۔ دوسرے رکوع میں بنی اسرائیل کی نجات کی خبریں جو فرعون کے ہاتھ سے انہیں ملی مسلمانوں کو خوشخبری دی ہے اور تیسرے میں بدوں اور نیکوں کی آخری سزا و جزا کا ذکر کیا ہے۔

تعلق — پچھلی سورت میں یہ ذکر تھا کہ دنیا کی زیب و زینت ظاہری کو لوگ زندگی کی اصل غرض سمجھ کر مقصد زندگی سے دور جا پڑتے ہیں اس لئے اب بتایا کہ یہ ظاہری آسایش کے سامان بھی بعض وقت تھوڑی دیر کے لئے بطور تنبیہ لے لئے جاتے ہیں مگر جو لوگ پھر بھی سبق نہ لیں ان پر آخر سخت گرفت ہوتی ہے۔

ابتدائے نزول قرآن — ۳۰۲۵ لیلۃ مبارکۃ سے مراد لیلۃ القدر ہی ہے جیسا کہ دوسری جگہ صراحت سے موجود ہے۔ انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر اور لیلۃ القدر رمضان میں ہے شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن (البقرۃ ۲ - ۱۸۵) گویا قرآن شریف کے نزول کی ابتدا رمضان میں لیلۃ القدر میں ہوئی اور لیلۃ القدر ۲۵۔ یا ۲۷ یا ۲۹ رمضان میں ہے اور ابن جریر کہتے ہیں کہ قرآن کریم رمضان کے چوبیس دن گذرنے کے بعد نازل ہوا گویا پچیسویں رات میں اور انا کنا منذرین میں سنۃ اللہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہی قانون چلا آیا ہے۔ کہ وہ اپنی طرف سے منذر بھیجتا رہا ہے۔

لیلۃ القدر اور اس میں قضائے امور — ۳۰۲۶ یہاں مفسرین نے امر حکیم سے مراد کسی کی زندگی اور کسی کی موت اور معائش اور مصائب اور رزق وغیرہ لیا ہے۔ کہ ایک سال کے لئے اس رات میں فیصلہ کر دیا جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ ایسی کوئی رات ہے یا نہیں جس میں ایک سال کی قضا و قدر کا فیصلہ کر دیا جاتا ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ امر حکیم سے مراد کسی کا مرنا کسی کا جینا کسی کا رزق حاصل کرنا کسی کا بھوکا رہنا نہیں بلکہ یہ وہ حکمت والے امور ہیں جو قرآن کریم میں ہدایت خلق کے لئے نازل ہوئے ہیں اور اس بیان کا کوئی خاص فائدہ بھی نہیں کہ ہم نے قرآن کو ایسی رات میں اتارا

أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝ رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ ۶

ہماری طرف سے یہ حکم ہے ہم ہمیشہ رسول بھیجتے رہے ہیں ۔ تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے ۔ وہ سننے والا

الْعَلِيمُ ۝ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ۝ لَا إِلَٰهَ إِلَّا ۸   وقف لازم

جاننے والا ہے ۔ آسمانوں اور زمین کا رب اور جو کچھ انکے درمیان ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو ۔ اس کے سوائے

هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ۝ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ ۝ ۹

کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے تمہارا رب اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا رب ہے ۔ بلکہ وہ شک میں (پڑے ہوئے) کھیلتے ہیں۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ۱۱

سو اس دن کا انتظار کر جب آسمان کھلا دھواں لائے ۔ وہ لوگوں کو ڈھانک لے گا۔ یہ دردناک عذاب ہے ۳۰۲۷

جس میں لوگوں کی موت اور زندگی کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ یہ وہ امور نہیں جن کی وجہ سے کوئی رات مبارک کہلا سکے جیسا کہ بیان لئے کہا گیا ہے ۔ بلکہ اس کی برکت یہی ہے کہ اس میں وہ پر حکمت باتیں نازل ہوئیں ۔ جو ہدایت و اصلاح عالم کا موجب ہوئیں ۔ اور یہ بات کہ وہ تمام امور ایک ہی رات میں نازل نہیں ہوتے محل اعتراض نہیں اس لئے کہ اس پاک کتاب کا نزول جس معنی سے اس لیلہ مبارکہ میں صحیح ہے اسی معنی سے تمام حکمت والے امور کا کھول کر بیان کرنا بھی اس میں صحیح ہے اور اس کی عام توجیہ یہ ہے کہ اس رات میں قرآن کریم کا نزول سمائے اول پر ہو گیا ۔ اور دوسری یہ کہ ابتدا اس رات میں ہوئی اور تیسری توجیہ یوں بھی ہو سکتی ہے کہ لیلۃ مبارکۃ میں اشارہ اس سارے زمانے کی طرف ہے جس میں نبی کریم صلعم پر قرآن نازل ہوتا رہا ۔ اور اسے لیلۃ اس لحاظ سے کہا کہ اصل میں وہ تاریکی کا زمانہ تھا ۔ انوار نبوت نے اسے روشن کیا ۔ اگلی آیت میں امراً من عندنا سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے یعنی اس کتاب کا نزول اور ان امور کی تفصیل یہ ہماری جناب سے ایک حکم ہے ۔

دخان

۳۰۲۷ دخان ۔ جدب یعنی خشک سالی مراد ہے کہا گیا ہے کہ بھوکا اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کی شدت کی وجہ سے دھواں دیکھتا تھا بلکہ بھوک کو دھواں کہا گیا ہے ۔ کیونکہ خشک سالی میں زمین خشک ہو کر غبار اٹھتا ہی تو اس غبار کو دھوئیں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس لئے بھوک کے سال کو غبراء اور جوع اغبر کہا گیا ہے اور عرب کے لوگ دخان کو شر کے موقع پر بولتے تھے جبکہ وہ بہت ہو ۔

آنحضرت کی دعا پر اہل مکہ پر قحط کا آنا

بخاری میں حضرت ابن مسعود سے ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلعم کی باتوں کو ماننے سے انکار کیا ۔ تو آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ یوسف کے سالوں کی طرح ان پر قحط کے سال لائے پس اُن پر قحط آیا اور یہ سخت مصیبت تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہڈیاں اور چمڑے اور مُردار کھائے پس ایک شخص آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو بھوک کے مارے اسے اپنے اور آسمان کے درمیان ایک دھواں سا دکھائی دیتا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ زمین سے ایک دھواں سا اٹھتا نظر آتا تھا ۔ پس کوئی شخص رسول اللہ صلعم کے پاس آیا ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابو سفیان آیا ۔ اور کہا ۔ یا رسول اللہ مضر کے لئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو گئے تب آپ نے بارش کی دعا کی اور بارش ہوئی اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ آیت پڑھی فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یہاں تک کہ آپ انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون پر پہنچے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اس شخص کو جو اس آیت کو عذاب قیامت کے متعلق سمجھتا تھا کہا کہ کیا قیامت کے دن یہ عذاب دور کیا جائیگا؟ اور آپ نے فرمایا البطشۃ الکبریٰ یوم بدر ہے ۔ اور اس کے متعلق مختلف روایتیں بخاری

۱۲ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ ۱۳ أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ

ہمارے رب ہم سے عذاب دور کر ہم ایمان لانے والے ہیں ان کے لئے نصیحت کہاں ہے اور ان کے پاس کھول کر

۱۴ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ ۝ ۱۵ إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ — وقف لازم

بیان کرنیوالا رسول آیا پھر وہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے ۳۰۲۸ ہم عذاب کو تھوڑی دیر کے لئے دُور

۱۶ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ۝ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ۝ — وقف لازم

کردیں گے۔ تم پھر (انہی باتوں کیطرف) لوٹ جاؤ گے۔ جس دن ہم سخت گرفت سے پکڑیں گے ہم ضرور سزا دینے والے ہیں ۳۰۲۹

۱۷ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۝

اور یقیناً ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا اور اُن کے پاس معزز رسول آیا

دخان نشانات قیامت میں سے ہے

یں ہیں اور دیگر کتب حدیث میں بھی ہیں۔ اور بعض نے اس دخان کو نشانات قیامت میں سے قرار دیا ہے اور حذیفہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دخان قیامت کے نشانات میں سے ہے تو حذیفہ نے پوچھا کہ دخان کیا ہے تو آپ نے یہ آیت پڑھی یوم تاتی السماء بدخان مبین لیکن اس حدیث پر جرح ہوئی ہے اور حضرت ابن مسعود کی روایت صحیح ثابت ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں دوہری پیشگوئی ہے اور ایک دفعہ پوری صراحت سے وہ پوری ہو چکی ہے۔ اور دوسری دفعہ کا تعلق قرب قیامت سے ہے۔ یعنی موجودہ زمانہ سے اور یہاں واقعی دخان کا نظارہ اپنے دوسرے معنی کی رو سے دیکھا گیا ہے یعنی شر عظیم کے دنیا پر ظاہر ہونے سے جو گذشتہ جنگ یورپ کی صورت میں نمودار ہوئی اور اس کی صداقت حدیث سے ظاہر ہے جس میں ایک شر عظیم کا ذکر ہے۔ یہ حدیث حضرت حذیفہ کی ہے اور ابوداؤد میں ہے قلت یا رسول اللہ هل بعد هذا الشر خير قال هُدْنَةٌ على دَخَنٍ یعنی میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ اس شر کے بعد خیر ہوگی تو آپ نے فرمایا صلح ہوگی جس کے نیچے فساد ہوگا جس سے صاف معلوم ہوا کہ اس شر سے مراد جنگ ہے اور یہ ھدنۃ علی دخن وہی ہے جس کا نظارہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور یہاں لفظ دخن اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد اس حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا فتنۃ عمیاء صماء ایک ایسا فتنہ ہوگا جو سخت خطرناک ہوگا۔ اور یہ بھی یہاں سے ظاہر ہے کہ یہ قحط مکہ میں ہی شروع ہوا۔ اور روح المعانی میں ہے کہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس کا آنحضرت صلعم کے مکی زمانہ میں ہونا ہی بیان کیا ہے مگر بعض روایات میں ہے کہ ابوسفیان کا قصہ مدینہ سے تعلق رکھتا ہے جس سے یہ خیال کیا گیا ہے کہ شاید یہ دو دفعہ ہوا ہو مگر اصل بات صرف اس قدر معلوم ہوتی ہے کہ یہ قحط اس وقت شروع ہوا جب ابھی آپ مکہ میں ہی تھے اور ختم اس وقت ہوا جب آپ مدینہ تشریف لے گئے اور یہاں یہ آیات بطور پیشگوئی ہیں جیسا کہ فارتقب کے لفظ سے ظاہر ہے کہ ان کا نزول قحط کے ظہور سے پہلے ہو

معلم

۳۰۲۸ معلّم تعلیم دیا گیا یعنی وہ جسے کوئی دوسرا سکھاتا ہے انما یعلمه بشر (النحل ۱۶-۱۰۳) یہ بعض عجمی غلام تھے جو نبی کریم صلعم پر ایمان لائے اور کفار کہتے تھے کہ یہی لوگ آپ کو سکھاتے ہیں۔ ان کی اس درخواست پر یعنی ربنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون پر فرمایا انی لهم الذکری عذاب کے ٹل جانے سے یہ نصیحت کہاں حاصل کرنے والے ہیں۔ کیونکہ مخالفت میں اسقدر دور نکل چکے ہیں کہ کبھی جھوٹے الزامات لگاتے ہیں کہ آپ کو دوسرے سکھاتے ہیں۔ اور کبھی مجنون کہتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ دونوں باتیں غلط ہیں اور عذاب کے دور ہونے کی درخواست انہوں نے رسول کریم صلعم کے ذریعہ سے ہی کی تھی جیسے کہ پچھلی سورت میں حضرت موسیٰ کے ذکر میں گذر چکا۔ (الزخرف ۴۳-۴۹)

بطشۃ الکبریٰ

۳۰۲۹ بطشۃ الکبریٰ سے مراد بھی عذاب دنیا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود نے اسے یوم بدر قرار دیا ہے اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے

أَنْ أَدُّوٓا إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ وَأَنْ لَّا تَعْلُوا عَلَى اللّٰهِ ۖ إِنِّيٓ ١٨ ١٩

کہ اللہ کے بندوں کو میرے سپرد کر دو میں تمہارے لئے امانت والا رسول ہوں ۳۰۳۰ اور کہ اللہ کے مقابل پر سرکشی اختیار نہ کرو میں

اٰتِيكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ ۝ وَإِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوا ٢٠ ٢١

تمہارے پاس کھلی دلیل لایا ہوں اور میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں

لِي فَاعْتَزِلُونِ ۝ فَدَعَا رَبَّهٗٓ أَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ۝ فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا ٢٢ ٢٣ الثلثة

لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ سو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ مجرم لوگ ہیں تو میرے بندوں کو رات کے وقت

إِنَّكُمْ مُّتَّبَعُونَ ۝ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۝ كَمْ تَرَكُوا مِنْ ٢٤ ٢٥

لے جا تمہارا پیچھا کیا جائیگا۔ اور دریا کو ساکن چھوڑ دے یہ ایک لشکر ہے جو غرق کئے جائیں گے ۳۰۳۱ کتنے باغ اور چشمے

جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ۝ وَّزُرُوعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فٰكِهِينَ ۝ ٢٦ ٢٧

انہوں نے چھوڑے اور کھیتیاں اور عزت والے مقام اور فراخی جس میں وہ خوش تھے ۳۰۳۲

اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہو بطشۃ الکبری کا لفظ اس پر زیادہ صادق آتا ہے کیونکہ ایک تو اس میں حملے کا رنگ ہے اور دوسرے اس سے ان کی قوت کا کلی استیصال ہو گیا۔ اور پھر وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔ اور کاشفوا العذاب قلیلا صاف بتاتا ہے کہ بطشۃ الکبری قحط کے ختم ہونے کے کچھ مدت بعد ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ابتدا اس کی جنگ بدر سے ہو*

ادا — غلام بنانا حق نہیں

۳۰۳۰ ادوا۔ آدا کسی حق کا ایک ہی دفعہ اور پورا پورا دے دینا اور امانت کا واپس کرنا ہے فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ (البقرۃ ۲-۲۸۳) ان تؤدوا الامانات الی اھلھا (النساء ۴-۵۸) واداء الیہ باحسان (البقرۃ ۲-۱۷۸) (غ) اور یہاں مراد ہے کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر کے میرے سپرد کر دو اور اس کے لئے ادائے امانت کا لفظ استعمال کیا جس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کا کسی وقت دوسری قوم کے ماتحت ہونا محض ایک امانت ہے اور دوسری قوم کو غلام بنانا کسی کا حق نہیں۔ اور دوسری جگہ ہے ارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبھم (طٰہٰ ۲۰-۴۷) اور بعض نے عباد اللہ کو منادی قرار دے کر یوں معنی کئے ہیں کہ اے بندگان خدا حق اللہ کو جو ایمان اور قبول دعوت ہے میری طرف ادا کرو۔

رھو — حضرت موسیٰ کا سمندر کے سکون کے وقت پار ہونا

۳۰۳۱ رھا الشیء رھوا کے معنی ہیں سکن یعنی وہ چیز حالت سکون میں ہوئی۔ اور ہر ایک ساکن جو حرکت نہ کرے اسے رھو کہا جاتا ہے اور جب کہیں افعل کذا رھوا تو مراد ہوتی ہے ساکنا علی ھینتک یعنی ٹھیر کر آہستگی سے اور رھا البحر کے معنی ہیں سکن یعنی ساکن ہو گیا۔ اور زجاج کہتے ہیں یہاں معنی یبس یا خشک ہیں۔ ایک قول ہے کہ رھوا یہاں حضرت موسیٰ کی صفت ہے یعنی آہستگی سے (ل) سمندر کو ساکن چھوڑ دے۔ الفاظ کے معنی تو یہی درست ہیں۔ مگر سمندر کے ساکن ہونے سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ اس کا پانی ٹھہر جائے بلکہ پانی میں تموج کا نہ ہونا اس کا ساکن ہونا ہے گویا حضرت موسیٰ کے گزرنے کے وقت سمندر سکون کی حالت میں تھا اور یوں اپنی جگہ سے پیچھے ہٹا ہوا تھا۔ اس لئے خشک رستہ نکل آیا تھا۔ اسی سمندر میں جب تموج پیدا ہوا تو اس نے خشک جگہ کو ڈھانک لیا۔ اور یوں لشکر فرعون غرق ہو گیا یہی اصل حقیقت فلق بحر کی ہے*

نعمۃ

۳۰۳۲ نعمۃ۔ نعمۃ حالت حسنہ کا نام ہے اور نعمۃ تنعم یعنی فراخی یا آسودگی ہے۔ (غ) اور فاکھین کے لئے دیکھو ۲۶۵۴

۲۹ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا

ایسا ہی ہوا اور ہم نے ان (چیزوں) کا وارث دوسرے لوگوں کو بنا دیا ۳۰۳۳ سو ان پر آسمان اور زمین نہ روئے اور نہ انہیں

۳۰ مُنْظَرِيْنَ ۝ ۳۱ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ مِنْ فِرْعَوْنَ

مہلت دی گئی ۳۰۳۴ اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کرنے والے عذاب سے نجات دی (یعنی) فرعون (کے ہاتھ) سے

۳۲ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

وہ سرکش حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا اور یقیناً ہم نے انہیں (اپنے) علم کی وجہ سے قوموں پر برگزیدہ کیا

۳۳ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ۝ ۳۴ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ ۳۵ اِنْ هِيَ

اور ہم نے انہیں نشانیوں میں سے وہ کچھ دیا جس میں کھلا انعام تھا ۳۰۳۵ یہ لوگ کہتے ہیں کچھ نہیں

۳۶ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

مگر ہماری پہلی موت ہی ہے اور ہم پھر اٹھائے نہیں جائیں گے ۳۰۳۶ سو ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو

رکوع ۱۳ — ۱۵ — بنی اسرائیل کی نجات

بنی اسرائیل کو نعمتوں کا عطا کیا جانا

۳۰۳۳ قَوْمًا اٰخَرِيْنَ سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان ہلاک ہونیوالوں کے بعد دوسرے لوگ (جو بنی اسرائیل نہ تھے) ان چیزوں کے وارث ہوئے اور اس سے مراد بنی اسرائیل لیکر یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو نعمت اور دولت سے محروم کر کے ہم نے بنی اسرائیل کو جنہیں وہ ذلیل کرنا چاہتا تھا اس قسم کی نعمتیں جو فاتح اور زندہ قوموں کو ملتی ہیں دیں۔ اس صورت میں اَوْرَثْنٰهَا سے مراد یہ ہوگی کہ ایسی نعمتوں کا انہیں اپنی جگہ پر وارث بنایا۔ کیونکہ بنی اسرائیل مصر میں واپس نہیں گئے +

بکاء۔ بُکی

۳۰۳۴ بکت۔ بُکاء۔ کا استعمال اس حالت پر ہے جب غم کی وجہ سے آنسوؤں کے جاری ہونے کے ساتھ آواز غالب ہو اور بُکیٰ کا اس حالت پر جب حزن غالب ہو اور بُکیٰ کا استعمال غم اور آنسوؤں کے بہنے دونوں کے اجتماع پر بھی ہوتا ہے۔ اور ہر ایک پر الگ الگ بھی جیسا کہ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا (التوبة - ۸۲) میں اشارہ خوشی اور غم کی طرف ہے۔ اور باکی (رونے والا) کی جمع باکون بھی ہے۔ اور بُکِیّ بھی خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا (مریم - ۵۸) اور بُکیّ کا اصل فُعول ہے۔ جیسے ساجد کی جمع سُجُود ہے اور یہاں آسمان کے رونے سے مراد بعض نے جو آسمان کی زندگی اور علم کے قائل ہیں حقیقت لی ہے اور بعض کے نزدیک یہ مجاز ہے اور اس کی تقدیر یہ ہے کہ اہل سماء ان پر نہیں روئے (رغ)

بُکِیّ

آسمان اور زمین کا رونا

حضرت ابن عباس نے اس کے معنی یوں کئے ہیں کہ قوم فرعون نے نہ تو زمین میں کوئی اچھے آثار چھوڑے اور نہ ان کا کوئی نیک عمل آسمان پر چڑھا۔ پس نہ زمین ان پر روئی اور نہ آسمان (ج) گویا ان کا رونا ایک اچھی چیز کے نہ پایا جانے پر اظہار غم ہے۔ مومن جب فوت ہوتا ہے تو اس کے اعمال صالحہ کے رک جانے کی وجہ سے آسمان اور زمین اظہار غم کرتے ہیں اور کافر کے لئے ایسا نہیں ہوتا۔ اور ایک حدیث کا مضمون بھی اسی کے قریب قریب ہے۔

۳۰۳۵ چونکہ یہاں بنی اسرائیل کو فضیلت اور انعام دینے کا ذکر ہے اس لئے بلاء سے مراد بھی انعام ہی ہے دیکھو ۸۳ اور آیات سے مراد ایسی نشانیاں ہیں جیسے سمندر سے پار کرنا اور ان کے دشمنوں کو تباہ کرنا، بادل کا سایہ، من و سلویٰ۔ اور تورات بھی مراد ہو سکتی ہے۔

موت اولیٰ سے مراد

۳۰۳۶ جیسا کہ خود ان کے اس قول سے ظاہر ہے وہ دوسری زندگی کے قائل نہ تھے پس مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى کے الفاظ ان کی طرف کیوں منسوب

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا ۳۷ ۳۸

کیا یہ اچھے ہیں یا تبع کی قوم اور وہ جو ان سے پہلے تھے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا کیونکہ وہ مجرم تھے ۳۰۳۷ اور ہم نے آسمانوں

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ۝ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ۳۹

اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا ہم نے انہیں حق کیساتھ ہی پیدا کیا ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝ ۴۰ ۴۱

فیصلے کا دن ان سب کا وقت مقرر ہے جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئیگا اور نہ ان کی مدد کی جائیگی

إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۝ طَعَامُ الْأَثِيمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۴۲ ۴۳ ۴۴

سوائے اسکے جس پر اللہ رحم کرے بیشک وہ غالب رحم کرنے والا ہے بیشک زقوم کا درخت گنہگار کا کھانا ہے پگھلے ہوئے تانبے کی طرح

يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ۝ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۝ ۴۶ ۴۷

پیٹوں میں کھولے گا۔ ابلتے ہوئے پانی کے کھولنے کی مانند۔ اسے پکڑلو پھر اسے دوزخ کے درمیان کھینچ لے جاؤ ۳۰۳۸

ع ۱۷ / ۱۶ جزو سیزدہ از القرآن حزب ۱۲

ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۝ ذُقْ ۴۸ ۴۹

پھر اس کے سر کے اوپر ابلتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو چکھ

کئے اور فی الحقیقت بھی دوسری موت تو کوئی ہے ہی نہیں۔ ہاں قرآن شریف نے پہلی نیستی پر موت کا لفظ استعمال کیا ہے کنتم امواتا فاحیاکم اصل یہ ہے کہ موت اولی یا پہلی موت سے مراد وہ موت ہے جو حیات اولی یعنی پہلی زندگی کا خاتمہ کرتی ہے۔ گویا وہ جب دوسری زندگی کا انکار کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مر جائیں گے اور اس موت کے بعد جو اس پہلی زندگی کا خاتمہ کرے گی کوئی دوسری زندگی نہیں +

تبع

۳۰۳۷ تُبَّع تفسیر میں ہے کہ تُبَّع بادشاہ تھا اور مومن تھا۔ اور اس کی قوم کافر تھی اور اور بھی تبع ہوتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ یمن کا بادشاہ تھا۔ اور شاہ یمن کو تبع نہیں کہتے تھے سوائے اس کے کہ وہ حضرموت اور سبا اور حِمیر کا مالک ہو (ل) اور حضرت عائشہ اور بعض اور صحابہ نے اسے مومن قرار دیا ہے۔ (ج) اور بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تبع کو برا مت کہو اور بعض روایات میں ہے کہ وہ سمرقند سے فتح کر کے واپس آیا تو لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ وہ خانہ کعبہ کو برباد کرنا چاہتا ہے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ خانہ کعبہ کا حج کیا اور بعض تواریخ میں ہے کہ وہ آنحضرت صلعم سے سات سو یا ہزار سال پہلے ہوا۔ اور ابن مردویہ نے جو ابن عباس کی روایت بیان کی ہے اس میں ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لاتا تھا (س) تبع کا ذکر صرف ایک جگہ اور آتا ہے واصحاب الایکة وقوم تبع (ق ۵۰-۱۴) جہاں اس قوم کا ذکر مکذبین رسل میں کیا پس ممکن ہے کہ وہ بھی رسولوں میں سے ہو اور روح المعانی میں ہے کہ ایک اور روایت میں حضرت ابن عباس سے اس کا نبی ہونا بیان کیا گیا ہے گو اس کی صحت ثابت نہیں +

عتل۔ عُتُلّ

۳۰۳۸ اِعْتِلُوا عَتَل کے معنی ہیں سختی سے کھینچنا یا سختی سے لے جانا جیسے عَتَلْتُهُ الی السجن اور عُتُلّ کے معنی ہیں سخت۔ بدخلق۔ بہت کھانے والا۔ سخت جھگڑالو عتل بعد ذلک زنیم (القلم ۶۸-۱۳) (ل)

۵۰ ۵۱ ۵۲ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ

تو زبردست معزز تھا[۳۰۳۹] یہ وہ ہے جس کے متعلق تم جھگڑتے تھے متقی امن کی جگہ میں ہونگے (یعنی) باغوں اور

۵۳ ۵۴ وَّعُيُوْنٍ ۝ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝

چشموں میں باریک اور موٹا ریشم پہنیں گے ایک دوسرے کے سامنے (بیٹھیں گے) ایسا ہی ہوگا اور ہم انہیں خوبصورت حوروں کے ساتھی بنا دینگے[۳۰۴۰]

۵۵ ۵۶ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۝ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ

اس میں حالت امن میں ہر قسم کے پھل منگوائیں گے اس میں کوئی موت نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے

۵۷ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

(جو چکھ چکے) اور اس نے انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا دیا تیرے رب کی طرف سے فضل ہو یہی بڑی کامیابی ہے۔

۵۸ ۵۹ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝ ع

سو ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ پس انتظار کر کہ وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں

۳۰۳۹ انت العزیز الکریم یا تو یہ مراد ہے کہ تو اپنے آپ کو عزیز کریم کہتا تھا یا سمجھتا تھا حالانکہ فی الواقع ایسا نہ تھا۔ اور یا یہ کہ تو اپنی قوم میں عزیز و کریم تھا۔ مگر وہ تیری دنیوی عزت و وجاہت اب کسی کام نہیں آ سکتی۔ اور نہ عذاب سے بچا سکتی ہو اور یہاں دوزخ کے عذاب کے ذکر میں بتایا ہے کہ یہ عذاب انسان کے اندر بھی ہوگا۔ اور باہر سے بھی ہوگا۔

زوج

۳۰۴۰ زوجنٰھم۔ زَوج بمعنی قرین بھی آتا ہے یعنی ساتھی اور شبیہ بھی الیٰ ما متعنا بہ ازواجًا منھم (طٰہٰ ۲۰-۱۳۱) جس سے مراد اشباہ و

تزویج

اقران ہیں ایسا ہی احشروا الذین ظلموا وازواجھم (الصّٰفّٰت ۳۷-۲۲) میں مراد اقران ہیں۔ وقولہ وزوجنٰھم بحور عین لے قرنّاھم بِھِنَّ وَلَمْ یجئ فی القراٰن زَوَّجنٰھم حُوْرًا کما یقال زَوَّجْتُہ امْرَأَۃً تنبیھاً عَلیٰ اَنَّ ذٰلکَ لا یکونُ عَلیٰ حَسَبِ المتعارَفِ فیما بَیْننا من المناکحۃِ۔۔۔۔ یعنی یہاں زَوَّجْنا سے مراد حور کو ان کا قرین بنا دینا ہے۔ اور قرآن شریف میں کہیں زَوَّجْنٰاھم حورًا

بہشت میں ازدواج کا تعلق

نہیں آیا جس طرح پر زَوَّجْتُہٗ امْرَاَۃً کہہ دیا جاتا ہے یعنی میں نے عورت کو اس کے نکاح میں دے دیا۔ اور یہ تنبیہ ہے اس بات پر کہ بہشت میں یہ تعلق اس قسم کا نہیں ہوگا۔ جیسا ہمارے درمیان عورت اور مرد کے نکاح میں متعارف ہو (غ)

حُور

حور۔ حَوَر اور حوراء کے لئے دیکھو ۴۴۱ اور حُور۔ اَحْوَر اور حَوراء دونوں کی جمع ہے۔ (غ) اور عِین اَعْیَن اور عَیْناء دونوں کی جمع

عورت سے کیا مراد ہے

ہے دیکھو ۲۷۸۵ اور وہیں یہ بحث بھی مفصل گذر چکی ہو کہ حور انعامات جنت میں سے ایک نعمت ہے جو مردوں کے لئے بھی ہو اور عورتوں کے لئے بھی اور زوج کی بحث میں امام راغب نے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ حور کیساتھ تزویج مناکحت کے رنگ میں نہیں بلکہ قرین کے رنگ میں ہے اور مزید براں یہ کہ حُور اور عین دونوں لفظ مذکر

حُور

کی جمع بھی ہیں اور مونث کی بھی۔ اور اگرچہ یہ الفاظ ایسے ہیں جو عورتوں کے لئے عام طور پر استعمال ہوتے ہیں مگر مراد اس سے فی الواقع عورتیں نہیں ہو سکتیں جیسا کہ ۲۸۱۵ میں دکھایا جا چکا ہے۔ کیونکہ نعمائے بہشتی میں نام بیشک اس دنیا کے ہیں گو ان چیزوں کی اصل حقیقت وہ نہیں اور اصل غرض صرف کمال حسن کو ظاہر کرنا ہے جو انسان کے حسن اعمال کا نتیجہ ہے مگر اس عالم میں ایک نیا رنگ اختیار کر لیتا ہے جس کی حقیقت کو ہم اس عالم میں نہیں سمجھ سکتے ÷

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۱

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱۱ ۱۷

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۲ ۳

(اللہ) بے انتہا رحم کرنے والا۔ کتاب کا اتارنا اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے یقیناً آسمانوں اور زمین میں

لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ ۴

مومنوں کے لیے نشان ہیں اور تمہاری پیدائش میں اور اس میں جو وہ جانوروں سے پھیلاتا رہتا ہے ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو یقین رکھتے ہیں

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ ۵

اور رات اور دن کے اختلاف میں اور اس میں جو اللہ بادل سے رزق اتارتا ہے پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے

بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ ۶

بعد زندہ کرتا ہے اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں ان لوگوں کیلئے نشان ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں ۳۰۴۱ یہ اللہ کی آیتیں ہیں

نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝

جو ہم تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں پس اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے ۳۰۴۲

تمہید سورت اس سورت کا نام الجاثیۃ ہے اور اس میں چار رکوع اور ۳۷ آیتیں ہیں۔ اس میں وحی الٰہی کی حقانیت اور جزا و سزا کے حق ہونے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور ان کی صداقت کے انکار پر سزا کا ذکر ہے۔ اور اسی لحاظ سے اس کا یہ نام بھی ہے جس کے معنی ہیں گھٹنوں کے بل بیٹھنے والی جماعت یعنی جزا و سزا کے خوف یا احوال قیامت کی وجہ سے بڑی بڑی جماعتیں خدا کے حضور عاجز ہوں گی +

ح ۳۰۴۱ رزق کو مراد یہاں پانی ہے جو بادل سے برستا ہے۔ اس میں اور اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان تمام امور میں یہ نشان ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اپنی صفت رحمانیت سے یہ سارے سامان پیدا کئے اسی طرح کتاب کا اتارنا بھی صفت رحمانیت کا تقاضا تھا +

ح ۳۰۴۲ بعد اللہ و آیاتہ سے مراد ہے بعد حدیث اللہ و آیاتہ یعنی اللہ کی بات یا قرآن کریم کے بعد اور اس کے نشانات کے بعد جن کی طرف اوپر توجہ دلائی گئی ہے +

۷ وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن

افسوس ہر جھوٹے گنہگار پر وہ اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے (جو) اس پر پڑھی جاتی ہیں پھر تکبر کرتا ہوا اڑ جاتا ہے گویا کہ

۸ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ

انہیں سنا ہی نہیں سو اسے دردناک عذاب کی خبر دے[3042] اور جب ہماری آیتوں سے کسی کا علم اسے ہوتا ہے تو اسپر ہنسی کرتا ہے یہی ہیں جنکے لئے

۱۰ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ مِّن وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يُغْنِي عَنْهُم مَّا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِن

رسوا کرنے والا عذاب ہے اُن کے آگے دوزخ ہے اور جو کچھ انہوں نے کمایا اُنکے کسی بھی کام نہ آئیگا۔ اور نہ وہ جو انہوں نے

۱۱ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ هَٰذَا هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ

اللہ کے سوائے دلی بنائے اور ان کے لئے بھاری عذاب ہے یہ ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

۱۲ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝ اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ

ع ۲ / ۱۰ / ۱۸

انکے لئے شدید قسم کا دردناک عذاب ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے دریا کو تمہارے کام میں لگایا تاکر اسکے حکم سے اسمیں کشتیاں چلیں

۱۳ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي

اور تاکہ تم اس کے فضل سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

۱۴ الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ قُل لِّلَّذِينَ آمَنُوا

سب کو اپنی جناب سے تمہارے کام میں لگایا۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں[3043] انہیں کہہ دے جو ایمان لائے

يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

کہ انہیں معاف کر دیں جو اللہ کی (نعمتوں کے) دنوں کی امید نہیں رکھتے تاکہ وہ ایک قوم کو اس کے مطابق بدلہ دے جو وہ کماتے ہیں[3044]

الیم

۳۰۴۲ الیم۔ اَلَم۔ وجع شدید یا سخت درد کو کہا جاتا ہے اَلِمَ یَألَمُ۔ فانہم یالمون کما تالمون (النساء ۴-۱۰۴) اور الیم بمعنی مُؤلم ہے۔ یعنی درد دینے والا (غ)

۳۰۴۳ منہ۔ میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف جاتی ہے یعنی ان سب چیزوں کا مسخر کرکے انسان کے کام میں لگا دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

مومنوں کا کفار کو معاف کرنا حکم قتال سے منسوخ نہیں

۳۰۴۴ ایام اللہ کے لئے دیکھو ۵۲۲ یہاں یرجون ساتھ لا کر جس کا اقتضا خوش کرنے والی بات ہے بتا دیا کہ ان الفاظ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے دن ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ کافر یہ توقع نہیں رکھتے کہ نیکی کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی انعام ملتا ہے۔ اس لئے نیکی کرنے والوں کو دکھ بھی دیتے ہیں۔ پس مومنوں کو حکم دیا کہ ان تکالیف پر ان کو معاف کرتے رہیں۔ اس قسم کی تکلیف اذن قتال سے منسوخ نہیں کیونکہ اذن قتال کفار کے پہلے جنگ کرنے پر ہے اور جنگ کو چھوڑ کر بہتیری تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ مکہ میں جنگ نہ تھا مگر تکالیف بے انتہا تھیں۔ ان سب پر معافی کا حکم ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان سورتوں کا نزول تکالیف کے زمانہ کا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ○ ۱۵

جو کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اپنی جان کی (بھلائی کے) لئے ہے اور جو برا کرتا ہے تو اسی پر (اس کا نقصان) ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ ۱۶

اور یقیناً ہمیں نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دیئے اور انہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا اور

فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْ ۱۷

انہیں قوموں پر فضیلت دی اور ہم نے انہیں اس معاملہ کے متعلق کھلی دلیلیں دیں سو انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر

بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

اس کے بعد کہ انکے پاس علم آگیا آپس کے حسد کی وجہ سے تیرا رب انکے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں فیصلہ کریگا جن میں

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا ۱۸

وہ اختلاف کرتے تھے ۳۰۴۵ پھر ہم نے تجھے اس معاملہ میں ایک کھلے رستے پر لگا دیا سو اس کی پیروی کر اور ان کی

تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ ۱۹

خواہشوں کی پیروی نہ کر جو علم نہیں رکھتے ۳۰۴۶ وہ اللہ کے سامنے تیرے کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور ظالم

الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ ۲۰

ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور اللہ متقیوں کا مددگار ہے یہ لوگوں کے لئے روشن دلیلیں ہیں اور

هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ ۲۱

ان لوگوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین کرتے ہیں بلکہ وہ لوگ جو بدیاں کماتے ہیں گمان کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان کی طرح

۳۰۴۵ الامر سے مراد یہاں بعض نے دین لیکر بینات من الامر سے مراد حضرت موسیٰ کے معجزات لئے ہیں۔ مگر اس کا یہاں کوئی موقعہ نہیں اور ابن عباس نے مراد امر النبی صلعم لیا ہے یعنی آنحضرت کے دنیا میں ظاہر ہونے کا معاملہ (ر م) تو اس صورت میں بینات من الامر سے مراد آنحضرت صلعم کے ظہور کے متعلق کھلی دلیلیں ہونگی۔ یعنی وہ پیشگوئیاں اور نشانات جو بنی اسرائیل کی کتاب میں موجود تھے اور یہاں اختلاف سے مراد بھی آنحضرت صلعم سے اختلاف مراد ہے۔ اور اگلی آیت میں الامر کا لفظ آنحضرت صلعم کے متعلق لا کر صاف بتا دیا کہ یہی مراد ہے۔

۳۰۴۶ شریعت کے لئے دیکھو ۵۳۴ اور الامر یا اس معاملہ سے مراد دین ہی ہے۔

ع ۵ ۱۹

۲۲ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ○ وَ

کردیں گے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ (یعنی) انکا جینا اور ان کا مرنا برابر ہے برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ۳۰۴۷ اور

خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر جان کو اسکے مطابق بدلہ دیا جائے جو اسنے کمایا ہے اور ان پر

۲۳ يُظْلَمُونَ ○ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ

ظلم نہیں کیا جائیگا۔ تو کیا تو نے دیکھا جو اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیتا ہے اور اللہ اسے اپنے علم کی بنا پر گمراہ ٹھہراتا ہے اور اسکے کان اور اسکے

وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ○

دل پر مہر لگا دیتا ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیتا ہے پس اللہ کے بعد کون اسے ہدایت دے سکتا ہے تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ۳۰۴۸

۲۴ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم

اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں۔ اور سوائے زمانہ کے ہمیں کچھ ہلاک نہیں کرتا اور نہیں

۲۵ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ○ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا

اس کا کچھ علم نہیں وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔ ۳۰۴۹ اور جب ان پر ہماری کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں تو انکی

كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○

دلیل اور کچھ نہیں ہوتی سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ اگر تم سچے ہو

۳۰۴۷ یعنی نیکوں اور بدوں کی زندگی اور موت کا یکساں ہونا گمان باطل ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس زندگی میں بھی نیکی کرنے والے بدوں پر ممتاز ہو جاتے ہیں۔

خواہشات کی پیروی بھی شرک ہے

۳۰۴۸ یہاں اصل ذکر تو کفار کا ہی ہے۔ اور انہیں کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنے حرص و ہوا کو معبود بنا رکھا ہے مگر اصل غرض مسلمانو کو سمجھانا ہے۔ کہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگے رہنا یہ بھی شرک ہے۔ گو بہت سے لوگ اس شرک خفی کو دیکھ نہ سکتے ہوں۔ بلکہ یہ شرک ایسا خطرناک ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتا ہے اضله الله على علم ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ شدہ قرار دیتا ہے۔ جو بجائے احکام خدا کی پیروی کے اپنی خواہشات کی پیروی میں لگ جاتا ہے۔ اور اس کے دل وغیرہ پر مہر لگا دیتا ہے۔ آج گو مسلمان بت پرستی سے بچے ہوئے ہوں مگر یہ شرک خفی یا اپنے حرص و ہوا کا اتباع ان میں بھی پایا جاتا ہے۔

دھر

۳۰۴۹ الدھر۔ دھر اصل میں عالم کی کل مدت ہے۔ اس کے ابتدائے وجود سے لیکر اس کے خاتمہ تک هل اتى على الانسان حين من الدهر (الدھر ۱)۔ پھر ہر لمبی مدت پر بولا جاتا ہے اور زمان تھوڑی اور لمبی مدت دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اور کسی شخص کا دہر اس کی مدت حیات ہے اور جو بات زندگی بھر باقی رہے اسے بھی دھر کہہ دیتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی حدیث میں ہے لا تسبوا

ان اللہ ہو الدھر

۲۶ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

کہو اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر وہی تمہیں ماریگا۔ پھر وہ تمہیں قیامت کے دن جمع کریگا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر

ع ۳

۲۷ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

لوگ نہیں جانتے ۳۰۵۰ اور اللہ کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور جس وقت وہ موعود گھڑی قایم ہوگی اس وقت

۲۸ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى

(حق کو) باطل قرار دینے والے گھاٹے میں ہونگے اور تو ہر ایک امت کو گھٹنوں کے بل دیکھیگا ہر ایک امت اپنی کتاب کی طرف

۲۹ كِتٰبِهَا ۗ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ

بلائی جائیگی آج تمہیں وہی بدلہ دیا جائیگا جو تم عمل کرتے تھے ۳۰۵۱ یہ ہماری کتاب تمہارے بارے میں حق کے ساتھ

۳۰ بِالْحَقِّ ۗ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بولتی ہے ہم لکھ لیتے تھے جو کچھ تم عمل کرتے تھے ۳۰۵۲ سو وہ لوگ جو ایمان لائے اور

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۗ

اچھے عمل کرتے ہیں تو انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کریگا۔

الدھر فان اللہ ھو الدھر تو اللہ کے دہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ خیر و شر جو لوگ زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہاں مراد زمانہ ہی ہے (غ)

تناسخ — نموت ونحیا میں مفسرین نے بہت سی توجیہات کی ہیں۔ بعض مرجاتے ہیں بعض جیتے ہیں۔ یا ایک نسل مرجاتی ہے تو اس کی جگہ دوسری نسل لے لیتی ہے۔ یا نموت میں حالت عدم کی طرف اشارہ ہے۔ اور ایک مراد یہ بھی لی گئی ہے کہ اس سے اشارہ تناسخ کی طرف ہے۔ یعنی ایک جسم پر موت آتی ہے تو کسی دوسرے جسم میں زندہ ہو جاتے ہیں (م) اور دہر کے ہلاک کرنے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح ہر چیز ایک مدت کے بعد ہلاک ہو جاتی ہے اور اس کا کچھ نشان نہیں رہتا یہی ہماری حالت ہے۔

الی — ۳۰۵۰ الی۔ بمعنی فی بھی ہو سکتا ہے یعنی قیامت کے دن جمع کریگا۔ اور اصل معنی لیکر انتہا بھی مراد ہو سکتی ہے۔

۳۰۵۱ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہونے میں اشارہ اس دن کے شدائد کی طرف ہے۔ اور یہ حالت اس شخص کی ہے جو حساب کتاب کے انتظار میں خائف ہو اور امت کا لفظ لانے میں شاید یہ اشارہ ہے کہ ہر نبی کی امت کا حساب اسی تعلیم کے لحاظ سے ہوگا جو اس نبی کی وساطت سے دی گئی پھر ہر امت میں سے نیک و بد الگ ہو جائیں گے۔

نامہ اعمال کی گویائی — ۳۰۵۲ یہاں سے معلوم ہوا کہ نامۂ اعمال کو گویائی دی جائیگی (اور کہیں ہے کہ اس کا وزن کیا جائیگا اور کہیں ہے اقرء کتٰبک) تو گویا بغیر پڑھنے کے ہی وہ بتا دیگا۔ کہ کیا عمل ہیں اس قسم کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ یہ سب کچھ وہاں حال سے ہوگا نہ قال سے نیز دیکھو ۲۴۵۵

۳۱ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ

یہ کھلی کامیابی ہے، اور جو کافر ہیں (انہیں کہا جائیگا) کیا میری آیتیں تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں

۳۲ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ

پھر تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے اور جب کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ سچ ہے اور (موعود) گھڑی

لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝

میں کچھ شک نہیں تم کہتے ہم نہیں جانتے وہ گھڑی کیا ہے ہم ایک خیال کے طور پر خیال کرتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں آتا ۳۰۵۳

۳۳ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَقِيْلَ الْيَوْمَ ۳۴

اور ان کے لئے اس کی برائیاں ظاہر ہوگئیں جو وہ عمل کرتے تھے اور انہیں اس چیز نے آلیا جس پر وہ ہنسی کرتے تھے اور کہا جائیگا آج

۳۵ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ

ہم تمہاری پروا نہیں کرتے جس طرح تم نے ہمارے اس دن کی ملاقات کی پروا نہ کی اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور تمہارے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا یہ اس لئے

بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ

کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو ہنسی بنایا اور تمہیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا سو آج وہ اس سے باہر نہیں نکالے

۳۶ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ

جائیں گے اور نہ انہیں عذاب دور کرنے کا موقعہ دیا جائیگا پس اللہ کے لئے ہی سب تعریف ہے (جو) آسمانوں کا رب اور زمین کا رب سب

۳۷ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع

جہانوں کا رب (ہے) اور اسی کے لئے آسمانوں اور زمین میں بڑائی ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے

۳۰۵۳ مستیقنین - اَیْقَنَ اور اِسْتَیْقَنَ کے ایک ہی معنی ہیں دیکھو ۵۰۱ وفی الارض اٰیات للموقنین (الذاریات ۵۱-۲۰) اور وما قتلوہ یقینا (النساء ۴-۱۵۷) میں معنی ہیں ما قتلوہ قتلا تیقنوہ بل انما حکموا تخمینا و وہما (رغ) اسے ایسا قتل نہیں کیا جس پر انہیں یقین ہو گیا ہو کہ قتل ہو گیا بلکہ اٹکل سے اور خیال سے حکم لگا دیا (کہ قتل ہو گیا ہوگا)

موقن - مستیقن

سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰیَۃً وَّاَرْبَعُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۱-۳

(اللہ) بے انتہا رحم والا۔ کتاب کا اتارنا اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان

وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ قُلْ ۴

ہے حق کے ساتھ اور ایک وقت مقرر کے لئے ہی پیدا کیا ہے اور جو کافر ہیں وہ اس سے منہ پھیر رہے ہیں جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے کہہ

اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ

کیا تم نے دیکھا وہ جنہیں تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو مجھے بتاؤ کونسی چیز انہوں نے زمین سے پیدا کی ہے یا اُن کے لئے

شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

آسمانوں میں شرک ہے میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب لے آؤ یا علم کا کوئی نشان (لاؤ) اگر تم سچے ہو ۳۰۵۴

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ ۵

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر اسے پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اسے جواب نہیں دے سکتا اور

هُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ ۶

وہ اُن کے پکارنے سے بے خبر ہیں اور جب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہونگے اور انکی عبادت کا انکار کرنیوالے ہونگے ۳۰۵۵

تمہید سورت — اس سورت کا نام الاحقاف ہے اور اس میں چار رکوع اور ۳۵ آیتیں ہیں۔ الاحقاف کے معنی ریت کے ٹیلے یا تودے ہیں۔ اور غرض اس سورت کی انجام مخالفت کی طرف توجہ دلانا ہے جس کے لئے تیسرے رکوع میں قوم عاد کی مثال بیان کی ہے جو بڑی زبردست قوم تھی اور یوں بتایا ہے کہ دنیا میں کوئی قوم اپنی طاقت پر بھروسہ کرکے حق سے روگردانی نہ کرے اللہ تعالیٰ کی زبردست طاقت کے سامنے سب طاقتیں ہیچ ہوجاتی ہیں۔ پہلے دو رکوعوں میں صداقت وحی کا ذکر ہے اور پچھلے دو میں وحی کی مخالفت کے انجام کا۔

اثارۃ — ۳۰۵۴ اثارۃ۔ اثر کسی چیز کا بقیہ ہے اور اس کی جمع آثار ہے اور یہاں اَثَارَۃ ہے جس کے معنی زجاج نے علامت کئے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس کے معنی بقیہ علم ہوں یا وہ بات جو لکھی جاتی۔ (ل) دیکھو ۱۵۸۳

۳۰۵۵ ظاہر ہے کہ یہاں انہیں معبودوں کا ذکر ہے جو انسانوں میں سے بنالئے گئے ہیں۔

۷ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ

اور جب ان پر ہماری کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جو کافر ہیں حق کے متعلق کہتے ہیں جب وہ اُن کے پاس آچکا یہ کھلا جادو

۸ مُّبِينٌ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ

ہے بلکہ کہتے ہیں اس نے یہ جھوٹ بنا لیا ہے کہو اگر میں نے یہ جھوٹ بنایا ہے تو تم میرے لئے اللہ کے مقابل پر کسی چیز کا اختیار

شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ

نہیں رکھتے وہ اسے خوب جانتا ہے جو تم اسکے بارے میں باتیں کرتے ہو وہ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے اور وہ

۹ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا

بخشنے والا رحم کرنے والا ہے کہو میں کوئی رسولوں میں سے پہلا نہیں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور نہ

۱۰ بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ

یہ کہ تمہارے ساتھ (کیا کیا جائیگا) ۳۰۵۶ میں کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا سوائے اسکے جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اور میں صرف کھلا ڈرانے والا ہوں کہو کیا تم

كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

دیکھتے ہو اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کرتے ہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اپنی مثل کی گواہی

عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ ع

دی تھی سو وہ ایمان لایا اور تم تکبر کرتے ہو اللہ ظالم لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا ۳۰۵۷

بدع — ۳۰۵۶ بدعاً۔ بَدِیع اور بِدْع کسی چیز کا اس کے پہلے کو کہتے ہیں۔ اور ما کنت بدعاً من الرسل سے مراد ہے کہ میں پہلا رسول نہیں ہوں جو بھیجا گیا ہوں مجھ سے پہلے بھی رسول آچکے ہیں۔ (ل) اور بِدْع کے معنی مُبْدَع بھی ہو سکتے ہیں یعنی جس سے پہلے کوئی نہ آیا ہو اور مبدِع بھی یعنی بدعت کے طور پر کچھ کہنے والا (غ)

رسول کا علم بھی محدود ہوتا ہے — ما ادری ما یفعل بی ولا بکم حسن سے روایت ہے کہ اس سے مراد آخرت نہیں یعنی یہ مطلب نہیں کہ مجھے علم نہیں۔ کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا مجھ سے یا تم سے کیا معاملہ ہوگا۔ بلکہ دنیا کا معاملہ مراد ہے۔ یعنی آیا میں بھی نکالا جاؤں گا۔ جس طرح مجھ سے پہلے نبی نکالے گئے۔ یا قتل کیا جاؤں گا جس طرح مجھ سے پہلے نبی قتل کئے گئے (ج) اور سیاق عبارت اسی کو صحیح ٹھہراتا ہے۔ یعنی جس طرح پہلے رسول عالم الغیب نہ تھے میں بھی نہیں نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ کیا معاملہ کرو گے۔ اور نہ یہ کہ اللہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کریگا یعنی معاف کردیگا یا سزا دے گا۔ یا کتنی سزا دیگا مگر بیان علم نہ ہونے سے مراد تفصیلات کا علم نہ ہونا ہے اور نذیر مبین کہکر بتا دیا کہ تم بدی کے بد نتائج کو ضرور بھگتو گے +

حضرت موسیٰ کی شہادت آنحضرت صلعم کیلئے — ۳۰۵۷ یہ شاہد کون ہے؟ جمہور مفسرین نے اسے عبداللہ بن سلام کہا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں مسروق سے روایت ہے کہ یہ عبداللہ بن سلام کے بارے میں نہیں کیونکہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اور عبداللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لائے ۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے فرمایا کہ توریت قرآن کی مثل ہے اور موسیٰ مثیل آنحضرت

ع ٢ (١١) ٢

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۚ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا ١١

اور جو کافر ہیں وہ اُن کے بارے میں جو مومن ہیں کہتے ہیں اگر یہ بہتر ہوتا تو وہ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لیجاتے اور چونکہ وہ اس سے ہدایت نہ پا

بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ۝ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَ ١٢

نہ ہوئے تو کہیں گے یہ پرانا جھوٹ ہے [٣٠٥٨] اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب رہنما اور رحمت (تھی) اور

هَٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۝

یہ کتاب (اسے) سچ کر دکھانے والی ہے عربی زبان (میں) تاکہ وہ انہیں ڈرائے جو ظالم ہیں اور نیکی کرنیوالوں کے لئے خوشخبری ہے [٣٠٥٩]

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ ١٣

وہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ ہمارا رب ہے، پھر سیدھی راہ پر لگے رہتے ہیں تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے [٣٠٦٠]

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ١٤ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ ١٥

یہی جنت والے ہیں اسی میں رہیں گے اس کا بدلہ جو وہ عمل کرتے تھے اور ہم نے انسان کو اس کے

بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ

ماں باپ کیساتھ نیکی کا حکم دیا ہے اسکی ماں نے اسے تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور اسے تکلیف سے جنا اور اس کا حمل میں رکھنا اور اسکا دودھ چھڑانا تیس مہینے (لگتے) ہے،

صلعم ہیں اور یہ شاہد موسیٰ ہیں (ج) اور یہاں فی الحقیقت اشارہ اس موسیٰ کی مثل نبی والی پیشگوئی کی طرف ہے جو استثنا ١٨: ١٥-١٨ میں پائی جاتی ہے "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا" تو اس پیشگوئی کی طرف توجہ دلا کر کفار پر اتمام حجت کیا ہے اور بتایا ہے۔ کہ یہ افترا نہیں ہو سکتا۔ جیسا تم کہتے ہو کیونکہ یہ حضرت موسیٰ کی پیشگوئی کے مطابق ہے اگلے رکوع میں اس مضمون کو کھول کر بیان کیا ہے۔

[٣٠٥٨] لو کان خیرا یعنی قرآن کوئی اچھی چیز ہوتی تو یہ غرباء اور ضعفاء جیسے بعض غلام اور لونڈیاں تھیں ہم سے جو بڑے بڑے لوگ ہیں سبقت نہ لے جاتے۔ افک قدیم کہنے سے یہ منشا ہے کہ پہلے بھی لوگ اسی طرح جھوٹ بناتے رہے ہیں۔

[٣٠٥٩] قبلہ میں ضمیر قرآن کی طرف ہے۔ اور اماماً و رحمة اسی سے حال ہے اور بعض کے نزدیک یہ کتاب سے حال ہے۔ صورت اول میں امام اور رحمۃ قرآن کریم کو کہا ہے۔ اور صورت ثانی میں توریت کو بنی اسرائیل کے لئے امام اور رحمت بیان فرمایا ہے۔ اور وہ اس لحاظ سے بھی امام اور رحمت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی اس میں بالتصریح موجود ہے۔ اور یہاں بالخصوص اسی کی طرف اشارہ بھی ہے۔ کیونکہ آگے قرآن کریم کو مصدق کہا ہے۔ اور لساناً عربیاً میں اشارہ وضاحت بیان کی طرف بھی ہے۔ اور پیشگوئی کی طرف بھی جس کی رو سے بنی اسمٰعیل یا عربوں میں سے نبی کا آنا ضروری تھا دیکھو [١٥١٦]

[٣٠٦٠] ایمان کی رو سے توحید پر قایم ہیں۔ اور منتہائے عمل استقامت ہے استقامۃ کے لئے دیکھو [٥٠٩]

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ

یہاں تک کہ جب اپنی قوت کو پہنچتا ہے اور چالیس سال کو پہنچتا ہے کہتا ہے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں

الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰهُ وَ اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚۛ

جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور کہ میں نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو اور میرے لئے میری اولاد کے بارہ میں

۱۶ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَ اِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ

اصلاح کر میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں ف۳۰۶ یہی وہ ہیں جن سے ہم بہترین اس کا جو وہ کرتے ہیں

مَا عَمِلُوۡا وَ نَتَجَاوَزُ عَنۡ سَیِّاٰتِهِمۡ فِیۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَنَّةِ ؕ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِیۡ کَانُوۡا

قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں جنت والوں میں (رہیں گے) سچا وعدہ ہے جو انہیں

۱۷ یُوۡعَدُوۡنَ ۝ وَ الَّذِیۡ قَالَ لِوَالِدَیۡهِ اُفٍّ لَّکُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَ

دیا جاتا تھا ف۳۰۶ا اور وہ جو اپنے ماں باپ کو کہتا ہے تف ہے تم پر کیا تم مجھے ڈراتے ہو کہ میں نکال کھڑا کیا جاؤنگا اور

قَدۡ خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلِیۡ ۚ وَ هُمَا یَسۡتَغِیۡثٰنِ اللّٰهَ وَیۡلَکَ اٰمِنۡ ٭ۖ

مجھ سے پہلے (بہتیری) نسلیں گذر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے رہتے کہتے ہیں تجھ پر افسوس ایمان لا

اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوۡلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ۝

اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ کہتا ہے یہ کچھ نہیں مگر پہلوں کی کہانیاں ہیں

ف۳۰۶ حمل اور فصال یعنی دودھ چھڑانے کی کل مدت تیس ماہ ہے اور دودھ پلانے کا زمانہ دو سال ہے والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین (البقرۃ ۲ - ۲۳۳) باقی چھ ماہ حمل کے رہ جاتے ہیں جس کی وجہ یہ بھی دی گئی ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے لیکن اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں حمل میں مشقت کا ذکر ہے۔ اور مشقت کا رنگ اسی وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب بچے کا بوجھ پیٹ میں محسوس ہو اور یہ چوتھے مہینے میں ہی ہوتا ہے بلغ اشدہ و بلغ اربعین سنۃ - اشد اور اربعین سنۃ کو بعض نے الگ الگ لیا ہے یعنی ایک سے مراد بلوغ جسمانی یا وہ بلوغ جو قوائے جسمانی کے کمال نشوونما سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرے سے بلوغ روحانی یعنی وہ بلوغ جو اخلاق کے کمال نشوونما سے تعلق رکھتا ہے۔ اور بعض نے ایک ہی۔ اشد کے لئے دیکھو ف۱۵۲۹ اور بلوغ روحانی چالیس سال پر ہی ہے۔ اور اسی عمر میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوتی ہے۔ اور یہ سب انبیاء کے متعلق مسلم ہے۔ سوائے اس کے کہ بعض لوگوں نے حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو اس سے مستثنےٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان دونوں کو بچپن میں نبوت عطا ہوئی۔ مگر بچپن میں نبوت کا ملنا بے معنی ہے اس لئے حضرت عیسیٰ کے متعلق اٰتانی الکتاب اور حضرت یحییٰ کے متعلق اٰتینٰه الحکم صبیّاً کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ یہ اس بات کی خبر ہے جو ابھی واقع ہونے والی تھی (ر م) اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ۳۰ سال کی عمر میں مانی ہے۔ مگر یہ لوگ تاریخ کے بہت کچے ہیں خود اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ جو پیدائش مسیح کا سال اناجیل میں دیا گیا ہے اس سے پانچ چھ

انبیاء کی عمر بوقت بعثت

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ ۱۸

یہی وہ ہیں جن کے خلاف بات سچی ہوئی ان گروہوں میں جو جنوں اور انسانوں سے ان سے پہلے گذر

وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ ۱۹

چکے وہ نقصان اٹھانے والے تھے اور ہر ایک کے لئے اس کے مطابق درجے ہیں جو انہوں نے عمل کئے اور تاکہ انکے اعمال (کے اجر) انہیں پورے

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ ۲۰

پورے دئیے جائیں اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا اور جس دن وہ جو کافر ہیں آگ پر پیش کئے جائیں گے تم اپنی اچھی

طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ

چیزوں کو اپنی دنیا کی زندگی میں ضایع کر چکے اور ان سے چند روزہ فائدہ اٹھایا سو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلے میں دیا جائیگا[۳۰۶۱]

بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ۝ ع ۲۱

اس لئے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور اس لئے کہ تم نافرمانی کرتے تھے[۳۰۶۲] لو

اذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ

عاد کے بھائی (ہود) کا ذکر جب اس نے اپنی قوم کو احقاف میں ڈرایا اور ڈرانے والے اس سے پہلے بھی گذرے اور اس کے پیچھے بھی

سال پہلے آپ کی پیدائش ہوئی بعثت انبیاء چالیس سال پر ہی صحیح ہے۔ اور آیت کا مضمون عام ہے۔

تجاوز

۳۰۶۱ تجاوز۔ جوز الطریق رستے کا وسط ہے اور جاوزہ اس کے جوز سے آگے نکل گیا فلما جاوزہ (البقرۃ ۲ - ۲۴۹) (غ)

غذا و لباس میں سادگی کی ضرورت۔

۳۰۶۲ طیبات کے اذہاب یا لیجانے سے مراد عموماً یہ لی گئی ہے کہ اچھے اچھے سامانوں بالذات کو تم نے دنیا کی زندگی میں پورا پورا لے لیا۔ اور آخرت کے لئے کوئی حصہ ان کا باقی نہ چھوڑا۔ اور گو یہ سچ ہے کہ لذات دنیوی میں انہماک انسان کے لئے حصہ آخرت کو باقی نہیں رہنے دیتا اور یہ بھی سچ ہے کہ صلحاء کی زندگی میں نمونہ یہی پایا جاتا ہے۔ کہ وہ دنیوی لذات کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور سادہ غذا سادہ لباس سادہ مکان پر ہی گذارہ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ بالخصوص اس زمانہ میں جب چاروں طرف لذات دنیوی کے لئے ایک جنون سا لوگوں کی طبائع پر غالب آگیا ہے۔ صلحاء کی سادہ زندگی کی طرف رجوع کرنا اصلاح کی سب سے پہلی ضرورت ہے۔ اور تعجب تو اس قوم پر ہے جو حضرت عیسیٰ کو خدا بناتی ہوئی اور ان کی زندگی میں ایک کراس اور مصیبت کی برداشت کا ہی سب سے بڑا سبق بتاتی ہوئی خود ہر طرح کی لذات اور عیش و آرام کے سامانوں کو اپنا معبود بناتے ہوئے ہے۔ لیکن یہاں طیبات کے اذہاب یا ضائع کرنے سے مراد ان قوٰی کا ضائع کر دینا جو انسان کے لئے طیبات کو بطور نتیجہ پیدا کرتے ہیں زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں اذہاب اور استمتاع دو الگ الگ فعل ہیں۔ اور لذات دنیوی میں پڑ جانا استمتاع کا مفہوم ہے۔ کیونکہ اس طرح انسان چند روزہ فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو طیبات سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیتا ہے۔ اور اس محرومی کی طرف ہی اذہاب طیبات میں اشارہ ہے استمتاع کے لئے دیکھو ح ۱۳ دنیا کی زندگی کتنی بھی لمبی ہو بمقابلہ آخرت کے چند روزہ ہے۔

۲۲ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالُوا أَجِئْتَنَا

کہ سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کرو میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب (کے آنے) سے ڈرتا ہوں ۳۰۶۳ انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس آیا ہے

۲۳ لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ

کہ ہمیں اپنے معبودوں سے پھیر دے سو اسے لے آ جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اگر تو سچوں میں سے ہے اس نے کہا (اس کا) علم تو

۲۴ عِندَ اللَّهِ وَأُبَلِّغُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۝ فَلَمَّا

صرف اللہ کو ہی ہے اور میں تمہیں وہی پہنچاتا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے لیکن میں تمہیں ایسے لوگ پاتا ہوں جو جہالت سے کام لیتے ہو پھر جب

رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۚ بَلْ هُوَ

ایک بادل (کے رنگ) میں اسے دیکھا جو ان کی وادیوں کی طرف بڑھ رہا تھا کہنے لگے یہ بادل ہم پر مینہ برسانے والا ہے بلکہ یہ وہ ہے

۲۵ مَا اسْتَعْجَلْتُم بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا

جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے ۳۰۶۴ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کرتی ہے سو وہ ایسے

۲۶ لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ

ہو گئے کہ سوائے ان کے مکانوں کے کچھ نظر نہیں آتا تھا اسی طرح ہم مجرم قوم کو بدلہ دیتے ہیں اور یقیناً ہم نے انہیں ایسی باتوں میں قدرت دی تھی

فِيمَا إِن مَّكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً فَمَا

جن میں تم کو بھی قدرت نہیں دی اور انہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے تھے سو نہ

أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُم مِّن شَيْءٍ إِذْ كَانُوا

اُن کے کان اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل کسی کام آئے جب کہ وہ

احقاف — ۳۰۶۳ احقاف۔ حِقف کی جمع ہے تو وہ ریگ یا ریت جو مستطیل شکل میں اونچی ہو گئی ہو (ل) جس میں ٹیڑھا پن پیدا ہو جاتے اور یہ علاقہ یمن میں عمان اور حضرموت کے درمیان ہے۔ جہاں قوم عاد کے لوگ رہتے تھے۔ اور پہلے پیچھے ڈرانے والوں کے آنے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عام قانون ارسال رسل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یا یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ خاص اس قوم میں ہود سے پہلے بھی رسول آئے اور پیچھے بھی جس سے معلوم ہوا کہ اس قوم کا کچھ بقایا رہ بھی گیا تھا۔

عارض — ۳۰۶۴ عارض وہ چیز جو اپنے عرض یعنی فراخی کو ظاہر کرے۔ بعض وقت بادل پر بولا جاتا ہے جیسے یہاں اور بعض وقت اگر چہ بیماری سے سامنے آ جائے اور بعض وقت رخسار پر (رغ)

استقبال — مستقبل۔ اقبال اور استقبال کے ایک ہی معنی ہیں سامنے کی طرف متوجہ ہونا (رغ)

ع ۴

يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَلَقَدْ ۲۷

اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں اس چیز نے آلیا جس پر وہ ہنسی کرتے تھے اور ہم نے

اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَلَوْلَا ۲۸

انہیں ہلاک کر دیا جو تمہارے ارد گرد بستیوں سے ہیں۔ اور ہم آیتوں کو بار بار بیان کرتے ہیں تاکہ وہ رجوع کریں ۳۰۶۵ تو انکو

نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ

انہوں نے مدد کیوں نہ دی جنہیں انہوں نے قرب حاصل کرنے کے لئے معبود بنایا تھا بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے۔

وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ ۲۹

اور یہ انکا جھوٹ تھا اور جو وہ افترا کرتے تھے اور جب ہم نے جنوں کا ایک گروہ تیری طرف پھیر دیا

يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا

وہ قرآن کو سنتے تھے سو جب اس کے سامنے آئے کہنے لگے چپ رہو سو جب پورا ہو گیا اپنی قوم

اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝

کی طرف ڈرانے والے بن کر واپس ہوئے ۳۰۶۶

بار بار دہرانے میں حکمت

۳۰۶۵ ماحولکم من القری میں عرب کے کنارے کی سب بستیاں آجاتی ہیں جن کی ہلاکت کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وسعت اس کے معنی میں ہے اور تمام دنیا کی بستیاں جہاں ہلاکت آئی ہو شامل ہو سکتی ہیں۔ اور جو بعض مضامین کو قرآن شریف میں بار بار بیان فرمایا ہے تو اس کی غرض بھی یہاں خود ہی بتا دی تاکہ لوگ رجوع کریں انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے اور دنیوی اشغال میں اس کا انہماک اس قدر ہے کہ جس طرح گہری نیند سوئے ہوئے کو جگانے کے لئے ایک دفعہ ہلانا کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ بار بار ہلانے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح غافل لوگوں کی تنبیہ کے لئے بار ایک بات کا بیان کرنا ضروری ہوتا ہے اور نیکوں کے لئے بھی یہ بار بار کا دہرانا رجوع الی اللہ میں ترقی کا موجب ہوتا ہے

جنوں کے وفد کے متعلق روایات مختلف

۳۰۶۶ انصتوا۔ نصت اور انصت کے معنی ہیں چپ رہا اور بات کو سنا (ل) جنوں کے اس گروہ کے متعلق ذیل کی باتیں روایات میں ملتی ہیں جو تفسیر ابن کثیر سے لی گئی ہیں ۱۔ مسند احمد کی روایت میں زبیر سے مروی ہے کہ یہ نخلہ میں تھا اور رسول اللہ صلعم عشا کی نماز پڑھ رہے تھے اور وہ (بوجہ کثرت تعداد) ٹوٹے پڑتے تھے ۲۔ ابن عباس سے ابن جریر میں روایت ہے کہ وہ سات تھے اور نصیبین کے رہنے والے تھے اور بیہقی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جنوں پر قرآن نہیں پڑھا نہ انہیں دیکھا آپ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ سوق عکاظ کا قصد کرتے ہوئے گئے تھے ادھر شیطانوں کو آسمان کی خبر ملنی رک گئی تھی اور ان پر شہاب پھینکے جانے لگے۔ تو شیاطین لوٹ کر اپنی قوم کی طرف آئے اور کہا کہ آسمان کی خبر ملنی رک گئی ہے پس وہ چاروں طرف پھیل گئے کہ سماوی خبروں کے رک جانے کی وجہ معلوم کریں اور جو گروہ تہامہ کی طرف آیا تھا انہوں نے رسول اللہ صلعم کو اپنے صحابہ کے ساتھ نخلہ میں نماز فجر پڑھتے پایا اور جب قرآن کو سنا تو کہا کہ یہی ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبر ہم تک پہنچنی رک گئی ہے۔ پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور کہا یقومنا انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد اور اللہ تعالے

٣٠ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

کہا اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی اس کی تصدیق کرتی ہوئی جو اس سے پہلے ہے

نے اپنے نبی پر اتارا۔ قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن۔ اور یہ بخاری اور مسلم نے بھی روایت کی ہے اور امام احمد نے ابن عباس سے ایک روایت کی ہے۔ کہ جن وحی کو سن لیا کرتے تھے اور ایک بات کے ساتھ دس جھوٹ ملا کر آگے مشتہر کیا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے تو ان پر انگارے پڑنے لگے۔ تو اس کی شکایت انہوں نے ابلیس سے کی تب وہ مختلف اطراف میں اس بات کی تلاش میں نکلے۔ اور حسن بصری نے بھی یہی کہا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کو انکے متعلق کوئی علم نہیں ہوا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وحی آپ پر نہیں اتاری۔ ٣۔ محمد بن اسحاق نے محمد بن کعب سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم طائف تشریف لے گئے تو وہاں سے واپسی پر نخلہ میں رات رہے اور وہاں جنوں نے آپ سے قرآن سنا اور یہ نصیبین کے رہنے والے تھے۔ ٤۔ ابن مسعود سے امام احمد نے روایت کی ہے کہ ہم نے مکہ میں ایک رات رسول اللہ صلعم کو نہ پایا اور ہمیں سخت فکر دامنگیر رہا یہاں تک کہ صبح ہوئی تو آپ حرا کی طرف سے واپس آئے اور فرمایا کہ مجھے جنوں کا بلانے والا بلا کر لے گیا تھا۔ سو میں ان کے پاس گیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ پھر آپ ہمارے ساتھ گئے یہاں تک کہ ہمیں ان کے نشان اور ان کی آگ جلانے کے نشان دکھائے اور کسی روایت میں ابن مسعود سے یوں ہے کہ اس رات رسول اللہ صلعم نے صحابہ سے فرمایا۔ کہ تم میں سے کون میرے ساتھ جنوں کے پاس جائیگا۔ تو میرے سوائے اور کوئی آپ کے ساتھ نہ گیا۔ پھر جب ہم مکہ کی اوپر کی زمین میں پہنچ گئے تو آپ نے میرے لئے ایک نشان لگا دیا اور میں وہاں ٹھیرا رہا۔ اور آپ آگے چلے گئے اور قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ اور ایک سواد کثیر میرے اور آپ کے درمیان حائل ہوگیا یہاں تک کہ میں آپ کی آواز بھی نہ سن سکتا تھا۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں ابن مسعود سے ہے کہ رسول اللہ صلعم مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اور فرمایا کہ جنوں کی ایک جماعت پندرہ کس کی بنی اخوہ اور بنی عمہ سے میرے پاس آج آنے والی ہے اور عکرمہ کی ایک روایت میں ہے کہ وہ جزیرہ موصل کے بارہ ہزار جن تھے۔ اور قتادہ کی ایک روایت میں ہے کہ وہ نینوہ سے آئے تھے۔ اور عبد العزیز بن عمر سے ایک روایت میں ہے کہ جو جن آپ کو نخلہ میں ملے وہ نینوہ سے تھے اور جو مکہ میں ملے وہ نصیبین سے تھے اور ابن عباس سے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ سات کس اہل نصیبین میں سے تھے۔ پس رسول اللہ صلعم نے انہیں اپنی قوم کیطرف رسول بنایا اور مجاہد کی روایت میں ہے کہ یہ سات تھے جن میں سے تین اہل حران میں سے تھے اور چار نصیبین سے اور ابن مسعود کی ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ جب رسول اللہ صلعم وہاں سے واپس آئے اور نماز پڑھنے لگے تو ان میں سے بھی دو شخص آئے اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تو ابن مسعود کہتے ہیں میں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ یہ کون تھے تو آپ نے فرمایا نصیبین کے جن۔

جن غیر مرئی ہستیاں نہ تھیں

اس اختلاف روایات میں حضرت ابن عباس ان کو ایسی غیر مرئی ہستیاں قرار دیتے ہیں جو شیاطین کہلاتی ہیں۔ اور اس واقعہ کو ابتدائے نبوت کا واقعہ بتاتے ہیں۔ حالانکہ یہ سورتیں بہت بعد کی ہیں۔ پس یہ خیال قابل قبول نہیں اور جہاں تک شیاطین کے استماع وحی کا سوال ہے اس پر میں مفصل بحث ۱۶۹۹ میں کرچکا ہوں۔ اور حضرت ابن عباس کے مقابل پر زیادہ قابل اعتماد حضرت ابن مسعود کی روایات ہیں کیونکہ وہ اس واقعہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ ہونا بیان کرتے ہیں۔ اور ان سب روایات میں جو قدر مشترک کے طور پر بات ہے وہی لی جاسکتی ہے۔ اور وہ صرف اسی قدر ہے کہ یہ ایک نفر یا چند آدمیوں کی جماعت تھی۔ اور رسول اللہ صلعم کو انکے آنے کا علم تھا مگر آپ تنہائی میں اور رات کے وقت ان سے ملے ہیں۔ اور قرآن شریف انہیں پڑھکر سنایا ہے۔ اور جہاں وہ رات رہے ہیں وہاں ان کے نشان اور ان کے آگ جلانے کے نشان بھی انکے چلے جانے کے بعد باقی تھے اور یہ باہر سے آئے تھے اور یہ واقعہ مکہ کا ہے۔ لفظ جن پر مفصل بحث ۱۰۱۵ میں گذر چکی ہے جہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ انسانوں پر بھی بولا جاتا تھا اور غیر مرئی ہستیوں پر بھی اور حضرت ابن مسعود نے جو باتیں ان کے متعلق بیان کی ہیں۔ وہ صاف بتاتی ہیں کہ یہ غیر مرئی ہستیاں نہ تھیں وہ کہیں باہر سے آئے تھے یعنی اجنبی لوگ تھے۔ شاید اسی وجہ سے انہیں جن کہا ہے اور رسول اللہ صلعم کا ان سے مکہ سے باہر جاکر تنہائی میں ملاقات کرنا اسی کا مؤید ہے اگر غیر مرئی ہستیاں ہوتیں تو مکہ میں کون امر مانع تھا۔ علیحدگی اور تنہائی کی ضرورت اسی لئے پیش آئی کہ کفار تکلیف نہ دیں۔ پھر

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِىَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا يَهْدِىْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ۳۱

وہ حق کی طرف اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتی ہے ۳۰۶۷ اے ہماری قوم اللہ کی طرف بلانے والے کو قبول کرو اور اس پر

بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَنْ لَّا يُجِبْ ۳۲

ایمان لاؤ وہ تمہارے قصور تمہیں معاف کردیگا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو کوئی اللہ کی طرف بلانیوالے

دَاعِىَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِى الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰٓئِكَ

کو قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز کرنے والا نہیں اور اس کے لئے اس کے سوائے کوئی مددگار نہ ہونگے یہی لوگ

فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ ۳۳

کھلی گمراہی میں ہیں کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

لَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْىِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں اور اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے ۳۰۶۸

انکے اپنے نشان اور ان کے آگ جلانے کے نشان بھی ان کے چلے جانے کے بعد موجود تھے آگ جلانے کی ضرورت کھانا وغیرہ پکانے کیلئے انسانوں کو ہوتی ہے اور نشان بھی انسانوں کے باقی رہ سکتے ہیں نہ غیر مرئی ہستیوں کے پھر بعض ان میں سے آنحضرت صلعم کے پیچھے نماز بھی پڑھتے ہیں شاید یہ ایسے ہوں جو فوراً ایمان لے آئے ہوں اور باقی ابھی تردد میں ہوں۔ اور انہیں اہل نصیبین یا اہل موصل یا اہل نینوہ قرار دینا بھی صاف بتاتا ہے کہ وہ انسان ہی تھے۔ ورنہ جنوں کی کوئی خاص بستیاں نصیبین یا موصل میں نہیں ہیں۔ وہ تو غیر مرئی ہستیاں ہیں انہیں بستیاں بنا کر رہنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور غالباً یہ نصیبین کے یہودی تھے۔ جیسا کہ انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ سے ظاہر ہے علاوہ ازیں جن ان احکام کے مکلف بھی نہیں ہوسکتے۔ جو انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کئے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ وہ علیحدہ ہستیاں ہیں اور قرآن شریف میں جس قدر احکام ہیں وہ انسانوں کے لئے ہیں جنوں کیلئے ضروری نہیں اگر ان پر بھی اسی طرح قرآن شریف پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا جس طرح انسانوں کے لئے ضروری ہے تو کچھ نہ کچھ تفصیلی احکام ضرور ان کے متعلق ہوتے۔ رہا انسانوں کے جنوں کو دیکھنے کا سوال سو وہ اسی رنگ میں دیکھے جا سکتے ہیں جس طرح ملائکہ۔ اور وہ اسی قسم کی ہستیاں ہیں۔ کیونکہ وہ نار سے پیدا ہوئے ہیں تو ملائکہ نور سے۔ پس جہاں تک ان کے شکل و صورت کے اختیار کرنے مکلف باحکام ہونے کھانے پینے وغیرہ کا معاملہ ہے انہیں مشابہت ملائکہ سے ہے نہ انسانوں سے۔

۳۰۶۷ کتابا انزل من بعد موسیٰ۔ حالانکہ بنی اسرائیل میں موسیٰ کے بعد بہت سے نبی آچکے تھے لیکن چونکہ تفصیلی شریعت حضرت موسیٰ کے بعد کسی نبی پر نازل نہ ہوئی تھی۔ اور وہ مثیل کی پیشگوئی بھی جس کی طرف قرآن شریف نے بار بار توجہ دلائی تھی کتاب موسیٰ میں ہی تھی۔ اس لئے اسی کا ذکر کیا +

اعیاء - عیی

۳۰۶۸ یعی۔ اِعْیَاء۔ وہ عاجزی ہے جو بدن کو چلنے سے پہنچتی ہے۔ اور عِیٌّ وہ عاجزی ہے جو کسی امر کا متولی ہونے اور کلام سے پہنچتی ہے۔ افعیینا بالخلق الاول رقٓ - ۱۵) (رغ) اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کو پیدا کر کے تھکا نہیں بائیبل کے اس بیان کی غلطی کو ظاہر کیا ہے کہ اس نے چھ دن میں زمین و آسمان بنا کر ساتویں دن آرام کیا +

۳۴ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا

اور جس دن وہ جو کافر ہیں آگ پر پیش ہونگے کیا یہ سچ نہیں کہیں گے ہاں ہمارے رب کی قسم

۳۵ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ

کہیگا پس عذاب چکھو اس لئے کہ تم کفر کرتے تھے سو صبر کر جس طرح اولوا العزم رسول صبر

الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا

کرتے رہے اور ان کے لئے جلدی نہ کر جس دن وہ اسے دیکھیں گے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے گویا دن کی

إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ۝ الربع

ایک گھڑی ہی ٹھہرے تھے (یہ) پہنچا دینا ہے تو کیا سوائے نافرمان لوگوں کے کوئی اور بھی ہلاک کیا جائیگا ۳۰۶۹

عزم۔ اولوا العزم

۳۰۶۹ اولوا العزم۔ عزم دل کا کسی کام کے کر لینے پر مضبوط ہو جانا ہے۔ اور اولوا العزم سے مراد وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے امر پر عزم کر لیا اس میں جو اس نے انہیں حکم دیا اور تفسیر میں ہے کہ نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اولوا العزم رسول ہیں اور آنحضرت صلعم بھی ان میں سے ہیں۔ (ل) اور بعض نے اور نام بھی لئے ہیں مگر ابن زید کا قول جو ابن جریر میں منقول ہے صحیح ہے۔ کل الرسل کانوا اولی عزم سب رسول ہی اولوا العزم تھے۔

بلاغ

بلاغ کے معنی دو طرح پر کئے گئے ہیں۔ ذٰلک بلاغ لھم فی الدنیا الی اجلھم یعنی یہی ان کا ٹھہرنا دنیا میں ان کی اجل تک ان کا پہنچا دینا تھا۔ اور دوسرے یہ کہ یہ قرآن اُن کے لئے بلاغ ہے یعنی بات کو کمال کو پہنچا دیتا ہے۔ اگر وہ غور و فکر سے کام لیں (ج)

سورۃ محمد مدنیۃ وھی ثمان وثلثون آیۃ واربع رکوعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے باربار رحم کرنے والے کے نام سے

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ ۝

جو کفر کرتے ہیں اور اللہ کے رستے سے روکتے ہیں ان کے عمل برباد کردیگا ۳۰۷۰

نام — اس سورت کا نام محمد ہے اور دوسرا نام قتال بھی ہے۔ اور اس میں چار رکوع اور اڑتیس آیتیں ہیں۔ آنحضرت صلعم کا اسم مبارک محمد اس سورت کی دوسری آیت میں آتا ہے جہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو محمد صلعم پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس نام میں ہی یہ اشارہ ہے کہ آپ کے نام لیوا دنیا میں ذلیل وخوار نہیں رہ سکتے۔ (اور اسی مضمون کو صراحت سے اس سورت میں بیان کیا ہے) اس لئے کہ محمد کے معنی ہیں تعریف کیا گیا۔ گویا اس سورت کا یہ نام رکھ کر اور دوسری طرف دونوں فریق کا جو آپ پر ایمان لاتے تھے اور جو آپ کی مخالفت کرتے تھے ذکر کرکے یہ سمجھایا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی کس مپرسی کی حالت میں نہیں رہ سکتے بلکہ ضرور ہے کہ آپ کا جلال دنیا میں ظاہر ہو۔

خلاصہ مضمون — پہلے رکوع میں یہ بتایا ہے کہ آنحضرت صلعم پر ایمان لانے والے گو اس وقت گھروں سے نکالے جاچکے ہیں اور دشمن اپنی مخالفت میں کامیاب نظر آتا ہے۔ مگر یہ حالت نہ رہے گی۔ مسلمانوں کی تکلیفیں دور کی جائیں گی اور مخالفین کی مخالفت آخر ناکام ہوگی۔ اور یہیں یہ بھی بتایا ہے کہ یہ جنگوں کے ذریعے سے ہوگا جن کے لئے مخالف تیار ہوکر نکل چکے ہیں۔ لیکن مسلمان ان پر غالب آئیں گے اور ان میں سے قیدی بھی بنائیں گے جنہیں فدیہ لیکر یا احسان کے طور پر چھوڑ دینے کا حکم بیان دیا گیا ہے۔ دوسرے رکوع میں اسی مضمون کو جاری رکھتے ہوئے بتایا ہے کہ ان اہل مکہ سے جنہوں نے آنحضرت صلعم کو نکالا ہے زیادہ زبردست قوموں کو بھی ہم حق کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک کرچکے ہیں۔ اور ان کی تباہی کی گھڑی بھی قریب آرہی ہے۔ پچھلے دونوں رکوعوں میں منافقین کا ذکر ہے۔ جو جنگ سے ڈرتے تھے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کرتے تھے۔

تعلق — حٰمٓ کی ساری سورتیں عام طور پر حق اور باطل کے مقابلہ کا ذکر کرتی ہیں۔ اس لئے ان کے بعد ایسی سورت کو لایا گیا ہے جس میں یہ وضاحت سے بیان کردیا گیا کہ اس وحی پر ایمان لانے والے کس طرح کامیاب ہونگے۔ اور ان کے مخالفین جو اہل باطل ہیں کس ذریعہ سے ہلاک ہونگے۔ اور وہ وحی جو اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اس کے حامل کا جلال آخر دنیا میں کس طرح ظاہر ہوگا۔

زمانہ نزول — یہ سورت مدنی ہے اور جیسا کہ اس کے مضمون سے ظاہر ہے ابتدائی مدنی زمانہ کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ بقرہ کا کچھ حصہ اسکے نزول سے پیشتر نازل ہوچکا تھا۔ بالخصوص وہ حصہ جس میں جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن جنگ بدر سے پہلے کی یہ سورت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس میں کوئی ذکر اس جنگ کا نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے غلبہ کا ذکر محض بطور پیشگوئی ہی ہے۔

کافروں کے اعمال کی بربادی اور اسکی تکمیل پیشگوئی — ۳۰۷۰ یہاں انہی اعمال کے برباد کرنے کا ذکر ہے۔ جو ان کے کفر اور اللہ کے رستے سے روکنے کے اعمال ہیں کیونکہ یہ سورت دونوں فریق کے مقابلہ کو ظاہر کرتی ہیں ایک طرف کافر ہیں جو اس وقت مسلمانوں پر غالب آکر انہیں ان کے گھروں سے نکال چکے ہیں۔ اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف سے روکنے میں گویا کامیاب ہوچکے ہیں دوسری طرف مسلمان ہیں جو اس وقت نہایت کس مپرسی کی حالت میں گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں آبیٹھے ہیں تو اس حالت میں یہ سورت نازل ہوتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ کفار کا غلبہ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا باقی نہ رہے گا اور مسلمانوں کی بیکسی کی حالت بھی باقی نہ رہے گی۔ نہ ان کی تکالیف باقی رہیں گی۔ جیسا اگلی آیت میں صفائی سے فرمایا اور وہاں سیئات سے مراد وہی تکالیف جسمانی ہیں جو اس وقت

۲ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ

اور جو لوگ ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں جو محمدؐ پر اتارا گیا اور وہ ان کے رب کی طرف

۳ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا

سے حق ہے ان کی برائیوں کو ان سے دور کر دیگا اور ان کی حالت کو سنوار دیگا۔ یہ اس لئے کہ جو کافر ہیں وہ

اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ

باطل کی پیروی کرتے ہیں اور جو ایمان لائے وہ اپنے رب کی طرف سے حق کی پیروی کرتے ہیں اسی طرح اللہ لوگوں

۴ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ حَتّٰٓى

کے لئے ان کی حالتیں بیان کرتا ہے ۳۰۷۱ سو جب تمہاری ان سے مٹھ بھیڑ ہو جو کافر ہیں تو گردنیں مارنا ہے یہاں تک

اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ڎ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ

کہ جب تم ان پر غالب آ جاؤ تو قید میں مضبوط باندھ لو پھر بعد میں یا تو احسان کے طریق پر یا فدیہ لیکر (چھوڑ دو) یہاں تک کہ لڑائی اپنے

اَوْزَارَهَا ڃ ذٰلِكَ ڔ وَلَوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۭ

ہتھیار رکھ دے یہ (یاد رکھو) اور اگر اللہ چاہے تو انہیں (اور طرح) سزا دیدے لیکن (جنگ اسلئے ہوتی ہے) تاکہ تمہیں ایک دوسرے کے ذریعہ آزمائے

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝

اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے تو ان کے عمل برباد نہیں کرے گا ۳۰۷۲

ربع

مسلمانوں کے لاحق حال ہوری تھیں۔

۳۰۷۱ یعنی کفار کے ان اعمال کفر ومخالفت اسلام کی بربادی اور مومنوں کی حالت کو اچھا بنانا اس لئے ہے کہ کفار باطل کی پیروی کرتے ہیں۔ اور مسلمان حق کی۔ اور حق کی پیروی سے ضرور ہے کہ انسان کی حالت سنور جائے اور امثالھم سے مراد کفار اور مسلمانوں کی حالت یا انکی صفات ہیں

وثاق — ۳۰۷۲ وثاق۔ وثق۔ کے لئے دیکھو ۹۴۷ اور وَثاق اور وِثاق وہ ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو باندھا جائے ولا یوثق وثاقہ احد (الفجر ۸۹-۲۶) (غ)

وزر۔ اوزار — اوزار وِزر کی جمع ہے دیکھو ۱۸۱۱ اور اوزار الحرب سے مراد اس کے آلات از قسم سلاح ہیں (غ)

انتصر — انتصر۔ اِنْتَصَرَ دیکھو ۱۹۲۳ اور ظالم سے انتصار اس سے بدلہ لینا اور اس کو سزا دینا ہے۔ فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر

استنصر — (القمر ۵۴-۱۰) والذین اذا اصابہم البغی ھم ینتصرون (الشوریٰ ۴۲-۳۹) اور اِسْتَنْصَرَہٗ علی عَدُوِّہٖ کے معنی ہیں اس سے سوال

تناصر — کیا کہ اس کے دشمن کے خلاف اسے مدد دے اور تناصر ایک دوسرے کو مدد دینا ہے۔ (ل)

قیدی یا غلام بنانے کی ضرورت کی حد — بول بتایا کہ کفار کو کس صورت میں قید کیا جا سکتا ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ کسی آزاد انسان پر اگر غلامی کا نام اسلام کی سمت سے آ سکتا ہے تو انہیں لوگوں کی آ سکتا ہے

سَیَہۡدِیۡہِمۡ وَ یُصۡلِحُ بَالَہُمۡ ۚ﴿۵﴾ وَ یُدۡخِلُہُمُ الۡجَنَّۃَ عَرَّفَہَا لَہُمۡ ﴿۶﴾ یٰۤاَیُّہَا

انہیں منزل مقصود پر پہنچائیگا اور انکی حالت سنوار دیگا اور انہیں جنت میں داخل کریگا جس کی پہچان انہیں کرا دی ہے ۳۰۷۳ اے لوگو

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَ یُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ ﴿۷﴾

جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم مضبوط کر دے گا

جنہیں غلبہ پاکر قید کر لیا گیا ہو یہی مراد ما ملکت ایمانکم سے ہے اس کی پہلی شرط ہے جنگ کا ہونا۔ جس کا ذکر لقیتم میں ہے اور جنگ میں تو قتل ہی سے پھر جب دشمن مغلوب ہو جائے (اثخان کے لئے دیکھو ۱۲۵۴) تو جو پکڑے جائیں انہیں قید کر لینا ہے۔ اثخان کے معنی قتل کرنا نہ ہونا بالبداہت خود ظاہر ہے اس لئے کہ یہ معنی ان الفاظ کے ہو سکتے ہی نہیں۔ کہ جب انہیں قتل کر دو تو پھر قید کر لو۔ پس دشمن کا قید میں لینا صرف بعد جنگ

قیدیوں یا غلاموں کی آزادی کا حکم

اور غلبہ ہی جائز ہے۔ اور غلبہ کے بعد پھر قتل نہیں بلکہ قید کرنا ہے۔ پھر قید کرکے بھی ہمیشہ کے لئے انہیں غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ بلکہ ان کا آزاد کر دینا ضروری ہے۔ خواہ دشمن قوم سے فدیہ لے کر آزاد کیا جائے اور خواہ بغیر فدیہ لینے کے محض بطور احسان وہ ہمیشہ کے لئے قید یا غلامی میں نہیں رکھے جا سکتے اور یہ اسلام کا کھلا کھلا قانون ہے۔ اور اسی کے مطابق رسول اللہ صلعم کا عمل ہے۔ آپ نے جنگ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لیکر آزاد کیا اور بہت سی جنگوں میں بطور احسان آزاد کیا۔ ایک حنین کی جنگ میں چھ ہزار قیدی بغیر ایک حبہ فدیہ لینے کے آزاد کئے۔ بنی مصطلق کی جنگ میں بغیر فدیہ کے قیدی آزاد کئے اور بنو نضیر کی مثال اس کے خلاف نہیں۔ اس لئے کہ وہ جنگ میں مغلوب ہو کر قید نہ ہوئے تھے بلکہ اس شرط پر صلح کی تھی کہ جو فیصلہ سعد دیں اسے ہر دو فریق مانیں گے۔ اور سعد نے ان کا فیصلہ توریت کے حکم کے مطابق کرکے انہیں ان کی غداری

قیدی کا قتل جائز نہیں

کی وجہ سے مروا دینے کا فیصلہ دیا۔ اور اگر کبھی کسی ایک آدھ آدمی کو آپ نے مارنے کا حکم دیا تو وہ اس کے کسی اور جرم کی بنا پر تھا نہ جنگ کرنے کی وجہ سے پس یہی صحیح اسلامی قانون ہے۔ جیسا کہ روح المعانی میں بھی ہے۔ وظاہر الآیۃ علی ما ذکرہ السیوطی فی احکام القرآن العظیم امتناع القتل بعد الاسر اور لکھا ہے کہ حجاج نے ابن عمر کے پاس ایک قیدی قتل کرنے کو بھیجا تو آپ نے فرمایا یہ حکم ہمیں نہیں اور یہی آیت پڑھی اور جن لوگوں نے قیدیوں کے قتل کو جائز کیا ہے تو وہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔ نص صریح اس کے خلاف ہے۔

کفار پر عذاب بصورت جنگ آنے میں حکمت

اور یہ جو فرمایا حتی تضع الحرب اوزارھا تو مطلب یہ ہے کہ یہ قید میں لینا بھی اس وقت تک ہے جب تک جنگ کا سلسلہ جاری ہے اور جب جنگ نہ ہو تو کسی کو قید میں لینا یا عارضی طور پر غلام بنانا بھی جائز نہیں۔ اور بعض نے جنگ کے رکنے کو نزول عیسیٰ سے خاص کیا ہے۔ اور جنگ کے ذریعہ سے سزائے دشمن اس مصلحت پر مبنی تھی جیسا کہ یہاں صفائی سے فرمایا تاکہ ایک دوسرے کے ذریعہ سے لوگوں کی جودت اور رداءت ظاہر ہو جائے کوئی اور بلائے آسمانی وارد ہوتی تو مسلمانوں کو کمالات کے حصول کا موقعہ نہ ملتا۔ اور اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ آپ کے صحابہ کو بھی حصول کمالات کا موقع دے اس لئے جنگ ضروری ٹھیری اور یا افاسہ قیدیوں کے بطور احسان یا فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی طرف ہے کہ وہ تھے تو مستحق سزا کیونکہ مسلمانوں کو بڑے بڑے دکھ دئیے تھے۔ اور اللہ چاہتا تو یہی حکم دیتا کہ ایسے لوگوں کو قتل کر دیا جائے مگر یہ احسان ان پر کیا تاکہ اس احسان عظیم سے مسلمان اپنے کمالات کو حاصل کریں۔ اور جنگ میں تو مسلمان بھی قتل ہوتے تھے اس لئے فرمایا کہ جو اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ اگر وہ قتل بھی ہو جائیں تو ان کے اعمال برباد نہیں ہونگے اور دین حق کو پھیلانے کی جو کوشش انہوں نے کی وہ ناکام نہیں ہوگی +

عَرَّفَ

۳۰۷۳ عرف۔ عَرَّفَہٗ کے معنی ہیں ایک چیز کی معرفت یا اس کا علم دے دیا عرف بعضہ واعرض عن بعض (التحریم ۶۶-۳) اور عَرَّفَ کے معنی یہ بھی ہیں جَعَلَ لَہٗ عَرۡفًا اے ریحًا طیّبًا یعنی اس کے لئے عرف یا خوشگوار ہوا پیدا کر دی اور یہاں عَرَّفَہَا کے معنی ہیں طَیَّبَہَا و زَیَّنَہَا یعنی اسے طیب اور خوبصورت بنایا۔ اور یا یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے اس کا وصف بیان کیا۔ اور اس کی طرف انہیں شوق دلایا اور انہیں اسکا رستہ

جنت کا اسی دنیا میں دینا

دکھایا (رغ)، اور یہ معنی مفسرین نے بھی قبول کئے ہیں (ر س م) اور پہلے معنی لیکر مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس جنت کی کچھ معرفت مومنوں کو یہاں

۹ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ

اور جو کافر ہیں تو اُنکے لئے ہلاکت ہے اور اُن کے عمل برباد کردیگا ۳۰۷۴ یہ اس لئے کہ انہوں نے اُسے ناپسند کیا جو اللہ نے اُتارا

۱۰ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

سو وہ اُن کے عمل بیکار کرے گا۔ توکیا وہ زمین میں پھرے نہیں پس وہ دیکھ لیتے کہ ان کا انجام کیسا ہوا

۱۱ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ

جو ان سے پہلے تھے اللہ نے ان پر تباہی بھیجی اور کافروں کے لئے ایسی ہی (سزائیں) ہیں ۳۰۷۵ یہ اس لئے کہ

ع ۲/۸

۱۲ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ ۝ إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ

اللہ اُن کا کارساز ہے جو ایمان لائے اور کافروں کے لئے کوئی کارساز نہیں اللہ ان لوگوں کو جو

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو کافر ہیں وہ

۱۳ يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ وَكَأَيِّن مِّن

چند روزہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور کھاتے ہیں جس طرح چارپائے کھاتے ہیں اور آگ ان کا ٹھکانا ہے ۳۰۷۶ اور کتنی بستیاں تھیں

قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ

جو تیری اس بستی سے جس نے تجھے نکالا ہے طاقت میں بڑھ کر تھیں ہم نے انہیں ہلاک کردیا پس ان کا کوئی مددگار نہ ہوا ۳۰۷۷

بھی کرادی ہے ایک تو ان کی کامیابیوں کے وعدوں کو پورا کرکے اور دوسرا اس دنیا کی جنت روحانی عطا فرما کر

تعس

۳۰۷۴ تعس۔ تعس۔ ٹھوکر کھانا ہے جس سے پھر انسان اٹھ نہ سکے (اور نگونسار ہو جانا رغ) اور اس سے مراد ہلاکت بھی ہے۔ (ل)

مخالفین پر متعدد سزائیں

۳۰۷۵ امثالها مراد ہے امثال عاقبتهم یعنی ان کی عاقبت کی مثالیں جس سے معلوم ہوا کہ متعدد عذاب یا سزائیں ان پر آئیں گی۔

۳۰۷۶ اس لئے کہ انہوں نے غرض زندگی چارپایوں کی طرح صرف کھانے پینے کو ٹھیرا رکھا ہے۔ اور چونکہ اپنے قویٰ کو ان کاموں میں نہیں لگاتے جن۔۔۔ سے راحت پیدا ہوتی ہے اس لئے ان کا ٹھکانا آگ ہے +

آنحضرت کا مکہ سے نکالا جانا

۳۰۷۷ اس آیت میں کفار کے نبی کریم صلعم کو مکہ سے نکالنے کا ذکر ہے گو وہ تو آپ کو قتل ہی کرنا چاہتے تھے لیکن نکالنے کی نسبت اُن کی طرف اس لئے کی ہے کہ اُن کے اس فعل کی وجہ سے ہی آپ کو نکلنا پڑا حضرت ابن عباس سے ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلعم گھر سے نکل کر غار کی طرف چلے تو پھر کر فرمایا انت احب بلاد الله تعالیٰ الی الله وانت احب بلاد الله تعالیٰ الیّ ولولا ان اهلک اخرجونی منک لم اخرج منک (س) یعنی اے مکہ تو اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں سے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور تو مجھے بھی تمام شہروں سے بڑھ کر محبوب ہے اور اگر تیرے لوگوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں تجھ سے نہ نکلتا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی مگر چونکہ یہ ساری سورت بعد ہجرت کی ہے جب جنگ کی تیاری

۱۴
۱۵
أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوٓءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوٓا أَهْوَآءَهُم ○ مَّثَلُ الْجَنَّةِ

تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی دلیل پر قائم ہو اسکی طرح ہو سکتا ہے جسے اسکا برا عمل اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اس جنت

الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَآ أَنْهَٰرٌ مِّن مَّآءٍ غَيْرِ ءَاسِنٍ وَأَنْهَٰرٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَٰرٌ

کی (ایک) مثال ہو جسکا وعدہ متقیوں کو دیا جاتا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بگڑتا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلتا اور شراب کی

مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّٰرِبِينَ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَٰتِ وَمَغْفِرَةٌ

نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذت ہے، اور صاف کئے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لئے اس میں سب قسم کے پھل اور انکے رب کی

مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَٰلِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَآءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ ○

طرف سے مغفرت ہے، (کیا یہ) اس کی مثل ہیں جو آگ میں رہنے والے ہیں اور انہیں ابلتا ہوا پانی پلایا جائیگا تو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا ۲۷۸۱

کفار کی طرف سے ہو چکی ہے اور مسلمانوں کو بھی دفاع کے لئے جنگ کرنے کی اجازت مل چکی ہے اس لئے یہ قرین قیاس نہیں کہ اکیلی آیت پہلے کی نازل شدہ ہو اور یہاں بھی صاف پیشگوئی ہے کہ ان کفار کو ہم ہلاک کر دیں گے۔ اور کوئی ان کا مدگار نہ ہوگا ✦

غیر

۲۷۸۱ غیر۔ غَیْر کا استعمال کئی طرح پر ہے اول صرف نفی کے لئے اتبع ھوٰہ بغیر ھدی من اللہ (القصص ۲۸-۵۰) فی الخصام غیر مبین (الزخرف ۴۳-۱۸) دوم استثنا کے لئے ما علمت لکم من الٰہ غیری (القصص ۲۸-۳۸) ھل من خالق غیر اللہ (فاطر ۳۵-۳) سوم نفی صورت کے لئے بغیر اس کے مادہ کے جیسے پانی جب گرم ہو تو اس کا غیر ہوتا ہے جب وہ ٹھنڈا ہو کلما نضجت جلودھم بدلنٰھم جلودا غیرھا (النسآء ۴-۵۶) چہارم یہ کہ وہ کسی ذات کو شامل رکھنے والا ہو جیسے تقولون علی اللہ غیر الحق (الانعام ۶-۹۴) جہاں غیر الحق سے مراد باطل ہے، اغیر اللہ ابغی ربا (الانعام ۶-۱۲۵) واستکبر ھو وجنودہ فی الارض بغیر الحق (القصص ۲۸-۳۹)

تغییر

ویستبدل قوما غیرکم (التوبۃ ۹-۳۹) ائت بقراٰن غیر ھٰذا (یونس ۱۰-۱۵) اور تَغْیِیْر دو طرح پر ہے ایک صورت کا تبدیل کرنا بغیر اس کی ذات کے جیسے کہیں گے غَیَّرْتُ داری یعنی اس کی عمارت کو بدل دیا اور دوسرے ایک چیز کی جگہ دوسری چیز لے آنا ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بانفسھم (الرعد ۱۳-۱۱) (غ)

اٰسن

اٰسن۔ اَسَنَ الماءُ کے معنی ہیں پانی کی بو بگڑ کر بری ہو گئی اور ایسا پانی اٰسِن ہے (غ)

لبن۔ عسل۔ معی

لبن۔ لَبَن۔ دودھ عَسَل شہد۔ امعاء مِعًی کی جمع ہے انتڑیاں۔

جنت میں چار قسم کی نہریں

یہاں چند چیزوں کا ذکر ہے اور ایک طرف اگر مثل الجنۃ کہکر بتا دیا ہے کہ یہ اس دنیا کی چیزیں نہیں تو دوسری طرف خود ان چیزوں کے اوصاف بھی ایسے بیان کر دیئے ہیں۔ وہ ایسا پانی ہے کہ اس کی بو بگڑتی نہیں۔ ایسا دودھ ہے کہ اس کا مزہ تبدیل نہیں ہوتا۔ ایسی شراب ہے جو لذت ہی لذت ہے یعنی نہ اس کے مزہ میں نقص یا بگاڑ ہے نہ اس کا نتیجہ سکر ہے . . . . ایسا شہد ہے جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں۔ پھر فرمایا کہ سب قسم کے پھل بھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کو ان سب کے ساتھ اکٹھا کر کے بتا دیا کہ ان نعمتوں کا رنگ کیا ہے خمر کے لفظ سے یہ خیال کر لینا کہ اسی دنیا کی شراب وہاں ہوگی صحیح نہیں۔ یہ خمر وہی ہے جس کو دوسری جگہ شرابا طھورا (الدھر ۷۶-۲۱) کہا ہے گویا انسان کو پاک کر دینے والی۔ اور یہاں خمر یا ڈھانک لینے والی چیز اس کو اس لئے کہا ہے کہ وہ کمزوریوں کو ڈھانک کر انسان کو اعلیٰ مراتب پر پہنچانے والی ہے۔ اور یہاں چار قسم کی نہروں کا ذکر کیا ہے جو ہر ایک مومن کے لئے ہونگی۔ ایک پانی کی جس سے زندگی ہے دوسری دودھ کی جس سے

۱۶ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں انہیں جنہیں علم دیا گیا

الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا

ہے کہتے ہیں اس نے ابھی کیا کہا تھا یہی وہ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور وہ اپنی خواہشوں

۱۷ اَهْوَآءَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ ۱۸

کی پیروی کرتے ہیں عـــــ۳۰۷۹ اور جو ہدایت اختیار کرتے ہیں وہ انہیں ہدایت میں بڑھاتا ہے اور انہیں ان کا تقویٰ دیا عـــــ۳۰۸۰ تو یہ اور کچھ انتظار نہیں کرتے

اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۝

مگر (موعود) گھڑی کا کہ ان پر اچانک آ جائے سو اس کی نشانیاں تو آ چکیں پھر ان کے لئے جب وہ آ جائیگی انکی نصیحت کہاں مفید ہوگی عـــــ۳۰۸۱

۱۹ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ

سو جان لے کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور اپنے قصور کے لئے حفاظت مانگ اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے۔

قوت ملتی ہے۔ تیسری شراب کی جس سے لذت اور سرور ملتا ہے۔ چوتھی شہد کی جس سے شفا ملتی ہے اور یہی چار چیزیں انسان کی راحت کے نقشہ کو مکمل کرتی ہیں۔ اور بہشت میں مغفرت سے مراد گناہوں کی بخشش نہیں۔ کیونکہ گناہوں کی بخشش کے بعد تو انسان بہشت میں داخل ہوگا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس کا خاص تعلق ہے۔ جو اہل جنت کو میسر ہوگا۔

بہشت میں مغفرت

عـــــ۳۰۷۹ اٰنفا۔ اَنْف ناک کو کہتے ہیں اور کسی چیز کی اَنْف اس کی ابتدا کو بھی کہتے ہیں۔ اسی سے اٰنِف بمعنی مُبْتَدَأ ہے (غ) یعنی شروع کرنے وقت۔

انف۔ اٰنفا

عـــــ۳۰۸۰ تقوٰہم ان کا تقویٰ انہیں دیا یعنی انہیں متقی بنایا اور یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ انہیں ان کے تقویٰ کی راہیں بتا دیں اور بعض نے تقویٰ سے مراد جزائے تقویٰ لی ہے۔

عـــــ۳۰۸۱ اشراط۔ شَرْط ہر حکم معلوم ہے جو کسی ایسے امر کے متعلق ہو جو اس کے واقع ہونے پر واقع ہو اور یہ امر اس کے لئے بطور علامت ہو اور اسی سے شَرَط علامت کو کہا جاتا ہے اور اشراط الساعۃ ساعت کی علامات ہیں۔ (غ)

شرط

الساعۃ کی اشراط سے مراد عموماً علامات قیامت لی گئی ہیں جن کے لئے دیکھو عـــــ۱۰۲۰ مگر یہاں لفظ ہیں فقد جاء اشراطھا اس کی علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ اور یہ کہنا کہ چونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے انا والساعۃ کھاتین اس لئے آپ کا ظہور ہی علامات قیامت کا ظاہر ہو جانا ہے صحیح نہیں اس لئے کہ وہ تو محض ابتدا ہے۔ اور جو علامات قیامت حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ ان میں آنحضرت صلعم کا ظہور نہیں پس اس ساعت سے مراد ساعت وسطی یا ان مخالفین کی تباہی ہے اور درحقیقت اسی کا ذکر اس سورت میں ہے اور اس کی علامات ظاہر ہو چکی تھیں۔ کیونکہ اس کی سب سے بڑی علامت یہی تھی کہ آنحضرت صلعم مکہ سے نکل جائیں وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (الانفال ۸-۳۳) اور انّٰی لھم اذا جاءتھم ذکرٰھم کی ترکیب اس طرح ہے کہ اذا جاءتھم جملہ معترضہ کے طور پر ہے۔ یعنی جب وہ ساعت آ جائیگی انّٰی لھم ذکرٰھم یعنی پھر انہیں نصیحت کیا فائدہ دے گی جیسے فرمایا یومئذٍ یتذکر الانسان وانّٰی لہ الذکریٰ (الفجر ۸۹-۲۳)

اشراط الساعۃ

ع ۳

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ ۲۰

اور اللہ تعالیٰ تمہارے آنے جانے اور تمہارے ٹھیرنے کو جانتا ہے ۳۰۸۲ اور جو ایمان لائے وہ کہتے تھے کوئی سورت نازل کیوں نہیں کی

فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ

پس جب ایک واضح معنی والی سورت نازل کی گئی اور اس میں جنگ کا ذکر کیا گیا تو تو انہیں دیکھتا ہے جنکے دلوں میں بیماری ہے کہ وہ تیری طرف

اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ ۲۱

دیکھتے ہیں اس شخص کا دیکھنا جس پر موت (کے خوف) سے بیہوشی طاری ہو سو ان کے لئے ہلاکت ہے ۳۰۸۳ فرمانبرداری اور پسندیدہ بات کا

مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝

کہنا (مناسب تھا) پھر جب معاملہ پختہ ہو گیا تو اگر یہ اللہ کے لئے (عہدکو) سچ کر دکھاتے تو انکے لئے بہتر ہوتا ۳۰۸۴

ہر مسلم اپنے اور دوسروں کے لئے استغفار کرے

۳۰۸۲ اس سورت میں شروع سے ذکر دو گروہوں یعنی مومنوں اور کافروں کا چلتا ہے اور سوائے اس کے کہ قرائن قویہ ہوں خطاب قرآن شریف میں عام ہی ہوتا ہے۔ اور یہاں بھی یہی صورت ہے یعنی خطاب ہر مسلم کو ہے۔ کہ اپنے قصور کی بھی حفاظت چاہے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے بھی۔ اور یہ خطاب خصوصیت سے رسول اللہ صلعم کو نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کے لئے استغفار کیا کروں تو آپ نے فرمایا ہاں اور یہ آیت پڑھی (ج) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے کہ ہر شخص کو دوسرے کے لئے استغفار کرنا چاہئے۔ اور اگر آپ کے لئے بھی مانا جائے تو ذنبک سے وہ ذنب مراد ہیں جو ابھی سرزد نہیں ہوئے۔ کیونکہ انبیاء سے کسی ذنب کا سرزد ہونا قرآن کی نص صریح کے خلاف ہے لا يسبقونه بالقول وهم بامره يعملون (الانبیاء ۲-۲۷) دیکھو ۱۵۶۲ ہاں وہ بھی انسان کا ذنب کہلا سکتا ہے جو امکانی طور پر انسان سے سرزد ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لئے حفاظت چاہنا یہ ہے کہ وہ سرزد نہ ہو۔ اور یہی استغفار انبیاء ہے دیکھو ۲۵۸

نساء کا استغفار

متقلب ۔ مثوی

متقلبکم و مثوٰکم یعنی تمہارا بیداری میں اپنے امور میں متصرف ہونا اور نیند میں اپنے خوابگاہوں میں آرام کرنا (ج) اور یا متقلب دنیا کے متعلق ہے۔ اور مثوی آخرت کے (م)

مغشی ۔ منفتی

۳۰۸۳ مغشی غشی کے معنی ہیں ڈھانکا اور غُشِيَ عَلَى فُلَانٍ اسے اس چیز نے آلیا جس نے اس کے فہم پر پردہ ڈال دیا کالذی يغشى عليه من الموت (الاحزاب ۳-۱۹) اسی سے مَغْشِيّ ہے (غ)

اَوْلٰی

اولی ۔ اَوْلٰی کلمہ تہدید و تخویف ہے جس سے اس شخص کو ڈرایا جاتا ہے جو ہلاکت پر پہنچ گیا ہو اس سے اسے بچنے کی ترغیب دی جاتی ہے یا اس سے اسے خطاب کیا جاتا ہے جو ذلیل ہو کر ہلاکت سے بچ گیا ہو پس دوبارہ ایسی مثل سے روکا جاتا ہے اور اکثر استعمال اس کا مکرر ہو اولی لک فاولی (القیامۃ ۳۵) (غ)

مومنوں اور منافقوں کی حالت نزول احکام جنگ پر

اس میں مومنوں اور منافقوں کا مقابلہ ہے یعنی مومن تو اس حالت کو دیکھ کر کہ کافر کس طرح تلوار سے کر اسلام کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں یہ خواہش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دفاع کی اجازت دے لیکن جب یہ حکم نازل ہوتا ہے تو منافق جن کے دلوں میں بیماری ہے اسے اپنے لئے ایک موت کی طرح سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر جنگ ہوئی تو مسلمانوں کے ساتھ ہم بھی مارے جائیں گے اور سورت محکمہ سے مراد واضح المعنی ہے کیونکہ جنگ کا پیش آنا تو پیشگوئیوں سے بھی معلوم ہوتا تھا مگر مسلمانوں کو وضاحت سے یہ حکم ابھی نہ دیا گیا تھا۔

۳۰۸۴ یعنی چاہئے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے طاعت اور قول معروف اختیار کرتے اور امر کے پختہ ہونے سے مراد جنگ کا واقع ہو

۲۲ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ○ ۲۳ اُولٰٓئِكَ

پس اگر تم پھر جاؤ تو قریب ہے کہ زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رحموں کو قطع کرو ۳۰۸۵ یہی وہ ہیں

۲۴ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ○ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ

جن پر اللہ نے لعنت کی سو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ۳۰۸۶ تو کیا قرآن پر غور نہیں کرتے

۲۵ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا

یا دلوں پر ان کے تالے لگے ہوئے ہیں ۳۰۸۷ وہ لوگ جو اپنی پیٹھوں پر پھر گئے اس کے بعد

۲۶ تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ

کہ ان کے لئے ہدایت واضح ہو گئی شیطان نے (اسے) ان کے لئے اچھا کر دکھایا اور انہیں جھوٹے وعدے دیئے ۳۰۸۸ یہ اسلئے ہوا کہ وہ انہیں کہتے ہیں جو

كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِىْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ○

اسے ناپسند کرتے ہیں جو اللہ نے اتارا کہ ہم بعض باتوں میں تمہاری فرمانبرداری کریں گے اور اللہ ان کے چھپانے کو جانتا ہے ۳۰۸۹

ہے یعنی نزول حکم پر منہ سے اطاعت اختیار کرتے اور موقعہ پر اپنے عہد کو سچا کر دکھاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔

۳۰۸۵ تولیتم کے معنی یہاں دونوں طرح پر کئے گئے ہیں اگر تم اس حکم سے پھر جاؤ یا اگر تم حاکم بن جاؤ (جر) پہلی صورت میں ان کا کہنا کے ساتھ ملنا فساد فی الارض اور قطع رحمی تھی اس لئے کہ منافقین کے رشتہ دار جو مسلمان تھے تو انکو مروانا قطع رحمی تھی اور زمین میں فساد اس طرح پر کہ کافر مدد کر رہے تھے اور مسلمانوں کو مخالف ظالم تکلیفیں پہنچا رہے تھے

۳۰۸۶ اصم صمم شنوائی کے حاسہ کا جاتے رہنا ہے اور اس شخص کے متعلق بھی کہا جاتا ہے جو حق کی طرف مائل نہیں ہوتا اور اسے قبول نہیں کرتا فعموا وصموا (مائدہ ۷۱) اور انکی سب میں تنا دیا کہ وہ اندھا کر دیا انکے عدم تدبر کی وجہ سے ہے۔

۳۰۸۷ اقفال ۔ قفل کی جمع ہے تالا ۔ اور یہ ہر اس چیز کے لئے مثال دیا جاتا ہے جو کسی فعل کے کرنے میں انسان کے لئے مانع ہو (غ)

۳۰۸۸ املی لھم ۔ املی کے لئے دیکھو ۵۰۲ اور یہاں مراد آرزوؤں کا لمبا کرنا یا اپنے جھوٹے وعدوں کو جو کہ آگے رکھتے جو لمبی زندگی کا وعدہ دینا مراد ہے اور بعض نے ضمیر یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف مانی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کو مہلت دیتا ہے اور ان پر فوراً عذاب نہیں لاتا۔

۳۰۸۹ الذین کرھوا ما نزل اللہ ۔ کفار ہیں ۔ ما یود الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم (البقرۃ ۱۰۵) منافق انہیں کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری اطاعت کریں گے یعنی رسول اللہ صلعم کے خلاف تمہیں مدد دیں گے ۔ یا اشارہ اس کی طرف ہے جیسا دوسری جگہ فرمایا الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانھم الذین کفروا من اھل الکتاب لئن اخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدا ابدا (الحشر ۱۱)

صمم ۔ اصم

ثقل

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ ۲۷ ۲۸

تو کیا حالت ہوگی جب فرشتے انہیں وفات دیں گے ان کے مونہوں اور انکی پیٹھوں کو مارتے ہونگے یہ اس لئے کہ وہ اس بات

اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ ۲۹

ع ۱۰ ۸

کی پیروی کرتے ہیں جو اللہ کو غضب میں لاتی ہے اور اسکی رضا کو ناپسند کرتے ہیں سو اس نے ان کے عمل بے کار کردیئے بلکہ وہ جن کے دلوں میں

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ ۳۰

بیماری ہے خیال کرتے ہیں کہ اللہ انکے کینوں کو باہر نہیں نکالے گا ۳۰۹۰ اور اگر ہم چاہیں تو ہم تجھے وہ لوگ دکھادیں تو تو انہیں

بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ ۳۱

ان کی نشانیوں سے پہچان لے اور یقیناً تو انہیں (انکے) طرز کلام سے ہی پہچان لیگا ۔ اور اللہ تمہارے عملوں کو جانتا ہے ۳۰۹۱ اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک

الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا ۳۲

کہ ہم تم میں سے جہاد کرنیوالوں اور صبر کرنیوالوں کو الگ کردیں اور تمہارے حالات کو ظاہر کردیں ۳۰۹۲ جو کافر ہیں اور اللہ کے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ؕ

رستے سے روکتے ہیں اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں اس کے بعد کہ انکے لئے ہدایت واضح ہوگئی وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے

ضِغن

۳۰۹۰ اضغان ۔ ضِغْن کی جمع ہے جس کے معنی سخت کینہ ہیں ۔ اور کینوں کو باہر نکالنے سے مراد یہ ہے کہ انہیں ظاہر کردے کیونکہ منافق اپنے کینہ کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے اور یوں پتہ لگ جائے کہ کون منافق ہے اور یا مراد یہ ہے کہ کینہ کو دور کردے اور دونوں طرح پر ہی ہوا۔

لحن

۳۰۹۱ لحن ۔ کلام کا اس طریق سے پھیرنا ہے جس پر وہ جاری ہے یا اعراب کے دور کرنے سے یا تشدید کر اور یہ مذموم ہے اور اسکا اکثر استعمال ہے اور یا تصریح سے دور کرکے اور تعریض کی طرف اس کے معنی کو پھیر کر (غ) اور خوش آوازی پر بھی بولا جاتا ہے ۔ اس لئے اَلحَنْ اسے کہتے ہیں جو بہت خوش آواز ہو ۔ اور ابن اثیر کہتے ہیں لحن استقامت کی جہت سے مائل ہونا ہے اور حدیث میں اَلْحَنُ بِحُجَّتِہٖ اسی معنی میں ہے

کفرونفاق کا نشان جسم پر نہیں ہو سکتا

مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو منافقوں کے ماتھے پر کوئی ایسا کلنک کا ٹیکا لگا دیتا کہ ہر شخص انہیں ان کی ظاہر علامات سے ہی پہچان لیتا ۔ لیکن ایسا اس نے نہیں چاہا ۔ ہاں جس طرز سے وہ کلام کرتے ہیں اس سے بھی پہچاننے والا انہیں پہچان سکتا ہے اور رسول اللہ صلعم تو پہچانتے ہی تھے ۔ لیکن ان کا کھلے طور پر ظاہر کردینا ایک وقت تک مقدر نہ تھا اس کی وجہ اگلی آیت میں دی ہے ۔ ہاں آخرکار ان کے نام بھی آنحضرت صلعم کو بتا دیئے گئے ۔ ایسی روایتیں قابل قبول نہیں کہ بعض منافق رات کو سوئے تو صبح کو ان کے ماتھے پر لکھا ہوا تھا ھٰذا منافق ۔ اللہ تعالیٰ کا ماتھے پر لکھنا یہی ہوتا ہے کہ اس کے افعال سے ظاہر کردے ۔ اسی طرح دجال کے متعلق جو آتا ہے کہ اس کے ماتھے پر کفر کا لفظ لکھا ہوا ہوگا ۔ تو اس سے بھی مراد سیاہی سے لکھا ہوا ہونا نہیں ۔ بلکہ افعال کی شہادت مراد ہے ۔

۳۰۹۲ منافقوں اور مسلمانوں کا امتیاز اس لئے ابتدا میں نہیں کیا گیا کہ تا جہاد کرنے والوں اور صابروں کی کمال کوشش اور صبر کے نمونے ظاہر ہوں ۔ اخبارکم سے مراد ان کی خبریں یا حالات ہیں یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ مومنوں کے صبر اور کوشش کے نتائج دنیا میں ظاہر ہوں ۔

۳۳ وَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اور وہ ان کے عملوں کو بے کار کر دیگا۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو

۳۴ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ

اور اپنے عملوں کو ضایع نہ کرو جو کافر ہیں اور اللہ کے رستے سے روکتے ہیں پھر

۳۵ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ

وہ مرجاتے ہیں حالانکہ وہ کافر ہیں تو اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا سو تم سست نہ ہو اور صلح کی طرف (دشمن کو) بلاؤ

۳۶ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

اور تم ہی غالب ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے لئے تمہارے عملوں کو کم نہ کریگا ۳۰۹۳ دنیا کی زندگی صرف کھیل

لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔـلْكُمْ

اور بے حقیقت چیز ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا اور تمہارے مال تم سے نہیں

۳۷ اَمْوَالَكُمْ ۝ اِنْ يَّسْـَٔـلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝

مانگے گا اگر وہ ان (اموال) کو تم سے مانگے اور تم سے الحاح کرے تو تم بخل کرو اور وہ تمہارے کینوں کو باہر نکال دے ۳۰۹۴

اور منافقوں کا نفاق ظاہر ہو جاتے۔

وتر

۳۰۹۳ یتر۔ وَتْر۔ اعداد میں شفع کے خلاف ہے یعنی طاق اور وَتَرْتُہ کے معنی ہیں میں نے اسے کوئی امر کردہ پہنچایا (رغ) اور وَتَرَہٗ حقّہٗ و مالہ کے معنی ہیں اس کا حق اور اس کا مال اسے گھٹا کر دیا۔ اور کمی یا نقصان کے معنی اس کے اس لئے آتے ہیں کہ وہ پہلے گویا کثیر تھا پھر اکیلا رہ گیا (ل)

ہمت ہار کر دشمن کو صلح کی طرف بلانا

مطلب یہ ہے کہ جب جنگ شروع ہو چکا ہے تو دب کر اور مغلوب فریق کی حیثیت اختیار کر کے صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ اس لئے کہ اس صورت میں مسلمانوں کو دبا کر بالکل نابود کر دیا جاتا۔ ایسی صلح سے روکا ہے جس کے ساتھ وہن ہو یعنی کوئی شخص دشمن کے مقابلہ پر زور نہیں لگانا چاہتا اور اس سے ڈر کر ہمت ہار بیٹھا ہے۔ اس کا صلح کے لئے دشمن کو بلانا اپنی بربادی ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ غلبہ تمہارے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ اور تم جو کچھ کوشش اللہ کی راہ میں کروگے اللہ اسکے اجر کو کم نہیں کرے گا۔

اموال کا فی سبیل اللہ خرچ کرنا انسان کی اپنی بھلائی کے لئے ہے

۳۰۹۴ پہلی آیت میں ہے کہ اگر تم ایمان لاؤ تو وہ تمہیں اجر دے گا اور تمہارے مال تم سے نہیں مانگے گا۔ اور دوسری میں ہے کہ اگر وہ تم سے مانگے تو تم بخل کرو۔ پس پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں کچھ ایمان ہو تو تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے مال نہیں مانگتا بلکہ وہ تمہیں کچھ اجر دینا چاہتا ہے۔ لیکن اجر بغیر انسان کی محنت اور قربانی اور عمل کے نہیں ملتا۔ اس لئے تمہیں مال خرچ کرنا پڑے گا تب ہی اجر ملیگا۔ منافقوں میں سب سے بڑا نقص یہی تھا کہ وہ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو بڑی بھاری مصیبت سمجھتے تھے تو انہیں بتایا ہے کہ جس ایمان کا تمہیں دعویٰ ہے کاش تم میں واقعی وہ ایمان ہو تو تمہیں کبھی یہ مصیبت معلوم نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ اپنے لئے نہیں مانگتا

هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۳۸

دیکھو تم وہ لوگ ہو جو بلائے جاتے ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو پس تم میں سے وہ ہے جو بخل کرتا ہے۔

وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِۦ ۚ وَٱللَّهُ ٱلْغَنِىُّ وَأَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ ۚ

اور جو کوئی بخل کرتا ہے تو وہ صرف اپنی جان سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو

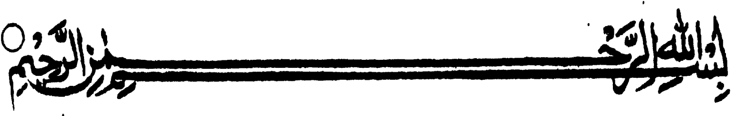
وَإِن تَتَوَلَّوْا۟ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوٓا۟ أَمْثَٰلَكُم ۝

اور اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوائے کسی اور قوم کو بدل کرلے آئے پھر وہ تم جیسے نہ ہوں ۳۰۹۵

بلکہ نہیں اجر دینے کے لئے اور تمہارے مراتب بلند کرنے کے لئے تمہیں خرچ کرنے کو کہتا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر فرمایا تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ اور دوسری آیت میں ان کی اصل حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ کہ تم پر بڑا بڑا زور بھی دیا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم بخل کرتے ہو۔ اور فی الحقیقت تمہیں اسلام سے بغض ہے۔ اور یہ بغض آخر ظاہر ہو کر رہیگا۔ خواہ تم اسے کتنا بھی چھپانا چاہو +

۳۰۹۵ پچھلی دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں مومنوں کا ذکر تھا اور دوسری میں منافقوں کا تو اب دونوں کا اکٹھا ذکر کرکے یا کل امت کو خطاب کرکے فرمایا ہے کہ تم کو جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے وہ تمہاری اپنی بھلائی کے لئے ہے۔ لیکن بعض لوگ تم میں سے بخل کرتے ہیں۔ اور جو بخل کرتا ہے اس کا نقصان بھی خود اسی کی اپنی ذات کو ہی پہنچتا ہے۔ اور اگر تم سب کے سب احکام الٰہی سے پھر جاؤ تو پھر اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ اور لوگوں کو کھڑا کر دے گا۔ روح المعانی میں ایک روایت نقل کی ہے۔ کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جنکے لانے کا یہاں ذکر ہے۔ تو آپ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ یہ اور اس کی قوم اور پھر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہو تو فارس کے کچھ لوگ اسے واپس لائینگے +

خدا کی راہ میں مال خرچ کئے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ۝

ع ۱ / ۹

ہم نے تیرے لئے ایک کھلی فتح (کی راہ) کھول دی ہے ۳۰۹۶

نام وخلاصہ مضمون اس سورت کا نام الفتح ہے اور اس میں چار رکوع اور انتیس آیتیں ہیں اس سورت کا نام اس عظیم الشان فتح پر ہے جو اسلام کو صلح حدیبیہ میں حاصل ہوئی۔ ظاہری نظروں میں تو یہ کوئی فتح نہ تھی۔ خود صحابہ رضی اللہ عنہم کے بڑے حصہ پر یہ امر شروع میں مخفی رہا کہ صلح حدیبیہ بھی کوئی فتح ہے۔ بلکہ وہ سب کے سب صلح حدیبیہ کی شرائط کو اسلام کے لئے ذلت کا موجب سمجھ کر مغموم تھے یہاں تک کہ اس سورت کے نزول سے غم کی جگہ خوشی سے دل بھر گئے اور اس کا فتح مبین ہونا بعد میں واقعات نے ثابت کر دیا یعنی اس صلح کے ساتھ آمد و رفت کے رستے کھل گئے۔ اور مسلمانوں اور کفار کا باہم میل ملاپ ہوگیا۔ اور اسلام کی خوبیاں دلوں میں گھر کرنے لگیں۔ اور کثرت کیساتھ لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ بلکہ اسلام کی کشش ایسی زبردست ثابت ہوئی کہ جو لوگ مسلمان ہوتے تھے وہ اپنے گھر بار کو چھوڑ کر مقام عیص پر ساحل پر جمع ہونا شروع ہوگئے۔ کیونکہ بموجب شرائط معاہدہ وہ مدینہ میں نبی کریم صلعم کے پاس نہ رہ سکتے تھے اور یوں یہ ثابت ہوگیا کہ اسلام کی فتح دلوں پر تھی اور جب تلوار کی حکومت اٹھی تو کافر ہی مسلمان ہوئے۔ مسلمانوں میں سے کوئی کفر میں واپس نہ گیا۔ مگر اس سورت میں صرف صلح حدیبیہ کی فتح کا ہی ذکر نہیں بلکہ پہلے رکوع میں یہ بتا کر کہ صلح حدیبیہ ایک فتح مبین ہے جو اسلام کے لئے بڑی بڑی برکات کا موجب ہوگی اور دوسرے میں ان لوگوں کا ذکر کرکے جو مشکلات کے وقت ساتھ نہیں ہوتے تھے تیسرے میں فرمایا کہ یہ صلح عظیم الشان فتوحات اسلامی کا پیش خیمہ ہے۔ جن میں سب سے پہلے یہودیوں پر فتح تھی جو خیبر کے مقام پر حاصل ہوئی اور بعد میں دیگر فتوحات اور تیسرے درجہ پر بیرونی ملکوں کی فتوحات اور ان سب کی خوشخبری سنا کر چوتھے رکوع میں بتایا کہ اسلام آخرکار کل دنیا کے مذاہب پر غالب آئیگا۔ اور یوں ہر طرح سے اس سورت کا نام الفتح موزون ہے۔

تعلق وتاریخ نزول پچھلی سورت کا نام محمد تھا اور اس سورت کا نام جو اس کے بعد آتی ہے الفتح ہے گویا بتایا ہے کہ حضرت محمد مصطفٰے صلعم کا ظہور دنیا ایسا چاہتا تھا کہ فتح بھی اس کے ساتھ ہو۔ وہ دشمنوں سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سب دشمنوں پر غالب آئیگا۔ پہلوں پر بھی اور پچھلوں پر بھی۔ محمدؐ کا نام جہاں جائیگا وہاں فتح بھی اس کے ہمرکاب ہوگی۔

اس سورت کے نزول کی تاریخ یقینی کامل سے متعین کی جا سکتی ہے۔ اور ساری سورت کا نزول ایک ہی وقت میں ہوا۔ یہ ثابت ہے کہ آپ اس سفر میں پہلی ذیقعد ۶ ہجری کو نکلے اور دس دن سے کچھ زیادہ آپ کا قیام حدیبیہ میں رہا۔ اور آپ کی واپسی میں حالت سفر میں اس سورت کا نزول ہوا گویا یہ ذیقعد ۶ کے آخری دن تھے اور بظاہر جس وقت اس سورت کا نزول ہوا تو آپ مکہ سے ہی قریب تھے مگر چونکہ ہجرت کے بعد جو کچھ نازل ہوا وہ مدنی کہلائے گا۔ اس لحاظ سے یہ سورت مدنی ہے۔

صلح حدیبیہ فتح مبین ہے اس کی وجہ ۳۰۹۶ بخاری میں حضرت انس کا قول ہے کہ جس فتح مبین کا ذکر اس آیت میں ہے وہ صلح حدیبیہ ہے۔ اور ابن کثیر میں حضرت ابن مسعود اور جابر اور براء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں جن کے الفاظ قریباً ایک ہی ہیں۔ انکم تعدون الفتح فتح مکۃ و نحن نعد الفتح صلح الحدیبیۃ تم فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو اور ہم صلح حدیبیہ کو فتح سمجھتے ہیں۔ اور روح المعانی میں زہری سے اس کی وجہ نقل کی ہے لم یکن فتح

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ ۲ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ

تا کہ اللہ تیرے لئے اس کی حفاظت کرے جو تیرے (مزعومہ) قصور سے پہلے گزر چکا اور جو پیچھے رہا اور اپنی نعمت کو تجھ پر پورا کرے اور تجھے سیدھے رستے پر چلائے ۳۰۹۷

اعظم من صلح الحدیبیة اختلط المشرکون بالمسلمین وسمعوا کلامهم وتمکن الاسلام من قلوبهم واسلم فی ثلاث سنین خلق کثیر وکثر بهم سواد الاسلام کوئی فتح صلح حدیبیہ سے بڑھ کر نہیں ہوئی۔ مشرکوں کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول ہوا۔ اور انہوں نے ان کی باتوں کو سنا۔ اور اسلام نے انکے دلوں میں جگہ پکڑ لی۔ اور تین سال میں بہت سی مخلوق اسلام لائی۔ اور ان کے ساتھ سواد اسلام بہت بڑھا۔ اور جمہور کے نزدیک یہ ذکر صلح حدیبیہ کا ہی ہے۔ اور یہی ابن عباس اور انس اور شعبی اور زہری سے روایت ہے اور ابن عطیہ نے کہا یہی صحیح ہے (۳) اور ابن جریر میں حضرت عمر کی اس مشہور روایت میں کہ انہوں نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا تھا السنا علی الحق آخری الفاظ یوں ہیں فقال یا رسول اللہ افتح هو قال نعم یعنی حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ یہی فتح ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ اور بعض لوگوں نے اس سے فتح مکہ مراد لی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں فتح مکہ کا ذکر آگے اسی سورت میں آتا ہے۔ پس یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام کی سب سے بڑی فتح وہی ہے جو صلح سے حاصل ہوئی گو اس صلح میں مغلوب فریق کا پہلو ہی اختیار کیا گیا ہو کیونکہ اسلام کی فتح دلوں پر ہے اور ظاہری فتح صرف جسموں پر ہوتی ہے اور حقیقی فتح وہی ہے جو دلوں پر ہو اور امام راغب نے یہاں فتح سے مراد ان علوم و ہدایات کا دیا جانا لیا ہے جو ثواب اور مقام محمود تک پہنچانے کا ذریعہ ہوتے دیکھو ۱۱۲ اور واقعات نے یہاں فتح مبین ثابت کیا کہ اسکے ساتھ ہی کفار میں اشاعت اسلام کا دروازہ کھل گیا اور کثرت سے لوگ اسلام کے اندر داخل ہوئے یہاں تک کہ اگر حدیبیہ کو جاتے وقت آپ کے ساتھ صرف چودہ سو آدمی تھے تو ڈیڑھ سال بعد مکہ پر چڑھائی کے وقت دس ہزار جان نثار آپ کے ہمرکاب تھے اور یوں تو ریت کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جو حضرت موسیٰ کی زبان سے کی گئی تھی "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اسکے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی"۔ (استثناء ۳۳: ۲)

۳۰۹۷ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر نتیجہ ہے فتح مبین یعنی صلح حدیبیہ کا اس لئے اس کے یہ معنی کرنا کہ اللہ تعالیٰ تیرے گناہ بخش دے جو پہلے ہوئے یا جو بعد میں ہونگے کسی طرح صحیح نہیں۔ کیونکہ گناہوں کا بخشنا کسی صلح یا کسی فتح کا نتیجہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح مبین کو غفر ذنب کا ذریعہ بتایا ہے۔ اور وہ باتیں جو اس کا نتیجہ بتائی ہیں چار ہیں غفر ذنب۔ اتمام نعمت۔ ہدایت۔ نصرت۔ اگر غفر ذنب سے مراد گناہوں کا بخشا لیا جائے تو اس کا باقی تینوں باتوں سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اور نہ ہی صلح حدیبیہ سے کچھ تعلق رہتا ہے علاوہ ازیں قرآن کریم میں کہیں آنحضرت صلعم کے کسی ذنب کا ذکر نہیں بلکہ آپ کے مقامات عالیہ کا ہی ذکر ہے۔ اور تاریخ تو بتاتی ہے کہ اس وقت بھی جب ابھی آپ منصب نبوت پر فائز نہ ہوئے تھے آپ الامین کے پاک نام سے مشہور تھے پس ذنبك کے معنی آنحضرت کے گناہ نہ تو سیاق سباق سے درست ٹھیرتے ہیں اور نہ ہی قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے اور یہ ہم جانتے ہیں کہ اضافت بعض وقت حقیقت پر مبنی نہیں ہوتی۔ مثلاً باثمی واثمك (المائدة ۵ - ۲۹) میں اثمی سے مراد ہے وہ گناہ جو تو میرے خلاف کرنے لگا ہے۔ دیکھو ۸۱۵ اور این شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون (الانعام ۶ - ۲۲) میں معنی تمہارے شریک نہیں۔ بلکہ مراد ہیں وہ شریک جو تم بناتے تھے۔ اور این شرکائی۔ (النحل ۱۶ - ۲۷) میں معنی میرے شریک نہیں بلکہ مراد ہے وہ جنہیں میرے شریک سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح یہاں ذنبك کے معنی ہیں جو دوسروں کے زعم میں آنحضرت صلعم کے ذنب تھے یا وہ ذنوب جو دوسرے آپ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور انہی کا تعلق صلح حدیبیہ بھی تھا کیونکہ بہت سی باتیں غلط طور پر دشمنان اسلام نے مشہور کر رکھی تھیں۔ اب جو صلح ہوئی اور مسلمانوں اور مشرکوں کا باہم میل جول

آنحضرت کے غفر ذنب سے مراد

۳ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝ ۴ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ

اور اللہ تجھے زبردست نصرت سے مدد دے وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل کی

الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ

تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں ترقی کریں اور اللہ کے لئے ہی آسمانوں اور زمین

الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ ۵ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

کے لشکر ہیں اور اللہ علم والا حکمت والا ہے ۲۰۹۵ تاکہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو باغوں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ

میں داخل کرے جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں انہیں میں رہیں گے اور اُن سے ان کی برائیاں دور کرے

ہوا اور اصل حقیقت پر انہیں تسلی ہوئی تو انہیں معلوم ہوا کہ یہ باتیں نادرست ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے اخلاق کے وہ گرویدہ ہوگئے۔ اور اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہی آنحضرت صلعم پر اتمام نعمت تھا۔ کہ لوگ راہ حق کو قبول کرکے آپ کے حلقہ بگوش ہوں اور یہی وہ ہدایت ہے۔ یعنی منزل مقصود پر پہنچانا جس کا یہاں ذکر ہے۔ کیونکہ آپ کی منزل مقصود یہی تھی کہ ملک عرب نور اسلام سے منور ہو جائے ورنہ یھدیک صراطا مستقیما کے معنی اس شخص کے حق میں کیا ہو سکتے ہیں جو خود وانک لتھدی الی صراط مستقیم (الشوریٰ ۴۲: ۵۲) کا مصداق ہوا۔ یہی وہ نصر عزیز یا زبردست نصرت تھی جو آپ کو عطا فرمائی گئی جس کی وجہ سے لوگوں کی گردنیں دین اسلام کے سامنے جھک گئیں اور یہ جو ان ذنوب کے متعلق فرمایا۔ ما تقدم اور ما تاخر تو ما تقدم تو وہی ذنوب ہیں جو آپ کے متعلق مشتہر ہو چکے تھے اور ما تاخر وہ ہیں جو ابھی اور ذنوب آپ کی طرف منسوب کئے جانے والے تھے ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا (آل عمران ۳: ۱۸۵) دیکھو نوٹ ۵۸۳ اور ان کو اس لئے ساتھ ملایا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ اسی طرح ان الزامات سے بھی آپ کو پاک کر دیگا جو آپ پر لگائے جانے والے تھے اور جس طرح صلح اور میل جول باہمی سے ما تقدم کا فیصلہ ہوا اسی طرح جب ٹھنڈے دل سے عیسائی لوگ آنحضرت صلعم کی زندگی کے واقعات پر غور کریں گے تو انہیں یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ انہوں نے محض پادریوں کی سنی سنائی باتوں کو ایسے معائب آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کئے تھے جن سے فی الحقیقت آپ پاک ہیں۔ اور یہ آپ کا غفر دیسا ہی ہے جیسے حضرت عیسیٰ کی تطہیر و مطھرک من الذین کفروا جہاں مراد ہے کہ کافروں کے لگائے ہوئے الزامات سے تجھے پاک کروں گا حضرت عیسیٰ کو پاک کیا ہے نہ اس لئے کہ آپ نعوذ باللہ بذات خود ناپاک تھے بلکہ اس لئے کہ کافروں نے آپ کو ناپاک قرار دیا۔ آنحضرت صلعم کا غفر ذنوب کیا نہ اس لئے کہ آپ کے کوئی ذنوب تھے بلکہ اس لئے کہ کافروں نے آپ کی طرف ذنوب منسوب کئے تھے۔ اور لیغفر لک اللہ کے معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ باتیں جو ذنوب کا رنگ اختیار کر سکتی ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ان میں محفوظ کر دے۔ یعنی ان مواقع پر ذنوب کو سرزد نہ ہونے دے۔ انبیاء کا ذنوب سے غفر یہی ہے کہ ان سے ذنب سرزد نہ ہو۔ دیکھو نوٹ ۲۵۸ و ۲۲۶۷

حضرت عیسیٰ کی تطہیر

۲۰۹۵ سکینت یا اطمینان کے نازل کرنے سے دشمن کا رعب دور کیا جاتا ہے۔ دیکھو نوٹ ۳۱۳ اور یہاں اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے کہ باوجود مسلمانوں کے سامان جنگ نہ رکھنے کے اور ان کی قلت کے اور کفار کی کثرت اور ان کے اپنے گھر سے قریب ہونے کے مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی سکینت نازل فرمائی کہ وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ اگر کفار ان میں یہ آمادگی نہ دیکھتے تو وہ مسلمانوں

مسلمانوں کے دلوں میں سکینت کا پیدا ہونا

وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ ۶

اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری کامیابی ہے اور منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک

وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ

مردوں اور مشرک عورتوں کو اللہ کے حق میں برے خیال رکھنے والوں کو سزا دے انہی پر بری گردش

السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ

ہے اور اللہ اُن پر ناراض ہے اور ان پر لعنت کی اور اُنکے لئے دوزخ تیار کیا اور وہ بری

مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۷

جگہ ہے اور اللہ کے لئے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ ۹

ہم نے تجھے گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۳۰۹۸ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور

تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا ۱۰

اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور صبح اور شام اسکی تسبیح کرو ۳۰۹۹ وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ

يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ

اللہ سے ہی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے پس جو کوئی توڑتا ہے وہ اپنی جان کے نقصان کیلئے ہی توڑتا ہے

کو کھل ڈالنے کی ہی تجویز کرتے اور صلح پر کبھی راضی نہ ہوتے اسی لئے فرمایا للہ جنود السمٰوٰت والارض اور اس کی تائید آیت ۱۸ سے ہوتی ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم واثابہم فتحا قریبا۔ اور اس سے اگلی آیت میں فرمایا لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنٰت۔ یعنی سکینت کے دلوں میں ہونے سے ان کا ایمان بڑھا جس کا نتیجہ انکا جنت کو حاصل کرنا ہے اور اسی ازدیاد ایمان کا نتیجہ ہی یہ ہوا کہ کفار اور منافقین کو ان کے ہاتھ سے سزا ملی جس کا ذکر آیت ۶ میں ہے +

آنحضرت کا شاہد ہونا — ۳۰۹۸ یہاں آپ کی تین صفات بیان کی ہیں شاھد۔ مبشر۔ نذیر۔ مبشر نیکوں کو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کو خوشخبری دینے والا اور نذیر بدی کے بد انجام سے ڈرانے والا۔ پس شاہد یا گواہ وہ ہے جو اپنے نفس میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور نیکی کے نیک انجام کی گواہی دینے والا ہے۔ لیکون الرسول علیکم شہیدا دیکھو ۱۵۸

توقیر — ۳۰۹۹ توقروا۔ وقر کے لئے دیکھو ۹۲۲ اور توقیر کے معنی تعظیم ہیں یعنی عظمت کرنا اور مالکم لا ترجون للہ وقارا

وقار — (نوح ۷۱۔ ۱۳) میں وقار کے معنی عظمت ہیں (ل)

نبی کو بھیجنے کی غرض بتائی اور تعزیر (دیکھو ۱۱۶۵) اور توقیر اللہ تعالیٰ کی بھی ہوسکتی ہے اور نبی کی بھی اور آگے تسبیحوہ میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے

ع ۲/۱۰

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۱۱ سَيَقُوْلُ لَكَ

اور جو اسے پورا کرتا ہے جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو وہ اسے بڑا اجر دے گا عـــ۳۱۰۰ دیہاتیوں میں سے

الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ

پیچھے رہے ہوئے لوگ تجھے کہیں گے ہمیں ہمارے مالوں اور ہمارے گھر والوں نے مشغول رکھا سو ہمارے لئے بخشش مانگ اپنی زبانوں

بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ

سے وہ بات کہتے ہیں جو انکے دلوں میں نہیں ہے کہہ تو کون تمہارے لئے اللہ کے مقابل میں کسی چیز کا اختیار رکھتا ہے

اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے یا تمہیں نفع پہنچانے کا ارادہ کرے بلکہ اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے عـــ۳۱۰۱

مبایعۃ ۔ بیعۃ

عـــ۳۱۰۰ یبایعون ۔ بَیع کے لئے دیکھو عـــ۳۵۲ اور مبایعۃ اور مشاملۃ خرید و فروخت دونوں پر بولے جاتے ہیں اور بایع السلطان کے معنی ہیں سلطان کیلئے طاعت کے لگانے کا عہد کیا اسکے عوض میں جو وہ اسے عطا کرتا ہے اور اسے بَیْعَۃ اور مُبایعۃ کہا جاتا ہے فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ (التوبۃ ۹ - ۱۱۱)

عَلَیْہُ میں ضمہ کی وجہ یہ دی گئی ہے کہ یہ ہائے ھُوَ کی ہائے ہے جو مضموم ہے جیسے لَہٗ اور ضربہٗ میں اور بعض اس عہد کی عظمت کیطرف اشارہ ہے

بیعت رضوان اور اسکی عظمت

یہاں جس مبایعۃ یا بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت الرضوان ہے جو حدیبیہ میں درخت کے نیچے ہوئی (۱۸) اور یہ بیعت اس پر تھی کہ آنحضرت صلعم کی نصرت کو نہ چھوڑیں گے گو موت بھی قبول کرنی پڑے یا یہ کہ قریش سے بھاگیں گے نہیں ۔ اور آیت کے نزول سے پہلے یہ بیعت ہو چکی تھی اور یہاں فرمایا کہ وہ بذل طاعت کا عہد تجھ سے نہیں اللہ سے ہے گویا اصل طاعت تو اللہ تعالیٰ کی ہی ہے ۔ اور رسول درمیان میں واسطہ

ید اللہ

ہے جیسا کہ فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء ۴ - ۸۰) اور ید اللہ فوق ایدیہم کے معنی ابن جریر نے دو طرح پر کئے ہیں ۔ ایک یہ کہ بیعت میں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا یعنی وہ نبی کریم سے بیعت کر کے گویا اللہ سے بیعت کر رہے تھے ۔ اور دوسرے یہ کہ ید سے مراد قوت ہے اور معنی یہ ہیں کہ نصرت رسول میں اللہ کی طاقت ان کی طاقتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ بیعت اسی بات پر کی تھی کہ وہ دشمن کے خلاف رسول اللہ صلعم کی نصرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے ذکر سے جسم لازم نہیں آتا ۔ بلکہ یہ صرف کنایہ کے طور پر ہے ۔ جیسا کہ کہتے ہیں فلاں بین انیاب المنیۃ وہ موت کے دانتوں کے درمیان ہے اور زجاج نے معنی کئے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ وفا یا ثواب میں ان کے اقرار طاعت والے ہاتھوں کے اوپر ہے اور مفردات راغب میں ہے کہ اولیاء اللہ کو ایدی اللہ کہا جاتا ہے اور اسی معنی میں یہاں ید اللہ ہے یعنی آنحضرت صلعم کے ہاتھ کو ید اللہ کہا ہے اور آپ کا ہاتھ چونکہ انکے ہاتھوں کے اوپر تھا اس لئے فرمایا ید اللہ فوق ایدیہم اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو حدیث میں ہے لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا یعنی بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پھر دوسرے معنی بھی دیئے ہیں یعنی یہ کہ ید اللہ سے مراد اس کی نصرت اور اسکی نعمت اور اس کی قوت ہے ۔ (غ)

اعراب کی کمزوری

عـــ۳۱۰۱ صلح حدیبیہ کے واقعہ سے کچھ ہی پہلے کفار قریش ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہو چکے تھے اور ابھی ان کی قوت میں

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ ۱۲

بلکہ تم نے خیال کیا کہ رسول اور مومن اپنے گھر والوں کی طرف کبھی بھی لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ تمہارے دلوں

فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ۝ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ ۱۳

کو اچھا معلوم ہوا اور تم برا خیال دل میں لائے اور تم ہلاک شدہ قوم تھے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

رَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ ۱۴

نہیں لاتا تو ہم نے کافروں کیلئے بھڑکائی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے اور اللہ کے لئے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہ جسے

لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ ۱۵

چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے پیچھے رہنے والے جب تم فتوحات سے حاصل کئے ہوئے

اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا

مال کی طرف جاؤ گے تاکہ لے لو تو پیچھے رہے ہوئے لوگ کہیں گے ہمیں چھوڑ دو تاکہ ہم تمہاری پیروی کریں وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے

كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ

کلام کو بدل دیں کہو تم ہمارے ساتھ نہیں چلو گے اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے تو وہ کہیں گے بلکہ تم ہم پر حسد کرتے ہو

کوئی کمی واقع نہ ہوتی تھی رستے میں رسول اللہ صلعم ایک رویا کی بنا پر عمرہ کے لئے نکلتے ہیں اور چودہ پندرہ سو کی تعداد میں مسلمان بھی ساتھ نکلتے ہیں۔ جنگ پیش آجانے کا خطرہ تو لگا ہوا ہی تھا۔ مدینہ کے ارد گرد کے بعض دیہاتی لوگوں نے خیال کیا کہ اس حالت میں آپ کے ساتھ نکلنا خطرہ سے خالی نہیں گو آپ قربانیاں بھی ساتھ لے کر گئے تھے ان قبائل کے نام جہینہ۔ مزینہ۔ غفار وغیرہ لکھے ہیں انہوں نے خیال کیا کہ یہاں گھر میں بیٹھے تو مسلمانوں کو کفار چھوڑتے نہیں پھر گھر سے باہر نکل کر خود ان کے گھر میں چلے جانا اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنا ہے اس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔ اس لئے وہ ساتھ نہ گئے یہی مخلفین ہیں۔ یہاں ان کی قلبی حالت کا نقشہ کھینچا ہے کہ واپسی پر عذر کریں گے۔ کہ مالوں کا اور بال بچے کا محافظ کوئی نہ تھا۔ فرمایا کہ یہ جھوٹ ہے اور یہ جو فرمایا کہ فمن یملک تو مطلب یہ ہے کہ اس وقت تو تم مال اور اہل کی خاطر رک گئے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے اعمال بد کی سزا آئیگی تو اس وقت اس سے کون چھڑائے گا۔ کان اللہ بما تعملون خبیرا بتاتا ہے کہ انہیں ان کے اعمال کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دکھ اور سکھ پہنچنے کے لئے ارادہ الٰہی تو تمہارے اعمال پر ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی سزا آجائے تو پھر اسے کوئی شخص دور نہیں کر سکتا۔

عذاب میں رحمت

۳۱۰۲ باوجود اس کے کہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب دے آخر پر صفات غفور رحیم کا ہی ذکر کیا جس سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا رحم اس کے غضب پر سبقت لے گیا ہے بلکہ یہ بھی کہ اس کا عذاب دینا بھی انسان کی بہتری کے لئے ہے یعنی وہ ایسی چیز ہے کہ انجام کار انسان کی بھلائی کا موجب ہو پس اس کا عذاب بھی بتقاضائے رحم ہی ہے جو انجام کار اس پر ہوگا۔

۱۶ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ

بلکہ یہ خود بہت ہی کم سمجھتے ہیں ۳۱۰۴ دیہاتیوں میں سے پیچھے رہ جانے والوں کو کہو کہ تم ایک سخت جنگ

إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ

کرنے والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ اُن کے ساتھ جنگ کرو یہاں تک کہ وہ فرمانبردار ہو جائیں پس اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں

۱۷ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ لَيْسَ

اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم پھر جاؤ گے جس طرح تم پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا ۳۱۰۵ اندھے

عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَ

پر کوئی تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر تنگی ہے اور نہ بیمار پر تنگی ہے اور جو شخص اللہ اور

النصف

رَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

اسکے رسول کی اطاعت کرتا ہو اسے باغوں میں داخل کرے گا جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو کوئی پھر جاتے اسے دردناک عذاب میں مبتلا کریگا

تبدیل کلام اللہ سے مراد

۳۱۰۳ یہ سورت آنحضرت صلعم پر حدیبیہ سے واپسی کے وقت نازل ہوئی اور وہ باتیں جن کا یہاں ذکر ہے بطور پیشگوئی ہیں جو بعد میں واقع ہونے والی تھیں اور وہ مغانم جن کی طرف یہاں مسلمانوں کے جانے کا ذکر ہے جنگ خیبر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ۱۸ اور ۱۹ میں فرمایا کہ بیعت رضوان والوں کو ہم نے بعض خاص مغانم کا وعدہ دیا ہے اور یہ خیبر کے مغانم تھے۔ مجاہد اور قتادہ سے یہی روایت ہے اور ابن جریر اور دیگر مفسرین نے اس کو صحیح مانا ہے اور صحیح احادیث میں یہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب حدیبیہ سے مغانم خیبر کا وعدہ کیا تھا۔ اور مخلفین کا یہ کہنا کہ ہم بھی ساتھ چلیں اس وعدہ الٰہی کے خلاف تھا۔ کیونکہ وہ وعدہ صرف بیعت رضوان والوں سے مخصوص تھا اس لئے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے وہی وعدہ مراد ہے جس کا ذکر آگے آیت ۱۸ میں ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تبدیل کلام اللہ سے مراد اس جگہ تحریف نہیں بلکہ ان وعدوں کا پورا نہ ہونا ہے جو اس میں ہیں۔ اور یہ جو فرمایا کذٰلکم قال اللہ من قبل تو اس سے مراد ہے کہ تمہاری طرف واپس آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا تھا۔ کیونکہ سورت رستے میں ہی نازل ہوئی تھی اور مخلفین کے ساتھ یہ معاملہ بعد میں پیش آیا اور جن لوگوں نے اسے اشارہ اس آیت کی طرف لیا ہے قل لن تخرجوا معی ابدا ولن تقاتلوا معی عدوا (التوبۃ ۹ - ۸۳) تو انہوں نے غلطی کی ہے اس لئے کہ یہ قول غزوہ تبوک سے تعلق رکھتا ہے جو حدیبیہ کے تین سال بعد پیش آیا۔ اور اسی وقت ہی سورہ توبہ کا بھی نزول ہوا تھا۔ پس مطلب ان الفاظ کا یہ ہے کہ جب مخلفین جنگ خیبر میں نکلنے کے وقت یہ کہیں کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلو تو اس وقت ان کو کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پہلے سے ہی اطلاع دے چکا ہے۔ کہ تم اس میں ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے۔

۳۱۰۴ یہ قوم کون ہے؟ فارس وروم۔ ہوازن و غطفان۔ بنو حنیفہ مختلف نام لئے گئے ہیں۔ اور گو جیسا کہ ابن جریر نے لکھا ہے صحیح یہی ہے کہ جب قرآن شریف میں نام نہیں اور نہ کسی حدیث صحیح میں تو ہم بھی تعیین نہیں کر سکتے لیکن اس قوم کا ذکر ان الفاظ میں کہ وہ اولی باس شدید ہے یعنی سخت جنگ کرنے والی قوم صاف بتاتا ہے کہ یہ عرب سے باہر کی اقوام ہیں یعنی فارس وروم کیونکہ ان دونوں طاقتوں سے عرب کے لوگ خائف تھے اور گو وہ براہ راست تمام آزاد تھے مگر فارس وروم کی سلطنتیں جو کچھ چاہتیں ان کے ملک کے اندر کر سکتی تھیں اور عرب کے بعض حصوں

ع ۱۱

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۱۸

یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے

فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ

سو اس نے جان لیا جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا پس ان پر تسکین نازل کی اور انہیں بدلے

فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ

میں ایک قریب فتح دی ع۳۱۰۵

پر بھی قابض تھیں۔ یہ بڑی عظیم الشان اور پرانی بادشاہتیں تھیں اور زبردست مسلح اور قواعد دان فوجیں رکھتی تھیں اور مسلمانوں کو یہ خوشخبری دی ہے کہ اُن کے ساتھ جنگوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ فرمانبردار ہو جائیں گے اور اَوْ بمعنی حتیٰ ہے اس سے یہ مراد لینا کہ یا وہ مسلمان ہو جائیں گے یا ان سے لڑائی کرو گے بے معنی سی بات ہے اور پھر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ تلوار اور اسلام ان کے سامنے پیش کئے جائیں گے ساری تعلیم قرآنی اور اصول دین کو باطل کرنا ہے جو کتاب لا اکراہ فی الدین کی تعلیم کھلے الفاظ میں پیش کرتی ہے جو جنگ کو جائز نہیں ٹھیراتی جب تک کہ دشمن ابتدا نہ کرے وہ یہ تعلیم نہیں دے سکتی کہ لوگوں کے سامنے تلوار اور اسلام کو پیش کرو +

(اَوْ — تلوار اور اسلام)

ع۳۱۰۵ اسی آیت کی وجہ سے اس بیعت کا نام بیعت الرضوان مشہور ہے اور یہ حدیبیہ کے مقام پر ایک سمرہ یعنی کیکر کے درخت کے نیچے ہوئی۔ اصحاب بیعت رضوان کی تعداد تیرہ سو۔ چودہ سو اور پندرہ سو بیان کی گئی ہے اور صحیح چودہ سو ہی ہے واقعات اس بیعت کے یہ ہیں کہ جب آنحضرت صلعم ذیقعد ۶ھ کی پہلی تاریخ مدینہ سے ایک رویا کی بنا پر نکل کر عمرہ کے ارادہ سے حدیبیہ کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے نو میل ہے تو آپ نے ایک شخص خراش نام کو قریش کے پاس اس غرض کے لئے بھیجا کہ انہیں اطلاع دے کہ آپ صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں۔ اور کوئی غرض نہیں تا کہ انکی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ مگر انہوں نے اس کے اونٹ کو مار ڈالا اور خود اسے مار دینا چاہتے تھے۔ مگر بعض لوگوں نے روک دیا۔ تب آپ نے حضرت عثمان کو بھیجا مگر قریش نے ان کی بات کو بھی نہ سنا اور کہا کہ خود طواف کرنا چاہتے ہو تو کر لو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلعم کے بغیر نہیں کر سکتا۔ تب انہوں نے حضرت عثمان کو قید کر دیا ادھر رسول اللہ صلعم اور مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان قتل ہو گئے ہیں اور آپ نے فرمایا کہ ہم نہیں جائیں گے جب تک کہ ان سے بدلہ نہ لیں اور ایک منادی نے آواز دی کہ روح القدس آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی ہے۔ اور آپ کو بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ سے بیعت کی (رم) اور بخاری میں ہے کہ یہ بیعت موت پر تھی اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ اس بات پر تھی کہ ہم بھاگیں گے نہیں اور بخاری میں سعید بن المسیب کا قول ہے کہ جب اگلے سال ہم نکلے تو اس درخت کا ہمیں پتہ نہ ملا +

(بیعت الرضوان)

اس بیعت کا نتیجہ بیان فرمایا ہے فانزل السکینۃ علیہم یعنی انہیں اطمینان خاطر حاصل ہوا اور ان کے قلوب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت نازل ہوئی۔ اور ان کے دل مضبوط ہو گئے اور ہر قسم کا خوف ان کے دلوں سے جاتا رہا اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود ایک طاقتور دشمن کے عین گھر میں ہونے کے اس قدر دشمن کی بے رعبی ان کے دلوں میں تھی کہ وہ ان شرائط صلح پر بھی راضی نہ تھے اور مرنے مارنے کو تیار تھے اور علم ما فی قلوبہم میں اشارہ ان کے صدق و اخلاص کی طرف ہے اور اثابہم فتحا قریبا میں جس قریبی فتح کا ذکر ہے وہ فتح خیبر ہے جو کہ حدیبیہ سے واپسی کے جلد بعد ہی ظہور میں آگئی جیسا کہ ابن عباس قتادہ وغیرہا سے مروی ہے اور حسن نے فتح ہجر کہا ہے اور صحیح بخاری میں ہے کہ اہل بحرین سے آپ نے صلح کی اور مجوس ہجر سے جزیہ لیا (رم) مگر پہلا قول صحیح ہے کیونکہ آگے آیت ۲۰ میں صاف فرمایا فجعل من

(بیعت سے قوت کا پیدا ہونا — فتح خیبر کی پیشگوئی)

۲۰ وَّمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَّأْخُذُونَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ○ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ

اور بہت سے اموال فتح سے حاصل کئے ہوئے جنہیں وہ لیں گے اور اللہ غالب حکمت والا ہے تمہارے ساتھ اللہ نے بہت سے فتح سے حاصل

مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ

کئے ہوئے اموال کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم لوگے پھر یہ تمکو جلدی دیا اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے

وَلِتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ○

اور تاکہ مومنوں کے لئے نشان ہو اور تمہیں سیدھے رستے پر چلائے ف۳۱۰۶

دون ذلك فتحًا قريبًا یعنی یہ فتح قریب خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف سے پہلے پہلے ہوگی۔ دیکھو نوٹ ف۳۱۱۳ جہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ عمرہ کیلئے نکلنے سے پیشتر آپ خیبر کو فتح کر چکے تھے۔ اور اگلی آیت میں مغانم کثیرہ سے مراد مغانم خیبر ہیں جیسا کہ احمد کی حدیث میں ہے۔ (۳) یا فتح قریب سے مراد فتح خیبر ہے۔ اور مغانم کثیرہ میں اشارہ اور فتوحات کی طرف ہے جیسے فتح مکہ حنین وغیرہ میرے نزدیک دوسری بات کو ترجیح ہے۔

خاص مقصد کیلئے بیعت — دیکھو اگلا نوٹ۔ آنحضرت صلعم کا اس موقعہ پر صحابہ سے بیعت لینا حالانکہ وہ نہ صرف سچے دل سے مسلمان تھے بلکہ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ فدا کر چکے تھے اور بارہا اپنی جانیں اور سر بھی خدا کی راہ میں پیش کر چکے تھے۔ بتاتا ہے کہ بعض وقت خاص ضروریات کے لئے بھی بیعت کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ وہ بیعت نہیں جو عام طور پر صوفیا لیتے ہیں بلکہ ایک خاص غرض کے لئے بیعت لی گئی اور اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت لی گئی جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے جو اوپر نقل ہوئے کہ روح القدس نے آپ پر نازل ہو کر آپ کو حکم دیا ہے کہ بیعت لیں اسی طرح اگر اس امت میں کوئی مجدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر اسی کے حکم کے ماتحت بیعت لے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ لبیک کہیں یہ بیعت ایک قوت پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے جیسے یہاں بھی اس بیعت پر اللہ تعالیٰ نے سکینت نازل فرمائی اسی قبیل سے وہ بیعت ہے جو اس صدی کے مجدد اور اس امت کے مسیح نے لی جس کی غرض صرف ایک قومی جماعت کا تیار کرنا ہے جو عیسائیت کا مقابلہ کرے اور کسر صلیب کے کام کو اتمام کو پہنچائے +

صحابہ کے اخلاص کی سند — قرآن کریم کے ایسے ایسے صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ان مومنوں پر راضی ہے جنہوں نے شجرہ کے نیچے بیعت کی اہل تشیع کا صحابہ کے متعلق نفاق وغیرہ کے الفاظ منہ پر لانا کلام الٰہی کا صریح مقابلہ ہے کیا ان میں ابوبکر، عمر و عثمان نہ تھے بلکہ عثمان کی طرف سے آنحضرت صلعم نے اپنا ہاتھ ہاتھ پر رکھا۔ اس لئے کہ وہ اس وقت اہل مکہ کی قید میں تھے اور انہی کے متعلق خبر کی وجہ سے اس بیعت کی ضرورت پیش آئی تھی +

ف۳۱۰۶ یہاں پھر دوہرایا ہے کہ ایک تو مغانم کثیرہ ہیں۔ اور دوسری وہ فتح ہے جو جلد عطا فرمائی اور مغانم کثیرہ سے مراد وہی فتوحات مکہ حنین وغیرہ ہیں جن کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے۔ اور عجل لکم ھذہٖ والی فتح فتح قریب ہے یعنی خیبر اور یہ دوہرانا تاکید کے لئے ہے۔ اور کف ایدی الناس عنکم میں بتایا کہ اب قریش تم کو تکلیف نہ پہنچا سکیں گے۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ تین حملے مدینے پر کر چکے تھے۔ گویا بتا دیا کہ ان کے حملوں کا اب خاتمہ ہے۔ اور یا کف ایدی الناس عنکم میں اشارہ صلح حدیبیہ کی طرف ہے جیسا کہ آیت ۲۴ میں ذکر ہے بلکہ صلح حدیبیہ نے ویسے بھی دشمنی کا خاتمہ کر دیا۔ کیونکہ پہلے کفار مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے تھے اب صلح کی وجہ سے ان ایذاؤں کا خاتمہ ہوا۔ اسی لئے اس کو آیت کہا ہے اور ہدایت صراط مستقیم قرار دیا ہے کیونکہ اس سے اسلام پھیلا اور یوں آیت ۲ کے مضمون کی تائید اس سے ہوتی ہے +

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ ۲۱

اور اور (فتوحات) بھی ہیں جن پر تمہیں قدرت نہیں تھی اللہ نے ان کا بھی احاطہ کرلیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر

قَدِيْرًا ۝ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ ۲۲

ہے ۳۱۰۷ اور اگر وہ جو کافر ہیں تمہارے ساتھ جنگ کرتے تو پیٹھ پھیر دیتے پھر وہ کوئی دوست پاتے اور نہ کوئی مددگار ۳۱۰۸

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِىْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ وَ ۲۳ ۲۴

اللہ کا قانون ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور تو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائیگا اور

هُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ

وہی ہے جس نے اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے وادی مکہ میں روک رکھا بعد اس کے

اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ۲۵

کہ تمہیں ان پر فتح دی اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے ۳۱۰۹ وہی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور

صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْىَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ

تمہیں مسجد حرام سے روک دیا اور قربانی کو بھی جو روکی گئی ہے کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچے ۳۱۱۰

فتوحات بلاد فارس و روم

۳۱۰۷ یہ اور فتوحات جن کو یہاں لم تقدروا علیہا فرمایا ہے فتوحات فارس و روم و دیگر ممالک ہیں لم تقدروا علیہا اس لئے کہا کہ عرب کی کیا مجال تھی کہ ان ممالک کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھتے وہ تو خود ان سلطنتوں سے اس قدر مرعوب تھے کہ ان کے چند سپاہی ملک کے اندر آکر جسے چاہتے پکڑ لیتے تو وہ عذر نہ کرتے تھے یوں اس سورت میں اگر ایک طرف یہ خوشخبری سنائی کہ صلح قائم ہو کر اسلام کی ترقی کی راہ نکل آئی۔ تو دوسری طرف یہ بھی بتا دیا کہ فتوحات ملکی کا بھی مسلمانوں کو وعدہ دیا جاتا ہے جو صرف ملک عرب تک محدود نہ ہونگی بلکہ ان مقامات پر بھی ہونگی جن کا وہم و گمان بھی عرب کے لوگوں کو نہ ہو سکتا تھا +

۳۱۰۸ یہاں بتایا کہ گو مصلحت الٰہی سے صلح ہو گئی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان خائف تھے یا جنگ پیش آتی تو وہ بھاگ اٹھتے۔ اگر کافر ان کے ساتھ جنگ کرتے تو وہی پیٹھ دکھاتے جیسا کہ پہلے بھی کافر ہی بھاگتے رہے بلکہ اگلی آیت میں فرمایا کہ ہمیشہ سے یہی اللہ کا قانون ہے کہ انبیاء اللہ کے ساتھ جنگ کرنے والے ہی شکست کھاتے ہیں +

۳۱۰۹ اس آیت میں دونوں فریقوں کے جنگ سے رکے رہنے کا ذکر ہے حالانکہ کفار نے تو مسلمانوں کے قاصدوں تک کو گرفتار کر کے جنگ کے لئے تیاری ظاہر کی اور مسلمان بھی ان سخت شرائط کو ناپسند کرتے تھے مگر مصلحت الٰہی کا یہی تقاضا ہوا کہ جنگ نہ ہو اور صلح کی بنیاد پڑ کر ایک طرف خونریزی کا خاتمہ ہو اور دوسری طرف اسلام ترقی کرے اور من بعد ان اظفرکم علیہم میں یا تو اشارہ سابقہ فتوحات اسلامی کی طرف ہے اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے اور یا اس چھوٹے سے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو خود حدیبیہ میں پیش آیا۔ کہ قریش کے اسی آدمیوں نے چھپ کر آنحضرت صلعم پر حملہ کرنا چاہا تھا مگر خود قید ہو گئے اور آنحضرت صلعم نے بالآخر انہیں معاف کر دیا +

معکوف

۳۱۱۰ معکوف۔ عکوف دیکھو ۱۵۹ گویا اپنے آپ کو کسی امر پر روک لینا ہے اس لئے معکوف کے معنی محبوس۔ ممنوع ہیں یعنی روکی گئی یغ

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ

اور اگر مومن مرد اور مومن عورتیں (نہ ہوتیں) جنہیں تم نہیں جانتے کہ تم انہیں پامال کر دو گے

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

پھر تمہیں ان کی وجہ سے لاعلمی میں کوئی نقصان پہنچ جائے تا کہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○

اگر وہ الگ الگ ہو جاتے تو جو ان میں سے کافر تھے ہم انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرتے ۱۱ ۳

آنحضرت کا روکا جانا اور شرائط صلح حدیبیہ

یہاں بتایا ہے کہ کفار نے کس حالت میں آنحضرت صلعم کو روکا حالانکہ خانہ کعبہ سے کبھی کسی کو روکا نہ گیا تھا۔ اور بدترین دشمن بھی حج کے ایام میں حرم میں آسکتے تھے مگر آنحضرت صلعم کی عداوت اس قدر ان کے دلوں میں ترقی کر گئی تھی کہ باوجود قربانیاں ساتھ ہونے کے اور باوجود یہ علم ہو جانے کے کہ سوائے زیارت و طواف بیت اللہ کے اور آپ کا کچھ منشا نہیں حرم کی حد پر پہنچے ہوئے چودہ سو آدمیوں کو حج سے روک دیا گیا۔ آخر جب قریش کو علم ہوا کہ مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہیں تو سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا مگر ساتھ یہ شرط لگا دی کہ اس سال حج کی اجازت ہرگز نہ دی جائیگی۔ سہیل کے ساتھ جو شرائط طے ہوئیں وہ حسب ذیل تھیں اور یہ معاہدہ دس سال کے لئے تھا (۱) مسلمان اسی سال بغیر حج کئے واپس چلے جائیں۔ (۲) اگلے سال آئیں مگر تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں (۳) مکہ میں جو مسلمان ہیں ان کو ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اسے نہ روکیں (۴) مکہ والوں میں سے اگر کوئی شخص مدینہ جائے تو مسلمان پابند ہونگے کہ اس کو واپس کر دیں لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی مکہ چلا جائے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے (۵) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ جس فریق کے ساتھ چاہیں شریک معاہدہ ہو جائیں

شرائط صلح میں مسلمانوں پر سختی

ابھی معاہدہ لکھا نہ گیا تھا کہ ابوجندل جو سہیل کے فرزند تھے اور مکہ میں اسلام لا چکے تھے پہنچے اور اپنی حالت زار رسول اللہ صلعم کو دکھائی۔ آنحضرت نے بہتیرا چاہا کہ وہ معاہدہ سے مستثنٰی ہوں مگر سہیل نے نہ مانا۔ معاہدہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا لکھنا بھی سہیل نے نہ مانا۔ محمد رسول اللہ کے لفظ کٹوا کر محمد بن عبداللہ لکھوایا گیا۔ حج کرنا نہ ملا۔ حکم ہوا کہ اسی جگہ قربانیاں کر کے واپس چلو۔ ان سب باتوں کی وجہ سے مسلمان سخت مغموم تھے۔ حضرت عمرؓ نے جرأت کر کے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ رسول برحق نہیں فرمایا یقیناً ہوں۔ پھر کہا کیا ہم حق پر نہیں فرمایا ہیں کہا پھر دین میں ہم پر ایسی ذلت کیوں ڈالی جاتی ہے آپ نے فرمایا میں خدا کے حکم کے مطابق کرتا ہوں اس واقعہ کے بعد سورۃ فتح نازل ہوئی جس سے مسلمانوں کے سارے غم اور پریشانیاں دور ہو گئیں +

۱۱ ۳ یہاں بتایا ہے کہ مکہ میں کچھ مومن بھی تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ جنگ ہو۔ کیونکہ جنگ میں وہ بھی پامال ہو جاتے اور ان کا مارا جانا قومی نقصان یا مسلمانوں کا اپنا ہی نقصان تھا۔ اس لئے فرمایا فتصیبکم منھم معرۃ اور یہ فی الواقعہ ایک اور رنگ کا بھی نقصان تھا کیونکہ انہی لوگوں کی تحریک سے پھر دوسرے لوگ بھی کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے۔ اگر لڑائی ہو جاتی تو اسلام کی ترقی میں بڑی بھاری رکاوٹ پیدا ہو جاتی اس کی طرف اشارہ لیدخل اللہ فی رحمتہ میں ہے۔ مفسرین نے یہاں افسوس اور رنج جو مسلمانوں کو اس وجہ سے پہنچیگا یا ان کے قتل کا گناہ یا دیت کا دینا۔ یا کفار کی طعنہ زنی کہ مسلمانوں نے اپنے بھائیوں کو مار ڈالا مراد لئے ہیں مگر صرف پہلی وجہ درست ہو سکتی ہے۔ باقی باتیں قابل قبول نہیں اور لیدخل اللہ فی رحمتہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جنگ کو روک دینا صرف اس لئے تھا کہ تا بہت سے لوگوں کو اپنی رحمت میں داخل کرے یعنی اسلام کی توفیق دے اور آخری الفاظ میں بتایا ہے کہ مومنوں اور کافروں کا ملا ہوا ہونا کافروں کے بھی بچاؤ کا موجب ہو گیا۔ اگر مومن ان میں ملے ہوئے نہ ہوتے تو جنگ ہو کر ہلاک ہو جاتے +

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ ۲۶

جب انہوں نے جو کافر تھے اپنے دلوں میں غیرت بنائی جاہلیت کی (جھوٹی) غیرت پس اللہ نے اپنے

سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا

رسول پر اور مومنوں پر تسکین اتاری اور انہیں تقویٰ کی بات پر لگا دیا اور وہ

ع ۳ ۱۲ أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۞ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ ۲۷

اسی کے زیادہ حقدار اور اسی کے اہل تھے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ۳۱۱۲ یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو

الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ

خواب سچ دکھایا تم ضرور اگر اللہ نے چاہا تو مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سر منڈوانے والے

وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا

اور بال کتروانے والے کچھ خوف نہ کرو گے سو وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے پس اس سے پہلے ایک قریب فتح عطا کی ۳۱۱۳

حمیۃ

۳۱۱۲ حمیۃ۔ قوت غضبیہ کا جوش ہے ۱۲۵۸ اور انفۃ یعنی عار اور غیرت کے معنی میں بھی آتا ہے (ل) اور یہاں مراد ان کا اصرار ہے کہ اس سال آنحضرت صلعم اور مسلمان حج نہ کریں حالانکہ صلح بھی ہو گئی۔ پھر بھی شرط یہی ٹھیرائی کہ حج کئے بغیر واپس جائیں کیونکہ انہوں نے صاف کہا تھا کہ اگر ہم حج کرنے دیں گے تو اہل عرب ہم پر طعن کریں گے۔ کہ مسلمان اپنی طاقت کے بل بوتے پر حج کر کے چلے گئے۔ اس لئے اس کو حمیۃ الجاہلیۃ کہا ہے یعنی کوئی سچی غیرت نہ تھی بلکہ جھوٹی شیخی تھی لیکن اللہ تعالے نے مسلمانوں کو کلمۂ تقویٰ پر لگا دیا یعنی انہوں نے خونریزی سے بچنے کے لئے اس ذلت کو برداشت کر لیا یہی کلمۂ تقویٰ تھا اور اللہ تعالے نے یہاں مسلمانوں کی تعریف کی ہے۔ کہ وہ واقعی اس بات کے حقدار اور اس کے اہل تھے۔ مفسرین نے کلمۂ تقویٰ سے مراد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو لیا ہے مگر سیاق اس معنی کو نہیں چاہتا +

مسلمانوں کا خونریزی سے اجتناب

صَدَقَ

۳۱۱۳ صدق۔ یہاں صدق بالفعل سے مراد ہے یعنی ایک امر کا تحقق مطلب یہ ہے کہ آپ کے رویا کو سچا کر دیا۔ (غ) محلقین۔ حلق عضو معروف ہے اور حلقہ کے معنی ہیں اس کا حلق کاٹ دیا۔ پھر بالوں کے کاٹنے (یعنی منڈوانے) پر اس کا استعمال ہوتا ہے ولا تحلقوا رؤسکم (غ) اور حلقوم کے معنی بھی حلق ہی ہیں۔ فلولا اذا بلغت الحلقوم (الواقعۃ ۵۶-۸۳) (ل)

حلق - محلق

حلقوم

آنحضرت صلعم مدینہ میں تھے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ میں داخل ہوئے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کیا ہے۔ پس آپ نے اپنے صحابہ کو اس کی خبر دی پھر جب آپ حدیبیہ کے سال نکلے تو ان میں سے کسی جماعت کو شک نہیں تھا کہ یہ رویا اسی سال پوری ہو گی۔ لیکن جب صلح ہو گئی اور آپ لوٹ آئے تو صحابہ کے دلوں میں کچھ خیال گذرا کہ ایسا کیوں ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر نے اس کے بارے میں سوال کیا اور کہا کیا آپ نے نہ فرمایا تھا کہ ہم خانہ کعبہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے آپ نے فرمایا ہاں لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال حج کریں گے۔ عرض کیا نہیں تب فرمایا کہ یقیناً تم خانہ کعبہ میں پہنچو گے اور اس کا طواف کرو گے۔ (ث) اور ایک روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ آنحضرت صلعم پر آیا اور اس نے کہا لتدخلن الخ (ر) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے رویا میں صرف اس قدر دیکھا تھا کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف کریں گے۔ اور یہ محض اجتہاد تھا کہ اسی سال طواف ہو گا۔ لیکن آپ چودہ سو آدمی کے ساتھ اسی رویا کی بنا پر نکلے اور آخر واقعات نے بتایا کہ

آنحضرت صلعم کی رویائے طواف بیت اللہ

۲۸ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر

كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ ۲۹ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ

غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے ۳۱۱۴ محمد اللہ کا رسول ہے اور جو اسکے ساتھ ہیں کافروں کے مقابلہ

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ

پر قوی آپس میں رحم کرنے والے تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدے کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہ اپنے رب کا فضل اور

رِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ

اس کی رضا چاہتے ہیں اُن کی نشانیاں اُن کے موہنوں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہیں ۳۱۱۵

پیشگوئی میں اجتہادی غلطی کا وقوع

اس رویا کا پورا ہونا آیندہ سال پر مقدر تھا اس سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ جو خواب یا الہامات بطور پیشگوئی ہوں ان میں سب تفصیلات پر آنحضرت صلعم کو بھی مطلع نہ کیا جاتا تھا۔ دوم یہ کہ خواب یا الہام کی تعبیر میں اجتہادی غلطی نبی سے بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن شریعت میں نبی سے اجتہادی غلطی نہیں ہو سکتی اجس کی اصلاح بعد میں اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہو جاتی ہے سوم یہ کہ ملہم کا اپنے اجتہاد کو صحیح یقین کر کے کسی فعل کا کر لینا جائز ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے یہ یقین کر کے کہ حج اسی سال ہوگا چودہ سو آدمیوں کے ساتھ سفر اختیار کیا +

رویا کا پورا ہونا

یہ سورت تو اس وقت نازل ہوئی جب آپ حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کیساتھ یقین دلایا کہ رسول اللہ صلعم کا وہ رویا سچا اور منجانب اللہ تھا اور پورا ہو کر رہے گا۔ اور مسلمان امن کی حالت میں خانہ کعبہ میں جائیں گے یہاں تک کہ حج کر کے سر منڈوا

فتح خیبر

یا بال چھوٹے کرا کر حالت احرام سے باہر نکلیں گے اور کسی کا خوف نہیں ہوگا اور اس سے پہلے پہلے ایک فتح قریب آپ کو حاصل ہوگی۔ یہ فتح قریب جیسا کہ نوٹ ۳۱۰۶ میں دکھایا جا چکا ہے فتح خیبر تھی آنحضرت صلعم حدیبیہ سے ذیقعد سنہ ۶ھ میں واپس ہوئے اور ذوالحج اور محرم مدینہ میں ٹھہرے اور صفر سنہ ۷ھ میں خیبر کی طرف نکلے اور اللہ تعالےٰ نے اسے آپ کے ہاتھ پر ایک حصہ کو بزور شمشیر اور ایک حصہ کو صلح سے فتح کرا یا اور اس میں صرف وہی لوگ گئے اور انہی پر مال غنیمت بھی تقسیم ہوا جو بیعت الرضوان میں شامل تھے اور نبی کریم صلعم جب دوبارہ عمرہ کو نکلے تو مکہ کے قریب پہنچ کر آپ نے ہتھیار ایک جگہ چھوڑ دیئے اور سرداران کفار غیظ و حسد کی وجہ سے مکہ سے باہر نکل گئے تاکہ اس نظارہ کو نہ دیکھیں کہ رسول اللہ صلعم کس شان و شوکت سے اس پاک گھر کا طواف کر رہے ہیں جہاں سے کفار نے آپ کو نکال دیا تھا لیکن لکھا ہے کہ عورتیں اور بچے بازاروں میں اور کوٹھوں پر جمع تھے "اور رسول صلعم کو دیکھ رہے تھے۔ اور عبداللہ بن رواحہ انصاری آپ کی اونٹنی کی باگ پکڑے ہوئے شعر پڑھ رہے تھے جن میں آتا ہے خلوا بنی الکفار عن سبیلہ اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلعم طواف کعبہ میں اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے تاکہ مشرکوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ قوت رکھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کافر کہا کرتے تھے کہ یثرب کے بخار نے آنحضرت صلعم کے ساتھیوں کو کمزور کر دیا ہے اسی لئے آپ نے حکم دیا تھا کہ پہلے تین طوافوں میں لوگ دوڑ کر چلیں (رث)

اسلام کا غلبہ کل مذاہب پر

۳۱۱۴ اس آیت میں یہ توجہ دلائی ہے کہ ایک کفار عرب پر ہی اسلام کا غلبہ مقدر نہیں بلکہ دنیا کے سب مذاہب پر یہ مذہب غالب آکر رہیگا اور اللہ کی گواہی کا ذکر اس لئے کیا کہ ظاہر حالات بسا اوقات اس کے مخالف نظر آئیں گے +

شدید۔ شدائد

۳۱۱۵ اشداء۔ شدید کی جمع ہے اور شدۃ قوت اور بہادری کو بھی کہتے ہیں اور شدید قوی آدمی کو کہتے ہیں (ل) اور مثل کا استعمال

ع ۱۵

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ

یہ ان کی مثال توریت میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں کھیتی کی طرح جو اپنی سوئی کو نکالتی ہے

فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ

پھر اسے مضبوط کرتی ہے سو وہ موٹی ہوتی ہے پھر اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے کھیتی کرنے والوں کو خوش کرتی ہے تاکہ انکی وجہ سے

الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً

کافروں کو غضب میں لائے۔ اللہ نے ان میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں حفاظت

عقد میں بھی ہے اور بدن میں بھی اور قوائے نفس میں بھی اور عذاب میں بھی کانوا اشد منهم قوة (الروم ۳۰-۹) علمه شديد القوى (النجم ۵۳-۵) غلاظ شداد (التحريم ۶۶-۶) باسهم بينهم شديد (الحشر ۵۹-۱۴) فی العذاب الشديد (ق ۵۰-۲۶) اور شدید بخیل کو بھی کہتے ہیں گویا کہ وہ بند کر دیا گیا ہے وانه لحب الخير لشديد (العاديات ۱۰۰-۸) (رغ) رحماء - رحیم کی جمع ہے

صحابہ کے اوصاف جلیلہ

محمد رسول الله - یا تو یہ پورا جملہ علیحدہ ہے جب غلبہ دینی کا ذکر کیا تو یہ بھی بتا دیا کہ وہ غلبہ دینی محمد صلعم کی رسالت سے ہی وابستہ تھا۔ اور یا جب ہدایت اور دین حق دے کر رسول بھیجنے کا ذکر کیا تو بتا دیا کہ اس رسول کا نام محمد ہے پھر آپ کے ساتھیوں کا ذکر کیا اور ان کے بعض اوصاف بیان کئے پہلا اشداء علی الکفار ہے اس کے معنی کافروں پر سختی کرنے والے نہیں بلکہ کفار کے مقابل پر قوی اور مضبوط ہیں جیسے اعزة علی الکافرین یعنی ان سے مرعوب نہیں ہو جاتے۔ انکے اثر کو قبول نہیں کرتے مقابلہ ہو جائے تو مضبوطی اور قوت سے مقابلہ کرتے ہیں دوسرا وصف رحماء بینهم ہے یعنی آپس میں ایسے نہیں کہ دوسرے کے اثر کو قبول نہ کریں۔ بلکہ ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں۔ یہ دونوں اوصاف ایسے ہیں جن سے قومی ترقی وابستہ ہے قدرت میں ہر ایک شے کی ترقی اسی سے وابستہ ہے کہ جو امور اسے نقصان پہنچانے والے ہیں ان کے اثر کو قبول نہ کرے اور اندرونی ترکیب میں اس کے اجزا ایک دوسرے کے معاون ہوں اسی کے مطابق حدیث صحیح میں ہے مثل المؤمنين فی توادهم وتراحمهم كمثل الجسد الواحد مومنوں کی مثال آپس کی محبت اور رحم میں ایک جسم کی مثال ہے المومن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا مومن۔ مومن کے لئے دیوار کی طرح ہے جس کا بعض بعض کو قوت دیتا ہے۔ اس کے بعد بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فضل بھی مانگتے ہیں جس سے مراد حسنات دنیا بھی ہو سکتی ہیں اور اس کی رضا بھی یعنی حسنات آخرت اور ان کے مونہوں پر نشانیوں

نیکی کا نشان ظاہر پر

کے ہونے سے مراد ماتھے پر سیاہ نشان نہیں۔ بلکہ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والوں کے چہروں پر ہوتا ہے۔ تعرف فی وجوههم نضرة النعيم (التطفیف ۸۳-۲۴) اور گو بعض نے اس سے مراد قیامت کے دن نور کا ظاہر ہونا لیا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ وہ اس دنیا میں بھی نظر آ جاتا ہے چنانچہ مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہو کہ وہ نشان نہیں جو تم دیکھتے ہو بلکہ وہ اسلام کا نشان اور اسکی اچھی صفت اور خشوع ہے اور خود مجاہد سے بھی یہی مروی ہے کہ اس سے مراد خشوع ہے (ج) اور ایک شخص نے جب انہیں کہا کہ میں تو اسے وہ نشان سمجھتا ہوں جو ماتھے پر پڑ جاتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو اس شخص کے ماتھے پر بھی ہو سکتا ہے جو فرعون سے زیادہ سخت دل ہو (ث) اور جابر سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا من کثرت صلوته بالليل حسن وجهه بالنهار جو رات کو بہت نماز پڑھتا ہے اس کا منہ دن کو بہت خوبصورت نظر آتا ہے۔ اسی قسم کے اور بھی صحابہ کے اقوال ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکی کا اثر انسان کے ظاہر پر بھی ہوتا ہے اور لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی خالص نیابت اور حسن اعمال کی وجہ سے جو شخص ان کی طرف دیکھتا تھا۔ ان کے ظاہر و باطن کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا (ث) اور حضرت ابن عمر نے ایک شخص کی ناک پر سجدے کا نشان دیکھا تو فرمایا تیری ناک تیرے منہ کی صورت ہے سو اسے خراب مت کر (م)

وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے [3116]

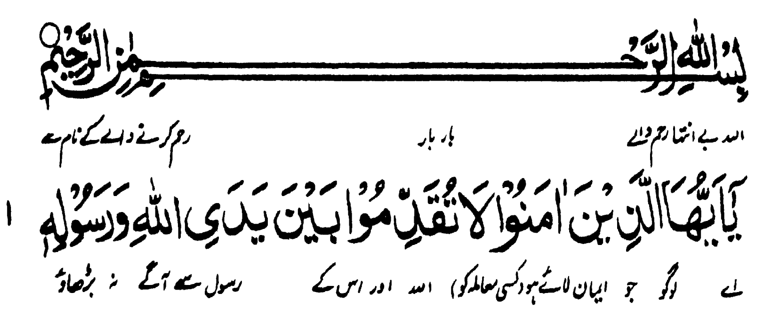
[3116] زرع - زَرَعَ - اِنْبات - یعنی اگانا ہے اور فی الحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نہ انسان کا ءانتم تزرعونه ام نحن الزارعون (الواقعة ۵۶-۶۴) اور زرع اصل میں مصدر ہے اور اس سے مراد مَزْرُوع یعنی اگائی ہوئی چیز یا کھیتی لی جاتی ہے۔ فنخرج به زرعا (زرع) زُرَّاع - زارع کی جمع ہے۔

زرع

ذٰلك مثلهم - یعنی جو اوپر ان کے اوصاف بیان ہوئے یہی توریت اور انجیل میں بھی ہیں یا تو اس لحاظ سے کہ پیشگوئیوں میں ایسا ذکر ہے۔ مثلاً توریت انہیں قدوسی قرار دیتی ہے اور انجیل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے باغ کو لیکر ان لوگوں کو دے گا جو اس کے پھل عین وقت پر دیتے ہیں اور یا مراد یہ ہے کہ مومنوں کی یہی صفات توریت اور انجیل میں بھی ہیں اور کزرع سے انکی ایک اور مثال دی ہے جس میں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ گو ابھی مسلمان تھوڑے نظر آتے ہیں مگر چونکہ حق ایک بیج کی طرح ہے اس لئے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس کے قدرتی نشو ونما کو نہیں روک سکتی اور لیغیظ بهم الکفار میں تمثیل سے اصل کی طرف رجوع کیا ہے اور لیغیظ بهم الکفار میں یا تو مسلمانوں کی موجودہ کمزوری کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں کمزور دیکھ کر کافر غضب میں آتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں تباہ کر دیں اور یا آئندہ قوت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جب وہ اس مضبوطی کی حالت کو پہنچ جائیں گے تو پھر کافر انہیں دیکھ دیکھ کر غیظ میں آئیں گے مگر ان کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ اس مثال میں بھی یہی سمجھایا ہے کہ اسلام آخرکار دنیا میں پھیل جائیگا۔ اور کہ اس کی ترقی تدریجی ہوگی۔ جس طرح کھیتی آہستہ آہستہ بڑھتی اور پھیلتی ہے۔

حق کی مثال بیج سے

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ ثَمَانَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱۰ ۱۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۱

اے لوگو جو ایمان لائے ہو (کسی معاملہ کو) اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھاؤ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور اللہ کا تقویٰ کرو اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۳۱۱۷

نام و خلاصہ مضمون

اس سورت کا نام الحجرات ہے اور اس میں دو رکوع اور اٹھارہ آیتیں ہیں۔ اس سورت کا اصل مضمون جماعت اسلامی کے نظام کو قائم کرنا اور باہمی محبت و وداد کا پیدا کرنا ہے اور سب سے پہلے یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے سامنے ہر ایک فرد جماعت کو کس طرح مؤدب رہنا چاہیے اور چونکہ جماعت میں اسی قدر محبت اور الفت بڑھے گی جس قدر زیادہ محبت اور الفت اس پاک وجود سے ہو جو اس کی روح کے قائمقام ہے یعنی رسول خدا صلعم کی محبت جن کی نسبت فرمایا لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین اس لئے سورت کی ابتدا اس سے کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے تقدم اختیار نہ کرو اور اپنی آوازوں کو بھی رسول کے سامنے پست رکھو اور یہ نہ صرف تقاضائے محبت و ادب تھا بلکہ نظام جماعت کے لئے بھی ضروری تھا؛ اور ان لوگوں کو روکا جو باہر سے آتے تو فوراً رسول اللہ صلعم کے حجروں پر آوازیں دینا شروع کرتے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اہم قومی کام جو رسول اللہ صلعم کی توجہ کو چاہتے تھے اُن کے لئے بھی آپ کو تنہائی میسر نہ آتی تھی اسی مناسبت کے لحاظ سے اس سورت کا نام الحجرات ہوا۔ اس تمہید کے بعد مسلمانوں کو ساری وہ راہیں سکھائی ہیں جن سے قوم میں باہم محبت پیدا ہو سکتی ہے۔ بغیر تحقیق کے ایک دوسرے کے خلاف کچھ کارروائی نہ کر بیٹھیں۔ اگر باہم دو گروہوں میں لڑائی بھی ہو جائے تو من حیث الجماعت مسلمان ان میں اصلاح کی کوشش کریں اور زیادتی کرنے والے کے خلاف جنگ تک کرنے کے لئے تیار رہیں تاکہ جماعت کا امن قائم رہ سکے پھر جن باتوں سے عداوت پیدا ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی تحقیر۔ ایک دوسرے پر عیب لگانا۔ ایک دوسرے کے نام رکھنا دوسروں کے اقوال و افعال کی نسبت بدظنی کرنا۔ دوسروں کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹوہ میں لگے رہنا۔ پیٹھ پیچھے ان کی کمزوریوں کا ذکر ان تمام باتوں سے روک کر بتایا کہ تم سب انسان یکساں ہو۔ کسی قوم کو دوسری قوم پر فخر نہ کرنا چاہیئے۔ کہیں کا رہنے والا ہو۔ کسی قوم اور قبیلہ سے ہو۔ کسی رنگ کا ہو معزز ہونے کا معیار صرف ایک ہی ہے یعنی تقوی اللہ یا اللہ تعالے کے قائم کردہ حقوق کی رعایت۔ جو شخص جس قدر زیادہ دوسروں کے حقوق کی پرواہ کرتا ہے اسی قدر زیادہ اس کی عزت اور مرتبہ اللہ تعالی کی نگاہ میں ہے۔ پھر مسلمانوں میں سے اس کمزور گروہ کا ذکر کیا جو ابھی برائے نام ہی۔۔۔ اسلام میں شامل ہے اور دوسری طرف کامل مومنوں کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ اس مرتبہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

تعلق و تاریخ نزول

اس سورت کا تعلق پچھلی سورت سے ظاہر ہے۔ گویا اس کے آخری حصہ رحماء بینھم کی تفسیر ہے اور یوں بھی جب فتح کا ذکر کیا اور اس میں یہ اشارہ کیا کہ لوگ اسلام میں داخل ہونگے۔ تو ان نئے داخل ہونے والے کے لئے ادب کا ذکر بھی ضروری تھا اور وہ بیان کیا سورت کا نزول سنہ ۹ ہجری کا ہے اور یہ مدنی ہے۔

تقدیم۔ تقدم

۳۱۱۷ تقدموا۔ تقدیم سے ہے اور تَقَدُّم چار طرح پہ ہے جیسا کہ قَبْل کے معنی میں بیان ہوا یعنی مکان کے لحاظ سے زمانہ کے لحاظ سے

۲ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ اس سے پکار پکار کر

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

بات کرو جیسا ایک دوسرے کو پکارتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل بے کار ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ۲۱۱۸

مرتبہ کے لحاظ سے ترتیب مناسبی کے لحاظ سے) اور قَدَّمَ کسی چیز کو آگے کیا یا آگے بھیجا۔ ءاشفقتم ان تقدموا بين يدی نجوٰكم صدقات (المجادلة ۵۸-۱۳) لبئس ما قدمت لهم انفسهم (المائدة ۵-۸۰) اور تَقَدَّمْتُ فُلَانًا اَتَقَدَّمُهٗ کے معنی ہیں اس کے آگے آگے چلا يقدم

قدم

قومه يوم القيامة (هود ۱۱-۹۸) اور یہاں لا تقدموا کے معنی زجاج نے کئے ہیں کہ جب تمہیں کسی کام کا حکم دیا جائے تو اسے اس کے اس وقت سے پہلے نہ کرو جس وقت تمہیں کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور قَدَّمَ بين يديه کے معنی ہیں تَقَدَّم یعنی آگے بڑھنا۔ اور زجاج کے نزدیک تَقَدَّمُوْا اور تَقْدُمُوْا کے ایک ہی معنی ہیں (ل) روح المعانی میں ہے کہ یہ قَدَّمَ متعدی ہے یعنی ایک چیز کو دوسری سے آگے کرنا۔ اور پھر دو احتمال بیان کئے ہیں یعنی یا یہ کہ مفعول کو چھوڑ دیا گیا ہے اور نفس فعل کی تقدیم ہی مراد ہے یعنی لا تفعلوا التقديم تقدیم مت اختیار کرو اور یا یہ کہ مفعول کو عام کرنے کی خاطر حذف کر دیا ہے اور ابن جریر نے کئی معنی دیئے ہیں جن میں ابن عباس سے مروی ہے کہ کتاب اور سنت کے خلاف مت کہو۔ یا یہ کہ اس کی کلام سے پہلے کلام نہ کرو ۔

بين يدی۔ لن نؤمن بهذا القرآن ولا بالذی بين يديه (السبا ۳۴-۳۱) میں بین یدیه سے مراد اس سے پہلی کتابیں ہیں ان هو الا نذير لكم بين يدی عذاب شديد (السبا ۳۴-۴۶) میں مراد لقائے عذاب ہے یعنی اس بات سے ڈرانے والا کہ اگر تم نافرمانی کرو تو تمہیں عذاب شدید ملے گا۔ اور نكالا لما بين يديها (البقرة ۲-۶۶) میں مراد یا تو وہ امتیں ہیں جو پیدا ہو چکیں اور اس وقت سامنے موجود تھیں اور یا مراد وہ گناہ ہیں جو پہلے گذر چکے ثم لاٰتينهم من بين ايديهم (الاعراف ۷-۱۷) میں مراد ما تقدم ہے یعنی انکو گمراہ کروں گا یہاں تک کہ وہ اسے جھٹلائیں جو پہلے گذر چکا اور مرنے کے بعد اٹھنے کو بھی جو بعد میں آنیوالا ہے اور بين يديه ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو تمہارے سامنے ہو (ل) اور یہاں لا تقدموا بين يدی الله ورسوله سے اللہ اور اسکے رسول سے آگے بڑھنا یا انکے فیصلہ یا انکی مرضی سے پہلے کسی معاملہ کا فیصلہ کر دینا ہے یعنی جب تک اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ایک معاملہ میں نہ ملے تم خود اس میں پیش دستی نہ کرو اور جب حکم مل جائے تو پھر اس سے ادھر ادھر نہ ہو اور متابعت یعنی پیروی کی صفت سے خروج نہ کرو

مبين يدی

شان نزول کے مختلف قصے بیان کئے گئے ہیں کہیں یہ کہ کسی شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی کر دی تھی کہیں حضرت ابوبکر و عمر کے باہم ایک جھگڑے کا قصہ ہے جو بخاری میں بھی ہے اور یہ باتیں صحیح بھی ہوں تو عموم حکم میں شامل ہونگی اور مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام سے کسی قسم کی پیش قدمی نہ کی جائے چونکہ اس سورت کا مضمون مسلمانوں کی باہم اخوت قائم کرنا ہے اس لئے اس کی ابتدا اس سے کی ہے کہ سب کے سب اللہ اور اسکے رسول کے احکام کی اطاعت کو سب باتوں پر مقدم کریں کیونکہ یہی اخوت اسلامی کی بنیاد ہے اور باہمی محبت جو اس سورت کا اصل مضمون ہے قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ رسول اللہ صلعم کی محبت سب محبتوں پر فائق نہ ہو لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين ۔

اخوت اسلامی کی بنیاد اللہ اور رسول کی اطاعت ہے

۲۱۱۸ ہر بات میں افراط و تفریط کے پہلو ہو جاتے ہیں اور اصلاح اسی کا نام ہے کہ کسی معاملہ میں افراط و تفریط ہر دو پہلوؤں سے بچ کر میانہ روی پر قائم کیا جائے مساوات بلاشبہ بہت اچھی چیز ہے اور ملک عرب میں مساوات موجود تھی مگر اس کے ساتھ اگر آداب مجلس قائم نہ رہیں تو اخلاق کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچتا ہے یوں تو سب انسان برابر ہیں لیکن اگر ایک سپاہی جرنیل کے سامنے ادب ملحوظ نہ رکھے اور اگر ایک شاگرد استاد کے سامنے سر نہ جھکا کر رکھے تو نہ سپاہی وقت پر کام کر سکتا ہے نہ وہ طالب علم علم حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے آنحضرت صلعم بشر مثلکم بھی ہیں مگر آپ سب انسانوں کے معلم بھی ہیں پھر آپ ایک جرنیل کی حیثیت بھی رکھتے ہیں اس لئے جن آداب کی ضرورت نظام کے قیام اور ترقی کے حصول کے لئے ہے وہ ضرور تھا

تعلیم ادب

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۳

وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے نیچا رکھتے ہیں وہی ہیں جن کے دل اللہ نے تقوے کیلئے خالص

لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ○ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ○ ۴

کردیئے ہیں اُن کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے ۳۱۱۹ وہ لوگ جو تجھے حجروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں اُن میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے ۳۱۲۰

کہ اس کامل تعلیم کا بھی حصہ ہوتے جو محمد رسول اللہ صلعم لائے تھے آپ کو اس بات کی ضرورت نہ تھی کہ کوئی شخص آپ کے سامنے نیچی آواز سے گفتگو کرے اور نہ کسی کے اونچی آواز سے گفتگو کرنے سے آپ کا کچھ بگڑتا تھا مگر نظام قومی اور ان لوگوں کی اپنی ترقی میں یہ امر ہارج تھا جیسا کہ اگلی آیت میں اور اس آیت کے آخری حصہ میں صراحت بھی کردی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ نصائح بھی اپنے پاک کلام میں اتاریں۔ اور یہ خاص موقع بھی تھا اس لئے کہ پہلے تو لوگ تھوڑے تھوڑے دین اسلام میں داخل ہوتے اور ہجرت کرکے نبی کریم صلعم کے پاس آجاتے اور آپ کی صحبت میں رہ کر خود ہر قسم کے اداب سے واقف ہو جاتے تھے لیکن جب ہر قسم کے لوگ کثرت سے اسلام کے اندر داخل ہونے لگے اور سب کو موقعہ بھی نہ ملتا تھا کہ زیادہ دیر آنحضرت صلعم کے پاس ٹھہریں تو ضروری ہوا کہ انہیں آداب مجلس سے بھی آگاہ کیا جائے اور پہلے عام حکم کے بعد کہ کسی معاملہ میں بھی اللہ اور رسول سے تقدم اختیار نہ کیا جاتے اور اُنکے احکام سے آگے قدم نہ رکھا جائے۔ چند خاص باتوں کا ذکر کیا یعنی ایک یہ کہ نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو گویا آپ کے سامنے گفتگو میں طریق ادب اختیار کیا جائے اور دوسرے یہ کہ آپ کو اس طرح پکار کر آواز نہ دی جائے جس طرح ایک دوسرے کو نام سے پکار کر آواز دی جاتی ہے باہر کے لوگ جب آتے تھے تو آپ سے یا محمد کہکر ہی خطاب کیا کرتے تھے اور بعض نے اول سے مراد لیا ہے کہ نبی سے بات کرتے وقت آواز کو آپ کی آواز سے اونچا نہ کرو اور دوسرے سے یہ کہ آپ جب خاموش ہوں اور گفتگو کرنے والا دوسرا ہو تو بہت بلند آواز سے گفتگو نہ کرے اور یہ جو فرمایا ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون تو مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے ادب کے طریقوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے بعض تمہارے اعمال بیکار ہو جائیں کیونکہ جب آپ کی صحبت میں بیٹھکر فیض حاصل نہ کیا تو یہ عمل ضایع ہو گیا۔ لیکن جو لوگ قدرتاً بلند آواز ہوں وہ اس میں شامل نہیں جیسا کہ ثابت بن قیس کا ذکر ہے کہ وہ بلند الصوت تھے تو جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ گھر میں بیٹھ گئے اور روتے تھے کہ یہ میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے تب رسول اللہ صلعم نے انہیں بلوا بھیجا اور فرمایا کہ تو تو اہل جنت میں سے ہے +

امتحان

۳۱۱۹ امتحن ۔ مَحَنَ اور اِمْتِحَان ابتلاء کی طرح ہیں (رغ) (جسکے لئے دیکھو ۵۵۹) ۔ اور حدیث میں اس شخص کے ذکر میں ہے جو اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ دشمنوں سے مقابلہ ہوتا ہے تو اُن سے جنگ کرتا ہے یہاں تک کہ قتل کیا جاتا ہے فذٰلك الشهيد المُمْتَحَن في جنة الله تحت عرشه لا يفضله النبيون الا بدرجة النبوة جہاں مُمْتَحَن کے معنی ہیں صاف کیا گیا پاکیزہ کیا گیا خالص کیا گیا کیونکہ مَحَنْتُ الفضة کے معنی ہیں چاندی کو آگ سے پاک اور خالص کیا۔ اور مجاہد سے امتحن الله قلوبهم کے معنی مروی ہیں اُن کے دلوں کو خالص کردیا۔ اور ابو عبیدہ نے اس کے معنی کئے ہیں انہیں مصفیٰ اور پاکیزہ (مہذب) بنایا۔ اور بعض نے اِمْتَحَنَ کے معنی شرح کئے ہیں یعنی ان کے دلوں کو کھول دیا اور مَحْن کے اصل معنی کوڑے سے مارنا ہیں اور اسم مِحْنَة ہے (ل)

آواز کی پستی کا اخلاق پر اثر

اس سے معلوم ہوا کہ آواز کے پست کرنے سے دل میں انقیاد پیدا ہوتا ہے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جو لوگ اپنی آوازوں کو بلا ضرورت بلند رکھتے ہیں وہ اخلاق فاضلہ سے محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ انکو کسی موقعہ پر ادب ملحوظ نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں ایسے لوگ علم کے حاصل کرنے میں بھی اکثر محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ گفتگو میں بلند آواز عموماً طبیعت میں ایک قسم کے الکار سے یا تکبر سے ہوتی ہے اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی حدیث کے وقت آواز کا بلند کرنا بھی موجب محرومی ہو جاتا ہے یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے ہر قسم کی آلایش سے پاک کر دیا تھا۔

حُجرة

۳۱۲۰ حجرات ۔ حُجْرَة کی جمع ہے اور حُجْرَة وہ ہے جس میں لوگ اترتے ہیں اور اس کے گرد احاطہ کرلیتے ہیں اور گھروں کے حجروں کو ان کے روکنے

۵ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا

اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکل آتا تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۳۱۲۰ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ

لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی سے دکھ پہنچا دو

۷ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ

پھر اس پر جو تم نے کیا نادم ہو ۳۱۲۱ اور جان لو کہ تمہارے اندر اللہ کا رسول ہے

نبی کریم کی بیبیوں کے حجرے

کی وجہ سے حجرے کہا جاتا ہے (دل) یعنی اس کے گرد دیوار ہونے کی وجہ سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا اور یہاں مراد نبی کریم صلعم کی بیبیوں کے حجرے ہیں اور یہ کھجور کی ٹہنیوں کے بنے ہوئے تھے جن کے دروازوں پر پردے پڑے ہوئے تھے اور چھوٹے چھوٹے تھے اور ولید بن عبد الملک کے عہد میں مسجد میں شامل کر دیئے گئے۔

آنحضرت کی مصروفیتیں اور اہم کاموں کا مقدم رکھنا

جب دور دور سے لوگ آنے لگے تو انہیں آنحضرت صلعم کی مصروفیتوں کی تو خبر نہ تھی اس لئے بعض لوگ آتے ہی آنحضرت صلعم کو یا محمد یا محمد کہکر پکارنے لگتے ادھر اگر آنحضرت صلعم کی مصروفیتوں کو دیکھا جائے تو سمجھ نہیں آتا کہ آپ اکیلے اتنے کام کیونکر کر لیتے ایک طرف اگر آپ معلم قرآن ہیں تو دوسری طرف نمازوں کے امام ہیں پھر اگر آپ بادشاہ وقت ہیں تو دوسری طرف ادنیٰ ادنیٰ کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ کہیں کسی کا سودا لا دیتے ہیں کہیں کسی بی بی کو گھر کے کام میں مدد دیتے ہیں کہیں بکری کا دودھ دوہ لیتے ہیں کہیں اپنے کپڑے اور جوتے کی مرمت کر لیتے ہیں پھر اگر آپکو ہی چاروں طرف مہمات ملکی کا فکر ہے تو آپ کو خود ہی اپنی بگڑی قوم کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے اور ایک وفد آتا ہے کہ دین سیکھے ادھر ایک فوجی مہم تیار کرنے کی ضرورت ہے یہ سب کام آپ خود ہی سر انجام دیتے ہیں۔ ایسے حالات میں اگر ہر شخص اپنی ضرورت کو مقدم کرے تو کام نہیں چل سکتا۔ اس لئے یہ طریق ادب سکھایا کہ جب دوسرے کاروبار اور حوائج ضروریہ سے فراغت ہوگی تو آپ خود باہر نکل آئیں گے۔ ہر شخص اگر آ کر آوازیں دینے لگے تو اہم سے اہم بڑے بڑے اہم کام رک جائیں گے اس سب تعلیم کے آج بھی زندہ کیا جانے کی ضرورت ہے اگر ایک طرف مسلمانوں میں بڑے آدمی اور علماء اور سجادہ نشین بنے آپ کو عوام الناس سے چھپ کر الگ رکھ کر افراط کے مرتکب ہیں تو دوسری طرف اس تفریط کا سلسلہ بھی جاری ہے کہ ہر شخص اپنی بات کو اہم ترین قومی کاموں سے ضروری سمجھ کر یہی چاہتا ہے کہ پہلے اس کا کام ہو جائے +

حتّٰی

۳۱۲۰ حتی - جارہ ہے اور انتہا اور غایت میں الیٰ کا کام دیتا ہے لیکن اس کا مجرور اس کا آخر ہوتا ہے یا آخری جز سے ملنے والا جیسے ھی حتی مطلع الفجر اور حتی جب مضارع منصوب پر داخل ہوتا ہے تو تین معنوں میں ہوتا ہے کبھی الیٰ کے معنی ہیں جیسے حتی یرجع الینا موسیٰ (طٰہٰ ۲۰ - ۹۱) کبھی کی تعلیلیہ کے معنی ہیں ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم (البقرۃ ۲ - ۲۱۷) کبھی الا کے معنی استثنا میں اور مضارع حتی کے بعد اسی وقت منصوب ہوتا ہے جب مستقبل کے معنی میں ہو اور بھی حتی واؤ کی طرح عاطفہ ہوتا ہے

استبان - تبیین

۳۱۲۱ تبینوا - آبان - استبان اور تبیّن لازمی و متعدی دونوں طرح پر آتے ہیں استبان الشیء تبیّن الشیء کے معنی ہیں ظاہر و چیز ظاہر ہو گئی دیکھو نمبر ۱۲ اور استبنتہ اور تبیّنتہ کے معنی ہیں میں نے اسے تحقیق کیا یا ظاہر کیا (دل)

اَنْ

اَنْ کا استعمال چار طرح پر ہے ایک یہ کہ حرف مصدری ہو جو مضارع پر نصب دیتا ہے جیسے وان تصوموا خیر لکم (البقرۃ ۲ - ۱۸۴) دوم - اَنَّ سے مخفف اور فعل یقین کے بعد آتا ہے جیسے علم ان سیکون منکم مرضی (المزمل ۷۳ - ۲۰) وحسبوا ان لا تکون فتنۃ (المائدۃ ۵ - ۷۱) سوم مفسرہ دیکھو نمبر ۹ چہارم لمّا کے بعد تاکید کیلئے فلما ان جاء البشیر (یوسف ۱۲ - ۹۶) ولما ان جاءت رسلنا لوطا سیء بھم (العنکبوت ۲۹ - ۳۳)

وَاِنْ

اور اِنْ بھی چار طرح پر آتا ہے شرط کے لئے اور دونوں فعلوں کو جزم دیتا ہے ان ینتھوا یغفر لھم (الانفال ۸ - ۳۸) اِنَّ سے مخففہ اس کے ساتھ لام ضروری ہوتا ہے ان کاد لیضلنا عن الھتنا (الفرقان ۲۵ - ۴۲) اور نافیہ جیسے لئے دیکھو نمبر ۲۱ اور لا و نفی کی تاکید کیلئے

خبروں کی تحقیقات

حرث بن ابی ضرار خزاعی کا واقعہ احادیث میں لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ میں اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلاؤں گا اور ان سے زکوٰۃ بھی وصول کروں گا آپ اپنا عامل بھیج دیں جو مال زکوٰۃ لے آئے جس شخص کو آپ نے بھیجا وہ رستہ سے واپس آ گیا۔ اور کہا کہ زکوٰۃ دینے کی بجائے اس نے مجھے قتل کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔ تب رسول اللہ صلعم نے خالد یا کسی اور شخص کو ایک دستہ کے ساتھ اس کی طرف بھیجا اور بعد میں اصل واقعات کا اظہار ہوا۔ رفتہ رفتہ ایسے ایسے واقعات جو کہ پیش آتے رہتے تھے ان کے متعلق بھی

لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ

اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات مان لیا کرے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو محبوب کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی ہے اور کفر اور

إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ ۸

فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مکروہ کر دیا ہے یہی بھلائی کی راہ پر چلنے والے ہیں ۳۱۲۲ اللہ کی طرف سے فضل اور اسکی نعمت سے، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

نصیحت فرمائی، ورہنمائی چونکہ اہم خبر کو کہتے ہیں اسلئے فرمایا کہ اہم خبروں میں ایسے آدمیوں کا اعتبار نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہ کرتے ہوں خواہ وہ مسلمان ہی کہلاتے ہوں بلکہ اگر غیر معتبر ذریعے سے خبر ملے تو پہلے تحقیق کر لو کہ صحیح بات کیا ہے۔ اور یوں گویا مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے کہ ہر خبر پر بغیر کافی وجہ اور بغیر تحقیقات کے اس قدر وثوق نہیں کر لینا چاہیئے کہ اسکی بنا پر کسی قوم کو نقصان پہنچ جائے ضروریات قومی کیساتھ اصول انصاف اور تحقیق کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے آدمی کی شہادت بھی قابل قبول ہے بشرطیکہ وہ فاسق نہ ہو۔ اس قسم کی ہدایات مسلمانوں کو باہمی فتنوں سے بچانے کے لئے تھیں +

اَنَّ - اِنَّ **اِنَّمَا** — **۳۱۲۲** اَنَّ اِنَّ دونوں تاکید کے لئے آتے ہیں اور اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ اِنَّ کے بعد جملہ مستقل ہوتا ہے اور اَنَّ کے بعد جو آتا ہے وہ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے جو کبھی مرفوع اور کبھی منصوب اور کبھی مجرور کے موقعہ پر ہوتا ہے اور اِنَّ جب ما سے مل جائے تو اس کے عمل کو باطل کرتا ہے اور اس چیز کیلئے جسکا ذکر ہے اثبات حکم کرتا ہے اور جیسے ماسوا ہے اس کی نفی کرتا ہے یعنی حصر کے لئے ہوتا ہے جیسے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبة ۹ - ۲۸) یہاں اس بات پر تنبیہ ہے کہ نجاست امر شرک سے مختص ہے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ (البقرة ۲ - ۱۷۳) گویا اسی کو حرام کیا ہے اور یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ سب سے بڑی حرام کی ہوئی چیزیں یہی ہیں (غ)

فِيْ — فِيْ ظرفیت کے لئے آتا ہے حقیقتاً ہو جیسے غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ اَدْنَى الْاَرْضِ یا مجازاً جیسے يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا اور کبھی مصاحبت کے لئے آتا ہے کبھی تعلیل کیلئے جیسے ان امرأة دخلت النار فی هرة یعنی بلی کی وجہ سے اور کبھی علیٰ کے معنی میں جیسے لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ اور کبھی اِلیٰ کے معنی میں جیسے رَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ اور کبھی مقایسہ کے لئے جیسے مَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ یعنی آخرت پر قیاس کر کے اور فی اہم بمعنی فہم ہوتا ہے لیبلغ فالا یعنی بوجہ

لَوْ — لَوْ ایک چیز کے امتناع کیلئے ہوتا ہے بوجہ کسی دوسری کے امتناع کے جیسے لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (الانبیاء ۲۱ - ۲۲) اسی معنی میں ہے لو عاش ابراھیم لکان

لَوْلَا — نبیاً یعنی چونکہ اس کا نبی ہونا ممتنع تھا اس سے وہ زندہ بھی نہ رہا اور شرط کے معنی میں بھی آتا ہے دیکھو ۳۱۲۲ اور لَوْلَا بھی دو طرح پر آتا ہے کسی چیز کے امتناع کیلئے اس کے غیر کے واقع ہو جانے کی وجہ سے لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (السبا ۳۴ - ۳۱) اور هَلَّا کے معنی میں لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا (القصص ۲۸ - ۴۷) (غ)

مَحَبَّةٌ **حَبَّبَ** — حَبَّبَ مَحَبَّةٌ اس چیز کا ارادہ ہے جسے تم اچھا سمجھو یا محبت رکھو اور یہ تین طرح پر ہے لذت کیلئے نفع کیلئے بزرگی کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کے لئے اس کا اس پر انعام ہے اور انسان کی محبت اللہ تعالیٰ کے لئے اسکے تقرب کا طلب کرنا ہے اور حَبَّبَ ایک چیز کو دوسرے کی طرف محبوب کر دینا جیسے یہاں (غ)

عِصْيَان **عَصٰى** — عصیان - عصا کیلئے دیکھو ۵۳ اور یہ عصوت سے ہے یعنی وادی ہے اور عَصٰى عصیانًا جبکے معنی نافرمانی ہیں پائی ہے اور کبھی مجازاً زلت یعنی معمولی لغزش پر بھی بولا جاتا ہے وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ (طٰهٰ ۲۰ - ۱۲۱) اسی لحاظ سے فرمایا کیونکہ دوسری جگہ خود فرمایا فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا اور عاصی اور عَصِيّ اسم فاعل ہیں وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (مریم ۱۹ - ۱۴)

صحابہ کا مقام مقبولیت — اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی عصمت کو بیان فرمایا ہے یعنی وہ ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے کہ گناہ ان سے سرزد نہ ہوتا تھا ان لوگوں پر تعجب ہے جو انبیاء کی عصمت کو معرض بحث میں لاتے ہیں یہاں نبی کے پیروؤں کیلئے مقام عصمت کا حاصل ہونا بیان کیا گیا ہے پہلے یہ فرمایا کہ رسول دوسرے لوگوں کی اطاعت نہیں کرتا کیونکہ وہ رضائے الٰہی کے رستوں پر چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے روشنی پاتا ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ دوسرے اسکی اطاعت کریں۔ اسی لئے اسکے مقابل پر رسول کے پیروؤں کے رسول کی اطاعت کرنے کا ذکر کیا اور اطاعت کی بجائے لفظ ایمان اختیار کیا کیونکہ اس میں فعل قلب اور اقرار لسان اور فعل جوارح تینوں شامل ہیں اور پھر ایمان یا اطاعت رسول کا انکے نزدیک محبوب ہونا بیان کیا جو چیز محبوب ہوتی ہے انسان اسے دوسری پر ترجیح دیتا ہے اور اسی کا ارادہ کرتا ہے گویا بتلایا کہ صحابہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو دل سے ہی اچھا سمجھتے ہیں اور اسی کا ارادہ بھی کرتے ہیں اور زینہ فی قلوبکم میں بتایا کہ وہ اطاعت رسول انکے قلوب میں گھر کر گئی ہے اور وہی ان کو خوبصورت اور پیاری معلوم ہوتی ہے گویا ان کے دل اسی کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں اور پھر اسکے تین قسم کی ظلمتوں کی نفی کی یعنی اگر وہ طاعات بجا لاتے ہیں تو یہ نہیں کہ ان طاعات میں کسی قسم کی ظلمت کی ملونی ہو سب سے بڑی ظلمت کفر ہے اسلئے اگر کوئی زبان سے اقرار کرکے

۹ وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ

اور اگر مومنوں میں سے دو گروہ جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو پس اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرتا ہے

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ

تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف واپس آئے پس اگر وہ واپس آجائے تو انکے درمیان عدل سے صلح کرا دو اور انصاف کرو اللہ انصاف

الثلثة ع

۱۰ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۲۳۲۲ مومن بھائی بھائی ہی ہیں سو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ کا تقویٰ کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

پھر انسان حدود سے تجاوز کرنے لگتا ہے جو فسق ہے۔ اس سے آگے معمولی نافرمانیاں ہیں ان تمام ظلمتوں سے انکا پاک ہونا ان الفاظ میں بیان کیا کہ انکی طبیعت ان چیزوں سے کراہت کرتی ہے اور جس چیز سے انسان کی طبیعت کراہت کرے اسکی طرف وہ کبھی عمداً قدم نہیں اٹھا سکتا اور یہ حکم ان کی اکثریت پر ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو صحابہؓ جیسا کوئی دوسرا ایک گروہ پیش کرنے سے عاجز ہے اور یہ رسول اللہ صلعم کی زبردست قوت قدسی کا ثبوت ہے۔ اہل تشیع اور عیسائیوں کے اعتراضات کا اس آیت میں جواب ہے اور صحابہ میں جو باہم اختلافات ہوئے تاریخ بتاتی ہے کہ انکی وجہ بھی ان کی زبردست قوت ایمانی تھی جس بات کو سچا سمجھا اسکے مقابل کسی کی پروا نہیں کی +

دو مسلمان گروہوں کی جنگ میں جماعت اسلامی کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے

۲۳۲۲ بخاری اور مسلم وغیرہما میں ہے کہ عبداللہ بن ابی نے کچھ کلمات آنحضرت صلعم کی تحقیر کیلئے بولے جس پر بعض صحابہ اور اس کے ساتھیوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ابن جریر نے ایک انصاری اور اس کی بی بی کے متعلقین کے جھگڑے کے قصے میں اس کا نزول بیان کیا ہے لیکن آیت مسلمانوں کی عام ہدایت کیلئے ہے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے اور کسی خاص واقعہ سے اسے کچھ تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ دو کمزور منافق گروہ کیلئے مومن کا لفظ نہیں آسکتا تھا اور فی الحقیقت یہی اس سورت کی اصل غرض ہے کہ مسلمانوں کو بتایا جائے کہ وہ سب باہم بھائی بھائی ہیں پس اگر معاملہ جنگ تک بھی ان میں نوبت پہنچ جائے تو پھر بھی ان میں مصالحت کی کوشش ہی کرنی چاہئے جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا انما المومنون اخوۃ البتہ باہم جنگ کے بعد اگر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ غلطی پر کون فریق ہے اور زیادتی کس کی ہے پس اگر زیادتی کرنے والا فریق اپنی زیادتی سے باز نہ آئے تو جماعت اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ اسکی اعانت کرے جس پر زیادتی ہوئی ہے مسلمانوں نے اس طریق عمل کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور آج کل جو صلح کل لوگ ہیں وہ مصالحت اسے قرار نہیں دیتے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے بلکہ مصالحت انکے نزدیک یہ ہے کہ منہ سے اتنا کہہ چھوڑیں کہ ہم دونو کو برا نہیں کہتے جب زیادتی کرنیوالے کے ساتھ اللہ تعالیٰ مقاتلہ تک کو ضروری ٹھیراتا ہے اور مصالحت کیلئے صحیح طریق عمل اسی کو قرار دیتا ہے تو آج ہمارا کوئی اور طریق تجویز کرنا قرآن کے صریح حکم سے منہ پھیرنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا باہمی تفرقہ روز بروز ترقی کر رہا ہے ۔

باغی کافر نہیں

یہاں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ قرآن کریم دونوں گروہوں کو مومن قرار دیتا ہے گو جنگ تک بھی ان کی نوبت پہنچ چکی ہو پس وہ لوگ جو ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر اپنے مسلمان بھائیوں کو کافر قرار دیتے ہیں اس حکیمانہ تعلیم سے کتنی دور پڑے ہوئے ہیں خوارج کا باغی علی الامام کو یا اہل تشیع کا حضرت علی سے جنگ کرنیوالوں کو کافر قرار دینا اس تعلیم قرآنی کی صریح خلاف ورزی ہے

صحابہ کی باہمی جنگ

صحابہ میں جو لڑائیاں ہوئی ہیں وہ اس آیت کے ماتحت آتی ہیں اللہ تعالیٰ نے دونوں جنگ کرنیوالوں گروہوں کو مومن قرار دیا ہے خواہ حضرت علی کا گروہ ہو خواہ حضرت معاویہ کا اور حضرت عائشہ صدیقہ کا اس جنگ میں حصہ لینا محض مصالحت کی غرض سے تھا ان کی غرض حضرت عثمان کے قاتلوں کو سزا دینا تھا اور یہ آپکے اپنے بیانات سے ظاہر ہے جو تاریخ نویسوں نے نقل کئے ہیں مثلاً ایک موقعہ پر انہوں نے والی بصرہ کے دو ایلچیوں کو حضرت عثمان کے قاتلین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "اور انہی سے اصل بنائے فساد پیدا ہوتی تھی" واقعہ یہ ہے کہ آوارہ گرد ان قبائل نے مدینہ پر جو حرم محترم تھا حملہ کیا اور وہاں فتنے برپا کئے۔ . . . . انہوں نے بیگناہ خلیفۂ اسلام کو قتل کیا معصوم خون کو حلال جان کر بہایا جس مال کا لینا ان کو جائز نہ تھا وہ لوٹا حرم محترم نبوی کی بے عزتی کی ماہ مقدس کی توہین کی لوگوں کی آبروریزی کی مسلمانوں کو بے گناہ مار پیٹ کی" اور آخر کار فرمایا کہ میں انہی امور کی اصلاح کے لئے نکلی ہوں یعنی جب ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو زیادتی کرنیوالے گروہ کو سزا دینا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ جب جنگ میں حضرت عائشہ کو ناکامی ہوئی تو حضرت علی نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ انہیں مدینہ بھیجا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت عائشہ بھی بغرض اصلاح ہی نکلی ہیں اور اسی طرح حضرت زبیر اور طلحہ کے قاتلوں پر حضرت علی نے اظہار ناراضگی فرمایا +

ع ٨ / ١٤

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُوا۟ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ ١١

اے لوگو جو ایمان لائے ہو (ایک) قوم (دوسری) قوم پر ہنسی نہ کرے شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں (دوسری)

مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا۟ بِٱلْأَلْقَٰبِ بِئْسَ

عورتوں پر (ہنسیں) شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور اپنے لوگوں کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو نام دھرو ایمان کے

ٱلِٱسْمُ ٱلْفُسُوقُ بَعْدَ ٱلْإِيمَٰنِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ١٢ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱجْتَنِبُوا۟

بعد برا نام کیا ہی برا ہے اور جو توبہ نہ کرے تو وہی ظالم ہیں ۱۲۲ اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت گمان (بد)

كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا۟ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ط

کرنے سے بچو کیونکہ بعض بدگمانی گناہ ہے اور نہ ایک دوسرے کے بھید ٹٹولو اور نہ ایک دوسرے کی چغلی کرو

نساء — ۱۲۲ نساء اور نسوان اور نسوۃ تینوں مرأۃ کی جمع ہیں یعنی عورتیں اور یہ جمع غیر لفظہ ہے جیسے مرء کی جمع قوم ہے یا نساء النبی (الاحزاب ۳۳-۳۲) قال نسوۃ فی المدینۃ (یوسف ۱۲-۳۰) (غ)

لمز / **لمزۃ - ھمزۃ** / **لمز - ھمز** — تلمزوا۔ لمز کے معنی ص ۱۳۶ میں مفردات راغب سے بیان کئے گئے ہیں لیکن لسان العرب میں ہے کہ لمز غمز کی طرح منہ پر یعنی سامنے ہوتا ہے مگر خفی کلام کے ساتھ اور من یلمزک فی الصدقات (التوبۃ ۹-۵۸) میں معنی کئے گئے ہیں یحرک شفتیہ یعنی اپنے ہونٹ ہلاتا ہے اور لمزۃ اور ھمزۃ میں یہ فرق کیا ہے کہ لمزۃ منہ پر عیب لگانے والا ہے اور ھمزۃ پیٹھ کے پیچھے اور لکھا ہے کہ اس کا اصل یہ ہے کہ آنکھ اور سر اور ہونٹ کے ساتھ اشارہ کیا جائے کلام خفی سے ملا ہوا اور وہ معنی بھی آتے ہیں جو مفردات سے نقل کئے گئے ہیں یعنی پیٹھ کے پیچھے عیب لگانا اور ابن کثیر نے یہ تفریق کی ہے کہ ھمز فعل سے ہے اور لمز قول سے۔

نبز - تنابز — تنابزوا۔ نبز کے معنی لقب یا نام ہیں اور نبز مصدر ہے یعنی نام رکھنا اور تنابز ایک دوسرے کے نام رکھنا اور اکثر استعمال اس کا ذم کے موقع پر ہے ثعلب کا قول ہے یہودی یا نصرانی کو یا یہودی یا نصرانی کہہ کر پکارتے تھے اس سے روکا ہے۔ یہودی یا نصرانی مسلمان ہو جائے تو اسے یہودی یا نصرانی کہنے سے روکا ہے اور الفاظ بعد الایمان دیگر معنی کی تائید کرتے ہیں (ل)

لقب — القاب لقب کی جمع ہے اور وہ انسان کا ایسا نام ہے جو پہلے نام کے سوا ہو اور اس میں معنی کا لحاظ ہوتا ہے برخلاف اعلام یعنی انسان کے اسم معرفہ کے اور لقب عزت کے طور پر بھی ہوتا ہے جیسے بادشاہوں کے القاب اور نبز یا ذم کے طور پر بھی (غ)

دوسروں کی تحقیر سے بچنے کی نصیحت — آیت کے پہلے حصہ کے متعلق مختلف روایتیں ہیں بنی تمیم کے کچھ لوگوں نے بلال پر ہنسی کی تھی یا حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ نے ام سلمہ کے متعلق کچھ کہا تھا یا عکرمہ بن ابی جہل کے متعلق کسی نے کہا تھا کہ یہ اس امت کے فرعون کا بیٹا ہے اور دوسرے حصہ کے متعلق ثابت بن قیس کا قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی کو مسجد میں انہوں نے کہا تھا کہ یہ فلاں عورت کا بیٹا ہے جس سے عیب لگانا مقصود تھا تو آیت نازل ہوئی تو انہوں نے توبہ کی ایک روایت کی رو سے بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا کہ یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی کہ ہم میں ایک ایک شخص کے دو دو تین تین نام پڑے ہوئے تھے اصل غرض تو جماعت اسلام میں محبت و مودت کے تعلقات پیدا کرنا ہے اس لئے جب ذکر کیا کہ مسلمانوں میں باہمی مصالحت کی کوشش کرنی چاہئے تو ساتھ ہی ان موجبات کو بھی دور کرنے کی تعلیم دی جن سے کہ باہم تنافر کا سلسلہ پیدا ہوتا اور بعض وقت لڑائیوں تک نوبت پہنچا دیتا ہے اور یہاں تین باتوں سے روکا ہے اول دوسروں پر تمسخر کرنا دوسرا ان پر منہ پر عیب لگانا تیسرا ان کے نام رکھنا اور یہ تینوں ہی دوسرے کی تحقیر اس کے منہ پر یا پیچھے ہیں اس بات سے روکا ہے کہ اس کی تحقیر کیلئے اس پر ہنسی کرے اور لا تلمزوا میں اس سے کہ سر یا آنکھ یا ہونٹوں کے اشارہ اور کلام خفی سے اس کی تحقیر کرے اور لا تنابزوا میں اس سے کہ اس کے نام رکھے اور یہ تینوں باتیں عموماً دوسرے کے سامنے ہی ہوتی ہیں اور اگلی آیت میں ان باتوں کا ذکر ہے جو عموماً پیٹھ پیچھے ہوتی ہیں اور تنابز بالالقاب میں ہر قسم کے نام رکھنا منع کیا ہے مثلاً کسی کا ایسا نام رکھنا جسے وہ ناپسند کرے یا کسی کو یہودی یا نصرانی کہنا یا کسی کو فاسق یا منافق کہنا اور بالخصوص یہ دوسری بات ہی مراد ہے جیسا کہ بئس الاسم الفسوق سے ظاہر ہے یعنی ایک شخص جو ایمان لا چکا ہے اس کا نام یہودی یا نصرانی یا فاسق یا منافق رکھنا بہت برا کام ہے اور عورتوں کو بیان بالخصوص خطاب کیا ہے کیونکہ یہ بیماریاں عورتوں میں بالخصوص پائی جاتی ہیں ۔

أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ

کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم اس سے کراہت کرتے ہو اور اللہ کا تقویٰ کرو اللہ رجوع برحمت کرنیوالا

۱۳ رَحِيمٌ ۞ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ

رحم کرنیوالا ہے ۳۱۲۵ اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو

۱۴ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۞ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ

تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہی ہے جو سب سے متقی ہے اللہ جاننے والا خبردار ہے ۳۱۲۶ دیہاتی کہتے ہیں ہم ایمان لائے

قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ

کہو تم ایمان نہیں لائے لیکن کہو ہم فرمانبردار ہوئے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا

تجسس

۳۱۲۵ تجسسوا۔ جسّ سے ہے اور وہ اصل میں رگ کا چھونا ہے تا کہ صحت یا بیماری کا حکم لگانے کیلئے نبض کا حال دیکھا جائے اور وہ حسّ سے زیادہ خاص ہے کیونکہ حسّ اس چیز کا جاننا ہے جس کا ادراک حس سے ہو اور جسّ ہر قسم کے حال کا جاننا ہے اور لفظ جاسوس اسی سے ہے (غ) اور تجسس دوسرے کے عیب کی تلاش کرنا ہے اور اس کا اطلاق غالباً شر میں ہوتا ہے اور تحسس کا خیر میں (ت)، اور جاسوس صاحب سرِّ شر ہے اور ناموس صاحب سرِّ خیر اور حدیث میں جساسہ سمندر کے جزائر کا ایک دابہ ہے جو خبریں تلاش کر کے دجال کو پہنچاتا ہے (ل)، اور دراصل یہاں بھی پوشیدہ حال انسان ہے

غیبۃ۔ اغتیاب

یغتب۔ غیبۃ یہ ہے کہ انسان دوسرے کے عیبوں کا ذکر کرے بغیر اسکے کہ اس ذکر کی ضرورت ہو (غ)، اسی سے اغتیاب ہے اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم اس بات کا ذکر اپنے بھائی کے متعلق کرو جسے وہ ناپسند کرتا ہے ذکرک اخاک بما یکرہ اور جب دریافت کیا گیا کہ اگر وہ بات جو کہی جاتی ہے میرے بھائی میں پائی جاتی ہو تو فرمایا یہی غیبت ہے اور اگر نہ پائی جاتی ہو تو یہ بہتان ہے (ت)

لحم

لحم۔ گوشت کو کہتے ہیں جمع لحوم ہے لن ینال اللہ لحومھا (الحج۔ ۳۷)

بدگمانی

یہاں تین اور باتوں کا ذکر ہے جن سے جماعت میں نقصان پیدا ہوتا ہے پہلی بات ظن ہے حضرت عمر کا قول ہے کہ اگر تمہارے بھائی کے منہ سے کوئی بات نکلے تو جب تک اسے اچھے معنی پر حمل کر سکتے ہو کرو اور ایک حدیث میں ہے ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ظن سے بچو ظن سب سے جھوٹی بات ہے (ث) اور اصول یہی ہے کہ جب تک ایک بات یا فعل نیکی پر محمول ہو سکتا ہے اسے بدی پر محمول نہ کیا جائے بعض الظن اثم میں بتایا کہ گو بعض وقت بدگمانی صحیح بھی ہو مگر تمہیں ضرورت نہیں کہ بدگمانی میں پڑو اس لئے کہ شاید وہ غلط ہی ہو اور گناہ ہو جائے اور دوسری بات جس سے روکا ہے لوگوں کے اعمال کا

تجسس

تجسس کرنا ہے ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مسلمان کی عورات (یعنی پردے کی باتوں) کی ٹوہ میں نہ لگو جو ایسا کرتا ہے اللہ اسے رسوا کرتا ہے (م)

غیبت

تیسری بات جس سے منع کیا ہے غیبت ہے یعنی پیٹھ پیچھے کسی کے عیبوں کا ذکر کرنا۔ اور اسے مردہ بھائی کے گوشت کے کھانے سے تشبیہ دی ہے کیونکہ عیب یا کمزوری ایک مردہ گوشت کے حکم میں ہے لیکن حصول علم کیلئے لوگوں کے حال کا تلاش کرنا یا کسی کے اس عیب کا بیان کرنا جس کا اثر اس علم پر پڑتا ہے جیسے راویوں کا کذب وغیرہ یہ ایک ضرورت کے لئے ہے غیبت وہ ہے جو بلا ضرورت ہو جیسا کہ راغب نے لکھا ہے۔

شعب قبیلۃ

۳۱۲۶ شعوب۔ شَعْب اکٹھا کرنا اور الگ الگ کرنا اور اصلاح کرنا اور بگاڑ کرنا ہے یعنی اضداد میں سے ہے اور شَعْب بڑے قبیلہ کو کہتے ہیں جس کی جمع شعوب ہے یعنی سب سے بڑا شعب ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ۔ اور یہ گویا انسان کے سر کی طرف سے نیچے کی طرف اعضا کے ناموں پر ہیں (ل)

تقویٰ عزت کا معیار ہے

ان بدیوں کے بعد ایک اصل بتایا کہ ایک دوسرے کی تحقیر یا عیب شماری عیوب جو کی جاتی ہے اس لئے کہ ایک شخص اپنے آپ کو بڑا اور معزز خیال کرتا ہے تو فرمایا کہ بڑا اور معزز اللہ کے نزدیک وہی ہے جو اتقیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو نگاہ رکھنے والا اور کوئی بڑائی چھوٹائی اللہ کے ہاں کوئی قدر نہیں رکھتی ملکیں جو مختلف قومیں اور قبیلے ہیں تو ان کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گویا یہ تقسیم فی نفسہ کسی محض شناخت کے لئے ہے نہ بڑائی چھوٹائی پیدا کرنے والی۔ اسلام کی تعلیم کا یہ اصل ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ایک ایسی بنیاد اخوت کی رکھتا ہے جس کا مقابلہ دنیا کا کوئی اصول نہیں کر سکتا یعنی تمام قومی امتیازات اور امتیازات کو یکسر مٹا دیا ہے جن کی بنا پر لوگ ایک دوسرے پر فخر ہی نہیں بلکہ ظلم اور زیادتی بھی کر لیتے ہیں۔ کالے اور گورے کے سب جھگڑوں کو یکسر مٹا دیا آج دنیا جن مصائب میں سفید اور سیاہ کی تفریق سے

وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۞ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ ۱۵

اور اگر تم اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو تو تمہارے عملوں میں سے تمہیں کچھ کم کر کے نہیں دیگا اللہ بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے ۲۱۲۴ مومن صرف

الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ

وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر کچھ شک نہیں کرتے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد

اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۞ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا ۱۶

کرتے ہیں یہی صادق ہیں کہو کیا تم اللہ کو اپنا دین جتلاتے ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۞ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ ۱۷

زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے تجھ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے کہو مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت رکھو بلکہ اللہ نے تم پر احسان کیا

أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۞ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۞ ۱۸

کہ تمہیں ایمان کی راہ دکھائی اگر تم سچے ہو ۲۱۲۵ اللہ آسمانوں اور زمین کا غیب جانتا ہے اور اللہ اسے دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو

بڑی ہی بڑی اکالوتی علاج سوائے اسلام کے نہیں۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں حجۃ الوداع کے خطبے میں یہ لفظ آتے ہیں۔ یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی احمر ولا لاحمر علی اسود الا بالتقوی ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ یعنی اے لوگو تمہارا رب ایک ہی ہے سن لو کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کالے کو گورے پر اور نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے سوائے تقویٰ کے تم میں سے اللہ کے نزدیک وہی سب سے بڑھکر عزت والا ہے جو سب سے بڑھکر متقی ہے۔ اور اس آیت کے شان نزول میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے بنی بیاضہ کو حکم دیا تھا کہ ابو ہند کو اپنی ایک عورت کی شادی کر دیں تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اپنے موالی سے شادی کر دیں جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آنحضرت نے خود زینب جیسی اعلیٰ خاندان کی عورت کی شادی زید ایک آزاد شدہ غلام کی اور آنحضرت صلعم کا نسب تعلق ہونے کے یہ معنی نہیں کہ سید اگر کوئی برا کام کرے یا مرتد ہو جائے تو وہ بھی قابل عزت ہے عزت بہرحال تقویٰ سے ہی ہے ۔

۲۱۲۴ ظاہر ہے کہ یہ خاص لوگوں کا ذکر ہے مجاہد کہتے ہیں بنی اسد بن خزیمہ کا ذکر ہے جنہوں نے اسلام ظاہر کیا تھا مگر انکے دلوں میں کھوٹ تھا وہ صرف غنائم اور دنیا کے مال کے خواہشمند تھے اور بعض کے نزدیک مزینہ جہینہ اسلم اشجع غفار وغیرہ قبیلوں کا ذکر ہے بہرحال عام طور پر سارے اعراب کا ذکر نہیں دوسری جگہ ہے ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الآخر ویتخذ ما ینفق قربات عند اللہ وصلوات الرسول (التوبہ ۹: ۹۹) اور اسلمنا سے یہاں مراد صرف ظاہری طور پر فرمانبرداری کر لینا ہے لیکن یہ لفظ لا کر بتا دیا کہ دائرہ اسلام میں وہ بھی داخل ہیں اور جماعت اسلامی کا حصہ ہیں انہیں اسلام سے خارج قرار نہیں دیا بلکہ آخر پر ان اللہ غفور رحیم لا کر مسلمانوں کو یہی ہدایت کی ہے کہ ان سے نرمی کا معاملہ کریں اور بجائے نام مسلمانوں کو بھی مسلمان اور اپنے بھائی ہی سمجھیں۔ یہاں انکی کمزوریوں کا ذکر کر کے اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے اور اگلی آیت میں بتایا کہ مومن کے نام کے مستحق ہونا چاہتے ہو تو اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کر کے دکھاؤ۔ یوں مومن اور مسلم میں ایک فرق رکھا ہے یعنی مسلم تو ہر وہ شخص ہے جو دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا خواہ ابھی اسلام کے احکام پر پورے طور پر عامل ہو یا نہیں اور خواہ دل میں وسوسے بھی پیدا ہوتے ہوں اور مومن وہ ہے جس کا نفس اس قسم کے وسوسوں سے پاک ہو بلکہ جو مجاہدہ اور عمل میں بھی اس حد تک ترقی کر چکا ہو کہ اسکی ساری طاقت اور اسکا مال و دولت اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف ہوتے ہیں۔ اور یہاں ایمان کامل یعنی اسکے تینوں پہلوؤں کا ذکر ہے اول اقرار لسانی آمنوا باللہ و رسولہ دوم تصدیق قلبی ثم لم یرتابوا سوم عمل بالجوارح جاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ۔ جو لوگ اپنے بھائیوں پر ذرا ذرا کمزوریاں دیکھکر کفر کے فتوے صادر کرتے ہیں انکے لئے یہ مقام قابل غور ہے کہ قرآن کریم کس طرح ان لوگوں کو مسلم قرار دیتا ہے جنکے متعلق خود ہی فرماتا ہے کہ ایمان انکے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ آج اس معیار پر کتنے مسلمان اترتے ہیں اور کتنے ان اعراب کے ذیل میں آتے ہیں جو صرف نام کے مسلمان کہلوا کر اسلام پر احسان جتاتے ہیں۔

مومن اور مسلم

ایمان کے تین پہلو

۲۱۲۵ بنی اسد بن خزیمہ کے متعلق لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلعم کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ ہم بوجھوں اور عیال کے ساتھ آپکے پاس آئے ہیں اور ہم نے آپکے ساتھ جنگ نہیں کی جیسا کہ فلاں قبیلہ نے کی ہے تو گویا یہ احسان جتانا تھا تو فرمایا کہ احسان تو اللہ کا تم پر ہے کہ تمہیں ایمان کا رستہ دکھا دیا۔ آج جو لوگ خدا اور اس کے رسول کے لئے تنکا بھی نہیں اٹھاتے وہ بھی عملی طور پر گویا اسلام پر احسان جتاتے ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اللہ کے رستے میں کچھ کام کر کے یہ کہنا مناسب نہیں کہ میں نے فلاں بڑا کام کیا ہے۔ بہت ایسے لوگ ہیں جنکو کسی خدمت دینی کی توفیق ملتی ہے تو وہ اسے بہت بڑی چیز سمجھکر خدا کے دین یا اس کے رسول پر احسان سمجھتے ہیں حالانکہ ان کا فرض تھا جو انہوں نے ادا کیا ۔

سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ ۲ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ

(اللہ سب باتوں پر) قادر ہی بزرگی والا قرآن گواہ ہے[۳۱۲۹] بلکہ یہ تعجب کرتے ہیں کہ انکے پاس انہیں سے ایک ڈرانے والا آیا سو کافر

الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ ۳ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ ۝

کہتے ہیں یہ عجیب بات ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے یہ لوٹ کر آنا دور (از قیاس) ہے[۳۱۳۰]

ع ۱ ۱۵ ۱۵

تمہید سورت

اس سورت کا نام قٓ ہے اور اس میں تین رکوع اور پینتالیس آیتیں ہیں۔ قٓ مقطعات قرآنی میں سے ہے اور مراد اس سے اللہ تعالیٰ کا اسم قادر یا قدیر ہے۔ اور اس سورت میں یہی دکھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ سے ایک انقلاب عظیم پیدا کر دے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی قیامت کا ذکر بھی ہے اور دونوں باتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی طرف ہی توجہ دلائی ہے۔ اور ترتیب کے لحاظ سے پچھلی سورتوں سے تعلق ظاہر ہے۔ اس لئے کہ سورۃ الفتح میں دین اسلام کے کل دینوں پر غلبہ کا ذکر تھا۔ اور سورۃ الحجرات اسی کے ایک حصہ کی تفسیر تھی۔ پس اس سورت کو ساتھ رکھ کر یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غلبہ کے لانے پر قادر ہے اور کہ یہ غلبہ بذریعہ قرآن کریم ہوگا۔ اسی لئے قرآن کی صفت مجید کا سب سے پہلے یہاں ذکر کیا ہے اور یہ سورت مکی ہے اور اس کا نزول غالباً ابتدائی مکی زمانہ سے ہی تعلق رکھتا ہے +

۳۱۲۹ قٓ۔ ابن جریر میں تین قول لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ قرآن کے اسماء میں سے ہے۔ زمین کے اردگرد ایک پہاڑ ہے۔ مگر اس تیسری بات کو تو سیاق سے کوئی تعلق نہیں۔ اور روح المعانی میں ایک قول نقل کیا ہے کہ جبل قاف کا جس کے بہت طول طویل قصے بنائے گئے ہیں کوئی وجود نہیں اور پہلا قول ابن عباس کا ہے اور وہی صحیح ہے +

مجد۔ مجید

مجید۔ مجد۔ کرم اور جلال کی وسعت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت میں بھی مجید ہے یعنی وہ عطائے فضل ہیں جو اس سے خاص ہو وسعت والا ہے۔ اور قرآن کا وصف بھی ہے۔ بہ سبب کثرت اس کے جو مکارم دنیوی اور اخروی سے اس میں ہیں (غ)

قٓ والقرآن المجید کی ترکیب ایسی ہی ہے جیسے صٓ والقرآن ذی الذکر کی۔ اور جواب قسم گویا قٓ میں آ گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے۔ جس کا کافر انکار کرتے ہیں یعنی قیامت کا آنا یا آنحضرت صلعم کا ایک روحانی قیامت قائم کرنا اور اس پر گواہ خود قرآن مجید کو بنایا ہے۔ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے دنیا میں مجد پیدا ہوگی اور اس کے متبعین کو مکارم دنیوی اور اخروی سے حصہ کثیر دیا جائیگا۔ اور قرآن شریف میں قیامت کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس روحانی قیامت کا ذکر بھی چلتا ہے جس کی طرف یحشر الناس علی قدمی میں اشارہ ہے۔

بعید

۳۱۳۰ بعید۔ بعد کے لئے دیکھو ۲۲۷۲ فی العذاب والضلل البعید (السبا)۔ یہاں بعید سے مراد گمراہی میں ایسی دوری ہو جس سے لوٹ کر راہ راست کی طرف آنا سخت دشوار ہے اور وما قوم لوط منکم ببعید (ھود ۸۹) میں گمراہی میں مقاربت ہے اور یہاں بعید کو مراد بعید از امکان یا بعید از عادت (ر)

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ ۴ ۵

ہم جانتے ہیں جو زمین ان سے کم کر دیتی ہے اور ہمارے پاس حفاظت کرنے والی کتاب ہے ۳۱۳۱ بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلا دیا

لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا ۶

جب وہ اُن کے پاس آیا سو وہ اضطراب کی حالت میں ہیں ۳۱۳۲ تو کیا وہ اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے ہم نے اسے کس طرح بنایا اور اسے زینت دی

وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ ۷

اور اس میں کوئی خلل نہیں ۳۱۳۳ اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ ڈالے اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں۔

تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝ وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ ۸ ۹

بصیرت اور نصیحت ہر ایک رجوع کرنے والے بندے کے لیے (ہے) اور ہم نے بادل سے برکت والا پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ساتھ باغ اگائے

وَّ حَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ ۱۰ ۱۱

اور دانہ جو کاٹا جاتا ہے اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا گابھہ تہ بتہ ہے ۳۱۳۴ بندوں کے لیے رزق (ہے) اور اس کے ساتھ ہم مردہ شہر کو زندہ کرتے ہیں

نقص۔منقوص

۳۱۳۱ تنقص. نقص. ظاہر میں کمی کرنا ہے اور منقوص کم کیا گیا۔ نقص من الاموال (البقرۃ ۲-۱۵۵) غیر منقوص (ھود ۱۱-۱۰۹) (غ)

کتاب حفیظ

کتاب حفیظ سے مراد حفاظت کرنے والی کتاب ہے کتاب حافظ لتفصیل الاشیاء (م) مگر جس چیز کی حفاظت کی طرف بیان اشارہ ہے وہ اعمال انسانی ہیں کیونکہ انہی کی حفاظت کا ذکر بار بار قرآن شریف میں آتا ہے جیسے کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون (الانفطار ۸۲-۱۱-۱۲) ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (ق ۵۰-۱۸)

دوسری پیدائش اعمال سے ہے

لہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ یحفظونہ من امر اللہ (الرعد ۱۳-۱۱) پس ان کے اس اعتراض کے مقابل پر کہ ہم مٹی ہو جائیں گے۔ فرمایا ہے کہ جس چیز کو زمین کم کر دے گی اسے بھی ہم جانتے ہیں یعنی وہ جسم انسانی ہے لیکن ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو ان چیزوں کو محفوظ کر لیتی ہے جو محفوظ کرنے کے قابل ہیں یعنی اعمال انسانی کو۔ اس لیے کہ جسم میں تو یہاں بھی ہر آن ایک تغیر رہتا ہے۔ لیکن اعمال کے نتائج ساتھ ساتھ پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اور کوئی عمل بے فائدہ نہیں ہوتا۔

۳۱۳۲ مریج کے لیے دیکھو ۲۳۸۶ مراد یہ ہے کہ ایک رائے قائم نہیں کر سکتے کبھی سحر کہتے ہیں کبھی کہانت وغیرہ۔

آسمان میں فروج نہ ہونے سے مراد

۳۱۳۳ فروج دیکھو ۲۲۵۲ والمراد سلامتھا من کل عیب و خلل (م) مراد اس سے ہر عیب اور خلل سے سلامت ہونا ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا الذی خلق سبع سموات طباقا ما تری فی خلق الرحمان من تفوت فارجع البصر ھل تری من فطور (الملک ۶۷-۳) جہاں آسمانوں کے ذکر میں ہی فرمایا ہے کہ نہ ان میں تفاوت ہے نہ اختلال یعنی ایک ہی قانون کے ماتحت سب نظام چل رہا ہے ہی منشا. یہاں فروج کے نہ ہونے سے ہے یعنی قانون الٰہی میں کوئی فرق اور اختلال نہیں ہے۔

باسق

۳۱۳۴ بسقت. بسق فلان علی اصحابہ یعنی ان پر علو حاصل کیا اور باسق وہ ہے جو اونچائی میں لمبا ہو جائے (غ)

۳۱۳۵ دیکھو ۱۵۸۲ اس کے اندر دونوں مفہوم شامل ہیں۔ قیامت میں مردوں کا زندہ کرنا اور روحانی زندگی کا عطا کرنا جس طرح آسمانی بارش سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح وحی کی بارش سے روحانی مردے زندہ ہو جاتے ہیں اور یہ قیامت کا ثبوت ہے۔

۱۲ ۱۳ كَذٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ

اسی طرح نکلنا ہوگا۔ ف۳۱۳۵ اُن سے پہلے بھی جھٹلایا نوح کی قوم نے اور کوئیں والوں نے اور ثمود نے اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں

۱۴ ۱۵ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ

نے اور بَن کے رہنے والوں اور تبع کی قوم نے سب نے رسولوں کو جھٹلایا سو میرا (عذاب کا) وعدہ سچا ہوا کیا ہم پہلی پیدائش میں عاجز آگئے ہیں؟

۱۶ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ

ع ۱۴ ۱۶

بلکہ وہ نئی پیدائش کے متعلق شبہ میں ہیں ف۳۱۳۶ اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو اس کا نفس وسوسہ ڈالتا ہے

۱۷ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ

اور ہم اس سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں ف۳۱۳۷ جب دو لینے والے لیتے ہیں (وہ) دائیں اور بائیں انتظار میں ہوتے ہیں ف۳۱۳۸

بعث بعد الموت خلق جدید ہے یہی زندگی نہیں

ف۳۱۳۶ مطلب یہ ہے کہ پہلی پیدائش جو نیستی سے ہستی کرنا تھا اگر اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ عاجز نہیں آئی تو نئی پیدائش کے متعلق یہ شبہات کہ کس طرح ہوگا صحیح نہیں یہاں اس دوسری پیدائش کو خلق جدید کہہ کر صاف بتا دیا کہ یہی جسم پھر نہیں بنے گا بلکہ وہ ایک نئی پیدائش ہوگی اور وہ جسم جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اعمال انسانی سے تیار ہوگا +

ورید

ف۳۱۳۷ حبل الورید۔ حبل ہر ذریعہ کو کہتے ہیں ف۴۹ اور یہاں مراد رگ ہے اور ورید وہ رگ ہے جو جگر اور دل سے ملتی ہے اور جس میں خون اور روح حیوانی اس کے مجاری ہیں (غ) پہلے رکوع میں آسمان زمین وغیرہ کی پیدائش کا ذکر کیا تو اس میں انسان کی پیدائش اور اس کے ساتھ ہی اس کے اعمال کی حفاظت کا ذکر کیا ہے جس کی طرف کتاب حفیظ (۴) میں اشارہ کیا تھا پہلے اپنے علم کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ صرف انسان کے اعمال کا ہی علم ہے۔ بلکہ ان برے خیالات کا بھی علم ہوتا ہے۔ جو اس کے دل میں ہوتے ہیں۔ اور برے خیالات کا ذکر بالخصوص اس لئے کیا کہ شریروں کی سزا کا ذکر خصوصیت سے آگے کیا ہے۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو خالق فطرت انسانی ہے وہی اس کی اندرونی بیماریوں اور اس کے وساوس سے بھی خبردار ہے۔ اور بذریعہ اپنی وحی کے ان کا علاج کرتا ہے۔ اور یہاں وسوسہ کو نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور دوسری جگہ شیطان کی طرف من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس اور یہ دونوں باتیں صحیح ہیں وسوسہ کے پیدا کرنے میں شیطان کی تحریک بھی ہے اور وہ وسوسہ انسان کے اندر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان سے اپنے قریب ہونے کا ذکر اس لئے کیا کہ انسان گناہ پر جرأت اس لئے کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دور سمجھتا ہے +

شمال ۔ شمائل

ف۳۱۳۸ شمال۔ یمین کے مقابل پر ہے اور اس کی جمع شمائل ہے عن الیمین والشمائل (النحل ۱۶-۴۸) عن ایمانھم وعن شمائلھم (الاعراف ۷-۱۷) اس کے معنی زجاج نے کئے ہیں کہ میں انہیں اس بارہ میں گمراہ کروں گا جس سے وہ روکے گئے ہیں اور بعض نے اس کے معنی کئے ہیں کہ میں اس میں ان کو گمراہ کروں گا جو وہ عمل کرتے ہیں کیونکہ جو کچھ انسان کماتے وہ کسبت یداہ کا مصداق ہی ہوتا ہے گو دونوں لفظوں سے فی الواقع کچھ نہ کیا ہوا ہو حدیث میں قرآن کے ذکر میں ہے یعطی صاحبہ یوم القیامۃ الملک بیمینہ والخلد بشمالہ تو آپ کا اس سے یہ مطلب نہیں تھا کہ واقعی کوئی چیز اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں پکڑا دی جائے گی بلکہ یہ منشا ہے کہ ملک اور خلد دونوں اسے دئیے جائیں گے اور طیر شمال اس پرندہ کو کہا جاتا ہے جس سے بدفال

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ ۱۸ ۱۹

وہ کوئی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہوتا ہے ۳۱۳۹ اور موت کی بے ہوشی سچ مچ آکر رہے گی یہ وہ ہے جس سے تو کنارہ

تَحِيْدُ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝ ۲۰ ۲۱

کرتا تھا ۳۱۴۰ اور صور میں پھونکا جائیگا یہ (عذاب کے) وعدہ کا دن ہے اور ہر شخص آئیگا اسکے ساتھ (ایک) چلانے والا اور (ایک) گواہ ہو گا ۳۱۴۱

لی جائے اور جو ری لہ عذاب الشمال میں مراد ہے مایکرہ یعنی ایسی بات پیش آئی جسے وہ ناپسند کرتا تھا اور اہل عرب کہتے ہیں فلان عندی بالیمین جس سے مراد ہوتی ہے کہ وہ منزلہ حسنہ یا اچھے مرتبہ پر ہے۔ گویا یمین کے معنے منزلہ حسنہ ہیں اور جب ایک شخص کا مقام ذلیل ہو تو کہا جاتا ہے انت عندی بالشمال اور شمال کے معنی شُوْم یا نحوست بھی ہیں۔ اور اِشْتَمَلَ علیہ

اشتمل — الامر کے معنی ہیں احاطہ اس کا احاطہ کیا یا اسے شامل کیا اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین (الانعام۔ ۱۴۴)

تعود۔ قعید — قعید۔ قعود کے معنی تو کھڑا ہونا کے مقابلہ میں بیٹھنے کے ہیں مگر کبھی آتے ہیں یعنی کسی چیز کے انتظار میں ہونا یا اسے نگاہ میں رکھنا لاقعدن لھم صراطک المستقیم (الاعراف۔ ۱۶) اور انا ھھنا قاعدون (المائدۃ۔ ۲۴) میں معنی منتظرون ہیں یعنی امید میں ہیں اور یہاں قعید سے مراد ہے کہ وہ فرشتہ اسے نگاہ میں رکھتا ہے اور اس کے لئے اور اس کے خلاف لکھتا ہے اور (قعید) واحد اور جمع پر یکساں بولا جاتا ہے (غ) اور مجاہد سے بھی قعید کے معنی رصد مروی ہیں (ج)

اعمال کے لکھے جانے سے مراد — اب اس حفاظت اعمال کا ذکر صراحت سے فرماتا ہے دو لینے والے ہیں جو ہر فعل اور قول کو لے لیتے ہیں یعنی وہ فرشتے جو ہر انسان کے ساتھ ہیں اور نیک و بد اعمال کو محفوظ کر لیتے ہیں اور عن الیمین اور عن الشمال میں اشارہ منزلہ حسنہ اور گری ہوئی حالت کی طرف ہے جو علی الترتیب نیکی اور بدی سے پیدا ہوتی ہیں اور دوسری جگہ انہی لینے والوں کو کاتبین یا لکھنے والے کہا ہے کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون (الانفطار ۱۱۔۱۲) مگر ان کا لکھنا اس طرح قلم و دوات سے نہیں اس طرح کے کاغذ پر ہے جیسا ہم انسان لکھتے ہیں جیسا کہ روح المعانی میں بھی ہے ولکنا لا نعلم کیفیۃ قلمھما ومدادھما پس ان کا لکھنا ان کا کسی طرح پر محفوظ کر لینا ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے ہاں اس لکھنے یا حفاظت کے نتائج ہم بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اور پوری صفائی سے وہ قیامت میں نظر آئیں گے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اور یہ بھی بعض آثار میں ہے کہ بھلائی لکھنے والا فرشتہ دوسرے پر امین یا امیر ہے

لفظ — ۳۱۳۹ یلفظ۔ لَفْظ کسی چیز کا پھینکنا ہے جو تمہارے منہ میں ہو اسی سے لَفَظْتُ بالکلام کے معنی ہیں کلام کیا۔ (ل)

عتاد و عتید — عتید۔ عَتَاد کسی چیز کا ذخیرہ کر رکھنا ہے قبل اس کے کہ اس کی حاجت ہو جیسے اعداد یا تیار رکھنا اور عتید تیار کرنے والا بھی ہے۔ اور وہ چیز بھی جو تیار کی گئی ہو اور یہاں عتید کے معنی اعمال عباد کو ذخیرہ رکھنے والا ہیں اور آگے آتا ہے ھذا ما

اعتاد — لدی عتید اور اعتدنا لھم عذاباً الیماً (النساء۔ ۱۸) میں اعتدنا کو بعض نے اسی مادہ سے قرار دیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک اعددنا ہے (غ)

حاد — ۳۱۴۰ تحید حاد ایک چیز سے پھر گیا اس سے ہٹ کر دوسری طرف مائل ہوا یا بھاگ گیا (ل)

سائق — ۳۱۴۱ سائق۔ سَوْق چلانا سائق چلانے والا اور مراد وہ فرشتہ ہے جو اسے چلائے (غ) یا محشر کی طرف لے جائے (ل) اور

سائق اور شہید — حضرت عثمان سے مروی ہے سائق اللہ کی طرف چلانے والا اور شھید اس کے عملوں کی گواہی دینے والا اور ابن عباس سے ہے کہ سائق فرشتوں میں سے ہے اور شھید اپنے نفس سے اس پر گواہی دینے والا یعنی جوارح اور مجاہد سے ہے کہ سائق امر اللہ کی طرف لے جانے والا اور شھید اعمال کی گواہی دینے والا اور قتادہ سے ہے کہ سائق حساب کی طرف چلانے والا ہے (ج)

۲۲ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝

یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تیری جہالت تجھ سے دور کر دی پس تیری نگاہ آج تیز ہے ۳۱۴۲

۲۳ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝

اور اس کا ساتھی کہیگا یہ وہ ہے جو میرے پاس تھا (جہنم کے لئے) تیار ۳۱۴۳ ہر ناشکرے دشمن (حق) کو دوزخ میں ڈال دو ۳۱۴۴

اور جابر سے مرفوع ہے کہ ملک حسنات اور ملک سیئات میں سے ایک سائق ہے اور ایک شہید اور ابوہریرہ سے ہے کہ سائق ملک الموت ہے اور شہید آنحضرت صلعم اور ابومسلم کا قول ہے کہ سائق شیطان ہے جو دنیا میں انسان کے ساتھ تھا (م) اور چونکہ یہاں ذکر دو فرشتوں کا ہے جو حسنات اور سیئات کو لکھتے ہیں اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ مراد سائق اور شہید سے وہی ہیں اور بدیوں کے لکھنے والے کو سائق اس لئے کہا کہ بدیوں کے نتائج سامنے آنے پر انسان ان کی طرف خود قدم نہیں اٹھاتا گویا مجبور کر کے اس طرف لے جایا جاتا ہے جس طرح ایک چارپائے کو لے جایا جاتا ہے۔ اور نیکیوں کے لکھنے والا چونکہ انسان کے اعمال حسنہ کی گواہی دیتا ہے۔ اس لئے اسے شہید کہا +

غطاء

۳۱۴۲ غطاء۔ وہ چیز ہے جو کسی چیز کے اوپر ڈالی جائے از قسم طبق وغیرہ جیسا کہ غشاء وہ ہے جو از قسم لباس دوسری کے اوپر ڈالی جائے اور جہالت کے لئے استعارۃً استعمال ہوا ہے (غ)

بدی کے بدنتائج کو انسان یہاں کھول نہیں دیکھتا

من ھٰذا میں اشارہ بدی کے ان بدنتائج کی طرف ہے جن پر لفظ سائق دلالت کرتا ہے۔ یعنی جب وہ بدنتائج سامنے آئینگے تو اس وقت وہ شخص گویا اس قول کا مصداق ہوگا اور غطاء کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ وہ نتائج بد تو یہاں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ مگر انسان کی آنکھوں پر ایک پردہ پڑا رہتا ہے۔ اور لذات دنیا میں انہماک کی وجہ سے وہ انہیں نہیں دیکھتا۔ تو قیامت میں صرف وہ غطاء دور کر دیا جاتا ہے جو یہاں پڑا ہوا تھا جس سے معلوم ہوا کہ بدنتائج تو پہلے بھی اسی طرح موجود تھے مگر انسان

عالم آخرت میں نئے حواس

انہیں دیکھتا نہ تھا اور قیامت کے دن ان چیزوں کو اس لئے دیکھ لے گا کہ اس کی نظر تیز ہو جائیگی یا اس کو نئے حواس مل جائیں گے جن سے وہ اس قابل ہو جائیگا کہ ان لطیف امور کو بھی دیکھ لے جو ان حواس سے مخفی ہیں اور بعض نے من ھٰذا سے مراد امور معاد وغیرہ کو لے کر یہ معنے کئے ہیں کہ وحی الٰہی سے ہم نے وہ غفلت کا پردہ دور کر دیا جس کی وجہ سے لوگوں کو یہ امور نظر نہ آتے تھے (م) اور اس میں شک نہیں کہ قیامت کبریٰ کے ساتھ ساتھ اس قیامت روحانی کا ذکر بھی چلتا ہے جو نبی کریم صلعم کے وجود سے دنیا میں قایم ہوئی +

۳۱۴۳ قرین سے مراد شیطان قرین ہے وقیضنا لھم قرناء (حٰمٓ ۔ ۲۵) یعنی جب بدی کے بدنتائج سامنے آئیں گے تو شیطان جو اس بدی کا محرک تھا وہ بھی آئے گا کہ یہ میری تحریک سے تیار ہوا ہے۔ جو جہنم میں ڈالا جانے کے لایق ہے۔

۳۱۴۴ القیا۔ میں ہو سکتا ہے کہ خطاب سائق اور شہید کی طرف ہو اور دونوں کو خطاب اس لئے کیا کہ بدی کی وجہ سے تو اسے جہنم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور نیکی اس کی اس قدر کم تھی کہ وہ بدی کے بدنتائج کو دور نہ کر سکی مگر مفسرین نے اور توجیہات بھی کی ہیں ایک یہ کہ القیا کا الف نون تاکید کی جگہ ہے اور حسن کی قرات القین نون خفیفہ سے اس معنی کی موید ہے (م)

تثنیہ کا استعمال ملائکہ

اور دوسری یہ کہ اہل عرب اکیلے اور جماعت کو حکم دینے میں تاکید کے لئے تثنیہ کو استعمال کرتے ہیں اس پر ابن جریر نے کئی شعر نقل کئے ہیں۔ مثلاً فقلت لصاحبی لا تحبسانا ..... یا فان تزجرانی یا ابن عفان انزجر۔ اور بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ تثنیہ فعل کے دوہرانے کے قائم مقام ہوتا ہے یعنی الق الق کی جگہ القیا کہہ دیا اور فعل کا دوہرانا تاکید کے لئے ہے اور الملک ۳ میں کرتین سے مراد کثرت ہے،

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ۝ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ ۲۵ ۲۶

نیکی سے روکنے والے حد سے بڑھنے والے شک کرنیوالے کو ۔ جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتا تھا سو اسے سخت عذاب میں

الشَّدِيدِ ۝ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِن كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ قَالَ ۲۷ ۲۸

ڈال دو ۔ اس کا ساتھی کہیگا اے ہمارے رب میں نے اسے سرکش نہیں بنایا بلکہ وہ خود ہی گمراہی میں دور نکل گیا تھا ۳۱؎ کہیگا

لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُم بِالْوَعِيدِ ۝ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ ۲۹

میرے سامنے مت جھگڑو ۔ اور میں نے (عذاب کا) وعدہ تمہاری طرف پہلے بھیج دیا تھا۔ میرے حضور بات بدلی نہیں جاتی

وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ۝ ۳۰

ع ۳ ۱۷

اور نہ میں بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا ہوں ۔ جس دن ہم دوزخ کو کہیں گے کیا تو بھر گئی ۔ اور وہ کہیگی کیا کچھ اور بھی ہے ۳۲؎

---

۲۵ ۳۱؎ گویا شیطان اپنی بریت ظاہر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں نے اسے گمراہ نہیں کیا۔ یہ خود ہی گمراہی میں مبتلا تھا۔ اس کا جواب دیا ہے لا تختصموا لدی۔ یعنی میرے حضور جھگڑا نہ کرو۔ دونوں کو بدی پر عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا۔ کفار اور ان کے شیاطین کا یہ جھگڑا قرآن شریف میں کئی جگہ مذکور ہے ما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلوموني و لوموا انفسکم (ابراھیم ۱۴-۲۲)

مَلَأَ - اِمْتَلَأَ

۲۶ ۳۲؎ امتلأت - مَلَأَ الشیءَ ایک چیز کو بھر دیا اور اِمْتَلَأَ وہ بھر گئی۔

مزید

مزید - زیادۃ پر دیکھو ۲۱۹؎ ۱۳۹ اور ھل من مزید میں زیادہ کے لئے استدعا بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ وہ بھر چکی ہے جیسا فرمایا لاملأن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین (ھود - ۱۱۹) (غ)

اللہ کے دوزخ میں وضع قدم سے مراد

قول کے لئے دیکھو ۲۵؎ کسی چیز کی حالت کسی بات پر دلالت کرے تو اس پر بھی قول کا لفظ بول دیا جاتا ہے اِمْتَلَأَ الحوض وقال قطنی۔ بخاری میں حضرت انس سے ہے قال یُلقٰی فی النار وتقولُ ھل من مزید حتی یضع قدمہ فتقول قط قط یعنی لوگ آگ میں ڈالے جائیں گے اور دوزخ کہے گی کچھ اور بھی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنا قدم اس میں رکھے گا۔ پس وہ کہے گی بس بس۔ اسی کی مثل اور روایات بھی ہیں۔ وہ امور جو عالم آخرت سے تعلق رکھتے ہیں ان کے متعلق ظاہر الفاظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے قدم سے مراد سچ کا قدم ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تشبیہات سے پاک ہے لیس کمثلہ شیئ نہایہ اور لسان العرب میں الفاظ حتی یضع اللہ فیھا قدمہ کی تشریح میں ہے کہ حسن اور ان کے اصحاب سے روایت ہے کہ اس سے مراد ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں ان لوگوں کو ڈالے جنہیں اپنی بدترین مخلوقات میں سے اس نے آگ کے لئے پہلے سے بھیج رکھا ہے الذین قدمھم لھا من شرار خلقہ تو وہ اللہ کا قدم آگ کے لئے ہیں فھم قدم اللہ للنار جیسا کہ مسلم اس کا قدم جنت کے لئے ہیں اور قَدَم ہر ایک وہ چیز ہے جسے تم خیر یا شر سے آگے بھیجو اور کہا گیا ہے کہ کسی چیز پر قدم کا رکھنا مثال ہے رَدْع اور قَمْع کیلئے یعنی باز رکھنے اور ذلیل کرنے کیلئے گویا یوں فرمایا گیا کہ اللہ کا امر اسکے لئے آئیگا تو اسے اور زیادہ کے طلب سے روک دے گا۔ اور اس کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اس سے مراد اس کے جوش کا ٹھنڈا کرنا ہے۔ جیسا کہ کسی امر کے لئے جس کے تم ابطال کا ارادہ کرو کہا جاتا ہے وضعتہ تحت قدمی (ن-ل) اور بعض نے

قَدَم

۳۱ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ ۳۲ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ ۳۳ مَنْ خَشِيَ

اور بہشت متقیوں کیلئے قریب کردی گئی ہے کچھ دور نہیں ۳۱۴۷ یہ وہ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ہر (اللہ کیطرف) رجوع کرنیوالے حفاظت کرنیوالے کیلئے

۳۴ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ ۳۵ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ

جو رحمٰن سے ڈرتا ہے اور رجوع کرنے والے دل کے ساتھ آتا ہے سلامتی سے اس میں داخل ہو جاؤ یہ رہنے کا دن ہے انکے لئے اس میں ہوگا جو وہ چاہیں

۳۶ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ

اور ہمارے پاس (اس سے) بڑھ کر ہے ۳۱۴۹ اور کتنی نسلیں ہم نے ان سے پہلے ہلاک کیں جو قوت میں ان سے سخت تر تھیں سو انہوں نے شہروں کو چھان مارا

۳۷ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝

کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے ۳۱۵۰ یقیناً اس میں اس کے لئے نصیحت ہے جس کا دل ہے یا وہ کان لگاتا ہے درآنحالیکہ اس کا دل حاضر ہے ۳۱۵۱

دوزخ کا ھل من مزید کہنا

قدم سے مراد اللہ تعالےٰ کا وہ وعدہ لیا ہے جو وہ پہلے سے کرچکا ہے سبقت رحمتی غضبی (عتق) اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کلام اسی طرح صورت حال کا اظہار ہے جس طرح فقال لہا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین جس سے مراد فقط زمین اور آسمان کی اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کا اظہار ہے نہ یہ کہ وہ لفظ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان سے کہے تھے اور انہوں نے وہ جواب دیا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی یہ ظاہر کرنا مراد ہے کہ دوزخ تو ھل من مزید کا ہی نعرہ لگاتی ہے اگر کوئی چیز اس کی آگ کو ٹھنڈا کرسکتی ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے جس طرح انسان کی حرص ہروقت ھل من مزید کا نعرہ لگاتی ہے وہی مثال دوزخ کی ہے جزاءً وفاقا یہ دونوں نعرے زبان حال سے ہی ہیں +

ف ۳۱۴۷ یوں بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ بہشت قیامت کے دن متقیوں کیلئے قریب کردی جائیگی لیکن قریب کرنے کا ذکر اس دنیا کے لئے زیادہ موزون ہے یعنی متقی کے لئے اسی جگہ جنت قریب کردی جاتی ہے۔ گویا جس قدر وہ تقویٰ میں قدم بڑھاتا ہے اسی قدر جنت اس سے قریب ہوتی چلی جاتی ہے اس لئے غیر بعید ساتھ بڑھایا کہ وہ دور نہیں جیسا کہ خیال ہے کہ قیامت میں ہی جا کر ملے گی۔ اور دوسری جگہ ہے ان رحمت اللہ قریب من المحسنین +

حفیظ

ف ۳۱۴۸ حفیظ دیکھو ف ۔۔ یہاں مراد ہے احکام الٰہی یا حدود اللہ کی حفاظت کرنے والا یا ان کی نگہداشت کرنے والا۔

مزید

ف ۳۱۴۹ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ انسان جو چاہے اسے مل جائے لہم ما یشاءون فیہا مگر لدینا مزید میں بتایا کہ ہم اسے وہ کچھ بھی دیں گے جو اس کے اپنے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کی رویت سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے زیادۃ کو دیکھو ف ۱۳۹

نقب۔ نقّب
نقیب

ف ۳۱۵۰ نقبوا۔ نَقَبَ دیوار اور چمڑے میں سوراخ کرنا ہے اور نَقَّبَ القومُ کے معنی ہیں ساروا وہ چلے گئے اور نقیب وہ ہے جو قوم کے حالات کا پتہ لگاتا ہے۔ اس کی جمع نُقَبَاء ہے وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا (المائدۃ ۵ - ۱۲) (غ) ھل من محیص۔ علیحدہ کلام ہے یعنی ہم نے پہلوں کو ہلاک کر دیا تو کیا اُن کے لئے کوئی بھاگ کر چلا جانے کی جگہ ہے۔

قلب

ف ۳۱۵۱ لمن کان لہ قلب۔ دیکھو ف ۔۔ ظاہر ہے کہ یہاں مراد عقل و علم ہی ہے ورنہ دل تو ہر ایک کا موجود ہی ہے اور ھو شہید میں بھی حضور قلب ہی مراد ہے جس کا دل حاضر نہیں وہ گویا وہاں موجود ہی نہیں +

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ ۳۸

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ وقتوں میں پیدا کیا اور تکان نے ہمیں نہیں چھوا ۳۱۵۲

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ ۳۹ وَمِنَ ۴۰

سو اس پر صبر کر جو وہ کہتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر سورج کے نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور رات کے

الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ ۴۱ يَوْمَ ۴۲

حصہ میں بھی اس کی تسبیح کر اور نماز کے پیچھے بھی ۳۱۵۳ اور سن جس دن پکارنے والا نزدیک جگہ سے پکارے جس دن

يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَ ۴۳

وہ چیخ کو حق کے ساتھ سن لیں گے یہ نکل پڑنے کا دن ہے ۳۱۵۴ ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور

اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۙ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝ ۴۴

ہماری طرف ہی انجام کار آنا ہے جس دن زمین ان پر سے پھٹ جائے گی (وہ) تیزی سے (نکل پڑیں گے) یہ جمع کرنا ہم پر آسان ہے ۳۱۵۵

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ ۴۵

ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں اور تو ان پر مسلط نہیں سو قرآن کے ساتھ اسے نصیحت کر جو میرے وعدۂ (عذاب) سے ڈرتا ہے ۳۱۵۶

۳۱۵۲ چھ دن میں بنانے سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ تھک گیا تھا بلکہ تدریج سے بنانے میں حکمت تھی۔ اسی لئے فرمایا کہ حق اور صداقت کی ترقی بھی بتدریج ہو گی فاصبر علی ما یقولون

نوافل بعد نماز

۳۱۵۳ ادبار السجود میں سجود سے مراد نماز ہے اور نماز کے بعد تسبیح سے مراد نوافل بھی ہو سکتے ہیں اور ذکر بھی (ج)

منادی کون ہے

مکان قریب سے مراد

۳۱۵۴ منادی کے پکارنے سے مراد عموماً قیامت کے دن اسرافیل یا جبرائیل کا پکارنا لیا گیا ہے اور مکان قریب سے مراد بیت المقدس مگر قرآن کریم میں دوسری جگہ صاف منادی آنحضرت صلعم کو کہا ہے ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان (آل عمران - ۱۹۲) اور یہی یسمعون الصیحۃ بالحق ہے گویا مضمون کا انتقال قیامت کبریٰ سے قیامت روحانی کی طرف کیا ہے اور من مکان قریب میں اشارہ ان کے قبول کر لینے کی طرف ہے جس طرح واخذوا من مکان قریب (السبا - ۵۱) میں اسی دنیا کے عذاب کی طرف اشارہ ہے دیکھو ۲۷۰۵ اور یوم الخروج سے مراد روحانی طور پر اٹھ کھڑا ہونا بھی ہو سکتا ہے دیکھو ۲۵۸۵

۳۱۵۵ اگر یہاں اشارہ قیامت کبریٰ کی طرف لیا جائے تو زمین کے پھٹنے کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہاں مجازاً مراد ان کا روحانی قبروں سے نکلنا ہی ہو۔ سراعا مصدر ہے جو عنہم میں ضمیر سے حال ہے۔

۳۱۵۶ ق والقرآن المجید سے سورت کو شروع کیا تھا اور فذکر بالقرآن پر ختم کیا۔ پس اصل مضمون اس کا قرآن مجید کے ذریعہ سے انقلاب عظیم کا پیدا ہونا ہے۔ جبار کے لئے دیکھو ۸۰۲

سُوْرَةُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ○ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ○ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ○ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ○

گواہ ہیں اڑا کر پھیلا دینے والیاں پھر بوجھ کے اٹھانے والیاں پھر نرمی سے چلنے والیاں پھر کام کے تقسیم کرنے والیاں ۲۱۵۷

تمہید سورت

اس سورت کا نام الذّٰریٰت ہے اور اس میں تین رکوع اور ساٹھ آیتیں ہیں۔ ذاریات وہ ہوائیں ہیں جو اڑا کر پھیلانے کا کام کرتی ہیں یعنی بیج کو ایک جگہ سے اڑا کر دوسری جگہ پہنچاتی ہیں۔ اور یہاں حق کے پھیلانے والی جماعتوں کے ساتھ انہیں مشابہت دی ہے۔ اور بتایا ہے کہ پہلی حالت حق کی بھی ایسی ہی ہوتی ہے مگر آخر وہ بڑھتا اور پھیلتا ہے۔ اور کوئی مخالفت اسے روک نہیں سکتی بلکہ اس کی مخالفت کرنے والے خود تباہ ہو جاتے ہیں پچھلی سورت میں ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ حق کو غالب کرے تو یہاں بتایا کہ وہ غلبہ تدریجی ہوتا ہے اور یہ بیج پھیلتا جائیگا یہاں تک کہ آخر بارآور ہو کر تمام دنیا میں پہنچے گا۔ سورت مکی ہے اور اس کا نزول ابتدائی مکی زمانہ کا ہی معلوم ہوتا ہے +

حق کی کامیابی پر مناظر قدرت سے دلیل اور ذاریات وغیرہ سے مراد

۲۱۵۷ حضرت علی سے روایت ہے اور حضرت عمر سے ایسے ہی الفاظ مرفوع ہیں کہ ذاریات سے مراد ہوائیں ہیں اور حاملات سے مراد بادل ہیں اور جاریات سے مراد کشتیاں ہیں اور مقسمات سے مراد ملائکہ ہیں۔ اور ہوائیں جو کام کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ بیج کو ایک جگہ سے اڑا کر دوسری جگہ پہنچاتی ہیں یا نباتات اور درختوں میں نر اور مادہ کو ملاتی ہیں۔ جیسا کہ آج تحقیقات علمی سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے اور یہ قرآن کریم کی صداقت اور رسول اللہ صلعم کی سچائی کا ایک بین ثبوت ہے کہ ایسی علمی باریکیاں جن کا دنیا کو صدہا سال بعد علم ہوا عرب کے ایک امی کی زبان سے ظاہر ہوئیں اور ذاریات ذروا کے بعد دوسرا مرتبہ حملت وقرا کا بیان فرمایا ہے۔ گویا اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ہواؤں کا اس چیز کو پھیلانا جسے سائنس والے پالن کہتے ہیں ایک حمل کے قائم مقام ہوتا ہے اور حملت کی تفسیر میں جو اوپر بادل بیان ہوا ہے تو وہ بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ بادلوں کا کام یہ ہے کہ وہ بوجھ کو اٹھاتے ہیں یعنی پانی کو سمندروں سے اٹھا کر لاتے ہیں اور پھر جگہ جگہ پانی برس کر وہ بیج جن کو ہواؤں نے پھیلایا تھا اگتے اور پھولتے اور پھلتے ہیں۔ تب اس پیداوار کو اور اس سے جو اور سامان پیدا ہوتے ہیں کشتیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہیں۔ پھر فرشتے حکم الٰہی کے مطابق اس کی مخلوق میں تقسیم امر کا کام کرتے ہیں تو گویا ان چاروں باتوں میں مناظر قدرت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کس طرح ایک چیز ادنیٰ منازل سے ترقی کر کے اعلیٰ مقامات تک پہنچتی ہے اور یوں ان ظاہری نظارہ ہائے قدرت کو حق کی ترقی اور کامیابی کے قانون پر بطور گواہ پیش کیا ہے اور انما توعدون لصادق میں انہی وعدوں کی طرف اشارہ ہے جو حق کی آخری کامیابی اور اس کی مخالفت کی آخری ناکامی کے متعلق دیئے گئے تھے گویا بتایا ہے کہ جس طرح ظاہری منظر قدرت میں کچھ اسباب کام کر رہے ہیں اسی طرح حق کی ترقی میں بھی کچھ اسباب کام کر رہے ہیں جس طرح وہاں ہوائیں بیج کو اڑا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتی ہیں اسی طرح حق کے قایم ہونے میں پہلی منزل یہی تھی کہ کچھ لوگ اس حق کے بیج کو تمام ملک میں پہنچا دیں چنانچہ عرب کے کناروں سے لوگ آتے تھے اور اس حق کو جو رسول اللہ صلعم لائے بغیر قبول کئے عرب کے کناروں تک لے جاتے تھے۔ دوسرا مرتبہ ان ہواؤں کا ہے جو اس بیج میں زندگی پیدا کرتی اور درختوں اور نباتات

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝

جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ یقیناً سچا ہے اور جزا و سزا ضرور آکر رہے گی رستوں والا آسمان گواہ ہے ۳۱۵۸

اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝

تم صرف مختلف باتیں کہہ رہے ہو اس سے وہی پھیرا جاتا ہے جو حق سے باطل کی طرف پھرتا ہے ۳۱۵۹ اٹکلیں دوڑانے والے مارے گئے

کو باردار کرتی ہیں اور یہ بارش کی ہوائیں ہیں چنانچہ اسی طرح اس بیج پر جو جگہ جگہ پھیل گیا تھا جب رحمت الٰہی کی بارش ہوئی تو وہ لاکھوں بیج جگہ جگہ پرورش پا کر کزرع اخرج شطأہ کا مصداق ہوا اور لوگوں نے حق کو قبول کیا۔ پھر جماعتوں کی جماعتیں اس حق کو لے کر باہر پہنچیں اور یہ جاریات کے قائم مقام ہو گئیں گویا جو وحی اللہ تعالیٰ نے ملک عرب میں نازل کی تھی اس کی پیداوار کو لے کر ملک عرب کے لوگ باہر چلے گئے تا اس بارش کے پھلوں سے دوسرے لوگوں کو بھی متمتع کریں اور یوں اسے دنیا میں تقسیم کر کے مقسمات امراً کا مصداق ہوتے اور ہر ملک کے لوگوں میں اسے پہنچایا اور جو اس کا اہل تھا اس نے اس سے فائدہ اٹھایا اور چاروں لفظ ہوا پر بھی صادق آ سکتے ہیں۔ یعنی ذاریات وہ ہوائیں جو سمندروں سے بخارات کو اڑاتی ہیں اور حاملات وہ جو انہیں پانی کے بوجھ کو اٹھاتی ہیں اور جاریات وہ جو اسے لیکر چلتی ہیں اور مقسمات وہ جو اسے جگہ جگہ برساتی ہیں اور اس صورت میں بھی وحی الٰہی کی بارش کی طرف ہی اشارہ ہے جو رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے دنیا پر برسائی گئی۔ گویا ایک پیاسی اور تڑپتی ہوئی دنیا سے بخارات بن کر اوپر کو اٹھے اور وحی الٰہی کے رنگ میں پھر دنیا پر بارش ہو کر دنیا کی زندگی کا موجب ہوتے اور بادلوں کو حاملات اور فرشتوں کو مقسمات بلحاظ جماعتوں کے فرمایا ہے اور اسی لحاظ سے مومنوں کی جماعتیں بھی ان الفاظ سے مراد ہو سکتی ہیں یعنی ایک جماعتیں وہ ہونگی جو حق کے بیج کو دور دور پہنچائیں گی پھر ایسی جماعتیں ہونگی جو اس بیج کو بطور حمل اپنے اندر لیں گی پھر ایسی جماعتیں ہونگی جو اسے لے کر آسانی سے چلنے والی ہونگی یعنی وہ اسے کوئی بوجھ محسوس نہ کریں گی بلکہ اس کا نتیجہ ان کے حق میں یسر ہوگا پھر وہی لوگ اس حق کو لے کر دوسرے انسانوں تک پہنچائیں گے اور یہ مقسمات ہیں۔

حبیکۃ۔ حبک

۳۱۵۸ حبک واحد اس کا حَبِیکَۃ ہے اور حَبْك کے معنی باندھنا ہیں اور حُبُك کے معنی رستے ہیں حبك السماء طرائقها اور مراد اس سے نجوم کے رستے ہیں۔ (ل) اور بعض لوگوں نے اس سے مراد محسوس رستے لئے ہیں جو ستاروں اور کہکشاں کے ہیں اور بعض نے معقول رستے مراد لئے ہیں جو بصیرت سے معلوم ہوتے ہیں جس کی طرف یذکرون اللہ قیاما الآیۃ میں اشارہ ہے (رغ)

آسمان میں راستے اور صداقت وحی کی ایک دلیل

اللہ تعالیٰ کا آسمان کو ذات الحبک فرمانا اسی کے مطابق ہے جو فرمایا وکل فی فلك یسبحون (یٰسٓ ۳۶ - ۴۰) یعنی ان رستوں سے مراد اجرام سماوی کے رستے ہیں اور یہ قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے اس لئے کہ یہ اس وقت کے لفظ ہیں جب دنیا میں کسی سائنس دان کو اس بات کا وہم بھی نہ تھا کہ اجرام سماوی ستاروں کے گرد گھومتے ہیں یا خود ستارے جیسے ہمارا سورج بھی کسی رستے پر چل رہے ہیں اور یہاں رستوں والے آسمان کو بطور گواہ پیش کرنا اس لحاظ سے ہے کہ یہ اجرام سماوی ایک قانون کے ماتحت ہونے اور ایک نظام میں منسلک ہونے سے یہ شہادت دے رہے ہیں کہ وہ حق ہے جو پیغمبر کہتا ہے یعنی اس کارخانے کا چلانے والا ایک ہی ہے اور اس کے مقابل جو کچھ تم لوگ اس کی وحی کے متعلق رائیں لگاتے ہو وہ خود اپنے اختلاف سے ہی اپنے باطل ہونے پر دلیل ہیں۔ حق ایک ہی ہے اور ایک ہی سرچشمہ سے نکلتا ہے اور باطل باتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس لئے جواب قسم انکم لفی قول مختلف ہے۔

۳۱۵۹ افك کے لئے دیکھو ۹۸۶ جو شخص حق سے باطل کی طرف پھرتا ہے وہی اس قرآن سے منہ موڑتا ہے۔

۱۱ ۱۲ ۱۳ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝

جو جہالت میں (ڈوبے ہوئے) حقیقت سے بے خبر ہیں ۳۱۶۰ پوچھتے ہیں جزا و سزا کا دن کب آئیگا ۳۱۶۱ جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے

۱۴ ۱۵ ۱۶ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ

اپنے دکھ دینے کا مزہ چکھو یہ وہ ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے متقی باغوں اور چشموں میں ہونگے لے رہے ہونگے

۱۷ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝

جو انکو انکے رب نے دیا وہ اس سے پہلے نیکی کرنے والے تھے تھوڑا تھا جو وہ رات کو سوتے تھے ۳۱۶۲

۱۸ ۱۹ ۲۰ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَفِي

اور صبح کے وقتوں میں وہ استغفار کرتے تھے اور ان کے مالوں میں سوالی اور محروم کا حق تھا ۳۱۶۳ اور

۲۱ ۲۲ الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝

زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے نشان ہیں اور تمہاری اپنی جانوں میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں اور تمہارا رزق آسمان میں ہے ۳۱۶۴ اور وہ بھی جس کا تمہیں

سہو

۳۱۶۰ ساھون۔ سَہو خطا ہے جو غفلت سے ہو (غ) اور نہایہ میں ہے کہ السھو فی الشیٔ علم نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ترک کرنا ہے اور السھو عن الشیٔ باوجود علم کے اس کا ترک کرنا ہے اسی معنی میں ہے ھم عن صلاتھم ساھون (الماعون ۱۰۷-۵) (ل) یعنی باوجود نماز پڑھنے کے نماز سے بے خبر ہیں یعنی اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔

اَیَّانَ - اِیّا
اِیْ

۳۱۶۱ ایان کے معنی متیٰ کے قریب قریب ہیں یعنی کب ایان مرسٰھا (النازعات ۷۹-۴۲) اور یہ ای اوان سے ہے اور ایا ضمیر منصوب سے ملایا جاتا ہے۔ جیسے ایاك نعبد اور اِی تحقیق کلام کے لئے آتا ہے قل ای وربی (یونس ۱۰-۵۳) (غ)

ھجوع

۳۱۶۲ یھجعون۔ ھجوع رات کے سونے کو کہتے ہیں (غ)

محروم

۳۱۶۳ محروم۔ وہ ہے جو خیر سے روکا گیا ہے اور یہاں محروم کے معنی ایسا شخص بھی کئے گئے ہیں جس کا مال بڑھتا نہیں۔ لا ینمی لہ مال اور کہا گیا ہے کہ وہ بے روزگار شخص ہے جو کچھ کما نہیں سکتا (ل)، اور بل نحن محرومون (القلم ۶۸-۲۷) میں مراد ہے کوشش کی جانب سے خالی ہاتھ رہے ہوتے اور یہاں محروم سے مراد ہے جس کا رزق وسیع نہیں جس طرح اوروں کا ہے اور جس نے یہ کہا کہ اس سے مراد کتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کتے کا نام ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے خیال کیا ہے اور یہ اس کی طرف سے مثال کے طور پر ہے کیونکہ کتے کو لوگ بہت محروم کرتے یا روکتے ہیں (غ)، اور رسول اللہ صلعم سے مروی ہے کہ محروم وہ ہے جس کے پاس کچھ نہیں اور جس کی حاجت کا علم نہیں ہوتا کہ اسے کوئی خیرات دے یعنی وہ جو مانگتا نہیں اور تعفف اختیار کرتا ہے (ج)

رزق

۳۱۶۴ فی السماء رزقکم مجاہد سے ہے کہ رزق سے مراد یہاں مطر یعنی بارش ہے (ج)، تو مطلب یہ ہوا کہ پانی جو تمہارے لئے مایۂ حیات ہے وہ آسمان سے ہی اترتا ہے اور سماء کے معنی سحاب یعنی بادل بھی یہاں لئے گئے ہیں (م)، تو مطلب یہ ہوا کہ بارش سے تمہیں رزق ملتا ہے اگر آسمانی بارش بند ہو جائے تو تمہارے کھانے پینے کے سامان بھی نہ رہیں اور اس صورت میں ما توعدون کا منشا یہ ہوگا کہ وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے بارش کی طرح اوپر سے ہی آتا اور تمہارے لئے مایۂ حیات بنتا ہے یا یہ کہ وہ بھی روحانی

ع ۲ ۱ ۲۲

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۲۳ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ۲۴

سو آسمان اور زمین کا رب گواہ ہے کہ یہ یقیناً سچ ہے ٹھیک اسی کی طرح جو تم باتیں کرتے ہو ۔ کیا تیرے پاس ابراہیم کے

وقف لازم

ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۘ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ ۲۵

معزز مہمانوں کی خبر آئی ۔ جب اس پر داخل ہوئے کہا سلامتی ہو۔ اس نے کہا سلامتی ہو (یہ) اجنبی

مُّنْكَرُوْنَ ۚ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۙ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۡ فَاَوْجَسَ ۲۶ ۲۷ ۲۸

لوگ ہیں ۔ پس وہ اپنے گھر والوں کی طرف چپکے سے گیا اور ایک موٹا بچھڑا لایا ۳۱۶۵ سو اسے اُن کے نزدیک کیا کہا کہ کیا تم کھاتے نہیں ۔ پس دل میں

مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۚ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ ۲۹

اُن سے خوف معلوم کیا ۔ انہوں نے کہا ڈر نہیں اور اسے ایک صاحب علم لڑکے کی خوشخبری دی ۔ تو اس کی بی بی چیخ مار کر آگے آئی اور اپنے منہ

وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۚ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۳۰

پر ہاتھ مارا اور کہا بڑھیا بانجھ (ہوں) ۳۱۶۶ انہوں نے کہا اسی طرح تیرے رب نے کہا ہے ۔ وہ حکمت والا علم والا ہے

الجزء السابع والعشرون ۲۷

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۳۱ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۙ ۳۲ لِنُرْسِلَ ۳۳

(ابراہیم نے) کہا اے رسولو تمہارا اصل کام کیا ہے ۔ انہوں نے کہا ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان پر

عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۙ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۳۴ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا ۳۵

مٹی کے پتھر برسائیں ۔ (جنہیں) تیرے رب کے ہاں حد سے بڑھ جانے والوں کیلئے نشان کئے گئے ہیں ۳۱۶۷ سو ہم نے ان کو نکال دیا جو

بارش سے ہی تعلق رکھتا ہے ۔ اور رزقکم فی السماء سے مراد یہ ہے کہ یہ اٹل ہے اور ایسا ہی ما توعدون بھی اٹل ہے۔

۳۱۶۵ دوسری جگہ ہے بعجل حنیذ (ھود ۔ ۶۹) یعنی بھنا ہوا ۔ ان مہمانوں کے لئے دیکھو ۱۴۸۰ آیت ۳۱ میں انہیں مرسل کہا ہے

صرّة ۳۱۶۶ صرة ۔ صَرّ دیکھو ۳۵۰ اور صَرّة جماعت کو بھی کہتے ہیں جس کے بعض بعض سے منضم ہوں کا نہم صُرّوا گویا کہ وہ ایک برتن میں جمع کئے گئے ہیں اور صَرّة صیحة یعنی چیخ کو بھی کہتے ہیں (غ)، اور کرب اور جنگ کی شدت کو بھی کہتے ہیں (ل)

صَكّ صکت ۔ صَكّ کے معنی مارنا ہیں خواہ کسی چیز سے ہو (ل)، بخاری میں اس کی تفسیر میں ہے فجمعت اصابعها فضربت جبهتها یعنی اپنی انگلیاں اکٹھی کیں اور اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا ۔ دوسری جگہ بیان کیا ہے کہ یہ صرف تعجب سے تھا یویلتی ءالد وانا عجوز وھذا بعلی شیخا ان ھذا لشیٔ عجیب (ھود ۔ ۷۲)

مسومة ۳۱۶۷ یعنی ان کا خطاکاروں پر بھیجا جانا مقدر تھا اور مسومة کے معنی مرسلة بھی کئے گئے ہیں اور اسی سے ہے فیہ تسیمون (النحل ۔ ۱۰) (م)، لنرسل علیہم حجارة میں فاعل اللہ تعالے ہے ۔ جیسا کہ آیت ۳۷ وترکنا فیہا آیة سے صاف ظاہر ہے۔

۳۶-۳۷ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ

اس میں مومن تھے　پر ہم نے اس میں سوائے مسلموں کے ایک گھر کے اور کسی کو نہ پایا　اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لئے نشان چھوڑا

۳۸ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں　اور موسیٰ میں (نشان ہے) جب ہم نے اسے فرعون کی طرف کھلی دلیل غالب کے ساتھ بھیجا

۳۹-۴۰ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ

سو اس نے اپنی قوت کی وجہ سے منہ موڑا اور کہا (یہ) جادوگر ہے یا دیوانہ سو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا پھر انہیں دریا میں ڈالا اور وہ قابل

۴۱-۴۲ مُلِيْمٌ ۝ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا

ملامت تھا　اور عاد میں (نشان ہے) جب ہم نے ان پر تباہ کرنے والی ہوا بھیجی　وہ کسی چیز کو نہ چھوڑتی تھی جس پر آتی تھی　مگر

۴۳-۴۴ جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۝ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

اسے چورا کر دیتی تھی　اور ثمود میں (نشان ہے) جب انہیں کہا گیا ایک وقت تک فائدہ اٹھا لو سو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی

۴۵-۴۶ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝ وَ

تو انہیں بجلی کی آواز نے آ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے　پس نہ وہ اٹھنے کے قابل رہے　اور نہ وہ مدد طلب کرنیوالے ہوتے اور (ہلاک کیے)

ع ۳ ۲

۴۶-۴۷ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَالسَّمَاۗءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَالْاَرْضَ

پہلے نوح کی قوم (میں نشان تھا) بے شک وہ نافرمان لوگ تھے　اور آسمان کو ہم نے قوت کے ساتھ بنایا اور ہم قدرت والے ہیں اور زمین کو

۴۸-۴۹ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

ہم نے ہی بچھایا سو ہم کیا خوب تیار کرنیوالے ہیں اور ہر چیز سے ہم نے جوڑے پیدا کئے　تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ۳۱۶۸

موسع
تمام مخلوق میں زوجیت کا قانون اور صداقت قرآنی پر ایک دلیل

۳۱۶۸ موسع ۔ وُسعٌ بمعنی قدرت سے ہے دیکھو ۳۶۴ اور اید کے لئے دیکھو ۲۸۲۹ بیدا کی جمع نہیں اور پہلے آسمان اور زمین کا ذکر کرکے پھر فرمایا کہ ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کئے ہیں گویا اول آسمان اور زمین کی زوجیت کی طرف توجہ دلاتی ہے کیونکہ آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے تو زمین میں روئیدگی پیدا ہوتی ہے اور پھر عام کیا کہ دنیا میں ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ کھول کر فرمایا سبحان الذی خلق الازواج کلها مما تنبت الارض ومن انفسهم ومما لا یعلمون (یٰس ۳۶ ۔ ۳۶) یعنی نہ صرف نباتات میں جوڑے ہیں بلکہ اور مخلوق میں بھی جس کا ابھی انہیں علم بھی نہیں۔ یہ مخلوق وہی ہے جس کا علم آج خوردبین سے حاصل ہوا ہے بلکہ شاید اور بھی کوئی ہو جس کا علم ابھی حاصل نہیں ہوا اور اس سب کا نتیجہ یہ بتایا کہ لعلکم تذکرون تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو۔ جیسا کہ اگلی آیت میں وضاحت سے بیان کیا ہے

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ۚ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ ۵۰ ۵۱

سو اللہ کی طرف دوڑو میں اس کی طرف سے تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں ۳۱۶۹ اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ بناؤ میں اسکی طرف سے

مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ ۵۲

تمہارے لئے کھلا ڈرانیوالا ہوں اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا جادوگر ہے

اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ۚ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝ ۵۳ ۵۴

یا دیوانہ کیا ایک دوسرے کو وصیت کر رکھی ہے بلکہ یہ سرکش لوگ ہیں ۳۱۷۰ سو ان سے منہ پھیر لے کیونکہ تو ملامت کے قابل نہیں ۳۱۷۱

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ ۵۵ ۵۶

اور نصیحت کرتا رہ نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا

اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ ۵۷

مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں ۳۱۷۲ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں

فرّ - مفرّ

۳۱۶۹ فرّوا - فرّ اور فرار کے معنی بھاگنے ہیں اور این المفر (القیامۃ ۷۵ - ۱۰) میں مفرّ کے معنی بھی فرار ہیں (دل) اور مفرّ کے معنی فرار کی جگہ یا فرار کا وقت بھی ہو سکتے ہیں +

اللہ تعالیٰ سے تعلق کے بغیر کمال انسانی حاصل نہیں ہوتا۔

جس طرح ہر چیز کی ترقی اور اس کا نشو و نما بغیر روح کے نہیں ہوتا اسی طرح انسان کی ترقی اور اسکی روح کا حقیقی نشو و نما اللہ تعالیٰ سے تعلق کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور فرّوا الی اللہ کا مطلب یہی ہے ھو تمثیل للاعتصام بہ (ر) یعنی اللہ تعالیٰ کو ہی تم اپنا محبوب و مقصود حقیقی بناؤ اور سب چیزوں کو چھوڑ کر اس کی طرف بھاگو اس لئے اگلی آیت میں فرمایا کہ اس کے ساتھ کسی کو الٰہ مت بناؤ یعنی کوئی تمہارا محبوب و مقصود سوائے باری تعالیٰ کے نہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کو محبوب بھی بناؤ مگر ایسا محبوب کہ اس کے سوائے اور کوئی محبوب نہ ہو +

وصّٰی

تواصی

۳۱۷۰ تواصوا - وصیۃ کے لئے دیکھو ۱۶۷ اور اوصٰی اور وصّٰی اس سے فعل ہیں دصی بھا ابراھیم بنیہ (البقرۃ ۲ - ۱۳۲) وصینا الانسان بوالدیہ (العنکبوت ۲۹ - ۸) اور تواصی القوم ایک دوسرے کو وصیت کی۔ تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر (العصر ۱۰۳ - ۳) (رغ)

منہ پھیر لینے سے مراد

۳۱۷۱ اوپر چونکہ ذکر تھا کہ ساحر و مجنون کہتے ہیں اور یہ ان کی ایذاؤں کی طرف اشارہ ہے جو وہ نبی کریم صلعم کو استہزا کر کے پہنچاتے تھے اس لئے فرمایا کہ ان سے منہ پھیر لو یعنی ان کے اس استہزا وغیرہ کی کچھ پروا نہ کرو۔ یہ ہجرت کا حکم نہیں۔ البتہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول پر بعض صحابہ کو یہ خیال گذرا کہ اب قریش پر عذاب نازل ہو گا فما انت بملوم گویا اس صرف اس غرض کے لئے لایا گیا ہے کہ معاملہ تبلیغ میں آپ نے کوئی کمی نہیں کی مگر الفاظ عام ہیں اور صاف بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کسی قسم کی ملامت کے نیچے نہ تھے۔ یہ بھی آپ کی عصمت پر دلیل ہے +

انسان کی پیدایش کی غرض

۳۱۷۲ جنّ اور انسان کی پیدایش کی اصل غرض بتائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود بنائیں با لفاظ دیگر بتایا کہ انسان اپنے کمال کو صرف عبادت الٰہی سے حاصل کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگلی آیت میں کہا کہ میں ان سے رزق یا کھانا طلب نہیں کرتا۔

۵۹ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

اللہ ہی رزق دینے والا قوت والا مضبوط ہے سو ان کے لئے جو ظلم کرتے ہیں

۶۰ ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

بہرہ ہے جیسے اُن کے ساتھیوں کا بہرہ تھا سو وہ مجھ سے جلدی نہ کریں ۳۱۶۳ پس افسوس ان پر جو

كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝

کافر ہوئے اس دن سے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ ۳۱۶۳ ا

یعنی اُن کی عبادت سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں اور یوں سمجھایا کہ عبادت کی غرض صرف اپنی تکمیل ہے اور وہ کمال صرف عبادت الٰہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور جنّوں اور انسانوں کا ذکر اس لئے کیا کہ یہی نافرمانی کرتے ہیں ملائکہ نافرمانی نہیں کرتے یا اس لئے کہ وہ عبادت کے لئے مسخر ہیں اور یہاں اس عبادت کا ذکر ہے جو اختیار سے ہے اس لئے صرف جنّوں اور انسانوں کا ذکر کیا +

۳۱۶۳ ذنوب۔ ذَنَب جانور کی دم کو کہتے ہیں اور ذَنُوب لمبی دم والے گھوڑے کو کہتے ہیں اور استعارۃً نصیب یعنی حصہ یا بہرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے سَجْل کا لفظ اس کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ذَنْب کی جمع ذُنُوب ہے (رغ) اور یوم ذَنُوب اس دن کو کہتے ہیں جس کی شر لمبی ہو اور ذنوب اس ڈول کو کہتے ہیں جس میں پانی ہو حدیث میں ہے فامر بذنوب من ماء فاھریق علیہ (دل) یعنی آپ نے پانی کا ایک ڈول لانے کے لئے حکم دیا سو وہ اس پر بہا دیا گیا +

۳۱۶۳ ا للذین۔ ل کئی طرح پر آتا ہے فعل کو دوسرے پر وارد کرنے کے لئے جیسے تلّہ للجبین (الصّٰفّٰت ۳۷-۱۰۳) ملک کے لئے جیسے للہ ملک السمٰوٰت والارض استحقاق کے لئے جیسے لھم اللعنۃ اور یہاں بعض کے نزدیک بمعنی علیٰ ہے . . . . اور بان ربک اوحیٰ لھا (الزلزال ۹۹-۵) میں بعض نے لام کو بمعنی الیٰ لیا ہے مگر یہ اس بات پر تنبیہ کے لئے ہے کہ یہ وحی تسخیر ہے اور انبیاء کی وحی کی طرح نہیں اور اجل کے معنی ہیں جیسے لا تکن للخائنین خصیما (النساء ۴-۱۰۵) اور لام ابتدا کے لئے بھی آتا ہے جیسے لمسجد اسس علی التقوی (التوبۃ ۹-۱۰۸) لیوسف واخوہ احب الیٰ ابینا (یوسف ۱۲-۸) لانتم اشد رھبۃ (الحشر ۵۹-۱۳) اور اِنَّ کے ساتھ کبھی اس کے اسم میں اور کبھی اس کی خبر میں جیسے ان فی ذلک لعبرۃ۔ ان ربک لبالمرصاد۔ ان ابراھیم لحلیم اور لام قسم جیسے لعمرک (الحجر ۱۵-۷۲) اور لَو کی خبر میں آتا ہے جیسے لو انھم اٰمنوا واتقوا لمثوبۃ۔ لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا اور کبھی لام مکسور ابتدا کے لئے آتا ہے لیتاذنکم الذین ملکت ایمانکم۔ لیقض علینا ربک نیز دیکھو ۲۹ تعلیل کے لئے ۵۶۲ بمعنی الیٰ ۲۹۶ انتفاع کے لئے ۲۳ عاقبت کے لئے ۲۸۵ الذین۔ الّذی اسم موصول ہے تثنیہ اللذان جمع الذین مونث التی اور جمع مونث کے لئے اللّاتی اور اللائی۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً بِهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

رکوع ۱ — وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝

طور گواہ ہے اور لکھی ہوئی کتاب پھیلے ہوئے ورقوں میں اور آباد گھر

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝

اور اونچی چھت اور بھرا ہوا دریا ۲۱۰۵ تیرے رب کا عذاب آکر رہے گا

تمہید سورت — اس سورت کا نام الطور ہے اور اس میں دو رکوع اور انچاس آیتیں ہیں۔ لفظ طور میں اشارہ حضرت موسیٰ کی وحی کی طرف ہے جس کا نزول طور پر ہوا اور مقصود اس نام میں یہ ہے جیسا کہ سورت کی ابتدائی آیات میں وضاحت کر دی ہے کہ جس طرح اس وحی کی مخالفت کرنے والوں کا انجام ہلاکت ہوا اسی طرح آنحضرت صلعم کی وحی کی مخالفت کرنے والوں کا انجام ہلاکت ہوگا۔ اور یہی مضمون اس سورت کا ہے بلکہ آخری آیات میں جنگ بدر کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے جو آنحضرت صلعم کے مخالفین کی قوت کو توڑنے کا موجب ہوئی پچھلی سورت میں حق کی تدریجی ترقی کا ذکر تھا تو یہاں مخالفت کرنے والوں کی سزا کا ذکر کیا اس کا نزول بھی ابتدائے کی زمانہ سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

رِقّۃ، رَقّ — ۲۱۷۴ رق ۔ رِقّۃ وہ باریکی ہے جو بلحاظ عمق ہو اور کبھی اجسام میں ہوتی ہے اور کبھی نفس میں قساوت کے مقابل پر جیسے رقیق القلب اور رَقّ کاغذ کی طرح ہے جس پر لکھا جاتا ہے (غ) یعنی کھال جس پر لکھا جاتا ہے۔

مسجور، تسجیر — مسجور۔ دیکھو ۲۹۲۰ اور سَجَرْتُ النَّهرَ کے معنی ہیں میں نے دریا کو بھر دیا۔ اور اذا البحار سجرت (التکویر ۸۱ - ۶) میں ثعلب نے معنی کئے ہیں بھر دیئے جائیں گے۔ اور البحر المسجور کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ سمندر کو آگ لگا دی جائے گی پس وہ نار جہنم ہو جائیگا اور حضرت علی سے منقول ہے آگ سے بھرا ہوا اور مسجور کے معنی کلام عرب میں مملوّ ہیں یعنی بھرا ہوا اور سَکَرْتُ الاِناءَ اور سَجَرْتُهٗ کے معنی ہیں میں نے اسے بھر دیا اور اذا البحار سجرت میں یہ معنی بھی کئے گئے ہیں یعنی بعض بعض میں ملا کر سب ایک کر دیئے جائیں گے اور مسجور کے معنی ساکن اور خالی بھی آئے ہیں (ل)

طور سے مراد اس نام کا پہاڑ بھی لیا گیا ہے اور مطلق پہاڑ بھی۔ اور کتاب مسطور سے مراد توریت بھی لی گئی ہے اور توریت زبور، انجیل بھی اور قرآن بھی۔ اور لوح محفوظ بھی۔ اور بیت المعمور سے مراد وہ گھر لیا گیا ہے جو خانہ کعبہ کے مقابل پر آسمان میں ہے اور حسن نے کہا ہے کہ یہ کعبہ ہے اور سقف مرفوع سے مراد آسمان لیا گیا ہے اور بحر مسجور سے مراد بھرا ہوا یا خشک یا آگ لگا ہوا دریا لیا گیا ہے اور ان سب چیزوں کو اس بات پر گواہ ٹھیرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب مکذبین پر یقیناً آکر رہے گا۔ گویا گذشتہ واقعہ کو بطور شہادت پیش کیا ہے اور اس صورت میں طور سے مراد وہ پہاڑ ہونا جہاں حضرت موسیٰ پر وحی نازل ہوتی اور آپ کو شریعت دی گئی اور کتاب سے مراد توریت ہونا اور بحر سے مراد وہ دریا ہونا جو بنی اسرائیل کے لئے خشک ہو گیا اور فرعون

۹ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ یَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ وَّتَسِیْرُ الْجِبَالُ سَیْرًا ۝ فَوَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ ۱۰ ۱۱

اسے کوئی روکنے والا نہ ہوگا جس دن آسمان جنبش میں ہوگا ۳۱۷۴ اور پہاڑ اڑ جائیں گے تو اس دن جھٹلانے والوں

۱۲ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ ۝ یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۱۳ وقف لازم

کے لئے افسوس ہے جو باتوں میں لگے ہوئے کھیل رہے ہیں جس دن دھکے دے کر دوزخ کی آگ کی طرف دھکیلے جائیں گے ۳۱۷۵

۱۴ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِهَا تُکَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا ۱۵ ۱۶

یہ وہ آگ ہے جسے تم جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا کیا تم دیکھتے نہیں اس میں داخل ہو جاؤ

فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْکُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

پھر صبر کرو یا نہ صبر کرو تمہارے لئے برابر ہے تمہیں صرف اسی کا بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کرتے تھے

کے لئے بھر کر غرق کرنے کا موجب ہوگیا۔ لیکن اس صورت میں البیت المعمور کا تعلق بظاہر نظر نہیں آتا جب تک کہ اس سے بیت المقدس یا وہ گھر مراد نہ لیا جائے جو حضرت موسیٰ نے عبادت کے لئے قائم کیا۔ لیکن قرآن کریم نے لفظ ایسے اختیار کئے ہیں جو ایک طرف اگر حضرت موسیٰ کے متعلق صادق آتے ہیں تو دوسری طرف آنحضرت صلعم کے متعلق بھی صادق آتے ہیں یعنی آپ پر بھی ایک پہاڑ پر نزول وحی ہوا اور آپ کو بھی ایک کتاب دی گئی جو کھالوں وغیرہ پر لکھی جاتی تھی اور آپ کو بھی ایک بیت معمور یعنی خانہ کعبہ دیا گیا۔ اور آپکے دشمن بھی آپ کے مقابلہ میں تباہ ہوئے جس طرح حضرت موسیٰ کے دشمن تباہ ہوئے وہ اگر دریا میں غرق ہوئے تو یہ خشکی پر غرق ہوئے اور بحر کا لفظ دونوں پر صادق آتا ہے۔ دیکھو ۲۵۹۰ اور سقف مرفوع میں مراد آسمان بھی ہو سکتا ہے اور بیت معمور کی بلند چھت بھی ہو سکتی ہے اور البیت المعمور کا خانہ کعبہ کے مقابل آسمان پر یا ایک بیت معمور کا ہر آسمان پر ہونا خود اس بات کو چاہتا ہے کہ خانہ کعبہ بھی البیت المعمور ہی ہے جیسا کہ حسن سے روایت ہے (رم) اور گو یہ لفظ دوسرے قبلوں پر بھی بولا گیا ہو مگر حقیقتاً خانہ کعبہ پر ہی صادق آتا ہے۔ جس کی زیارت تا قیامت ہوتی رہے گی ۔ بیت المعمور

۳۱۷۴ تمور۔ مَارَ (یَمُوْرُ مَوْرًا) ایک چیز حرکت میں آئی یا آئی اور گئی اور صحاح میں تمور السماء، مور کے معنی کئے ہیں تَمُوْجُ مَوْجًا اور مارالشیءُ ایک چیز مضطرب اور متحرک ہوئی اور مَارَ پانی یا خون یا آنسوؤں کے بہنے پر بھی بولا جاتا ہے (ل) اور ابن عباس سے یوم تمور السماء کی تفسیر میں مروی ہے یوم تشقق السماء (ج) تو اس صورت میں مراد وہی ہوگی جو یوم تشقق السماء بالغمام میں مراد ہے دیکھو ۲۳۶۷ اور یوں بھی جس عذاب کی طرف یہاں توجہ دلاتی ہے وہ اولاً عذاب دنیا ہی ہے اور بعدہ عذاب آخرت کیونکہ حضرت موسیٰ کے مقابل پر جس عذاب کا ذکر ہے وہ بحر مسجور کا عذاب ہے یعنی فرعون کا سمندر میں غرق ہونا جسے حضرت موسیٰ کے لئے فرقان قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے بالمقابل ہمارے نبی صلعم کا فرقان بدر ہے جیسا کہ سورت کی آخری آیات سے ظاہر ہے وان یروا کسفا من السماء ساقطا ۴۴-۴۴ اور یہ عذاب دنیا ہے نہ عذاب آخرت اور تسیر الجبال پر دیکھو ۲۱۲۳ و ۲۲۰۱ ۔ مَور

۳۱۷۵ یدعون۔ دَعٌّ سختی کے ساتھ دور کرنا ہے الذی یدع الیتیم (الماعون ۱۰۷: ۲) (رغ) یہاں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس عذاب کا پہلی آیات میں ذکر ہے وہ عذاب دنیا ہے اور اس کے بعد پھر وہ عذاب جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے ۔ دَعّ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ۝ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ ۱۷ ۱۸

متقی باغوں اور نعمتوں میں ہیں اس کی وجہ سے خوش ہونگے جو انہیں اُن کے ربّ نے دیا اور ان کے ربّ نے انہیں ملتی

عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ ۱۹ ۲۰

ہوئی آگ کے عذاب سے بچایا خوشگواری سے کھاؤ اور پیو اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے برابر بچھے ہوئے تختوں

سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ۲۱

پر تکیے لگائے ہوئے اور ہم انہیں خوبصورت حوروں کا ساتھی بنا دیں گے اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے

ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ

ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو انکے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل سے ہم کچھ کم نہیں کریں گے

مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۝

ہر شخص اسکے لئے جو اس نے کمایا گرفتار (بلا) ہوگا ع۳۱۷۶

لحق ۔ الحق — ع۳۱۷۶ الحقنا ۔ لَحِقَتْهُ ۔ اسلحقتُ بہ کے معنی ہیں میں نے اسے پا لیا لم یلحقوا بھم من خلفھم (آل عمران ۳ ۔ ۱۷۹) واخرین منھم لما یلحقوا بھم (الجمعۃ ۲ ۔ ۲) اور اَلْحَقْتُ بہٖ کذا اسے دوسرے کے ساتھ ملا دیا (غ) ۔

الت — الَتْنا ۔ اَلَتَ کے معنی حَلَفَ ہیں ۔ اور حضرت عمرؓ کے متعلق روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کو کہا اتق اللہ یا امیر المومنین تو دوسرے آدمی نے جو سن رہا تھا کہا تَأْلِتُ علی امیر المومنین تو حضرت عمرؓ نے کہا اسے چھوڑ دے ۔ قوم کا بھلا اسی وقت تک ہے جب تک یہ ایسی باتیں ہمیں کہتے رہیں اور تالت کے معنی بیان کئے گئے ہیں امیر المومنین کی ہتک کرتا ہے یا ان کے مقام کو گراتا ہے اور اَلَتَہٗ مالہ وحقہ کے معنی ہیں اس کا مال اور حق کم کر کے دیا گویا لات (دیکھو ع۹۱۹۲۸) اور الت کے ایک ہی معنی ہیں (ل) ۔

امرئ امرأۃ — امرء ۔ مَرْءٌ انسان کو کہتے ہیں اور اِمْرُءٌ بھی اور اِمْرَأَۃٌ عورت کو ان امرؤا ھلک (النساء ۴ ۔ ۱۷۶) اور مُرُوَّۃٌ مرء یعنی انسان کا کمال ہے (غ) ۔

رھین — رھین ۔ رَھْن وہ ہے جو قرضہ کے لئے اعتماد کے طور پر رکھا جائے اور رھین اور رھینۃ کل نفس بما کسبت رھینۃ (المدثر ۷۴ ۔ ۳۸) میں دو قول ہیں یعنی فعیل بمعنی فاعل یا ثابت اور کھڑا ہونے والا اور یا فعیل بمعنی مفعول یعنی ہر ایک نفس اس کی جزا میں کھڑا کیا جائے گا جو اس نے عمل کر کے آگے بھیجا ہے اور چونکہ رہن سے ایک چیز کا حبس یعنی روک رکھنا مقصود ہے اس لئے استعارۃً یہ لفظ روک رکھنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ (غ) مراد اس سے یہ لی گئی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی

نیکوں کی ذریت — ہے کہ مومن کی ذریت کو گو اس نے اعمال کے لحاظ سے وہ کمال حاصل نہ کیا ہو جنت میں وہی درجہ مل جائیگا جو اعلیٰ درجہ کے مومنوں کو ملے گا اور بعض نے دوسری ذریت سے مراد چھوٹے بچے لئے ہیں مگر آیت کے آخری الفاظ کل امرئ بما کسب رھین سے اشارہ کچھ اور معلوم ہوتا ہے اور دوسری جگہ یہی مضمون یوں ادا ہوا ہے کل نفس بما کسبت رھینۃ الا اصحاب الیمین (المدثر ۷۴ ۔ ۳۸ و ۳۹) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اپنی کرتوتوں کی وجہ سے گرفتار بلا ہونگے تو پس

۲۲ ۲۳ وَأَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ○ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ

اور ہم انہیں پھل سے اور گوشت سے جس سے وہ چاہیں مدد دیں گے — وہاں ایک دوسرے سے وہ پیالہ لیں گے جس میں نہ

۲۴ ۲۵ فِيْهَا وَلَا تَأْثِيْمٌ ○ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ○ وَ

لغو ہے اور نہ گناہ ۲۱۷۷ — اور ان کے آس پاس ان کے غلام پھرتے ہونگے گویا کہ وہ حفاظت میں رکھے ہوئے موتی ہیں ۲۱۷۸ اور

۲۶ أَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاءَلُوْنَ ○ قَالُوْا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ أَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ○

وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر ایک دوسرے سے پوچھیں گے — کہیں گے ہم پہلے — اپنے اہل میں ڈرنے والے تھے

۲۷ ۲۸ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ○ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ

سو اللہ نے ہم پر احسان کیا — اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچالیا — ہم پہلے سے اسے پکارتے تھے

۲۹ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ○ فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ○

ع ۲۱ ۲

وہ بڑا احسان کرنیوالا رحم کرنے والا ہے۔ سو نصیحت کرتا رہ کہ تو اپنے رب کی نعمت سے کاہن نہیں اور نہ ہی دیوانہ ۲۱۷۹

یہاں اصل بات جس کا ظاہر کرنا مقصود معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ محض نسب سے کچھ فائدہ حاصل نہیں نیک لوگوں کی اولاد ان نیکوں کے ساتھ اُس وقت ملے گی تو اس شرط پر کہ اتبعتھم بایمان کی مصداق ہو یعنی ایمان میں ان کا اتباع کرے اور جو ایمان میں نیکوں کا اتباع نہیں کرتے وہ نیکوں کی ذریت ہونے کی وجہ سے چھٹکارا نہیں پا سکتے کیونکہ یہاں ہر شخص کی اپنی ذمہ داری ہے۔ ساتھ ہی یہ اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر ایمان میں اتباع ہو اور اعمال اس کمال کو نہ پہنچ سکیں جس کمال کو اس پہلی نسل کے اعمال پہنچے ہیں جنہوں نے خطرناک تکالیف اٹھا کر حق کو قبول کیا ہے تو اس کمی کی وجہ سے وہ پیچھے نہیں رہیں گے بلکہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہی ہونگے اور ما التنھم میں شاید اسی طرف اشارہ ہے اور یا یہ عام ہے کہ کسی کا عمل بھی ہم کبھی کم نہیں کرتے۔

مناذعة — ۲۱۷۷ یتنازعون۔ تنازع کے لئے دیکھو ۵۳۹ اور نازعنی فلان بنانہ کے معنی ہیں مصافحہ کیا اور منازعہ مصافحہ ہے۔ اور منازعۃ الکأس سے مراد پیالہ کا ایک دوسرے کو دینا یا ایک دوسرے سے لینا ہے (ل)

غلمان۔ لؤلؤ — ۲۱۷۸ غلمان۔ غلام کی جمع ہے ۱۲۱۶ دیکھو ۱۹۴۷۔ لؤلؤ۔ موتی۔ غلمان سے مراد یہاں خادم ہیں۔ (ج) اور بعض نے مراد ان کی اولاد لی ہے جو ان سے پہلے گذر چکی (ر)۔ صورت اول میں یہ نعمائے بہشتی میں سے ایک نعمت ہے اور جیسے یہاں ان خدام کو موتی کہا ہے دوسری جگہ ان ساتھیوں کو جنہیں حور کہا ہے یاقوت اور مرجان سے تشبیہ دی ہے دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ یہ اس دنیا کی چیزیں نہیں۔

کاھن — ۲۱۷۹ کاھن۔ کاھن وہ ہے جو ایک قسم کے ظن سے گذری ہوتی مخفی خبریں بتاتا ہے اور عراف وہ ہے جو آیندہ کی خبریں دیتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص کاہن یا عراف کے پاس جاتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے اس پر اس کی تصدیق کرتا ہے تو اس سے کفر کرتا ہے جو ابی القاسم پر نازل ہوا (غ) اور حدیث میں جو کاھن کا ذکر آتا ہے تو ابن اثیر نے لکھا ہے کہ وہ وہ ہے جو آیندہ زمانہ میں ہونے والی چیزوں کی خبریں دیتا ہے اور چھپی ہوئی باتوں کے جاننے کا دعوے کرتا ہے اور عرب میں

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ۝ ۳۰-۳۱

بلکہ کہتے ہیں کہ شاعر ہے ہم اس کے لئے زمانہ کی گردش کا انتظار کرتے ہیں فرما انتظار کرو کہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنیوالوں میں سے ہوں

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ ۳۲-۳۳

کیا ان کی عقلیں انہیں یہ حکم دیتی ہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں کیا کہتے ہیں یہ جھوٹ بنا لیا ہے بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے ۳۱۸۱

کاہن لوگ تھے جیسے شق اور سطیح وغیرہ بعض ان میں یہ گمان کرتے تھے کہ ان کا کوئی جن تابع ہے جو انہیں خبریں پہنچاتا ہے۔ اور بعض کا ان میں سے خیال تھا کہ وہ سائل کے کلام اور فعل اور حال وغیرہ پر غور کرکے ایسی باتوں کا استدلال کر لیتا ہے۔ جن سے وہ امور غیبیہ معلوم کر سکتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو عراف کے نام سے مخصوص کرتے تھے اور ازہری کا قول ہے کہ کہانت ملک عرب میں ہمارے نبی صلعم کی بعثت سے پیشتر موجود تھی۔ لیکن آپ کی تشریف آوری سے کہانت کا علم باطل ہو گیا اور کاہنوں کے اباطیل فرقان کے سامنے اٹھ گئے اور اب کہانت باقی نہیں رہی ۔ ۔ ۔ اور کاہن لوگ اپنے باطل قولوں کو مسجع کرکے پیش کرتے تھے جس سے لوگوں کے دلوں پر خاص اثر پڑتا تھا اور ان کے دل اور کان ان کی طرف مائل ہوتے تھے۔ (ل)

کہانت کا ملک سے نابود ہونا

اعدائے حق نے جو پیرائے آنحضرت صلعم کو بدنام کرنے کے لئے اختیار کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ لوگوں کو کہتے رہتے تھے کہ آپ کاہن ہیں اس کی اللہ تعالےٰ نے یہاں نفی کی ہے اور جس شخص کو عربی زبان سے ادنیٰ واقفیت بھی ہے اور اس نے کاہنوں کے کلام کو دیکھا ہے وہ خود دیکھ سکتا ہے کہ کاہنوں کے کلام اور فرقان حمید میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کاہنوں کا کلام صرف ایک ظنی بات کو ذو معنی پیرایہ میں بیان کرنے کے لئے مسجع کیا جاتا تھا اس میں کوئی صداقت کوئی اخلاق کوئی اصول نہیں ہوتے بالمقابل قرآن کریم ایک نہایت پاکیزہ کلام ہے جس میں اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور روحانیت کے اصول اور اللہ تعالیٰ کی ہستی اور قدرت کاملہ پر اعلیٰ درجہ کے دلائل بیان ہوئے ہیں اور قرآن کریم نے کہانت کو دنیا سے نابود کیا آج کل کی اس تحریک میں جو سپریچولزم کے نام سے موسوم ہے کہانت کا بیشتر رنگ پایا جاتا ہے اور اس کو بھی صرف قرآن شریف ہی دور کر سکتا ہے۔ عیسائیت نے اس بیماری کو یورپ میں پیدا کیا ہے اور اس کا علاج اسلام میں ہے۔

کہانت اور قرآن

سپریچولزم

رَیب

۳۱۸۰ ریب۔ ریب المنون میں (حوادث کو) ریب کہا ہے نہ اس لئے کہ ان کے وقوع میں شک ہو بلکہ اس لئے کہ ان کے وقت حصول میں شک ہو (غ) اور رَیب زمانہ کی گردش کو بھی کہتے ہیں۔ اور حدیث فاطمہ میں ہے یُرِیبُنِی مَا یُرِیبُھَا یعنی جس بات سے اسے تکلیف پہنچتی ہے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ اور رَابَنِی ھٰذَا الْاَمْرُ کہا جاتا ہے جب کوئی ایسا امر ہو جسے تم ناپسند کرتے ہو اور رَیْبُ الدَّھْرِ زمانہ کی گردشیں اور اس کے حوادث ہیں اور ریب المنون حوادث دہر ہیں (ل)

منون

منون ۔ مَنّ کے معنی قطع کرنا ہیں۔ اور مَنُون موت ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو قطع کر دیتی ہے اور بعض کے نزدیک مَنُون دہر یعنی زمانہ ہے (ل)

تَقَوَّل

۳۱۸۱ تقول ۔ تَقَوَّلَ قولاً کے معنی کہ ہیں خود جھوٹ بنا لیا اور تَقَوَّلَ عَلَیَّ مجھ پر جھوٹ بولا اور وہ بات میری طرف منسوب کی جو میں نے نہیں کہی لو تقول علینا بعض الاقاویل (الحاقۃ ۶۹-۴۴) (ل)

۳۴ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ

تو اس جیسی کوئی بات لائیں اگر سچے ہیں ۳۱۸۲ کیا یہ بغیر کسی کے (پیدا کرنے کے) پیدا ہوگئے ہیں یا یہی

۳۶ الْخَالِقُونَ ۝ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوقِنُونَ ۝ أَمْ عِندَهُمْ

پیدا کرنے والے ہیں ۳۱۸۳ یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے بلکہ یقین نہیں کرتے کیا اُن کے پاس

۳۸ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ

تیرے رب کے خزانے ہیں یا یہ مسلط ہیں ۳۱۸۴ کیا ان کے پاس کوئی ذریعہ ہے جس سے سن لیتے ہیں تو چاہیے

۳۹ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ

کہ ان کا سننے والا کوئی کھلی دلیل لائے ۳۱۸۵ کیا اُس کے لئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں کیا تو اُن سے اجر

۴۱ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝

مانگتا ہے تو یہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں کیا اُن کے پاس غیب ہے تو وہ لکھ لیتے ہیں ۳۱۸۶

قرآن کی بے مثلی

۳۱۸۲ اس ابتدائی زمانہ میں بھی قرآن کے کلام بے مثل ہونے کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

۳۱۸۳ خلقوا من غیر شیء۔ من غیر مقدر و خالق (ر) یعنی بغیر کسی اندازہ کرنے والے اور خالق کے خود بخود ہوگئے ہیں۔ ام ھم الخالقون یعنی اپنے خالق آپ ہیں اور اگر یہ اپنے خالق ہیں تو کیا آسمانوں اور زمین کو بھی انہوں نے ہی پیدا کیا ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے اور ام خلقوا من غیر شیء کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ کیا بغیر کسی علت وغایت کے پیدا کئے گئے ہیں؟

مصیطر

۳۱۸۴ مصیطر۔ سَطر ایک صف ہے لکھی ہوئی چیز کی ہو یا درختوں یا کھڑے ہوئے ہوئے لوگوں کی۔ اور تَسَیطَرَ فلانٌ علیٰ کذا اور سَیطَرَ علیہ کے معنی ہیں کہ اس پر ایک سطر کی طرح قایم ہوگیا اور مصیطر سے مراد وہی ہے جو افمن ھو قائم علی کل نفس (الرعد ۱۳ - ۳۳) میں قائم ہے اور وما انا علیکم بحفیظ (الانعام ۶ - ۱۰۵) میں حفیظ سے مراد ہے (غ) اور مُسَیطِر اور مُصَیطِر وہ ہے جسے کسی چیز پر مسلط کر دیا جائے تاکہ وہ اس پر بلند ہو اور اس کے احوال کا تعہد کرے اور اس کے عمل کو لکھے اور اس کا اصل سَطر سے ہے اور یہاں مصیطر کے معنی مسلط ہی ہیں اور طا کی وجہ سے س صاد سے بدل گیا ہے (ل) مطلب یہ ہے کہ نہ انکے پاس الٰہی خزانے ہیں نہ انہیں چیزوں پر تسلط دیا گیا ہے +

شیاطین کے آسمان سے اخبار غیبی لانے کی قطعی تردید

۳۱۸۵ سُلّم کے لئے دیکھو ۹۳۵ مراد کوئی ذریعہ یا سبب ہے یہ آیت اس خیال کی کلی نفی کرتی ہے کہ شیاطین آسمان پر چڑھ کر کچھ غیب کی باتیں سن لیتے ہیں جنہیں کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ کیونکہ یہاں اسی بات کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ اگر یہ کچھ سنتے ہیں تو پیش کریں۔

علم غیب اور اسکا لکھنا

۳۱۸۶ یعنی ان کے پاس کوئی ایسا علم غیب نہیں جس پر انہیں اس قدر وثوق ہو کہ وہ اسے لکھ لیں۔ زبانی بعض باتیں کہہ دیتے تھے اگر جھوٹ نکلا تو کوئی پوچھنے والا نہیں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نبی کریم صلعم کو اس غیب پر جس کا آپ نے اظہار کیا کس قدر وثوق تھا کہ ہر ایک آیت نزول کے ساتھ لکھ بھی لی جاتی تھی اور علاوہ ازیں حفظ بھی کرلی جاتی تھی +

اَمۡ یُرِیۡدُوۡنَ کَیۡدًا ؕ فَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ہُمُ الۡمَکِیۡدُوۡنَ ؕ﴿۴۲﴾ اَمۡ لَہُمۡ اِلٰہٌ غَیۡرُ

کیا یہ کسی تدبیر کا ارادہ کرتے ہیں تو جو کافر ہیں وہی تدبیر کے وبال کے نیچے ہیں ۳۱۸۷ کیا اُن کے لئے سوائے اللہ کے کوئی

اللّٰہِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۴۳﴾ وَ اِنۡ یَّرَوۡا کِسۡفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوۡلُوۡا

معبود ہے اللہ اس سے پاک ہے جو وہ شرک کرتے ہیں اور اگر یہ آسمان سے (عذاب کا) کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں کہیں گے

سَحَابٌ مَّرۡکُوۡمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرۡہُمۡ حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَہُمُ الَّذِیۡ فِیۡہِ یُصۡعَقُوۡنَ ﴿۴۵﴾

تہ بتہ بادل ہے۔ ۳۱۸۸ سو انہیں چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو ملیں جس میں ہلاک کئے جائیں گے ۳۱۸۹

مکید ـ کید

۳۱۸۷ مکیدون ـ الذین یحیق بھم کیدھم ویعود علیھم وبالہ (م) اور کید ہر تدبیر کو کہتے ہیں التدابیر باطل او حق (ل) یعنی خواہ باطل تدبیر ہو اور خواہ حق نیز دیکھو ۵۰۰

سقط

۳۱۸۸ ساقطا ـ سُقُوط ایک بلند مکان سے پست مکان کی طرف گرنا ہے اور اسی معنی میں ہے الا فی الفتنۃ سقطوا (التوبۃ ۹ ـ ۴۹) اور ایک سقوط یہ ہے کہ جو چیز سیدھی کھڑی ہے وہ گر جائے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس پر بڑھاپا آجائے اور وہ بڑی ہو جائے (غ) اور سقط الی القوم کے معنی ہیں نزل علیھم (یعنی سقوط بمعنی نزول ہے اور حدیث میں ہے علی الخبیر سقطت جس سے مراد یہ ہے کہ تو ایک باخبر آدمی کے پاس آگیا ہے (ل) آسمان سے کسی ٹکڑے کے گرنے سے کیا مراد ہے دیکھو ۱۵۷۷ کفار بار بار اس رنگ میں عذاب کا مطالبہ کرتے تھے فاسقط علینا کسفا من السماء (الشعرآء ۱۸۷) او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا (بنی اسرائیل ـ ۹۲) اور کسف اس لحاظ سے کہا کہ وہ عذاب کا ایک ٹکڑا یا حصہ ہو اور سحاب مرکوم کہنے سے یہ منشاء ہے کہ عذاب کے آنے سے پہلے وہ ان حالات کو جن سے عذاب پیدا ہوتا ہے اپنی بہتری کا موجب سمجھتے ہیں۔ قومیں جب حق کی مخالفت میں مست ہوتی ہیں تو وہ انہی چیزوں کو جو ان کے لئے انجام کار دکھوں کا موجب بنتی ہیں سکھ کا موجب سمجھتی ہیں۔

صعق

۳۱۸۹ یصعقون ـ صعق الانسان کے معنی ہیں وہ بے ہوش ہو گیا اور اس کی عقل جاتی رہی یا وہ مر گیا۔ اور صَعِق کے معنی ہیں اسے صاعقہ نے آلیا۔ اور صاعقہ وہ آگ بھی ہے جو رعد کے ساتھ آسمان سے اترتی ہے اور صیحۃ العذاب کو بھی صاعقہ کہا جاتا ہے

جنگ بدر کی پیشگوئی

اس سے مراد عموماً نفخہ اولیٰ یعنی قیامت کو لیا گیا ہے مگر اگلی آیت جہاں صاف فرمایا کہ یہ اس دن کا ذکر ہے جس دن ان کی تدبیر انہیں کچھ کام نہ دے گی ـ اور یہ وہی تدبیر ہے جس کا ذکر آیت ۴۲ میں ہو چکا ہے ام یریدون کیدا فالذین کفروا ھم المکیدون علاوہ ازیں جیسا کہ روح المعانی میں لکھا ہے نفخۃ اولیٰ پر تو وہی لوگ مریں گے جو اس وقت زندہ موجود ہوں گے ان کفار پر تو وہ نفخۂ اولیٰ آنے والا نہ تھا اور یہاں صاف لکھا ہے کہ ان کفار کو جو آپ کو کاہن شاعر مفتری وغیرہ کہتے ہیں اور آپ کے خلاف تدبیریں کرتے ہیں آپ چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان پر وہ دن آجائے جس میں وہ ہلاک ہو جائیں یا ان پر عذاب آجائے اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ یہاں اس عذاب دنیا کا وعدہ ہے جو ان کفار پر آنے والا تھا اور جو فی الحقیقت ان کی تدابیر کا جو وہ اسلام کے خلاف کر رہے تھے نتیجہ تھا اور انہی کی تدابیر کا وبال ان پر آنے والا تھا جیسا کہ ھم المکیدون سے ظاہر ہے پس صحیح وہی قول ہے جو روح المعانی میں ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے اور یہی وہ دن تھا جو لا یغنی عنھم کیدھم شیئا کا مصداق ہوا اس لئے کہ وہ اسلام کو تباہ کرنے کے لئے ایک زبردست تدبیر کر کے آئے تھے اور آخر خود ہلاک ہو کر واپس ہوئے۔

٤٦ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۝ ٤٧ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا

جس دن ان کی تدبیر ان کے کچھ کام نہ آئے گی اور نہ انہیں مدد دی جائے گی اور اُن کے لئے جو ظالم ہیں

٤٨ عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ

اس سے سوائے ایک اور عذاب ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے عـ٣١٩٠ اور اپنے رب کے حکم کیلئے صبر کر کہ تو ہماری آنکھوں

٤٩ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ۝

کے سامنے ہے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر جب تو اٹھے عـ٣١٩١ اور رات کے کسی حصہ میں بھی اس کی تسبیح کر اور ستاروں کے ڈوبنے پر بھی

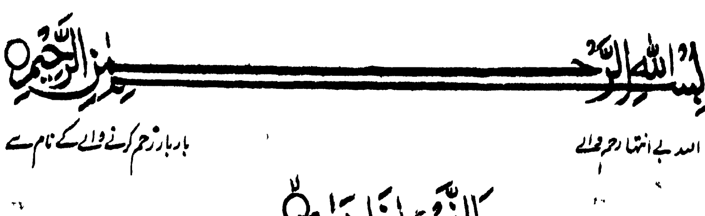
عـ٣١٩٠ دون ذلک ۔ یہ مراد جنگ بدر سے پہلے ہو اور وہ جیسا کہ مجاہد نے کہا ہے قحط ہے جو سات سال کے لئے ان پر پڑا (م) اور یا دون یہاں صرف سوائے کے معنی میں ہے اور اشارہ عذاب قیامت کی طرف ہو۔

عـ٣١٩١ باعیننا سے مراد ہے ہماری حفاظت میں یعنی یہ جتنی تدبیریں چاہیں کریں۔ رسول اللہ صلعم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے اور حین تقوم میں مراد بعض نے نیند سے اٹھنا اور بعض نے نماز کے لئے اٹھنا لیا ہے (ج) اور یا کسی مجلس سے اٹھنا مگر اگلی آیت میں رات کی تسبیح کا ذکر ہے ۔ اس لئے حین تقوم دن میں تسبیح کی طرف اشارہ ہو اور ادبار النجوم یا صبح کے وقت کا خصوصیت سے ذکر کیا کیونکہ وہ وقت خاص طور پر قبولیت دعا کا ہے ۔

لکن ۔ استدراک کے لئے آتا ہے ۔ اور واؤ کے ساتھ بھی اور واؤ کے بغیر بھی استعمال ہوتا ہے

لکن

سورۃ النجم مکیۃ وھی اثنان وستون آیۃ وثلث رکوعات



اللہ بے انتہا رحم والے | بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۵ ‏(۲۵)

وَالنَّجۡمِ اِذَا ھَوٰی ۙ﴿۱﴾

(قرآن کا) ہر حصہ گواہ ہے جب وہ اترتا ہے ۳۱۹۲

تمہید سورت

اس سورت کا نام النجم ہے اور اس میں تین رکوع اور باسٹھ آیتیں ہیں اور النجم سے مراد یا ستارہ ہے اور اس لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ مخالفین کے اقبال کا ستارہ غروب ہونے کو ہے اور یا اس سے مراد قرآن کریم کا ہر حصہ ہے جو نازل ہوتا ہے اور اس میں آنحضرت صلعم کے مقامات عالیہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور یہ دونوں باتیں اس سورت کے مضمون میں داخل ہیں اور پچھلی سورت میں اگر حضرت موسیٰ کی وحی کی طرف جو طور پر ہوئی بالخصوص توجہ دلائی تھی تو اس میں قرآن کریم اور اس وحی کے حامل حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے کمالات کی طرف توجہ دلائی اور وہ سورت ادبار النجوم پر ختم ہوتی ہے تو اس کی ابتدا والنجم اذا ھوی سے ہوتی ہے یہ سورت مکی ہے اور اس کا نزول پانچویں سال بعثت کا ہے یعنی ابتدائی مکی زمانہ کا کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حبش کی ہجرت اول ہو چکی تھی جب یہ سورت نازل ہوئی اور ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت بیان کی ہے کہ یہ پہلی سورت ہے جو آنحضرت صلعم نے کفار کے سامنے علی الاعلان پڑھی +

نجم

۳۱۹۲ نجم۔ اصل میں چڑھتے ہوئے ستارے کو کہا جاتا ہے اور جمع نُجوم ہے اور نَجَمَ کے معنی طَلَعَ یعنی چڑھا یا ظاہر ہوا اور نُجوم اس کا مصدر بھی ہے اور نَجَمَ سبزی کے نکلنے پر بھی بولا جاتا ہے اور یہاں بعض کے نزدیک کوکب مراد ہے اور بعض کے نزدیک ثریا مراد ہے اور بعض کے نزدیک قرآن مراد ہے جو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا تھا اور ھَوٰی سے مراد اس کا نزول ہے اور فلا اقسم بمواقع النجوم میں دونوں معنی لئے گئے ہیں اور نجم سبزیوں میں سے وہ چیز ہے جس کی ساق نہ ہو (غ) اور اہل لغت کہتے ہیں کہ نجم بمعنی نجوم ہے یعنی کل ستارے۔ اور نجم اصل میں ہر ایک ستارے پر بولا جاتا ہے اور ثریا پر بالخصوص اور نجوم سے مراد اشیاء کے وظائف بھی لئے جاتے ہیں یعنی رزق یا ذکر وغیرہ کے وہ حصے جو روز کیلئے مقرر کئے جاتے ہیں اور نجم وقت مضروب ہے یعنی جو کسی بات کے لئے مقرر کر لیا جائے (ل)

ھوی

نجم سے مراد

النجم کے معنی میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ۱۔ ستاروں کا قیامت میں بکھر جانا۔ ۲۔ ثریا۔ ۳۔ شعریٰ اور کاہن اس کے طلوع کے وقت امور غیبی کے متعلق باتیں کیا کرتے تھے ۴۔ زہرہ جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ ۵۔ اور ابن عباس مجاہد وغیرہا کا قول ہے قرآن کی مقدار جو نبی صلعم پر نازل ہوتی تھی۔ ۶۔ اور جعفر صادق کا قول ہے کہ اس سے مراد نبی صلعم ہیں اور ھوی سے مراد معراج کی رات آپ کا نزول ہے۔ (۷) یہ تو ظاہر ہے کہ یہاں نجم کو بطور گواہ پیش کیا ہے اس بات پر کہ محمد رسول اللہ صلعم گمراہ نہیں ہیں۔ پس اگر نجم سے مراد قرآن شریف کے نازل شدہ ٹکڑے لئے جائیں یا خود رسول اللہ صلعم کو لیا جائے تو مطلب صاف ہے یعنی قرآن کا ہر ٹکڑہ جو نازل ہوتا ہے اس بات پر گواہ ہے کہ رسول اللہ صلعم ضلالت میں نہیں۔ کیونکہ ہر ٹکڑہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی شہادت رکھتا ہے اور اگر نجم سے مراد ایک خاص ستارہ لیا جائے یا ستارے لئے جائیں تو

۲ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا

تمہارا ساتھی گمراہ نہیں ہوا اور نہ وہ بہکا ہے ۳۱۹۳ اور نہ وہ خواہش نفس سے بولتا ہے ۳۱۹۴ یہ صرف وحی ہے جو

۵ وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝

اس کی طرف کی جاتی ہے ۳۱۹۴ اسے مضبوط قوتوں والے نے سکھایا ہے ۳۱۹۵

اسکے غروب ہونے سے صبح کا طلوع مراد ہے اور اشارہ ہے کہ جس طرح ستارے غائب ہو جاتے ہیں تو رات کی جگہ دن لے لیتا ہے اور آفتاب کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیا پر ایک لمبی رات کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کے آفتاب نے طلوع کیا ہے اور یا نجم کے غروب ہونے میں اشارہ کفار کے ستارے کے غروب ہونے کی طرف ہے +

آنحضرت کی عصمت عمل اور اعتقاد دونوں پہلوؤں سے ثابت ہے

۳۱۹۳ غیّ وہ جہالت ہے جو اعتقاد فاسد سے پیدا ہو دیکھو ۳۳ پس ما ضلّ میں نفی ضلالت کی ہے یعنی آپ طریق حق کو نہیں چھوڑے اور ما غوی میں نفی اعتقاد فاسد کی ہے یعنی آپ کا اعتقاد بھی صحیح ہے یعنی عملی طور پر بھی اور علمی طور پر بھی آپ کا قدم صواب پر ہے اس سے زیادہ جامع اور بالغ الفاظ میں کسی کی عصمت کا ذکر نہ ہو سکتا تھا عموماً صرف گناہ سے بچنے کا نام عصمت رکھا جاتا ہے یعنی کسی فعل کا خلاف حکم الٰہی صادر نہ ہونا مگر قرآن کریم نے آنحضرت صلعم کو نہ صرف گناہ سے محفوظ قرار دیا ہے بلکہ عقیدہ کو بھی غلطی سے پاک بتایا ہے۔ یہ آیت آپ کی عصمت پر نص صریح ہے اور غوی بمعنی خاب لیکر ما غوی میں پیشگوئی بھی ہو سکتی ہے یعنی آپ کے غلطی پر نہ ہونے کو یہ بات ثابت کر دیگی کہ آپ ناکام نہیں ہوئے +

آپ کا حرص و ہوا سے خالی ہونا

۳۱۹۴ وما ینطق عن الھوی عام ہے یعنی رسول اللہ صلعم خواہش نفسانی سے کوئی بات نہیں کرتے اور ان ھو میں ضمیر قرآن شریف کی طرف ہے جس کا ذکر اوپر والنجم میں موجود ہے اور اگر نجم سے مراد ستارہ لیا جائے تو پھر بھی ان ھو میں ضمیر قرآن کی طرف ہی ہوگی کیونکہ قرآن کریم کا ذکر اس طرح پر بارہا آیا ہے۔ اور بعض نے یوں توجیہ کی ہے کہ یہ سوال مقدر کا جواب ہے یعنی جب یہ کہا گیا کہ آپ حرص و ہوا سے کوئی بات بھی نہیں کرتے تو یہ پر سوال ہوتا تھا کہ پھر یہ قرآن کیا ہے تو اس کا جواب دیا ہے کہ یہ وحی ہے بہرحال ضمیر قرآن شریف کی طرف ہے خواہ اس کا ذکر پہلے مانا جائے یا نہ۔ اور ضمیر کو نطق کی طرف لینا اس لئے درست نہیں کہ یہ کسی کے نزدیک بھی مسلم نہیں کہ آپ کا سارا کلام یا کم از کم نبوت کے بعد کا ہی سارا کلام وحی سے تھا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آپ کا اجتہاد بھی وحی خفی کی روشنی سے تھا۔ مگر پھر بھی اس نطق کو مسائل دینی پر محدود کرنا پڑے گا۔ حالانکہ ینطق عام ہے اور حرص و ہوا سے آپ کا کوئی کلام قبل از نبوت بھی نہ تھا چہ جائیکہ بعد از نبوت کسی کلام کو ایسا مانا جائے اور یہ الفاظ بھی آپ کی عصمت پر صریح دلیل ہیں کیونکہ گناہ بغیر ہوائے نفس کے پیدا نہیں ہوتا +

قوۃ

۳۱۹۵ قوی۔ قُوَّۃ کا استعمال کبھی قدرت کے معنی میں ہوتا ہے جیسے خذوا ما اٰتینکم بقوۃ (البقرۃ ۲-۶۳) اور کبھی اس استعداد کیلئے جو کسی شئے میں موجود ہو جیسے گٹھلی کو کہا جائے کہ یہ بالقوہ درخت ہے اور کبھی اس کا استعمال بدن میں ہوتا ہے اور کبھی قلب میں اور کبھی کسی خارجی معاون کے متعلق اور کبھی قدرت الٰہیہ کے متعلق قوت بدن کی مثال جیسے من اشد منا قوۃ (حم السجدۃ ۴۱-۱۵) فاعینونی بقوۃ (الکھف ۱۸-۹۵) اور قلب میں قوت کی مثال یٰیحیی خذ الکتب بقوۃ (مریم ۱۹-۱۲) اور خارجی معاون کی مثال جیسے لو ان لی بکم قوۃ (ھود ۱۱-۸۰) یعنی کوئی لشکر ہوتا یا مال ہوتا اور نحن اولوا قوۃ (النمل ۲۷-۳۳) اور قدرت الٰہیہ کی مثال ان اللہ قوی عزیز (الحدید ۵۷-۲۵) ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (الذاریٰت ۵۱-۵۸) جس میں وہ قوت بھی شامل ہے جو مخلوق کے لئے ہے۔ اور ذی قوۃ عند ذی العرش (التکویر ۸۱-۲۰) سے مراد جبرئیل ہے اور علمہ شدید القوی (النجم ۵۳-۵) میں لفظ جمع استعمال کیا گیا ہے (یعنی قوی قوۃ کی جمع ہے) تو مطلب یہ ہے کہ اس عالم کے لحاظ سے اور ان لوگوں کے لحاظ سے

ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ؕ

۷

حکمت والے نے سو وہ اعتدال پر قائم ہوا ۳۱۹۶ اور وہ بلند انتہائی مقامات پر ہے ۳۱۹۷

اقواء - مقوی جنہیں سکھاتا اور فائدہ پہنچاتا ہے وہ بہت قوتوں والا ہے اور عظیم قدرت والا ہے اور بیابان کو قواء کہا جاتا ہے اور اقوی الرجل کے معنی ہیں وہ بیابان میں گیا ومتاعا للمقوین (الواقعۃ ۵۶-۷۳) (غ)

مَرَّ ۳۱۹۶ ذو مرۃ ۔ مُرُور کے معنی ایک چیز سے گذر جانا اور آگے نکل جانا ہیں واذا مروا بھم یتغامزون (المطففین ۸۳-۳۰) اذا مروا باللغو مروا کراما (الفرقان ۲۵-۷۲) میں یہ تنبیہ ہے کہ جب انہیں لغویات کی طرف دکھیلا جاتا ہے تو اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور جب اسے سنتے ہیں تو کان بند کر لیتے ہیں اور جب اسے دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور فلما کشفنا عنہ ضرہ مر کان لم یدعنا (یونس ۱۰-۱۲) میں مراد ہے اعراض کرتا ہے اور اَمْرَرْتُ الحَبْلَ کے معنی ہیں میں نے رسہ کو بٹا اور اسی سے ذو مِرّۃ ہے

مِرَّۃ گویا کہ وہ مضبوط بٹا ہوا ہے (غ) اور ذو مِرّۃ کے معنی ہیں صاحب عقل اور اصالت اور احکام اور مِرّۃ قوت ہے (ل) گویا شدید القوی میں قوت فعل کا ذکر ہے اور ذو مِرّۃ میں قوت نظری اور عقلی کا (م) اور

مَرَّۃ مَرَّۃ جزو زمانہ ہے یعنی ایک بار اور مَرَّتین دو بار ثلاث مرات تین بار (غ)

آنحضرت کے جملہ قویٰ کا حالت اعتدال پر ہونا شدید القوی اور ذو مرۃ سے مراد جبریل لئے گئے ہیں اور جبریل کا آنحضرت صلعم کو تعلیم دینا اس لحاظ سے ہے کہ وہی حامل وحی ہیں۔ جو آنحضرت صلعم تک وحی الٰہی کو پہنچاتے ہیں اور حسنؒ سے منقول ہے کہ شدید القوی اور ذو مرۃ اللہ تعالیٰ ہے اور جمع (یعنی قوی) تعظیم کے لئے ہے (م) تو اس صورت میں مراد صرف اسی قدر ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو سکھایا۔ اور فاستوی کے معنی ہیں اپنی ذات میں حالت اعتدال پر ہوا دیکھو ۱۰۹۵ اور اس کو عموماً جبریل کے متعلق ہی سمجھا گیا ہے اور استوی سے مراد یہ لی گئی ہے کہ جبریل اپنی صورت حقیقی پر ظاہر ہوئے اور حسنؒ نے فاستوی میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لی ہے۔ اور استواء اور افق اعلیٰ پر ہونے سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت اور سلطان کا اظہار لیا ہے (م) لیکن فاستوی وھو بالافق الاعلی۔ ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی میں تمام ضمیریں ایک ہی طرف جاتی ہیں اور ثم دنی میں حسن نے ضمیر آنحضرت صلعم کی طرف مانی ہے اور جیسا کہ آگے ظاہر ہوگا۔ ان الفاظ میں ذکر نبی کریم صلعم کا ہی ہے اور آپ کا ذکر ہی فاستوی میں ہے اور مراد یہ ہے کہ آپ اپنی تمام قوتوں کے لحاظ سے حالت اعتدال پر ہیں۔ گویا کوئی قوت ایسی نہیں کہ حد سے تجاوز کر گئی ہو نہ کوئی قوت ایسی ہے کہ دوسری قوتوں سے دب کر ناقص رہ گئی ہو اور قوتوں کا حالت اعتدال پر ہونا آپ کے علمی کمال کو ظاہر کرتا ہے اور یہ گویا ما ضلّ کے مقابلہ پر ہے یعنی آپ کی عصمت علمی پہلو میں ما ضل سے ثابت ہے لیکن چونکہ صرف نفی ضلالت سے کوئی کمال ثابت نہیں ہوتا اس لئے یہاں فرمایا کہ آپ کی علمی قوتیں تمام حالت اعتدال پر قائم ہونے کی وجہ سے کمال کو پہنچ گئی ہیں +

افق ۳۱۹۷ افق - اُفُق وہ ہے جو انتہائے فلک اور اطراف زمین سے ظاہر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہے وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ یعنی جب آپ پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور افق آپ کے نور سے روشن ہو گیا۔ (یعنی زمین کے انتہائی مقامات) اور آفِق (یعنی افق میں جانے والا) وہ ہے جو علم اور کرم میں غایت کو پہنچ جائے اور جائز ہے کہ افق فُلک کی طرح واحد اور جمع دونوں پر استعمال ہو (ل)

آنحضرت صلعم نے سب ترقی [illegible] کو پہنچنا وھو بالافق الاعلی میں بھی رسول کریم صلعم کا ہی ذکر ہے جیسا کہ اوپر دکھایا گیا اور آپ کے افق اعلیٰ میں ہونے سے مراد ہے کہ آپ علو اور بلند مرتبگی کے انتہائی مقامات کو پہنچ گئے اور یہ فاستوی کے لئے گویا بطور ایک تتمہ کے ہے یعنی وہ قوتیں ایسی حالت میں اعتدال پر قائم ہیں۔ کہ کمال کو بھی پہنچ چکی ہیں۔ بالفاظ دیگر باوجود اس کے کہ آپ کی ہر ایک قوت کمال کو پہنچی ہوئی ہے اعتدال

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝ ۹

پھر قریب ہوا اور بہت قریب ہوا ۳۱۹۸ سو وہ دو کمانوں کا اندازہ ہوا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر قریب ۳۱۹۹

پر بھی قائم ہے۔ اور یہ آپ کے اخلاق کا پہلو ایسا ہے کہ دنیا کا کوئی انسان اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ آپ کی ہر ایک نیکی کا اظہار اس وقت ہوا ہے کہ جب حالات کلیتہً اس کے مخالف تھے مثلاً بادشاہ رہ کر آپ نے فقیرانہ زندگی بسر کی اگر بادشاہت کو چھوڑ کر فقیرانہ زندگی اختیار کرتے تو یہ کمال قوت پیدا نہ تھا اسی طرح آپ کی قوت عفو اپنے کمال پر دشمنوں کے ساتھ جنگ میں فتح کے وقت ظاہر ہوئی اور دوستوں کے ساتھ جنگ میں نافرمانی کے وقت جب نافرمانی سے قومی نقصان ہوا جیسے احد کی جنگ میں اسی طرح آپ کے تمام اخلاق کی حالت ہے مگر ان تفصیلات کا یہ موقعہ نہیں۔ اور یہاں یہ بتایا ہے کہ نہ صرف آپ کمال کو پہنچے بلکہ کمال کے انتہائی مقامات تک پہنچ گئے جہاں تک انسان کے لئے پہنچنا ممکن تھا۔ اور آپ کے کمالات تمام پر فوقیت لے گئے +

تدلّی

۳۱۹۸ تدلی دیکھو ۱۰۶۲ اور مفردات میں ہے التدلّی الدُّنُوُّ والاسترسال یعنی تدلّی کے معنی قریب ہونا اور موانست چاہنا ہے۔ اور لسان العرب میں تَدَلّٰی علینا کے معنی دیتے ہیں وہ ہمارے پاس آیا اور زجاج کا قول نقل کیا ہے کہ دنی اور تدلّی کے ایک ہی معنی ہیں یعنی قرب فتدلی لے زاد فی القرب یعنی تدلّی کے معنی ہیں قرب میں بڑھا۔

آنحضرت کا قرب اللہ تعالےٰ سے

اکثر مفسرین نے تو یہاں ضمیر جبرئیل کی طرف ہی لی ہے اور مراد یہ لیا ہے کہ حضرت جبرئیل آنحضرت صلعم سے قریب ہوئے اور پھر اور زیادہ قریب ہوئے اور یہی لفظ حدیث اسراء میں بھی آتے ہیں فتدلی فکان قاب قوسین اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ وہاں بھی جبرئیل کا قرب آنحضرت صلعم سے ہی مراد ہے۔ مگر جبرئیل کے آنحضرت صلعم سے قرب کو خاص طور پر بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ یہ ذکر بھی آنحضرت صلعم کے اللہ تعالےٰ سے قرب کا ہے اور ابن جریر کی روایت جو انس بن مالک سے ہے صاف بتاتی ہے کہ وہاں ذکر آنحضرت صلعم کا ہی ہے ثم علا به بما لا یعلمه الا الله حتی جاء سدرة المنتهٰی ودنا الجبار رب العزة فتدلی حتی کان منه قاب قوسین او ادنی یہ ذکر جبرئیل کے آنحضرت سے قرب کا نہیں بلکہ آنحضرت کے اللہ تعالیٰ سے قرب کا ہے اور اسی کے مطابق بخاری میں شریک کی روایت میں جو انس سے ہے معراج کا ذکر ہے جس میں بعینہٖ یہی لفظ آتے ہیں یہ دونوں روایتیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ یہاں ذکر آنحضرت کے اللہ تعالیٰ سے قرب کا ہے۔ نہ جبرئیل کے آنحضرت سے قرب کا جو فی الحقیقت اس قدر اہمیت سے بیان کرنے کی بات بھی نہ تھی +

قاب

قوس

۳۱۹۹ قاب - قاب وہ ہے جو قبضہ اور گوشۂ کمان کے درمیان ہے۔

قوسین - قوس کمان ہے جس سے تیر چلایا جاتا ہے۔

آنحضرت کا قرب اللہ تعالیٰ سے تمام انسانوں پر فوقیت لے گیا

قاب قوسین - کے معنی دو طرح پر کئے گئے ہیں یعنی قدر قوسین یا دو کمانوں کا اندازہ اور دوسرے معنی یہ کئے گئے ہیں - کان منه حیث الوتر من القوس یعنی اس مرتبہ پر جیسے وتر قوس سے ہوتا ہے۔ پہلے معنی لیکر بھی یہ مطلب نہیں کہ جبرئیل اور آنحضرت صلعم میں یا آنحضرت صلعم میں اور اللہ تعالیٰ میں دو کمانوں کا فاصلہ رہا۔ بے معنی بات ہے کیونکہ ایسا فاصلہ اجسام میں ہو سکتا ہے اصل حقیقت اس کی یہ ہے جیسا کہ خفاجی نے کہا ہے کہ ایام جاہلیت میں عرب جب ایک دوسرے سے مضبوط عہد کرتے تھے تو وہ دو کمانیں نکالتے تھے اور ایک دوسری کے ساتھ ملا دیتے تھے اور دونوں کے قاب......ل جاتے تھے یہاں تک کہ وہ گویا ایک ہی قاب والی ہو جاتی تھیں پھر ان دونوں کو اکٹھا کھینچتے اور ان سے ایک ہی تیر چلاتے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا کہ ان میں سے ایک کی رضامندی دوسرے کی رضامندی ہے اور ایک کی ناراضگی دوسرے کی ناراضگی اور اس کے خلاف ممکن نہیں (رمل) پس مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا اللہ تعالیٰ سے ایسا قرب تھا یہ کہ تعلق

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىؕ ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ ۱۰ ۱۱ ۱۲

سو اس نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی ۳۲۰ جو اس نے دیکھا وہ دل نے جھوٹ نہیں کہا تو کیا تم اس سے اس پر

عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰىۙ ۝ ۱۳

جھگڑتے ہو جو وہ دیکھتا ہے اور یقیناً اس نے اپنے آپ کو ایک اور نزول میں دیکھا ۳۲۱

ہو جس سے بڑھکر قرب ممکن نہیں اسی لئے قاب قوسین کے بعد او ادنیٰ کے لفظ بڑھائے ہیں یعنی گو دو کمانوں کے ملانے والوں کا تعلق بھی بہت شدید ہوتا ہے مگر آنحضرت صلعم کا تعلق اللہ تعالیٰ سے اس سے بھی قریب تر تھا۔ یعنی انسانی تعلقات جس قدر قرب کو ظاہر کرسکتے ہیں اس سے بڑھ کر آپ کا تعلق ہے۔ پس فاستویٰ میں اخلاق کے کمال کا ذکر کیا ہے اور دنا فتدلیٰ میں قرب الٰہی کے کمال کا ذکر کیا ہے +

۳۲۰ یہاں بھی مفسرین نے ضمیر جبرئیل کی طرف مانی ہے مگر عبدہٖ میں اللہ کی طرف ضمیر لی ہے۔ حالانکہ اگر ان سب ضمیروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لیا جائے تو سیاق اور معنی دونوں کے لحاظ سے بہتر معلوم ہوتا ہے اور ما اوحیٰ کا ابہام اس کی تفخیم کے لئے ہے یعنی بڑی عظیم الشان وحی اور وہ وحی قرآنی ہے جس سے بڑھ کر طاقتور وحی کوئی نہیں ہوئی۔ اور اگلی آیت میں ما کذب الفؤاد کہہ کر بتا دیا کہ اس وحی کا تعلق قلب رسول سے ہے جیسا کہ دوسری جگہ بھی فرمایا فانہ نزلہ علی قلبک اور اگر اسے معراج کے متعلق مانا جائے جیسا اکثر مفسرین کا خیال ہے تو اس سے ثابت ہے کہ معراج بھی اس جسد عنصری کے ساتھ نہ تھا۔ کیونکہ جو کچھ دیکھا وہ دل نے دیکھا اور دل کا دیکھنا ان آنکھوں سے نہیں ہوتا حالانکہ اگر یہ جسد جاتا تو چاہئے تھا کہ ان آنکھوں سے دیکھنے کا ذکر ہوتا۔ پہلی آیات میں یہ بتا کر کہ آنحضرت صلعم نے کمالات انسانی کے انتہائی مراتب کو طے کیا اور پھر قرب الٰہی کے فائق مدارج پر پہنچے۔ آخر پر فرمایا کہ تب اللہ تعالےٰ نے آپ کی طرف اس قرآن کو وحی کیا اور یوں بتا دیا کہ اب اگر کوئی شخص کمالات انسانی اور قرب الٰہی کے انتہائی مدارج پر پہنچنا چاہتا ہے۔ تو اسکے لئے یہی راستہ ہے اور آیت ۱۲ افتمارونہ علیٰ مایریٰ میں اسی وحی کی طرف ہی اشارہ ہے۔ اسی لئے مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے۔ اور کفار کا جھگڑا بھی قرآن کریم پر ہی تھا۔ اور یہ جو بعض روایات میں ہے کہ ما اوحیٰ سے مراد وہ ہے جس کو نبی کریم صلعم نے ظاہر نہیں فرمایا۔ تو یہ بالبداہت غلط ہے اس لئے کہ آنحضرت صلعم کل وحی کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے ہی مبعوث ہوئے تھے +

معراج جسد عنصری سے نہ تھا

۳۲۱ نزلۃ۔ المرۃ الواحدۃ من النزول (ل) یعنی ایک مرتبہ کا نزول

نزلۃ

آنحضرت کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا کس طرح تھا

راٰہ کسے دیکھا؟ حضرت عائشہ کا قول ہے کہ یہ حضرت جبرئیل تھے اور کہا آنحضرت صلعم نے انہیں دو مرتبہ اپنی اصلی صورت پر دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے اور بہت سے مفسرین اسی طرف گئے ہیں۔ اور حضرت ابن عباس سے ایک قول میں اس کی تفسیر میں منقول ہے راٰی ربہ بقلبہ۔ اپنے رب کو اپنے قلب سے دیکھا۔ (ج) اور حسن سے بھی روایت ہے کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اور چونکہ میں لکھ چکا ہوں کہ اوپر کی آیات میں جبرئیل کا نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کا ہی ذکر ہے اس لئے اسی ذکر کو جاری رکھا ہے۔ اور یا تو یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور یا مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ اور گو اس دوسرے معنی کے متعلق کوئی قول مروی نہیں۔ مگر میرے نزدیک اسے ترجیح ہے اور یہ معراج نبوی کی طرف اشارہ ہے گو اصل مقصود اس میں یہی ہے کہ آپ کے مقامات عالیہ بتائے جائیں اور جیسا کہ اگلے نوٹ سے ظاہر ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ آسمان پر ایک درخت ہے جیسے یہاں ہوتے ہیں۔ اور نبی کریم صلعم وہاں گئے بلکہ اس مقام علو تک پہنچنا مراد ہے۔ جس طرح ھو

۱۴ ۱۵ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ○

سدرۃ المنتھی کے پاس ۳۲۰۲ع اسی کے پاس جنت ہے جو اصل ٹھکانا ہے

بالافق الاعلیٰ سے یہ مراد نہیں کہ آپ افق میں کہیں چلے گئے تھے۔ اور خواہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا یا اپنے آپ کو دیکھا دونوں صورتوں میں سدرۃ المنتھی میں کوئی جسمانی بلندی مراد نہیں جہاں اللہ تعالیٰ بیٹھا ہوا ہو۔ اور ان الفاظ سے معراج کے جسد عنصری کے ساتھ ہونے پر دلیل پکڑنا غلط ہے +

رہا یہ سوال کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا سو اس پر دونوں قسم کی روایات میں حضرت عائشہ کے لفظ تو صحیح بخاری میں یہ ہیں کہ جو شخص یہ تین باتیں کہتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے اول یہ کہ آنحضرت صلعم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور آپ نے آیت لا تدرکہ الابصار پڑھی اور دوم یہ کہ آپ کل کی باتوں کو جانتے تھے اور آپ نے آیت ما تدری نفس ماذا تکسب غدا پڑھی اور سوم یہ کہ آپ نے وحی میں سے کچھ مخفی رکھا تھا۔ اور آپ نے آیت بلغ ما انزل الیک پڑھی اور حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ آپ نے دو دفعہ اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے دیکھا تو ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس بارے میں صحابہؓ سے کوئی شہادت نہیں ملتی۔ بہرحال لا تدرکہ الابصار صاف اس کے خلاف ہے۔ اور حضرت عائشہ کے قول کے معنی بھی اسی قدر ہو سکتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ قلب سے دیکھنا یا کشف یا رویا میں دیکھنا اس کے خلاف نہیں پس حق یہی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا اور بعض حدیثوں میں رویا میں دیکھنے کا بھی ذکر ہے۔ اور یہ آیت لا تدرکہ الابصار کے خلاف نہیں +

سدر

ع۳۲۰۲ سدرۃ۔ سِدْر ایک درخت ہے جو کھانے میں تھوڑا کام دیتا ہے وشیٔ من سدر قلیل (السبا ۳۴ ـ ۱۶) اور بعض وقت اسے بے کانٹا کیا جاتا ہے۔ اور اس کے سایہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس لئے ظل جنت اور اس کی نعمتوں کے لئے یہ مثال کے طور پر بھی بیان کیا گیا ہے فی سدر مخضود (الواقعۃ ۵۶ ـ ۲۸) کیونکہ سایہ دینے میں وہ بہت کام آتا ہے اور اذ یغشی السدرۃ ما یغشی (۱۶) میں اشارہ اس مرتبہ کی طرف ہے جس کے لئے نبی صلعم کو خاص کیا گیا افاضۂ الٰہیہ اور نعمائے جسمانیہ میں

سدرۃ المنتھی

اور کہا گیا ہے کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے نبی صلعم سے بیعت کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس میں مسلمانوں پر سکینت نازل کی (رغ) اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ سدرۃ المنتھی جنت کی انتہائی حد پر ہے۔ جس پر اولین اور آخرین کا علم منتہی ہو جاتا ہے۔ (ت) اور مفسرین کے مختلف اقوال ہیں بعض اہل علم کا قول ہے کہ اسے سدرۃ المنتھی اس لئے کہا گیا ہے کہ اس پر تمام عالموں کا علم ختم ہو جاتا ہے اور کعب کا قول ہے کہ ملک مقرب ہو یا نبی مرسل ہو سب کا علم اس پر ختم ہو جاتا ہے اور جو اس کے آگے ہے وہ غیب ہے جسے اللہ کے سوائے کوئی نہیں جانتا اور ایک قول ہے کہ جو کچھ زمین سے اوپر کو چڑھتا ہے وہ وہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ اس سے آگے نہیں اور ایک قول ہے کہ وہ ہر شخص کی انتہا ہے۔ جو سنت رسول اللہ پر چلتا ہے۔ (ج) اور بعض حدیثوں میں اس کے پتوں کا ذکر ہے۔ کہ وہ ہاتھی کے کانوں کی طرح ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا ایک ایک پتہ کل امت کو ڈھانک سکتا ہے (ج) اور بعض روایات میں ہے کہ یہ وسط جنت میں ایک درخت ہے اور بعض میں ہے کہ اس سے چار نہریں نکلتی ہیں دو باطنی اور دو ظاہری اور ظاہری نہریں دجلہ اور فرات کو کہا گیا ہے اور بعض میں ہے کہ اس سے پانی اور دودھ اور خمر اور شہد کی نہریں نکلتی ہیں جن کا ذکر نعمائے جنت میں ہے۔ ان تمام روایات سے نکلتا ہے کہ محض لفظ سدرۃ کی وجہ سے اسے ایک ایسا درخت سمجھنا جیسے ہم یہاں بیری کے درخت دیکھتے ہیں۔ گو وسیع پیمانہ پر ہی ہو صحیح نہیں۔ بلکہ اس سے مراد ایک خاص مقام ہے جس سے آگے کسی انسان کا علم ترقی نہیں کر سکتا۔ تو بتانا یہ مقصود ہے کہ آپ کا علم بھی اس کمال کو پہنچا جس سے آگے ترقی ممکن نہیں۔

آنحضرت کے علم کا انتہائی کمال کو پہنچ جانا

جیسا کہ فاستوی میں بتایا تھا کہ آپ کے کمالات علمی انتہائے علو کو پہنچے اور آپ کا علم ایسا کامل ہوا کہ تا قیامت اب کوئی ترقی علمی اس

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۙ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى ۱۶ ۱۷ ۱۸

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا[۳۲۰۳] آنکھ پھری نہیں اور نہ حد سے بڑھی[۳۲۰۴] یقیناً اس نے

مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۙ وَمَنٰوةَ ۱۹ ۲۰

اپنے رب کی بڑی بڑی آیتوں کو دیکھا[۳۲۰۵] تو کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا اور منات

الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ ۲۱ ۲۲

تیسرے اور کو[۳۲۰۶] کیا تمہارے لئے لڑکے ہیں اور اسکے لئے لڑکیاں یہ تقسیم تو بہت بے انصافی کی ہے[۳۲۰۷]

کو باطل نہیں کر سکتی۔ بلکہ جس قدر علم دنیا میں ترقی کرے گا اسی قدر علوم قرآن کی صداقت ظاہر ہوگی۔ بالفاظ دیگر تمام انسانوں سے بڑھکر آپ کو علم دیا گیا۔ اور یوں علم و عمل دونوں کے لحاظ سے آپ کی وہ تکمیل کی گئی جس سے آگے انسان کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے آپ خاتم النبیین بھی ہوئے کیونکہ جب آپ کا نور نبوت علم اور عمل دونوں پہلوؤں سے کمال کو پہنچ گیا تو اب دنیا کو اور کسی نور کی حاجت نہ رہی۔ اور اگر راٰہ میں ضمیر مفعول اللہ تعالیٰ کے لئے مانی جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ معرفت الٰہی میں آپ کو وہ کمال حاصل ہوا جو دوسرے کسی انسان کو حاصل نہیں ہوا۔ اور اگلی آیت میں عندھا جنۃ الماوٰی میں بتایا کہ ایسے علم یا ایسی معرفت کے حصول سے انسان جنت کو بھی پورے طور پر پا لیتا ہے +

۳۲۰۳ حسن سے مروی ہے کہ وہ ڈھانکنے والی چیز نور رب العزت ہے۔ اسی کے مطابق ابوہریرہ سے روایت ہے (م)

۳۲۰۴ بصر نظر کو کہتے ہیں اور بصیرت کو بھی دیکھو ۱۲۱ اور چونکہ اوپر کی آیات سے ظاہر ہے کہ جن باتوں کا یہاں ذکر ہے وہ بصیرت سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے یہاں مراد بصیرت ہی ہے۔ اور ما زاغ میں بتایا کہ آپ اصل مقصد سے ادھر ادھر نہیں ہوئے اور ما طغٰی میں یہ کہ حد سے متجاوز نہیں ہوئے +

معراج میں کیا دکھایا گیا

۳۲۰۵ ان آیات سے مراد وہ عجائبات ہیں جو معراج میں آپ کو دکھائے گئے جن میں نہ صرف آپ کے کمالات ہی ظاہر کئے گئے۔ بلکہ آپ کی اور آپ کے دین کی کامیابیوں کی بھی بشارت دی گئی۔ اور یہاں ربہ کا لفظ لا کر خود بتا دیا کہ مراد وہ آیات ہیں جن میں آپ کی ربوبیت روحانی یا آپ کے ذریعہ سے جو ربوبیت روحانی ہونے والی تھی اس کی طرف اشارہ تھا۔ اور ان آیات کبریٰ کے دیکھنے کے لئے مع جسم آسمان پر جانے کی ضرورت نہ تھی اللہ تعالیٰ نے یہ عجائبات آپ کو اسی آنکھ سے دکھائے جو انبیاء کو دی جاتی ہے۔ رہا معراج کا جسد عنصری کے ساتھ ہونا یا نہ ہونا۔ اس کے لئے دیکھو ۱۵۰۱ جہاں مفصل بحث گذر چکی ہے۔

لات۔ عزیٰ۔ منات

۳۲۰۶ لات ثقیف کا بت طائف میں تھا اور عزیٰ غطفان کا بت نخلہ میں تھا۔ اور منات خزاعہ کا بت تھا (ج) اور لات کو اللہ کی اور عزیٰ کو العزیز کی تانیث سمجھتے تھے۔ (ج) اور لات انسان کی شکل پر تھا اور عزیٰ درخت کی صورت پر اور منات پتھر تھا اس لئے اسے الگ بیان کیا ہے اور الاخریٰ یہاں ذم کے لئے ہے (م) یہ سب نام مؤنث پر ہیں گویا یہ ان کی دیویاں تھیں جنہیں وہ خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اس لئے اگلی آیت میں فرمایا کہ اپنے لئے بیٹے تجویز کرتے ہو اور خدا کے لئے بیٹیاں +

ضیزیٰ

۳۲۰۷ ضیزیٰ۔ ضاز کے معنی ہیں جار ظلم کیا۔ اور ضیزیٰ نا انصافی یا ظلم ہے۔

غرانیق کا جھوٹا قصہ

اس موقعہ پر واقدی کی روایت پر جو کہانی بیان کی گئی ہے وہ ایسی لچر ہے کہ قرآن کریم کے کھلے الفاظ کے سامنے وہ قابل غور بھی نہیں۔ مگر چونکہ عیسائیوں نے اس پر بہت زور دیا ہے اور اسے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے اس لئے مختصراً اس کا ذکر کر دینا

۲۳ إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ

یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کے لئے کوئی روشن دلیل نہیں اتاری

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ

یہ لوگ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور اس کی جو انکے نفس چاہتے ہیں اور یقیناً انکے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت

الْهُدَىٰ ۝ ۲۴ أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ۝ ۲۵ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۝

آچکی ہے کیا انسان کو وہ مل جاتا ہے جسکی وہ آرزو کرتا ہے تو آخرت اور پہلی زندگی اللہ کے لئے ہی ہے

ضروری ہے کہا یہ جاتا ہے کہ جب نبی صلعم اس سورت کو پڑھتے ہوئے اس آیت پر پہنچے تو آپ نے بجائے الکم الذکر وله الانثی تلک اذا قسمة ضیزیٰ کے یہ الفاظ پڑھ دیئے۔ تلك الغرانیق العلیٰ وان شفاعتهن لترتجی یعنی یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے ایسی خرافات اور قرآن جیسا پرحکمت کلام! اس سورت کے متعلق یہ مسلم امر ہے کہ علی الاعلان کفار میں پڑھی گئی اور ابن مسعود کی ایک روایت میں ہے کہ یہ پہلی سورت ہے جو نبی کریم صلعم نے علی الاعلان کفار کو سنائی اور یہ پہلی سورت تھی جس میں سجدہ نازل ہوا۔ اور سجدہ کے موقعہ پر نبی صلعم نے سجدہ کیا اور آپکے ساتھ ہی سب سامعین نے بھی جن میں مشرک بھی تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس خیال کو تو سورت کا لفظ لفظ دھکے دے رہا ہے۔ اگر بالفرض دو آئتیں چھوڑ کر ان کی بجائے یہ لفظ رکھے بھی جائیں تو اگلی تمام آیات پھر اس خیال کی کھلی کھلی تردید کر رہی ہیں۔ کیونکہ آیت ۲۳ میں صاف طور پر ان بتوں کو نام قرار دیا ہے۔ جن کے نیچے کچھ حقیقت نہیں اور اس سے بھی آگے چل کر آیت ۲۶ میں فرشتوں کی شفاعت کو بھی اذن الٰہی سے مشروط کیا ہے۔ بتوں کی شفاعت کا اقرار یہاں کس طرح موزون ہو سکتا تھا اور آیت ۲۷ و ۲۸ میں پھر وہی مضمون ہے جسکی طرف اشارہ الکم الذکر وله الانثی میں ہے۔ پھر اس سے آگے ساری سورت کو پڑھ جاؤ جن کفار کو یہ کہدیا کہ تمہارے بت بھی واقعی خدا کے ہاں سفارشی ہیں۔ کیا انہیں ایسے الفاظ میں مخاطب کیا جا سکتا تھا۔ ذلك مبلغهم من العلم (۳۰) لیجزی الذین اساؤا بما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ (۳۱) افرءیت الذی تولیٰ (۳۳) الا تزر وازرة وزر اخریٰ (۳۸) وان لیس للانسان الا ما سعیٰ (۳۹) پھر اس سے آگے مختلف قوموں کی ہلاکت کا ذکر ہے اگر بتوں کی شفاعت تسلیم کر لی تھی تو پھر باقی اختلاف کس بات پر تھا جس پر اس قدر تہدید کفار سے کی جاتی جو اس سورت میں موجود ہے یہاں تک کہ آخر میں انکو سنا دیا کہ ان کی ہلاکت کی گھڑی سر پر آپہنچی ہے۔ واقدی نے بہتیری موضوع حدیثوں کو لکھ مارا ہے اور محدثین اس کی سند کو کچھ بھی وقعت نہیں دیتے۔ کسی زندیق نے ایک روایت بنا کر مشہور کر دی اور واقدی یا زہری نے اسے قبول کر لیا۔ تو یہ اتنے اہم معاملہ پر کوئی دلیل نہیں۔ رسول اللہ صلعم کی زندگی نبوت سے پہلے بھی تاریخی طور پر شرک اور بت پرستی کی آمیزش سے پاک ثابت ہے۔ چہ جائیکہ نبوت کے اندر ایسے واقعات کا وہم دل میں لایا جائے پھر ایسے وقت میں جب کفار کی طرف سے سخت ترین تکلیفیں پہنچ کر مسلمان ہجرت کر کے حبش جا چکے تھے۔ کسی محقق نے اس روایت کو قبول نہیں کیا اور حدیث کی کسی کتاب میں اسکو جگہ نہیں ملی۔ پھر یہ مسلمہ تاریخ کے خلاف ہے اس لئے سوائے سخت تعصب یا حد درجہ کی سادگی کے کوئی شخص ایسی روایات کا نام تک بھی نہ لے گا۔ نیز دیکھو ۲۲۳۷ و ۳۲۲

ع ۲/۶

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ ۲۶

اور کتنے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی شفاعت کچھ کام نہیں دیتی مگر اس کے بعد کہ اللہ جس کے لئے چاہے

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ ۲۷

اور پسند کرے اجازت دے ۳۲۰۸ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے

الْاُنْثٰى ۝ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ ۲۸

رکھتے ہیں ۳۲۰۹ اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن حق کے مقابل کچھ

مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ۲۹

کام نہیں دیتا سو اس سے منہ پھیر لے جو ہمارے ذکر سے پھر جاتا ہے اور سوائے دنیا کی زندگی کے اور کچھ نہیں چاہتا

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ ۳۰

ان کے علم کا منتہا یہی ہے تیرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے گمراہ ہے اور وہ

الربع

اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا ۳۱

اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہے اور اللہ کے لئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو جو برا کرتے ہیں

بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗئِرَ الْاِثْمِ ۳۲

اس کے مطابق بدلہ دے جو وہ کرتے ہیں اور انہیں جو نیکی کرتے ہیں اچھا بدلہ دے وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں

وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

سے بچتے ہیں سوائے اس کے کہ خیال دل میں گذرے تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے

وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝ ع

اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے ہوتے ہو سو اپنے نفسوں کو پاک نہ ٹھیراؤ وہ اسے خوب جانتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے ۳۲۱۰

شفاعت کس کے لئے ہے

۳۲۰۸ یرضی کا لفظ لا کر بتا دیا کہ جب تک ایک شخص نے حصول رضائے الٰہی کی راہوں پر چلنے کی کوشش نہیں کی تو اسے شفاعت کوئی فائدہ نہیں دیتی کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھاتا اللہ تعالیٰ کی رضا بھی اس کے لئے نہیں ہو سکتی۔

۳۲۰۹ یہ لوگ ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے یہ سب بت پرستی کی تردید چلتی ہے۔ کہاں یہ تعلیم اور کہاں بتوں کی شفاعت!

لمم

۳۲۱۰ لمم۔ لممت کے معنی ہیں جمع کیا تاکلون التراث اکلا لما (الفجر ۸۹-۱۹) اور لمم معصیت کے قریب ہونا ہے۔ الممت

۳۳ أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ۝ ۳۴ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ۝ ۳۵ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ ع

کیا تو نے اسے دیکھا جو پھر جاتا ہے — اور تھوڑا سا دیتا ہے پھر رک جاتا ہے ۲۱۳۳ — کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے

۳۶ فَهُوَ يَرَىٰ ۝ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۝

پس وہ دیکھتا ہے — کیا اسے اس کی خبر نہیں ملی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے

لَمَم — بلکہ اس کے معنی ہیں اس پر آیا اور اس کے قریب ہوا بغیر اس کے کہ اس میں داخل ہوا اور لَمْ تو نفی ہے جو ماضی کے لئے آتی ہے گو فعل مستقبل پر داخل ہوتی ہے۔ (رغ) اور اِلْمام لغت میں یہ ہے کہ ایک چیز کے وقت پر تو آئے مگر اس کو کرے نہیں اور بعض نے اس کے معنی صغائر لئے ہیں۔ اور کلبی نے کہا ہے کہ وہ نظر ہے جو بغیر ارادہ کے پڑ جائے تو یہ لَمَم ہے لیکن اس کا دہرانا لَمَم نہیں بلکہ ذنب ہے (ل)

تزکیۃ — تزکوا۔ تزکیۃ دو طرح پر ہے ایک فعل کے ساتھ اور وہ اچھا ہے قد افلح من زکّٰھا (الشمس ۹۱-۹) اور دوسرا قول کے ساتھ اور یہ مذموم ہے کہ انسان آپ اپنا تزکیہ قول سے کرے یعنی اپنے آپ کو مزکّی قرار دے اسی سے یہاں منع کیا ہے کیونکہ عقلاً اور شرعاً انسان کا اپنی مدح آپ کرنا ایک فعل قبیح ہے (رغ)

جنین، جُنّۃ — اجنۃ۔ جنین کی جمع ہے۔ اور یہ بچے کا نام ہے جب تک کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہے۔ اور یہ فعیل بمعنی مفعول ہے (رغ) یعنی نظر سے مخفی۔ جنّ سے جس کے معنی چھپانا ہیں۔ اور جُنّۃ ڈھال کو کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے صاحب کو بچا لیتی ہے۔ اتخذوا ایمانھم جنۃ (المجادلۃ ۵۸-۱۶)

تزکیہ نفس کا راستہ — مطلب یہ ہے کہ انسان کو تزکیہ نفس کے لئے سخت جد وجہد کی ضرورت ہے ہر ایک گناہ سے اور فاحشہ سے بچنے کی ضرورت ہے۔ ہاں اگر کوئی خیال دل میں گذر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی وسیع مغفرت سے کام لیتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان برے خیالات کو دل میں لا سکتا ہے بلکہ اس کے مدنظر تو یہی بات ہونی چاہئے کہ ہر ایک گناہ سے اور ہر ایک بدخیال سے بچے لیکن اگر کمزوری سے کبھی کوئی خیال دل میں گذر جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر گرفت نہیں فرماتا اور لمم سے مراد یہاں خیال بلکہ دل میں آنا ہی ہے۔ کیونکہ اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد ایسی مقاربت گناہ ہے جس میں فعل انسان سے کوئی سرزد نہیں ہوا۔ پھر اس کے ساتھ ہی تزکیہ کے لئے ایک اور اصول بتایا اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے قصور اور عاجزی کا معترف رہے۔ جو لوگ اپنے آپ کو پاک سمجھ لیتے ہیں وہ گناہ سے بچنے کی کوشش ترک کر دیتے ہیں۔ اور بدی کے مقابلہ کی کوشش کا چھوڑ دینا آخر انسان کو بدی کے سامنے عاجز اور کمزور کر دیتا ہے۔ یوں کمزوری کا اعتراف اصل میں قوت کا موجب ہے۔

انسان کا زمین سے پیدا ہونا — اگلے رکوع میں اس معنی کے مضمون کو ہی جاری رکھا ہے۔ انشأکم من الارض سے بھی یہ ظاہر ہے کہ سارے انسان زمین سے ہی پیدا کئے جاتے ہیں +

اعطاء، عطاء — ۲۱۳۴ اعطی۔ اِعطاء کسی چیز کا دینا ہے۔ حتی یعطوا الجزیۃ (التوبۃ ۹-۲۹) اور عَطیّۃ اور عطاء صلہ یعنی بدلہ سے مختص ہیں۔ ھٰذا عطاؤنا (صٓ ۳۸-۳۹) فان اعطوا منھا رضوا (التوبۃ ۹-۵۸) اور اَعطٰی البعیر کے معنی ہیں انقاد یعنی فرمانبردار ہوا گویا اس نے اپنا سر دے دیا اور انکار نہیں کرتا (رغ)

اَکدٰی — اکدیٰ۔ کُدْیَۃ زمین کی سختی ہے کہا جاتا ہے حَفَرَ فَاَکْدٰی جب کھودتا ہوا ایسی زمین پر پہنچ جائے جو سخت ہے اور بطور استعارہ ایسے طالب کے لئے بولا جاتا ہے جو بے مراد واپس آ جائے اور ایسے دینے والے پر جو تھوڑا دے کر رک جائے (رغ)

تھوڑا دینے سے مراد یہاں تھوڑی فرمانبرداری کرنا ہی ہے اور مفسرین نے جن لوگوں کا ذکر اس کے شان نزول میں کیا ہے وہ

وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰىٓ ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ ۳۷ ۳۸ ۳۹

اور ابراہیم کے جس نے وفا دکھلائی ۳۲۱۲ کہ کوئی بوجھ اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور کہ انسان کے لئے کچھ نہیں مگر وہی جو وہ کوشش کرتا ہے ۳۲۱۳

ولید بن مغیرہ یا نضر بن الحرث یا عاص بن وائل وہ سب اسی قسم کے لوگ تھے کہ اسلام کی طرف کچھ جھک کر رہ گئے۔ اور یہ مرض آج بھی دنیا میں بہت ہے اکثر لوگ چند باتوں میں ہاں میں ہاں ملانے کو تیار ہوتے ہیں۔ لیکن کسی کام پر پورا زور لگانے والے بہت ہی کم ملتے ہیں۔ اور اگلی آیت میں فھو یری سے مراد ہے کہ کیا وہ نتائج کو دیکھتا ہے؟

۳۲۱۲ واذ ابتلی ابراھیم ربه بکلمٰت فاتمھن (البقرة ۲-۱۲۴) اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین (البقرة ۲-۱۳۱)

اصول سعی اور اس کا صحیح مفہوم

۳۲۱۳ یہ وہ زرین اصول ہے جس پر نہ صرف مذہب کا بلکہ کل دنیا کے کاروبار کا دار و مدار ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے لئے آخرت میں کوئی نتیجہ پیدا ہو وہ یہاں کوشش کرے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اسے دنیا میں کچھ نتائج ملیں وہ یہاں کوشش کرے ہاں جو چیزیں اللہ تعالے کے فضل و رحم سے مل جاتی ہیں وہ بھی اس کی بعض صفات کا تقاضا ہے مثلاً انسان کے لئے ہوا پیدا کر دی گئی پانی پیدا کر دیا گیا اور اس میں اس کی کوشش کا کچھ دخل نہیں مگر ان ہواؤں اور پانیوں سے اب جس قدر انسان اپنی سعی اور جد و جہد سے کام لیتا ہے اسی قدر فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالے نے اپنے فضل سے اور اپنی رحمانیت سے ہمارے لئے قرآن بھیج دیا۔ لیکن یہ ہماری ترقی کا سامان ہے۔ جو اللہ تعالے نے ہمیں دیا ہے اس سامان سے جس قدر ہم اپنی سعی اور جد و جہد سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اسی قدر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی موہبت بھی اسی انسان کو فائدہ دیتی ہے جو اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے افسوس ہے کہ آج مسلمان اس اصول سے بالکل غافل ہیں۔ اور سعی اور جد و جہد کا اصول نہ دنیا میں برتتے ہیں نہ دین میں۔ اور اقوام یورپ اسی اصول کو اپنی کتاب کی تعلیم کے خلاف دنیا میں کام میں لا کر فائدہ اٹھا رہی ہیں +

میت کو ثواب

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا جب انسان کے اعمال اس کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتے ہیں تو پھر دوسرے کے اعمال کا بھی اس کو کوئی فائدہ ملتا ہے ہم میت کے لئے نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ میری ماں یکایک فوت ہو گئی اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو صدقہ کرتی تو کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے اجر ملے گا آپ نے فرمایا ہاں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ مر گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا اگر اس پر قرضہ ہوتا تو کیا تو ادا کرتا۔ کہا ہاں فرمایا پھر اللہ کا حق اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ ادا کیا جائے اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے تین باتوں کے ایک ولد صالح جو اس کے لئے دعا کرتا ہے ایک صدقہ جاریہ جو اس کے بعد چلتا ہے۔ ایک علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ باتیں فی الحقیقت اس کے اعمال میں ہی داخل ہیں۔ تو ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کے عمل سے بھی انسان کچھ نفع اٹھا لیتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جیسا کہ یہ حدیثیں صاف بتاتی ہیں یہ ایسے تعلق شدید کی صورت ہے کہ گویا عمل کرنے والا انسان اس دوسرے کا قائمقام ہو جاتا ہے۔ اور ایسے امور میں ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ جو امر شریعت سے معلوم ہوتا ہے اسے اس قدر وسیع کریں کہ قیاس کرتے کرتے ایک نیا اصول قائم کر لیں اس لئے وہ لوگ جو اجرت دیکر قبروں پر کسی میت کی خاطر قرآن پڑھواتے ہیں ایسا طریق اختیار کرتے ہیں جو خلاف شریعت ہے رسول اللہ صلعم سے یہ بات ثابت نہیں اور روح المعانی میں ہے کہ وہ قرآن پڑھنے والے تو صرف اجرت کی خاطر قرآن پڑھتے ہیں اس کا ثواب کسی کو کیا پہنچے گا۔ اور اسی طرح یہ دعا کا فائدہ ایک مسلم امر ہے یعنی ہم کسی کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں۔ جیسے جنازہ میں تو اس کا فائدہ اسے پہنچتا ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی موہبت کے سامانوں میں سے ہے کیونکہ وہ چاہے تو دعا کو قبول کرے اور چاہے نہ کرے اور علاوہ ازیں دعا بھی خود سعی کے سامانوں میں سے ایک سامان ہے جس کا اثر اللہ تعالیٰ دوسرے پر بھی ڈال دیتا ہے۔ اور یہی اصول مسئلہ شفاعت میں کام کرتا ہے

۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝ وَاَنَّهٗ

اور کہ اس کی کوشش ظاہر ہو کر رہے گی ۳۲۱۴ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔ اور کہ انجام تیرے رب کیطرف ہی ہے ۳۲۱۵ اور کہ

۴۴ ۴۵ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ

وہی ہنساتا اور رُلاتا ہے اور کہ وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے اور کہ وہی دو ساتھی پیدا کرتا ہے نر اور

۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ الْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ

مادہ نطفہ سے جب اس کا اندازہ کیا جاتا ہے اور کہ اسی پر دوسرا اٹھانا ہے اور کہ وہی غنا دیتا اور (وہی) رضا دیتا ہے ۳۲۱۶ اور کہ وہی

۵۰ ۵۱ ۵۲ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ۝ وَثَمُوْدَا فَمَآ اَبْقٰى ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۝

شعریٰ کا رب ہے ۳۲۱۷ اور کہ اسی نے عاد اول کو ہلاک کیا اور ثمود کو سو (انہیں) باقی نہ چھوڑا اور نوح کی قوم کو پہلے سے (ہلاک کیا)

سوف — ۳۲۱۴ سوف۔ فعل مضارع کو استقبال کے لئے خاص کر دیتا ہے اور حال کے معنی سے اسے الگ کر دیتا ہے سوف استغفر لکم ربی (یوسف ۱۲-۹۸) اور فسوف تعلمون (الانعام ۶-۱۳۶) میں یہ تنبیہ ہے اگرچہ جو وہ طلب کرتے ہیں اس وقت موجود نہیں۔ مگر وہ لامحالہ ہو کر رہے گا (غ)۔

اُری — یُری اریته الشئ سے ہو سکتا ہے یعنی میں نے اسے وہ چیز دکھائی گویا وہ کوشش اسے دکھائی جائیگی پس وہ اس پر ظاہر ہو جائیگی اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر وہ کوشش ٹھیک حد تک پہنچی ہے تو مطلوبہ نتیجہ پیدا ہوگا اسی کی طرف اگلی آیت میں اشارہ ہے۔

علت العلل — ۳۲۱۵ الٰی ربک المنتھی کے معنی دو طرح پر کئے گئے ہیں۔ اول یہ کہ انجام کار اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور وہی اعمال کے نتائج دینے والا ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا کہ وہی خوشی اور غم دیتا ہے جو جس کا اہل ہے وہ اسے پہنچا دیتا ہے۔ وہی کسی کو مارتا ہے اور کسی کو زندہ کرتا ہے وغیرہ دوسرے یہ کہ منتہائے افکار اللہ تعالٰی کی ذات ہے یعنی مخلوق کے بارہ میں غور و فکر کام دیتا ہے نہ خالق میں کیونکہ محدود محدود ہی میں غور و فکر کر سکتا ہے غیر محدود میں نہیں اور ایک معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ دنیا میں ایک سلسلہ علت و معلول کا ہے۔ ایک سبب ہے ایک نتیجہ۔ تو علت العلل ذات باری ہے اور یہ معنی بھی سیاق کے لحاظ سے موزون ہیں۔ گویا بتایا ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا وہی ہے جو علت العلل ہے ؁

اقنی — ۳۲۱۶ اقنی۔ قُنْوَۃ اور قُنْیَۃ کِسْبَۃ یعنی کمانے کو کہتے ہیں اور قَنَی المالَ کے معنی ہیں اس کو اپنے نفس کے لئے لیا۔ اور حدیث میں ہے فاقنوھم جس سے مراد ہے کہ انہیں علم سے قِنْیَۃ دو جس سے وہ اپنا کام نکال لیں جب اس کی ضرورت ہو۔ اور اقناہ اللہ کے معنی ہیں اللہ تعالٰی نے اسے اتنا دیا جو اس کے لئے سکون اور اطمینان کا موجب ہوا اور یہاں اقنی کے معنی ارضی بھی کئے گئے ہیں یعنی راضی کیا اور یہ بھی کہ اسے وہ دیا جسے بعد کفایت وہ ذخیرہ کرے (ل) اور اس کے معنے یوں بھی ہو سکتے ہیں جعل لہٗ قِنْیَۃً مِّنَ الرِّضَا وَالطَّاعَۃِ (غ) یعنی اسے اپنی رضا اور طاعت کا مال دیا۔

شعرٰی — ۳۲۱۷ شعریٰ ایک ستارہ کا نام ہے اور اس کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ ان کی ایک قوم اس کی عبادت کرتی تھی (غ) اور یہ سخت گرمی کے موسم میں طلوع کرتا ہے اور جاہلیت میں بعض عرب اس کی عبادت کرتے تھے۔ (ل)

إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ۝ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ۝ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ۝ ۵۲ ۵۳ ۵۴

کیونکہ وہ بڑے ظالم اور بڑے سرکش تھے اور تباہ شدہ بستیوں کو دے مارا سو انہیں ڈھانک لیا جس چیز نے ڈھانک لیا

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ۝ هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ۝ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ۝ ۵۵ ۵۶ ۵۷

سو تو اپنے رب کی کن نعمتوں پر جھگڑتا ہے یہ اگلے ڈرانے والوں میں سے ڈرانے والا ہے آنے والی (گھڑی) آ پہنچی ۳۲۱۸

لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۝ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۝ وَتَضْحَكُونَ ۵۸ ۵۹ ۶۰

اللہ کے سوائے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں تو کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو

السجدۃ

وَلَا تَبْكُونَ ۝ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ۝ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۩ ۶۱ ۶۲

اور روتے نہیں اور تم غافل ہو ۳۲۱۹ سو اللہ کے لئے سجدہ کرو اور (اس کی) عبادت کرو ۳۲۲۰

ساعت ہلاکت مراد

۳۲۱۸ آزفۃ کے لئے دیکھو ۲۹۰۳ اور یہاں مراد مخالفین کی تباہی اور ہلاکت ہے نہ قیامت کبریٰ اس لئے کہ اول تو اوپر تمام قوموں کی ہلاکت کا ہی ذکر کیا ہے۔ اور ھذا نذیر من النذر الاولی کہکر صاف بتادیا کہ جس طرح وہ ہلاک ہوئے تم بھی ہلاک ہوگے دوسرے اگلی آیت میں ہے لیس لہا من دون اللہ کاشفۃ یعنی اللہ سے دور کرسکتا ہے اور کوئی نہیں حالانکہ قیامت کو اللہ تعالیٰ دور نہیں کرے گا۔ اس مشکل کی وجہ سے کاشفۃ کے معنی تاخیر ڈالنے والا بھی کئے ہیں مگر صحیح یہی ہے کہ یہاں ساعت وسطیٰ کا ذکر ہے یعنی قوم کی تباہی کا۔

سمد

۳۲۱۹ سامدون۔ سامد لاھی یعنی غافل کو کہتے ہیں جو اپنا سر اٹھائے ہوئے ہو۔ (غ)

کفار کا سجدہ کرنا

۳۲۲۰ بخاری میں ہے کہ سورۃ النجم پہلی سورت ہے جس میں سجدہ نازل ہوا تو جب رسول اللہ صلعم اسے پڑھ چکے تو آپ نے سجدہ کیا اور جو لوگ سننے والے تھے ان سب نے بھی سجدہ کیا یعنی کفار بھی سجدے میں شامل ہوئے سوائے امیۃ بن خلف کے جس نے بجائے سجدہ کرنے کے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اس پر سجدہ کیا۔ سو یہ بعد میں کافر ہونے کی حالت میں قتل ہوا +

اس سجدہ کو اس جھوٹی روایت کا مؤید سمجھا گیا ہے۔ جسکا ذکر ۳۲۰۷ میں ہو چکا ہے حالانکہ بات بالکل صاف ہے یہ پہلی سورت ہے جس میں سجدہ نازل ہوا۔ کفار باوجود بت پرستی کے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل تھے۔ اور بتوں کو صرف اس کی جناب میں سفارشی مانتے تھے۔ اس لئے جب آنحضرت صلعم نے فاسجدوا للہ واعبدوا کہکر سجدہ کیا تو وہ بھی ساتھ ہی سجدہ میں گر گئے یہ کوئی ایسی عجیب بات نہیں کہ اس پر یہ خیال کر لیا جائے کہ آنحضرت صلعم نے چونکہ بتوں کی تعریف اس سورت میں کردی تھی اس لئے کفار نے سجدہ کیا۔ اور یہ ممکن ہے کہ اسی سجدہ کرنے سے مسلمانوں نے یہ سمجھا ہو کہ اب یہ مخالفت ترک کردیں گے۔ اور اسی کی شہرت حبش میں مہاجرین کو پہنچ گئی ہو جس کی وجہ سے بعض لوگ واپس بھی آگئے ہوں +

سورۃ القمر مکیۃ وہی خمس وخمسون آیۃ وثلث رکوعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ ع ۲۲ ۸

(موعود) گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا ۳۲۲۱

تمہید سورت

اس سورت کا نام القمر ہے اور اس میں تین رکوع اور پچپن آیتیں ہیں۔ اس کا نام القمر معجزہ شق القمر کے ذکر سے لیا گیا ہے۔ جس سے اس سورت کی ابتدا ہوتی ہے اور چونکہ اس سورت میں صراحت کے ساتھ مخالفین مکہ کی طاقت کے خاتمہ کا ذکر ہے جس کا جنگ میں شکست کی صورت میں نمودار ہونا بیاں بطور پیشگوئی بیان کیا گیا ہے اور چونکہ چاند اہل عرب کے لئے بطور نشان تھا اس لئے شق القمر کا معجزہ اور اس سورت کا نام القمر دونوں اس ایک ہی حقیقت کے اظہار کیلئے اختیار کئے گئے ہیں اور اس سورت میں مختلف قوموں کی تکذیب انبیاء کی وجہ سے ان پر ہلاکت کے آنے کا ذکر کرکے آخر صاف بتایا کہ اسی طرح تم کافر اور مکذب لوگ بھی ہلاک ہوگے اور یہ بھی بتایا کہ قریش کی ہلاکت بذریعہ جنگ ہوگی۔ اور یہ گویا سورت النجم کا تتمہ ہے کیونکہ وہاں بھی کمالات نبوی کا ذکر کرکے آخر یہ فرمایا تھا کہ آپ کی مخالفت کرنے والے ہلاک ہونگے اور ان دونوں کا تعلق ایسا شدید ہے کہ اس کا خاتمہ جن الفاظ پر کیا تھا ازفت الآزفۃ انہی سے اس کی ابتدا کی ہے اقتربت الساعۃ اور نام کا تعلق بھی ظاہر ہے۔ اور نزول بھی ایک ہی زمانہ کا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ کی بخاری کی روایت سے ظاہر ہے کہ میں چھوٹی سی تھی جب یہ آیت نازل ہوئی بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر +

شق القمر پر روایات متواترہ

۳۲۲۱ ابن اثیر واقعہ انشقاق قمر کے متعلق کہتے ہیں ورد فی الاحادیث المتواترۃ بالاسانید الصحیحۃ یعنی اس کا ذکر متواتر حدیثوں میں اسناد صحیح کیساتھ ہو۔ بخاری میں حضرت ابن مسعود کی روایت سے ہے کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہوگیا ایک ٹکڑہ پہاڑ کے اوپر تھا اور ایک نیچے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا گواہ رہو ابن عباس کی روایت میں صرف پھٹنے کا ذکر ہے انس کی روایت میں ہے کہ اہل مکہ نے نشان مانگا تھا تو آپ نے شق قمر کا معجزہ دکھایا۔ اور ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ انہوں نے حرا کو ان دونوں کے درمیان دیکھا۔ اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا اور ایک اس پہاڑ پر یعنی صفا اور مروہ پر طبرانی میں ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ چاند کو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں کسوف لگا تو کفار نے کہا چاند پر جادو کر دیا ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور کسی روایت میں ہے کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے تھا۔ اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب کفار نے شق قمر کو دیکھا تو کہا یہ ہم پر جادو کر دیا ہے باہر سے آنے والوں سے دریافت کرو دریافت کیا تو باہر سے آنے والوں نے بھی اس کی شہادت دی +

ان تمام روایات سے جس نتیجہ پر ہم پہنچتے ہیں وہ اس حد تک یقینی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں انشقاق قمر دیکھا گیا یعنی چاند کا پھٹنا دیکھا گیا۔ لیکن باقی امور میں کہ وہ ٹکڑے کہاں کہاں تھے روایات میں اتفاق نہیں اور قصہ گویوں نے یہاں تک ترقی کی ہو کہ قصہ بھی بنا لیا ہے جو کسی روایت میں نہیں کہ ایک ٹکڑا نبی صلعم کی جیب میں داخل ہو کر آپ کی آستین سے نکل گیا تھا۔ لیکن جہاں تک اصل واقعہ کا تعلق ہے ایک طرف احادیث اس بارہ میں تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور دوسری طرف قرآن کریم کے صریح الفاظ بھی اسی پر دال ہیں۔ کہ انشقاق قمر وقوع میں آیا۔ اور یہ بات کہ ابن عباس اس وقت پیدا نہ ہوئے تھے اور انس چار سال کے تھے اور وہ ان

۲ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝

اور اگر کوئی نشان دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں طاقتور جادو ہے۔ ۳۲۲

حدیثوں کے راویوں میں سے ہیں اصل واقعہ کو پایۂ اعتبار سے نہیں گرا سکتی اس لئے کہ ان کے سوائے بھی ایک جماعت صحابہ کی ان روایات کو بیان کرتی ہے اور معجزات کی تمام تاریخ میں کوئی معجزہ ایسی زبردست شہادت سے ثابت نہیں جیسے شق القمر کا معجزہ

قرب ساعت سے مراد

اور یہ جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ انشقاق قرب قیامت میں وقوع میں آئے گا۔ اور اس بنا پر انہوں نے اسے پیشگوئی قرار دیا ہے تو قیامت کے متعلق تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ چاند باقی بھی رہے گا یا نہیں اور یہ الفاظ اقتربت الساعۃ سے غلطی لگی ہے ساعت سے مراد یہاں قیامت کبریٰ نہیں بلکہ قریش کی یا مخالفین اہل عرب کی ہلاکت کی ساعت ہے۔ جیسا کہ پچھلی سورت کے آخر پر ازفت الأزفۃ سے مراد بھی وہی ساعت وسطیٰ تھی۔ بلکہ ساعت سے یہ مراد قرآن کریم کی صراحت اور صحیح حدیث سے ثابت ہے دیکھو ۳۲۳۵ بل الساعۃ موعدھم (۴۶) میں اسی ساعت کا ذکر ہے اور رسول اللہ صلعم کا اسے بدر کے دن پڑھنا جو بخاری سے ثابت ہے صاف بتاتا ہے کہ اسی ساعت کا ذکر یہاں ہے۔

انشق القمر کے دوسرے معنی اور معجزہ کے نیچے حقیقت

اور انشق القمر کے معنی جو وضح الامر کئے گئے ہیں (رغ) تو وہ بھی اسی لحاظ سے ہیں یعنی رسول اللہ علیہ وسلم کا امر واضح ہو گیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قمر یعنی چاند عرب کا نشان تھا جیسے سورج ایران کا نشان تھا اور اس کا انشقاق ان کی قوت کے ٹوٹنے کا نشان تھا پس یہ معجزہ صرف بجائے خود ہی ایک نشان صداقت نبوت نہ تھا بلکہ اس کے نیچے ایک حقیقت بھی مخفی تھی۔ یعنی کہ ان لوگوں کی قوت رسول اللہ صلعم کے مقابل میں توڑ دی جائے گی۔

انشقاق قمر کا وقوع خلاف قانون قدرت نہیں

رہا یہ کہ انشقاق قمر خلاف قانون قدرت ہے تو یہ اعتراض اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے قابل توجہ نہیں کسی قانون قدرت نے کوئی فیصلہ قطعی نہیں دیا کہ ان اجرام سماوی میں کوئی تغیرات یا بڑے بڑے انقلاب نمودار نہیں ہوتے رہتے بلکہ قانون قدرت کی شہادت تو اس کے خلاف ہے۔ آخر زمین پر جو یہ اتنے بڑے بڑے پہاڑ بنے تو کیا یہ بغیر کسی انقلاب عظیم کے ہی بن گئے تھے اور خود سورج میں بڑے بڑے انقلاب آتے رہتے ہیں اور بعض وقت بڑے بڑے داغ نمودار ہوتے ہیں جنہیں ظاہر آنکھ بھی دیکھ سکتی ہے۔ تو یہ کونسی بعید بات ہے کہ کوئی عظیم الشان انقلاب چاند کے اندر نمودار ہوا جس نے انشقاق کی کیفیت اس کے اندر پیدا کر دی اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی قوت اعجازی کے اظہار کے لئے یہ تغیر عظیم ان لوگوں کو بھی دکھا دیا جو آپ سے نشان مانگتے تھے انبیاء علیہم السلام کی قوت کشفی بعض وقت اس قدر زبردست ہوتی ہے کہ دور کی چیزیں انہیں پاس نظر آتی ہیں اور اسی قوت

انشقاق قمر اور خسوف

کشفی کا اثر بعض وقت دوسرے لوگوں پر بھی اعجازاً ڈال دیا جاتا ہے کہ وہ بھی اس نظارہ میں شریک ہو جائیں صرف سوال یہ رہ جاتا ہے کہ دو ٹکڑے الگ الگ دیکھے بیان کئے گئے ہیں سو یہ سب روایات میں نہیں بعض روایات میں ہے اور ان میں باہم اختلاف ہے اور یہ بھی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ اس انشقاق کے وقت چاند کو گرہن بھی لگا تھا جیسا کہ ایک روایت میں صاف الفاظ بھی ہیں اور شاید یہی وجہ ہو کہ بعض بزرگوں نے انشقاق کو خاص قسم کا خسوف ہی قرار دیا ہے غالبًا وہ گرہن نصف چاند کا تھا یعنی نصف تاریک ہو گیا اور نصف روشن رہا اور شاید یہی وجہ ہو کہ دو ٹکڑوں کا ذکر الگ الگ بعض روایات میں آتا ہے۔

اِسْتَمَرَّ

۳۲۲ مستمر۔ اِسْتَمَرَّ الشَّیْءُ کے معنی ہیں ایک چیز ایک طریقہ پر ہوتی چلی گئی۔ اور استمر بالشیء کے معنی ہیں اس کے اٹھانے

مَرَّ

پر مضبوط ہو گیا۔ اور استمر مریرہ کے معنی ہیں اس کا عزم مستحکم ہو گیا اور حملت حملا خفیفا فمرت بہ (الاعراف۔ ۱۸۹) میں مراد استمرت ہے یعنی اپنی عادت کے مطابق بیٹھتی اٹھتی رہی اور اس کے بوجھ کو محسوس نہیں کیا اور کسی شخص کا کام جب فساد کے

مُسْتَمِرٌّ

بعد مضبوط ہو جائے تو کہا جاتا ہے اِسْتَمَرَّ اور ہر چیز کو مستمر کہا جاتا ہے جس کی روش منقاد ہو گئی ہو (ل) اور یہاں مستمر کے معنی ذاھب بھی کئے گئے ہیں یعنی ایسا جادو جو گذر جائے گا اور سحر شدید بھی یعنی سخت جادو (رج)

۳ ۴ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا

اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام (اپنے وقت پر) قرار پکڑنے والا ہے ۳۲۲۳ اور یقیناً انہیں وہ باتیں پہنچ چکیں

۵ ۶ فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ — وقف لازم

ہیں جن میں تنبیہ ہے کامل دانائی (کی باتیں) مگر ڈرانا کسی کام نہ آیا سو انکی پروا نہ کر جس دن بلانے والا ایک سخت چیز

۷ شَيْءٍ نُكُرٍ ۝ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُنْتَشِرٌ ۝

کی طرف بلائے گا۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی قبروں سے نکل پڑیں گے گویا کہ وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔

۸ ۹ مُهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ

پکارنے والے کی طرف دوڑے جاتے ہونگے کافر کہیں گے یہ تنگی کا دن ہے ۳۲۲۴ ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا

۱۰ ۱۱ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۝ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۝ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ

سو انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا دیوانہ ہے اور اسے ڈانٹا گیا سو اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہوں سو تو میری مدد فرما پس ہم نے

۱۲ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۝ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝

برستے ہوئے پانی سے کھول دیئے۔ ۳۲۲۵ اور زمین میں چشمے بہا دیئے تو پانی ایک کام کیلئے جمع ہو گیا جس کا اندازہ ہو چکا تھا ۳۲۲۶

مستقر

۳۲۲۳ مستقر یعنی قرار پکڑنے والا استقر سے جس کے معنی ہیں ایک چیز نے قرار پکڑا یا مضبوط ہو گئی۔ اور کل امر سے مراد ہر امر ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو کیونکہ پہلے ایک امر اللہ کی تکذیب کا ذکر ہے تو قانون کو عام کرکے بتایا ہے کہ ہر امر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو ضرور ہے کہ وہ قائم اور ثابت ہو کر رہے۔

یوم عسیر

ساعت وسطیٰ

۳۲۲۴ یوم عسر اور یوم عسیر وہ ہے جس میں امر مشکل ہو جائے یوم عسیر۔ المدثر ۷۴-۹، وکان یوما علی الکافرین عسیرا (الفرقان ۲۵-۲۶) (غ)۔ بلاشبہ یہ لفظ قیامت پر بھی صادق آ سکتے ہیں لیکن جس چیز کی طرف یہاں توجہ دلائی گئی ہے وہ وہی ساعت وسطیٰ ہے یعنی مکذبین کی ہلاکت کا وقت۔ قیامت کبریٰ۔ اسی سے اعدائے حق کو بار بار ڈرایا جاتا تھا اور اسی لئے جو مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ پہلی قوموں کی ہلاکت کی ہیں جیسے آگے نوح کی قوم کا اور اس کے بعد عاد ثمود وغیرہ کا ذکر آتا ہے۔ اور داعی پیغمبر صلعم ہی ہیں۔ اور شیئ نکر کی طرف آپ کا بلانا یہی تھا کہ ان لوگوں کو جو آپ کو دنیا سے نابود کرنے کے درپے تھے آخر آپ کی اطاعت اختیار کرنی پڑی۔ اور اجداث سے مراد مجازاً ان کے گھر ہیں جو بوجہ فقدان روحانی زندگی قبروں سے مشابہ ہیں۔

انھمر

۳۲۲۵ منھمر۔ ھمر۔ آنسوؤں اور پانی کا بہانا ہے اور انھمر کے معنی ہیں بہا (غ) اور مینہ کے برسنے پر بھی بولا جاتا ہے (ل)

طوفان نوح میں التقاء سے مراد

۳۲۲۶ فالتقی الماء یہاں مفسرین نے ماء کی جگہ ماءین یعنی دو پانی تھے یعنی ایک اوپر سے بادل سے پانی برستا تھا اور دوسرا نیچے سے زمین سے پھوٹتا تھا۔ اور یہ دونوں پانی جمع ہو گئے بالفاظ دیگر پانی اوپر یہاں تک چڑھ گیا کہ بادلوں کو جا ملا ایسا ہو جانا قدرت خداوندی سے کچھ بعید نہیں مگر یہاں صرف ماء ہے اور دو پانیوں کا ذکر نہیں اور پانی کے التقاء سے مراد پانیوں کا اکٹھا ہونا ہے۔ اور امر قد قدر میں اشارہ

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَا ۱۳ ۱۴ ۱۵

اور ہم نے اسے تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا ۳۲۲۷ وہ ہمارے سامنے چلتی تھی اسکے لئے بدلا جس کا انکار کیا گیا تھا اور یقیناً ہم نے

اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ ۱۶ ۱۷

اسے نشان (کے طور پر) چھوڑا تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا ۳۲۲۸ اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کیا ہے

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا ۱۸ ۱۹

تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے عاد نے جھٹلایا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا ہم نے ان پر ایک تند ہوا ایک سخت

صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ ۲۰ ۲۱

نحوست والے دن میں چلائی وہ لوگوں کو یوں اکھاڑ پھینکتی تھی گویا کہ وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں ۳۲۲۹

ع ۲ ۱۸ ۹ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ كَذَّبَتْ ۲۲ ۲۳

میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا اور یقیناً ہم نے نصیحت کیلئے قرآن کو آسان کر دیا تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے ثمود نے ڈرانے

ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ ۲۴

والوں کو جھٹلایا سو انہوں نے کہا کیا ہم میں سے ایک انسان (جو) ہو، ہم اسکی پیروی کریں یقیناً اس صورت میں ہم گمراہی اور دکھ میں ہونگے ۳۲۳۰

سے قوم نوح کی ہلاکت کی طرف اور ایک قوم کی ہلاکت کے لئے بادلوں تک پانی پہنچنے کی ضرورت بھی نہیں۔

لوح — ۳۲۲۷ الواح۔ لوح کشتی کے تختہ کو کہا جاتا ہے اور اسے بھی جس پر لکھا جاتا ہے یعنی تختی کو۔ وَکَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ (الاعراف ۱۴۵)

لوح محفوظ — اور لوح محفوظ کی کیفیت ہم پر مخفی ہے سوائے اس قدر کے جو احادیث میں ذکر آگیا ہے (غ)

دسار — دسر۔ دسار کی جمع ہے میخ کو کہتے ہیں اور دَسْر کے اصل معنی ہیں زور سے کسی چیز کا دھکیلنا۔ (غ) تختوں اور میخوں سے بنی ہوئی چیز یعنی کشتی پر سوار کیا۔

نُذُر۔ نذیر — ۳۲۲۸ نذر۔ نُذُر۔ نذیر کی جمع بھی ہے اور انذار سے اسم بھی ہے اور اسی طرح نذیر بھی اسم ہے کیف کان نذیر (الملک ۱۷)

نُذُر — اور عذرا او نذرا (المرسلٰت ۶) بھی بمعنی مصدری ہے (ل)

عَجُز — ۳۲۲۹ اعجاز۔ عجز یا عَجُز کی جمع ہے۔ ہر چیز کے موخر یا اس کی اصل کو کہتے ہیں۔

قعر۔ منقعر — منقعر۔ قعر کسی چیز کی نہایت اسفل یعنی گہرائی کو کہتے ہیں۔ اور مُنْقَعِر کے معنی دو طرح کئے گئے ہیں زمین کی گہرائی میں جانے والا اور اپنے قعر یعنی جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا ہوا۔ (غ)

سُعُر — ۳۲۳۰ سعر۔ سُعُر اور سُعْر کے معنی جنون ہیں اور یہ ان کی دنیوی حالات کا ذکر ہے اور سُعُر یہاں سعیر (دوزخ) کی جمع نہیں۔ اور فراء کے نزدیک اس کے معنی عذاب اور مصیبت ہیں یا مراد یہ ہے کہ ایسے امر میں ہیں جو ہمیں جلاتا ہے یا یہ کہ اس کا نتیجہ آگ یا جلن ہے (ل)

٢٥ ءَاُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ ٢٦ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ

کیا ہمارے درمیان میں سے اسی پر نصیحت اتری ہے بلکہ وہ جھوٹا خود پسند ہے ۳۲۳۱ کل کو جان لیں گے کہ کون جھوٹا خود پسند

الْاَشِرُ ۝ ٢٧ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ ٢٨ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ

ہے ہم اونٹنی کو ان کی آزمایش کے طور پر بھیجنے والے ہیں سو انہیں دیکھتا رہ اور صبر کر اور انہیں خبر دے کہ پانی انکے درمیان تقسیم

بَیْنَهُمْ کُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ ٢٩ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ ۝ ٣٠ فَکَیْفَ کَانَ

ہوا ہوا ہے ہر پینے کی باری پر وہ موجود ہو گی ۳۲۳۲ پس انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اس نے ہاتھ بڑھایا اور (اسے) مار دیا ۳۲۳۳ تو میرا عذاب

عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۝ ٣١ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَکَانُوْا کَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝

اور میرا ڈرانا کیسا تھا ہم نے ان پر ایک ہی آواز بھیجی سو وہ باڑ لگانے والے کے چورا ہوئے ہوئے تنکوں کی طرح ہو گئے ۳۲۳۴

اشر — ۳۲۳۱ اشر۔ اَشَر شدت بطر ہے یعنی بہت خود پسندی یا اترانا اور یہ وہ خوشی ہے جو ہوائے نفس سے پیدا ہوتی ہے (غ) اور اشر اترانے والا۔

محتضر-احتضر — ۳۲۳۲ محتضر۔ احتضر حضر سے ہے اور عرب کے لوگ کہتے ہیں اللَّبَنُ مُحْتَضَرٌ وَ مَحْضُوْرٌ فَغَطِّهٖ دودھ محتضر ہے پس اسے ڈھانک کر رکھو۔ تو محتضر سے مراد ہے کہ اس پر جن چار پائے وغیرہ آجاتے ہیں گویا وہ کثیر الآفات ہے اور اُحْتُضِرَ فلانٌ کے معنی ہیں اس کی موت آموجود ہوئی اور جنون والے کو بھی مُحْتَضَر کہا جاتا ہے (ل) اور یہاں مراد ہے یَحْضُرُهٗ اَصْحَابُهٗ (غ) یعنی اس کے اصحاب اس پر موجود ہوتے ہیں۔

حضرت صالح کی اونٹنی اور پانی کا قصہ — ان الماء قسمة بینهم کے معنی یوں کئے گئے ہیں کہ پانی انکے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم کر دیا گیا ہے اور پھر اس سے یہ قصہ بنایا گیا ہے کہ ایک دن اونٹنی سارا پانی پی جاتی تھی اور لوگوں کو اس دن پانی نہ ملتا تھا۔ حالانکہ یہ ذکر نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں اور پھر یہاں پانی کی تقسیم ان میں آپس کے اندر ہے۔ مطلب تو صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صالح کی اونٹنی کو چراگاہ اور پانی سے نہ روکا جائے۔ چراگاہ کے متعلق دوسری جگہ ذکر ہے فذروها تاکل فی ارض الله (هود۔ ۶۴) اور یہاں پانی کے متعلق فرمایا کہ پانی تم میں تقسیم شدہ ہے۔ اس لئے کہ یہ علاقہ پہاڑی تھا۔ اور جب کافی بارشیں نہ ہوں تو ایسے علاقوں میں پانی کی تکلیف ہو جاتی ہے تو مطلب یہ تھا کہ تم نے تو آپس میں پانی کے حصے کئے ہوئے ہیں لیکن اس وجہ پر صالح کی اونٹنی کو پانی سے نہ روکا جائیگا۔ خواہ باری ایک فریق کی ہو یا دوسرے کی۔

تعاطی — ۳۲۳۳ تعاطی۔ عطا سے ہے۔ تَعَاطَی الشَّیْءَ کے معنی ہیں تَنَاوَلَهٗ اسے لیا اور تعاطی اس چیز کا لینا ہے جس کا لینا درست نہیں اور کسی چیز پر جرأت کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور یہاں معنی کئے گئے ہیں تعاطی عقر الناقة یعنی ناقہ کے مارنے کو لیا اور یا اسکے معنی ہیں جرأت کی اور رسول اللہ صلعم کی صفت میں ہے اذا تُعُوْطِیَ الْحَقُّ لَمْ یَعْرِفْهُ اَحَدٌ یعنی آنحضرت صلعم نے اپنے اصحاب کے ساتھ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے اخلاق سے پیش آتے تھے جب تک کوئی حق ضائع نہ کیا گیا ہو لیکن اگر دیکھتے کہ کسی کا حق باطل کیا گیا ہے تو آپ بالکل متغیر ہو جاتے گویا کہ وہ لوگ بھی آپ کو نہ پہچانتے جو آپ کو جانتے تھے (ل)۔

محتظر — ۳۲۳۴ محتظر۔ حظیرة باڑ کو کہتے ہیں اور محتظر باڑ کا لگانے والا (غ)، اور هشیم دیکھو ۱۹۲۵ پتے وغیرہ کو کہتے ہیں جو بالکل

هشيم المحتظر — چورا ہو گئے ہوں۔ اس لئے هشیم المحتظر سے مراد یہی ہو سکتی ہے کہ باڑ لگانے والا جب خشک ٹہنیوں وغیرہ کو اکٹھا کر کے باڑ لگاتا

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ۝ اِنَّآ ۳۲ ۳۳ ۳۴

اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے لوط کی قوم نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا۔ ہم نے

اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ ۳۵

ان پر ایک پتھر برسانے والی آندھی بھیجی سوائے لوط کے لوگوں کے انہیں ہم نے صبح کے وقت بچالیا (یہ) ہماری طرف سے نعمت (تھی) اسی طرح

نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۝ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ ۳۶ ۳۷

ہم اسے بدلہ دیتے ہیں جو شکر کرتا ہے اور اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تھا پر انہوں نے ڈرانے والوں سے جھگڑا کیا اور انہوں نے اسے اپنے

عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً ۳۸

مہمانوں سے پھیرنا چاہا سو ہم نے ان کی آنکھیں بند کردیں سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو اور ایک قائم رہنے والے عذاب نے

عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ ۳۹ ۴۰

انہیں صبح کے وقت آلیا۔ سو میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کیا ہے

ع ۲ ۱۰

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا ۴۱ ۴۲

تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ اور فرعون کے لوگوں کے پاس بھی ڈرانے والے آئے انہوں نے ہماری سب کی سب آیتوں کو جھٹلایا

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ ۴۳

سو ہم نے انہیں (ایسا ہی) پکڑا (جیسا) غالب قدرت والے کا پکڑنا ہوتا ہے، کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے

بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ ۴۴ ۴۵

صحیفوں میں بریت (لکھی ہوئی) ہے کیا کہتے ہیں کہ ہم ایک جمعیت ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں (یہ) جمعیت شکست کھائیگی اور پیٹھ

الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ ۴۶

پھیر دیں گے بلکہ (موعود) گھڑی ان کا وقت مقرر ہے اور وہ گھڑی بہت مصیبت والی اور بہت تلخ ہے ۳۲۳۵

ہے تو پتے وغیرہ گر کر چورا ہو جاتے ہیں اور ان سے مثال دینے میں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ انکی کچھ قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہ تھی۔

داھیۃ۔ مرّ ۳۲۳۵ ادھی - دھو اور دھاء عقل ہے اور داھیۃ بڑے امر منکر کو کہتے ہیں (ل)، امر مر صلاوت کی ضد ہے اور مر حلق کی یعنی تلخ

آنحضرت کا جنگ بدر کو اسلام کی فتح قرار دینا — بخاری میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم بدر کے دن ایک خیمہ میں تھے اور آپ دعا کر رہے تھے اللّٰھم انشدک عھدک ووعدک اللھم ان شئت لن تعبد بعد الیوم ابدا اے اللہ میں تجھ سے چاہتا ہوں کہ اپنا عہد اور اپنا وعدہ پورا کر

۴۸ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ — وقف لازم

مجرم ہلاکت اور دکھ میں ہیں جس دن آگ کے اندر اپنے مونہوں کے بل گھسیٹے جائیں گے

۴۹ ۵۰ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝

دوزخ کا چھو جانا چکھو ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے پر پیدا کیا ہے ۳۲۳۶ اور ہمارا حکم تو ایک ہی ہو دیوں آ جائیگا جیسے آنکھ کا جھپکنا

۵۱ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝

اور ہم تم جیسوں کو ہلاک کر چکے ہیں تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

اے اللہ اگر تو چاہے تو آج کے دن کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ (یعنی اگر یہ مٹھی بھر مسلمان کفار کے ہاتھ سے مارے گئے) تب ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ بس کیجئے اپنے رب سے دعا کرنے میں آپ نے حد درجہ کا زور لگایا ہے اور آپ اس وقت زرہ پہنے ہوئے تھے۔ پس آپ نکلے اور آپ پڑھ رہے تھے سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر یعنی یہی آیات اور عکرمہ کی ایک روایت میں ہے کہ جب سیھزم الجمع نازل ہوئی تو حضرت عمر نے کہا کونسی جمعیت شکست کھائے گی کونسی جمعیت مغلوب ہوگی تو عمر کہتے ہیں جب بدر کا دن آیا تو میں نے رسول اللہ صلعم کو زرہ پہنے ہوئے دیکھا اور آپ پڑھ رہے تھے سیھزم الجمع ویولون الدبر تو اس دن اس کے معنے مجھے سمجھ آئے اور بخاری میں حضرت عایشہ کی روایت ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور میں اس وقت چھوٹی سی لڑکی تھی جو کھیلا کرتی تھی۔ حضرت عمر کے علاوہ قتادہ۔ عکرمہ۔ اور ابن عباس سے یہی روایت ہے کہ سیھزم الجمع یوم بدر کے متعلق ہے۔

جنگ بدر کی پیشگوئی کی عظمت

ان روایات سے بصراحت ثابت ہے کہ خود حضرت نبی کریم صلعم نے ان آیات کو بدر کی جنگ پر چسپان کیا اور اس لئے الساعۃ سے مراد بھی یقیناً قریش کی ساعت وسطی یعنی ان کی ہلاکت کی گھڑی ہے نہ قیامت کبریٰ اور یہ بھی ثابت ہے کہ یہ آیت مکہ میں پانچویں چھٹے سال بعثت میں نازل ہوئی جو رسول اللہ صلعم کی دعوت کا ابھی بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ اور جب کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ کبھی اتنے آدمی بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ کفار کے بالمقابل جنگ میں نکلیں اور پھر کفار کی جمعیت کو جو سب ایک دوسرے کی مدد پر تلے ہوئے تھے (نحن جمیع منتصر) شکست دے سکتے ہیں ایسے حالات میں جب کوئی بات بھی نہیں سنتا یہ کھلی پیشگوئی کہ مسلمانوں اور کفار میں جنگ ہوگی اور اس جنگ میں کافر شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت اور علم غیب کا پتہ دیتی ہے اور خدا کی ہستی پر وہ ایمان پیدا کرتی ہے جس کے سامنے تمام دنیا کے علوم عاجز ہیں اور معجزات میں بھی کوئی معجزہ اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ یہ وہ حقیقت تھی جو شق القمر کے معجزہ کے نیچے تھی اور اس لئے سورت کی ابتدا اقتربت الساعۃ وانشق القمر سے کر کے یہاں صاف کر دیا کہ وہ ساعت جس کے قریب آنے کا نشان ظاہری شق القمر تھا سیھزم الجمع ویولون الدبر کی ساعت ہے اور یوں آخر اس پیشگوئی نے پورا ہو کر شق القمر کی صداقت بھی ظاہر کر دی۔

۳۲۳۶ ہر چیز کو ایک اندازہ پر پیدا کیا ہے۔ عام قانون ہے جو بارہا بیان ہو چکا ہے۔ یہاں مخالفین حق کی ہلاکت کے ذکر میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اسی کا ذکر اس میں مقصود ہے جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر چلا آیا ہے۔ اور آگے بھی یہی ذکر چلتا ہے ولقد اھلکنا اشیاعکم مطلب یہ ہے کہ یہ بھی اپنے اندازہ سے نہیں بڑھ سکتے۔ اور جب ان کا وقت آجائیگا تو ان کی صف بھی لپیٹ دی جائے گی۔ اور

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ إِنَّ الْمُتَّقِينَ ۵۲ ۵۳ ۵۴

اور ہر ایک بات جو انہوں نے کی ہے صحیفوں کے اندر ہے ۳۲۳۶ اور ہر ایک چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے متقی باغوں

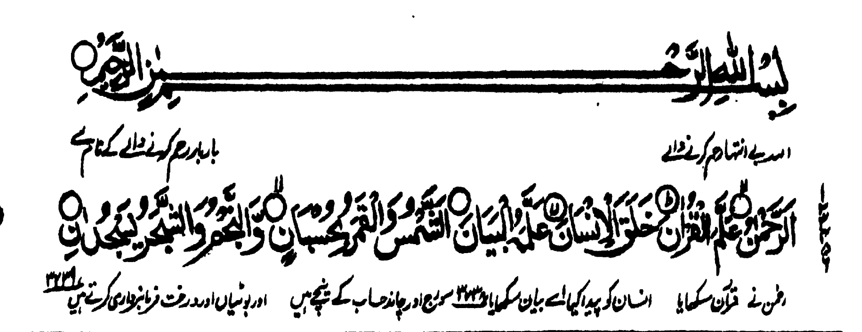
فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ ع ۵۵

اور فراخی میں ہونگے راستی کے مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس

اسی کی طرف اشارہ وما امرنا الا واحدۃ میں ہے اور حکم کے ایک ہونے کا منشا یہ ہے کہ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ وہ اپنی قوت وطاقت میں کوئی نظیر رکھتا ہے دیکھو ۲۱۰۱ اور اسے آتے دیر نہیں لگتی +

۳۲۳۶ زبر یا صحیفوں سے مراد یہاں نامہ ہائے اعمال ہیں جہاں ہر کام چھوٹا ہو یا بڑا لکھا جاتا ہے +

سورة الرحمٰن مکیة وھی ثمان وسبعون آیة وثلث رکوعات



تمہید سورت — اس سورت کا نام الرحمٰن ہے اور اس میں تین رکوع اور ۷۸ آیتیں ہیں۔ اس کا نام الرحمٰن پہلی آیت میں ہی مذکور ہے جہاں بتایا کہ قرآن کریم کا بھیجا جانا بتقاضائے صفت رحمانیت ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی ظاہری نعمتوں کے لئے ہر قسم کے سامان دنیا میں پیدا کر رکھے ہیں مگر پھر ایک وہ انسان ہیں جو ان سامانوں سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دکھ اٹھاتے ہیں اور دوسرے جو ان سامانوں سے کام لیتے ہیں اور راحت حاصل کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی باطنی نعمت کا سامان قرآن کریم میں مہیا کر دیا ہے۔ پھر ایک وہ لوگ ہیں جو قرآن سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو اس کا نتیجہ بھی یہ ہے کہ دنیا میں روحانی طور پر اور آخرت میں کھلے طور پر دکھ اٹھاتے ہیں اور مومن ان سامانوں کو کام میں لاتے ہیں وہ دنیا میں روحانی طور پر اور آخرت میں کھلے طور پر جنت حاصل کرتے ہیں۔ یہی مضمون اس سورت کا ہے اور پچھلی سورت سے تعلق ظاہر ہے۔ اور یہ سورت بھی کی ابتدائی زمانہ کی ہے +

بیان — ۳۲۳۸ بیان دیکھو ۵۲۲ کسی چیز کی حالت کا ظاہر کرنا بیان ہے بعض لوگوں کا قول ہے کہ بیان دو طرح پر ہے۔ ایک حالت سے یعنی یہ کہ بعض اشیاء اپنی بناوٹ کے آثار سے کسی حالت پر دلالت کریں۔ اور دوسرا خبر کے ذریعہ سے اور یہ کبھی نطق یعنی بات کرنے سے اور کبھی کتابت یعنی لکھنے سے اور کبھی اشارہ سے ہوتا ہے۔ حالت سے بیان کی مثال ہے انه لکم عدو مبين جو شیطان کے

مبین — متعلق ہے یعنی اس کا دشمن ہونا حالت سے ظاہر ہے اور کلام کو بیان کہا جاتا ہے اس لئے کہ اس سے معنی مقصود کا اظہار ہوتا ہے اور جس چیز کے ساتھ اجمال و ابہام کلام کی تشریح کی جائے اسے بھی بیان کہا جاتا ہے جیسے ان علینا بیانه (القیامة ۷۵-۱۹)

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت — پہلی دو آیتوں میں قرآن کے سکھانے کا ذکر ہے اور دوسری دو میں بیان کے سکھانے کا۔ اور یہ دونوں باتیں رحمان نے سکھائی ہیں یعنی اس کی صفت رحمانیت کا تقاضا ہیں اور انسان کے کسی عمل کا نتیجہ نہیں اور ابتدا قرآن سے کی گویا اسی کو سب سے بڑی نعمت قرار دیا اور اس سورت میں ذکر نعمتوں کا ہی ہے اور حق بھی یہی ہے اس لئے کہ اسی نے انسان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی کیا کیا نعمتیں اس کے لئے ہیں اور بیان سکھانے سے جیسا کہ اس سے پہلے خلق الانسان سے ظاہر ہے مراد یہ ہے کہ اسے اظہار خیالات کرنے کا طریق سکھایا اور نطق کی بجائے بیان کا لفظ اس لئے اختیار کیا کہ نطق صرف گویائی ہے مگر بیان میں نطق تحریر اور اشارات سب آجاتے ہیں۔ اور انسان بیان عام ہے +

ایک قانون کا نفاذ کرنیوالا ایک ہی خدا ہو سکتا ہے — ۳۲۳۹ بڑے بڑے اجرام سماوی ایک طرف۔ چھوٹی چھوٹی بوٹیاں اور درخت دوسری طرف سب کے سب ایک قانون میں جکڑے ہوئے ہیں اور جکڑنے والے کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور باایں یہ چیزیں ایک دوسرے پر اثر ڈالنے والی ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان کا بنانے والا ایک ہی ہے سورج اور چاند کے اثر سے چھوٹی چھوٹی بوٹیاں اور درخت نشوونما پاتے ہیں اس مخلوق میں ایک عظیم الشان

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ ۹

اور آسمان کو بلند کیا اور میزان کو قایم کیا ۳۲۴۰ تاکہ تم میزان میں سرکشی نہ کرو اور وزن کو انصاف

بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۱۱

سے قایم کرو اور تول میں کمی نہ کرو اور زمین کو مخلوق کے لئے رکھا ۳۲۴۱ اس میں پھل ہے

وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۖ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ ۱۲

اور گابھوں والی کھجوریں اور بھس والا دانہ اور خوشبودار پھول ۳۲۴۲

ربط موجود ہے اس کی طرف توجہ دلائی ہے پھر وہ خدا جو ان تمام چیزوں کو ایک قانون میں رکھ کر کمال تک پہنچاتا ہے کیا اس نے انسان کے کمال کو پہنچنے کے لئے کوئی قانون نہیں بتایا اسی کا ذکر اگلی آیات میں لفظ میزان میں ہے +

میزان اجرام سماوی

۳۲۴۰ میزان کے معنی عدل ہیں (ل) نیز دیکھو ۱۰۵۰ اور یہاں بھی مجاہد سے عدل ہی معنی مروی ہیں (ج) اور یہ وہ میزان یا عدل ہے جو تمام اجرام سماوی میں قایم کیا گیا ہے کیونکہ اس کا ذکر رفع سماء کے ساتھ کیا ہے۔ یعنی وہ قانون جس کی وجہ سے یہ تمام سلسلہ ایک نظم میں منسلک ہے چھوٹے سے چھوٹے ذرہ سے لیکر ان بڑے سے بڑے اجرام سماوی تک جن کے سامنے یہ ساری زمین بھی ایک چھوٹے سے گیند سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی سب ایک قانون کے ماتحت چلتے ہیں۔ تو جس طرح یہ ایک میزان ظاہری ہے اسی طرح انسان کو

میزان جو انسان کے لئے قایم کی گئی ہے

بھی اللہ تعالٰے نے ایک میزان دی ہے جس سے اس کا نظام صحیح طور پر قایم رہ سکتا ہے۔ یہ میزان اخلاق کے لئے ہے وانزلنا معہم الکتاب والمیزان (الحدید ۵۷ - ۲۵) اور اسی کا ذکر اگلی آیت میں ہے گویا ظاہری میزان سے جو مخلوقات کے اندر کام کر رہی ہے اسی باطنی میزان کی طرف توجہ دلائی ہے جس پر انسان کے اخلاقی اور روحانی نظام کا مدار ہے +

انام

۳۲۴۱ انام وہ ساری مخلوقات ہے جو زمین پر ظاہر ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ انام سے مراد جنّ اور انسان ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالٰے نے اس کے بعد جان اور انسان کا ذکر کیا ہے اور جنّ کا ذکر اس سے پہلے کوئی نہیں (ل) اور حضرت ابن عباس سے اس کے معنی کل شیئ فیہ الروح مروی ہیں یعنی تمام چیزیں جن میں روح ہے اور حسن سے جنّ وانس اور مجاہد اور قتادہ اور ابن زید سے کل مخلوق (ج) اور ابن عباس کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس سے صرف بنی آدم مراد ہیں (م) اور انتفاع تمام انسان کے لئے ہی ہے +

ریحان

۳۲۴۲ ریحان وہ ہے جس کے لئے رائحۃ یعنی خوشبو ہو اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی رزق ہیں۔ پھر اس دانہ کو جو کھایا جاتا ہے ریحان کہا جاتا ہے۔ ایک اعرابی کو کہا گیا تو کہاں جاتا ہے جواب دیا اَطْلُبُ مِنْ رَّيْحَانِ اللهِ یعنی میں اللہ کے رزق سے طلب کرتا ہوں۔ اور اولاد کو بھی ریحان کہا جاتا ہے (غ) اور ابن عباس کا قول ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں ریحان آیا ہے اس سے مراد رزق ہے اور یہی معنی مجاہد سے مروی ہیں اور ابن زید کا قول ہے کہ نبات سے ہر خوشبو والی شے مراد ہے (ج) اور میرے نزدیک ریحان سے مراد یہاں خوشبودار نبات ہی ہیں۔ اور بتانا یہ مقصود ہے کہ کیسی کیسی عجیب چیزیں اللہ تعالٰی نے انسان کے لئے زمین سے پیدا کی ہیں ایک طرف اگر پھل ہیں تو دوسری طرف دانہ ہے جس کے ساتھ جانوروں کے لئے بھوسہ بھی ہوتا ہے پھر ان سب سے بڑھ کر لطیف چیز خوشبودار پھول جو گو انسان کے کھانے کے کام میں نہ آئے مگر اس کی راحت کے عجیب ترین سامانوں میں سے ہے اور اس کے دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے +

۱۳ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ۱۴ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝

تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۳۲۴۳ اس نے انسان کو ٹھیکری جیسی سوکھی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ۳۲۴۴

۱۵ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ ۱۶ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ۱۷ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ

اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں مشرقوں کا رب ہے اور

۱۸ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ ۱۹ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ۲۰ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا

دونوں مغربوں کا رب ہے ۳۲۴۵ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اسی نے دو دریا چلائے ہیں جو باہم ملتے ہیں ان دونوں کے درمیان

۲۱ بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

ایک آڑ ہے جس سے آگے نہیں گذر سکتے ۳۲۴۶ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

۳۲۴۳ تثنیہ کا استعمال جنّ وانس کے خطاب کی وجہ سے سمجھا گیا ہے اور گو اس میں شک نہیں کہ جنّ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے اور انسان کی طرح وہ بھی ناشکر گذاری کرنے والے ہیں اس لحاظ سے دونوں کو خطاب صحیح ہو سکتا ہے۔ لیکن اول تو اوپر جنوں کا ذکر نہیں کہ انہیں خطاب میں شامل سمجھا جائے اور دوسرے جن نعمتوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان سب سے انسان ہی فائدہ اٹھانے والے ہیں مثلاً پھل اور دانہ اور موتی اور کشتیاں وغیرہ اس لئے یا تو انسانوں کے دو گروہ مراد ہو سکتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں اکثر آتا رہتا ہے یعنی مؤمن اور کافر یا بڑے اور چھوٹے یا اہل مشرق اور اہل مغرب کہ یہ بھی بڑی بھاری تقسیم دنیا میں ہوئی ہے یا سپید اور غیر سپید اور یا تثنیہ کا استعمال محض تاکید کے لئے دیکھو ۳۱۴۴ اور اس فقرہ کا بار بار دہرانا اس کی عظمت کے لئے ہے اور یہ اسلوب کلام ہے کہ جس بات کی بہت تاکید منظور ہو اسے بار بار دہرایا جاتا ہے اور اس کی مثالیں عرب کے شعراء میں بکثرت موجود ہیں ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس سورت کے پڑھتے وقت صحابہ کو فرمایا کہ اس آیت کے پڑھا جانے پر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کریں۔ لا بشیءٍ من نعمتک ربنا نکذب فلک الحمد (م)

فخّار ۳۲۴۴ فخار۔ گھڑے کو کہا جاتا ہے بوجہ اس کی آواز کے جو گویا کثرت فخر کرنے والے سے مشابہ ہے (غ) دیکھو ۱۶۸۵

مشرقین ومغربین ۳۲۴۵ سردی اور گرمی میں سورج کے طلوع اور غروب کے انتہائی نقطوں کو دو مشرق اور دو مغرب کہا ہے یا سورج اور چاند کے دو جائے طلوع اور انہی کے دو جائے غروب مراد ہیں اور بعض کے نزدیک مطلع فجر اور مطلع سورج دو مشرق ہیں اور مغرب شمس اور مغرب شفق دو مغرب ہیں (م) اور یا آج کل کی اصطلاح کے مشرق قریب اور مشرق بعید مراد لئے جائیں اور دوسری طرف پرانی دنیا ایک مغرب اور نئی دنیا دوسرا مغرب سمجھ لیا جائے تو کل روئے زمین اس تقسیم میں آجاتی ہے ◆

دو سمندر ۳۲۴۶ دیکھو ۲۳۸۱ بعض نے مراد یہاں بحر ارض و بحر سماء لئے ہیں۔ اور بعض نے بحر فارس اور بحر روم (ج) اور ظاہر کے لحاظ سے یہ دیگر معنی بھی درست ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ہی وہ قطعۂ زمین ہے جو اقوام عالم کا اس وقت جولانگاہ بنا ہوا ہے اور ان دونوں سمندروں کو اب ملا بھی دیا گیا ہے اور سمندروں کا ملانا یہی ہے کہ ان دونوں میں جہازوں کا رستہ کھل جانے اور انہی دو میں جہازوں کی تگ و دو بھی سب سے زیادہ ہے جس کی طرف آیت ۲۳ اشارہ کرتی ہے ◆

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۞ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۞ وَلَهُ الْجَوَارِ ۲۲ ۲۳ ۲۴

ان دونوں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں ۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔ اور اسی کے لئے کشتیاں

الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۞ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۞ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا ۲۵ ۲۶

ع

ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اٹھی ہوتی ہیں۔ ۳۲۴۷ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔ سب جو اس کے اوپر ہیں

فَانٍ ۞ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۞ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۞ ۲۷ ۲۸

فنا ہونے والے ہیں ۔ اور تیرے رب کی ذات ایک ہی حالت پر رہتی ہے (جو) جلال اور عزت والا (ہے) ۳۲۴۸ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۞ ۲۹

اسی سے مانگتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں ۔ ہر آن وہ ایک شان میں ہے ۳۲۴۹

منشئٰت

۳۲۴۷ منشئٰت نشاٗ سے ہے اور یہاں مراد مَرْفُوْعَةُ الشُّرُعِ ہے یعنی جن کے بادبان بلند ہوں (ل) اور یہ ہو سکتا ہے کہ مراد صرف سمندر کے اوپر اٹھی ہوئی ہوں اور پہاڑوں کی طرح اٹھی ہوئی کشتیاں وہی ہیں جو اس زمانہ میں نظر آتی ہیں اور انہی کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں نہ جیسا کہ ان کے مالک تصور کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ہی خدا سمجھنے لگ گئے ہیں اور شاید اس طرف بھی اشارہ ہو کہ آخر کار یہ لوگ بھی اللہ تعالےٰ کے آگے جھکیں گے +

فنا

۳۲۴۸ فان ۔ فَنَا نقیض بقا ہے اور فانٍ اس سے اسم فاعل ہے اور فنی اس پر بھی بولا جاتا ہے جو موت کے قریب ہو اس لئے شیخ فانٍ بہت بوڑھے آدمی کو کہا جاتا ہے اور گھر کا فِناء اس کے سامنے کے صحن کو کہا جاتا ہے اس لئے کہ گھر وہاں ختم ہو جاتا ہے (ل) اور چونکہ بقا کسی چیز کا اپنی پہلی حالت پر ثابت رہنا ہے ۱۹۴ اس لئے فانٍ سے مراد ہے کہ اپنی پہلی حالت پر قایم نہیں رہتی گویا ہر چیز پر تغیر آتا رہتا ہے ۔

جلال

جلل ۔ جلالۃ عِظَمُ القدر یعنی مرتبہ کی بڑائی ہے اور جلال ربغیر ہائے کے) اس میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کے وصف سے مخصوص ہے ۔ اور اس کے غیر میں استعمال نہیں ہوا اور جَلَل سے حقیر شے مراد لی جاتی ہے کل مصیبۃٍ بعدہٗ جَلَلٌ (غ)

سب مخلوق قانون فنا کے ماتحت ہے

قریباً ایسے ہی الفاظ سورۃ القصص ۲۸ کی آخری آیت میں ہیں کل شیئٍ ھالکٌ الا وجھہ جس پر بحث ۲۵۲۲ میں گذر چکی ہے یہاں بھی اگر وہی معنی لئے جائیں تو سیاق کے مطابق ہیں اوپر ذکر ظاہری نعمتوں کا ہے تو یہاں بتایا ہے کہ یہ چیزیں باقی رہنے والی نہیں باقی رہنے والے صرف وہی اعمال ہیں جن میں رضائے الٰہی مقصود ہو پس تم اس نعمت کا انکار کیوں کرتے ہو ۔ اور دوسرے معنی وہ ہیں جو ترجمہ میں اختیار کئے گئے ہیں یعنی ہر چیز ہر آن ایک تغیر کے ماتحت ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات تغیر سے پاک ہے گویا خالق اور مخلوق میں یہ فرق ہے کہ خالق کی ذات میں کوئی تغیر نہیں اور مخلوق کوئی بھی اور کسی وقت بھی تغیر سے پاک نہیں پس تم مخلوق کی رضا مت چاہو اور اتنی بڑی نعمت کو جو رضائے الٰہی ہے نہ چھوڑو +

اللہ کے شان میں ہونے سے مراد

۳۲۴۹ ان کے سوال سے مراد اُن کا محتاج ہونا ہے اور اس احتیاج کا اکثر اظہار حالت سے ہی ہوتا ہے اور کل یوم ھو فی شأن کے متعلق ابن ماجہ میں ہے من شأنہ ان یغفر ذنبًا ویفرج کربًا ویرفع قومًا ویضع آخرین (م) اس کی شان سے یہ ہے کہ گناہ کو معاف کرے مصیبت کو دور کرے اور کسی قوم کو بلند کرے اور کسی کو ذلیل کرے اور ایک روایت میں یہ لفظ ساتھ فرمائے ہیں ویجیب داعیًا دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرے اور فی الحقیقت ہر ایک کی احتیاج کو پورا کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے اور یہی اس کی شان ہے +

۳۱ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۞ سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ ۞ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۞ ۳۲ ۳۳

تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ہم تمہاری طرف جلد متوجہ ہونگے اے دونوں گروہو ۳۲۵۰ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

۳۴ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ

اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تمہیں طاقت ہے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے

الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۞ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۞ یُرْسَلُ ۳۵ ۳۶

نکل جاؤ تو نکل جاؤ تم نہیں نکل سکتے مگر غلبہ کے ساتھ ۳۲۵۱ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے تم دونوں

عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۞

پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائیگا۔ تو تم اپنے آپ کو بچا نہ سکو گے ۳۲۵۲

فرغ ۳۲۵۰ نفرغ کے معنی ابن الاعرابی نے نَعْمِدُ کئے ہیں اور جریر کا شعر نقل کیا ہے جس میں فَرَغْتُ بمعنی عَمَدْتُ آیا ہے یعنی عمد یا قصد کیا اور حضرت ابوبکر کی حدیث میں ہے اُفْرُغْ اِلٰی اَضْیافِكَ جس میں اِعْمِدْ واقْصِدْ ہیں (ل) اور یہاں متوجہ ہونے سے مراد سزا دینے کے لئے متوجہ ہونا ہے۔ اور معمولی معنی سے کر بھی مراد وہی ہوگی یعنی سخت سزا دینا کیونکہ کسی چیز کیلئے فارغ ہونا اکثر تہدید کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ گویا اس کی خاطر باقی سب کاموں کو چھوڑ دیا اور ابن عطیہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے عذاب دنیا کا وعدہ قرار دیتے ہیں (م)

ثقلان ثقلان۔ عرب ہر ایک نفیس قیمتی شے کو جو محفوظ کی جاتی ہو ثَقَل کہتے ہیں اور اسی سے بڑے عزت والے سردار کو بھی ثَقَل کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو ثقلان کہا ہے اس لئے کہ انہیں باقی سب جانداروں پر جو زمین میں ہیں یہ فضیلت دی گئی ہے کہ عقل اور تمیز سے مخصوص ہیں اور ابن الانباری کا قول ہے کہ اس لئے انہیں ثقلان کہا گیا ہے کہ وہ زمین پر ثِقل کی طرح ہیں یعنی بوجھ کی طرح اور حدیث میں سوال قبر میں آتا ہے۔ یَسْمَعُہَا مَنْ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ یعنی انسانوں اور جنوں کے سوائے اسے سب سنتے ہیں اور حدیث میں ہے اِنِّی تَارِكٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں کتاب اللہ اور اپنی عترت اور انہیں ثقلان ان کے قدر اور شان کی عظمت کے لحاظ سے کہا ہے (ل) اور حسن کا قول ہے کہ جن و انس کو ثقلان انکے گناہ کے بوجھ کی وجہ سے کہا گیا ہے (م) اور یہاں مراد حق کی مخالفت کرنے والے ہیں۔ جن کی سزا کا آگے ذکر بھی ہے اور جنّ سے مراد وہ غیر مرئی ہستیاں بھی ہوسکتی ہیں جو انسان کے اندر بدی کی تحریک کرتی ہیں اور ایسے انسان بھی ہوسکتے ہیں جو ابھی موجود نہ ہونے اور آنکھوں سے مستور ہونے کی وجہ سے جنّ کہلا سکتے ہیں۔

نفذ ۳۲۵۱ تنفذوا۔ نَفَذَ کسی چیز کے متعلق کہا جاتا ہے جب وہ کسی چیز کو پھاڑ کر اس کی ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائے اور اسی سے نفاذ فی الامر ہے (غ)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچنے کی کوئی راہ نہیں بغیر غلبہ کے اس سے بچ نہیں سکتے اور غلبہ انہیں مل نہیں سکتا۔

شواظ ۳۲۵۲ شواظ وہ شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو (غ) اور بعض کے نزدیک دھوئیں سے ملا ہوا شعلہ ہے اور ضحاک کا قول ہے کہ وہ دھواں ہے جو شعلہ سے نکلتا ہے (م) اور نحاس کے لئے دیکھو ۲۹۳۴ اور بخاری نے پگھلا ہوا تانبا معنے لئے ہیں۔ **نحاس**

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً کَالدِّهَانِ ۝ ۳۶ ۳۷

تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے سو جب آسمان پھٹ جائیگا اور سرخ ہوجائیگا جیسے سرخ چمڑا [۳۲۵۳]

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ ۳۸ ۳۹

تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے سو آج کے دن نہ انسان سے اس کے گناہ کے بارے میں سوال کیا جائیگا اور نہ جن سے [۳۲۵۴]

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ ۝ ۴۰ ۴۱

تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ مجرم اپنے نشانوں سے پہچانے جائیں گے پھر پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑے جائیں گے [۳۲۵۵]

وقف لازم

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ ۴۲ ۴۳

تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یہ وہ دوزخ ہے جسے مجرم جھٹلاتے تھے

شعلوں اور دھوئیں کی سزا

یہ سزا ضحاک کے قول میں دنیا میں ہے اور ابن ابی شیبہ نے ان سے اسی آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ مغرب کی طرف سے ایک آگ نکلیگی جو لوگوں کو اکٹھا کرے گی۔ اور بحر میں ہے کہ مراد اس سے جنوں اور انسانوں کا عاجز آجانا ہے۔ گویا یوں فرمایا کہ تمہاری حالت اس شخص کی ہوگی جس پر شعلے اور دھواں بھیجا جائے پس اسے اس سے بچنے کی طاقت نہ ہو (م) اور ضحاک کی روایت اس جنگ عظیم پر خوب چسپاں ہوتی ہے جس کا مزہ ابھی یورپ چکھ چکا ہے جس میں واقعی آگ کے شعلے اور گیس یا دھواں اس طرح برسائے گئے کہ لوگوں کی حالت دیوانوں کی طرح ہوگئی۔

وردۃ

[۳۲۵۳] وردۃ۔ وَرْد گلاب کا پھول وارد سے ہے جو پانی کی طرف پہلے جاتا ہے اور گلاب کے پھول کو اس لئے ورد کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے پہلے نکلتا ہے اور سب درختوں کے شگوفہ کو ورد کہا جاتا ہے اور آسمان کو ورد کہا جاتا ہے جب وہ بہت سرخ ہوجائے اور یہ قیامت کی نشانی کے طور پر ہے فکانت وردۃ کالدھان (غ)

ادھان

دھان۔ دُھن تیل کو کہتے ہیں اور دَھَن تیل لگایا اور اسی سے مُداھنۃ اور اِدھان ہیں جن کے معنی ایک دوسرے سے ملائمت اور نرمی کرنا ہیں۔ اور مداھنۃ یہ ہے کہ اس کے خلاف ظاہر کیا جائے جو دل میں ہے اور ودوا لو تدھن فیدھنون (القلم ۶۸-۹) میں معنی ہیں تو اپنے دین میں نرم ہوجائے تو وہ بھی نرم ہوجائیں یا خلاف ضمیر ظاہر کرے اور افبھذا الحدیث انتم مدھنون (الواقعۃ ۵۶-۸۱) میں معنی ہیں

دِھان

مکذبون یعنی جھٹلانے والے اور دِھان سرخ چمڑے کو کہتے ہیں جو نہایت صاف ہو اور ابو اسحاق کا قول ہے کہ مراد یہاں یہ ہے کہ آسمان مختلف رنگ بدلے گا۔ جیسے مختلف چمڑوں کے رنگ ہوتے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ دوسری جگہ ہے یوم تکون السماء کالمھل (المعارج ۷۰-۸) (ل) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد دُرْدِیّ الزَّیت یعنی تلچھٹ ہے (غ)

یہ قیامت کا ذکر ہے اور آسمان کے انشقاق سے مراد اجرام سماوی کا انشقاق بھی ہوسکتا ہے مگر اسکی اصل حقیقت پر کوئی آگاہ نہیں ہوسکتا۔

قیامت میں نتائج اعمال کا ظہور

[۳۲۵۴] دوسری جگہ ہے فوربک لنسئلنھم اجمعین (الحجر ۱۵-۹۲) تو وہاں سوال سے مراد باز پرس ہے یعنی سزا دینا اور یہاں مطلب یہ ہے کہ یہ سوال نہیں کیا جائیگا کہ تم نے فلاں گناہ کیا یا نہیں کیونکہ جیسا کہ اگلی آیت میں آتا ہے مجرم اپنے نشانوں سے پہچانے جائیں گے۔ بالفاظ دیگر گناہ خود بخود اپنے نتائج سے ظاہر ہونگے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن نتائج کا ظہور ہوگا اور ہر چیز کا خود بخود اپنے نتیجہ سے پتہ لگ جائیگا۔ یہی اعضاء وغیرہ کی شہادت ہے۔

[۳۲۵۵] نواصی۔ ناصیۃ کی جمع ہے [۱۴۴۳] دونوں اطراف کا نام لیا ہے اور مراد کل ہے اور ان کا پکڑا جانا بھی انہی نتائج کا ظہور ہے

۴۴ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ۝ ۴۵ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ ۴۶ وَلِمَنْ خَافَ

وہ اس کے اور کھولتے پانی کے درمیان پھریں گے ۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔ اور جو شخص اپنے رب کے سامنے

مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۝ ۴۷ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ ۴۸ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۝

کھڑا ہونے کا ڈر رکھتا ہے اسکے لئے دو جنت ہیں ۳۲۵۶ ۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔ دونوں (بہشت) شاخوں والے ہیں ۳۲۵۷

ع ۳ / ۱۳

فبای آلاء کا تکرار

مجرمین کا ذکر یعرف المجرمون بسیماھم میں ہے اور عذاب کے ذکر کے ساتھ فبای آلاء ربکما تکذبان کہکر بتایا کہ نعمتوں کو جھٹلانے کا نتیجہ ہی عذاب ہے پہلے رکوع میں یہ لفظ اپنی نعماتے ظاہری کے ساتھ بڑھائے ہیں۔ اور یوں نعماتے باطنی کی طرف توجہ دلائی ہے دوسرے رکوع میں مجرموں کی سزا کے ذکر کے ساتھ یہ لفظ بڑھائے ہیں۔ اور یوں ان کے جھٹلانے کا نتیجہ بتایا ہے اور تیسرے میں مومنوں کے انعامات کا ذکر کرتے ہوئے یہی لفظ فرمائے ہیں۔ اور یوں بتایا ہے کہ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھانے اور ان کو کام میں لانے کا انجام خوشی ہے اور جس طرح پر وہ راحت جو مومنوں کو اپنے قوے کے استعمال صحیح سے حاصل ہوتی ہے اس دنیا میں بھی مل جاتی ہے جیسے کہ اگلے رکوع میں دو جنتوں کے ذکر میں صاف بتا دیا اسی طرح وہ سزا جو مجرموں کو ملتی ہے اس کا ایک رنگ یہاں بھی مل جاتا ہے ۔ ہاں یہاں وہ آگ اور وہ گرفت سب کچھ ظاہر نظروں سے مخفی مگر دلوں کو محسوس ہوتی ہے قیامت میں یہ سب کچھ ظاہر طور پر دیکھنے میں آجائیگا +

اللہ کے خوف سے مراد

ف ۳۲۵۶ خوف کے لئے دیکھو ف ۵۹ اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے وہ خطرہ مراد نہیں ہوتا جو رعب کی وجہ سے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ جیسے شیر سے خوف کا احساس بلکہ اس سے مراد گناہوں سے رکنا اور طاعات کا اختیار کرنا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس شخص کو ڈرنے والا نہیں کہا جا سکتا جو گناہوں کو نہ چھوڑتا ہو (غ) مقام مصدر میمی بمعنی قیام ہے تو خاف مقام ربہ سے مراد یہ ہوئی کہ اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے اور اس بات کی فکر لگی رہتی ہے کہ میں نے اپنے رب کے سامنے جا کر کھڑا ہونا ہے ۔ اور جس کو یہ فکر ہوگی وہی معاصی سے بچیگا۔ اور طاعات میں قدم بڑھانے کی کوشش کرے گا +

مقام

مومن کے لئے دو بہشتوں کا وعدہ

ایسے شخص کے لئے دو بہشت ہیں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک جنت فعل طاعات کا اور ایک ترک معاصی کا۔ اور ایک یہ کہ ایک جنت روحانی اور ایک جسمانی۔ میرے نزدیک دو جنتوں سے مراد ایک اس دنیا کی جنت ہے اور ایک آخرت کی جنت کیونکہ متقی کو اس دنیا میں بھی جنت ملتی ہے جس طرح مخالفین حق کے لئے قرآن شریف میں جگہ جگہ دو عذابوں کا وعدہ ہے ۔ یہاں متقی کے لئے دو انعاموں کا وعدہ ہے جو بر رنگ جنت ہیں اور دوسری جگہ نفس مطمئنہ کو یعنی ایسے نفس کو جو اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کر چکا ہے مخاطب کرکے فرمایا فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الفجر ۸۹ ـ ۲۹-۳۰) گویا اسے دنیا میں بھی جنت مل جاتی ہے اور پھر اس دنیا کی جنت سے مراد فتوحات ظاہری بھی ہو سکتی ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔ حدیث میں جو دجلہ و فرات یا نیل و فرات کو انہار جنت میں سے قرار دیا ہے۔ تو وہ شاید اسی طرف اشارہ ہو ۔ لیکن یہاں من خاف میں الفاظ میں عمومیت ہے اور اس لئے مراد اس دنیا کی روحانی جنت ہے اور ہر ایک شخص جو رضائے الٰہی کے رستوں پر قدم مارتا ہے اور ہر ایک قسم کی بدی سے بچتا ہے۔ یقیناً اس دنیا میں بھی ایک جنت پا لیتا ہے اور یہ جنت بطور ایک نشان کے ہوتی ہے کہ اس کے لئے آخرت میں بھی جنت ہے جس طرح اس دنیا کی سزا آخرت کی سزا کا پیش خیمہ ہے +

ذو، ذات، ذوات

ف ۳۲۵۷ ذواتا ۔ ذُو عام استعمال میں وہ ہے جس کے ذریعہ سے اسمائے اجناس اور انواع کے وصف کی طرف پہنچا جاتا ہے اور یہ ہمیشہ مضاف ہی استعمال ہوتا ہے اور مونث میں ذات کہا جاتا ہے اور تثنیہ میں ذواتا اور جمع میں ذوات ذو مرۃ (النجم ۵۳ ـ ۶) ذوی القربیٰ (البقرۃ ۲ ـ ۱۷۷) ذات الیمین وذات الشمال (الکہف ۱۸ ـ ۱۸) اور اسی سے لفظ ذات لیا گیا ہے جس سے مراد کسی شے کا

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ۴۹ ۵۰ ۵۱

تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ان دونوں میں دو چشمے بہتے ہیں۔ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ ۵۲ ۵۳ ۵۴

ان دونوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ایسے بچھونوں پر تکیے لگائے ہوئے ہونگے

بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ۵۵

جن کے استر موٹے ریشم کے ہیں اور دونوں باغوں کے پھل قریب ہیں ع۳۲۵۸ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ ۵۶

ان میں نگاہوں کو نیچی رکھنے والی ہونگی جنہیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے نہ جن نے ع۳۲۵۹

ھٰذا / ذالک — عین لیا جاتا ہے جو ہر ہو یا عرض اور یہ کلام عرب سے نہیں اور ذا ھٰذا میں اشارہ ہے معقول کی طرف یا محسوس کی طرف اور اس کے مقابل میں اس کے لئے جو ظاہر طور پر دور ہو یا مرتبہ کے لحاظ سے بڑا ہو ذلک کہا جاتا ہے (غ)

فنن — افنان - فَنَن کی جمع ہے اس شاخ کو کہتے ہیں جو تازہ پتوں والی ہو اور کسی چیز کی نوع کو بھی کہتے ہیں اور اس صورت میں جمع فُنُون آتی ہے اور ذواتا افنان سے مراد ہے شاخوں والے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے مختلف رنگوں والے (غ) اور ابن عباس نے یہاں معنی کئے ہیں ذواتا انواع من الاشجار والثمار درختوں اور پھلوں سے مختلف نوعوں والے (م)

بطانۃ — ع۳۲۵۸ بطائن - بِطَانَۃ کی جمع ہے استر یا کسی چیز کا اندر خلاف اس کے ظاہر کے دیکھو ع۵۰۵

استبرق — استبرق کے معنی دیباج یا موٹا ریشم ہیں مگر اسے فارسی یا سریانی سے معرب خیال کیا گیا ہے حالانکہ اس کی تصغیر عربی زبان میں اُبَیْرِق موجود ہے اور اس کا مادہ برق موجود ہے جس سے بہت سے مشتقات آتے ہیں اور تاج العروس میں اِسْتَبْرَقَ کے معنی لکھے ہیں - بجلی سے روشن ہو گیا یا چمک اٹھا اور بطائن کو استبرق کے کہہ کر یہ اشارہ کیا ہے کہ وہ اندر سے بھی چمک رہے ہونگے اور ان تمام نعمتوں کے ذکر میں ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کا رنگ ہے۔

طمث — ع۳۲۵۹ یطمث - طَمْث خون حیض ہے اور اس کے معنی چھونا ہیں خواہ کسی قسم کی چیز ہو کہا جاتا ہے مَا طَمَثَ ذٰلِكَ الْمَرْتَعَ قَبْلَنَا اَحَدٌ یعنی اس چراگاہ کو ہم سے پہلے کسی نے نہیں چھوا یا اس میں کوئی داخل نہیں ہوا) اور ایسا ہی اونٹ کے متعلق کہا جاتا ہے ما طمث البعیرَ حَبْلٌ یعنی رسہ نے اسے نہیں چھوا اور یہاں معنی لم یمسس ہیں یعنی نہیں چھوا (ل)

قاصرات الطرف سے کون مراد ہیں — قاصرات الطرف میں دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ حوران بہشتی ہیں یعنی نعمائے جنت میں سے ایک نعمت اور دوسرا یہ کہ وہ اس دنیا کی عورتیں ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اس دوسری پیدائش میں انہیں جن یا انسان نے نہ چھوا ہوگا اور یہ دوسرا قول شعبی اور کلبی کا ہے (م) اور ام سلمہ کی حدیث میں ہے نساء الدنیا افضل من الحور العین دنیا کی عورتیں حوروں سے بڑھ کر ہیں (م) مفسرین نے اس موقعہ

جنوں اور انسانوں کے تعلقات مناکحت — پر یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ جنّوں کی نفی طمث سے کیا مطلب ہے کیا جن اس بات پر قادر ہیں کہ انسانوں کے ساتھ ان کے اس قسم کے تعلقات ہو سکیں - ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ اہل یمن کی ایک قوم نے امام مالک کو لکھا تھا کہ یہاں ایک جن مرد ہے جو ایک انسانی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو امام مالک نے کہا کہ اس میں کوئی برائی تو نہیں لیکن مجھے یہ ناپسند ہے کہ ایک عورت حاملہ پائی

۵۷ ۵۸ ۵۹ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا

تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے — گویا کہ وہ یاقوت اور مونگا ہیں — تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو

۶۰ ۶۱ تُکَذِّبٰنِ ۝ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝

جھٹلاؤ گے — نیکی کا بدلہ سوائے نیکی کے کچھ نہیں ۳۲۶۰ — تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

۶۲ ۶۳ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝

اور ان سے ادھر دو اور باغ ہیں ۳۲۶۱ — تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

جائے تو وہ کہدے کہ یہ جن کی طرف سے ہے اور اسلام میں فتنہ بڑھے (۴) یہ روایت بھی عجیب ہے کہ جن اس زمانہ میں ایسی مرئی ہستیاں تھیں جیسے انسان کہ اہل یمن لکھتے ہیں کہ ایک جن نکاح کرنا چاہتا ہے۔ بہرحال امام مالکؒ کا جواب بتاتا ہے کہ یہ خیال صحیح نہیں کہ جنوں کے انسانوں سے اس قسم کے تعلقات ہو سکتے ہیں۔ ورنہ زناکار عورتوں کا یہ عذر بنا بنایا تھا اور یہاں یہ بحث اس غلط فہمی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ طمث کو خاص معنی میں لیا جاتا ہے حالانکہ لغت میں اس کے عام معنی چھونا ہی ہیں اور یہاں مراد صرف اسی قدر ہے کہ وہ نعمتیں ایسی محفوظ رکھی گئی ہیں۔ کہ نہ انسان ان کے پاس پھٹکا ہے نہ جن۔ ایک اور سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ کیا جنوں کو ثواب ملیگا۔ امام ابو یوسف محمد وغیرہما کا قول ہے کہ جنوں کو طاعت پر ثواب ملیگا اور وہ جنت میں داخل ہونگے اور امام ابو حنیفہ سے تین روایتیں ہیں اول یہ کہ ان کے لئے کوئی ثواب نہیں سوائے اسکے کہ وہ آگ سے نجات پا جائیں گے اور پھر انہیں حکم ہوگا کہ دوسرے حیوانات کی طرح مٹی ہو جائیں دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہونگے مگر دخول جنت سے بڑھ کر انہیں کوئی ثواب نہ ملے گا۔ تیسرا قول توقف کا ہے اور حق یہی ہے کہ گو جنوں کے عذاب اور آگ میں جانے کا ذکر قرآن شریف میں ہے مگر ان کے بہشت میں جانے کا کوئی ذکر نہیں نہ ان نعماء کے حاصل کرنے میں ان کا ذکر ہے جو اہل جنت کے لئے ہیں۔ اور ہونا بھی یوں ہی چاہئے تھا اس لئے کہ وہ ادنیٰ درجہ کی ہستیاں ہیں اور جنت کے اعلیٰ مقام کو حاصل نہیں کر سکتیں وہ انسان کی صفات بہیمی سے تعلق رکھتی ہیں اور بہشت میں چونکہ یہ صفات بہیمی نہ ہونگی اس لئے جنات کا بھی وہاں کوئی کام نہیں اور دوزخ میں وہ اس لئے ہیں کہ صفات بہیمی کی وہاں اصلاح ہوگی اور جب تک وہ اصلاح نہ ہو جائے ایک نہ ایک رنگ میں ان ہستیوں کا باقی رہنا بھی ضروری ہے جو ان صفات سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن بہشت میں وہی جائیگا جس کی صفات بہیمی کی اصلاح ہو چکی ہے ÷

کیا جن جنت میں جائینگے

ف ۳۲۶۰ یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ یہ نعمتیں جن کا اوپر ذکر ہے جن میں باغ اور پھل اور قاصرات الطرف ہیں یہ سب کچھ ان نیکیوں کا اجر ہے جو کسی انسان نے کی ہیں۔ پس ان نعمتوں میں ضروری ہے کہ مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوں اس کے ساتھ ہی اس آیت نے عمل کے لئے ایک نہایت خوبصورت راہ بتائی ہے کہ جو شخص کسی کے ساتھ کچھ احسان کرتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ بھی اس کے ساتھ احسان کرے بہت لوگ ہیں جو یہ تو چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ نیکی کریں۔ مگر خود دوسرے کے ساتھ نیکی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور یاقوت جواہر میں سے ہے جس کی جمع یواقیت ہے۔

یاقوت

ف ۳۲۶۱ یہ دو جنت ہر رنگ میں پہلے دو جنتوں کی طرح ہی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک سابقین مقربین کے لئے ہیں اور دوسرے معمولی مومنین کے لئے اور اگلی سورت میں ان دونوں گروہوں کا بالتفصیل ذکر ہے یعنی سابقین یا مقربین کا اور اصحاب الیمین کا اور من دونهما میں اشارہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان سے کمتر ہیں۔ اس لئے پہلے سابقین کے لئے ہیں اور یہ اصحاب الیمین کے لئے اور ابن جریر میں اسکے

مقربین اور اصحاب الیمین کے لئے جنت

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ
دونوں بہت سرسبز ہیں ۳۲۶۲ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ان دونوں میں دو چشمے جوش

نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّ
مار رہے ہیں ۳۲۶۳ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ان دونوں میں پھل ہے اور کھجور اور

رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ
انار ۳۲۶۴ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ان میں اچھی خوبصورت ہونگی ۳۲۶۵ تو تم اپنے

اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾
رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے حوریں جو خیموں میں رکھی ہوئی ہیں ۳۲۶۶ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

مطابق ایک مرفوع روایت بھی ہے اور بعض نے پچھلے دو کو افضل کہا ہے مگر پہلا قول ترجیح کے قابل ہے دیکھو ۳۲۸۹ اور اگلی سورت میں جہاں دونوں گروہوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ سابقین کے ذکر کو ہی مقدم کیا ہے۔ اس لئے یہاں بھی وہی مقدم ہونا چاہئے اور یہ بھی دو ہی جنت ہیں۔ یعنی ایک اس دنیا کا اور ایک آخرت کا اور ان جنتوں میں چار چشموں یا دریاؤں کا ذکر ہے اور اس میں ایک طرف اشارہ فتوحات ملکی کی طرف بھی ہے۔ چنانچہ حدیث مسلم میں ما فی الدنیا من انہار الجنۃ کے باب میں ہے عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سیحان وجیحان والفرات والنیل کل من انهار الجنة یعنی سیحون اور جیحون اور فرات اور دجلہ دنیل کا لفظ یہاں دجلہ کے لئے ہی معلوم ہوتا ہے) جنت کی نہروں میں سے ہیں تو یہ بھی چار ہی دریا ہیں اور یوں ان چار دریاؤں کے ذکر میں جو ان آیات میں مذکور ہیں ان چار کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ اور مسلمانوں نے پہلے اس علاقہ کو فتح کیا جس میں دجلہ و فرات ہیں اور بعد میں اس کو جس میں سیحون اور جیحون ہیں +

فتوحات ملکی کی طرف اشارہ

دھمۃ۔مدھام
۳۲۶۲ مدھامتان۔ دُھمۃ رات کی سیاہی کو کہتے ہیں اور اس سے گھوڑے کی سیاہی بھی مراد لی جاتی ہے۔ اور ایسی سبزی بھی جس کا رنگ کمال سرسبزی کو پہنچا ہوا ہو۔ (غ)

نضخ۔نضاخۃ
۳۲۶۳ نضاختان۔ نَضْخ کے معنی پانی کے جوش مارنے کی شدت اور اس کا چشمہ سے پھوٹ کر نکلنا ہیں اور عین نضاخۃ وہ چشمہ ہے جو پانی کے ساتھ جوش مار رہا ہو (ل)، گویا یہ ابتدا ہے اور پہلی حالت میں وہ چشمے بہ رہے ہیں اسی طرح یہاں صرف باغوں کی سرسبزی کی طرف توجہ دلاتی ہے، اور پہلی صورت میں انہیں بہت شاخوں والے قرار دیا ہے +

رُمّان
۳۲۶۴ رُمّان انار ہے، اور فاکھۃ کے بعد نخل و رمان کے ذکر میں عطف خاص علی العام ہے اور پہلے جنتوں میں ہر پھل کے دو نوع قرار دیئے ہیں اور یہاں اس کا ذکر نہیں۔

خیرات
۳۲۶۵ خیرات۔ خَیْرَۃ کی جمع ہے وھی الفاضلۃ من کل شیٔ یعنی ہر قسم کی فضیلت والی چیز کو خَیْرَۃ کہا جاتا ہے (ل)، اور اچھی عورت کو بھی امراۃ خَیْرَۃ کہا جاتا ہے اور یہاں خیرات سے مراد خَیِّرات ہیں اور خَیِّر اسے کہتے ہیں جو فاضل ہو اور غیر سے مختص ہو (غ)، اور قرآن کریم میں ہے فاستبقوا الخیرات جہاں خیرات سے مراد خوبیاں اور بھلائیاں ہی ہیں +

حسان۔حسناء
حسان حَسَنٌ اور حَسَنَۃ کی جمع بھی حِسان آتی ہے اور حَسْنَاء کی بھی اور امراۃ حسناء خوبصورت عورت کو کہا جاتا ہے (ل)،

خیمۃ
۳۲۶۶ خیام خَیْمَۃ دیہاتیوں کا گھر ہے جسے وہ درختوں کی ٹہنیوں سے بناتے ہیں۔ اور عرب کے نزدیک وہ بیت اور منزل

۷۴ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۞ ۷۵ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۞

انہیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ جن نے تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

۷۶ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۞ ۷۷ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

سبز قالینوں اور خوبصورت فرشوں پر تکیے لگائے ہوئے ہونگے ۳۲۶۷ تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو

۷۸ تُكَذِّبَانِ ۞ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۞

جھٹلاؤ گے تیرے رب کا نام بابرکت ہے جو جلال اور عزت والا ہے۔

کی طرح ہے اور بعض کا قول ہے کہ اگر درختوں سے نہ بنا ہو تو اسے خیمہ نہیں کہا جائیگا اور حدیث میں ہے۔ الشہید فی خیمۃ اللہ اور یہ استعارہ ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ظل کے لئے کیونکہ دوسری حدیث میں ہے الشہید فی ظل اللہ (ل) اور یہاں جن خیموں کا ذکر ہے وہ بھی استعارہ کا رنگ ہی ہو سکتا ہے اور یا شاید یہ مطلب ہو کہ ابھی وہ ظاہر نہیں ہوئیں۔

رفرف

۳۲۶۷ رفرف۔ رفیف الشجر درخت کی شاخوں کا انتشار ہے اور رَفَّ الطیرُ پرندے نے اپنے بازو پھیلائے اور رفرف پھیلے ہوئے پتے ہیں اور یہاں مراد ایک قسم کا کپڑا ہے جو مرغزار سے مشابہ ہوتا ہے (غ) اور رفرف ایک حدیث میں خیمہ کی چھت کے معنی میں اور آنحضرت صلعم کی وفات کی حدیث میں خیمہ کے پردہ کے معنی میں آیا ہے اور بعض کے نزدیک یہ جمع ہے جس کا واحد رفرفۃ ہے اور بعض نے یہاں رَفرف سے مراد ریاض الجنۃ یعنی باغ کے قطعات لئے ہیں اور بعض نے فرش اور بچھانے کی چیزیں (ل)۔

عبقری

عبقری۔ عَبْقَر ایک موضع کا نام ہے جس کے متعلق اہل عرب کا خیال تھا کہ وہ جنّوں کی سرزمین میں ہے پھر اس کی طرف ہر چیز کو نسبت کیا جاتا ہے اس کی دانائی کی وجہ سے یا اس کے بنانے کی کمال خوبی اور اس کی قوت کی وجہ سے (ل) اور حدیث میں (حضرت عمر کے متعلق) ہے فلم اَرَ عبقریا یفری فریہ اور عبقری القوم قوم کے سردار اور ان کے بڑے کو کہا جاتا ہے۔ چونکہ عرب عبقر کو جنّوں کا مکان سمجھتے تھے اس لئے جس چیز کو دیکھتے تھے کہ دوسروں پر فوقیت لے گئی ہے اور نادر ہے جس کا کرنا مشکل ہے یا اپنے نفس میں عظمت رکھتی ہے اسے عبقری کہہ دیتے تھے اور حدیث میں عبقری بمعنی دیباج یا ایسے فرش کے آیا ہے جو نشانوں والا ہو (ن)، اور وہ ایک قسم کا فرش ہے اور یہاں جنت کے فرشوں کے لئے بطور مثال بیان کیا گیا ہے (غ) اس سے معلوم ہوا کہ عظمت یا ندرت کے لحاظ سے جنّ کی طرف نسبت دینے کا عرب میں عام محاورہ تھا +

سورۃ الواقعۃ مکیۃ وھی ستّ وّتسعون اٰیۃ وّثلٰث رکوعات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ ۙ لَیْسَ لِوَقْعَتِہَا کَاذِبَۃٌ ۘ خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ۙ اِذَا رُجَّتِ

جب ہو جانے والی (بات) ہو جائیگی اس کے ہو جانے میں کوئی جھوٹ نہیں ۳۲۶۸ (وہ کسی کو) نیچا کرنیوالی (کسی کو) اونچا کرنیوالی (ہو) جب زمین

الْاَرْضُ رَجًّا ۙ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ فَکَانَتْ ہَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ وَّکُنْتُمْ

سخت حرکت سے ہلے گی ۳۲۶۹ اور پہاڑ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے ۳۲۷۰ پس وہ اڑتا ہوا غبار ہو جائیں۔ اور تم

اَزْوَاجًا ثَلٰثَۃً ؕ فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ؕ ۸

تین قسم ہو ۳۲۷۱ سو برکت والے برکت والوں کی کیا (اچھی) حالت ہے ۳۲۷۲

تمہید سورت — اس سورت کا نام الواقعۃ ہے اور اس میں تین رکوع اور چھیانوے آیتیں ہیں اس کا نام الواقعۃ پہلی ہی آیت میں مذکور ہے اور یہ وقوع میں آنے والی چیز جزا و سزا کی گھڑی ہے اور اس دنیا کی جزا و سزا، قیامت کی جزا و سزا دونوں اس کے اندر آجاتی ہیں۔ اور اس میں انسانوں کے تین گروہوں کا ذکر ہے گروہ اول جو مقربین بارگاہ الٰہی ہیں۔ گروہ دوم عامہ مومنین گروہ سوم مکذبین اور اعدائے حق یہ سورت مکی ہے اور اسی زمانہ کی ہے جس زمانہ کی اس سے پہلی سورت اور اس میں اسی کے مضمون کو جاری رکھا ہے۔ وہاں بھی در اصل تین گروہوں کا ہی ذکر تھا یہاں واضح کر کے بیان کر دیا ہے۔

کاذبۃ — ۳۲۶۸ کاذبۃ اس موقعہ پر مصدر ہے جیسے عافیۃ۔ عاقبۃ (ج) یا کذب یہاں نفس فعل کی طرف منسوب ہے جیسے نیلۃ صادقۃ یعنی کاذبۃ اور ناصیۃ کاذبۃ (العلق ۹۶-۱۶) میں مبالغہ ہے جیسے کذاب میں (غ) یا محذوف موصوف نفس کی صفت اور اسم فاعل ہے (م)

الواقعۃ سے مراد قیامت لی گئی ہے لیکن اس کا اطلاق عام بھی ہے اور سختی اور ناپسندیدگی کے موقعہ پر بولا جاتا ہے ۱۸۱۲ پس اس میں اشارہ قیامت کی طرف بھی ہے اور اس سزا کی طرف بھی جس کا مخالفین کو وعدہ دیا جاتا تھا۔

رَجّ — ۳۲۶۹ رجت۔ رَجّ کے معنی ہیں کسی چیز کو ہلانا اور اسے اضطراب میں کر دینا۔ اور اذا رجت الارض رجا کے وہی معنی ہیں جو اذا زلزلت الارض زلزالھا کے معنی ہیں (غ)

بَسّ — ۳۲۷۰ بست۔ بَسّ کے معنی ہیں ایک چیز کو ریزہ ریزہ کر دینا یا پیس ڈالنا اور بعض کے نزدیک اس کے معنی تیز چلانا بھی ہیں (غ)

زوج — ۳۲۷۱ ازواجا ثلٰثۃ۔ زوج کا استعمال وہاں بھی ہوتا ہے جہاں ایک چیز کا دوسری کے ساتھ ذکر کیا جائے خواہ بلحاظ مماثلت اور خواہ بلحاظ مقابلہ ان تین گروہوں کو جن میں سے دو جنتی ہیں اور ایک اہل نار اس لحاظ سے ازواج کہا ہے کہ ایک ہی اصول پر عمل پیرا ہونے یا اُن کو چھوڑنے سے وہ تین قسمیں بنتی ہیں۔

یُمن۔ میمنۃ — ۳۲۷۲ میمنۃ۔ اور یُمن کے ایک ہی معنی ہیں یعنی برکت۔ اور اصحاب المیمنۃ وہ ہیں جو اپنے نفسوں پر برکت کا موجب ہیں (ل)

۹، ۱۰ وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ؕ وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ۚۙ

اور بدبختی والے بدبختی والوں کی کیا (بری) حالت ہے ۳۲۷۳ اور آگے بڑھنے والے سب سے آگے ہی ہیں

۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ اُولٰٓئِکَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ۚ فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ﴿﴾ ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ۙ وَقَلِیۡلٌ

وہی مقرب ہیں نعمتوں والے باغوں میں ایک بڑی جماعت پہلوں میں سے اور تھوڑے سے

۱۵ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ ؕ عَلٰی سُرُرٍ مَّوۡضُوۡنَۃٍ ۙ

پچھلوں میں سے ۳۲۷۴ جڑاؤ تختوں پر ۳۲۷۵

مشئمة

۳۲۷۳ مشئمة اور شؤم کے ایک ہی معنی ہیں اور یہ ضد یمن ہے یعنی نحوست (ل)

ثُلّة

۳۲۷۴ ثلة - ثُلّة بھیڑ بکری کی جماعت پر بولا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک بڑی جماعت سے مخصوص ہے اور ثُلّة انسانوں کی جماعت پر (ل)

پہلوں میں سابقین کیوں زیادہ تھا

سابقین میں جو مقربان بارگاہ الٰہی ہیں فرمایا کہ کثیر حصہ پہلوں میں سے ہوگا۔ اور تھوڑے پچھلوں میں سے یہ اولین کون ہیں قرآن کریم نے خود دوسری جگہ بتا دیا والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار (التوبة ۹ ...۱۰۰) اور اس کی وجہ یہ ہے جیسا کہ ۱۳۲۱ میں دکھایا گیا ہے۔ کہ جس قدر قربانیاں اس وقت لوگوں نے کیں پچھلے زمانہ میں اس قدر قربانیاں نہیں کیں ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آیندہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے دروازۂ تکمیل بند کر دیا ہے یا تنگ کر دیا ہے۔ اور بہت یا تھوڑے بلحاظ نسبت ہیں یعنی جو لوگ پہلے پہلے اسلام لائے انہیں چونکہ بڑے بڑے دکھ اللہ تعالیٰ کے رستے میں اٹھانے پڑے اس لئے ان کا بڑا حصہ مقربین بارگاہ الٰہی میں داخل ہوا۔ اور پچھلے لوگوں میں سے کثیر حصہ کو چونکہ ایسا مقابلہ پیش نہیں آیا اس لئے ان میں سے تھوڑے سابقیت کے مرتبہ کو حاصل کرتے ہیں اور یہ آیت

صحابہ میں سے اولین مہاجرین کے کثیر حصہ کا مقرب بارگاہ الٰہی ہونا اور عیسائیت اور اہل تشیع پر اتمام حجت

جو اولین میں سے کثیر حصہ کو مقربین بارگاہ الٰہی ٹھہراتی ہے نہ صرف عیسائیوں پر ہی اتمام حجت کرتی ہے جو حضرت عیسیٰ کے متعلق من المقربین قرآن میں پاکر سمجھتے ہیں کہ ایک حضرت عیسیٰ ہی خدا کے پاس پہنچے ہیں یہ آیت امت محمدیہ کے اولین گروہ یعنی اولین من المھاجرین والانصار سے کثیر حصہ کو مقربین میں داخل کر کے صاف بتاتی ہے کہ بلحاظ درجات یہ لوگ بھی حضرت عیسیٰ سے نیچے نہیں رہے اور گروہ انبیاء میں ہی داخل ہیں بلکہ ان اہل تشیع پر بھی یہ حجت قاطع ہے۔ جو اولین من المھاجرین والانصار کے کثیر گروہ کو نعوذ باللہ منافق قرار دیتے ہیں اور مومنین کی کثرت کو مہدی غائب کے ظہور سے وابستہ قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم اپنے نہایت ہی کھلے الفاظ میں ان کی تردید کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اولین میں سے مقربین کا حصہ کثیر ہے اور آخرین سے قلیل اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے آج ایک نئی نبوت قایم کرنے کی کوشش میں یہاں تک صحابہ کی شان میں گستاخی کی ہے کہ یہ لکھ دیا ہے کہ انہوں نے کامل فرمانبرداری رسول اللہ صلعم کی نہیں کی اسی لئے ان میں سے کوئی نبی نہ بنا ان پر بھی یہ آیت اتمام حجت کرتی ہے۔ اور صحابہ کے کثیر حصہ کو مقربین بارگاہ الٰہی میں داخل کر کے یہ بتاتی ہے کہ انہوں نے جس حد تک آنحضرت صلعم کی فرمانبرداری کی اس حد تک پچھلوں کو میسر نہیں آسکتا +

موضونة

۳۲۷۵ موضونة - وَضۡن زرہ کا بننا ہے اور ہر ایک مضبوط بننے پر استعمال ہوا ہے (رغ) اور وَضۡن کے اصل معنے ایک چیز کے بعض کا بعض پر دوہراتے چلے جانا ہے جیسے اینٹوں یا پتھروں کا اوپر تلے رکھنا اور اسی قسم کی چیزوں کے جواہرات یا کپڑوں سے بننے پر بولا جاتا ہے (ل) اور اس کے معنی مَضۡفُوۡفَۃ بھی کئے گئے ہیں (رج) یعنی قطاروں میں بچھائے ہوئے +

مُّتَّكِـِٔينَ عَلَيۡهَا مُتَقَٰبِلِينَ ۝ يَطُوفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَٰنٞ مُّخَلَّدُونَ ۝ بِأَكۡوَابٖ وَ ١٦ ١٧ ١٨

اُن پر تکیے لگائے ہوئے آمنے سامنے (ہونگے) ان پر ہمیشہ ایک حالت میں رہنے والے لڑکے پھر رہے ہونگے ٣٢٧٦ آبخورے اور

أَبَارِيقَ وَكَأۡسٖ مِّن مَّعِينٖ ۝ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنۡهَا وَلَا يُنزِفُونَ ۝ وَ ١٩ ٢٠

لوٹے اور جاری (پانی) کا پیالہ لئے ہوئے ٣٢٧٧ اس سے انہیں دردِ سر نہ ہوگی اور نہ وہ متوالے ہونگے اور

فَٰكِهَةٖ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝ وَلَحۡمِ طَيۡرٖ مِّمَّا يَشۡتَهُونَ ۝ وَحُورٌ عِينٞ ۝ كَأَمۡثَٰلِ ٱللُّؤۡلُوِٕ ٢١ ٢٢ ٢٣

میوہ جیسا وہ پسند کریں اور پرند کا گوشت جس کی انہیں خواہش ہو اور خوبصورت حوریں محفوظ رکھے ہوئے موتیوں

ٱلۡمَكۡنُونِ ۝ جَزَآءَۢ بِمَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ۝ لَا يَسۡمَعُونَ فِيهَا لَغۡوٗا وَلَا تَأۡثِيمًا ۝ إِلَّا ٢٤ ٢٥ ٢٦

کی طرح اس کا بدلہ جو وہ عمل کرتے تھے وہ اس میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات مگر

قِيلٗا سَلَٰمٗا سَلَٰمٗا ۝ وَأَصۡحَٰبُ ٱلۡيَمِينِ مَآ أَصۡحَٰبُ ٱلۡيَمِينِ ۝ فِي سِدۡرٖ مَّخۡضُودٖ ۝ ٢٧ ٢٨

ایک ہی بات سلامتی سلامتی اور برکت والے برکت والوں کی کیا (اچھی) حالت ہے بیریوں میں (رہیں) جن کے کانٹے نہیں ٣٢٧٨

وَطَلۡحٖ مَّنضُودٖ ۝ وَظِلّٖ مَّمۡدُودٖ ۝ وَمَآءٖ مَّسۡكُوبٖ ۝ وَفَٰكِهَةٖ كَثِيرَةٖ ۝ لَّا مَقۡطُوعَةٖ ٢٩ ٣٠ ٣١ ٣٢ ٣٣

اور کیلے تہ بتہ (پھل والے) اور وسیع سایہ اور گرتا ہوا پانی ٣٢٧٩ اور بہت پھل نہ منقطع ہو اور

وَلَا مَمۡنُوعَةٖ ۝ وَفُرُشٖ مَّرۡفُوعَةٍ ۝ إِنَّآ أَنشَأۡنَٰهُنَّ إِنشَآءٗ ۝ ٣٤ ٣٥

نہ (اس سے) کوئی روکے اور بلند فرش ہم نے انہیں ایک نئی پیدائش میں اٹھا کھڑا کیا ہے

مخلّد ٣٢٧٦ مخلدون۔ اپنی حالت پر باقی رہنے والے ان میں استحالہ نہیں ہوگا۔ (یعنی حالت تبدیل نہیں ہوگی) یا زیوروں سے آراستہ کیونکہ خَلَدَ ایک قسم کی بالی ہے۔ (غ)

ابریق ٣٢٧٧ اباریق۔ اِبۡرِیق کی جمع ہر کوزہ یا کوزہ کی مثل۔ اور اکواب اور اباریق میں فرق یہ کیا گیا ہے کہ اکواب میں دستے اور ٹونٹی نہیں ہوتی اور اباریق میں ہوتی ہے۔ (ج)

مخضود ٣٢٧٨ مخضود۔ خَضَدَ گیلی چیز کا یا خشک کا توڑنا ہے بشرطیکہ الگ الگ ٹکڑے نہ ہو جائیں اور درخت کے کانٹے توڑنے یا دور کرنے پر بھی بولا جاتا ہے اور ایسے درخت کو مخضود کہا جاتا ہے (ل) اور یہ معنی ایک مرفوع حدیث میں بھی ہیں مگر مجاہد اور ضحاک سے اس کے معنی مروی ہیں جو پھل کے بوجھ سے شاخیں ٹوٹی پڑتی ہوں۔ یا وہ ہری ہو گئی ہوں (ج) اور پہلے معنی ہی قابل ترجیح ہیں اس لئے کہ ظاہر کرتا ہے کہ اس دنیا کی بیریاں نہیں جن میں کانٹے ہوتے ہیں کیونکہ جنت میں کوئی ایذا دینے والی چیز نہیں اور وہاں کی بیریاں بھی کچھ اور حقیقت رکھتی ہیں

طلح ٣٢٧٩ طلح۔ کیلے کے درخت کو کہتے ہیں۔

سکب مسکوب مسکوب۔ سَکَبَ الماء کے معنی ہیں پانی بہایا۔ اور ماء مسکوب بہایا ہوا یا گرایا ہوا پانی۔

۳۶ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ ۳۸

اور انہیں نوجوان بنایا ہے محبت والیاں (انہی کی) ہم شکل ۳۲۸ برکت والوں کے لئے

عروبة

۳۲۸ عربا عُرُب عَرُوْبَةٌ کی جمع ہے گویا وہ اپنے حال کو اپنی عفت سے اور خاوند کی محبت سے کھول کر بیان کر دینے والی ہے کیونکہ اعراب کے معنی بیان کرنا ہیں (رغ)

جنت میں اس دنیا کی عورتیں

یہ عورتیں کون ہیں؟ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ ایک بڑھیا نبی کریم صلعم کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے دعا کریں کہ میں جنت میں جاؤں آپ نے فرمایا جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی وہ روتی ہوئی لوٹ گئی تو آپ نے فرمایا کہ اسے کہہ دو کہ مطلب یہ ہے کہ بڑھیا ہونے کی حالت میں کوئی عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے انا انشا نھن انشاء فجعلنٰھن ابکارا لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس طرح پہلے مقربین کے لئے کچھ نعماء کا ذکر ہے اور ان میں حور عین کا ذکر ہے اس کے مقابل پر یہاں اصحاب الیمین کے لئے عربا اترابا کا ذکر ہے اور یہ ترتیب ضروری ٹھیراتی ہے کہ یا تو دونوں جگہ مراد اس دنیا کی عورتیں لی جائیں تو اس صورت میں حور عین بھی انہی مقربین بارگاہ الٰہی کی صفت ہوگی جو عورتوں میں سے قرب الٰہی کا بلند مرتبہ حاصل کرتی ہیں اور یا انا انشا نھن انشاء میں بھی حور عین کا ہی ذکر ہے گو لفظ دوسرے ہوں اور میرے نزدیک ترجیح اسی دوسری بات کو ہی ہے۔ کہ قرآن کریم میں جہاں اس قسم کا ذکر آیا ہے۔ وہ نعمائے جنت میں سے ایک نعمت ہے جو مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں ہے۔ اور اعمال حسنہ کے نیک نتائج کو جس طرح

نعمائے جنت میں بقا اور سرور کا سامان

ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے جو کھانے پینے سے تعلق رکھتے ہیں اور انسان کے لئے بقا کا موجب ہیں اسی طرح ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے جو حسن منظر سے تعلق رکھتے ہیں اور راحت اور لذت اور سرور کا موجب ہوتے ہیں جس طرح اس دنیا کی زندگی میں ایک وہ چیزیں ہیں جو انسان کی بقا کا موجب ہیں اور دوسری وہ جو اس کی راحت اور سرور کا موجب ہیں اسی طرح نعمائے بہشتی میں دونوں چیزوں کا ذکر ہے اور غرض صرف یہ بتانا ہے کہ بہشت میں وہ اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں بھی ملیں گی جو انسان کی روح کے بقا کا موجب ہیں اور وہ بھی جو اس کی روح کے لئے لذت اور سرور کا موجب ہیں پس ایک طرف اگر پھلوں کا اور گوشت کا اور پانیوں اور دودھ کا اور اور ایسی چیزوں کا ذکر ہے تو دوسری طرف مناظر حسن کا ذکر ہے کیونکہ حسن انسان کی طبیعت میں سرور اور راحت پیدا کرنے میں سب سے بڑا سامان ہے۔ پھر اس حسن کا رنگ کہیں تو زیب و زینت کے سامانوں میں نظر آتا ہے۔ جیسے تخت اور فرش یا مناظر قدرت کے رنگ میں جیسے چشمے اور درخت وغیرہ لیکن ان دونوں سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ نے انسان کی شکل میں حسن کو انسان کے لئے مرغوب خاطر کیا ہے اس لئے مناظر حسن و جمال کو کمال کو پہنچانے کے لئے اس رنگ کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اسی میں حور و غلمان کا یا قاصرات الطرف کا ذکر ہے لیکن بہشت کی سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی کو قرار دیا ہے اور یوں بتایا ہے کہ اصل غرض کیا ہے +

مقربین اور اصحاب الیمین کی جنتوں میں فرق کا رنگ

مقربین اور اصحاب الیمین کے لئے جن نعمتوں کا ذکر ہے ان میں ایک باریک فرق بھی نظر آتا ہے۔ مثلاً جن نعماء کا ذکر مقربین کے لئے ہے۔ عموماً اس رنگ کی ہیں جو تہذیب اور تمدن کی ترقی کے ساتھ انسان کو مرغوب خاطر ہوتی ہیں مثلاً تخت اور لباس ہائے فاخرہ اور مجالس جن میں ہر قسم کا سامان سرور ہے۔ اور جن نعماء کا ذکر اصحاب الیمین کے لئے ہے وہ ایسی ہیں جو عموماً ابتدائی مراحل پر انسان کی خوشی کا موجب ہوتی ہیں اور اس لئے اہل بادیہ یا دیہات کے رہنے والوں کے لئے ان میں لطف کا سامان ہوتا ہے جیسے بیریاں اور کیلے اور گرتا ہوا پانی اور بیریاں بیری اور کیلے کے ذکر میں بھی ایک پر حکمت بات ہے بیری ایسا درخت ہے جو خشک ترین مقامات میں ہو جاتا ہے اور کیلا کثرت پانی کو چاہتا ہے اور اصل غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ سب ہی قسم کے پھلوں والے درخت ہیں اور سورۃ الرحمٰن کے آخری رکوع میں بھی اسی قسم کا فرق دونوں قسموں کے باغوں میں کیا ہے مثلاً پہلے باغوں کی سرسبزی کی طرف زیادہ توجہ دلائی ہے اور پہلوں کی کثرت اشجار اور شاخوں کی طرف۔ پچھلے باغوں میں چشمے جوش مار رہے ہیں جو نظارہ جنگلوں اور پہاڑوں کا ہے اور پہلوں میں وہ بہ رہے ہیں۔ پچھلے باغوں میں جو حوریں ہیں وہ خیموں میں ہیں اور پہلوں میں خیموں کا ذکر نہیں۔ اور یوں مقربین کی ترقی روحانی کی وجہ

ع ۲ ۱۵

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ ۳۹ ۴۰ ۴۱

ایک بڑی جماعت پہلوں میں سے اور ایک بڑی جماعت پچھلوں میں سے اور بائیں ہاتھ والے بائیں ہاتھ والوں

الشِّمَالِ ۝ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ۝ وَظِلٍّ مِّن يَحْمُومٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ۝ إِنَّهُمْ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵

کی کیا (بری) حالت ہے لُوؤں میں اور ابلتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ۳۲۸۱ نہ ٹھنڈا اور نہ عزت والا وہ اس سے

كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۝ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ۝ وَ ۴۶ ۴۷

پہلے آسودگی میں متکبر ہو رہے تھے اور بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے ۔ اور

كَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝ أَوَآبَاؤُنَا ۴۸

کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائینگے تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے

الْأَوَّلُونَ ۝ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۝ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ ۴۹ ۵۰

پہلے باپ دادا بھی کہو پہلے اور پچھلے یقیناً ایک مقررہ دن کے مقرر وقت پر اکٹھے

يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۝ لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن ۵۱ ۵۲

کئے جائیں گے پھر تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! ضرور تھوہر کے درخت سے

زَقُّومٍ ۝ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۝ فَشَارِبُونَ ۵۳ ۵۴ ۵۵

کھاؤ گے پھر اپنے پیٹوں کو اس سے بھرو گے پھر اس کے اوپر ابلتا ہوا پانی پیو گے پھر پیو گے

شُرْبَ الْهِيمِ ۝ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۝ نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ۝ ۵۶ ۵۷

جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے ہم نے تمکو پیدا کیا پھر کیوں تم (دوسری پیدائش کو) سچ نہیں مانتے

أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ۝ أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝ ۵۸ ۵۹

تو کیا تم نے دیکھا جو تم نطفہ ڈالتے ہو کیا تم اسے پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں

سے ان کے لئے ترقی یافتہ قوموں کی راحت کے سامان کا ذکر ہے اور اصحاب الیمین کی ابتدائی حالت کی وجہ سے ان کے لئے انہیں راحت کے سامانوں کا ذکر ہے جن سے ترقی کے ابتدائی مراحل کی قومیں زیادہ مانوس ہوتی ہیں +

یحموم

۳۲۸۱ یحموم کا مادہ ہے ح م جس سے حمیم ہے دھواں جو سخت سیاہ ہو فرط حرارت کی وجہ سے یہ نام ہے (رغ) اور اس ظل کو اگلی آیت میں لا بارد ولا کریم کہا کیونکہ سایہ میں بیٹھنے سے ٹھنڈک بھی حاصل ہوتی ہے اور یہ عزت کا مقام بھی ہے مگر اس سایہ میں ان دونوں باتوں کی نفی کی گئی

۶۰ ۶۱ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ

ہم نے تمہارے درمیان موت مقرر کر دی ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تمہاری مثل بدل

۶۲ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ

کر لائیں اور تمہیں اس صورت میں پیدا کریں جو تم نہیں جانتے ۳۲۸۲ اور یقیناً تم پہلی پیدائش کو جانتے ہو تو

۶۳ ۶۴ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ۝ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۝

پھر نصیحت کیوں نہیں پکڑتے کیا تم نے دیکھا جو تم بوتے ہو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں

۶۵ ۶۶ ۶۷ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ۝ بَلْ نَحْنُ

اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں تو تم تعجب کرنے لگو (کہ) ہم پر چٹی پڑ گئی بلکہ ہم

۶۸ ۶۹ مَحْرُومُونَ ۝ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ

محروم ہو گئے کیا تم نے وہ پانی دیکھا جو تم پیتے ہو کیا تم اسے بادل سے اتارتے ہو

۷۰ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ۝

یا ہم اتارنے والے ہیں ۳۲۸۳ اگر ہم چاہتے تو اسے کھاری بنا دیتے تو کیوں تم شکر نہیں کرتے

۷۱ ۷۲ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۝ أَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ

کیا تم نے آگ کو دیکھا جو تم روشن کرتے ہو کیا تم اس کا درخت پیدا کرتے ہو یا ہم

۷۳ الْمُنْشِئُونَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ ۝

پیدا کرنے والے ہیں ہم نے اسے نصیحت بنایا اور مسافروں کے لئے سامان ۳۲۸۴

کریم — اور بعض نے کریم سے مراد نافع لیا ہے کیونکہ یہی اس کا کرم ہے +

بعث بعد الموت میں یہ جسم نہیں — ۳۲۸۲ یہاں بعث بعد الموت پر ہی بحث ہے اسی سے کفار انکار کرتے تھے اسی پر اللہ تعالیٰ نے زور دیا ہے پس ننشئکم فی ما لا تعلمون میں بھی بعث بعد الموت کا ذکر ہے اور یہاں صاف فرما دیا کہ بعث میں تمہاری صورتیں ایسی ہوں گی جنہیں تم نہیں جانتے یعنی یہ صورتیں نہ ہوں گی پس یہ جسم بھی نہ ہوں گے رہا یہ کہ پھر ایک دوسرے کو کس طرح پہچانیں گے تو اگر اس دنیا میں بھی ایک انسان اپنی آواز تک سے پہچانا جا سکتا ہے تو وہاں جہاں سب حالات شکل و صورت میں عیاں اور آشکارا ہو جائیں گے ایک دوسرے کو پہچاننا کون سا مشکل کام ہے +

مُزن — ۳۲۸۳ مُزن بادل کو کہتے ہیں اور اس کا ایک ٹکڑا مُزنۃ ہے (غ)

مقوی — ۳۲۸۴ تذکرۃ آگ کو قیامت کی آگ یعنی دوزخ کے لحاظ سے کہا اور مقوین سے مراد (دیکھو ۳۱۹۵) مسافر ہیں اور ابن زید کا

رکوع ۱۷ / ۲۲

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ ۷۴ ۷۵ ۷۶

سو اپنے رب عظمت والے کے نام کی تسبیح کر (ایسا نہیں میں قرآن کے حصوں کے نزول کی قسم کھاتا ہوں ۳۲۸۵ اور یقیناً وہ بھاری قسم ہے اگر

عَظِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ ۷۷ ۷۸ ۷۹

تم جانو — یقیناً یہ قرآن نفع پہنچانے والا ہے — محفوظ کتاب میں — سوائے پاکوں کے اسے کوئی نہیں چھوتا ۳۲۸۶

قول ہے کہ مقوی زبان عرب میں بھوکے کو کہتے ہیں (ج) اور مسافر کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا کہ وہ زیادہ محتاج ہوتا ہے حضرت علی کے متعلق روایت ہے کہ ان چاروں موقعوں پر جہاں جہاں سوال کا رنگ ہے آپ پڑھتے تھے بل انت یارب۔

لا — ۳۲۸۵ لا عدم محض کے لئے استعمال ہوتا ہے اور تینوں زمانوں میں اور اسم اور فعل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور بعض وقت لا ایک کلام مثبت پر داخل ہوتا ہے اور وہ کلام محذوف کی نفی کرتا ہے جیسے ما یعزب عن ربك من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء (یونس ۱۰ - ۶۱) اور اسی پر محمول ہے لا اقسم بیوم القیٰمۃ (القیٰمۃ ۷۵ - ۱) فلا اقسم برب المشارق (المعارج ۷۰ - ۴۰) فلا وربك لا یؤمنون (النساء ۴ - ۶۵) اور جیسے یہاں اور بعض وقت دو متضاد باتوں پر مکرر لایا جاتا ہے اور دونوں میں اثبات امر مراد ہوتا ہے اور کبھی ان کے درمیان کسی حالت کا اثبات ہوتا ہے مثلاً لا شرقیۃ ولا غربیۃ (النور ۲۴ - ۳۵) جس سے مراد ہے کہ وہ شرقی بھی ہے اور غربی بھی (غ) اور

لولا — لولا دو طرح پر آتا ہے کسی چیز کا امتناع اس کے غیر کے وقوع کی وجہ سے لولا انتم لکنا مؤمنین (السبا ۳۴ - ۳۱) اور دوسرا بمعنی ھلا اور اس کے پیچھے فعل آتا ہے جیسے لولا ارسلت الینا رسولا (غ)

مواقع النجوم سے مراد — ابن عباس۔ مجاہد عکرمہ کے نزدیک مواقع النجوم سے مراد یہاں قرآن کریم کے نجوم یا ٹکڑوں کا نزول یا وقت نزول ہی ہے (ج) دیکھو ۳۱۹۲ اور روح المعانی میں ہے کہ اس کے بعد انہ لقرآن کریم لا کر اسے گویا صراحت سے بیان کر دیا ہے کہ مواقع النجوم سے مراد نزول قرآن ہی ہے اور اگر نجوم سے مراد ستارے لئے جائیں تو مواقع سے مراد ان کا غائب ہونا لیا جائیگا اس کے لئے بھی ۳۱۹۲ دیکھو اور بخاری میں ہے کہ مواقع النجوم سے مراد محکم القرآن ہے یعنی قرآن شریف کی محکم آیات۔

قرآن کی عزت اور حفاظت — ۳۲۸۶ قرآن کے ہر حصہ کے نزول کو بطور شہادت یا قسم پیش کر کے جواب قسم میں تین باتیں بیان فرمائی ہیں (۱) یہ قرآن کریم ہے۔ (۲) یہ محفوظ کتاب میں ہے (۳) سوائے پاکوں کے اسے کوئی نہیں چھوتا۔ اب ظاہر ہے کہ جواب قسم وہ ہے جسے ثابت کرنا مقصود ہے اور قسم بجائے شہادت ہے پس قرآن کے ہر حصہ کے نزول کو بطور شہادت پیش کیا ہے کہ یہ قرآن کیا ہے۔ یعنی اندرونی شہادت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

کریم — پہلی بات قرآن کا کریم ہونا ہے کریم کے لئے دیکھو ۲۷۴۲ قرآن کو کریم بلحاظ اس کے معزز اور ممتاز ہونے کے بھی کہا جا سکتا ہے مگر یہ پھر صرف ایک دعویٰ ہوگا کریم جب اللہ تعالےٰ کا وصف ہو تو مراد اس کا احسان و انعام ہوتا ہے پس کلام الٰہی کے کریم ہونے میں بھی اس کے ذریعہ سے احسان و انعام ہی مراد ہے یعنی دنیا کو اس سے نفع پہنچیگا اور قرآن کا نزول اس پر یوں گواہ تھا کہ جو کچھ نازل ہو رہا تھا وہ انسانوں میں ایک روحانی انقلاب پاکیزگی کیطرف پیدا کرتا چلا جاتا تھا وقیل الکرم اسم من کثرۃ البذل والاحسان والاتصاف بما یحمد من الاوصاف ککثرۃ النفع (۲) فی کتاب مکنون میں یعنی لئے گئے ہیں کہ وہ آسمان پر ہونے کی وجہ سے گرد و غبار سے محفوظ ہے اور شیاطین اسے لیکر نہیں اترے بلکہ ملائکہ لے کر آتے ہیں (ج) یہ دونوں باتیں قرآن شریف کی اس خاص عظمت پر کچھ روشنی نہیں ڈالتیں جس کے ثابت کرنے کے لئے اتنی بڑی قسم کھائی گئی ہے جس طرح قرآن کا کریم ہونا ایک عظیم الشان امر ہے جو پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا یعنی دنیا بھی اس کی قائل ہوگئی اسی طرح فی الحقیقت باقی دو امور بھی ایسے ہی عظیم الشان امور ہیں جو قرآن کریم کی خصوصیت کو دیگر کتب پر ثابت کرتے ہیں اور مکنون سے مراد یہ ہے کہ وہ دشمنوں کے حملوں اور منصوبوں سے محفوظ ہے یعنی وہ اسے برباد نہیں کر سکتے اور تغیر و تبدل سے بھی محفوظ ہے وقیل ای فی کتاب مصون

۸۰ ۸۱ ۸۲ تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ

جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے — تو کیا تم اس کلام کو جھوٹا قرار دیتے ہو — اور (اسے) اپنا حصہ ٹھیراتے ہو کہ تم

۸۳ ۸۴ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝

جھٹلاتے ہو ۳۲۸۷ — تو کیوں نہیں ہوتا کہ جب (روح) گلے میں آ پہنچتی ہے — اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو

۸۵ ۸۶ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝

اور ہم تمہاری نسبت اس سے قریب تر ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے — تو کیوں — اگر تم کسی کے ماتحت نہیں ۳۲۸۸

عن التبدیل والتغییر وھو المصحف الذی بایدی المسلمین ویتضمن ذلک الاخبار بالغیب لانہ لم یکن اذ ذاک مصاحف (م) اب تیسری بات یہ ہے کہ اسے پاکوں کے سوائے کوئی چھو نہیں سکتا تو اس میں ابن جریر میں ایک قول کے مطابق ملائکہ کے ساتھ رسول اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو انہی کی طرح گناہوں سے پاک کئے گئے ہیں اور روح المعانی میں ایک قول ہے کہ مطہرون سے مراد کفر سے پاک یعنی مومن ہیں۔ اور مسہ سے مراد یطلبہ ہے حقیقت یہ ہے کہ اوپر جو دو باتیں بیان ہوئیں کہ قرآن پاک کے منافع بہت ہیں جو لوگوں کو اس سے پہنچیں گے اور کہ یہ دشمنوں سے محفوظ ہے انہی کے ذیل میں یہ تیسری بات ہے کہ اس تک رسائی سوائے پاک لوگوں کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی پس دشمن جو نقصان دینے کی نیت سے اس تک پہنچنا چاہتا ہے وہ اس تک نہیں پہنچ سکتا اسے صرف وہی چھو سکیں گے جو پاک ہیں اور اس سے دونوں باتیں اخذ ہوتی ہیں ایک یہ کہ مسلمان کو بھی چاہئے کہ قرآن کریم کو طہارت کی حالت میں چھوئے اور دوسرے یہ کہ اس کے مضامین عالیہ تک رسائی انہی لوگوں کو ملتی ہے جو اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر کے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں یہ مطہرین کے قرآن شریف تک پہنچنے کے دو رنگ ہیں ایک ظاہری ایک باطنی قرآن شریف کے ظاہری آداب کا جو شخص پاس کرتا ہے وہی اس کے باطن تک بھی پہنچ سکتا ہے اور یہ حکم مسلمانوں کے لئے ہے اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ کفار کو قرآن شریف پڑھنے کیلئے نہ دیا جائے کیونکہ اس طرح تبلیغ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور قرآن کے آنے کی اصل غرض ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ البتہ ایک حدیث سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں کے ہتک آمیز سلوک سے بچانے کے لئے آنحضرت صلعم نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ قرآن شریف کو لیکر دشمن کی سرزمین کی طرف سفر نہ کریں۔ بخاری میں ہے نھینا ان نسافر بالقرآن الی ارض العدو ۔

(لایمسہ الا المطہرون سے مراد)

(مس)

۳۲۸۷ رزق۔ دیکھو ۳۳ نصیب یا حصہ کو بھی کہتے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے (غ)، اور اس کے معنی شکر بھی مروی ہیں (ج)، اور رازق رزق کے خالق اور اس کے عطا کرنے والے اور اس کے سبب کو کہا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس انسان کو بھی کہا جاتا ہے جو وصول رزق میں سبب بن جاتا ہے ومن لستم لہ برازقین (الحجر ۱۵–۲۰)، اور رزاق صرف اللہ تعالیٰ کو کہا جاتا ہے ان اللہ ھو الرزاق (الذاریت ۵۱–۵۸) (غ)

(رزق) (رازق) (رزاق)

۳۲۸۸ مدینین۔ دان الناس کے معنی ہیں انہیں مغلوب کیا یا ماتحت کیا اور حدیث ابی طالب میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اُرِیْدُ من قریش کلمۃ تَدِیْنُ لھم بھا العرب یعنی میں ان سے ایک بات چاہتا ہوں جس سے عرب ان کے ماتحت ہو جاتے اور آنحضرت کو ایک شاعر نے یاسید الناس و دَیّان العرب کہکر مخاطب کیا ہے۔ اور یہاں غیر مدینین کے معنی غیر مملوکین ہیں (ل)، اور مَدِیْن غلام کو اور مَدِیْنۃ لونڈی کو کہا جاتا ہے (غ)

(دان ۔ مدین)

ان آیات میں بتایا ہے کہ انسان کسی دوسرے کے حکم کے ماتحت ہے اگر وہ خود قادر ہے تو اپنی موت پر کیوں قدرت حاصل نہیں جیسا دوسری جگہ فرمایا فادرءوا عن انفسکم الموت ان کنتم صادقین (آل عمران ۳–۱۶۷)

تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ ۸۷ ۸۸ ۸۹

اسے لوٹا نہیں دیتے اگر تم سچے ہو پھر اگر وہ مقربوں میں سے ہے تو راحت

وَّرَيْحَانٌ ۥ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ ۹۰ ۹۱

اور رزق اور نعمت کا باغ ہیں اور اگر وہ برکت والوں میں سے ہے تو تیرے

لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ ۹۲

لئے سلامتی ہے (تو) برکت والوں میں سے ہے ۳۲۸۹ اور اگر وہ جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہے

فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ ۹۳ ۹۴ ۹۵

تو کھولتے پانی کی مہمانی ہے اور دوزخ میں جلنا یہ یقینی سچ ہے

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ ۹۶

سو اپنے رب عظمت والے کے نام کی تسبیح کر

سلام — ۳۲۸۹ فسلم لك من اصحاب اليمين میں سلم کے معنی بخاری میں مُسَلَّم کئے گئے ہیں یعنی یہ بات مسلم ہے کہ تو اصحاب الیمین میں سے ہے اور ابن جریر نے یوں بھی معنی کئے ہیں فسلم لك انت من اصحاب اليمين یعنی اسے یوں کہا جائیگا کہ تیرے لئے سلامتی ہے تو اصحاب الیمین میں سے ہے ۔

سورۃ الحدید مدنیۃ وھی تسع وعشرون اٰیۃ واربع رکوعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے

ع ۱۰ / ۱۷

۱ ۲ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے

۳ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ

وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ (سب سے) پہلے اور (سب سے) پیچھے اور (سب سے) ظاہر اور (سب سے) مخفی ہے

۴ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ

اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ۳۲۹ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ وقتوں میں پیدا کیا

تمہید سورت اس سورت کا نام الحدید ہے اور اس میں چار رکوع اور انتیس آیتیں ہیں اس کا نام الحدید اس ذکر سے لیا گیا ہو کہ جب لوگ حق کو نیست و نابود کرنے پر تل جاتے ہیں تو پھر انبیاء کو بھی تلوار اٹھانی پڑتی ہے۔ ورنہ یہ ان کے آنے کی اصل غرض نہیں ہوتی اسی لحاظ سے اس سورت میں اول اللہ تعالےٰ کے علم و قدرت کی وسعت کا ذکر ہے۔ پھر مسلمانوں کو انفاق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پھر منافقوں کا ذکر کیا ہے جو نصرت دین میں شامل نہیں ہوتے۔ اور مسلمانوں کو بھی توجہ دلائی ہے کہ لمبا زمانہ گذر جانے پر ان کے دل پہلے اہل کتاب کی طرح سخت نہ ہو جائیں۔ پھر بتایا کہ دنیوی زندگی کو غرض بنانے کا نتیجہ دکھ ہے۔ اور آخر پر رسولوں کے ارسال کے قانون کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حق کے قائم رکھنے کے لئے تلوار کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ اور سب سے آخر حضرت عیسیٰ کے متبعین کا ذکر کیا +

یہ سورت مدنی ہے اور اس کا نزول صلح حدیبیہ کے بعد کا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں ان لوگوں کی فضیلت کا ذکر ہے۔ جو من قبل الفتح اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہے۔ بعض لوگوں نے اس کے صدر کو مکی کہا ہے۔ مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتا اور تعلق اس کا پہلی سورت کے ساتھ اس لحاظ سے ہے کہ وہاں جن اچھے لوگوں کا ذکر تھا وہ دین الٰہی کی نصرت کرنے والا گروہ ہے اور جو لوگ نصرت دین الٰہی نہیں کرتے ان کا حشر گویا کفار کے ساتھ ہے۔ اور یہاں سے سورۂ تحریم تک دس سورتیں مدنی ہیں۔ سورۂ احزاب کے بعد جو مکی سورتوں کا سلسلہ چلا تھا اور اس میں صرف تین سورتیں مدنی درمیان میں ایک خاص تعلق کے لئے لائی گئی تھیں یعنی محمد الفتح۔ الحجرات۔ اسے یہاں بند کر کے مدنی سورتوں کا مجموعہ شروع کیا ہے اور اس مدنی مجموعہ کی اس سب سے پہلی سورت میں کچھ ذکر منافقین کا اور بطور اشارہ ذکر منافقین کا ہے +

الاول ۔ الآخر ۳۲۹ الاول والاٰخر والظاھر والباطن حدیث میں ایک دعا کی ذیل میں زبان نبوی سے ان صفات باری کی حسب ذیل تفسیر موجود ہے۔ انت الاول فلیس قبلک شیءٌ وانت الاٰخر فلیس بعدک شیءٌ وانت الظاھر فلیس فوقک شیءٌ وانت الباطن فلیس دونک شیءٌ اور یہ مسلم اور ترمذی کی حدیث ہے یعنی تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی نہیں اور تو آخر ہے تجھ سے پیچھے کوئی نہیں (یعنی

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ

پھر وہ عرش پر قائم ہے وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے

وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ لَهُ مُلْكُ ۵

اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے آسمانوں اور زمین

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ ۶

کی بادشاہت اسی کی ہے اور اللہ کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہ دن کو رات

فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنْفِقُوا مِمَّا ۷

میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس سے خرچ کرو جس میں

جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ ۸

اُس نے تمہیں (اپنا) نائب بنایا ہے۔ سو جو لوگ تم میں سے ایمان لاتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں اُنکے لئے بڑا اجر ہے [۳۲۹۱] اور تمہیں

لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۙ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

کیا ہوا کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور رسول تمہیں بلاتا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور وہ تمہارا عہد لے چکا ہے اگر تم مومن ہو [۳۲۹۲]

سب مخلوق کے فنا کے بعد باقی رہنے والا، اور تو ظاہر ہے تجھ سے اوپر کوئی نہیں اور تو باطن ہے تجھ سے دون کوئی نہیں اور ان آخری دو فقروں کی تشریح پھر دو طرح پر کی گئی ہے۔ یعنی ظاہر کے ایک یہ معنی کہ تو غالب ہے تجھ پر کوئی غالب نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ تو سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے ظہور میں تجھ سے اوپر کوئی نہیں کیونکہ ہر چیز کا ظہور تجھ سے ہے اور باطن کے ایک یہ معنی کہ تیرے سوائے کوئی ملجا اور کوئی منجا نہیں جس کی طرف لیجایا جائے اور دوسرے یہ کہ تو سب چیزوں سے زیادہ باطن ہے اور ہر چیز کی حقیقت کو اس کا غیر جانتا ہے۔ یعنی خود اللہ تعالےٰ اور تیری حقیقت کو تیرا غیر نہیں جانتا یا ہر چیز کی حقیقت کی معرفت ممکن ہے۔ لیکن تیری ذات کی حقیقت کی معرفت ممکن نہیں۔ اور تیسرے معنی باطن کے یوں بھی کئے گئے ہیں کہ تجھ سے قریب تر کوئی نہیں والباطن اقرب من کل شئی (ر) اور مفردات میں ہے کہ ظاہر سے اشارہ ہماری بدیہی معرفت کی طرف ہے کیونکہ فطرت جس چیز کی طرف دیکھتی ہے یہی فیصلہ کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے اور باطن سے اشارہ ہماری حقیقی معرفت کی طرف ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر کا قول ہے یا من غایۃ معرفتہ القصور عن معرفتہ یا اپنی آیات سے ظاہر اور اپنی ذات میں باطن یا ظاہر اس لحاظ سے کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور باطن اس لحاظ سے کہ اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (غ)

الظاهر الباطن

۳۲۹۱ گویا حقیقی مالک ان اموال کا اللہ تعالےٰ ہے اور انسان صرف بطور نائب یا امین ہے پس اللہ کے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو

۳۲۹۲ یہاں کفار کو خطاب لیکر میثاق سے مراد دلائل عقلی یا عہد الست پر کیا گیا ہے مگر اصل مخاطب یہاں ایمان لانے والے ہیں۔ جیسا کہ آیت ۱۰ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ اور ایمان سے مراد یہاں بات کا ماننا یا ایمان کامل ہے اور میثاق سے مراد

۹ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ

وہی ہے جو اپنے بندے پر کھلی آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالے اور اللہ یقیناً

۱۰ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ

تم پر مہربان رحم کرنے والا ہے اور تمہارا کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو اور اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور

وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ

زمین کا ورثہ ہے تم میں سے وہ برابر نہیں جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی (اور جس نے پیچھے کیا) یہ مرتبہ

دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ

میں اُن سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑائی کی اور ہر ایک کے ساتھ اللہ نے اچھا وعدہ کیا ہے اور اللہ

۱۱ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ

ع ۹ / ۱۸

اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے ۳۲۹۳ کون ہے جو اللہ کے لئے اچھا عمل کرے تو وہ اسے اسکے لئے بڑھاتا ہے اور اسکے لئے

۱۲ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ

عزت والا بدلہ ہے جس دن تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھے گا اُنکا نور اُنکے آگے دوڑ رہا ہوگا اور ان کے دائیں

بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

آج تمہارے لئے خوشخبری ہے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں انہیں میں رہو گے یہی بھاری کامیابی

۱۳ الْعَظِيمُ ۝ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا

ہے ۳۲۹۴ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں انہیں کہیں گے جو ایمان لائے ہمارا انتظار کرو

اقرار زبانی جو اسلام لاکر کیا۔ ان کنتم مؤمنین میں بھی اسے صاف کر دیا ہے اور یہ تنبیہ منافقوں کو ہے ۔

۳۲۹۳ الفتح سے مراد مجاہد اور قتادہ کے نزدیک فتح مکہ ہے اور عامر نے لے فتح حدیبیہ کہا ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے بھی اس آیت کو فتح حدیبیہ کے متعلق ہی بیان فرمایا اور قرآن کریم نے بھی اپنے کھلے الفاظ میں حدیبیہ کو ہی فتح مبین کہا ہے اس لئے اسی قول کو ترجیح ہے ۔

مومنوں کو نور کس طرح مل سکتا ہے

۳۲۹۴ ابن جریر میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ نور آگے اور دائیں ہوگا۔ دوسرا یہ کہ انکا ایمان اُن کے آگے ہوگا۔ اور انکی کتاب انکے دائیں ہاتھ میں اور یہ ضحاک کا قول ہے اور ابن جریر نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ اعمال کی جزا تو اعمال کے مطابق ہے جس شخص کی یہاں یہ حالت ہے کہ اس کا نور ایمان اس کے آگے آگے ہے۔ اور کتاب دائیں ہاتھ میں یعنی اس پر مضبوط ہو کر عمل

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۗ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ

ہم بھی تمہارے نور سے (روشنی) لیں۔ کہا جائیگا اپنے پیچھے کو لوٹ جاؤ اور نور تلاش کرو پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل

لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ ۱۴

کردی جائیگی اس کا ایک دروازہ ہوگا اسکے اندر کی طرف رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی جہت عذاب ہے [۳۲۹۵] انہیں پکاریں گے کیا ہم

مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ

تمہارے ساتھ نہیں تھے کہیں گے ہاں لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور انتظار کرتے رہے اور شک میں پڑے رہے اور تمہیں آرزوں نے دھوکے

حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ ۱۵

میں رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا اور بڑے دھوکہ باز نے تمہیں دھوکے میں رکھا سو آج تم سے فدیہ نہیں لیا جائیگا

وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اور نہ ان سے جنہوں نے کفر کیا تمہارا ٹھکانا آگ ہے وہی تمہاری مددگار ہے اور وہ بری جگہ ہے [۳۲۹۶]

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۱۶

کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کیلئے نرم ہو جائیں اور اسکے لئے جو حق سے اترا ہے

کرتا ہے وہی ایمان اور کتاب اس کے لئے قیامت کے دن نور بن جاتے ہیں اور فی الحقیقت نور ہیں سے ساتھ لے کر جاتے ہیں یخرجھم من الظلمٰت الی النور (البقرۃ ۲۵۷) اور داہنے ہاتھ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ باقی طرفوں میں ظلمت ہوگی۔ بلکہ آگے بڑھنے اور یمن کے لحاظ سے ان دو طرفوں کا نام لیا ہے۔ اور جس کے دو جانب نور ہوگا۔ اسکے چاروں طرف روشنی ہوگی ظلمت اسکے کسی طرف بھی نہیں ہو سکتی

اعمال اور جزا کا تعلق

[۳۲۹۵] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منافق ظلمت میں ہونگے روایات میں ہے کہ پہلے انہیں نور دیا جائیگا لیکن جب صراط پر جائیں گے تو بجھا دیا جائیگا۔ یہ بھی جزاء وفاقا کا رنگ ہے۔ وہ پہلے ایمان لائے مگر صراط مستقیم پر نہ چلے ویسا ہی حالہ ان سے قیامت میں ہوگا اور ان کا مومنوں سے نور مانگنا اور مومنوں کا جواب سب اسکے انہیں اعمال کی طرف اشارہ ہے۔ ارجعوا وراءکم یعنی یہ نور تو بذریعہ اعمال دنیا میں ہی مل سکتا تھا۔ اور درمیان میں دیوار کا حائل ہو جانا یا روک۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ ان کا تعلق باہم منقطع ہو جائیگا۔ جس طرح دنیا میں انہوں نے منقطع کر دیا تھا اور اس دیوار میں دروازہ بتاتا ہے کہ اس دروازہ سے وہ آخرکار داخل ہو جائیں گے مگر جب تک کہ اپنے اعمال

بہشت اور دوزخ

کی پاداش نہ حاصل کرلیں اس وقت تک نہیں یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت اور نار میں فرق بھی صرف ایک دیوار کا ہے حالانکہ ایک اعلیٰ علیین پر ہے اور دوسرا اسفل السافلین میں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ کے بیان میں ظاہری بلندی اور پستی مراد نہیں۔ ایک ہی دیوار درمیان میں ہے ادھر عذاب ہے ادھر رحمت اور یہ وہی دیوار ہے جسے انسان اپنے اعمال سے کھڑا کر لیتا ہے پھر ایک دفعہ اسے نور کہا تو دوسری دفعہ اسے رحمت اور جنت قرار دیا۔ اور جسے پہلے ظلمت قرار دیا اسی کو بعد میں عذاب جہنم کی تعبیر کیا۔

دوزخ بطور علاج

[۳۲۹۶] آگ یا دوزخ کو یہاں کفار اور منافقین کا مولیٰ یا مددگار کہا ہے۔ اور اس طرح صاف بتا دیا ہے کہ دوزخ انکے لئے بطور علاج

وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی۔ پھر ان پر لمبا زمانہ گذر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے

۱۷ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ

اور ان میں بہت سے نافرمان ہیں ۳۲۹۷ جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔ ہم نے

۱۸ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَ

تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم عقل سے کام لو صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور

۱۹ أَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا

جنہوں نے اللہ کیلئے اچھے عمل کئے اُنکے لئے بڑھایا جائیگا اور ان کے لئے عزت والا اجر ہے ۳۲۹۸ اور جو اللہ اور اس کے

بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَ

رسولوں پر ایمان لاتے ہیں وہ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں اُن کے لئے ان کا اجر اور

۲۰ نُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

ع ۳ ۱۹

ان کا نور ہے اور جو لوگ انکار کرتے ہیں اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ دوزخ والے ہیں ۳۲۹۹ جان لو کہ دنیا کی زندگی

ہے گو ایک ایسا علاج ہے جو ان کے لئے دکھ کا موجب ہے مگر وہ اس قابل نہیں رہے کہ جب تک آگ کے ذریعہ سے ان کی آلائشوں کو صاف نہ کیا جائے وہ جنت میں یا خدائے قدوس کے حضور میں حاضر ہو سکیں +

مسلمانوں کی آیندہ حالت کا نقشہ

۳۲۹۷ مقاتل اور کلبی نے اس آیت کو منافقین کے متعلق سمجھا ہے مگر یہ صحیح نہیں (رم) اور ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ مکہ کی تکلیفات کے بعد مدینہ میں صحابہ کو کچھ آسودگی میسر آگئی تھی اس لئے اس آیت کا نزول ہوا (رم) اور یہ بالبداہت غلط ہے مدینہ میں آکر مکہ سے زیادہ تکلیفات کا شکار نہیں ہونا پڑا۔ اس کے بالمقابل ابن جریر نے قتادہ کی روایت بیان کی ہے جس میں شداد بن اوس کا قول ہے اول ما یرفع من الناس الخشوع سب سے پہلے لوگوں سے خشوع اٹھایا جائیگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس آیت کو آیندہ زمانہ پر لگایا جب لوگوں کے درمیان میں سے خشوع اٹھ جائے اور قرآن کریم کے کھلے الفاظ اسی نتیجہ کے مؤید ہیں۔ اس لئے کہ یہاں طال علیہم کا ذکر اہل کتاب کے متعلق ہے یعنی ان کے دل ایک لمبا زمانہ گذرنے کے بعد سخت ہوئے تھے تو اسی حالت سے مسلمانوں کو ڈرایا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی لمبا زمانہ گذر جائے تو تمہارے دل سخت ہو جائیں اور الم یان میں کچھ مصائب کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے یعنی اس قدر مصائب اور تکالیف کو اٹھا کر بھی تمہیں سمجھ آئیگا یا نہیں۔ کہ پہلی ضرورت ذکر اللہ اور قرآن کے آگے اپنے آپ کو جھکانا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس کی طرف آج مسلمانوں کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے +

مُصَّدِّق

۳۲۹۸ مُصَّدِّق اصل میں مُتَصَدِّق ہے یعنی صدقہ دینے والا۔ خدا کی راہ میں دینے کو مشکلات کا علاج بتایا ہے۔

[illegible]

۳۲۹۹ آمنوا باللہ ورسلہ سے مراد یہاں کامل الایمان لوگ ہیں جو دین کے مقابل پر کسی چیز کی پروا نہیں کرتے چنانچہ ابو درداء سے

لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ

کھیل اور تماشا اور زینت اور آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر کثرت چاہنا ہے بارش کی

غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ

مثال کی طرح جس کا (کھیتی کو) اگانا کسانوں کو خوش لگتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو اسے زرد پڑی ہوئی دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ

آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت اور رضا اور دنیا کی زندگی

اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ ۲۱

صرف دھوکے کا سامان ہے عنہ ۳۳ اپنے رب کی مغفرت کی طرف سبقت کرو اور اس جنت کی طرف جس کی فراخی آسمان اور

السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ

زمین کی فراخی کی طرح ہے وہ ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں یہ اللہ کا فضل

اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَآ اَصَابَ مِنْ ۲۲

ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے کوئی مصیبت زمین میں نہیں

مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ

پہنچتی اور نہ تمہاری اپنی جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہوتی ہے اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا من فر بدینہ من ارض الی ارض مخافۃ الفتنۃ علی نفسہ و دینہ کتب عند اللہ صدیقا فاذ امات قبضہ اللہ شہیدا وتلا ہذہ الآیۃ . . . ثم قال ہذہ فیہم ثم قال والفرارون بدینہم من ارض الی ارض یوم القیامۃ مع عیسیٰ بن مریم فی درجتہ فی الجنۃ یعنی جو شخص اپنے نفس اور دین پر فتنہ کے خوف سے اپنے دین کو لے کر ایک ملک سے دوسرے ملک کو بھاگتا ہے وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھا جاتا ہے اور جب مرتا ہے تو اللہ اسے شہید کے طور پر قبض کرتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اور فرمایا یہ انہی کے بارہ میں ہے پھر فرمایا اور اپنے دین کو لیکر ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جانے والے قیامت کے دن عیسیٰ ابن مریم کیساتھ انکے جنت کے درجہ میں ہونگے۔ معلوم ہوا حضرت عیسیٰ بھی اپنے دین کو لیکر ملک شام سے بھاگ گئے تھے۔

کثرۃ، تکاثر — عنہ ۳۳ تکاثر۔ کثرۃ اور قلّۃ کا استعمال کمیت منفصلہ مثلاً اعداد وغیرہ میں ہوتا ہے اور فاکھۃ کثیرۃ (الزخرف ۴۳: ۷۳) میں صرف کثرت عدد کی طرف اشارہ نہیں بلکہ فضیلت کی طرف بھی اور مکاثرۃ اور تکاثر کثرت مال اور عزت میں ایک دوسرے سے

کوثر — بڑھنے کی کوشش ہے الھٰکم التکاثر (التکاثر ۱۰۲: ۱) اور انا اعطینٰک الکوثر میں کہا گیا ہے کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے جس سے نہریں نکلتی ہیں اور کہا گیا ہے بلکہ وہ خیر کثیر ہے جو نبی صلعم کو دی گئی۔ اور سخی آدمی کو بھی کوثر کہا جاتا ہے (راغب) اور

استکثار — استکثار اپنے لئے کسی چیز کی کثرت چاہنا ہے ولا تمنن تستکثر (المدثر ۷۴: ۶)

۲۳ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا

یہ اللہ پر آسان ہے ۳۰۱ تاکہ تم اس پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتا رہا اور نہ اس پر اتراؤ

۲۴ بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ

جو تمہیں دیا ہے اور اللہ کسی متکبر فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا جو بخل کرتے ہیں

وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو پھر جاتا ہے تو اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے

۲۵ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ

ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری

لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ

تاکہ لوگ انصاف پر قایم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت طاقت ہے

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ

اور لوگوں کے لئے فائدے اور تاکہ اللہ جان لے کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غیب میں مدد کرتا ہے۔

یہ دنیا کی زندگی کو غرض بنانے کے نتائج ہیں اس لئے آخر پر فرمایا کہ آخرت میں سخت عذاب ہے کیونکہ یہاں آخرت کے لئے کوئی نیاری نہیں کی اور اس کے مقابل مغفرت اور رضا کا ذکر کیا کہ یہ اسکے لئے ہے جو آخرت کو غرض بناتا ہے۔ آج ان الفاظ کو بالخصوص سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ جب چاروں طرف یہی لہو و لعب اور تفاخر اور تکاثر کا نظارہ نظر آتا ہے +

آخری زمانہ میں مصائب اہل اسلام

۳۰۱ کتاب سے مراد علم الٰہی ہے اور نبراھا کی ضمیر مصیبت کی طرف جاتی ہے اور ہر مصیبت کے کتاب میں ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ بعض اسباب کا نتیجہ ہے۔ ان اسباب کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور فی الارض سے مراد قحط زلزلے وغیرہ لئے گئے ہیں اور فی انفسکم سے مراد بیماریاں وغیرہ مگر ہو سکتا ہے کہ یہاں خطاب مسلمانوں کو ہے اور مراد فی الارض سے دنیا کی اور قوموں کی مصائب ہیں اور فی انفسکم سے مسلمانوں کی مصائب۔ اور دیلمی میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا سیفتح علی امتی باب من القدر فی اٰخر الزمان لا یسدہ شئی۔ یکفیکم منہ ان تلقوہ بھٰذہ الاٰیۃ (ر، م) یعنی میری امت پر ایک مصائب کا دروازہ آخری زمانہ میں کھولا جائیگا۔ اسے کوئی چیز نہیں روک سکے گی تمہارے لئے کافی ہوگا کہ اس آیت ما اصاب من مصیبۃ سے اس کا مقابلہ کرو جس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہ یہ آیت آخری زمانہ کے متعلق ایک پیشگوئی اپنے اندر رکھتی ہے اور فی الحقیقت آج کے مسلمانوں کے مصائب مفصل احادیث نبوی میں موجود ہیں اور اس آیت میں تسلی ہے۔ اور امام احمد کی حدیث میں ہے کہ دو شخص حضرت عائشہ پر داخل ہوئے اور عرض کیا کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کہا کرتے تھے کہ عورت اور چارپائے اور گھر میں شگون ہے۔ تو انہوں نے کہا یہ نہیں بلکہ آپ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اہل جاہلیت کہا کرتے تھے کہ ان چیزوں میں شگون ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی +

شگون لینا جائز نہیں

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا ۲۶

اللہ قوت والا غالب ہے ۲۳۰۲ اور ہم نے ہی نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان کی نسل میں

النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ ۲۷

نبوت اور کتاب (کے سلسلہ) کو رکھا سو ان میں سے کچھ ہدایت پر ہیں اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں پھر ہم نے انکے قدموں پر

آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي

انکے پیچھے (اور) رسول بھیجے اور (سب کے) پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل دی اور ان لوگوں کے دلوں میں

قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً ۚ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ

جنہوں نے اس کی پیروی کی مہربانی اور رحم ڈالا اور رہبانیت انہوں نے خود نکالی ہم نے اسے ان پر لازم نہیں کیا

إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ

ہاں اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے (نکالی) پر اسکی وہ نگہداشت نہ کر سکے جو اس کی نگہداشت کا حق تھا سو ہم نے ان میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے

أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ ۲۸

ان کا اجر دیا اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں ۲۳۰۳ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ

میزان عمل رسول ہے

۲۳۰۲ میزان سے مراد یہاں عدل ہے (ج) رسولوں کے ساتھ کتاب بھیجی جس میں احکام اور شرایع ہیں اور ان کے ساتھ عدل کو نازل کیا یعنی اس کتاب کو ٹھیک طور پر استعمال کرنے کا طریق دونوں کی غرض بتائی کہ لوگ انصاف پر قایم ہوں اگر صرف احکام ہوتے یعنی کتاب بعد اس کے ساتھ میزان نہ ہوتی تو بھی لوگ اس پر عمل نہ کر سکتے اس لئے کہ انہیں علم نہ ہوتا کہ کس حکم پر کس حد تک اور کن حالات میں عملدر آمد کرنا ہے رسول کا اس پر عمل کرکے دکھانا گویا ایک میزان قایم کر دینا ہے بس میزان اصل میں رسول کا نمونہ ہے اور اس کے ساتھ لوہے کا ذکر کیا

لوہے کا اتارنا

یعنی لوگ اس کی مخالفت کرتے اور تلوار سے اسے نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں یہی منشا ہے لیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب کا اور اس نصرت کو جو مومن ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کے دین کی کرتے ہیں بالغیب اس لئے کہا کہ اس وقت تو غلبہ کفر کا ہی ہوتا ہے۔ اور حق کی کامیابی محض ایک ایمانی بات ہوتی ہے اور لوہے کے اتارنے کا یہ منشا نہیں کہ حضرت آدم کے ساتھ کچھ اوزار نازل ہوئے تھے۔ بلکہ زمین میں لوہے کا پیدا کرنا مراد ہے ۔

جہت رہبانیت

۲۳۰۳ علی آثارھم میں ضمیر نوح اور ابراہیم کی طرف ہی ہے اور تثنیہ کی بجائے جمع ضمیر لانے میں اشارہ دیگر ان کے ہمعصر رسولوں کی طرف ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم کے ساتھ لوط تھے۔ اور قفینا بعیسی ابن مریم لاکر بتا دیا کہ ان تمام رسولوں کا عیسیٰ ابن مریم پر خاتمہ کر دیا گویا یوں فرمایا کہ رسول کے بعد رسول بھیجتے رہے یہاں تک کہ عیسیٰ پر یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور اس کے پیرووں کے دلوں میں مہربانی اور رحم کا خصوصیت سے ذکر کیا اور یوں صحابہ کی صفت میں بھی رحماء بینھم اس لئے کہ ان کی تعلیم میں صرف اس ایک پہلو پر ہی زور تھا۔ گویا ان کی تعلیم صرف ایک شاخ قوائے انسانی کی پرورش کے لئے تھی اور یوں بتا دیا کہ یہ سب مقامی اور وقتی تعلیمات تھیں اور پھر

يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

وہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے دیگا اور تمہارے لئے نور پیدا کریگا جس سے تم چلوگے اور تمہاری مغفرت کریگا۔

ان کی رہبانیت کا ذکر کیا جو انہوں نے بطور بدعت اختیار کرلی یعنی نرمی اور رحمت کی تعلیم تو اللہ تعالے دیتا ہے مگر یہ کبھی اس نے کسی قوم کو تعلیم نہیں دی کہ علایق دنیوی سے بکلی منقطع ہو کر عبادت میں معروف ہو جائیں۔ اور الا ابتغاء رضوان اللہ میں الا استثنائے منقطع ہے یعنی یہ بدعت حصول رضائے الٰہی کے لئے تھی۔ مسلمانوں نے بھی اسی قسم کی بہت سی بدعات نکالی ہیں جیسے مختلف قسم کے اذکار اور چلے جن کا کتاب و سنت میں کوئی نام و نشان نہیں۔ اور نہ رسول اللہ صلعم کے عمل میں ان کا پتہ ملتا ہے۔ گو ان کی غرض بھی تزکیہ نفس ہی تھی اور فما رعوها حق رعايتها میں بتایا کہ ایسی باتیں جو لوگ ایجاد کرلیتے ہیں تو پھر ان پر قایم نہیں رہ سکتے۔ اور انجام کار ان کا نقصان بہ نسبت ان کے نفع کے بڑھ جاتا ہے۔ اگر کچھ لوگ ان سے فائدہ اٹھا کر منهم مهتد کا مصداق ہوتے ہیں۔ تو کثیر حصہ فسق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رہبانیت کا انجام بھی یہی ہوا کہ ایک طرف تو خود رہبانیت اختیار کرنے والے گو چند آدمی زہد و عبادت میں ترقی کر گئے مگر کثیر حصہ اسی رہبانیت کی وجہ سے خطرناک فسق و فجور میں مبتلا ہوا جس کا اعتراف خود عیسائیوں کو ہے۔ اور دوسری طرف کثیر حصہ جو دنیوی مشاغل کو ترک نہیں کرسکتا تھا۔ ان کی زندگیوں میں مذہب برائے نام باقی رہ گیا۔ اور وہ بھی فسق و فجور میں مبتلا ہوگئے ٭

اسلام میں بدعت کیا ہے

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعت گو حصول رضائے الٰہی کے لئے ہی ہو مگر نتیجہ اس کا اچھا نہیں ہوسکتا۔ اور بدعت بعض ہر ایک ایسے کام کا نام نہیں جو رسول اللہ صلعم نے نہ کیا ہو بلکہ کسی ایسی بات یا کسی ایسی رسم کو دین کا جزو قرار دینا ہے جو کتاب یا سنت نبوی سے ثابت نہ ہو۔ مثلاً بعض بزرگوں نے بدعت کی تعریف کو وسعت دیتے ہوئے رد ملاحدہ وغیرہ کو اور تصنیف کتب علم اور بنائے مدارس کو بھی بدعت میں داخل کیا ہے اور پھر اسے بدعت کی واجب اور مندوب قسم قرار دیا ہے اور بعض نے مختلف اقسام کے کھانوں یا لباس کو بدعت قرار دے کر پھر اسے بدعت کی قسم مباح قرار دیا ہے۔ ایسا ہی بعض لوگ خطبہ جمعہ میں سامعین کی زبان میں وعظ کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں۔ اب باطل کا رد کرنا خواہ کسی جائز طریق پر ہو نہ صرف بدعت نہیں بلکہ اولین فرض ہر مسلم کا ہے۔ رسول اللہ صلعم خود ساری عمر رد باطل کرتے رہے اور اس رد کرنے میں کوئی تقریر کرے یا کتاب لکھے اس سے فرق نہیں پڑتا ایسا ہی خطبہ جمعہ میں وعظ رسول اللہ صلعم کرتے تھے اور اس کی غرض سامعین کو فائدہ پہنچانا تھا اب اگر کوئی خطیب عربی زبان میں خطبہ پڑھ چھوڑتا ہے تو وہ خطبہ کی اصل غرض سے بے خبر ہے اور خطبہ کا حق وہی ادا کرتا ہے جو سامعین کو وعظ سناتا ہے اور اس کے لئے ان کی زبان میں تقریر کرنا ضروری ہے رہا یہ سوال کہ کوئی شخص کونسا کھانا کھاتا ہے یا کس طرح کھاتا ہے یا کونسا لباس پہنتا ہے یا کس مکان میں رہتا ہے ان پر بدعات کا نام نہیں آسکتا۔ اور کل بدعة ضلالة کا ارشاد صحیح ہے۔ اور حضرت عمر کا یہ قول نماز تراویح کے متعلق نعمت البدعة هذه بطور فرض معلوم ہوتا ہے۔ یعنی تم اگر اسے بدعت کہو تو یہ اچھی بدعت ہے کیونکہ صلوٰۃ تراویح کا اصل بزنگ تہجد شریعت میں موجود ہے۔ اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم رمضان میں نماز تہجد کا خاص اہتمام فرماتے تھے اس لئے حضرت عمر نے اس کی اہمیت کی خاطر اسے اول شب میں کردیا تاکہ جو لوگ پچھلے وقت نماز کے لئے اٹھ نہیں سکتے وہ بالکل محروم نہ رہ جائیں اور اس کی ایک نظیر خود وتروں میں موجود ہے جو حالانکہ اصل میں نماز تہجد کا ہی حصہ ہے مگر عام لوگوں کی خاطر اسے اول شب میں رکھ دیا گیا۔ اور اس کا اول شب میں رکھنا خود رسول اللہ صلعم کا فعل ہے پس نماز تراویح بدعت نہیں البتہ افضل یہی ہے کہ رمضان میں نماز تہجد کا خاص لحاظ کیا جائے ٭

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۲۹

اور اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے ۳۳۰۴ تا کہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے

وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

اور کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۳۳۰۵

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۱

اللہ نے اس (عورت) کی بات کو سن لیا جو تجھ سے اپنے خاوند کے بارے میں جھگڑتی تھی اور اللہ کے حضور شکایت کرتی تھی۔ اور اللہ تم دونوں کی گفتگو کو سنتا ہے۔

۳۳۰۴ کفلین سے مراد کفل دنیا اور کفل آخرت ہیں۔ چونکہ اوپر عیسائیوں کا ذکر تھا جنہوں نے رہبانیت اختیار کی۔ تو یہاں بتایا کہ مسلمان اگر تعلیم قرآن پر چلیں تو وہ دین و دنیا دونوں کو اپنے اندر جمع کریں گے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة

لئلا ۳۳۰۵ لئلا یہاں لکی کے معنی میں ہے کیونکہ عرب ہر کلام میں لا کو بطور صلہ داخل کرتے ہیں جس کے اول اور آخر میں انکار ہو اور غرض اس کی تصریح ہوتی ہے جیسے ما منعك الا تسجد اذ امرتك (الاعراف۲-۱۲) وحرام على قرية اهلكنها انهم لا يرجعون (الانبیاء۲-۹۵) (ج)

تمہید سورت

اس سورت کا نام المجادلۃ ہے اور اس میں تین رکوع اور بائیس آیتیں ہیں یہ نام اس سورت کا ایک مسلمان عورت کے آنحضرت صلعم کے ساتھ مجادلہ سے لیا گیا ہے مگر صدر سورت میں اس کا ذکر کر کے باقی ساری سورت میں مخالفین کی منصوبہ بازیوں اور شرارتوں کا ذکر ہے۔ اور یہ دو گروہ ہیں ایک یہودی اور ایک منافق اور یہ دونوں اندرونی دشمن اسلام تھے کیونکہ یہود نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا ہوا تھا۔ اور منافق برائے نام مسلمان کہلاتے تھے اور یہ ذکر مقابلہ کے رنگ میں ہے ایک عورت بھی رسول اللہ صلعم سے جھگڑتی ہے۔ مگر اس کے جھگڑے کی اللہ تعالیٰ اس قدر عزت کرتا ہے کہ فرماتا ہے کہ اس کی بات کو ہم نے سن لیا اس لئے کہ وہ حق پر جھگڑتی تھی مگر منافق اور یہودی ناحق پر جھگڑا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ ذلیل ہونگے اور اللہ کا رسول غالب آئیگا۔ اور پچھلی سورت میں جو ذکر کیا تھا یہاں اس کو زیادہ واضح کر دیا ہے۔ اس سورت کے نزول کے زمانہ کے متعلق اس قدر تو یقینی طور سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مدنی ہے اور سورۂ احزاب سے پہلے کی ہے۔ کیونکہ سورۂ احزاب کے صدر میں بھی ظہار کا ذکر ہے اور اس میں بھی اور یہاں جو ذکر ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ احزاب والا حکم ابھی نازل نہ ہوا تھا۔ اور چونکہ سورۂ احزاب کا نزول چوتھے سال ہجرت سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے یہ سورت اس سے پیشتر کی ہے +

۲ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌۢ بَصِيرٌ ○ الَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِنكُم مِّن نِّسَآئِهِم مَّا هُنَّ أُمَّهٰتِهِمْ ۖ إِنْ

اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ۲۳۰۵ تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں کو مائیں کہہ دیتے ہیں وہ انکی مائیں نہیں ہیں ان کی مائیں

أُمَّهٰتُهُمْ إِلَّا الّٰٓـِٔى وَلَدْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ

صرف وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا اور وہ یقیناً نامعقول بات اور جھوٹ کہتے ہیں اور اللہ یقیناً

۳ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ○ وَالَّذِينَ يُظٰهِرُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا

معاف کرنے والا مغفرت کرنے والا ہے اور جو لوگ اپنی عورتوں کو مائیں کہہ دیتے ہیں پھر اس کی طرف واپس لوٹتے ہیں جو کہا تھا

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَآسَّا ۚ ذٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِۦ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

تو ایک غلام کا آزاد کرنا ہے اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں اسکے ساتھ تمہیں وعظ کیا جاتا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو

۴ خَبِيرٌ ○ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ أَن يَتَمَآسَّا ۖ

خبردار ہے ۲۳۰۶ پھر جو کوئی (غلام) نہ پائے تو دو مہینے کے پے در پے روزے ہیں اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں

خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ

۲۳۰۵ ان چار آیات کا نزول خولہ (یا خویلہ جو اس کی تصغیر ہے) بنت ثعلبہ کے متعلق ہے۔ اور یہ کسی قدر اختلاف کے ساتھ متعدد روایات میں ہے۔ ان کا خاوند اوس بن صامت بوڑھا آدمی تھا۔ اور طبیعت میں کچھ بدخلقی آگئی تھی۔ کسی بات پر ناراض ہو کر بی بی سے ظہار کیا اور جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب بی بی کو ماں کہہ دیا جاتا تو وہ اس پر قطعاً حرام ہو جاتی (اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ایلا اور ظہار دونوں جاہلیت میں طلاقیں تھیں (ش)) اور ان کا بال بچہ بہت تھا۔ تب وہ بی بی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنا ماجرا بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہو گئی (یہ بعض روایات کے الفاظ ہیں بعض میں لفظ کچھ اور ہیں) اس پر وہ بار بار عرض کرتی رہی کہ میرے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں اسی حالت میں رسول اللہ صلعم پر حالت وحی طاری ہوئی جب وہ حالت جاتی رہی تو آپ نے اسے بلا کر یہ آیات سنائیں اس مسئلہ کا ذکر اگلی آیت میں ہے +

انسان اور خدا میں عرض و معروض کے لئے کوئی واسطہ بکار نہیں

یہ آیات بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی بات کو سنتا ہے۔ اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ تک بات پہنچانے کے لئے درمیان میں کوئی واسطہ ہونا چاہئے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ یہاں خود رسول صلعم سے ایک معمولی عورت بحث کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کی بات کو سن لیا۔ تو اس میں عاجز سے عاجز اور گنہگار سے گنہگار بندے کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو بھی سننے کیلئے تیار ہے بشرطیکہ خولہ جیسا دل رضائے مولیٰ کا طالب اسکے سینہ میں ہو حضرت عمر کے عہد میں یہی بی بی ایک دفعہ رستے میں انہیں مل گئیں جب بہت سے معزز آدمی آپکے ساتھ تھے اسکے خطاب کرنے پر آپ ایک طرف اسکے ساتھ کھڑے ہو کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھکر باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ بہت دیر ہو گئی آخر جب وہ گئی تو ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین ایک بڑھیا کی خاطر آپ نے اتنے بڑے بڑے آدمیوں کو روک رکھا آپ نے اسے ملامت کی اور فرمایا یہ وہی خولہ ہے جس کی بات کو اللہ تعالےٰ نے سنا +

ممانعت ظہار

۲۳۰۶ ثم یعودون لما قالوا۔ یعنی اول تو اسے ماں کہا پھر لوٹ کر اس سے بی بی کا تعلق قایم کرنا چاہتے ہیں۔ گویا جس چیز کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا اب اس کی طرف لوٹتے ہیں تو اس کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا ہے۔ وہ نہ کر سکے تو ساٹھ روزے وہ نہ ہو سکے تو ساٹھ

فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ

پھر جسے (یہ) طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ کی

حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۵

(قائم کردہ) حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں

كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ

ذلیل کئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے (مخالفت حق کرنے والے) ذلیل کئے گئے اور ہم نے تو کھلی آیتیں اتاردی ہیں اور کافروں کیلئے رسوا کرنے والا

مُّهِيْنٌ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ ۶

عذاب ہے ۳۲۹ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائیگا پھر انہیں اس کی خبر دیگا جو انہوں نے کیا اللہ نے اسے محفوظ رکھا ہے اور وہ اسے بھول گئے

وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ ع اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي ۷

ع ۲ ۲

اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو

الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا

زمین میں ہے کوئی تین خفیہ مشورہ کرنے والے نہیں ہوتے مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ مگر

هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ

وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ اُنکے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں وہ ہوں

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

پھر انہیں قیامت کے دن اسکی خبر دے گا جو انہوں نے کیا اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ۳۳۰

مسکینوں کا کھانا جیسا کہ اگلی آیت میں ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ظہار سے روکتا ہے اور جو شخص ظہار کرتا ہے اس کے لئے یہ خاص سزا قرار دی ہے اور سزا انہی افعال پر دی جاتی ہے جن کا روکنا مدنظر ہو۔ اور پھر اسے منکر اور زور بھی کہا ہے۔ پس کسی مسلمان کا اپنی بی بی کو ماں کہنا تعلیم اسلامی کی رو سے ناجائز ہے آیت ۵ سے بھی یہی ظاہر ہے اس لئے کہ وہاں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کا ذکر ہے گویا اسے بھی مخالفت حکم الٰہی قرار دیا ہے +

۳۳۰ یہ قرآن کریم کی نہایت ہی لطیف طرز انتقال مضمون کی ہے۔ شروع سورت کو یہاں سے کیا تھا کہ ایک عورت اپنے خاوند کے بارہ میں تجھ سے جھگڑتی ہے اسی اثنا میں ان لوگوں کا ذکر کیا جو عورتوں پر ظلم اور زیادتی کرتے ہیں گویا یہ بھی ایک گونہ مخالفت حق ہے تو اس سے اب اس عظیم الشان مخالفت حق کی طرف انتقال مضمون کیا جو اعدائے اسلام کر رہے تھے +

۸ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ

کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں خفیہ مشورہ سے روکا گیا پھر وہ لوٹ کر اس کی طرف جاتے ہیں جس سے روکے گئے اور

بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا

گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کا خفیہ مشورہ کرتے ہیں اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھے اس دعا سے دعا

لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ

دیتے ہیں جس سے اللہ نے تجھے دعا نہیں دی اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں اللہ کیوں ہمیں اس پر عذاب نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں انکے لئے دوزخ کافی ہے

۹ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ

وہ اس میں داخل ہونگے سو وہ بری جگہ ہے ۳۳۰۹ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم الگ ہو کر بات چیت کرو تو گناہ اور زیادتی اور

الْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

رسول کی نافرمانی کی بات چیت نہ کرو اور نیکی اور تقوے کی بات چیت کرو اور اللہ کا تقوی کرو جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤگے

۱۰ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

(یہ) خفیہ مشورہ شیطان کی طرف سے ہے تاکہ انہیں غم میں ڈالے جو ایمان لائے اور وہ انہیں سوائے اللہ کے اذن کے کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں

اسلام کے خلاف خفیہ مشورے

۳۳۰۸ ان آیات میں ان خفیہ مشوروں کا ذکر ہے۔ جو یہود اور منافقین اسلام کی بربادی کے لئے کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اگلی آیت نے صاف کر دیا اور جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا لا خیر فی کثیر من نجوٰھم (النساء ۴۔ ۱۱۴) یعنی اُن کے خفیہ مشورے کسی بھلے کام کے لئے نہیں دیکھو ۳۳۰۸ تو یہاں ان مخالفین حق کو جو خفیہ منصوبوں سے اسلام کو تباہ کرنا چاہتے تھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مشوروں کے حالات سے واقف ہے۔ اور ثلاثۃ اور خمسۃ چونکہ مطلق ہیں اس لئے تین افراد بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور تین قومیں بھی اور لا ادنیٰ من ذٰلک دوسری بات کا مؤید ہے کیونکہ قوموں کی حالت میں ایک یا دو قومیں بھی منصوبہ بازی اور خفیہ مشورہ کر سکتی ہیں۔ اور آج تین قوموں نے بھی اسلام کے خلاف خفیہ مشورے کئے اور پانچ نے بھی اور اس سے کم نے بھی اور زیادہ نے بھی گو زیادہ تر تین اور پانچ کے ہی تھے مگر اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور جسے اپنی طرف سے مار چکے تھے اسے اعجازی زندگی اللہ تعالیٰ نے دوبارہ عطا فرمائی اور اسلام کا نام پہلے سے بڑھ کر روشن ہوا تین اور پانچ کے خاص عدد اختیار کرنے میں اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے +

تین قوموں اور پانچ قوموں کے خفیہ مشورے

۳۳۰۹ حضرت عائشہ کی روایت بخاری مسلم وغیرہما میں ہے کہ کچھ یہودی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بجائے السلام علیک کے کہا السام علیک۔ جس کے معنی ہیں تجھ پر موت آئے تو حضرت عائشہ نے کہا علیکم السام ولعنکم اللہ وغضب علیکم۔ تم پر موت آئے اور اللہ کی لعنت ہو اور اس کا غضب ہو۔ تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے عائشہ اللہ تعالیٰ اس قسم کی لعنت گوئی کو پسند نہیں کرتا اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ یہودی رسول اللہ صلعم کے پاس آتے تو السام علیک ہی کہا کرتے تھے (۴) اس سے صاف معلوم ہوا کہ ان آیات میں یہودیوں کا ذکر ہے اور یہ لوگ منافقوں کے ساتھ مل کر اسلام کی تباہی کے لئے خفیہ مشورے کیا کرتے تھے۔ اور بہاالمہ

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي ۱۱

اور اللہ پر ہی چاہئے کہ مومن توکل کریں ۲۳۱۰ اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تمہیں کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادہ

الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

ہو جاؤ تو کشادہ ہو جایا کرو اللہ تمہارے لئے کشادگی کردیگا اور جب کہا جائے اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو اللہ ان لوگوں کے درجات کو بلند کریگا جو تم میں سے ایمان لائے

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۱۲

اور وہ جنہیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے ۲۳۱۱ اے لوگو جو ایمان لائے ہو

اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ

جب تم رسول سے الگ ہو کر بات چیت کرو تو اپنے مشورہ سے پہلے صدقہ دے لیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر اور زیادہ

اَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا ۱۳

پاکیزگی کا موجب ہے، پھر اگر تم نہ پاؤ تو اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے کیا تم ڈر گئے کہ اپنے مشورہ سے پہلے

بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

صدقہ دیا کرو تو جب تم (ایسا) نہ کرو اور اللہ نے تم پر رجوع برحمت کیا ہے تو نماز کو قایم کرو

یحییک بہ اللہ میں اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو تشہد میں ہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جو حکایۃً عن اللہ ہے

۲۳۱۰ یہاں صاف بتادیا کہ یہ خفیہ مشورے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے تھے اور اسی لئے انہیں شیطان کی طرف منسوب کیا ہے

تفسح ۲۳۱۱ تفسحوا۔ فسیح وسیع مکان کو کہتے ہیں اور تفسح کے معنی توسع یا کشادہ ہو جانا ہیں۔

جلس مجلس مجالس۔ جلس کے معنی بیٹھا اور مجلس اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں انسان بیٹھتا ہے

آداب مجلس اوپر اعدائے اسلام کے خفیہ منصوبوں کا ذکر تھا اور یہاں آداب مجلس میں ایک بات کا ذکر کردیا ہے یعنی مجلس میں اپنے بھائیوں کے آرام کا خیال رکھنا۔ اور دوسروں کی خاطر خود تکلیف اٹھالینا۔ تو وجہ تعلق یہ ہے کہ جب ان مجالس خفیہ کا ذکر کیا جہاں گناہ اور زیادتی اور معصیت الرسول کے مشورے ہوتے تھے اور اس کے بالمقابل مومنوں کو تعلیم دی کہ وہ جو مجالس قایم کریں نیکی اور تقویٰ کے قایم کرنے کے لئے کریں۔ تو اب ان مجالس میں کچھ آداب کا بھی ذکر کیا۔ اور گو یہ حکم عام ہے مگر خصوصیت سے رسول اللہ صلعم کی مجلس کا ذکر ہے جہاں کثرت سامعین کی وجہ سے اور اس شوق کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلعم کے قریب بیٹھا جائے بھیڑ زیادہ ہو جاتی تھی۔ اور بعض نے مجالس قتال مراد لی ہیں جہاں شوق شہادت کی وجہ سے ہر ایک آگے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور انشزوا سے مراد بھی یا رسول اللہ صلعم کی مجلس سے اٹھ جانا ہے تاکہ آپ تنہا بھی ہو سکیں اور حسن اور قتادہ اور ضحاک کے نزدیک مراد جنگ یا نماز یا طاعت رسول کے لئے اٹھنا ہے۔ (رح) اور والذین اوتوا العلم سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی مجالس علمی کا ذکر ہے۔ جہاں علم اور معرفت اور روحانیت کا سبق ملتا تھا۔ اور ترمذی وغیرہ نے آنحضرت صلعم سے حدیث بیان کی ہے فضل العالم

ع ۳

وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ أَلَمْ تَرَ إِلَى ۱۴

اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو ۲۳۱۲ کیا تو نے انہیں

الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى

نہیں دیکھا جو ان لوگوں سے دوستی گانٹھتے ہیں جن پر اللہ ناراض ہے ۲۳۱۳ نہ وہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے اور وہ جھوٹ پر

الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا ۱۵

قسمیں اٹھاتے ہیں اور وہ جانتے ہیں ۲۳۱۴ ان کے لئے اللہ نے سخت عذاب تیار کیا ہے برا ہے جو وہ

يَعْمَلُونَ ○ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ ۱۶

عمل کرتے ہیں انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہے پس اللہ کے رستے سے روکتے ہیں سو ان کے لئے رسوا کرنے والا

مُهِينٌ ○ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۚ أُولٰئِكَ أَصْحٰبُ ۱۷

عذاب ہے نہ ان کے مال اور نہ ہی انکی اولاد اللہ کے مقابل پر ان کے کسی کام آئیں گے یہ آگ والے ہیں

النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ○ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ ۱۸

وہ اسی میں رہیں گے جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو اسکے سامنے بھی قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے

لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُونَ ○ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ ۱۹

قسمیں کھاتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ کسی بات پر ہیں۔ دیکھو یہ یقیناً جھوٹے ہیں شیطان نے ان پر

علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب (م)، عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی سب ستاروں پر

۲۳۱۲ اس سے پہلی آیت میں تھا کہ رسول اللہ صلعم سے مشورہ کرو تو کچھ صدقہ دے لو اور یہاں ہے کہ اگر تم نہ دو تو بھی حرج نہیں تو کہا گیا ہے کہ پہلی آیت دوسری سے منسوخ ہے اور بعض کے نزدیک وہ آیت حکم زکوٰۃ سے منسوخ ہے پھر کوئی کہتا ہے پہلی آیت کا حکم دس دن قائم رہا تھا کوئی کہتا ہے صرف ایک گھڑی کوئی کہتا ہے عمل کرنے سے پہلے ہی اس پر خط نسخ کھینچا گیا۔ اگر غور کیا جائے تو دونوں آیتوں میں اختلاف کوئی نہیں بلکہ دوسری آیت پہلی کے مطلب کو ہی واضح کرتی ہے پہلی آیت میں صدقہ دینے کے حکم کے ساتھ ہی فرمایا فان لم تجدوا یعنی اگر نہ پاؤ تو اللہ غفور رحیم ہے اور دوسری آیت میں بھی یہی بتایا ہے کہ اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ تعالیٰ اس پر گرفت نہیں کرتا۔ چنانچہ فاذ لم تفعلوا کے بعد ہے وتاب اللہ علیکم تو دونوں کا ماحصل ایک ہے۔ جو دینا چاہے دے دینا افضل ہے لیکن اگر کوئی شخص نہ دے تو مواخذہ اس پر نہیں +

۲۳۱۳ قوما غضب اللہ علیہم۔ یہودی ہیں۔ اور ان سے دوستی کرنے والے منافق انہی کا ذکر پچھلے رکوع میں تھا +

الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ

قابو پا لیا ہے سو انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا یہ شیطان کا گروہ ہیں۔ دیکھو شیطان کا گروہ ہی

الْخٰسِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ۝ كَتَبَ اللّٰهُ ۲۱

نقصان اٹھانے والے ہیں جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں اللہ نے لکھ

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ ۲۲

دیا ہے کہ یقیناً میں غالب ہوں گا میں اور میرے رسول اللہ طاقتور غالب ہے ۳۳۱۴ تو ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں

الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ

(ایسا) نہ پائیگا کہ وہ اس سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اور گو وہ انکے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا انکے بھائی یا

اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ

ان کے گھرانے کے لوگ ۳۳۱۵ انہی کے دلوں کے اندر (اللہ نے) ایمان لکھ دیا ہے۔ اور اپنی روح سے ان کی تائید فرماتا ہے

وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ

اور وہ انہیں باغوں میں داخل کرے گا جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں انہی میں رہیں گے اللہ اُن سے

عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ

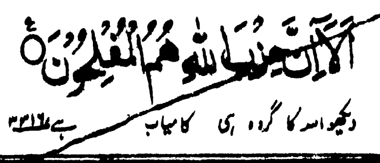
راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں یہ اللہ کا گروہ ہیں

رسولوں کا غلبہ

۳۳۱۴ حق اور باطل کے مقابلہ میں آخر حق غالب آتا ہے گو یہ جدوجہد کتنے عرصہ تک بھی جاری رہے اور یہی رسولوں کا غالب آنا ہے کیونکہ وہ حق کو قایم کرنے کے لئے ہی آتے ہیں۔ عرب میں حق محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی میں ہی غالب آگیا۔ اور باطل نابود ہو گیا بقیہ دنیا بھی اسی حق کے آگے آہستہ آہستہ سر جھکاتی چلی جا رہی ہے +

کفار سے موالات

۳۳۱۵ یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یہاں صاف بتا دیا کہ اس سے مراد صرف مسلمان ہیں اور ان الفاظ کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی مسلمان کسی کافر سے کسی قسم کا تعلق محبت کا رکھ نہیں سکتا۔ اگر یہ منشا ہوتا تو اہل کتاب کی بیبیوں سے نکاح کی اجازت کیوں دی جاتی جو جعل بینکم مودۃ ورحمۃ (الروم ۳۰-۲۱) کا مصداق ہونگی۔ بلکہ کفار میں سے یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو حاد اللہ ورسولہ کا مصداق ہیں یعنی دشمنی میں دوسری حد پر چلے گئے ہیں۔ حالت جنگ میں ایک قوم کل کی کل اس کا مصداق ہو جائیگی۔ خواہ اس کے بعض افراد اس حد پر نہ بھی ہوں مگر اس کے علاوہ ہر فرد سے علیحدہ معاملہ اس کی حالت کے مطابق ہوگا۔ اور دوسری طرف لفظ یوادون کا استعمال فرمایا ہے اور ود میں محبت کے علاوہ اس چیز کے ہونے کی خواہش کا پایا جانا ہے ۱۳۰۰ پس دشمنان اسلام کے ساتھ مودت نہیں ہو سکتی۔ لیکن جو لوگ اسلام کے دشمن نہیں اور سلام کا استیصال کرنے کے درپے نہیں ان سے تعلقات محبت



اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

دیکھو اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے ؎۳۳۱

سورۃ الحشر مدنیۃ وھی اربع وعشرون اٰیۃ وثلث رکوعات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱ ۔ ۱ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ ھُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ

اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے وہی ہے جس نے اہل کتاب

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِھِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا (وقف النبی علیہ السلام)

میں سے ان لوگوں کو جو کافر ہیں اپنے گھروں سے پہلی جلاوطنی کے لئے نکالا تم خیال نہ کرتے تھے کہ وہ نکل جائیں گے

وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ مَّانِعَتُھُمْ حُصُوْنُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَاَتٰىھُمُ اللّٰہُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۤ

اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ (کی سزا) سے بچالیں گے سو اللہ ان پر وہاں سے آیا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ تھا۔

وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ بِاَیْدِیْھِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۤ

اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے خراب کرتے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں بھی

یا معاملات بھی ہو سکتے ہیں +

(مومنوں کی تائید روح القدس سے) ؎۳۳۱ ایدھم بروح منہ - روح کلام الٰہی کو بھی کہا جاتا ہے اور جبرئیل کو بھی ملک اور یہاں مراد جبرئیل ہی ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت حسان کو کہا تھا وروح القدس معک روح القدس تیرے ساتھ ہے اور ایک روایت میں ہے۔ وجبرئیل معک جبرئیل تیرے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل کے ساتھ مومنوں کی تائید فرماتا ہے اور یہاں بالخصوص صحابہ کا ذکر ہے (صحابہ کا مرتبہ) اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی سند نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ پاک جماعت انتہائی مراتب قرب الٰہی کو طے کر چکی تھی ان کو برا کہنے والے اہل تشیع اور ان کو ناقص قرار دینے والے ختم نبوت کے بعد اجرائے نبوت کرنے والے غور کریں +

(تمہید سورت) اس سورت کا نام الحشر ہے اور اسے سورت بنی نضیر بھی کہا گیا ہے۔ اور اس میں تین رکوع اور چوبیس آیتیں ہیں حشر سے مراد یہاں جلاوطنی ہے اور اس سورت میں بنی نضیر کی جلاوطنی کا ذکر ہے۔ اور یہ گویا ان کی ان منصوبہ بازیوں اور شرارتوں کی سزا تھی جن کا ذکر پچھلی سورت میں ہے اور یہی وجہ تعلق ہے۔ یہ سورت مدنی ہے اور اس کا نزول چوتھے سال ہجری کا ہے۔ ربیع الاول ۴ھ میں بنی نضیر کے محاصرہ کا واقعہ پیش آیا اور اس کے ساتھ ہی اس سورت کا نزول ہوا +

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِى الْاَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِى ۳

سوائے بصیرت والو عبرت حاصل کرو ۳۳۱۷ اور اگر اللہ نے ان پر جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو انہیں دنیا میں

الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۴

عذاب دیتا اور آخرت میں اُن کے لئے آگ کا عذاب ہے یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کی

وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ ۵

اور جو کوئی اللہ سے دشمنی کرتا ہے تو اللہ سزا دینے میں سخت ہے۔ جو تم نے کھجور کا درخت کاٹا

بنی نضیر کی جلاوطنی کی وجہ

۳۳۱۷ آنحضرت صلعم کی ہجرت کے بعد قریش مدینہ کے مختلف لوگوں سے سازباز رکھتے اور اس ذریعہ سے اسلام کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے تھے چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ جنگ بدر سے پیشتر انہوں نے عبداللہ بن ابی کو خط لکھا جس میں دھمکی بھی دی کہ اگر وہ نبی کریم کے ساتھ جنگ نہ کریگا۔ تو قریش اس پر چڑھائی کریں گے اور عبداللہ تیار بھی ہوگیا مگر نبی کریم کو وقت پر خبر پہنچ جانے کی وجہ سے اس جنگ کا سدباب ہوگیا پھر قریش نے جنگ بدر کے بعد ایسا ہی ایک خط بنو نضیر کو لکھا انہوں نے آنحضرت صلعم سے بدعہدی کرنی چاہی رسول اللہ صلعم نے انکا محاصرہ کیا اور کہا کہ تم میرے ساتھ عہد کرو (ایک عہد مدینہ آنے پر اُن سے پہلے بھی ہوا تھا مگر اس کے خلاف ان سے افعال سرزد ہونے پر آپ نے تجدید معاہدہ چاہی) مگر انہوں نے انکار کیا پھر آپ بنو قریظہ کے پاس گئے اور یہی مطالبہ اُن سے کیا تو انہوں نے عہد کر لیا تب آپ نے بنو نضیر کے ساتھ جنگ کی۔ یہاں تک کہ وہ مدینہ کو چھوڑ دینے پر راضی ہوگئے اس شرط پر کہ جو کچھ مال و اسباب اپنے اونٹوں پر لاد کر لے جاسکیں لے جائیں لیکن دوسری روایات میں اس واقعہ کے جنگ احد کے بعد پیش آنے کا ذکر ہے۔ چنانچہ اصحاب مغازی کہتے ہیں کہ اصحاب بئرمعونہ کے قتل کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ اور بئرمعونہ کا واقعہ جنگ احد کے بعد کا ہے اور صحیح یہی معلوم ہوتا ہے اور بنی نضیر کی عداوت کا ذکر یہاں بھی صاف الفاظ میں آیت ۴ میں موجود ہے اور تاریخی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ جنگ احد کے بعد کعب بن اشرف چالیس سواروں کے ساتھ مکہ گیا اور اسلام کی تباہی کے لئے قریش کے ساتھ خانہ کعبہ کے پاس معاہدہ کیا یہی وجہ کعب کے قتل کیا جانے کی تھی ۔

یہودیوں کی دوسری جلاوطنی کی طرف اشارہ

اول الحشر۔ حشر کے لئے دیکھو ۳۵۹۲ اصل لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالنا ہے اور یہاں جلاوطنی پر بولا گیا ہے اور یہ جلاوطنی ملک شام کی طرف تھی کیونکہ یہ لوگ گو کچھ خیبر میں بھی گئے مگر اکثر حصہ ملک شام میں چلا گیا تھا۔ اور اس پر اول الحشر کا لفظ آنا بطور پیشگوئی کے ہے جس میں یہ اشارہ ہے کہ یہودیوں کی ایک اور جلاوطنی بھی ملک عرب سے وقوع میں آنے والی تھی اور یہ حضرت عمر کے عہد میں وقوع میں آئی جب خیبر سے انہیں جلاوطن کر کے ملک شام میں آباد ہونے کی اجازت دی گئی اور بعض روایات میں ارض شام کا نام ارض محشر بھی آیا ہے تو شاید اسی لحاظ سے ہو یا اس لحاظ سے کہ آخری زمانہ میں ملک شام کے اندر بعض واقعات مسلمانوں کو پیش آنے والے تھے اور اگلی آیت میں بتایا کہ یہ جلاوطنی بھی ان کی نرم سزا تھی ورنہ وہ اس سے بھی زیادہ سزا کے مستحق تھے ۔

یہ لوگ مضبوط قلعوں میں رہتے تھے اور اس لئے ان کا خیال یہ تھا کہ مسلمان ہمیں نکال نہیں سکتے اور دوسری طرف عبداللہ بن اُبی نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے، اور تمہارے ساتھ مل کر جنگ کریں گے جیسا کہ آیت ۱۱ میں ذکر ہے اور اتٰہم اللہ سے مراد ان پر اللہ کی سزا کا آنا ہے۔ اور ان کا اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو خراب کرنا اس طرح تھا کہ ایک تو وہ نہ چاہتے تھے کہ یہ جگہ مسلمانوں کے کام آئے۔ اور دوسرے انہیں اجازت تھی کہ جو کچھ ساتھ لے جاسکتے ہیں لے جائیں اس لئے انہوں نے گھروں کو برباد

۶ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَمَآ اَفَآءَ

یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑا سو اللہ کے اذن سے تھا اور تاکہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے ۳۳۱۸ اور جو

اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ

اللہ نے اپنے رسول کو اُن سے مال غنیمت دلوایا تو تم نے اس پر گھوڑے نہیں دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو

۷ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ

جس پر چاہتا ہے تسلط دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۳۳۱۹ جو اللہ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے

اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ

مال غنیمت دلوایا تو وہ اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور قریبیوں کے لئے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لئے ہے تاکہ تم میں سے

دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

دولت مندوں کے اندر نہ پھرتا رہے ۳۳۲۰ اور جو تمہیں رسول دیتا ہے وہ لے لو اور جس سے وہ تمہیں روکتا ہے رک جاؤ

کرنا شروع کیا تاکہ لکڑی وغیرہ ان میں سے نکال کر ساتھ لے جائیں ایدی المومنین اس لئے فرمایا کہ محاصرہ کرنے میں مسلمانوں کو بھی یہ ضرورت پیش آئی کہ ان کے گھروں کو ویران کریں +

لینۃ — **۳۳۱۸** لینۃ۔ لین نرمی کو کہتے ہیں اور لینۃ تر و تازہ کھجور کے درخت کو کہتے ہیں اور کسی ایک نوع سے خاص نہیں (غ)

محاصرہ کی ضرورت کے لئے مسلمانوں نے بعض درخت کھجور کے کاٹ دیئے تھے۔ ان کی نیت برباد کرنا نہ تھا بلکہ کسی آڑ کو دور کرنا تھا۔ اگر محض بربادی کی نیت ہوتی تو کوئی بھی درخت باقی نہ چھوڑتے +

افاء۔فیئ — **۳۳۱۹** افاء دیکھو ۲۶۶۳ ایسے مال کا ملنا جس میں مشقت نہ ہو اور بعض کے نزدیک فیئ کے لفظ میں جس کے معنی سایہ ہیں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا کا بیش قیمت مال بھی ایک سایہ کی طرح ہے جو زائل ہو جاتا ہے (غ)

اَوْجَف۔ واجفۃ — اوجفتم۔ وجیف تیز چلنا ہے اَوْجَفْتُ الْبَعِیْرَ کے معنی ہیں اونٹ کو تیز چلایا اور قلوب یومئذ واجفۃ (النّٰزعٰت ۸) میں واجفۃ کے معنی پریشان ہیں (غ)

رکاب — رکاب۔ رَاکِبٌ تعارف میں اونٹ کے سوار سے مختص ہے اور رِکَاب مرکوب ہے (غ) یعنی سواری کا اونٹ۔

اموال بنی نضیر اور حضرت عباس اور علی کا جھگڑا — **۳۳۲۰** جو حکم مال غنیمت کے پانچویں حصہ کے بارے میں ہے وہی یہاں کل مال فے کے متعلق ہے دیکھو ۱۲۳۱ اور بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے یہ مال اپنے اہل کے نفقہ کے لئے خاص کر لیا تھا آپ اس میں سے ایک سال کا خرچ اپنے اہل کیلئے لے لیتے باقی ہتھیاروں گھوڑوں وغیرہ کی تیاری پر جہاد کے لئے صرف کرتے۔ اور ابو داؤد میں ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس حضرت عمر کے پاس ایک جھگڑا لائے جو اس مال کے متعلق تھا۔ اور اور صحابی بھی وہاں تھے تو حضرت عمر نے سب سے قسم دے کر پوچھا کہ کیا یہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا یا نہیں لا نورث ما ترکنا صدقۃ ہم (انبیاء) ورثہ نہیں چھوڑتے جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے پھر فرمایا اموال بنی نضیر سے رسول اللہ صلعم اپنے عیال کے لئے ایک سال کا خرچ رکھ لیا کرتے تھے اور باقی فی سبیل اللہ صرف کر دیتے آپ نے پھر سب کو قسم دے کر پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا کہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر کا ذکر کیا کہ اُن کے خلیفہ ہونے پر حضرت عباس اپنا اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ کا حصہ ....

وقف لازم

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا ۸

اور اللہ کا تقویٰ کرو اللہ سزا دینے میں سخت ہے ۳۳۲۱ (وہ) مہاجر ناداروں کے لئے ہے جو اپنے گھروں سے

مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ

اور اپنے مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول

وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۹

کی مدد کرتے ہیں یہی سچے ہیں ۳۳۲۲ اور وہ جنہوں نے ان سے پہلے ہجرت کے گھر اور ایمان میں جگہ بنائی

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا

وہ اس سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے انکی طرف آتا ہے اور اپنے سینوں میں اسکی کوئی حاجت نہیں پاتے جو انہیں دیا جاتا ہے اور

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ وَمَنْ يُّوْقَ

وہ اپنے آپ پر (انہیں) ترجیح دیتے ہیں گو انہیں تنگی ہی ہو اور جو شخص اپنے نفس کے

شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

بخل سے بچ جائے تو وہی کامیاب ہیں ۳۳۲۳

طلب کرنے آئے تو حضرت ابوبکر نے یہی فیصلہ کیا اور آپ نے فرمایا واللہ یعلم انہ لصادق بار راشد پھر فرمایا کہ میرے خلیفہ ہونے پر تم پھر آئے تو میں تم کو وہ مال اس شرط پر دے دیا کہ اسے اسی طرح پر خرچ کرو جس طرح رسول اللہ صلعم خرچ کرتے تھے سو اگر تم اس شرط پر قائم ہو تو اس مال کو رکھو ورنہ واپس کر دو۔ اور اس کے خلاف میں ہرگز فیصلہ نہیں کر سکتا +

حدیث پر عمل بر نص قرآنی

۳۳۲۱ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ یہ حکم ایک خاص موقعہ پر ہی دیا جاتا ہے مگر اس کے الفاظ کی عمومیت صاف بتلاتی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلعم کے کل احکام و نواہی آجاتے ہیں پس عمل بر حدیث کے لئے یہ آیت بھی حجت ہے۔ بشرطیکہ اس حدیث کی صحت ثابت ہو +

۳۳۲۲ للفقراء بدل ہے لذی القربیٰ سے یعنی ذی القربیٰ اور یتامیٰ وغیرہ جن کا ذکر پہلی آیت میں گذر چکا ان سے مراد غرباء ہیں دیکھو ۱۲۳۱

اختصاص

خاصۃ

خصاصۃ

۳۳۲۳ خصاصۃ۔ اختصاص۔ خصوصیۃ عموم کے خلاف ہے یعنی کسی چیز کا کسی بات میں الگ ہونا جس میں دوسرے شریک نہیں اور خاصۃ ضد عامۃ ہے لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ (الانفال ۸-۲۵) واللہ یختص برحمتہ من یشاء (آل عمران ۳-۷۴)، اور فقر کو جس کی کوئی روک نہیں خصاصۃ کہا جاتا ہے (غ)

انصار کی تعریف

والذین تبوء الدار والایمان سے مراد انصار ہیں۔ اور الدار سے مراد دار ہجرت یعنی مدینہ ہے اور ایمان میں جگہ بنانے سے مراد ایمان میں مضبوط ہونا ہے۔ دیکھو ۵۰۰ اور یا مراد اخلصوا الایمان یا لزموا الایمان ہے (م) اور یہاں انصار کی خصوصیت سے تعریف کی ہے کہ وہ باوجود اپنی تنگی کے مہاجرین کو ترجیح دیتے ہیں اللہ اسی کو شح سے بچا قرار دیا ہے کیونکہ شح بخل اور حرص کے اکٹھا ہونے کا نام ہے۔ اموال بنی نضیر میں سے انصار کو کوئی حصہ نہیں دیا گیا سوائے تین کے اس لئے کہ مہاجرین کے پاس کچھ بھی نہ تھا

صحابہ کی مال دنیا سے بے رغبتی

۱۰ وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا

اور وہ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں ہمارے رب ہماری مغفرت کر اور ہمارے بھائیوں کی جو ایمان میں

بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ

ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ان کے لئے جو ایمان لائے حسد نہ پیدا ہونے دے اے ہمارے رب تو مہربان رحم کرنے

۱۱ رَّحِيْمٌ ۝ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

ع الربع ۵

والا ہے ۳۳۲۴ کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا جو منافق ہیں وہ اپنے بھائیوں کو جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں

اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا

کہتے ہیں اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کی اطاعت نہ کریں گے

۱۲ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَئِنْ

اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں اگر

اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَ

انہیں نکالا گیا تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور

لَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝

اگر یہ ان کی مدد کریں تو پیٹھیں پھیر دیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی ۳۳۲۵

اور جب آنحضرت صلعم نے انصار سے دریافت کیا کہ چاہو تو تم مہاجرین کو اپنے مکانوں میں سے حصہ دیدو اور بنی نضیر کی جگہ سب میں تقسیم کردی جائے اور چاہو تو یہ جگہ صرف مہاجرین کو دے دی جائے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے اموال میں سے بھی مہاجرین کو حصہ دیتے ہیں اور اموال بنی نضیر بھی آپ انہی کو دے دیں۔ یہ وہ پاک گروہ تھا جن کے دلوں میں مال دنیا کی محبت ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی نہ تھی۔ اس آیت کی تفسیر میں بخاری میں اس شخص کا قصہ لکھا ہے جس کے سپرد رسول اللہ صلعم نے ایک مہمان کو کیا تو اس کے گھر میں سوائے بچوں کے کھانے کے کچھ نہ تھا تو میاں بیوی نے بچوں کو بھوکا سلا دیا اور آپ چراغ بجھا کر جو کچھ تھا وہ مہمان کو کھلا دیا اور آپ بھی بھوکے رہے اور کھانے کو ہاتھ نہ لگایا۔

اہل تشیع کے غور کیلئے

۳۳۲۴ مہاجرین اور انصار کی تعریف کے بعد فرمایا بعد میں آنے والے اُن کے لئے دعائے ترقی درجات کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں ان کے لئے کسی قسم کا حسد یا کپٹ نہیں رکھتے اہل تشیع اور خوارج اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے +

۳۳۲۵ ان آیات میں مواعید کا ذکر ہے۔ جو خفیہ طور پر منافقوں نے یہودیوں سے کئے تھے اور انہیں کہا تھا کہ تم مقابلہ پر اڑے رہو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اور اس آیت میں فرمایا کہ جو نصرت کی غرض ہے وہ تو بہرحال پوری نہیں ہو سکتی +

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ۱۳

البتہ اللہ کی نسبت تمہارا ڈر ان کے دلوں میں بہت زیادہ ہے یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں

لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ ۱۴

یہ اکٹھے (بھی) تم سے نہیں لڑیں گے سوائے اس کے کہ قلعوں سے محفوظ کی ہوئی بستیوں میں ہوں یا دیواروں کے پیچھے ان کی لڑائی آپس میں

شَدِیْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ۚ

سخت ہے تو انہیں اکٹھا سمجھتا ہے اور ان کے دل علیحدہ علیحدہ ہیں یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ۳۳۲۶

كَمَثَلِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِیْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۱۵

(ان کی حالت) ان لوگوں کی حالت کی طرح ہے جو ان سے پہلے قریب ہی اپنے کام کی سزا چکھ چکے ہیں۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۳۳۲۷

كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ ۱۶

شیطان کی حالت کی طرح جب وہ انسان کو کہتا ہے کفر کر پھر جب وہ کفر کرتا ہے تو کہتا ہے میں تجھ سے بے تعلق ہوں

اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ۱۷

میں اللہ جہانوں کے رب سے ڈرتا ہوں ۳۳۲۸ سو ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ وہ دونوں آگ میں ہیں اسی میں رہیں گے

وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا ۱۸

اور یہی ظالموں کی سزا ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو اور ہر نفس غور کرے کہ

قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ ۱۹

اس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ کا تقویٰ کرو اللہ اس سے خبردار ہے جو تم عمل کرتے ہو اور ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے

۳۳۲۶ کافر قومیں اب بھی قلعہ گزین ہو کر یا خندقوں میں گھس کر ہی لڑائی کرتی ہیں کھلے میدان میں نکلنے کی جرأت نہیں اس لئے کہ اصل جوہر شجاعت مفقود ہے۔ اور تحسبہم جمیعا وقلوبہم شتی کا مصداق آج بھی عیسائی اقوام نظر آ رہی ہیں +

بنی قینقاع — ۳۳۲۷ مجاہد کہتے ہیں کہ مراد اس سے اہل بدر ہیں۔ مگر ابن عباس کا قول کہ مراد بنی قینقاع ہیں ترجیح کے قابل ہے۔ یہ بھی مدینہ میں یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ اور سب سے پہلے اسی نے اہل اسلام کے ساتھ معاہدہ توڑا اور لڑائی کا فیصلہ کر کے قلعہ گزیں ہو گئے آخر پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد جلاوطنی اختیار کی اور شام میں جا آباد ہوئے یہ بدر سے ایک ماہ بعد کا واقعہ ہے۔ دونوں بھی مراد ہو سکتے ہیں +

۳۳۲۸ پہلی آیت میں مشابہت بنی نضیر کی ہے اور یہاں منافقین کی جو انہیں شیطان کی طرح جھوٹے وعدے دیتے رہے۔

۲۰ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ

اللہ کو بھلا دیا سو اس نے انہیں اپنا آپ بھلوا دیا یہی نافرمان ہیں آگ والے اور جنت والے

۲۱ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى

برابر نہیں جنت والے ہی بامراد ہیں اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر

جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ

اتارتے تو تو اسے اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں

۲۲ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ

تاکہ وہ فکر کریں ۳۲۹ وہی اللہ ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا وہ

۲۳ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ

بے انتہا رحم والا بار بار رحم کرنے والا ہے وہی اللہ ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں بادشاہ پاک سلامتی والا امن دینے والا

۲۴ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ

نگہبان غالب سب سے اوپر سب بڑائیوں کا مالک اللہ اس سے پاک ہے جو وہ شرک کرتے ہیں ۳۳۰ وہی

اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اللہ ہے (مادہ کا) پیدا کرنے والا روح کا پیدا کرنے والا (مختلف شکلیں بنانے والا اس کے لئے سب اچھے نام ہیں جو کچھ آسمانوں

قرآن کریم کی پہاڑوں کو گرا دینے کی طاقت

۳۲۹ یہ بیان تو بطور مثال ہے جیسا کہ خود فرما دیا۔ مگر قرآن کریم کی مثالیں بھی ایک گہری حقیقت اپنے اندر رکھتی ہیں جبل دیکھو ۱۶۲۳ بلحاظ ثبات ایک انسان پر بھی بولا جاتا ہے اور عرب کے اندر ایک کیا ہزارہا جبال تھے جو اپنے عقاید و اعمال پر ایسے پکے تھے کہ انہیں نہ یہودیوں کی تعلیم توحید اپنی جگہ سے ہلا سکی نہ عیسائیت کا عروج اور اس کی پر زور تبلیغ پانچ سو سال تک ان کی ملمع پر دو قوموں نے زور لگایا مگر یہود و نصاریٰ کی تبلیغ اگر زبردست آندھی بھی تھی تو عرب کے لوگ پہاڑ تھے جن پر اس کا کچھ اثر نہ تھا لیکن قرآن نے بیس سال کے اندر ان پہاڑوں کو گرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور علوم اور اخلاق کے دریا ان سے بہا نکالے وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهار

القدوس

۳۳۰ القدوس۔ تقدیس کے لئے دیکھو ۴۲ اور القدوس کے معنی طاہر اور عیوب سے منزہ ہیں اور برکت والا بھی معنی کئے گئے ہیں (ل) یہاں اللہ تعالیٰ کے چند اسمائے حسنیٰ کا ذکر کیا ہے کیونکہ جتنی غلطیاں مذاہب میں لگتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد سے ہی لگتی ہیں۔ بلحاظ اپنی حکومت اور تصرف کے وہ بادشاہ ہے۔ مگر وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح دوسروں کا محتاج نہیں کیونکہ وہ ہر نقص سے پاک یا قدوس اور ہر عیب اور آفت سے سلامت یا سلام ہے بلکہ وہ دوسروں کو امن دینے والا اور ان پر نگہبان ہے۔ پھر وہ غالب بھی ہے مگر ایسا غالب کہ فی الحقیقت سب سے اوپر ہے اور بڑی سے بڑی عظمت اور کبریائی کا مالک ہے ؞

وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اور زمین میں ہے اسی کی تسبیح کرتا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے ۳۲۳۱



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان کے سامنے

بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ

محبت پیش کرو حالانکہ وہ اس کا کفر کرتے ہیں جو تمہارے پاس حق سے آیا وہ رسول کو اور تمہیں نکالتے ہیں

المصور

۳۲۳۱ المصور۔ تصویر کے لئے دیکھو ۳۲۴ اور المصور اسمائے باری میں سے ہے جس نے تمام موجودات کی تصویر بنائی اور انہیں ایک ترتیب دی یعنی ہر چیز کو ایک خاص صورت اور حلیہ و حقیقت عطا کی جس سے با وجود ان کے اختلاف اور کثرت کے اس کی تمیز ہو جاتی ہے۔

آریہ سماج کا شرک

پہلی آیت میں ان اسماء کا ذکر کیا تھا جو قدرت و عظمت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہاں ان اسماء کا ذکر کیا ہے جو ایجاد سے تعلق رکھتے ہیں یعنی اشیاء کو وجود میں لانے سے اور یہاں تین صفات بیان کی ہیں الخالق۔ البارئ۔ المصور۔ الخالق اور البارئ کے فرق کے لئے دیکھو ۳۱۰ یہی فرق ترجمہ میں ظاہر کیا گیا ہے اور المصور سے مراد ہے کہ مادہ یا مادہ اور روح کی مختلف ترکیبوں سے مختلف صورتیں بنانے والا۔ آریہ سماج والے اللہ تعالیٰ کو صرف المصور مانتے ہیں اور اس کے مادہ اور روح کا خالق ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ گویا ان دو صفات کے منکر ہیں۔ اور چونکہ کسی اسم الٰہی کا انکار صریح شرک ہے اس لئے آریہ سماج بھی ایک مشرک فرقہ ہی ہے کامل توحید سوائے اسلام کے کسی کو نصیب نہیں ان اسمائے الٰہی کے انکار کا نتیجہ یہ ہے کہ مادہ اور روح کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خود بخود اور ازلی ہونے میں کامل شریک مانتے ہیں چھوٹے چھوٹے اگر تینتیس کروڑ دیوتا چھوڑ دیئے تو کیا۔ دو بڑے خدا بنا لئے۔ صفات الٰہی کا جو کامل اور مکمل نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کسی آسمانی کتاب میں تلاش کرنا عبث ہے ✦

مطلب سورت

اس سورت کا نام الممتحنۃ ہے اور اس میں دو رکوع اور تیرہ آیتیں ہیں اور اس میں مسلمانوں کے کفار کے ساتھ تعلقات پر بحث ہے اور ایک طرف اگر ان کفار سے جو جنگ کرتے ہیں ہر طرح پر ترک موالات کا حکم ہے تو دوسری طرف جو غیر مسلم جنگ نہیں کرتے ان سے احسان کرنے اور انصاف کرنے کا حکم ہے انہی تعلقات باہمی میں یہ بھی ذکر ہے کہ جب ایسی عورتیں خاوندوں سے الگ ہو کر آ جائیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں۔ تو ان کے متعلق ان کا امتحان لے کر پورا اطمینان کر لینا چاہئے اگر وہ صحیح معنوں میں مسلمان ہوں تو پھر ان کے تعلقات نکاح پہلے خاوندوں سے قایم نہیں رہ سکتے۔ اسی امتحان سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے یہ سورت مدنی ہے اس کا زمانہ نزول صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہے ✦

أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي

اس لیے کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لاتے ہو۳۲۳۲ اگر تم میرے رستہ میں کوشش کرنے کے لیے اور میری رضا کو طلب کرنے کے لیے نکلے ہو

تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ ۚ وَمَن

کیا تم در پردہ اُن سے دوستی رکھوگے اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو کوئی

۲ يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ

تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستہ سے بہک گیا اگر وہ تمہیں پالیں تو تمہارے

أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝

دشمن ہوں اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بدی کے ساتھ چلائیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم کافر بن جاؤ

۳ لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ

تمہارے رشتے اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں نفع نہ دیں گے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کریگا اور اللہ

۴ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ

اسے جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ تمہارے لئے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اس کے ساتھ تھے اچھا نمونہ

مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ

ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم تم سے بے تعلق ہیں اور اس سے جس کی تم اللہ کے سوائے عبادت کرتے ہو۔

مع ۲ عند المتاخرین ۱۲

حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ

۳۲۳۲ بخاری میں حضرت علی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے اور زبیر اور مقداد کو بھیجا اور فرمایا کہ روضہ خاخ پر تمہیں ایک عورت اونٹ پر سوار ملے گی اس کے پاس ایک خط ہوگا اسے لے لینا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا جس میں نبی صلعم کی بعض باتوں کی خبر انہیں پہنچائی گئی تھی دریافت پر حاطب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مہاجرین کے تو سب کے اہل مکہ میں رشتے ہیں اور میں قریش میں سے نہیں میں نے خیال کیا کہ میں ان سے کوئی احسان کر چھوڑوں تاکہ وہ میرے رشتہ داروں کو نہ ستائیں اور میں نے یہ کفر وارتداد سے نہیں کیا رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حاطب نے سچ کہا ہے اور عمرو بن دینار نے جو اس حدیث کا پہلا راوی ہے۔ کہا یہ آیت اسی کے بارہ میں نازل ہوئی +

اسلام کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت

یہ واقعہ فتح مکہ سے پیشتر کا ہے۔ اور حاطب نے قریش کو آنحضرت صلعم کے مکہ پر چڑھائی کرنے کے ارادہ کی خبر دی تھی۔ یہ واقعہ بھی اسی آیت کے ماتحت آتا ہے۔ مگر اس قسم کی ہدایات ہر زمانہ میں مسلمانوں کے لئے بکار ہیں کیونکہ اسلام کی دشمنی کا سلسلہ ختم نہیں ہوگیا اور جو لوگ مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکالتے ہوں اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں تو ایسے لوگوں سے تعلقات محبت قایم کرنا مسلمان کا کام نہیں کھول کر اس مضمون کو دوسرے رکوع میں بیان کیا ہے یہاں اور پھر اگلی آیت میں کفار کی

كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ

ہم تم سے بیزار ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور نفرت ہمیشہ کھلی رہے گی یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ

وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ

پر ایمان لاؤ سوائے ابراہیم کے اپنے بزرگ کے حق میں قول کے کہ میں تیرے لئے بخشش مانگتا رہوں گا اور میں اللہ کے مقابل پر تیرے لئے کچھ

مِنْ شَيْءٍ ۖ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا ۵

بھی اختیار نہیں رکھتا اے ہمارے رب ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری طرف انجام کار پھر کر آنا ہے [۳۳۳۳] اے ہمارے رب

تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ہمیں اُن لوگوں (کے ہاتھ) سے جو کافر ہیں دکھ نہ پہنچا اور اے ہمارے رب ہماری حفاظت فرما تو غالب حکمت والا ہے [۳۳۳۴]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ ۶

یقیناً تمہارے لئے ان میں اچھا نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ (کے سامنے جانے) اور پچھلے دن کی

الْآخِرَ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ ۷

ع ۲/۸

امید رکھتا ہے۔ اور جو کوئی منہ پھیر لیتا ہے تو اللہ ہی بے نیاز تعریف کیا گیا ہے قریب ہے کہ اللہ تمہارے اور

وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

اُن لوگوں کے درمیان جن کے ساتھ ان میں سے تمہاری دشمنی ہے محبت پیدا کر دے اور اللہ قادر ہے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے [۳۳۳۵]

حالت کا نقشہ کھینچا ہے کہ وہ جلاوطنی قتل قید بدزبانی ہر طرح سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے تیار ہیں اور وہ راضی نہیں ہو سکتے جب تک کہ اسلام کا نام مٹا کر ان چند نفوس کو بھی کافر نہ بنالیں جو مسلمان ہو چکے تھے +

کفر کوافر — [۳۳۳۳] کفرنا بکم۔ کفر بعض وقت بمعنی براءۃ بھی آتا ہے یعنی کسی چیز سے بے تعلقی یا بیزاری انی کفرت بما اشرکتمون من قبل (ابراھیم ۱۴۔ ۲۲) (ل)، اور کوافر (آیت ۱۰) کافرۃ کی جمع ہے۔

حضرت ابراہیم کا نمونہ پیش کیا ہے کہ جب ان کی قوم کی دشمنی اور نفرت انکے ساتھ علی الاعلان ظاہر ہوگئی تو وہ بھی قوم سے الگ ہو گئے اور اب کو مستثنیٰ رکھنا شاید اس وجہ سے ہو کہ وہ اسے ایسا دشمن نہ سمجھتے تھے کیونکہ دوسری جگہ ہے فلما تبین له انه عدو لله تبرأ منه (التوبة ۹۔ ۱۱۴) اور حضرت ابراہیم کو یہاں صرف اس امر میں بطور نمونہ پیش کیا ہے کہ باوجود صد درجہ کے حلم کے انہیں بھی آخر اعدائے دین سے قطع تعلق کرنا پڑا۔ کیونکہ خدا کی محبت کے سامنے آخر سب محبتوں کو قربان کرنا پڑتا ہے +

[۳۳۳۴] بخاری میں مجاہد سے ہے لا تجعلنا فتنة لا تعذبنا بایدیھم یعنی ہمیں ان کے ہاتھوں سے عذاب نہ دے۔

قریش کے اسلام لانے کی پیشگوئی — [۳۳۳۵] یہ پیشگوئی صاف بتاتی ہے کہ ان کفار کی تباہی ہونے والی نہیں تھی بلکہ اصلاح ہو کر آخر وہی مسلمانوں کے دوست بننے والے تھے

۸ لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ

اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جنہوں نے تمہارے ساتھ دین کے بارہ میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں اپنے گھروں سے نہیں نکالا

۹ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ

کہ تم ان سے بڑے بڑے احسان کرو اور ان سے انصاف کرو اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے ۲۳۳۶ اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے

عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤی

روکتا ہے جنہوں نے دین کے بارہ میں تم سے لڑائی کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں (دوسروں کی)

۱۰ اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا

مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرتا ہے تو وہی ظالم ہیں ۲۳۳۷ اے لوگو

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ

جو ایمان لائے ہو جب مومن عورتیں تمہارے پاس ہجرت کرتی ہوئی آئیں تو ان کا امتحان لے لیا کرو اللہ اُن کے ایمان

بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ

کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تم انہیں مومنہ جانو تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ نہ وہ عورتیں ان کے لئے حلال ہیں

کفار سے احسان اور انصاف کی تعلیم

۲۳۳۶ یہ آیت اور اس سے اگلی آیت کفار سے تعلقات کے متعلق بطور اصول محکم ہیں اور جہاں جہاں کفار سے موالات یا عدم موالات کا ذکر آتا ہے اس کے حل کرنے کی یہی کنجی ہے۔ کفار کے ساتھ بڑے بڑے احسان بھی ہو سکتے ہیں انصاف کا معاملہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ اس آیت میں بتایا بشرطیکہ وہ مسلمانوں سے دین کی وجہ سے جنگ نہ کرتے ہوں نہ مسلمانوں کو دین کی وجہ سے گھروں سے نکالتے ہوں جو احسان کا مستحق ہے اس سے احسان کرنا چاہئے جو انصاف کا مستحق ہے اس سے انصاف کرنا چاہئے۔ اہل عرب کے کتنے کافر قبیلے تھے جیسے خزاعہ۔ بنی الحرث۔ کنانہ بن مزینہ وغیرہ جن سے نبی کریم صلعم کے معاہدات تھے اور عبد اللہ بن زبیر نے اس میں کفار کی عورتوں اور بچوں کو شامل کیا ہے۔ وہ لوگ ظالم ہیں جو اسلام کی تعلیم کو تنگدلی کی تعلیم قرار دیتے ہیں کفار کے ساتھ انصاف ہی نہیں حسن سلوک کی تعلیم عملی رنگ میں اگر دی ہے تو اسلام نے دی ہے یہ اگر آزاد کافر قوموں کے لئے ہے تو ذمیوں کے حقوق تو اس سے بھی بڑھ کر ہیں +

ترک موالات

۲۳۳۷ اگر یہ ہدایت نہ دی جاتی تو مسلمان زندہ کیونکر رہ سکتے تھے۔ جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں ان سے دوستی اپنی قوم سے کھلی دشمنی ہے آج جب دو قوموں میں جنگ ہوتی ہے تو کیا کوئی مہذب قوم اپنی قوم کے افراد کو ایسی قوم کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنے یا کاروبار کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ اسلام کی تعلیم اصول صحیحہ پر مبنی ہے اس آیت نے صاف بتا دیا کہ ترک موالات کلی طور پر صرف جنگ کرنے والی قوم کے ساتھ ہو سکتا ہے +

وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُم مَّا أَنفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا

اور نہ وہ ان عورتوں کیلئے حلال ہیں، اور جو انہوں نے خرچ کیا انہیں دے دو اور تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جب

آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا

تم انہیں اُنکے مہر دے دو اور کافر عورتوں کے عقدِ نکاح کو روک نہ رکھو اور تم طلب کرو جو تم نے خرچ کیا ہے اور وہ طلب کریں

مَا أَنفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَإِن فَاتَكُمْ ۱۱

جو انہوں نے خرچ کیا ہے یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے ۳۳۳۸ اور اگر تمہاری

شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ

بیبیوں کے مہروں سے کچھ تم سے نکل کر کافروں کی طرف چلا گیا ہے پھر تمہاری باری آئے تو اُن لوگوں کو جن کی بیبیاں

أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَا أَنفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

چلی گئی ہیں اس کی مثل دے دو جو انہوں نے خرچ کیا ہے اور اللہ کا تقویٰ کرو جس کے ساتھ تم ایمان لاتے ہو ۳۳۳۹

عِصَمۃ — **۳۳۳۸** عصم۔ عِصمۃ کی جمع ہے یعنی ان کا عقدِ نکاح کیونکہ عِصمۃ النکاح کے معنی عقدۃ النکاح ہیں (ل)۔

عورتوں کی کہہ سے ہجرت — یہ سورت صلح حدیبیہ کے بعد کے زمانہ کی ہے اور جو عورتیں اسلام لا کر مکہ میں تکلیف اٹھاتی تھیں وہ ہجرت کر آتی تھیں کیونکہ شرایط صلح صرف مردوں پر حاوی تھیں اور کفار کی اصل غرض یہی تھی کہ مسلمانوں کی جنگی طاقت نہ بڑھ جائے۔ تو ان عورتوں کے بارے میں پہلے یہ حکم دیا ہے کہ ان کا امتحان لے لیا کرو۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ امتحان یوں تھا کہ عورت کا حلفی بیان لیا جاتا تھا کہ نہ وہ خاوند کے بغض کی وجہ سے نکلی ہے اور نہ صرف ایک زمین کو چھوڑ کر دوسری زمین میں جانے کے لئے اور نہ دنیا کی کسی غرض کے لئے بلکہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے لئے (رج) اور حضرت عایشہ کی روایت ہے کہ آپ ان عورتوں کا امتحان بیعت سے لیتے تھے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ لا یشرکن باللہ شیئا (رج) اور درست یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں باتیں ہوتی تھیں +

مہاجر عورتوں سے نکاح کی شرط — چونکہ مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے ناجائز تھا اس لئے ایسی عورتوں سے جو کافر خاوندوں کو چھوڑ کر ہجرت کر آئیں مسلمانوں کو نکاح کرنے کی اجازت دی۔ مگر دو شرطیں ساتھ لگائیں اول یہ کہ کافر خاوندوں نے جو مہر اُن کو دیئے تھے وہ انہیں واپس کئے جائیں اور دوسری یہ کہ اس بی بی کو مہر بھی دیا جائے۔ کفار کے ساتھ یہ معاملہ کہ مہر انہیں واپس کردو اسلام کی تعلیم میں کمال انصاف کو ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر جس طرح یہ کہا کہ مسلمان عورتیں اگر کفار کے گھروں سے نکل آئیں تو نکاح باقی نہیں رہتا اسی طرح مسلمانوں کو حکم دیا کہ جو عورتیں اپنے کفر و شرک پر قایم ہیں انہیں تم قیدِ نکاح میں روک کر نہ رکھو اور یہاں کوافر سے مراد یہی کافر مشرک عورتیں ہیں ورنہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے +

عاقب — **۳۳۳۹** عاقبتم۔ عُقْبَۃ کے معنی نوبت یا باری ہیں اور عَاقَبَتِ الرجلَ کے معنی ہیں کسی کام میں اسے آرام دیا اور دوسرے نے اپنی باری لی اور اَعْقَبَ اور عَاقَبَ دونوں کے معنی ہیں تو اونٹ سے اتر جاتا کہ میں اپنی باری لوں (ل) اور یہی معنی یہاں ہیں مگر بعض مفسرین نے یہاں عاقبتم کے معنی غنمتم لئے ہیں یعنی تم کوئی مال غنیمت حاصل کرو (ل) اور صورت اول میں مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح

۱۲ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ

اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتیں آئیں تجھ سے بیعت کریں اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک

شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ

نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان باندھ

يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ

لائیں گی جسے انہوں نے اپنے ہاتھوں اور اپنے پاؤں کے درمیان افترا کیا ہو اور نہ کسی بھی بات میں تیری نافرمانی کریں گی

۱۳ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا

تو اُن سے بیعت لے لے اور اُن کے لئے اللہ سے استغفار کر اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔[۳۳۴۰] اے لوگو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ

جو ایمان لائے ہو ان سے دوستی مت کرو جن پر اللہ ناراض ہوا ہے وہ آخرت سے ایسے ہی

الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝ ع

النصف

نا امید ہیں جیسا کہ کافر قبروں والوں (کے جی اٹھنے) سے نا امید ہیں[۳۳۴۱]

کسی مسلمان کی بی بی کافر تھی اور وہ علیحدہ ہو گئی اسی طرح تمہاری باری آجائے اور کسی کافر کی بی بی مسلمان ہو کر آجائے تو جو مہر کفار کی طرف لوٹانا تھا لے اس مسلمان کو دے دو۔

عورتوں سے بیعت

۳۳۴۰ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے انہی الفاظ میں عورتوں سے بیعت لی تھی انہی میں ہند بنت عتبہ ابو سفیان کی بی بی بھی تھی جو درمیان میں بعض باتیں بھی کہتی جاتی تھی اور عورتوں کی بیعت کے متعلق حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلعم ہاتھ میں ہاتھ نہ لیتے تھے (ج) اور احمد ترمذی وغیرہ کی روایات میں بھی ہے کہ نبی کریم صلعم عورتوں سے مصافحہ نہ کرتے تھے جس طرح مردوں سے کرتے تھے اور شعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو اپنے ہاتھ پر کپڑا رکھ لیتے تھے (م) ممکن ہے کہ دونوں طرح آپ نے بیعت لی ہو۔ اور لا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن کی یہ مراد لی گئی ہے کہ عورتیں جاہلیت میں فرضی حمل قرار دے کر خاوندوں کو دھوکا دے لیا کرتی تھیں مگر اس کے معنی محض بہتان باندھنے کے بھی ہو سکتے ہیں اور ید اور رجل ذات سے کنایہ ہیں کیونکہ زیادہ تر افعال انہیں سے کئے جاتے ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ اپنے دلوں میں بہتان نہ بنائیں کیونکہ دل کا مقر بھی ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہے۔ (م)

صدوقی

۳۳۴۱ عملاً تو یہود و نصاریٰ دونوں کی یہ حالت ہے کہ آخرت پر ان کا ایمان کچھ نہیں صرف دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں مگر یہودیوں میں بالخصوص ایک فرقہ بھی ایسا ہے یعنی صدوقی جو آخرت کے عقیدتاً بھی منکر ہیں۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ اٰيَةً وَفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۹

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا ۲

اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے اے لوگو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا ۳

جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں اللہ کے نزدیک یہ سخت بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو

لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ ۴

تم کرتے نہیں اللہ اُن لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اسکے رستہ میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں گویا کہ وہ

بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ ۵

مضبوط دیوار ہیں ۳۳۴۲ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم مجھے کیوں ایذا دیتے ہو اور تم جانتے ہو

تمہید سورت اس سورت کا نام الصف ہے اور اس میں دو رکوع اور چودہ آیتیں ہیں اس سورت کا اصل مضمون غلبۂ دین اسلام ہے جو اسے تمام مذاہب پر حاصل ہوگا۔ مگر اس کے لئے بتایا کہ مسلمانوں کو بڑی بڑی قربانیاں کرنی چاہئیں۔ یہاں تک کہ ضرورت ہو تو خدا کے رستے میں مستحکم دیوار کی طرح کھڑے ہو کر جنگ بھی کریں اور دوسری طرف عیسیٰ کے حواریوں کی طرح دین اسلام کو لے کر دنیا میں نکل جائیں کیونکہ یہی غلبہ کی اصل راہ ہے۔ یہ سورت مدنی ہے اس کی تاریخ نزول کے تعین کے لئے کوئی یقینی واقعات نہیں ہیں مگر غالباً ابتدائی مدنی زمانہ کی ہی ہے +

مرصوص ۳۳۴۲ مرصوص۔ رَصَّ البُنْیانَ دیوار کو پختہ کیا۔ اور مضبوط کیا اور اس کے بعض کو بعض سے ملایا۔ اور ایسی دیوار مرصوص ہے، اور حدیث میں آتا ہے تراصوا فی الصُّفوف یعنی نماز کی صفوں میں ایک دوسرے سے مل کر رہو۔ اور رَصاص سیسہ کو کہتے ہیں (ل)

پہلی آیتوں میں ان لوگوں سے اللہ تعالےٰ نے اظہار ناراضگی فرمایا ہے۔ جو منہ سے کہہ دیتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ اور یہاں بتایا کہ اللہ تعالےٰ محبت تو اس سے کرتا ہے کہ جب اس نے ایک بات منہ سے نکالی تو پھر اپنے دوسرے بھائیوں سے مل کر حفاظت دین میں ایک مضبوط دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان پر تیر اور تلواریں اس طرح پڑتی ہیں جیسے دیوار پر۔ قول جو عمل میں نہیں آتا وہ کہنے والے کو اللہ تعالےٰ کے غضب کا محل بنا دیتا ہے۔ اور جب کہنے والا اس کے عمل میں لانے کے لئے اپنی جان بھی حاضر کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کا محبوب بن جاتا ہے نبی کریم صلعم کے صحابہ نے بارہا بنیان مرصوص کا نقشہ جنگ میں دکھایا اور بالخصوص جنگ احد میں جب نبی کریم صلعم کے گرد صحابہ کی ایک دیوار قایم ہو گئی اور بعض صحابہ دشمن کی طرف پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے کہ تیر سامنے آتا ہوا دیکھ کر

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ

کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں سو جب وہ ٹیڑھے چلے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو منزل مقصود

الْفٰسِقِیْنَ ۝ وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا ۶

تک نہیں پہنچاتا اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اسکی تصدیق کرتا ہوں

لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَدُ ؕ

جو میرے سامنے توریت سے ہے اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوا جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہے

فَلَمَّا جَآءَہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ہٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

سو جب وہ اُنکے پاس کھلی دلیلیں لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ صریح جادو ہے۔ ۲۴۴۳

صحابہ کا محبوب الٰہی ہونا

جگہ سے نہ ہل جائیں اس گروہ کے اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونے پر یہ آیت نص قطعی ہے۔ اگلی آیت میں حضرت موسیٰ جس ایذا کا اپنی قوم کے ہاتھوں سے ذکر کرتے ہیں۔ وہ ان کا انکار جنگ ہی تھا۔ اور وہاں بھی انہیں قوم فاسق ہی قرار دیا ہے۔ فلا تاس علی القوم الفاسقین (المائدہ ۵-۲۶)

احمد

۲۴۴۳ احمد یہاں احمد میں اشارہ ہے نبی صلعم کی طرف آپکے نام اور آپ کے کاموں کے ساتھ اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ جیسے آپ کا نام احمد ہے اسی طرح آپ اپنے اخلاق اور احوال میں محمود ہونگے اور لفظ احمد کو عیسیٰ کی بشارت سے خاص کیا اس بات کے جتانے کیلئے کہ آپ عیسیٰ سے بڑھکر قابل حمد ہیں (غ) اور آنحضرت صلعم سے پہلے کوئی شخص نہیں گذرا جس کا نام احمد رکھا گیا ہو سوائے اس کے جو بیان کیا جاتا ہے کہ خضر کا یہ نام تھا (ت)، اور محمّد تحمید سے ہے گویا کہ اس کی بار بار تعریف کی جاتی ہے (ل)

محمد

اور لفظ احمد یا تو مضارع متکلم سے منقول ہے اور یا حامدیت سے افعل التفضیل ہے یعنی بہت حمد کرنے والا اور یہ بھی جائز ہے کہ محمودیت سے ہو یعنی بہت زیادہ قابل حمد (ر) اور یہ اسم جلیل ہمارے نبی محمد صلعم کے لئے علم ہے جیسا کہ حسان کے شعر میں ہے۔ صلی الالٰہ ومن یحف بعرشہ - والطیّبون علی المبارک احمد ؕ

احمد آنحضرت کا اسم علم ہے۔

حضرت عیسیٰ کی بشارت آنحضرت صلعم کے متعلق

حضرت عیسیٰ کی جس بشارت کا یہاں ذکر ہے وہ انجیل کے محرف مبدل ہونے کے باوجود اب تک اس میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ذیل کے مقامات پر یہ پیشگوئی ہے (۱) "اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے" (یوحنا ۱۴-۱۶) (۲) "لیکن جب وہ مددگار آئے گا جسکو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دیگا" (یوحنا ۱۵-۲۶)، (۳) "اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا" (یوحنا ۱۶-۷)، (۴) "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا" (یوحنا ۱۶-۱۳)

روح القدس اس پیشگوئی کا مصداق نہیں

جس لفظ کا ترجمہ یہاں مددگار کیا گیا ہے وہ یونانی میں پیراکلیٹ ہے اور بائبل کے پہلے اردو ترجموں میں اس کا ترجمہ تسلی دینے والا کیا گیا ہے۔ اور ترمیم شدہ ترجموں میں مددگار کا لفظ اختیار کر کے حاشیہ میں وکیل یا شفیع کا لفظ دیا گیا ہے یعنی اس کا ترجمہ وکیل یا

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرتا ہے اور اسے اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو

شفیع بھی ہو سکتا ہے۔ عیسائیوں کو اس پیشگوئی کے بارہ میں بہت مشکلات پیش آئی ہیں۔ اس لئے کہ جب اس کا مصداق آیا تو انہوں نے اسے قبول نہ کیا اور کہا یہ جاتا ہے کہ اس دوسرے تسلی دینے والے سے مراد روح القدس ہے جو عیسائیوں کے نزدیک خدائی کا تیسرا اقنوم ہے اس میں شک نہیں کہ اس دوسرے شفیع کو روح القدس اور سچائی کی روح بھی کہا گیا ہے مگر اس ساری پیشگوئی میں کھلے قرائن موجود ہیں کہ اس سے مراد وہ روح القدس نہیں جو عیسائیوں کی خدائی کا تیسرا اقنوم ہے اول۔ اسے دوسرا مددگار یا شفیع کہا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی طرح کا ہی شفیع یا مددگار ہے یعنی بصورت انسان۔ دوم پیشگوئیوں میں انتظار ایک نبی کا تو پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ استثنا ۱۸۔۱۸ کی پیشگوئی کا انتظار حضرت مسیح کے وقت تک پایا جاتا ہے یعنی مثیل موسیٰ نبی کے آنے کی پیشگوئی لیکن روح القدس کے آنے کی کوئی پیشگوئی بائبل میں کہیں نہیں۔ سوم۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ تمہارے پاس نہ آئیگا۔ اب روح القدس کے متعلق یہ کسی صورت میں نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت عیسیٰ کے جانے سے اس کا آنا وابستہ تھا کیونکہ روح القدس کا نزول پہلے سے بھی انبیاء پر ہوتا رہا۔ خود حضرت عیسیٰ پر بھی حضرت یحییٰ سے بپتسمہ لینے کے وقت روح القدس کا نزول ہوا اور حضرت عیسیٰ کے جانے سے جس شفیع کا آنا وابستہ ہے وہ وہی موعود نبی ہے جس کا ذکر استثنا ۱۸۔۱۸ میں ہے یہ قطعی دلیل ہے اس بات پر کہ یہاں روح القدس کے نزول کی پیشگوئی نہیں۔ چہارم۔ اس کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہے گا۔ اب روح القدس کہاں سے سنے گا اگر نبی کی پیشگوئی لے لیں تو بات صاف ہے کہ نبی جو کچھ اللہ تعالےٰ سے سنتا ہے وہی کہتا ہے مگر روح القدس کہیں سے نہیں سنتا وہ خود خدائی کا اقنوم ثالث ہے۔ پنجم۔ وہ باتیں جو حضرت عیسیٰ نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ اس قوم میں ان باتوں کی برداشت نہیں وہ دوسرا شفیع آکر کہیگا۔ روح القدس نے نہ کوئی ایسی باتیں کہیں نہ کہہ سکتا تھا نہ حضرت عیسیٰ کے رخصت ہوتے ہی ان کی قوم میں کوئی نئی طاقت پیدا ہو گئی تھی۔ ششم۔ اس کے متعلق صاف لکھا ہے کہ وہ آیندہ کی خبریں دے گا اور آیندہ کی خبریں دینے والے کو لغت میں نبی کہتے ہیں۔ پس صاف معلوم ہوا کہ یہ نبی کی پیشگوئی ہے۔ روح القدس نے کوئی آیندہ کی خبریں عیسائیوں کو نہیں دیں اور نہ آج عیسائیوں میں کوئی ایسا شخص پایا جاتا ہے جو روح القدس کے اثر سے آیندہ کی خبریں دے سکے لیکن مسلمانوں میں بطفیل متابعت آنحضرت صلعم ایسی خبریں دینے والے آج بھی ہیں+

حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلعم ہیں

اگر یہ پیشگوئی روح القدس پر صادق نہیں آتی تو ہمارے نبی کریم صلعم پر نہایت صفائی سے صادق آتی ہے آپ ابد تک ہمارے ساتھ ہیں اس لئے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور آپ کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے آپ نے حضرت عیسیٰ کی صداقت کی گواہی اس وقت دی جب دنیا انہیں رد کر رہی تھی۔ آپ کا آنا حضرت عیسیٰ کے جانے سے وابستہ تھا۔ آپ نے سچائی کی تمام راہیں دکھائیں الیوم اکملت لکم دینکم۔ آپ جو کچھ سنتے تھے وہی کہتے تھے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی آپ نے آیندہ کی خبریں دیں اور آج تک آپ کی آیندہ کی خبریں پوری ہو کر آپ کی صداقت کی شہادت دے رہی ہیں۔ رہا یہ کہ اس آنیوالے کو روح القدس یا روح حق کہا گیا ہے تو یہ بلحاظ اس کے تقدس اور اس کے حق ہونے کے ہے اور قرآن کریم نے بھی رسول اللہ صلعم کو الحق ہی کہا ہے۔ قل جاء الحق پھر روح القدس نے کبھی نہ کہا کہ وہ مسیح کی اس پیشگوئی کی مصداق ہے مگر قرآن نے صاف طور پر اس پیشگوئی کو آنحضرت صلعم پر لگایا جیسا کہ اس آیت میں یا جیسا کہ یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل میں۔ یا جیسا کہ اس حدیث میں انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشارۃ عیسٰی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت۔

احمد کا لفظ اختیار کرنے کی وجہ

اب صرف ایک بات رہ جاتی ہے۔ کہ قرآن شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے احمد کے آنے کی خوشخبری دی تھی۔ اور اناجیل میں کچھ

۸ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ

کو منزل مقصود پر نہیں پہنچاتا ۳۳۴۳ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں (کی پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرکے رہے گا گو

۹ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ

کافر برا منائیں ۳۳۴۴ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے

۱۰ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ

سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک برا منائیں اے لوگو جو ایمان لائے ہو میں تمہیں ایسی

ع ۱۰

۱۱ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ

تجارت بتاتا ہوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے ۳۳۴۵ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رستے

۱۲ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ

میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو وہ تمہارے گناہوں

ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ

کی تمہارے لئے حفاظت کریگا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور پاکیزہ

۱۳ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا

مکانوں میں جو ہمیشگی کے باغوں میں ہیں یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو

اور الفاظ ہیں تو اصل بات یہ ہے کہ ترجمہ میں ایک لفظ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے جیسا کہ موجودہ تراجم سے بھی ظاہر ہے پس جب حضرت عیسٰی کی اصل انجیل جو سریانی یا عبرانی میں ہوگی کہیں دنیا میں موجود نہیں تو ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عیسٰی نے کیا لفظ بولا تھا۔ سوائے اس کے کہ قرآن کی شہادت کو قبول کریں۔ اور وہ شہادت احمد پر ہے اور احمد آنحضرت صلعم کا اسم علم تھا اور حدیث صحیح میں آپ نے خود فرمایا ہے۔ کہ انا محمد و انا احمد اور احمد کا لفظ یہاں اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت صلعم کا جمالی نام ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی چونکہ جمالی صفت کے مظہر ہی تھے اس لئے وہی نام ان کی بشارت میں ہونا لازم تھا +

اتمام نور کی مراد

۳۳۴۳ یہ عیسائیوں کا ذکر ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں کہ اس نے یہ تعلیم بھیجی تھی کہ خدا تین ہیں اور کہ عیسٰی مسیح بھی خدا ہے حالانکہ انہیں اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور آگے بھی انہیں کی کوششوں کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اللہ کے نور کو بجھانے کی کوششیں کرینگے مگر اللہ اس اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر چھوڑے گا۔ اور وہ کمال تک پہنچانا صرف تکمیل دین نہیں بلکہ دین اسلام کو کل دینوں پر غالب کرنا ہے +

اطفاء

۳۳۴۴ لیطفؤا۔ طَفِئَتِ النَّارُ آگ بجھ گئی۔ اَطْفَأْتُهَا میں نے اسے بجھا دیا۔ لیطفؤا میں اشارہ ہے کہ ایسے وسایل کا قصد کرتے ہیں جن سے اس آگ کو بجھا دیں (غ)

تجارۃ

۳۳۴۵ تجارۃ۔ راس المال میں تصرف ہے تاکہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے (غ)، اور یہاں تجارت اللہ اور رسول پر ایمان لانے کو کہا

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ ١٤

اللہ کی طرف سے مدد اور نزدیک فتح اور مومنوں کو خوشخبری دے ۳۳۴۶ اے لوگو جو ایمان لاتے ہو اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ

كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ

جس طرح عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا اللہ (کے رستے) میں کون میرے مددگار ہیں حواریوں نے کہا ہم اللہ (کے دین)

اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ

کے مددگار ہیں سو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے انکار کیا

فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝ ع

سو ہم نے انہیں جو ایمان لائے انکے دشمنوں پر مدد دی سو وہ غالب ہو گئے ۳۳۴۷

گیا ہے کیونکہ انسان کے قوائے روحانی بھی ایک راس المال کا حکم رکھتے ہیں۔ سو جو شخص انہیں ایسے طریق پر کام میں لاتا ہے کہ ان سے فائدہ اٹھائے تو وہ بھی گویا ایک قسم کی تجارت ہی کرتا ہے۔

۳۳۴۶ اوپر چونکہ نعمائے جنت کا تذکرہ کیا تھا اس لئے یہاں نصر من اللہ و فتح قریب میں اس دنیا کی کامیابیوں کا ذکر ہے۔

نصرت دین بذریعہ اشاعت

۳۳۴۷ حضرت عیسیٰ نے جنگ نہیں کیا اس لئے یہاں انصار اللہ ہونے سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت بذریعہ اشاعت ہے اور مسلمانوں کو یہ بتایا ہے کہ ان کی کامیابی بھی اسی میں ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ کے حواری اپنے دین کو لیکر مختلف ملکوں میں نکل گئے تھے۔ اسی طرح مسلمان بھی دین اسلام کو دنیا کے اطراف و اکناف میں پہنچا دیں۔ گویا ابتدائے سورت میں اگر یہ بتایا تھا کہ مسلمان کہلا کر اگر ضرورت ہو تو دین اسلام کی خاطر سر کٹوانے کے لئے بھی تیار رہو۔ اور آخر پر بتایا کہ دین کا غلبہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ اسے اطراف و اکناف عالم میں پہنچاؤ۔ شاید اس پچھلے زمانہ کی زیادہ تر ضرورت بھی یہی ہے صحابہ نے تو دونوں حکموں کی تعمیل کی اور توحید کو لیکر تمام دنیا میں پھیل گئے۔ مگر آج اسلام ساری دنیا میں بدنام ہو رہا ہے اور ان کے نام لیوا ان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے بھی گھروں سے نکلنے کا نام نہیں لیتے۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

١ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○

اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (جو) بادشاہ پاک غالب حکمت والا ہے

٢ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اسکی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور

٣ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ

انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور ان میں سے اور وں

٤ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

کو بھی جو ابھی انکو نہیں ملے اور وہ غالب حکمت والا ہے ٣٣٤٨ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

تمہید سورت اس سورت کا نام الجمعۃ ہے اور اس میں دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں اصل مضمون اس سورت کا یہ ہے کہ نبی کریم صلعم ہی اب تا قیامت دنیا کے معلم اور مزکی رہیں گے اور جس قدر علم دنیا میں پھیلے گا اور جس قدر لوگوں کا تزکیہ ہوگا آپ کی شاگردی سے ہی پھیلے گا۔ اور ہوگا اور چونکہ مسلمانوں میں تعلیم اسلامی کو زندہ رکھنے کے لئے جمعہ کے دن اجتماع نہایت ضروری ہے اس لحاظ سے اس سورت میں نماز جمعہ کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ اور اسی پر اس سورت کا نام ہے گویا اصل غرض تو یہ ہے کہ تعلیم اسلامی ہی دنیا میں زندہ رہے گی۔ اور اس کی زندگی کے سامانوں میں سے جو ایک عظیم الشان سامان تھا اس کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ اور اسی پر سورت کا نام ہے۔ پچھلی سورت میں مسلمانوں کو بتایا تھا کہ دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیں کیونکہ یہی دین سب دینوں پر غالب آئیگا۔ یہاں بتایا کہ آنحضرت صلعم کی شاگردی سے ہی اب دنیا کی پیاس بجھ سکے گی۔ یہ سورت مدنی ہے اور اس کا نزول بھی ابتدائی مدنی زمانہ سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

آخرین منہم سے مراد ٣٣٤٨ و اخرین منہم۔ عطف امیین پر ہے یا یعلمہم میں ضمیر منصوب پر یعنی یعلمہم الکتاب والحکمۃ ویعلم اخرین منہم اور یہ وہ لوگ ہیں جو صحابہ کے بعد آئے اور تعلیم کا سلسلہ جو یوں آخر زمانہ تک چلے گا تو وہ سب کا سب اول کی طرف ہی منسوب ہوگا۔ (ر) اور ابن جریر نے دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ یہ اعاجم ہیں اور دوسرا یہ کہ اس میں وہ سب لوگ داخل ہیں جو بعد نبی صلعم قیامت تک اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے خواہ کوئی ہوں اور بخاری میں پہلے قول کی تائید میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلعم کے پاس بیٹھے تھے تو آپ پر سورت جمعہ نازل ہوئی تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ و اخرین منہم میں کن کا ذکر ہے تو آپ نے تین دفعہ سوال دہرانے پر اپنا ہاتھ سلمان فارسی کے کندھے پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو ان میں سے آدمی اس تک پہنچ جاتے یا ایک آدمی پہنچ جاتا۔ (د)

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا ٥

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ان لوگوں کی مثال جن پر توریت کا بوجھ ڈالا گیا پھر انہوں نے نہ اٹھایا

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا

گدھے کی مثال کی طرح ہے (جو) کتابیں اٹھاتا ہے کیا ہی بری مثال اُن لوگوں کی ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ

يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ ٦

ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ۳۳۴۹ کہو اے لوگو جو یہودی ہو اگر تم سمجھتے ہو کہ اور لوگوں کو چھوڑ کر تم

مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا ۢ بِمَا ٧

ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو ۳۳۵۰ اور کبھی اسکی آرزو نہ کریں گے اسکی وجہ سے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ ٨

جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے کہو موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں

مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

مل کر رہے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤگے۔ سو وہ تمہیں اس کی خبر دیگا جو تم عمل کرتے تھے ۳۳۵۱

حدیث کا منشا یہ نہیں کہ آخرین منھم صرف فارسیوں میں سے ایک یا چند آدمی ہیں۔ بلکہ یہ آخرین کی مدح کے طور پر فرمایا ہے کہ وہ دوسرے لوگ جنہوں نے براہ راست مجھ سے تعلیم نہیں پائی بلکہ وہ بعد میں آئیں گے اور میری تعلیم سے فائدہ اٹھائیں گے تو ان میں ایسے ایسے کامل الایمان لوگ بھی ہونگے۔ اور یوں آخرین منھم میں کل امت صحابہ کے بعد اول سے لے کر آخر تک شامل ہے گویا ایک تو نبی کریم صلعم کے صحابہ ہیں جن کی تعریف قرآن شریف میں بار بار آچکی اور ایک آخرین ہیں ان کی تعریف میں آنحضرت صلعم نے یہ لفظ فرمائے کہ ان میں بھی بڑے بڑے کامل الایمان لوگ ہونگے اور یہ آیت نص صریح اس بات پر ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا اور نہ ہی حضرت عیسیٰ آسکتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہو تو پھر آخرین کے معلم نبی کریم صلعم نہ ہونگے بلکہ وہ نبی ہوگا یا حضرت عیسیٰ ہونگے کیونکہ نبی براہ راست اللہ تعالیٰ سے بوساطت جبرئیل تعلیم حاصل کرتا ہے وہ کسی نبی کا شاگرد نہیں ہوتا اور حضرت عیسیٰ کے متعلق تو خود قرآن شریف کی شہادت موجود ہے۔ کہ انہوں نے تعلیم براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔ آنحضرت صلعم سے نہیں کی ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل (آل عمران ۳ع۵)

آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں

ف ۳۳۴۹ توریت کا بوجھ ڈالنے سے مراد اسپر عمل کے مکلف کیا جانا ہے۔ اور نہ اٹھانے سے مراد انکا اسپر عمل نہ کرنا ہے اور ان کو گدھے سے مثال دی۔ اس لئے کہ انسان جو نفع کتاب سے اٹھا سکتا ہے وہ نہ اٹھایا نرا بوجھ اس پر رہ گیا وہ مسلمان غور کریں جو قرآن کریم پر عمل نہیں کرتے۔

ف ۳۳۵۰ یہ آرزوئے موت برنگ مباہلہ ہے۔ دیکھو ف۱۲

ف ۳۳۵۱ آیت کا مطلب تو صاف ہے کہ یہ یہودی جو مباہلہ سے گریز کرتے ہیں تو کریں آخر پنے کئے کی سزا پاکر ہی رہیں گے لیکن اس آیت

کرے ہوں کے مقام سے نکلنا

ع ۲
۱۲

۹ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی آجاؤ اور کاروبار کو

۱۰ الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي

چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو ۳۳۵۲ پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں

الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو ۳۳۵۳

سے یہ غلط استدلال کیا گیا ہے کہ جہاں طاعون پڑ جائے وہاں سے بھاگنا نہیں چاہئے حالانکہ صحابہ سے طاعون کی جگہ سے خروج کا جواز مروی ہے مثلاً عمرو بن العاص سے کہ انہوں نے کہا کہ طاعون رجس ہے اس سے وادیوں وغیرہ میں یعنی کھلے میدان میں پھیل جاؤ اور ابوموسیٰ اشعری سے کہ انہوں نے طاعون کے پڑنے پر کہا کہ کھلے میدانوں میں پھیل جاؤ یہاں تک کہ یہ دور ہو جائے البتہ یہ خیال کرنا کہ طاعون کی جگہ سے نکل جانا انسان کو موت سے بچاتا ہے اچھا نہیں۔ اور نہ ہی دوسری آبادی میں جانا مناسب ہے کیونکہ اس طرح وہاں بھی طاعون پھیل جائیگی رہا

زندگی کی قدر اور موت کا خوف

موت کا خوف سو اس میں شک نہیں کہ دنیا پرست کفار موت کے نام سے گھبراتے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ ادنیٰ ناکامیوں پر خودکشی بھی کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ نہ اس زندگی کی قدر و قیمت جانتے ہیں نہ دوسرے عالم کی۔ اسلام نے دونوں کی قدر و منزلت سکھائی ہے اس زندگی کی قدر و منزلت تو یہاں تک ہے کہ خودکشی کرنے والا گویا مسلمان ہی نہیں رہتا اور اس کی موت کفر کی موت ہے اور دوسرے عالم کی قدر و منزلت یہاں تک کہ جب انسان کے لئے پیغام اجل آجائے تو خوشی سے اس زندگی کو الوداع کہکر دوسرے عالم کی طرف قدم رکھے ہاں اس زندگی سے بھی بڑھ کر جس چیز کی قدر سکھائی ہے وہ انسان کا فرض ہے اگر کسی شخص کے سامنے یہ سوال ہو کہ اپنے فرض کو سرانجام دے اور موت قبول کرے یا فرض کو چھوڑ دے اور زندگی کو بچالے تو بروئے تعلیم اسلام یہ دوسری بات ایک مومن کے شایان شان نہیں۔

سب سے پہلا جمعہ

۳۳۵۲ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ نماز جمعہ مکہ میں فرض ہوئی مگر رسول اللہ صلعم نے وہاں جمعہ نہیں پڑھایا۔ تو اس لئے کہ کافی تعداد نہ تھی اور یا اس لئے کہ جمعہ کے لئے اظہار ضروری تھا اور مکہ میں آپ کو چھپ کر نماز پڑھنی پڑتی تھی اور مدینہ میں اول اول اسعد بن زرارہ نے جمعہ پڑھا مگر یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ بغیر رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے ایسا کیا اور بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے جب مصعب بن عمیر کو تعلیم کے لئے بھیجا تو اسے جمعہ پڑھانے کا حکم دیا تھا اور مدینہ میں سب سے پہلے جمعہ انہوں نے قایم کیا اور اسعد ایک گاؤں میں جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور آنحضرت صلعم ہجرت کرکے جب تشریف لائے تو دوشنبہ کے دن قبا میں اُترے اور پھر جمعہ مدینہ میں جاکر پڑھا۔ اور یہ پہلا جمعہ تھا جو آپ نے پڑھا اور کتنے آدمی ہوں تو جمعہ فرض ہوتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے ایک

جمعہ کی فرضیت

قول میں دو۔ ایک میں تین ایک میں چار پھر اسی طرح بڑھاتے بڑھاتے چالیس اور اسی تک تعداد پہنچائی ہے اور ایک قول میں ہے کہ جماعت کثیر ہو بغیر تعداد کی قید کے اور صحیح یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو سے جب جماعت ہو جاتی ہے تو جمعہ کے لئے بھی دو آدمی کافی ہیں اور جمعہ کے تنگ کرنے پر احادیث میں سخت مواعید ہیں اور جمعہ کا خطبہ وعظ و نصیحت کے لئے ہے اس لئے اگر سامعین نے اسے سمجھا نہیں تو اصل مقصد جمعہ کا فوت ہو گیا۔ عربی میں خطبہ پڑھ دینا جب سامعین عربی کا حرف بھی نہ جانتے ہوں جمعہ کی غرض کو ہی کالعدم کر دینا ہے۔ ایسا ہی اسعد کا ایک گاؤں میں جمعہ پڑھنا صاف بتاتا ہے کہ جمعہ شہر میں بھی ہو سکتا ہے اور گاؤں میں بھی اور جنگل میں بھی اور جمعہ کے بعد جو لوگ نماز ظہر کو دوہراتے ہیں اور اس کا نام احتیاطی رکھتے ہیں تو یہ طریق بالکل آنحضرت صلعم اور صحابہ کے عمل کے خلاف ہے۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِنْدَ ١١

اور جب تجارت یا کھیل دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں کہو جو اللہ کے پاس

اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ع

ہے وہ کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے۳۳۵۴

سورۃ المنٰفقون مدنیۃ وھی احدی عشرۃ اٰیۃ فیھا رکوعان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۸ ع ۱۳ ق

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ١

جب منافق تیرے پاس آتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے

یہ سورت مدنی ہے اور جمعہ کی فرضیت نماز کی فرضیت کے اندر آجاتی ہے اس آیت میں مسلمانوں کو یہی ہدایت دی ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے وقت کاروبار کو چھوڑ کر خطبہ وعظ اور نماز جمعہ میں ضرور شامل ہوں کیونکہ یہ ایک ضروری اجتماع ہے اور اگر اسے ترک کر دیا جائے تو قوم کے اندر پند و نصیحت کا سلسلہ باقی نہ رہ کر قوم مردہ ہو جاتی ہے۔ گویا جمعہ ایک نہایت ضروری رکن دین تعلیم اسلام کو زندہ رکھنے کے لئے ہے اذا نودی سے یہ مراد نہیں کہ اگر اذان نہیں سنی تو اٹھے ہی نہیں۔ بلکہ اس کا وقت مراد ہے۔ اور بیع میں یہاں ہر قسم کے معاملات یا کاروبار شامل ہیں ؛

جمعہ کے دن کاروبار کی ممانعت نہیں

ف۳۳۵۳ جمعہ پڑھ کر کاروبار میں لگ جانا جائز ہے اور کاروبار صرف نماز جمعہ کے لئے چھوڑے جاتے ہیں۔ آگے پیچھے نہیں یہودیوں یا عیسائیوں کے سبت کے خلاف کہ وہ سبت کا سارا دن دنیوی کاروبار کو ممنوع سمجھتے ہیں ؛

ف۳۳۵۴ بخاری میں جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ ایک قافلہ جمعہ کے دن آگیا۔ اور ہم آنحضرت صلعم کے پاس تھے تو لوگ اس کی طرف دوڑ گئے اور آپ کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے اور بعض روایات میں ہے کہ اس وقت آنحضرت صلعم خطبہ پڑھ رہے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ بات کہ قافلہ کی خبر سنکر صحابہ ادھر بھاگ گئے ہوں اور خطبہ چھوڑ گئے ہوں کسی طرح قابل قبول نہیں۔ اور کوئی موقعہ ہو تو علیحدہ بات ہے اور قرآن شریف کے الفاظ میں تجارت اور لہو دو باتیں ہیں اور لہو کی طرف جانے والا کوئی مسلمان نہ تھا۔ اصل میں یہ ذکر منافقوں کا ہے۔ کہ ان کی یہ حالت ہے کہ وہ تجارت اور کھیل کو ذکر اللہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اگلی سورت انہی منافقوں کے ذکر پر ہے۔ اور عموماً ایک سورت کا خاتمہ اس ذکر پر ہوتا ہے جو اگلی سورت کا مضمون ہو ؛

تمہید سورت

اس سورت کا نام المنافقون ہے اور اس میں دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں اور اس میں منافقوں کا ذکر ہے جو منہ سے کچھ کہتے تھے اور دل میں کچھ رکھتے تھے اور یہ پچھلی سورت کے مضمون کا ہی تتمہ ہے تاکہ مومن کسی قسم کی مشابہت ایسے لوگوں سے پیدا نہ کریں اسی لئے دوسرے رکوع میں مومنوں کو ان کا اصل مقصد زندگی ذکر اللہ یاد دلا کر متنبہ کیا ہے۔ کہ اموال و اولاد میں اس قدر مشغول نہ ہوں کہ اصل غرض زندگی کو بھول جائیں۔ یہ سورت بھی مدنی ہے اور اسی زمانہ کی ہے جس زمانہ کی پچھلی سورت ہے ؛

۲ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا

اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں ۳۳۵۵ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے سو وہ اللہ

۲ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا

کے رستے سے روکتے ہیں برا ہے جو وہ کرتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہوتے

۴ فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ

پھر انکے دلوں پر مہر لگ گئی سو وہ سمجھتے نہیں ۳۳۵۶ اور جب تو انہیں دیکھتا ہے تو ان کے جسم تجھے اچھے معلوم ہوتے ہیں

وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ

اور اگر وہ بات کریں تو تو ان کی بات کو سنتا ہے گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں (جنہیں) لباس پہنایا گیا ہے ۳۳۵۷ وہ ہر آواز کو اپنے اوپر (بلا) ہی خیال کرتے ہیں

۵ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ

وہ دشمن ہیں سو اُن سے بچتا رہ۔ اللہ انہیں ہلاک کرے کس طرح الٹے پھر جاتے ہیں ۳۳۵۷ اور جب انہیں کہا جاتا ہے آؤ اللہ کا رسول

رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

تمہارے لئے استغفار کرے وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ (دوسروں کو بھی) روکتے ہیں اور وہ تکبر کرنے والے ہیں ۳۳۵۸

منافقوں کا جھوٹا ہونا

۳۳۵۵ رسول کی گواہی دینے سے مراد اس پر ایمان لانا ہے۔ یعنی نشھد انک لرسول الله سے مراد ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مگر منافق ایمان نہ لاتے تھے ومن الناس من يقول اٰمنا بالله وباليوم الاٰخر وما هم بمؤمنين (البقرة ۲-۸) اس لئے انہیں جھوٹے کہا ہے۔ اور یا ان کے جھوٹا ہونے سے مراد عام طور پر ان کی جھوٹ بولنے کی عادت ہے جیسا کہ بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں زید بن ارقم کی حدیث ہے جو کہتے ہیں کہ میں نے کسی سفر میں عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے سنا کہ ان لوگوں پر روپیہ خرچ نہ کرو جو رسول اللہ صلعم کے پاس ہیں تاکہ یہ لوگ نکل جائیں اور یہ بھی کہ مدینہ جب ہم واپس جائیں گے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ زید کہتے ہیں میں نے یہ واقعہ اپنے چچا سے بیان کیا انہوں نے رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلایا تو اس نے انکار کر دیا اور قسم اٹھائی کہ میں نے یہ نہیں کہا۔ زید کہتے ہیں مجھ پر یہ بہت ہی دشوار گذرا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں۔ اور آنحضرت صلعم نے مجھے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تصدیق کرتا ہے +

منافقوں کا ایمان و کفر

۳۳۵۶ اٰمنوا ثم كفروا۔ بعض نے اسے ان لوگوں کے متعلق لیا ہے جو مرتد ہو گئے۔ اور یا مراد ہے کہ قول سے ایمان لاتے ہیں اور دل سے کفر کرتے ہیں۔ یا مومنوں کے سامنے ایمان لاتے ہیں اور اپنے شیاطین سے مل کر کفر کرتے ہیں +

خشب

۳۳۵۷ خشب۔ خَشَبٌ کی جمع ہے جس کے معنی لکڑی ہیں اور اس سے مراد ایسا شخص لیا جاتا ہے جسے حیا نہ ہو (رغ)

سند۔ تسنید

مسندة۔ سَنَدٌ اصل میں وہ بلند زمین ہے جو پہاڑوں وغیرہ کے سامنے ہو۔ اور سَنَدَ اَسْنَدَ کسی چیز کو کسی پر تکیہ دینے کے معنی میں آتا ہے اور حدیث کا اسناد اس کا نبی کریم صلعم تک پہنچانا ہے۔ اور سَنَدٌ ایک قسم کی چادر ہے اور سَنَّدَ الرجل کے معنی

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ ۶

ان پر برابر ہے کہ تو ان کیلئے استغفار کرے یا اُن کے لئے استغفار نہ کرے اللہ انہیں نہیں بخشے گا اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ○ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ ۷

نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسول

رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ

کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ چلے جائیں اور اللہ کے لئے ہی آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں لیکن منافق

لَا يَفْقَهُونَ ○ يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ ۸

نہیں سمجھتے کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو اس سے نکال دیں گے

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ○ يَا أَيُّهَا ۹

ع ۲ ۱۴

اور اللہ کے لئے ہی عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے لیکن منافق نہیں جانتے ع۳۳۵۹ اے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ

لوگو جو ایمان لائے ہو نہ تمہارے مال اور نہ ہی تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کریں اور جو کوئی ایسا کرے

ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ○ وَأَنفِقُوا مِن مَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ ۱۰

تو وہ نقصان اٹھانے والے ہیں ع۳۳۶۰ اور اس سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے

ہیں اس نے وہ لباس پہن لیا جسے سَنَد کہا جاتا ہے۔(ل) اور یہاں گو عام طور پر ٹیک لگانے کے معنی لئے گئے ہیں مگر دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ یعنی ظاہر ڈیل ڈول اچھی ہے باتیں بھی خوب بنا بنا کر کرتے ہیں۔ مگر جو کچھ ہے باہر ہی باہر ہے۔ گویا وہ انسان نہیں بلکہ لکڑیاں ہیں جو اچھے لباس میں ملبوس کی گئی ہیں۔ اور یحسبون کل صیحۃ علیہم سے یہ مراد ہے کہ دشمن کی چڑھائی وغیرہ کی جو آواز آتی ہے اس سے انہیں خیال گذرتا ہے کہ اب مارے گئے۔

لَوّٰی — ع۳۳۵۸ لَوَّوا۔ لَوٰی رأسَہ کے معنی ہیں امالہ ایک طرف کر لیا یہی معنی یہاں ہیں (غ)، لَوّٰی رأسَہ کے معنی ہیں صرفہ اسے پھیر لیا اور تشدید مبالغہ کے لئے ہے۔ اور یہ مثال ہے ترک مکارم کے لئے اور معروف سے الگ ہونے کے لئے اور اچھی بات میں کوتاہی کرنے سے (ل) اگلی آیت کا مضمون اس کے مطابق ہے جو سورۃ توبہ میں گذر چکا دیکھو ع۱۳۲۸

ع۳۳۵۹ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ عبداللہ بن ابی نے یہ باتیں کہی تھیں۔ زید بن ارقم کی حدیث ع۳۳۵۵ میں گذر چکی ہے۔

الھٰی — ع۳۳۶۰ تلھکم۔ لَھَوْتُ بالشیء۔ اس چیز میں مشغول ہو کر دوسری سے غافل ہو گیا۔ اور لَھِیْتُ عن الشیء اس کے ذکر کو چھوڑ دیا اور اس سے غافل ہو گیا۔ اور اَلْھَاہُ ذٰلِکَ اس چیز نے اسے غافل کر دیا۔ (ل) الھٰکم التکاثر (التکاثر ۱۰۲–۱)

أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ

کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو وہ کہے اے میرے رب تو نے مجھے ایک قریب وقت تک کیوں مہلت نہ دی تو میں صدقہ کرتا

۱۱ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا

اور نیکوں میں سے ہوتا اور اللہ کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا جب اس کا وقت مقرر آ جائے

وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ ع

اور اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو

سُورَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِ عَشْرَةَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱ ۱۵

۱ يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ

اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز

۲ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

پر قادر ہے وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا سو تم میں سے (کوئی) کافر ہے اور (کوئی) تم میں سے مومن ہے اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے ف ۳۳۶۱

گو الفاظ عام ہیں۔ مگر یہاں صاف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مومنوں کو بھی کثرت سے اموال اور جتھے ملیں گے اور نصیحت کی ہے کہ اس وقت اللہ کے ذکر کو نہ چھوڑ دیں اور اصل مقصد زندگی سے غافل نہ ہو جائیں +

تمہید سورت

اس سورت کا نام التغابن ہے اور اس میں دو رکوع اور ۱۸ آیتیں ہیں۔ تغابن کے معنی ہیں اس کمی کا ظاہر ہو جانا جو انسان اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں دکھاتا ہے اور اس سورت کا مضمون یہی ہے کہ جو کچھ انسان خدا کے حق میں کمی دکھائیگا اس کا نتیجہ دیکھ لے گا۔ چونکہ پچھلی سورت میں منافقوں کا ذکر تھا اور مومنوں کو متنبہ کیا تھا کہ وہ مال و اولاد میں اسی طرح مبتلا ہو کر ذکر اللہ سے غافل نہ ہو جائیں اس لئے اب اس مضمون کو اور کھولا ہے۔ اور انفاق فی سبیل اللہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اکثر کے قول میں یہ سورت مدنی ہے اور بلحاظ مضمون بھی مدنی ہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ انفاق پر زیادہ زور مدنی سورتوں میں ہی پایا جاتا ہے +

ف ۳۳۶۱ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا خالق ہے تو چاہئے تو یہ تھا کہ تم سب ایمان لاتے مگر بعض لوگ کفر کو اختیار کر لیتے ہیں اور شکر نعمت نہیں کرتے چنانچہ آیت کے آخری الفاظ واللہ بما تعملون بصیر اس معنی کی وضاحت کرتے ہیں۔ اور اس کے یہ معنی کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کرنے میں ہی بعض کو کافر اور بعض کو مومن بنا دیا ہے۔ صحیح نہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پیدائش کے وقت کیا اس سے بھی

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ ۳

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کیساتھ پیدا کیا اور تمہاری تصویریں بنائیں سو تمہاری تصویریں خوبصورت بنایا اور اسی کی طرف انجام کار جانا ہے

يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ ۴

وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں کی باتوں کو جاننے والا ہے

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ۵

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنہوں نے پہلے کفر کیا پھر انہوں نے اپنے کام کی سزا چکھی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا ۶

یہ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلیں لیکر آتے تھے تو وہ کہتے کیا انسان ہمیں راہ دکھائیں گے سو انہوں نے

وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۷

کفر کیا اور پھر گئے اور اللہ کسی کا محتاج نہ تھا اور اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے ۳۳۶۲ جو کافر ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اٹھائے نہیں جائینگے

قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

کہو ہاں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہیں ضرور اسکی خبر دی جائیگی جو تم نے عمل کئے اور یہ اللہ پر آسان ہے

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِىْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ۸

سو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس نور (پر) جو ہم نے اتارا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا ۹

جس دن وہ تمہیں جمع ہونے کے دن کے لئے اکٹھا کریگا یہ کمی کے ظاہر ہو جانے کا دن ہے اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے

پہلے علم ہوتا ہے کہ ایک شخص کیسا ہوگا مگر اللہ تعالیٰ پیدا سب کو صحیح فطرت پر کرتا ہے۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا۔ (الروم ۳۰-۳۰) اور حدیث میں ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ۔ اور کفر اور ایمان بذریعہ اکتساب ہیں اور حدیث میں جو آتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں جب بچہ ہوتا ہے تو ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس کا رزق اور اس کی اجل اور اس کا عمل اور اس کا شقی اور سعید ہونا لکھ لیتا ہے تو یہ سب کچھ علم الٰہی سے تعلق رکھتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی پیدائش میں کوئی ایسا فرق کر دیا جاتا ہے کہ وہ خاص قسم کے اعمال کے لئے مجبور ہوتا ہے یہ قرآن شریف کی تعلیم کے اصول کے خلاف ہے +

شقی و سعید کا ماں کے پیٹ میں لکھا جانا

۳۳۶۲ بشر یہاں بطور جنس استعمال ہوا ہے۔ اس لئے یھدون جمع لایا گیا ہے۔

يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

اسکی برائیاں اس سے دور کر دیتا ہے اور اسے باغوں میں داخل کرتا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ انہی میں رہیں گے

۱۰ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

یہ بڑی کامیابی ہے ۳۳۶۳ اور جو انکار کرتے ہیں اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہی آگ والے

۱۱ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ

الثلثۃ ع ۲ (۸) ۱۶

ہیں اسی میں رہیں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے کوئی مصیبت نہیں پہنچتی سوائے اسکے کہ اللہ کی اجازت سے (ہو) اور جو

۱۲ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ

اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اسکے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ۳۳۶۴ اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو

۱۳ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ

پھر اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں اور

۱۴ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ

اللہ پر ہی مومنوں کو چاہئے کہ بھروسہ کریں اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہاری بیبیوں میں سے

وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ

اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں سو ان سے بچتے رہو

تغابن

۳۳۶۳ تغابن - غَبْن یہ ہے کہ تم اپنے ساتھی کا کسی معاملہ میں جو تمہارے اور اس کے درمیان ہوا خفا کے طریق پر حق کم کر دو۔ اور یہ مال میں بھی ہوتا ہے اور رائے میں بھی غَبِنْتُ کذا کے معنی ہیں اس سے غافل ہوا پس اسے غبن سمجھا اور یوم التغابن قیامت کا دن ہے بوجہ اس مبایعت میں ظہور غبن کے جس کی طرف آیات میں اشارہ ہے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ۔ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ - الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا اور بعض کے نزدیک یوم التغابن اسے اس لئے کہا گیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ان کا اندازہ تھا اس کے خلاف وہاں ظاہر ہوگا۔ (غ) پس کافر کی وہ کمی ظاہر ہو جائیگی جو ترک ایمان کی وجہ سے ہے اور مومن کی وہ جو نیکی کی کمی کی وجہ سے ہے۔

ہدایت کا تعلق قلب سے ہے

۳۳۶۴ ایمان کا تعلق اول قلب سے ہی ہے۔ اور قلب مرکز ہے۔ پس ایمان سے دل ہدایت پاتا ہے۔ اور دل کے ہدایت پانے سے سب اعمال درست ہو جاتے ہیں۔

وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ إِنَّمَا ۱۵

اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۳۳۶۵ تمہارے

أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ○ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا ۱۶

مال اور تمہاری اولاد صرف ایک آزمائش ہیں اور اللہ وہ ہے کہ اس کے پاس بڑا اجر ہے سو اللہ کا تقویٰ کرو

اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ

جہاں تک ہو سکے اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو تمہارے اپنے لئے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کے بخل سے

نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ إِنْ تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ ۱۷

بچ جائے تو وہی کامیاب ہیں اگر تم اللہ کے لئے کوئی اچھا کام کرو وہ اسے تمہارے لئے

لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ○ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۱۸

بڑھاتا ہے اور تمہاری مغفرت کرتا ہے اور اللہ قدر کرنے والا بردبار ہے پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○

غالب حکمت والا ہے۔

۳۳۶۵ اس سے یہ مطلب نہیں کہ بعض بیبیاں خاوندوں کی دشمن ہو جاتی ہیں اور ان کے قتل کے منصوبے کرتی ہیں۔ اور بعض اولاد ماں باپ کی دشمن بن جاتی ہے۔ بلکہ ان کا دشمن ہونا اس لحاظ سے ہے جس کی تصریح آگے خود کر دی ہے۔ کہ وہ فتنہ یعنی آزمائش ہیں بی بی اور اولاد کی محبت انسان سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی معصیت کے بڑے بڑے کام کرا دیتی ہے بلکہ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو بڑی رکاوٹ یہی ہو جاتی ہے یعنی یا بی بی اور اولاد کا خیال یا وہ چاہتے نہیں کہ تمہارا مال اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ ہو اور یوں انفاق فی سبیل اللہ میں مزاحم ہو جاتے ہیں۔ اور یہی ان کا دشمن ہونا ہے یعنی وہ انسان کے آخرکار نقصان کا موجب ہو جاتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ میری امت پر ایک زمانہ آئیگا کہ ایک شخص کی ہلاکت اس کی بی بی اور اس کی اولاد کے ہاتھ پر ہوگی۔ یعنی وہ ان کے لئے مال کمانے کی خاطر ارتکاب معاصی کریگا۔ اور ہلاک ہو جائیگا۔ اور آخر پر جو فرمایا وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا تو یہ مراد ہے کہ بیبیوں اور اولاد سے اگر تمہیں کچھ تکلیف پیش آئے۔ اس لئے کہ وہ چاہتے ہیں کہ تم انہیں ناجائز مال لا کر دو یا تمہارے انفاق فی سبیل اللہ پر تم سے ناراض ہو جاتے ہیں یا تکلیف پہنچاتے ہیں۔ تو تم ان سے عفو درگزر وغیرہ ہی کرو اور اگلی آیت میں صاف کر دیا کہ مال اور اولاد انسان کے لئے فتنہ ہے۔ یعنی اس ذریعہ سے اس کا کھرا پن اور کھوٹا پن پرکھا جاتا ہے کہ کون اولاد اور بی بی کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو قربان کر کے انفاق سے رک جاتا ہے۔ اور کون اللہ کی محبت کو سب پر مقدم کر لیتا ہے اور اس مضمون کو آیت ۱۶ میں سب کا نتیجہ انفقوا لا کر صاف کر دیا ہے۔ اور ساتھ ہی من یوق شح نفسہ بھی بڑھا دیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اصل غرض یہی ہے +

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَا عَشْرَةَ آيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

تمہید سورت

اس سورت کا نام الطلاق ہے اور اس میں دو رکوع اور ۱۲ آیتیں ہیں۔ اس کے پہلے رکوع میں طلاق کے کچھ مسائل کا ذکر ہے۔ جو سورۂ بقرہ کے مضمون کی تکمیل کرتے ہیں اور دوسرے رکوع میں رسول کے احکام سے سرکشی اختیار کرنے کا نتیجہ بتایا ہے ان دونوں باتوں میں باہم تعلق کیلئے دیکھو ۳۴۳ سورت مدنی ہے اور سورۂ بقرہ کے بعد کی نازل شدہ ہے غالباً اس کا زمانہ چھٹے سال ہجری کے قریب کا ہے۔ بظاہر اس سورت میں ایک ایسے مضمون کا ذکر ہے جسکا پہلی سورتوں سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اگر

سورتوں کی پرحکمت ترتیب

قرآن کریم کی ترتیب پر کیفیت مجموعی ایک غور کی نظر ڈالی جائے تو یہی ظاہر ہے تعلق ایک لطیف حکمت کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے قرآن کریم کی ابتدا مدنی سورتوں سے ہوتی ہے اور اس کا خاتمہ مکی سورتوں پر ہوتا ہے۔ یعنی سورۂ تحریم کے بعد انتیسویں پارہ سے لے کر آخر تک کی سورتیں ہیں سوائے سورۃ النصر کے کہ اس کا نزول بھی گو مدنی زمانہ میں ہے مگر مکہ میں ہی ہوا اور ظاہر ہے کہ مکی سورتوں میں تفصیلات شریعت نہیں۔ اور یوں یہ دونوں سورتیں الطلاق اور التحریم مدنی سورتوں کے خاتمہ پر ہیں۔ تو جس طرح پر سب سے پہلی مدنی سورت یعنی سورۃ بقرہ میں ایلاء اور طلاق کا ذکر تھا۔ یہاں مدنی سورتوں کے خاتمہ پر ان سورتوں کو رکھا ہے جن میں وہی ذکر ہے۔ اور یوں گویا اس پہلی سورت کے مضمون کی تکمیل بیان کرکے ایک پرحکمت ترتیب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اس بات کی طرف بھی کہ قرآن کریم نے ایک معمولی مسئلہ طلاق کو کمال کو پہنچا کر یہ دکھا دیا کہ اس میں ہر ایک ضروری مسئلہ تکمیل کو پہنچا دیا گیا ہے۔ گویا تفصیلاً شریعت میں مسئلہ طلاق سے ہی آغاز کیا۔ اور مسئلہ طلاق پر ہی خاتمہ کیا۔ اور فی الحقیقت یہ دس مدنی سورتیں یعنی۔ الحدید۔ المجادلۃ۔ الحشر۔ الممتحنۃ۔ الصف۔ الجمعۃ۔ المنافقون۔ التغابن۔ الطلاق۔ التحریم۔ جن کو یہاں مکی سورتوں کے اندر رکھا گیا ہے سب کی سب ہی سورۂ بقرہ کے مضمون کی تکمیل کرتی ہیں اور جس طرح سورۂ بقرہ میں مومنوں کی فلاح کی راہیں بیان کی گئی ہیں ان میں بھی فلاح کی راہیں بیان کی گئی ہیں چنانچہ سورۂ بقرہ کی طرح ان سب میں کچھ ذکر منافقین کا اور کچھ یہود کا ہے۔ جس طرح سورۂ بقرہ میں یہ ذکر تھا۔ اور تھوڑا سا ذکر عیسائیت کا ہے۔ جو سورۂ آل عمران کے مضمون کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہے۔ اور کچھ تفصیلات شریعت بیان ہیں جیسے سورۂ بقرہ میں تھیں اور خصوصیت سے زور انفاق فی سبیل اللہ پر ہے۔ جیسے کہ سورۂ بقرہ میں بھی خصوصیت سے اس پر زور دیا گیا تھا۔ یقیناً یہ ترتیب سور کسی انسان کے خیالات کا نتیجہ نہیں۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ طلاق کے مضمون میں عورتوں کے ساتھ رعایت اور حسن معاشرت اور ان پر تنگی نہ کرنے کی خاص طور پر تعلیم ہے۔ یہاں بھی اور سورۂ بقرہ میں بھی اور قرآن کریم کے اس حصہ کا خاتمہ جس میں تفصیلات شریعت ہیں اس مضمون سے کرکے یہ بتا دیا کہ اسلام عورتوں سے حسن سلوک اور معاشرت اور خانہ داری کے صحیح اصول کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔

عورتوں سے حسن سلوک کی اہمیت

نبی کریم صلعم کے حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی خاص تعلیم ہے۔ یہ بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور فی الحقیقت سچ یہی ہے کہ اگر اس نصف حصہ نسل انسانی کی جس کے سپرد ساری نسل انسانی کی بچپن کی تربیت ہے قدر نہ کی جائے تو نتیجہ یہی ہوگا کہ ساری نسل کی ترقی پر بُرا اثر پڑے گا۔ اور آج مسلمان اس معاملہ میں کوتاہی کے نتائج کو ہی بھگت رہے ہیں۔

ع ۱ / ۱۷

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَ ۱

اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت (پوراکرنے) کے لئے طلاق دو اور عدت کی حفاظت کرو ۲۳۶۶ اور

اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ

اللہ اپنے رب کا تقویٰ کرو انہیں اپنے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوائے اس کے کہ کھلی بے حیائی

بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

کا ارتکاب کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھتا ہے تو وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے

۲۳۶۶ خطاب آنحضرت صلعم سے خاص ہے اور حکم عام ہے۔ گویا نبی کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم اپنی امت کو یوں کہو اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے احکام جو ایسے مسائل میں ہوں وہ سب واجب العمل ہیں۔

طریق طلاق

طلقوھن لعدتھن کے معنی ہیں مستقبلات لعدتھن یعنی ایسے طور پر طلاق دو کہ وہاں سے وہ اپنی عدت کا استقبال کرنے والی ہوں۔ اور کشاف نے اس کی وضاحت یوں کی ہے۔ والمراد ان یطلقن فی طھر لم یجامعن فیہ ثم یخلین حتی تنقضی عدتھن۔ یعنی مراد یہ ہے کہ انہیں ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں خاوند اُن کے قریب نہیں گیا۔ اور پھر انہیں چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہو جائے اور یہ طلاق حسن کہلاتی ہے۔ اور ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کے اصحاب صرف ایک ہی طلاق دیتے تھے پھر اس کے بعد کوئی طلاق نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ عدت گذر جائے اور بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے اپنی بی بی کو حالت حیض میں طلاق دی تو آنحضرت صلعم ناراض ہوئے اور مراجعت کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ جب وہ غسل کرلے اور پھر ایک طہر گذرنے کے بعد حیض آئے پھر غسل کرے تو اگر چاہے تو طلاق دے قبل اسکے کہ اسے چھوئے یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے طلاق کا طریق بتایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ طلاق صرف طہر میں دی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس طہر میں مقاربت نہ ہوئی ہو۔ اور جب طلاق دی جائے تو اس سے عدت شروع ہو جائیگی اور پھر اس عدت کا شمار رکھا جائے یعنی تین طہر گذریں۔ پس ان طہروں کے اندر کوئی دوسری طلاق نہیں دی جا سکتی۔ صحابہ کا بھی یہی عمل تھا۔ مگر جہاں قرآن کریم کے الفاظ صاف موجود ہیں۔ وہاں کسی عمل کا بھی کوئی سوال نہیں۔ البتہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس حکم قرآنی کے خلاف کیا جائے تو کیا ہوگا سو اگر کوئی شخص حالت حیض میں طلاق دے تو مراجعت نبی کریم صلعم سے ثابت ہے جیسا کہ ابن عمر کی حدیث میں اوپر گذر چکا ہے۔ اور اگر طہر میں طلاق دے لیکن تین طلاق ایک ہی وقت دے جسے طلاق بدعی کہا جاتا ہے۔ یا تین طہروں میں تین طلاقیں دے تو اس کا اثر صرف اس قدر ہوگا۔ کہ پہلی طلاق پر عدت شروع ہو جائیگی اور باقی طلاقیں خواہ اسی وقت کی گئی ہوں خواہ بعد کے طہروں میں بے اثر ہونگی۔ کیونکہ وہ حکم قرآنی کے خلاف ہیں۔ گویا یہ طلاق ایک ہی طلاق کے حکم میں ہوگی اور صحیحین میں ہے کہ ابو الصہباء نے حضرت ابن عباس سے کہا تھا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ تین طلاقیں نبی کریم صلعم کے زمانہ میں ایک ہی قرار دی جاتی تھیں تو آپ نے جواب میں فرمایا ہاں۔ اور باقی جو لوگوں نے شان نزول میں باتیں بیان کی ہیں تو قرطبی علمائے حدیث کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ ابتداً ایک حکم شرعی کے بیان کے لئے نازل ہوئی اور اسباب نزول میں جو باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ صحیح ثابت نہیں ہوتیں (م)

تین طلاق

۲ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا ۝ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ

تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے بعد کوئی بات پیدا کر دے ۳۳۶۷ پس جب وہ اپنے مقررہ وقت کو پہنچنے لگیں تو انہیں نیکی سے

بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا

روک رکھو یا نیکی سے انہیں جدا کر دو اور اپنے میں سے دو صاحب عدل گواہ رکھ لو اور گواہی کو

الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَ

اللہ کے لئے قائم کرو اس کے ساتھ اسے وعظ کیا جاتا ہے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتا ہے اور

۳ مَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَ

جو شخص اللہ کا تقویٰ کرتا ہے وہ اسکے لئے (مشکلات سے) نکلنے کا رستہ بنا دیتا ہے ۳۳۶۸ اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں اسے گمان بھی نہیں ہوتا

مَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ

اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے بس ہے اللہ اپنے امر کے انتہائے مقصد کو پہنچنے والا ہے اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ

۴ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ

مقرر کر رکھا ہے ۳۳۶۹ اور وہ جو تمہاری عورتوں میں سے حیض سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت

۳۳۶۷ یعنی عدت میں عورتوں کا اسی طرح گھر میں رکھنا ضروری ہے جس طرح وہ نکاح کی حالت میں تھیں اور انہیں بھی یہی حکم ہے کہ انہی گھروں میں رہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ شاید کوئی اصلاح کی صورت پیدا ہو جائے لیکن ایک صورت میں ان کا گھر سے رخصت کر دینا جائز ہے۔ یعنی جب ان کو کسی امر فاحش کے ارتکاب کی وجہ سے طلاق دی گئی ہو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طلاق کسی وجہ پر دی جا سکتی ہے اور بلا وجہ طلاق دینا جائز نہیں۔ اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ طلاق کو نبی کریم صلعم نے ابغض المباحات کہا ہے اور اسے مباح کہنا صاف بتاتا ہے کہ اس کی اجازت محض کسی ضرورت کی وجہ سے ہے اور اگر حاجت نہ ہو تو وہ مکروہ ہے۔ اور صحابہ کے طلاق سے جس قدر واقعات نقل ہوئے ہیں تو وہ سب بوجہ کسی ضرورت کے طلاق ہوئی ہے نہ بلا ضرورت اور آخری الفاظ یحدث بعد ذٰلک امرا میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ان کا گھروں میں رہنا اس لئے ضروری ہے کہ تا شاید پھر موافقت کا سامان ہو جائے +

طلاق بلا وجہ مکروہ ہے

۳۳۶۸ یہاں جس شہادت کا ذکر ہے وہ بظاہر طلاق اور مراجعت دونوں پر حاوی ہے کیونکہ دونوں باتوں کا یہاں ذکر ہے۔ مگر بعض نے اسے صرف مراجعت کے متعلق سمجھا ہے۔ اور طبرسی کا قول ہے کہ یہ طلاق کے وقت شہادت ہے +

طلاق اور مراجعت پر شہادت

۳۳۶۹ متقی کے لئے دو باتوں کا وعدہ کیا ہے۔ ایک مخرج اور ایک رزق من حیث لا یحتسب۔ طلاق کے مسئلہ میں اس بات کے ذکر میں یہ سمجھایا ہے کہ مشکلات سے اگر انسان نکل سکتا ہے تو صرف تقویٰ سے اور عورتوں کے معاملہ میں تقویٰ انکے حقوق کی نگہداشت ہے پس ایک طرف مردوں کو سمجھایا ہے کہ وہ عورتوں پر تشدد کرکے اور انکے حقوق کی طرف سے لاپروائی برت کر مشکلات سے نجات نہیں پا سکتے اور دوسری طرف عورتوں کو تسلی دی ہے کہ اگر وہ تقویٰ پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ انکو مشکلات سے بھی نجات دیگا اور اپنی جناب سے رزق کا سامان بھی کر دیگا اور یوں اپنے عام قانون کا ذکر فرمایا ہے کہ جو شخص بھی تقویٰ کرے مرد ہو یا عورت اللہ تعالیٰ اسے مشکلات سے بھی نکال

متقی کے لئے مخرج اور رزق کا وعدہ

ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ

تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض نہیں آتا اور حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے حمل وضع کریں

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۞ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ ۵

اور جو شخص اللہ کا تقویٰ کرتا ہے وہ اس کے معاملہ میں آسانی کر دیتا ہے عـ۳۳۲ یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا ہے

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَ یُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۞ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ ۶

اور جو شخص اللہ کا تقویٰ کرتا ہے وہ اس کی برائیوں کو اس سے دور کر دیتا ہے اور اسکو بہت بڑا اجر دیتا ہے انہیں اپنے مقدور کے مطابق وہیں

سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ

رکھو جہاں تم رہتے ہو اور انہیں تکلیف نہ دو تاکہ انہیں تنگ کرو اور اگر وہ حمل والیاں ہوں

فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

تو ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ اپنے حمل وضع کریں پھر اگر وہ تمہارے لئے دودھ پلائیں تو انہیں ان کی

اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَ اْتَمِرُوْا بَیْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰی ۞

اجرت دو اور آپس میں پسندیدہ طور پر مشورہ کرو اور اگر تم ایک دوسرے سے تنگی محسوس کرو تو اسکے لئے دوسری عورت دودھ پلا دیگی ۳۳۱

دیتا ہے اور رزق بھی ایسے ذریعوں سے بہم پہنچاتا ہے۔ کہ اسے ان ذرائع کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ اللہ کے بالغ امرہٖ ہونے سے یہ مطلب ہے کہ جس بات کا وہ ارادہ کرے یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ پوری نہ ہو بلغ کے لئے دیکھو عـ۳

عـ۳۳۲ طلاق کی اصل عدت تین قروء ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں گذر چکا۔ لیکن یہاں تین قسم کی عورتوں کا ذکر کیا جو قرء سے عدت شمار نہیں کر سکتیں ایک وہ جو اس قدر بوڑھی ہو گئی ہیں کہ انہیں حیض آنا موقوف ہو گیا ہے۔ اور یہاں ان ارتبتم اس لئے بڑھایا کہ بعض وقت بیماری کی صورت ہو جاتی ہے جسے استحاضہ کہا جاتا ہے اور ماہوار ایام نہیں ہوتے۔ دوسری وہ جنہیں ابھی حیض آیا ہی نہیں۔ اور تیسری حاملہ عورتیں۔ اور حاملہ کی صورت میں حکم عام ہے یعنی خواہ مطلقہ ہو خواہ بیوہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور جس طرح حمل کی صورت میں اگر بیوہ کی معمولی عدت چار ماہ دس یوم گذر جائیں اور وضع حمل نہ ہوا ہو تو نکاح جائز نہیں۔ بلکہ وضع حمل کا انتظار کرنا ہوگا اسی طرح اگر چار ماہ دس یوم سے پہلے وضع حمل ہو جائے تو عدت وضع حمل کے ساتھ ختم سمجھی جائیگی اور اس بارہ میں صحیح بخاری میں حدیث بھی ہے کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ سُبَیْعہ اسلمیہ کا خاوند مر گیا اور وہ حاملہ تھیں اور چالیس دن کے بعد ان کے ہاں بچہ ہوا تب انہیں نکاح کا پیغام آیا۔ اور رسول اللہ صلعم نے ان کا نکاح پڑھا دیا۔

حیض نہ آنے کی صورت میں عدت

حاملہ کی عدت

عـ۳۳۳ وجد۔ وُجُود یا پانا کئی طرح پر ہے مثلاً حواس خمسہ میں سے کسی سے یا قوت شہویہ یا غضبیہ سے یا عقل سے اور کسی چیز پر قدرت پا لینے کو بھی وجود سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسے فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (التوبۃ ۹-۵)، اور فلم تجدوا ماء (النساء ۴-۴۳) میں مراد ہے کہ پانی پر قدرت نہ پاؤ اور وُجْد کے معنی بھی تمکن ہیں اور غنا کو بھی وُجدان یا وُجد کہا جاتا ہے اور

وجود

وُجد

۷ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ

چاہئے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کی روزی تنگ ہے تو چاہئے کہ وہ اس سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے

۸ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا ۚ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ○ وَكَأَيِّن مِّن

اللہ کسی شخص پر کچھ لازم نہیں کرتا مگر اسی کے مطابق جو اسے دیا ہے اللہ تنگی کے بعد آسانی بھی کر دے گا اور کتنی بستیاں ہیں

قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا

جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اسکے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے اس کا حساب سختی سے لیا اور اسے سخت سزا

۹ ۱۰ عَذَابًا نُّكْرًا ○ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ○ أَعَدَّ اللَّهُ

سے عذاب دیا سو اس نے اپنے کام کی سزا چکھی اور اس کے کام کا انجام گھاٹا ہی ہوا ۲۳۴۲ اللہ نے انکے

لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنزَلَ

لئے سخت عذاب تیار کیا ہے تو اللہ کا تقویٰ کرو اے عقل والو جو ایمان لائے ہو اللہ نے تمہاری طرف

۱۱ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ○ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ

ذکر اتارا ہے رسول جو تم پر اللہ کی کھلی آیتیں پڑھتا ہے تاکہ انہیں جو ایمان لاتے

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا

اور اچھے عمل کرتے ہیں سخت اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالے اور جو ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے

يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا

اسے باغوں میں داخل کرتا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ انہی میں رہے گا اللہ نے اسے اچھا رزق دیا ہے ۲۳۴۳

ع ۲ / ۵ / ۱۸

یہاں مراد ہے اپنے غنا کے اندازہ پر (رغ)

تضییق — تضیقوا۔ دیکھو ۱۳۵۸ اور یہاں نفقہ کی تنگی اور سینہ کی تنگی دونوں شامل ہیں۔ (رغ)

ائتمار — ائتمروا۔ دیکھو ۱۱۳۳ اور ائتمار مشورہ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ایک دوسرے کے امر کو قبول کرتا ہے (رغ)

تعاسر — تعاسرتم۔ تعاسر القوم کے معنی ہیں طلبوا تعسیر الامر ایک امر کو مشکل کرنا چاہا (رغ)

عورت امت کے لئے مثال ہے — ۲۳۴۲ پہلے رکوع میں طلاق کا ذکر ہے اور دوسرے میں رسولوں کے حکم سے انحراف کا وجہ تعلق یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح خاوند میں اثر ڈالنے کا اور زوجہ میں اثر قبول کرنے کا مادہ ہوتا ہے اسی طرح روحانی طور پر رسول میں اثر ڈالنے کا مادہ ہوتا ہے اور امت میں قبولیت اثر کا اور یوں ایک لطیف تعلق عورت کی خاوند سے علیحدگی اور امت کے تعلیم رسول سے انحراف میں ہے اور اس مضمون کو سورۃ تحریم کے آخر پر قرآن شریف نے

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ ۱۲

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمین سے انہیں کی مانند اُن کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۠

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور کہ اللہ نے ہر چیز کا (اپنے) علم سے احاطہ کر رکھا ہے ۳۳۶۴

سورۃ التحریم مدنیۃ اثنا عشرۃ آیۃ وفیہا رکوعان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

خود واضح کر دیا ہے جہاں کفار کی مثال دو عورتوں سے دی ہے اور مومنوں کی مثال بھی دو عورتوں سے دی ہے دیکھو ۳۳۹۳

رسول کا نزول — ۳۳۶۳ رسولا یہاں پہلی آیت میں ذکراً سے بدل ہے اور آنحضرت صلعم کے بھیجنے کو یہاں انزل سے تعبیر کیا ہے (م)

سات آسمان اور زمینیں اور ان میں امر الٰہی کا نفوذ — ۳۳۶۴ چونکہ ہر چیز اپنے نیچے والی چیز کے لحاظ سے سماء کہلاتی ہے اور اوپر والی چیز کے لحاظ سے ارض دیکھو ۱۱ اس لئے سات آسمانوں اور انکی مثل زمینوں سے مراد ایک ہی ہے یعنی نظام شمسی کے سات بڑے سیارے جو زمین کے علاوہ ہیں کیونکہ سیارے اتنی زمینیں ہیں اور ان کے رستے جن میں وہ چلتے ہیں سبع سموات ہیں جیسا کہ انہیں دوسری جگہ سبع طرائق (المومنون ۲۳ - ۱۷) کہا ہے اور یتنزل الامر بینہن سے مراد اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کا نفوذ بھی ہو سکتا ہے اور قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کا حکم اور اس کی قضا ہر زمین میں ہے اور بعض کے نزدیک مراد موت و حیات اور رضا اور فقر وغیرہ ہیں اور ابن عباس کا قول ہے کہ نزول وحی مراد ہے اور بینہن سے مراد یہ ہے کہ ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک امر کا نفوذ ہے (ر)

تمہید سورت — اس سورت کا نام التحریم ہے اور اس میں دو رکوع اور بارہ آیتیں ہیں اس کا نام التحریم اس واقعہ سے لیا گیا ہے جو آنحضرت صلعم کو مدینہ میں پیش آیا یعنی واقعہ ایلاء اور وہ یہ تھا کہ آنحضرت صلعم کی بیبیوں نے جب مسلمانوں میں نسبتاً آسودہ حالی دیکھی تو انہیں خیال ہوا کہ انہیں بھی اس سے حصہ ملنا چاہئیے آنحضرت صلعم کے گذارہ کی یہ حالت تھی کہ گھروں میں کوئی سامان نہ تھا روشنی کیلئے چراغ تک نہ ہوتا تھا مہینوں صرف کھجور کھا کر پانی پی لیتے اور کھانا نہ پکتا تھا پس آپکی بیبیوں کے دل میں یہ خیال کہ تا کہ کسی قدر آسودہ حالی انہیں ملے ایک قدرتی امر تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بعض غرض کیلئے اپنے نبی کو اجازت دی تھی کہ وہ ان بیبیوں کو اپنے نکاح میں لاتے جو اس کے منافی تھی آنحضرت صلعم نے ان کے اس مطالبہ کو ناپسند کیا بعض بیبیوں نے اصرار اور مطالبہ میں شدت کا پہلو اختیار کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم نے ایک ماہ کیلئے اپنی بیبیوں کو اپنے اوپر حرام کر دیا اور ایک بالا خانے میں علیحدگی اختیار کی اور لوگوں میں غلط مشہور ہو گیا کہ آپ نے طلاق دے دی ہے بالآخر وحی الٰہی نازل ہوئی اور ازواج مطہرات کو سمجھا دیا کہ اگر وہ نبی کے گھر میں رہنا چاہتی ہیں تو مال دنیا سے محروم ہو کر رہنا پڑیگا اور انہیں اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو طلاق لے لیں اور مال دنیا لیں اور چاہیں نبی کے گھر میں رہیں۔ انہوں نے دوسری شق کو اختیار کیا لیکن آنحضرت صلعم ایک ماہ کیلئے علیحدگی کی قسم کھا چکے تھے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ آپ کے ایک حلال چیز کو حرام کر لینے سے امت میں فتنہ پڑتا ہے اس لحاظ سے تو سورت کا یہ نام ہے لیکن مومنوں کی تطہیر اور تزکیہ اس کا اصل مضمون ہے اس لئے دوسرے رکوع میں اس اصل غرض کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ امت فی الحقیقت عورت کے حکم میں ہے اور شاید نبی کریم صلعم کے ازواج مطہرات کو طلاق نہ دینے کے گمان سے عارضی علیحدگی اختیار کر لینے میں بھی باریک اشارہ ہو کہ اس امت کی حالت اپنے نبی کی تعلیم کے خلاف چلنے سے اس حد تک نہ پہنچے گی جس حد تک پہلی امتوں کی حالت پہنچی یعنی وہ امتیں اپنے نبیوں کے فرمان سے بالکل نکل گئیں جو گویا بی بی کی طلاق کے حکم میں ہے لیکن اسکے دنیا پر گر جانے اور دنیا کی طرف مائل ہو جانے سے اسے کچھ حصہ مصائب کا جو عارضی علیحدگی سے مشابہ ہے ضرور برداشت کرنا پڑیگا یہ سورت کا تعلق پچھلی سورت سے ظاہر ہے اور زمانہ نزول نواں سال ہجری ہے اور سورت مدنی ہے ✦

۱ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ع ۱۹

اے نبی کیوں اسے حرام کرتا ہے جو اللہ نے تیرے لئے حلال کیا تو اپنی بیبیوں کی رضا چاہتا ہے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۲۲۲۵

لم تحرم ما احل اللہ لک میں کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے

۲۲۲۵ ان الفاظ میں کس چیز کی تحریم کا ذکر ہے؟ ایک پر قصہ ماریہ قبطیہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے جس کے متعلق اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ وہ قصہ کسی صحیح طریق پر مروی نہیں دیکھو روح المعانی دوسرا قصہ شہد پینے کا ہے۔ یعنی نبی صلعم زینب بنت جحش کے گھر شہد پیا کرتے تھے تو حضرت عائشہ اور حفصہ نے یہ مشورہ کیا کہ آپ کو کہا جائے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے (یہ ایک بدبودار گوند ہے جو درخت سے جھڑتا ہے) چنانچہ ایسا کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں آیندہ شہد نہیں پیوں گا۔ یہ روایت گو بخاری میں ہے مگر محفوظ معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ اس بنا پر نبی کریم صلعم اس خاص شہد کا پینا تو چھوڑ سکتے تھے مگر یہ بات کہ مطلق شہد ہی چھوڑ دیتے جس کے متعلق قرآن شریف میں ہے فیہ شفاء للناس قابل قبول نہیں۔ اور نہ ہی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے متعلق یہ بات قابل قبول ہے کہ انہوں نے ایک جھوٹ بنایا ہو۔ ممکن ہے کہ اس قصہ کی کچھ اصلیت ہو اور وہ صرف اس قدر ہو کہ کوئی خاص قسم کا شہد ہو جس میں بو ہو اور حضرت عائشہ یا حفصہ نے ایسا محسوس کرکے ہی یہ بات کہی ہو اور نبی کریم صلعم نے آیندہ اس کے پینے سے انکار کر دیا ہو اور بلاشبہ آپ کی طبیعت نفاست پسند تھی اور بو یا میل سے آپکو سخت نفرت تھی لیکن یہاں پر اس واقعہ کا ذکر نہیں ہو سکتا اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ تیسری بات جس کی طرف یہاں اشارہ ہو وہ بھی بخاری میں اور دیگر صحاح میں مذکور ہے۔ بخاری نے باب تبتغی مرضات ازواجك قد فرض الله لكم تحلة ايمانكم کے ماتحت ایک حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر سے دریافت کیا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں جن کا ذکر ان آیات میں ہو وان تظاهرا علیه آپ نے فرمایا حفصہ اور عائشہ پھر فرمایا کہ ہم جاہلیت میں عورتوں کی کچھ منزلت نہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ میں قرآن کریم میں احکام اتارے اور ان کے حصے مقرر کئے تو ایک دن میں ایک معاملہ میں کچھ فکر کر رہا تھا تو میری بی بی نے کہا کہ آپ یوں کریں تو میں نے کہا تمہیں اس معاملہ میں کیا دخل ہے۔ تم کیوں خواہ مخواہ بولتی ہو تو اس نے کہا تم عجیب آدمی ہو تم میری بات کو برداشت نہیں کرتے اور تمہاری بیٹی رسول اللہ صلعم سے سوال جواب کرتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ بعض وقت ناراض بھی ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر نے بیان کیا ہے کہ وہ کس طرح حفصہ رض کے پاس اور پھر ام سلمہؓ کے پاس گئے کیونکہ اُن سے بھی کچھ تعلق قرابت تھا تو انہوں نے فرمایا کہ تم ہر بات میں دخل دیتے ہو یہاں تک کہ رسول اللہ اور ان کی بیبیوں میں جو کوئی معاملہ ہو تم اس میں بھی دخل دینے لگے اس جواب پر آپ خاموش ہو کر واپس آ گئے۔ پھر اس کے جلد ہی بعد ان کا ہمسایہ ایک دن آیا اور خبر دی کہ رسول اللہ صلعم اپنی بیبیوں سے الگ ہو گئے تو کہتے ہیں میں نے کہا کہ اب حفصہ اور عائشہ کو خفت اٹھانی پڑی تب میں مدینہ آیا اور رسول اللہ صلعم سے اذن لے کر اس بالا خانے میں گیا جس میں آپ نے علیحدگی اختیار کی تھی اور وہاں آپ سے وہ پہلا ذکر بھی کیا۔ اور احمد کی روایت میں یہ لفظ آتے ہیں کہ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی ہے۔ تو میں نے جا کر پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی ہے۔ تو آپ نے فرمایا نہیں اور اس کے آخر پر یہ لفظ آتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی بیبیوں کے پاس نہیں جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اظہار ناراضی فرمایا۔ (رث) اور بخاری نے آگے اذ اسر النبی اور ان تتوبا الی الله کے باب باندھ کر اسی حدیث کا ایک حصہ بیان کیا ہے +

واقعہ ایلاء

جب ہم سیاق کو دیکھتے ہیں تو اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اگر یہ شہد کا قصہ ہوتا تو اظہار ناراضی صرف دو بیبیوں پر ہوتا یعنی حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ پر حالانکہ یہاں آگے چل کر عسی ربه ان طلقكن میں سب بیبیوں کو شامل کیا ہے اور یہ قطعی شہادت اس بات پر ہے کہ یہاں ذکر اسی ایلاء کے واقعہ کا ہے۔ جس میں سب بیبیاں شامل تھیں اور مطالبہ مال بھی سبھی کا تھا اور اس کا مفصل ذکر سورۃ احزاب میں گزر چکا ہے۔ یعنی آنحضرت صلعم کی ازواج نے زیادہ نفقہ طلب کیا تھا جس پر یہ آیات اتری تھیں یایها النبی

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ ۲

اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے۔

قل لازواجك ان كنتن تردن الحيوة الدنيا وزينتها فتعالين امتعكن واسرحكن سراحا جميلا دیکھو ۲۲۴۳ پھر دوسرا قرینہ یہ ہے کہ پچھلی سورت کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔ یایها النبی اذا طلقتم النساء۔ اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے۔ یایها النبی لم تحرم ما احل الله لك جس میں صاف اس واقعۂ ایلاء کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ اور روایات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کیونکہ احمد کی روایت کے آخر میں یہ لفظ ہیں حتی عاتبه الله اور وہ عتاب سوائے اس آیت کے اور کہیں نہیں پس یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق ہے تیسرے ابن جریر میں حضرت عایشہ کی روایت صاف ہے عن عايشة قالت اٰلیٰ رسول الله صلعم وحرم فامر فی الايلاء بكفارة وقيل له فی التحريم لم تحرم ما احل الله لك یعنی آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے ایلاء کیا۔ اور حرام ٹھیرایا تو ایلاء کے متعلق کفارہ کا حکم دیا گیا۔ اور تحریم کے متعلق فرمایا گیا لم تحرم ما احل الله لك حضرت عایشہ سے بہتر سند اس بارہ میں نہیں مل سکتی۔ اور نسائی میں حضرت ابن عباس سے متعلق ہے۔ کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے تو آپ نے فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے وہ تجھ پر حرام نہیں پھر یہ آیت پڑھی لم تحرم ما احل الله لك (ر) جس سے معلوم ہوا کہ یہ بی بی کے اپنے اوپر حرام کر لینے کے متعلق ہی ہے۔ اور اہل لغت کے نزدیک حرام اور تحریم کا لفظ بالخصوص ایسے موقعہ پر بولا جاتا ہے چنانچہ لسان العرب میں ہے کہ حضرت عمر کی حدیث میں ہے فی الحرام كفارة یعنی حرام میں کفارہ ہے جس کی توجیہ یہ کی گئی ہے۔ کہ زوجہ کی تحریم مراد ہے جس میں نیت طلاق نہ ہو اور آگے لکھا ہے کہ اسی سے ہے یایها النبی لم تحرم ما احل الله لك اور اسی سے حدیث عایشہ ہے اٰلیٰ رسول الله صلعم وحرم فجعل الحرام حلالاً جس سے مراد ہے کہ جو اپنے نفس پر ایلاء کر کے اپنی بیبیوں کو حرام کر لیا تھا اس کو لوٹایا یعنی حلال کیا۔ ولم

تحریم زوجہ پر کفارہ

حرام۔ تحریم

آپ کے ازواج سے حسن سلوک پر شہادت

تبتغی مرضات ازواجك اب صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ بیبیوں کی رضامندی چاہنے سے کیا مراد ہے۔ شہد پینے کا واقعہ جس رنگ میں بیان کیا جاتا ہے اس میں اگر آنحضرت صلعم کا شہد پینا چھوڑ دینا ایک بی بی کو خوش کرنے کے لئے مانا جائے تو دوسری بی بی کو ناخوش کرنے والا تھا۔ اس لئے اس پر یہ لفظ صادق نہیں آ سکتے کہ تو اپنی بیبیوں کی رضامندی کو چاہتا ہے۔ بظاہر یہ رضامندی کل کی ہے یا کم سے کم بہت بڑے حصہ کی۔ اب ہم ایلاء کے واقعہ کو لیتے ہیں تو تبتغی مرضات ازواجك کے یہ معنی ہوئے کیا تو اپنی بیبیوں کی رضامندی چاہتا ہے؟ یعنی اگر تم ایسا چاہتے ہو تو پھر ان کو الگ کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ ان کی رضامندی اسی میں ہے کہ وہ تمہاری زوجیت میں رہیں اور تھوڑے مال پر بھی خوش ہیں۔ ذٰلك ادنٰی ان تقر اعينهن ولا يحزن ويرضين بما اٰتيتهن كلهن (الاحزاب ۳۔ ۵۱) یا یوں معنی ہو سکتے ہیں کہ تم تو اپنی بیبیوں کی رضامندی کو چاہتے ہو پھر علیحدگی کیوں اختیار کرتے ہو۔ اور یہ گویا آپ کے حسن سلوک کا نقشہ کھینچا ہے جو آپ اپنی بیبیوں سے کرتے تھے جیسا کہ آپ کے اپنے کلام سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ خيركم خيركم لاهله وانا خيركم لاهله اور یا مرضات ازواجك سے مراد بیبیوں کے لئے رضامندی ہے یعنی بیبیوں کے لئے رضائے الٰہی چاہتے ہو۔ تو گویا اس صورت میں یہ بتایا کہ آپ نے جو اپنی بیبیوں سے تعلق کو منقطع کیا جس پر لم تحرم نازل ہوا تو یہ اپنی خوشی کے لئے نہ تھا نہ محض غضب کی وجہ سے بلکہ اصل بات یہ تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ یہ بیبیاں رضائے الٰہی کو حاصل کریں کیونکہ اُن کا مطالبہ زیادتی نفقہ کا رضائے الٰہی کے حصول کے خلاف تھا۔ تو پس یہ صاف کر دیا کہ آپ کا اپنے آپ کو ایک حلال چیز سے روکنا محض دوسروں کی خیر خواہی کے لئے ہے اور آپ نہ چاہتے تھے کہ جن لوگوں کا آپ سے تعلق ہے ان کا کوئی قدم رضائے الٰہی کے خلاف پڑے اس لئے آپ نے اپنے نفس پر تکلیف برداشت کر کے ایسی راہ اختیار کی پس آپ کا یہ فعل کوئی بھی معنی لئے جائیں محض حصول رضائے الٰہی کے لئے تھا۔ مگر اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہو مگر ایلاء کو بھی اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے دیکھو ۲۸۹ مگر چونکہ یہ ایلاء کی ایک خاص صورت تھی جس میں بیبیوں کو صرف ایک مدت معینہ

۳ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ

اور وہ علم والا حکمت والا ہے ۲۳۷۶ اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک بھید کی بات کہی پھر جب اس (بی بی) نے

بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ

اس کی خبر دے دی اور اللہ نے اس پر آگاہ کر دیا تو اس کا کچھ حصہ جتا دیا اور کچھ حصہ سے اعراض کیا سو جب اس (بی بی) کو اسکی خبر دی تو اس نے کہا

۴ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا

آپکو کس نے یہ بتایا کہا مجھے علم والے خبر دار نے بتایا ہے ۲۳۷۷ اگر تم دونوں اللہ کی طرف جھک جاؤ تو تمہارے دل مائل ہی ہو چکے

وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ۝

ہیں اور اگر تم اس کے خلاف ایک دوسری کی مدد کرو تو اللہ ہی اس کا دوست ہے اور جبرئیل اور صالح مومن بھی اور (سب) فرشتے اسکے بعد مددگار ہیں ۲۳۷۸

کے لئے اپنے نفس پر حرام کر لیا گیا تھا۔ جیسا کہ حضرت عایشہ کی روایت میں دونوں لفظ آتے ہیں۔ الیٰ و حوم اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا لم تحرم ما احل اللہ اور اپنے نبی کے لئے پسند نہ فرمایا کہ ایک حلال چیز کو اپنے لئے حرام کر لیں کیونکہ نبی صلعم میں اگر ایسا نمونہ جائز رکھا جاتا تو امت میں اس قسم کی افراط و تفریط کے لئے گنجایش نکل آتی جس طرح پہلی امتوں نے افراط و تفریط کی راہیں اختیار کیں+

تحلۃ ۲۳۷۶ تحلۃ۔ حل سے مصدر ہے وہ چیز جس سے قسم کی قید دور ہو جائے یہاں وہ کفارہ ہے (رغ)

آنحضرت اور آپکی بیبیاں میں رازکی بات ۲۳۷۷ یہ بات کیا تھی؟ شہد کے واقعہ کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت حفصہ سے کہہ دیا تھا کہ میں شہد کو آیندہ ترک کر دوں گا مگر یہ بات کسی سے نہ کہنا اور حضرت حفصہ نے حضرت عایشہ کو بات بتا دی اور ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے بعض روایات بیان کی ہیں کہ یہ بات حضرت ابو بکر اور عمر کی خلافت کے متعلق تھی۔ اور شیعہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت علی کی خلافت کے متعلق تھی اور جس بات کو اللہ تعالےٰ نے مخفی رکھا ہے اُس کے پیچھے پڑنا بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسی بات ہی ہو جس کا دوسروں پر ظاہر کرنا مصلحت نہ ہو میاں بی بی میں بعض ایسی رازکی باتیں بھی ہوتی ہیں جن کا دوسروں پر ظاہر کرنا ٹھیک نہیں ہوتا اور ایسی بات کا اسی واقعہ ایلاء میں ہونا قرین قیاس بھی ہے۔ نیز دیکھو اگلا نوٹ۔ اور اس بات کے یہاں بیان کرنے سے ایک طرف نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ کا دکھانا مطلوب ہے کہ آپ اپنی بیبیوں کی قدر و منزلت کرتے تھے اور اپنے رازکی باتیں ان سے کہتے تھے اور پھر ساتھ ہی یہ کہ جب اس راز کو ظاہر کیا گیا تو آپ نے ساری بات جتائی بھی نہیں ایک تنگ دل آدمی ایسے موقعہ پر بی بی سے بڑی درشتی سے پیش آتا۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ بھی اپنی بیبیوں سے حسن سلوک میں آپ کے نقش قدم پر چلیں+

۲۳۷۸ یہاں دو صورتوں کا ذکر ہے اول یہ صورت کہ وہ دو بیبیاں توبہ کریں۔ اور دوسری یہ کہ نبی کریم صلعم کے خلاف ایک دوسری کی پیٹھ بھریں۔ اب یہ ایک دوسری کی پیٹھ بھرنا اس واقعہ ایلاء کے متعلق ہے۔ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نفقہ کی زیادتی کے مطالبہ میں اجتماعاً دو بیبیاں یعنی حضرت عایشہ اور حضرت حفصہ شامل تھیں۔ حضرت عمر کی حدیث جو اوپر نقل ہو چکی ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہاں حضرت عمر اپنی بیٹی حفصہ کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ عائشہ کے پیچھے تم نہ لگو اور یہ امر واقعہ ایلاء کے بالکل قریب کا ہے پس توبہ بھی اسی معاملہ کے متعلق ہے۔ اور غالباً وہ مخفی بات بھی اسی معاملہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور توبہ کی صورت میں جو فرمایا فقد صغت قلوبکما تو اس کے یہ معنی لینا کہ تمہارے دل رسول اللہ صلعم کی مخالفت کی طرف مائل ہو چکے ہیں زیادتی ہے صغی کے معنی صرف مائل ہوا

صغی

عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ ۵

شاید اس کا رب اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو اسے تم سے بہتر بیبیاں بدلہ میں دے مسلم مومن

قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبۡکَارًا ۝ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا ۶

فرمانبردار توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزے رکھنے والیاں بیوہ اور کنواریاں ۳۳۷۹ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے

اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَہۡلِیۡکُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُہَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَۃُ عَلَیۡہَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ

آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اس کے اوپر فرشتے (مقرر) ہیں سخت (اور)

شِدَادٌ لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَہُمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ۝

طاقتور وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور جو کچھ (انہیں) حکم ملتا ہے کرتے ہیں ۳۳۸۰

ہیں خواہ اچھی بات کی طرف ہو یا بری بات کی طرف اور چونکہ برے پہلو کا ذکر دوسری صورت میں ہو یعنی وان تظاھرا علیہ میں اس لئے فقد صغت قلوبکما میں اچھے پہلو کا ذکر ہے یعنی تمہارے دل پہلے ہی رسول اللہ صلعم کی محبت اور فرمانبرداری کی طرف مائل ہیں اور دوسری صورت میں فرمایا کہ اللہ اس کا مولیٰ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کا حقیقی تعلق تو اللہ سے ہے اور جبرئیل سے جو آپ پر وحی لاتا ہے۔ اور پھر صالح مومنوں سے جو آپ کے پیغام کو قبول کرتے ہیں اور بیبیوں سے جو تعلق ہے وہ بھی بوجہ ان کے صالح ہونے کے ہے کہ وہ پیغام حق کے پہنچانے میں معاون بنتی ہیں پس جب اس کا حقیقی تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے ملایکہ سے ہے تو اگر بیبیاں پیغام حق کے پہنچانے میں روک پیدا کرنے لگیں تو اسے الگ کیا پروا ہے تو گویا ایک طرف آپ کے بیبیوں سے تعلق اور محبت وغیرہ کا ذکر کیا تو دوسری طرف یہ بھی بتا دیا کہ محبت اور تعلق اسی صورت میں ہے کہ وہ بیبیاں پیغام حق کے پہنچانے میں معاون ہیں۔ اگر وہ روک بننے لگیں تو پھر وہ تعلق بھی قایم نہیں رہ سکتا۔ اور یہی سبق مسلمانوں کو دیا کہ وہ اپنی بیبیوں سے اعلیٰ درجہ کے تعلقات محبت اور حسن سلوک رکھیں لیکن اگر وہ حق کے رستہ میں روک بنیں تو اُن کی کوئی پرواہ نہ کریں +

آنحضرت کا اصل تعلق محبت صرف اللہ تعالیٰ سے تھا

۳۳۷۹ ثیبٰت۔ ثَیِّب کی جمع ہے اور وہ ایسی عورت کو کہا جاتا ہے جس نے نکاح کیا ہو پھر بعد ازاں کسی وجہ سے الگ ہو گئی ہو یعنی خواہ خاوند کی وفات سے یا اس کے طلاق دینے سے (ل) اور اس کا مادہ ثیب بھی قرار دیا گیا ہے اور ثوب بمعنی رجوع بھی۔

ثیب

ان طلقکن میں اب تمام بیبیوں کا ذکر ہے کیونکہ مطالبہ بالآخر تمام کی طرف سے تھا۔ اور یہاں بتایا یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلعم سے علیحدگی تم چاہو اور اس کی صورت دوسری جگہ یوں بیان کی ہے ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتہا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحا جمیلا (الاحزاب ۳۳ - ۲۸) تو اللہ تعالیٰ اسے اور بیبیاں ان اوصاف کی دے دیگا۔ کیونکہ اصل غرض جس کے لئے آنحضرت صلعم کو بیبیوں کی ضرورت ہے۔ وہ دین حق کا دوسروں کو پہنچانا ہے۔ لیکن چونکہ ازواج مطہرات نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اس لئے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب اوصاف ان ازواج میں ہی موجود تھے انہوں نے مال دنیا پر لات ماری اور رسول اللہ صلعم کے گھر میں رہنے کو ترجیح دی +

آنحضرت کی ازواج کے اوصاف

۳۳۸۰ اصل غرض اس سورت میں اور پچھلی سورت میں مومنوں کی تطہیر اور تزکیہ ہے اور ازواج کے ذکر سے شروع کرنے میں جو اشارہ ہے اس کے لئے دیکھو ۳۳۷۲ اور قوا انفسکم و اھلیکم نارا میں یہ بتایا کہ تم اپنی بھی اصلاح

۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۟

اے لوگو جو کافر ہوئے آج عذر مت کرو تمہیں وہی بدلہ ملیگا جو تم عمل کرتے تھے

ع ۲

۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی طرف (ایسا) رجوع کرو جو خالص رجوع (ہو) امید ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیوں کو دور کردے

وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ

اور تمہیں باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جس دن اللہ نبی کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان

اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا

لائے رسوا نہیں کریگا ان کا نور اُن کے سامنے اور ان کے دائیں چلتا ہوگا۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے

۹ نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ

کامل کر اور ہماری مغفرت فرما تو ہر چیز پر قادر ہے ۳۳۸۱ اے نبی کافروں اور

الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

منافقوں سے جہاد کر اور ان کے مقابل میں سخت رہ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے ۳۳۸۲

کرو اور اپنے اہل و عیال کی بھی اصلاح کی فکر رکھو۔ نہ تم اُن پر زیادتی کرو یا حقوق اللہ میں کسی قسم کی افراط و تفریط کرو نہ انہیں احکام الٰہی کی حد سے آگے بڑھنے دو۔ وقودها الناس والحجارة میں جتایا کہ تم چھوٹے ہو یا بڑے کوئی چیز سوائے تقویٰ اللہ کے تمہیں اس سے نہیں بچا سکتی علیها ملائکة غلاظ شداد میں بتایا کہ سزا کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی ہستیاں مقرر کی ہیں جو اپنے کام کو کرکے رہتی ہیں۔ اور کسی کے کھینچنے چلانے سے وہ کام کو چھوڑ نہیں دیتیں غلیظ اور غلظة کے لئے دیکھو ۱۳۲۱

بہشت میں غیر متناہی ترقیات اور قرآن کا امتیاز

۳۳۸۱ یہاں وضاحت کردی کہ اصل غرض مومنوں کی تطہیر ہے اور اسی تطہیر کا یہی نتیجہ ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہونگے اور ان کا یہ دعا کرنا کہ اے ہمارے رب ہمارے نور کو کامل کر اور ہماری مغفرت فرما صاف بتاتا ہے کہ مغفرت سے مراد ترقی درجات ہے اور بہشت میں اتمام نور اور ترقی درجات کی دعا صاف بتاتی ہے کہ قرآن کریم بہشت کی ترقیات کو غیر متناہی قرار دیتا ہے۔ جہاں ہمیشہ پاک انسانوں کے دلوں کے اندر اور زیادہ ترقی کی خواہش پیدا ہوتی رہے گی۔ اور یہ وہ بات ہے جو بہشت کے متعلق دنیا کے کسی مذہب نے نہیں بتائی وہ بہشت کو محض ایک خوشی کی حالت سمجھتے ہیں جس کیا انسان ہمیشہ کے لئے پڑا رہے گا اور بعض مذاہب تو اسے وہاں سے نکال کر پھر دنیا میں لاتے ہیں جیسے ہندو مذہب مگر یہ تعلیم کہ بہشت اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات کا مقام ہے اور کہ وہ ترقیات غیر متناہی ہیں۔ صرف اسلام نے سکھائی ہے اور کسی مذہب میں اس کا نشان نہیں پایا جاتا حتی کہ عیسائیوں کی کتاب میں جہاں ایک روحانی بہشت کا نقشہ کھینچا جانے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ بہشت کے مقام ترقی ہونے کی طرف اشارہ تک بھی نہیں ملا جب قرآن نے تمام روحانی صداقتوں کو کمال تک پہنچا دیا جہاں مزید ترقی کی کوئی گنجایش باقی نہیں چھوڑی اور اسی لئے کوئی نیا مذہب بھی اب نہیں آسکتا۔

۳۳۸۲ تطہیر اور تزکیہ بغیر اس کے کمال کو نہیں پہنچتا کہ کفر اور نفاق کا سختی سے مقابلہ کیا جائے واغلظ علیہم پر دیکھو ۱۳۲۱

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ ۱۰

اللہ اُن کے لئے جو کافر ہیں نوح کی عورت اور لوط کی عورت کی مثال بیان کرتا ہے وہ ہمارے بندوں میں سے دو

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا

صالح بندوں کے ماتحت تھیں پھر انہوں نے انکی خیانت کی پس وہ اللہ کے مقابل میں ان دونوں کے کچھ بھی کام نہ آئے اور کہا گیا کہ تم

وقف لازم

النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۞ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ ۱۱

دونوں آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ ع۳۳۸۳ اور اللہ اُنکے لئے جو ایمان لائے فرعون کی عورت کی مثال بیان کرتا ہے جب

قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ

اس نے کہا اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اسکے عمل سے نجات دے اور مجھے

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ۱۲

ظالم لوگوں سے نجات دے ع۳۳۸۴ اور مریم عمران کی بیٹی کی جس نے اپنی عصمت کو محفوظ کیا

فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ

تو ہم نے اپنا کلام اس میں پھونکا اور اس نے اپنے رب کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ

عورت اور امت کی مماثلت

ع۳۳۸۳ اس آیت میں کفار کی مثال عورت سے دی ہے اور اگلی دو میں مومنوں کی مثال عورت سے دی ہے۔ اور یوں بتا دیا کہ عورتوں کے ذکر میں بھی امت کا ذکر مقصود ہو سکتا ہے۔ کفار کی مثال حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیبیوں سے دی ہے اب لوط کی بی بی کا ذکر تو قرآن شریف میں ہے۔ اور اس کی تباہی کا ذکر بھی ہے۔ لیکن نوح کی بی بی کا ذکر نہ قرآن شریف میں ہے اور نہ حدیث میں اور توریت میں بھی ایسا ذکر نہیں ملتا البتہ نوح کے ایک بیٹے کا ذکر قرآن شریف میں بھی ہے۔ اور توریت میں بھی جو تباہ ہو گیا اور قرین قیاس ہے کہ اس نے اپنی والدہ کی تربیت کے نیچے عقاید کفر میں تربیت پائی ہو۔ اور ان عورتوں کی خیانت سے مراد ان کا کفر یا نفاق ہی ہے اور راغب نے خیانت اور نفاق کو ایک ہی کہا ہے ع۲۶ اور یہاں نفاق ہی معنی لئے ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ یہ کفار گو رسولوں کے پیرو ہی ہوں لیکن اگر ان رسولوں کی تعلیم پر عامل نہ ہوں۔ تو محض برائے نام پیرو ہونا انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا تا اور اس میں سمجھا یا مسلمانوں کو ہے کہ اگر وہ رسول کی پیروی نہ کریں تو دعوئے ایمان سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچیگا +

مومن کی روحانی ترقی کے دو مرتبے

ع۳۳۸۴ اس آیت میں مومن کی مثال فرعون کی بی بی سے دی ہے اور اگلی میں مریم بنت عمران سے اور فرعون کی بی بی حضرت موسیٰ کی تربیت کرنے والی تھی اور مریم حضرت عیسیٰ کی اور شاید ان دو مثالوں میں یہ اشارہ بھی ہو کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ جیسے انسان آنحضرت صلعم کی امت میں سے پیدا ہونگے اور حدیث میں ہے لو کان موسی وعیسی حیین لما وسعھما الا اتباعی لیکن اصل میں مومن کے دو مرتبوں کی طرف ان دو مثالوں میں توجہ دلائی ہے۔ یعنی اس پہلی مثال میں اس مومن کے مرتبہ کی طرف جو فرعون کے نیچے ہے یعنی اس کا شیطان ابھی مسلم نہیں ہوا اور اسے بدی کی طرف تحریک کرتا ہے۔ مگر مومن اس کے بالمقابل جد و جہد میں لگا رہتا ہے من فرعون وعملہ میں اسی جد و جہد

مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝

فرمانبرداروں میں سے تھی ۳۳۸۵

سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

(رکوع ۱ — ۲۹ — اخیر کا دور مکی ہی — ۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۝ ۲ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ

وہ ذات بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو

الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝ ۳ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا

پیدا کیا تاکہ تمہیں انعام دے جو کوئی تم میں سے عمل میں اچھا ہے اور وہ غالب بخشنے والا ہے ۳۳۸۶ جس نے سات آسمانوں کو یکساں پیدا کیا۔

کی طرف اشارہ ہے اور اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو یعنی جہاں شیطان کا مقابلہ ختم ہو جاتا ہے اور اس حالت کے لئے اگلی مثال بیان کی ہے۔ اور اس دوسرے مرتبہ کا ذکر اگلے نوٹ میں ہے +

انتہائی مرتبہ — **۳۳۸۵** یہ دوسری مثال مومن کی اس اعلیٰ مرتبہ کے لئے ہے جب وہ احصنت فرجہا کا مصداق ہوتا ہے یعنی شیطان کسی جگہ سے اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتا گویا اس کا شیطان فرمانبردار ہو جاتا ہے تب اس میں اللہ تعالیٰ کی روح یا اس کا پاک کلام پھونکا جاتا ہے اور وہ نفس مطمئنہ بن جاتا ہے چونکہ اصل ذکر مقصود مومن کا تھا نہ مریم کا اس لئے بجائے نفخنا فیہا کے نفخنا فیہ فرمایا حالانکہ دوسری جگہ ایسے ہی موقعہ پر جہاں مریم کا ذکر مقصود تھا فیہا فرمایا ہے دیکھو الانبیاء ۲۱—۹۱ جس سے معلوم ہوا کہ یہاں ذکر مومن کا مقصود ہے اور اسی میں نفخ روح کا ذکر ہے اور بعض نے ضمیر کو حضرت عیسیٰ کی طرف لیا ہے +

امت محمدیہ اور امم سابقہ — یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی مثال میں مراد یہ ہو کہ جس طرح نوح اور لوط کی بیویاں تباہ ہو گئیں اسی طرح پہلے نبیوں کی امتیں آخر کار ہلاکت تک پہنچ جائیں گی اور دوسری مثال میں یہ کہ امت محمدیہ ایک وقت فرعون کے نیچے آ کر مبتلائے مصیبت ہو جائیگی لیکن آخر کار وہ اس مصیبت سے نکل جائیگی +

تمہید سورت — اس سورت کا نام الملک ہے اور اس میں دو رکوع اور تیس آیتیں ہیں اور اس کے نام الملک میں یہ اشارہ ہے کہ ایک خدا کا قانون ہی ساری دنیا میں چلتا ہے اور اس لئے شروع میں توجہ دلائی ہے کہ وہ عظیم الشان مخلوقات سماوی جس کو دیکھ کر نظر بھی متحیر رہ جاتی ہے۔ وہ بھی سب ایک قانون کے ماتحت ہے۔ اور اسی سے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ وہ بھی جب تک اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت نہیں چلاتا نہ صرف اس کی زندگی کی غرض پوری نہیں ہوتی بلکہ اس کا نتیجہ دکھ ہوتا ہے۔ یہاں سے لیکر آخر تک سب سورتیں مکی ہیں۔ سوائے سورۃ النصر کے اور ہر ایک سورت میں ایک خاص امر کی طرف توجہ دلائی ہے +

موت و حیات پر اللہ تعالیٰ کا تصرف تام — **۳۳۸۶** موت اور زندگی کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا ایک عظیم الشان نشان ہے جن قوانین کے ماتحت زندگی پیدا ہوتی ہے اور جن قوانین کے ماتحت موت پیدا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے تصرف تام میں ہیں کوئی ان قوانین کو ایک ذرہ بھر ادھر ادھر نہیں کر سکتا اور موت اور

مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ ۖ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ ۴

تو رحمان کی پیدایش میں کوئی اختلاف نہ دیکھے گا۔ پھر نظر کو لوٹا تو کوئی فساد نہ دیکھے گا ۳۳۸۷ پھر نظر کو بار بار

الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ ۵

لوٹا نظر تیری طرف حیرت سے واپس آئیگی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی ۳۳۸۸ اور ہم نے ورلے آسمان کو

الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۝ وَ ۶

ستاروں سے زینت دی اور انہیں شیطانوں کے لئے اٹکل بازی کا ذریعہ بنا دیا ہے اور اُن کے لئے جلنے کا عذاب تیار کر رکھا ہے ۳۳۸۹ اور

لِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا ۷

انکے لئے جو اپنے رب کا انکار کرتے ہیں دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری جگہ ہے جب اس میں ڈالے جائیں گے اس کا چیخنا سنیں گے

زندگی انسان کے انعام کا موجب ہیں زندگی اسے اچھے کام کا موقعہ دیتی ہے اور موت اچھے کام کے نتائج کو ظاہر کرتی ہے +

طباق — ۳۳۸۷ طباقا۔ مطابقۃ اسلئے تسبیح میں سے ہے اور وجہ یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری کے اوپر اس کے اندازہ سے رکھو پھر طباق کا

طبق — استعمال کبھی اس چیز میں ہوتا ہے جو دوسری کے اوپر ہو اور کبھی اس میں جو دوسری کے موافق ہو۔ اور لترکبن طبقا عن طبق (الانشقاق ۱۹) میں مطلب یہ ہے کہ انسان درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہے (رغ)

تفٰوت — تفٰوت۔ فوت۔ دیکھو ۱۱۱۵ اور تفاوت اوصاف میں اختلاف ہے۔ گویا کہ ایک دوسرے کے وصف کو دور کر دیتی ہے (رغ)

فطور — فطور۔ انفطر سے مصدر ہے اور فطر کے لئے دیکھو ۹۱۳ اور فطور کے معنی اختلال ہیں (رغ)

تمام مخلوق پر ایک ہی قانون حاوی ہے اور یہ توحید پر دلیل ہے — جب اپنا موت و حیات کا قانون بیان فرمایا کہ اس میں کسی کو کوئی تصرف حاصل نہیں تو اب اپنی عظیم الشان سماوی مخلوق کی طرف توجہ دلائی۔ سات آسمانوں کو ایک دوسرے کے موافق پیدا کیا خواہ یہ سات نظام شمسی کے سیارے ہوں اور خواہ ستاروں کے سات طبقے یا ایک دوسرے کے اوپر بھی ہیں مگر یہاں ان کے ایک ہی قانون کے ماتحت ہونے کا ذکر ہے اس لئے فرمایا کہ تم اس مخلوق میں تفاوت نہیں پاؤ گے یعنی اوصاف میں اختلاف نہیں یہ نہیں کہ ایک جگہ ایک قانون کام کر رہا ہے تو دوسری جگہ اسکے مخالف قانون کام کر رہا ہے جو اس پہلے قانون کو باطل کر دیتا ہو اور دوسری بات اسکی قدرت عظیم پر دلالت کرنے والی یہ بتائی کہ اس قانون میں خلل کوئی واقعہ نہیں ہوتا۔ یعنی یہ کبھی نہیں ہوتا کہ قانون کسی حالت میں اپنا کام کرنا چھوڑ دے یہ دو باتیں اللہ تعالیٰ کی عظمت قدرت پر دلالت کرتی ہوئی اس کی توحید پر بھی شہادت ہیں اتنی عظیم الشان مخلوق میں کہ جہاں انسان کی نظر متحیر رہ جاتی اور تھک جاتی ہے جیسا کہ اگلی آیت میں بیان فرمایا ایک ہی قانون کام کر رہا ہے سائنس بھی آج یہی بتاتا ہے کہ ایک ذرہ سے لے کر ان عظیم الشان کروں تک جن کی عظمت کا انسان کے وہم میں آنا بھی مشکل ہے ایک ہی قانون کام کر رہا ہے +

تثنیہ کا استعمال کثرت کے لئے — ۳۳۸۸ کرتین۔ تثنیہ سے مراد تکریر اور تکثیر ہے۔ یعنی بار بار ایک فعل کا کرنا جیسے لبیک اور سعدیک میں اور مراد ہے رجعۃ بعد رجعۃ یعنی لوٹاتے چلے جاؤ تو نظر تھک جائیگی مگر قانون ایک ہی کام کرتا نظر آئیگا +

۳۳۸۹ اس پر ۱۶۷۵ میں مفصل بحث گذر چکی ہے۔ اور مصباح ستارے کو بھی کہتے ہیں دیکھو ۲۳۳۱

۸ وَّهِيَ تَفُوْرُ ○ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ

اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ قریب ہے کہ جوش سے پھٹ پڑے جب کبھی اس میں ایک گروہ ڈالا جائیگا اسکے چوکیدار ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے

۹ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ

پاس ڈرانے والا نہ آیا تھا کہیں گے ہاں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا مگر ہم نے جھٹلایا اور کہا اللہ نے کچھ نہیں اُتارا

۱۰ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ○ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○

تم بڑی غلطی میں ہو اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے ع۳۳۹۰

۱۱ ۱۲ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ

سو اپنے گناہ کا اقرار کریں گے پس دوزخ والوں کے لئے دوری ہے وہ لوگ جو غائبانہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں

۱۳ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

اُن کیلئے مغفرت اور بڑا اجر ہے اور اپنی بات کو چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو وہ سینوں کی باتوں کو

۱۴ ۱۵ الصُّدُوْرِ ○ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ (ع ۲ ۱۲)

جاننے والا ہے کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا اور وہ باریک باتوں کا جاننے والا خبردار ہے ع۳۳۹۱ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے

الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ○

ماتحت کردیا سو اس کی اطراف میں چلو اور اسکے دیئے سے کھاؤ اور اس کی طرف موت کے بعد اٹھکر جانا ہے ع۳۳۹۲

عقل سے کام نہ لینے پر گرفت

ع۳۳۹۰ پچھلی آیت میں سوال صرف نذیر کے متعلق تھا۔ مگر یہاں سمع اور عقل دونوں کا ذکر کیا ہے اور اس میں اشارہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر پیغمبر کی آواز کسی جگہ نہ پہنچی ہو جسے انسان سن سکتا ہے تو عقل تو اللہ تعالےٰ نے ہر ایک انسان کو دی ہے اس لئے فرمایا لو کنا نسمع او نعقل یعنی اگر ہم ڈرانے والے کی آواز کو سن لیتے یا وہ آواز نہ پہنچی تھی تو عقل سے ہی کام لیتے +

خلق سے علم پر دلیل

ع۳۳۹۱ یہاں خلق کو دلیل علم قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ ایک چیز کا پیدا کرنا۔ اُس کے تمام حالات پر پیدا کرنے والے کو حاوی کر دیتا ہے +

مَنکِب

حصول رزق کے لئے جد و جہد

ع۳۳۹۲ مناکب - مَنکِب، بازو اور کندھے کے ملنے کی جگہ ہے اور زمین کے مناکب سے مراد اس کے رستے یا اس کی جوانب ہیں (ل)

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت سے انسان کے لئے سب سامان پیدا کئے ہیں مگر ایک رزق حاصل کرنے کے لئے اسے کس قدر جد و جہد اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ جب اس رزق ظاہری کے لئے یہ ضرورت ہو کہ زمین کی اطراف و جوانب کو چھان مارے تو اللہ تعالیٰ کا رزق روحانی بغیر جد و جہد کے کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ توکل کے متعلق جو غلط خیال پھیلا ہوا ہے اسے یہ آیت جڑ سے کاٹتی ہے +

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي ۱۶ ۱۷

کیا تم اس سے نڈر ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں نابود کردے سو وہ ناگہاں کانپنے لگے گی ۲۳۹۳ یا تم اس سے نڈر ہو

السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ ۱۸

جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر عذاب بھیجے سو تم جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا اور یقیناً انہوں نے بھی جھٹلایا

مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۱۹

جو ان سے پہلے تھے سو میرا (اس پر) انکار کیسا تھا کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھتے (جو) پر پھیلائے ہوئے (ہیں) اور سکیڑ بھی لیتے ہیں

نصف منزل

مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ۝ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ ۲۰

سوائے رحمان کے انہیں کون روک رکھتا ہے وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے ۲۳۹۴ بھلا وہ کون ہے جو تمہارے لئے لشکر ہو کر

يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۝ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ ۲۱

رحمان کے مقابلہ میں تمہیں مدد دے کافر صرف دھوکے میں ہیں بھلا وہ کون ہے جو تمہیں رزق

يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۝ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ ۲۲

دے اگر وہ اپنا رزق روک لے بلکہ سرکشی اور نفرت میں بڑھ بڑھ کر آتے ہیں تو کیا جو اپنے منہ پر اوندھا چلے

اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ ۲۳

ہدایت پر ہے یا وہ جو صحیح سالم سیدھے رستے پر چلے ۲۳۹۵ کہو وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لئے کان

اللہ کے آسمان پر ہونے سے مراد

۲۳۹۳ من فی السماء مفسرین نے عموماً مراد اللہ تعالیٰ لیا ہے لیکن یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص مکان میں آسمان میں ہے بلکہ محض بلندی اور علو کی نسبت کی ہے۔ اور دوسری جگہ ہے وهو الله فی السموٰت وفی الارض (الانعام ۶-۳) بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ اس کا امر آسمان میں نافذ ہے بعض نے یہ کہ وہ خالق من فی السماء ہے۔ بعض نے مراد ملائکہ لئے ہیں کیونکہ سزا کا ذکر ہے اور خود عذاب کی نسبت بھی آسمان کی طرف ہی کی جاتی ہے اور جن عذابوں کا یہاں ذکر ہے وہ مخالفین نبی کریم صلعم پر آئے ان کا خسف ان کی ذلت تھی اور زمین کا کانپنا ان جنگوں کی وجہ سے تھا جو اس پر ہوئیں اور اگلی آیت میں حاصب کا ذکر ہے جس کے معنی عذاب بھی ہو سکتے ہیں۔ اور سخت آندھی بھی جنگ احزاب میں ان پر آندھی کا عذاب ہی آیا تھا۔

عذاب جو مخالفین پر آئے

۲۳۹۴ دیکھو ۲۳۳۶ پرندے پر پھیلائے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ایک قانون کے ماتحت ہیں۔ اسی کی طرف انسان کو توجہ دلائی ہے کہ وہ بھی قانون کی فرمانبرداری اختیار کرے اور عذاب کے متعلق پرندوں کے ذکر پر مفصل بحث ۱۴۲۶ میں گذر چکی ہے اور یہاں آگے پیچھے عذاب کا ہی ذکر ہے۔

قانون پر عمل کرنے والے اور انحراف کرنے والے کے نتائج

۲۳۹۵ مکب کے لئے دیکھو ۲۴۲۲ اور سوی کے لئے ۱۹۷۹ وہ جو اخلاق یا خلقت میں افراط و تفریط سے محفوظ ہو اور مکب اور

۲۴ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ○ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ

اور آنکھیں اور دل بناتے۔ کیا ہی کم تم شکر کرتے ہو کہو وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا

۲۵ ۲۶ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ قُلْ

اور اسی کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤگے اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو کہو

۲۷ إِنَّمَا الْعِلْمُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ○ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سِيئَتْ

علم تو صرف اللہ کے پاس ہے اور میں صرف کھلا ڈرانے والا ہوں سو جب اسے قریب دیکھیں گے ان کے

۲۸ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تَدَّعُونَ ○ قُلْ أَرَأَيْتُمْ

منہ جو کافر ہیں برے ہو جائیں گے اور کہا جائیگا یہ وہی ہے جو تم مانگا کرتے تھے کہو کیا تم دیکھتے ہو

إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَن مَّعِيَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَن يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ

اگر اللہ مجھے ہلاک کر دے اور انہیں جو میرے ساتھ ہیں یا ہم پر رحم کرے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ

۲۹ أَلِيمٍ ○ قُلْ هُوَ الرَّحْمَٰنُ آمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ

دیگا ۳۳۹۶ کہو وہ رحمن ہے جس پر ہم ایمان لاتے اور اسی پر ہم بھروسہ کرتے ہیں سو تم جان لوگے کون

۳۰ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم بِمَاءٍ مَّعِينٍ ○

کھلی گمراہی میں ہے کہو کیا تم دیکھتے ہو اگر تمہارا پانی نیچے چلا جائے تو کون تمہارے پاس جاری پانی لائیگا ۳۳۹۷

سَوِیّ دونوں کا تعلق عمل سے ہے جو شخص قانون پر چلتا ہے وہ افراط و تفریط سے بچا ہوا سیدھے رستے پر چلتا ہے۔ اور جو شخص قانون کی فرمانبرداری نہیں کرتا وہ گویا اوندھا اپنے منہ پر چلتا ہے۔ یعنی قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے۔ تو ان دونوں میں سے منزل مقصود پر پہلا ہی پہنچیگا قانون سے نکلنے والے کا نتیجہ لازماً دکھ ہے۔ یہی مثال مومن اور کافر کی ہے +

۳۳۹۶ یعنی تمہاری آرزو تو یہ ہے کہ پیغمبر اور اس کے ساتھی ہلاک ہو جائیں اور ہمارے ساتھ اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ ہم پر رحم کریگا اور ہماری نصرت کرے گا۔ تو دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت ہو لیکن بہرحال کفار کو جو ان کی نافرمانی کی سزا ملنے والی ہے اس سے وہ کس طرح بچ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات کہ مومنوں پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہی ہوگا اگلی آیت میں واضح کر دی ہے +

وحی اور اخلاق کا تعلق

۳۳۹۷ ظاہر طور پر بھی یہ بات صحیح ہے کہ جب بارش بند ہوتی ہے تو زمین کا پانی یعنی وہ چشمے جو زمین کے اندر جاری ہیں وہ بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔ اور خشک ہو جاتے ہیں۔ اور یہی قانون اس کا عالم روحانی میں ہے اگر اللہ تعالیٰ کی وحی نازل نہ ہو تو اخلاق خود بخود مردہ ہو جاتے ہیں اسی لئے اگلی سورت کے شروع میں آنحضرت صلعم کے اخلاق فاضلہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آنحضرت صلعم سے پیشتر جو ایک لمبا زمانہ فترت گذرا ہے اس میں تمام دنیا کے اخلاق مردہ ہو گئے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت میں اپنے کلام کو بند نہیں کیا ورنہ اخلاق مردہ ہو کر پھر نبوت کی ضرورت پڑے اور جس قدر اللہ تعالیٰ سے کسی کا تعلق ہوتا ہے اسی قدر اسکے اخلاق بھی ہر قسم کی آلائش سے پاک ہوتے ہیں +

سورۃ القلم مکیۃ وھی اثنتان وخمسون اٰیۃ وفیھا رکوعان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ۙ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّ لَکَ ۱ ۲ ۳

دوات (گواہ ہے) اور قلم اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں اور یقیناً تیرے لئے

لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۴

اجر ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا اور تو یقیناً عظیم الشان اخلاق پر (قائم) ہے ۳۳۹۸

تمہید سورت

اس سورت کا نام القلم ہے اور ن بھی کہتے ہیں اور اس میں دو رکوع اور باون آیتیں ہیں۔ یہ دونوں نام پہلی ہی آیت میں آتے ہیں۔ اور ان دونوں لفظوں میں یہ توجہ دلائی ہے کہ قلم اور دوات کی مدد سے جس قدر علوم دنیا میں پھیلیں وہ سب آخر دنیا کو اس نتیجہ تک پہنچائیں گے کہ جیسا کہ سطحی نظروں نے خیال کر لیا ہے محمد رسول اللہ صلعم مجنون نہیں بلکہ آپ کو ایسا اجر ملیگا جو کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ تمام علوم یہ بھی شہادت دیں گے کہ آپ اخلاق کے بلند ترین مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ اور اس سورت کی غرض یہی بتانا ہے کہ ایک طرف اگر محمد رسول اللہ صلعم کے اخلاق تعلق باللہ سے کمال کو پہنچ گئے ہیں۔ تو دوسری طرف دنیا داروں اور طالبان مال کے اخلاق گرتے گرتے آخرکار کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ اخلاق فاضلہ صرف تعلق باللہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وحی الٰہی کا نزول اخلاق کے نشوونما میں وہی کام دیتا ہے جو بارش زمین کی روئیدگی کے نشوونما میں دیتی ہے۔ اور یہی تعلق اس سورت کا پچھلی سورت سے ہے۔ دیکھو ۳۳۹۷ گویا جو انسان اپنے آپ کو ایک خدا کی رضا کے ماتحت کر دیتا ہے اس کا نتیجہ بھی قانون الٰہی کے ماتحت یہی ہے کہ وہ ہر قسم کی خوبیوں کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے اور جو اس قانون کے خلاف چلتا ہے وہ ہر قسم کی بدیوں کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے اس سورت کا نزول بہت ہی ابتدائی زمانہ کا ہے حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ پہلے سورۃ اقرء نازل ہوئی پھر یہ سورت پھر مزمل پھر مدثر۔

ن

۳۳۹۹ ن - نون کے معنی مچھلی ہیں اور یہاں ن کے معنی حسن اور قتادہ سے دوات اور ابن عباس سے حوت مروی ہیں اور ازہری کا قول ہے کہ اگر اس سے مراد دوات یا حوت ہوتی تو نون لکھا جاتا نہ ن (ل) مگر صرف یہ وجہ اس معنی کو رد کرنے کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ قرآن شریف کا رسم الخط کئی باتوں میں معمولی رسم الخط سے اختلاف رکھتا ہے اور مفسرین سے یہ معنی مروی ہیں اور سیاق بھی یہی معنی دوات کو چاہتا ہے پس یہی معنی یہاں ہیں اور ابن جریر میں ایک قول ہے کہ اس سے مراد لوح نور ہے یعنی نورانی تختی۔

آنحضرت کی صداقت پر شہادت علوم

دوات اور قلم اور تمام تحریروں کی قسم کھائی ہے یعنی انہیں بطور گواہ پیش کیا ہے اور جواب قسم میں فرمایا کہ پیغمبر مجنون نہیں تو گویا تمام دنیا کے علوم اس بات پر گواہی دیں گے کہ محمد رسول اللہ مجنون نہیں۔ جب انہیں بدی کے بد نتائج سے ڈرایا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ یہ مجنون شخص ہے علوم کی شہادت پیش کر کے بتایا کہ مجنون کی باتیں تو بے جوڑ ہوتی ہیں اور علم کی بات اس کے منہ سے نہیں نکل سکتی مگر محمد رسول اللہ صلعم کا اس قدر احسان علوم پر ہوگا کہ وہ علوم ہی آخر شہادت دے اٹھیں گے کہ یہ انسان مجنون نہ تھا اور اس کے ساتھ دو باتیں اور بیان فرمائیں ایک یہ کہ آپ کا اجر غیر منقطع ہے اور دوسری یہ کہ آپ خلق عظیم پر ہیں اور یہ دونوں باتیں بھی بطور جواب قسم ہیں اور ان میں ایک پیشگوئی بھی ہے یہ سورت بہت ہی ابتدائی

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ۶ ۷

سو تو دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے ۔ کہ تم میں سے کس کو جنون ہے ۳۳۹۹ تیرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے

ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝ وَدُّوا ۹

رستہ سے بھٹک گیا اور وہ سیدھے رستے پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے سو تو جھٹلانے والوں کی بات نہ مان وہ چاہتے ہیں

لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ ۱۰ ۱۱

کہ تو مداہنت اختیار کرے تو وہ بھی مداہنت اختیار کریں ۳۴۰۰ اور تو کسی قسمیں کھانے والے ذلیل (آدمی) کی بات نہ مان (جو) عیب لگانے والا

بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ ۱۲ ۱۳

چغلیاں لئے پھرنے والا بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا گنہگار سخت جھگڑالو اس کے علاوہ شرارت میں مشہور ہے ،

عظیم الشان پیشگوئی

زمانہ کی ہی بیان نمک کر اکثر نے اسے نزول میں دوسرے مرتبہ پر رکھا ہے یعنی اقرا کے بعد اس کا نزول مانا ہے۔ اس وقت اجر پھر اجر غیر ممنون کی خبر کیسی عظیم الشان پیشگوئی تھی اور اصل مضمون کے ساتھ اس کا یوں رابطہ ہے کہ مجنون کا فعل کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم نے وہ انقلاب دنیا میں پیدا کیا کہ جس کی نظیر کسی دوسرے انسان میں نہیں ملتی۔ ایک عظیم الشان سلطنت کے ساتھ ایک ایسا مذہب قایم کیا کہ جبتک دنیا باقی ہے یہ بھی باقی ہے اس لئے آپ کا اجر بھی منقطع نہیں ہو سکتا +

آنحضرت ایک خلق عظیم تھے

خلقہ القرآن سے مراد

آپکی بعثت سے تکمیل اخلاق

مگر اس سے بھی بڑھ کر تیسری بات ہے کہ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں یہ خلق عظیم کیا تھا مسلم ابو داؤد وغیرہ میں ہشام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عایشہ سے عرض کیا کہ مجھے آنحضرت صلعم کے اخلاق کی کچھ خبر دو تو آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے میں نے کہا پڑھتا ہوں تو فرمایا کہ آپ کا خلق قرآن ہی تھا یعنی جس قدر اعلیٰ درجہ کی صفات انبیاء اور مومنوں کے اندر بیان کی گئی ہیں یا جن صفات عالیہ کی طرف قرآن شریف میں توجہ دلائی گئی ہے۔ وہ سب آپ میں موجود تھیں اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق کو کمال کو پہنچاؤں اور آپ کے اخلاق فاضلہ کے سامنے اگر عرب نے سر جھکایا اور پھر ایک عالم نے تو وہ دن بھی دور نہیں کہ کل عالم ہی سر جھکا دے حالانکہ مجنون میں تو اخلاق کا نام بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اجر غیر ممنون کے ساتھ خلق عظیم کو بیان کر کے بتایا کہ غربت میں ہر شخص اچھے اخلاق دکھانے کا دعویٰ کر سکتا ہے مگر طاقت اور غلبہ کے وقت وہ حلم اور فروتنی اور بردباری کے اخلاق بھول جاتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلعم کے اخلاق ایسے کمال کو پہنچے ہوئے ہیں اور ایسے حالت اعتدال پر ہیں کہ بلند سے بلند مقام پر کھڑے ہو کر بھی ان اخلاق میں کوئی فرق نہیں آتا اور اگر اہل عرب پہلے آپ کے اخلاق فاضلہ کی وجہ سے آپ کے الامین ہونے کے قائل تھے تو آخر میں صرف اخلاق نبوی نے ہی دنیا کی متکبر ترین قوم کو ایسا رام کیا کہ سر جان مال عزت سب کچھ آپ پر قربان کر دیا +

طاقت اور اخلاق کا اجتماع کمال اخلاق ہے

مفتون

۳۳۹۹ مفتون ۔ کے معنی ہیں فُتِنَ بالجنون جنون میں مبتلا کیا گیا۔ یا مراد فتون بمعنی جنون ہے (ل)

فستبصر میں صاف بتا دیا کہ اجر غیر ممنون اسی دنیا میں پاکر پیغمبر اور اس کے مکذب دونوں دیکھ لیں گے کہ جنون کسے تھا مفسرین نے بھی اسے مانا ہے۔ فستبصر ویبصرون فی الدنیا بظھور عاقبۃ الامر بغلبۃ الاسلام اور مقاتل نے وعید یوم بدر مراد لیا ہے (ر)

آنحضرت کے اخلاق کا مداہنہ سے پاک ہونا اور دنیا داروں کے نمایشی اخلاق

۳۴۰۰ مداہنۃ ۔ یہ ہے کہ اس کے خلاف ظاہر کیا جائے جو دل میں ہے ۳۲۵۳ جب نبی کریم صلعم کے مقام عظیم اور خلق عظیم کا ذکر کیا تو ساتھ ہی بتایا کہ آپ کے اخلاق مداہنہ سے پاک ہیں ۔ دنیا دار خواہ کتنے بھی اعلیٰ درجے کے اخلاق دکھائیں مگر یہ سب کچھ مداہنہ کے رنگ میں ہوتا ہے باہر کے

أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ ۱۴، ۱۵

اس لئے کہ وہ مال اور بیٹوں والا ہے ۳۴۰۱ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں کہتا ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں

سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ۝ إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا ۱۶، ۱۷

ہم اسکی ناک پر داغ لگائیں گے ۳۴۰۲ ہم انہیں آزمائیں گے جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا جب انہوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ صبح ہوتے

مُصْبِحِينَ ۝ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَ ۱۸، ۱۹

ہی اسکا پھل کاٹیں گے اور (حق مساکین کا) استثناء نہ کرتے تھے ۳۴۰۳ سو اس پر تیرے رب کی طرف سے پھر جانے والی (آفت) پھر گئی اور

هُمْ نَائِمُونَ ۝ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝ ۲۰

وہ سو رہے تھے اور وہ کھیتی کاٹی ہوئی زمین کی طرح ہو گیا

ہنس ہنس کر ملتے ہیں اندر سے جڑیں کاٹتے چلے جاتے ہیں اللہ سے تعلق رکھنے والے کے اخلاق اس آلائش سے پاک ہوتے ہیں وہ اندر باہر سے ایک ہوتا ہے اخلاص اور سچائی اسکے مد نظر ہوتی ہے۔ دنیا داروں کے اخلاق ظاہری گو بعض وقت خدا پرستوں کے اخلاق کی طرح نظر آئیں مگر یہ سب کچھ دکھاوے کے لئے ہوتا ہے یہ ایک قسم کے مکذبین ہیں دوسرے وہ ہیں جن کا ذکر اگلی آیت میں ہے +

حلف۔ حلاف

۳۴۰۰ حلاف۔ حَلِف اصل میں وہ قسم ہے جس کے ذریعہ سے کسی سے عہد کیا جائے پھر ہر قسم پر بولا گیا ہے اور حلاف بہت قسمیں کھانے والا ہے (غ)

مشی

مشاء۔ مَشی ارادہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہے اور کنایۃً چغلخوری مراد لی جاتی ہے جیسے یہاں (غ)

نمیم

نمیم۔ نمیمۃ۔ اصل میں خفیف حرکت ہے اور چغلی یا بات کو جھوٹ کے ساتھ آراستہ کر کے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں (غ)

زنیم

زنیم۔ جو ایک قوم میں سے نہیں مگر ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (غ) اور زنیم موسوم بالشر کو بھی کہتے ہیں۔ اور زانیہ کی اولاد کو بھی دل (؟) اور سعید بن جبیر سے اس کے معنی شرارت میں مشہور مروی ہیں (ج)، چونکہ یہ سب باتیں اخلاق کے رنگ کی ہیں اس لئے یہی معنی چسپاں ہیں۔

بندگان سیم و زر کے حالات

یہ اخلاق انسانی کا ذلیل ترین پہلو ہے۔ جو خلق عظیم کی ضد کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور اعدائے حق کی نوبت آخر یہاں تک پہنچ جاتی ہے، اور اس سب کی وجہ بتائی ہے کہ وہ صاحب مال اور اولاد ہے یعنی مال دنیا اور جتھے پر فخر کرنا آخر انسان کو بندۂ سیم و زر بنا دیتا ہے۔ تب اس کے اخلاق کی یہ حالت ہو جاتی ہے اور دنائت کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے جو اندر بھرا ہوا تھا وہ آخر باہر نکل آتا ہے اور زیادہ قسمیں کھانے کو بھی یہاں بدترین اخلاق میں رکھا گیا ہے گو وہ جھوٹ ہوں یا سچ +

خرطوم
ناک پر داغ لگانے سے مراد

۳۴۰۲ خرطوم۔ اصل میں ہاتھی (اور سؤر) کے متعلق بولا جاتا ہے اور یہاں اظہار حقارت کے لئے ناک کو خرطوم کہا ہے اور یہاں وسم علی الخرطوم سے مراد ہے۔ ایسی عار اسکو لگا دیں گے جو اس سے نمونہ ہو جیسے ناک کاٹ دینا کہہ دیتے ہیں (غ)، یہ مراد نہیں کہ ہر ایک ایسے انسان کی ناک پر سچ مچ کوئی نشان لگ جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جن باتوں کے ذریعہ سے وہ اپنی عزت قائم کرنا چاہتا ہے وہی آخر اسکی ذلت کا موجب بن جاتی ہیں +

صرم

۳۴۰۳ یصرمن۔ صَرْم قطع کرنا ہے۔ اور انصرام انقطاع ہے اور حدیث میں ہے لا یحل لمسلم ان یصارم مسلما فوق

صارم

ثلاث۔ یعنی اس سے کلام قطع نہ کرے۔ اور صریمۃ کسی امر کے قطع کرنے پر عزم پختہ ہے اس لئے صارمین سے مراد ہے عازمین علی صرام

صریم

النخل یعنی کاٹنے پر عزم کرنے والے۔ اور صریم اور صریمۃ وہ قطعہ زمین ہے جو بڑے حصہ ریت سے الگ ہو اور (وہ) زمین بھی جس کی کھیتی

۲۱ ۲۲ ۲۳ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ

ادہر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا کہ سویرے ہی اپنی کھیتی پر چلو اگر تم (اسے) کاٹنے والے ہو سو وہ چلے اور آپس میں چپکے چپکے

۲۴ ۲۵ يَتَخَافَتُوْنَ ۝ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ

کہتے جاتے تھے کہ آج تمہارے پاس اس میں کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے اور وہ سویرے ہی جا پہنچے (اور وہ) روکنے

۲۶ ۲۷ ۲۸ قٰدِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ قَالَ

پر قادر تھے ۳۴۰۳ سو جب اسے دیکھا کہنے لگے بلاشبہ ہم بھولے ہوئے ہیں بلکہ ہم محروم ہیں ان میں سے بہتر

۲۹ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

شخص بولا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم کیوں تسبیح نہیں کرتے کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے ہم ہی ظالم تھے

۳۰ ۳۱ ۳۲ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ

پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہنے لگے ہم پر افسوس ہم سرکش تھے امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں

۳۳ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۗ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ

اس سے بہتر بدلہ میں دے ہاں ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں اسی طرح عذاب آئے گا اور آخرت کا عذاب

۳۴ ۳۵ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ

یقیناً اس سے بڑا ہے کاش یہ جانتے ۳۴۰۴ متقیوں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں کے باغ ہیں تو کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں

۳۶ ۳۷ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝

کی طرح کر دیں تمہیں کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو

ع ۲ / ۱۹

کاٹی گئی ہو اور رات کو بھی اس لئے کہ وہ دن سے منقطع ہوتی ہے (ل)

استثنا — یستثنون۔ استثناء کے معنی ان شاء اللہ کہنا اور الگ کرنا آتے ہیں۔ یہاں دوسرے معنی ہی مراد ہیں۔ اور قتادہ کے یہی معنی [illegible] یعنی حق مسکین کو الگ نہ کرتے تھے۔

حرد — ۳۴۰۳ حرد تیزی اور غضب سے روکنا (غ) یعنی اس قدر جوش تھا کہ مسکین کو پاس نہ پھٹکنے دیں۔

مخالفین کے عذاب کی نوعیت کی صراحت اور پیشگوئی کہ آخر یہ مسلمان ہونگے — ۳۴۰۴ اس مثال میں مخالفین کے دونوں عذابوں کا کھلا کھلا ذکر کر دیا ہے یعنی ایک عذاب دنیا اور ایک عذاب آخرت اور عذاب دنیا کی نوعیت بھی صراحت سے بتا دی جس طرح باغ والوں کی کمائی پر اللہ تعالیٰ نے پانی پھیر دیا۔ اس لئے کہ وہ مساکین کا حق نہ دیتے تھے اسی طرح ان کفار پر عذاب آئیگا یعنی ان کی تمام کوششیں جو وہ کریں گے برباد کر دی جائیں گی۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ آخر یہ لوگ مسلمان ہونگے۔ انا الیٰ ربنا

إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۙ إِنَّ ۳۸ ۳۹

کہ تمہارے لئے اس میں وہ ہے جو تم پسند کرو یا تم نے ہم سے کوئی قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت کے دن تک پہنچنے والی ہیں کہ

لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝ سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا ۴۰ ۴۱

تمہارے لئے وہی ہے جو تم خود فیصلہ کرو ۳۴۰۵ ان سے پوچھ کون ان میں سے اس کا ذمہ دار ہے یا ان کے کوئی شریک ہیں تو اپنے

بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۝ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى ۴۲

شریکوں کو لائیں اگر وہ سچے ہیں جس دن شدت ظاہر ہوگی اور وہ سجدے کی طرف

السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا ۴۳

بلائے جائیں گے تو کر نہ سکیں گے ۳۴۰۶ ان کی نظریں جھکی ہوئی ہونگی ذلت ان کو آلے گی اور کبھی انہیں

يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ۝ فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ ۴۴

سجدے کیطرف بلایا جاتا تھا اور وہ صحیح سلامت تھے سو مجھے چھوڑ دے اور اسے جو اس بات کو جھٹلاتا ہے

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا ۴۵ ۴۶

ہم انہیں تدریجاً اس طریق سے پکڑیں گے جس کا انہیں علم نہیں اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں میری تدبیر مضبوط ہے بھلا تو ان سے اجر مانگتا ہے

ع ۱۵

راغبون اور اس باغ سے بہتر انہیں ملے گا۔ فی الواقع عرب میں ان کی طاقت نابود ہوئی تو دنیا پر حکومت دے دی اس قدر صراحت اس نہایت ہی ابتدائی زمانہ کی پیشگوئی میں کس قدر زبردست دلیل صداقت اسلام پر ہے اس مثال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم کے دل کو جو بڑا غم کھا رہا تھا وہ مساکین کی حالت تھی اور یہی اسلام کا سب سے بڑا مقصد تھا کہ غربا اور مساکین کی خبر گیری ہو ضعیفوں اور کمزوروں کے حق میں +

۳۴۰۵ اوپر کی آیات میں بتایا ہے کہ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مجرموں اور مسلموں سے اللہ تعالیٰ کا ایک ہی معاملہ ہوگا۔ وہ صحیح نہیں مسلم وہ ہے جو ایک قانون الٰہی کی فرمانبرداری کرتا ہے مجرم وہ ہے جو ذات باری سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ قانون پر چلنے والا اور قانون کو توڑنے والا یکسان نہیں ہو سکتے تو پہلے ان کے اس فیصلہ کو غلط قرار دیا پھر فرمایا کہ کوئی کتاب اللہ تعالیٰ نے ایسی نہیں اتاری جس میں یہ لکھا ہو نہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم سے کوئی ایسا عہد کیا ہے کہ جو راہ وہ چاہیں اختیار کر لیں۔ مگر نتیجہ سکھ ہی ملتا ہے گا۔ جو کچھ ملتا ہے آرزووں سے نہیں ملتا اور یہ جو ایمان کے متعلق بالغة الیٰ یوم القیامة فرمایا تو مطلب یہ ہے کہ ہمارا عہد اگر ہوتا تو پھر قیامت کے دن تک یہی عہد ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنتیں بدلتیں نہیں لیکن یہ فیصلہ کرنے والے خود دوسروں کے لئے ان کی آرزوؤں کے وہ نتائج تسلیم نہیں کرتے جو اپنے لئے تجویز کرتے ہیں +

کشف عن الساق

۳۴۰۶ کشف عن الساق کے لئے دیکھو ۲۴۷۶ اور ایک جماعت صحابہ اور تابعین نے یکشف عن ساق کے معنی کئے ہیں امر شدید ظاہر ہوگا (رج) اور ابن عباس سے یہ بھی معنی مروی ہیں کہ سخت امر کھل جائیگا اور اعمال ظاہر ہو جائیں گے۔ اور مجاہد سعید بن جبیر قتادہ سے معنی شدت الامر مروی ہیں۔ اور حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جاہلیت میں اسی معنی میں یہ محاورہ استعمال ہوتا تھا۔ اور عرب کے لوگ جب کسی امر کی شدت کو ظاہر کرنا ہوتا تھا کہتے تھے کشفت هذا الامر عن ساق (رج)

۴۷ ۴۸ فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا

تو وہ چٹی کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں یا اُن کے پاس غیب ہے تو وہ لکھ لیتے ہیں سو اپنے رب کے حکم کا صبر سے انتظار کر اور صاحب

۴۹ تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ — وقف لازم

حوت کی طرح نہ ہو جا جب اس نے پکارا اور وہ رنج سے بھرا ہوا تھا۔۳۴۰۶ اگر اسے اپنے رب کی نعمت نہ پالیتی تو وہ کھلے میدان میں ڈال دیا جاتا

۵۰ ۵۱ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ

اور وہ مذمت کیا گیا ہوتا۔ سو اسکے رب نے اسے چن لیا اور اسے نیکوکاروں میں سے بنایا اور قریب ہے کہ جو کافر ہیں وہ تجھے اپنی نظروں سے (گھور کر) جگہ

۵۲ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ — تمام الربع

سے ہٹا دیں جب وہ نصیحت سنتے ہیں اور کہتے ہیں یقیناً یہ دیوانہ ہے۔ اور وہ تو (تمام) قوموں کیلئے موجب شرف ہے۔۳۴۰۸

عمل کے مطابق جزا

فلا یستطیعون۔ حدیث میں بھی آتا ہے کہ ان کی پیٹھیں ایسی ہو جائیں گی کہ وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ گویا ان کی وہ حالت ہو جائیگی جو اپنے اندر اپنے عمل سے یہاں پیدا کرلی تھی۔ اس دنیا میں جب انہیں سجدہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو باوجود اس پر قدرت رکھنے کے وہ اس طرف متوجہ نہ ہوتے تھے جیسا اگلی آیت میں بتایا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نہ جھکنا انکی طبیعت کا جزو بن گیا۔ اور وہ اس قابل نہ رہے کہ جھکنا چاہیں تو جھک جائیں اللہ تعالٰی کے آگے یہاں جھکنے سے اخلاق فاضلہ پیدا ہوتے ہیں انہیں انہوں نے حاصل نہ کیا۔ اور چونکہ یہاں اکڑتے تھے وہاں بھی اکڑے رہیں گے۔ اسی اصول کی طرف توجہ دلائی ہے کہ راحت اخلاق فاضلہ سے اور اخلاق فاضلہ تعلق باللہ سے پیدا ہوتے ہیں +

حضرت یونس کی ہجرت بلا اذن

۳۴۰۷ صاحب الحوت حضرت یونس ہیں اور یہاں صبر سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں سے بوجہ ان کی بداخلاقی کے یا ان کے دکھ دینے کے علیحدگی کا خیال دل میں نہ لاؤ جیسے حضرت یونس نے جلدی کی دیکھو نوٹ ۱۲۹۲ یعنی انہوں نے بلا اذن الٰہی ہجرت کی اور اگلی آیت میں بتایا کہ پھر بھی اللہ تعالٰی کے فضل نے ان کی دستگیری کی ورنہ اس طرح ہجرت کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کامیابی سے محروم رہ جاتے مذموم میں اشارہ ناکامی کی طرف ہی ہے۔ اور کھلے میدان میں ڈالے جانے سے مطلب ایسی جگہ ہے۔ جہاں انہیں پناہ نہ ملتی۔ اور آیت ۵۱ کا بھی یہی مطلب ہے کہ کافر اس قدر بری نگاہوں سے آپ کی طرف دیکھتے ہیں کہ ان کے برے تیوروں کو دیکھ کر ہی ایک شخص اپنی جگہ چھوڑ جاتے۔ مگر جب اللہ تعالٰی نے ایک مقام پر کھڑا کیا ہے وہ ان چیزوں کی پروا نہیں کرتا +

قرآن سب قوموں کیلئے عزت کا موجب ہے

۳۴۰۸ گویا وحی الٰہی نے صرف محمد رسول اللہ صلعم کے اخلاق فاضلہ کو ہی کمال کو نہیں پہنچایا یا نہ وہ صرف ایک قوم عرب کو ہی مقام عزت تک پہنچائیگا بلکہ اس کے اندر اس قدر وسعت ہے کہ تمام دنیا کی قوموں کو مقام عظمت تک پہنچا دے گا +

سورة الحاقة مكية وهى اثنان وخمسون آية وفيها ركوعان

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

الْحَاۤقَّةُ ۝ مَا الْحَاۤقَّةُ ۝ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۤقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ

حق ہو کر رہنے والی حق ہو کر رہنے والی کیا (بات) ہے اور تجھے کیا معلوم حق ہو کر رہنے والی کیسی (بات) ہے ۳۲۰۹ ثمود اور عاد نے بڑی مصیبت کو

بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝ وَاَمَّا عَادٌ

جھٹلایا سو ثمود حد سے بڑھی ہوئی سزا سے ہلاک کئے گئے ۳۲۱۰ اور عاد

تمہید سورت — اس سورت کا نام الحاقۃ ہے اور اس میں دو رکوع اور باون آیتیں ہیں۔ اور اس کے نام میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو کچھ بدی کا اور اللہ تعالےٰ سے قطع تعلق کا نتیجہ ہے۔ وہ کسی صورت میں ٹل نہیں سکتا۔ ہاں یہ نتیجہ پہلے اس دنیا میں برنگ عذاب ظاہر ہوتا ہے جیسے عاد و ثمود و فرعون کی حالت میں اور آخر کھلا انکشاف اس کا قیامت میں ہوگا۔ جب تمام مخفی قوتیں اور مخفی نتائج ظاہر ہو جائیں گے اور آخر پر پھر تسبیح یا تعلق باللہ کی طرف توجہ دلاتی۔ یہ بھی ابتدائی زمانہ کی سورت ہے۔ اور اس کا تعلق پچھلی سورت سے یوں ہے کہ اس میں ایک قانون کی خلاف ورزی کا جو نتیجہ بتایا تھا۔ تو یہاں اس کے متعلق فرمایا کہ نتیجہ ایک حد تک اس دنیا میں اور آخر کامل طور پر قیامت میں ظاہر ہو جائیگا +

حاقّۃ — ۳۲۰۹ الحاقۃ حاقّتہ۔ فحققتہٗ میں نے حق میں اس کے ساتھ جھگڑا کیا۔ اور اس پر غالب آیا اور الحاقۃ قیامت کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ یوم یقوم الناس سے اس کی تفسیر کی ہے کیونکہ اس میں جزا ثابت ہوگی (غ)۔ والحاقۃ النازلۃ وھی الداھیۃ ایضًا (ل) یعنی حاقۃ

الحاقۃ سے مراد — مصیبت یا بھاری مصیبت کو بھی کہا جاتا ہے۔ اور قیامت کو الحاقۃ اس لئے کہا کہ وہ ہر انسان کو خیر یا شر سے کچھ واجب کرے گی یا اس لئے کہ اس میں امور کی حقیقت کھلے گی۔ یا اس لئے کہ اللہ کے دین میں ہر باطل کے ساتھ جھگڑا کرنے والے پر وہ غالب آئیگی (ل) اور ہر ایک معنی کے لحاظ سے جس طرح یہ لفظ قیامت کبریٰ پر صادق آتا ہے اسی طرح مکذبین کی ہلاکت یا قیامت وسطیٰ پر بھی صادق آتا ہے اور دونوں اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔ جیسا کہ ایک طرف ثمود اور عاد کی ہلاکت سے مکذبین رسول کی ہلاکت کی طرف اشارہ کیا اور دوسری طرف قیامت کبریٰ کا بھی ذکر کیا اور قیامت وسطیٰ قیامت کبریٰ کے لئے ایک نشان کے طور پر قرار دی گئی ہے۔ جیسا کہ ابھی پچھلی سورت میں گذر چکا کذٰلک العذاب و لعذاب الاٰخرۃ اکبر

ما ادرٰک سے مراد — اور راغب نے ما ادرٰک اور ما یدریک میں یہ فرق کیا ہے کہ ما ادرٰک جہاں آیا ہے وہاں ساتھ ہی بتا بھی دیا ہے کہ وہ کیا چیز ہے وکل موضع ذُکِرَ فی القراٰن وما ادرٰک فقد عُقِّبَ ببیانہ اور اس کی مثالیں دی ہیں وما ادرٰک ماھیہ نار حامیۃ (القارعۃ ۱۰-۱۱) وما ادرٰک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر۔ وما ادرٰک ما الحاقۃ ثم ما ادرٰک ما یوم الدین اور یہاں جس بات کا مطلب پیچھے بیان آتا ہے وہ ثمود اور عاد کا جھٹلانا اور ان کا ہلاک کیا جانا ہے اور اگر غور کیا جائے تو مکذب قوم کی ہلاکت بھی فی الحقیقت جزا و سزا کے قانون کو ظاہر کر دیتی ہے۔ ہاں قیامت میں انکشاف تام ہے اور یہاں کا انکشاف صرف اہل بصیرت کے لئے ہے +

طغی۔ طاغیۃ طغوٰی — ۳۲۱۰ طاغیۃ۔ طغی سے ہے اور انا لما طغی الماء (۱۱) میں مراد پانی کا حد سے تجاوز کر جانا ہے۔ اور طاغیۃ طوفان کی طرف اشارہ ہے اور طغوٰی اسم ہے کذبت ثمود بطغوٰھا (الشمس ۹۱-۱۱) جس میں یہ تنبیہ ہے کہ جب انہیں اُن کی سرکشی کی سزا سے ڈرایا گیا تو انہوں نے اس کو

۷ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۙ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا

حد سے بھی ہوئی تیز ہوا سے ہلاک کر دیئے گئے۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن چلائے رکھا (انکے اثر کو) مٹاتی ہوئی

۸ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۚ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ

سو تو لوگوں کو اس میں گرے پڑے دیکھتا گویا کہ وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے ہیں ۳۲۱۱ تو کیا تو ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے

۹، ۱۰ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ

اور فرعون نے اور انہوں نے جو اس سے پہلے تھے اور الٹی ہوئی بستیوں نے خطا کاریاں کیں ۳۲۱۲ سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی

۱۱، ۱۲ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۙ لِنَجْعَلَهَا

پس اس نے انہیں سخت کی گرفت سے پکڑا جب پانی حد سے بڑھنے لگا ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کیا تاکہ اسے بنا دیتے

۱۳، ۱۴ لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝ فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ

نصیحت بنا تیں، اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں پس جب صور میں ایک پھونک سے پھونکا جائے گا۔ اور

۱۵ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ

زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے پھر ایک ہی مرتبہ توڑ دیئے جائیں گے سو اس دن ہو جانے والی بات

۱۶، ۱۷ الْوَاقِعَةُ ۙ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۙ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا

ہو جائیگی اور آسمان پھٹ جائیگا سو وہ اس دن کمزور ہوگا ۳۲۱۳ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہونگے

جھٹلایا (غ)، اور طغوی کے معنی طغیان بھی کئے گئے ہیں (ل) مگر یہاں ثمود کے طاغیة سے ہلاک ہونے کا ذکر ہے۔ اور ثمود کا عذاب پانی کا طوفان نہ تھا، اور زجاج کے نزدیک طاغیة عافیة کی طرح اسم ہے اور مراد طغیان ہے اور قتادہ کے نزدیک اس سے مراد صیحة العذاب ہے (ر)۔ بخاری میں طغیان اور سخت آندھی دونوں معنی لئے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ سخت زلزلہ تھا۔ دیکھو الاعراف ۷۸، فاخذتھم الرجفة

حسوم — ۳۲۱۱ حسوم۔ حسم کسی چیز کا اثر دور کرنا ہے قطعه فحسمه یعنی اسے کاٹا پھر اس کا مادہ بھی دور کر دیا اور یہاں حسوم سے مراد ہے اُن کے اثر کو مٹانے والی یا ان کی خبر کو مٹانے والی یا ان کی عمروں کو قطع کرنے والی اور یہ سب باتیں اس کے عموم میں داخل ہیں (غ)، اور حسوم کے معنی الدائمة فی الشر بھی کئے گئے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے بھی جن کا اول ان کے آخر سے منقطع نہیں (ل)

صریع — صرعی صریع کی جمع ہے صرع کے معنی زمین پر گرا دینا ہیں اور مصارعة کشتی ہے (ل)

خاطئ خاطئة — ۳۲۱۲ خاطئة۔ خاطئ وہ ہے جو گناہ کا قصد کرے الا الخاطئون (۳۷) اور کبھی بڑے گناہ کو بھی خاطئة کہا جاتا ہے (غ)

دھی — ۳۲۱۳ داھیة۔ وھی۔ چمڑے یا کپڑے میں شق ہو جاتا ہے اور ہر ایک چیز کو جس کی مضبوطی ڈھیلی پڑ جاتے کہا جاتا ہے وھی (غ)، اور وھی السقاء کے معنی ہیں مشکیزہ پھٹ گیا۔ اور وھی الحائط کے معنی ہیں دیوار کمزور ہو گئی۔ یا گرنے والی ہو گئی (ل)

وَّيَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّكَ فَوۡقَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ؕ يَوۡمَئِذٍ تُعۡرَضُوۡنَ لَا تَخۡفٰى ۱۸

اور تیرے رب کا عرش اس دن آٹھ اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہونگے ۳۴۱۴ اس دن تم سامنے آجاؤ گے تمہاری کوئی چھپی بات

مِنۡكُمۡ خَافِيَةٌ ۝ فَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيۡنِهٖ ۙ فَيَقُوۡلُ هَآؤُمُ اقۡرَءُوۡا كِتٰبِيَهۡ ۝ ۱۹

چھپی نہ رہے گی ۳۴۱۵ سو جسے اس کی کتاب اس کے داہنے میں ملیگی تو وہ کہے گا لو میری کتاب پڑھو ۳۴۱۶

اِنِّىۡ ظَنَنۡتُ اَنِّىۡ مُلٰقٍ حِسَابِيَهۡ ۝ فَهُوَ فِىۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِىۡ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوۡفُهَا دَانِيَةٌ ۝ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳

میں جانتا تھا کہ میرا حساب مجھے ملے گا سو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا بلند باغ میں جسکے میوے قریب ہیں ۳۴۱۷

كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِيۡٓــئًا ۢ بِمَاۤ اَسۡلَفۡتُمۡ فِى الۡاَيَّامِ الۡخَالِيَةِ ۝ وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ ۲۴ ۲۵

خوشگواری سے کھاؤ اور پیو اس کی وجہ سے جو تم نے گذرے ہوئے دنوں میں کیا اور جسے اس کی کتاب اسکے بائیں میں دی جائیگی

یہ ذکر احوال قیامت کا ہے اور بظاہر زمین اور پہاڑوں کا یکمرتبہ توڑا جانا اور آسمان کا کمزور پڑجانا یہ سب موجودہ نظام کے قائم نہ رہنے پر دلالت کرتا ہے کس طرح یہ ہوگا اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے +

رجا — ۳۴۱۴ ارجاء۔ رَجًا کی جمع ہے اور کوئیں یا آسمان وغیرہ کا رَجَا اس کا کنارہ ہے۔ (رغ)

فرشتوں کے کناروں پر ہونے سے مراد — فرشتوں کے کناروں پر ہونے سے کیا مراد ہے؟ بعض نے کہا وہاں پناہ لیں گے بعض نے کہا نزول کے لئے وہاں اجتماع ہوگا اور ممکن ہے کہ یہ اشارہ ہو کہ وہ ملائکہ جو مدبرات امر ہیں وہ کناروں پر ہونگے کیونکہ کسی چیز کے کنارہ پر ہونا گویا اس سے الگ ہو جانا ہے +

حاملین عرش سے مراد — حمل عرش سے کیا مراد ہے۔ عرش کے لئے دیکھو ۱۰۹۵ پس حمل عرش سے یہ مراد لینا کہ واقعی کوئی عظیم الشان تخت بنا ہوا ہے جسکو کسی اور نے سہارا ہوا ہے صحیح نہیں وہ القیوم ہے یعنی ہر چیز کے قیام کا موجب اور کوئی چیز اس کے قیام کا موجب نہیں۔ پس یہاں مراد نظام کا حمل ہے رہا یہ کہ اس کے حمل کو آٹھ سے کیا تعلق ہے سو اس کا حقیقی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن چونکہ ایک حدیث میں یہ لفظ آتے ہیں کہ اس عرش کے اٹھانے والے اب چار ہیں اور سورۃ فاتحہ میں چار صفات الٰہی کو صفات کیلئے بطور ام قرار دیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ چار کے لفظ میں انہی چار صفات کی طرف اشارہ ہو جن پر موجودہ نظام عالم کا انحصار ہے یعنی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت۔ مالکیت اور قیامت کے دن آٹھ کے لفظ میں یہ اشارہ ہو کہ ان چار صفات کا اس دن ایک نیا ظہور ہوگا۔ ان چار صفات پر ہمارے اعمال اور نتائج اعمال کا انحصار ہے اور چونکہ ان اعمال کے نتائج وہاں ایک نئی زندگی کی صورت میں رونما ہونگے۔ اور وہ نئی زندگی چونکہ موجودہ کیفیت کو اپنے اندر نہیں رکھتی ہوگی اس لئے وہاں ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت مالکیت کا بھی ایک نیا رنگ ظاہر ہوگا اور یہ توجیہ حضرت مجدد صد چاردہم نے کی ہے اور بعض نے ثمانیۃ سے مراد آٹھ اصناف یا آٹھ صفوف بھی لی ہیں +

۳۴۱۵ گویا حقائق کا انکشاف کامل ہو جائیگا۔ اور تمام مخفی نتائج اور مخفی قوتیں ظہور پذیر ہو جائیں گی +

ہاؤم۔ ہا — ۳۴۱۶ ہاؤم۔ ہَا بمعنی لُخذ ہے ہاتِ کا نقیض ہے ہاؤُمۡ اور ہاؤُمَا اور ہاؤُمُوۡا آتے ہیں (رغ) اور کتابیہ۔ حسابیہ۔ مالیہ وغیرہ میں ایسا ہی ماھیہ (القارعۃ ۱۰) میں ہا سکتہ کے لئے ہے یعنی وقف کے لئے۔

قطف — ۳۴۱۷ قطوف۔ قَطۡف پھل کا اتارنا ہے اور قِطۡف وہ پھل ہے جو چنا گیا اس کی جمع قطوف ہے (رغ)

۲۶ ۲۷ فَيَقُولُ يٰلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ

تو وہ کہیگا اے کاش میری کتاب مجھے نہ دی جاتی اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے اے کاش وہ (موت)

۲۸ ۲۹ ۳۰ الْقَاضِيَةَ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۝ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ

کام تمام کرنے والی ہوتی ۳۴۱۸ میرے مال نے مجھے کام نہ دیا میرا غلبہ مجھ سے جاتا رہا اسے پکڑو پھر اسے طوق پہناؤ

۳۱ ۳۲ ۳۳ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۝ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۝ إِنَّهُ

پھر اسے دوزخ میں داخل کرو پھر اسے ایک ایسی زنجیر میں جس کی ناپ ستر ہاتھ ہے داخل کرو ۳۴۱۹ وہ

۳۴ ۳۵ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ

اللہ عظمت والے پر ایمان نہ لاتا تھا اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا ۳۴۲۰ سو آج اسکے

۳۶ ۳۷ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ۝ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ۝ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۝ ع

لئے یہاں کوئی دلی دوست نہیں اور نہ دھوون دھوان کے سوا کوئی کھانا ہے سوائے خطاکاروں کے اسے کوئی نہیں کھاتا

ع ۲

۳۸ ۳۹ ۴۰ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝

سو نہیں میں اس کی قسم کھاتا ہوں جو تم دیکھتے ہو اور جو تم نہیں دیکھتے ۳۴۲۱ وہ یقیناً معزز رسول کی بات ہے

۴۱ ۴۲ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ۝

اور وہ شاعر کی بات نہیں۔ کیا ہی کم تم ایمان لاتے ہو اور نہ کاہن کی بات ہے کیا ہی کم تم نصیحت پکڑتے ہو

۴۳ ۴۴ ۴۵ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝

جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اور اگر وہ ہم پر بعض باتیں افترا کے طور پر بنا لیتا تو ہم ضرور اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے

قاضیۃ — ۳۴۱۸ یٰلیتہا کانت القاضیۃ۔ اشارہ موت کی طرف ہے اور قاضیۃ قاطعۃ ہے یا مراد ہے کہ دنیا کی زندگی نہ ہوتی ہوتی۔

ستر ہاتھ کی زنجیر — ۳۴۱۹ سبعون کا استعمال حد کمال کے طور پر ہوتا ہے یعنی ایک لمبی زنجیر میں جس طرح اس نے دنیا کی زندگی میں اپنے آپ کو ایک لمبی زنجیر کے اندر ڈالا ہوا تھا حضرت مجدد نے ایک لطیف بات بیان کی ہے کہ جس طرح انسان کی اوسط عمر ستر سال ہے اسی کے مقابل پر ستر ہاتھ کی زنجیر ہے گویا اس کی ہر کڑی انسان نے اپنے ہاتھ سے تیار کی ہے +

حضّ — ۳۴۲۰ یحض۔ حضّ حثّ کی طرح ہے یعنی ایک چیز کی ترغیب دلانا (غ)

۳۴۲۱ شاہد و غائب کو بطور شہادت پیش کیا ہے یعنی ایسے نشانات صداقت جو تمہیں نظر آ رہے ہیں اور ایسے جو آیندہ دیکھ لوگے اور اس کے جواب میں جو فرمایا کہ وہ رسول کریم کا قول ہے تو اس سے مراد اکثر کے نزدیک آنحضرت صلعم ہی ہیں (س)

ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ ۴۶ ۴۷ ۴۸

پھر اس کی رگ جان کاٹ دیتے ۳۴۲۲ پھر تم میں سے کوئی (بھی) اس سے روکنے والا نہ ہوتا ۳۴۲۲ اور وہ یقیناً متقیوں کے

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ ۴۹ ۵۰

لئے نصیحت ہے اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے جھٹلانے والے ہیں اور یقیناً وہ کافروں کے لئے حسرت ہے

وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ ۵۱ ۵۲

اور وہ یقینی حق ہے سو اپنے عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کر ۳۴۲۳

وتین — ۳۴۲۲ وتین۔ وہ رگ ہے کہ جب اسے کاٹ دیا جائے تو انسان مر جائے۔

حاجز — حاجزین۔ حجز۔ دو چیزوں کے درمیان کسی فاصل سے روک ڈالنا ہے جعل بین البحرین حاجزا (النمل ۲۷-۶۱) اور حجاز شام اور بادیہ کے درمیان روک ہے (غ) اور اقاویل۔ قول یا اقوال کی جمع ہے۔

مفتری پر گرفت — ان چار آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر افترا کرے اور کہے کہ اسے یہ وحی ہوئی ہے حالانکہ اسے وحی نہیں ہوئی تو ایسے شخص کو وہ زیادہ مہلت نہیں دیتا بلکہ جلد اس کا کام تمام کر دیتا ہے اور اس قانون کو آنحضرت صلعم کی صداقت پر بیان بطور دلیل پیش کیا ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ نے صادق کے لئے پرکھ رکھی ہے۔ اگر وہ مفتری پر گرفت نہ کرتا تو نبوت کے معاملہ میں امن اٹھ جاتا۔

۳۴۲۳ ان پانچ آیات میں اصل مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے اول قرآن کا ذکر ہوا پھر اس کے جھٹلانے والوں کا ذکر پھر یہ کہ جھٹلانا ان کے لئے موجب حسرت ہوگا۔ انہ لحسرۃ میں ضمیر ان کے فعل تکذیب کی طرف جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کا وقوع حق الیقین ہے اسی لئے اسے شروع میں الحاقۃ کہا تھا اور ان سب کا نتیجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو گویا اصل غرض تو تسبیح ہی تھی مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے ان کے لئے دکھ اور حسرت کا آنا یقینی ہے۔

علم کے تین مراتب — حق الیقین یقین کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اس سے اتر کر عین الیقین اس سے اتر کر علم الیقین علم الیقین ایسا ہے جیسا دھوئیں سے آگ کے وجود کا یقین۔ عین الیقین گویا اس آگ کا خود دیکھ لینا ہے۔ اور حق الیقین اس کے اندر داخل ہو جانا۔ بدی کے بد نتائج انسان دلیل سے بھی پا سکتا ہے۔ دیکھ بھی سکتا ہے لیکن اگر اس طرح فائدہ نہ اٹھائے تو پھر ان کا بھگتنا ضروری ہے۔

سُوْرَۃُ الْمَعَارِجِ مَکِّیَّۃٌ وَھِیَ اَرْبَعٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّرُکُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱، ۲، ۳ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ ع

ایک مانگنے والا وہ عذاب مانگتا ہے جو کافروں پر آ کر رہے گا کوئی اسے ہٹانے والا نہیں اللہ کی طرف سے جس کے پاس بلند مرتبے ہیں ۳۴۲۴

۴ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ ۚ﴿۴﴾

فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں ایک دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے ۳۴۲۵

تمہید سورت — اس سورت کا نام المعارج ہے اور اس میں دو رکوع اور چوالیس آیتیں ہیں اور اس کا مضمون اس کے نام کے مطابق یہ ہے کہ مومنوں کے لئے جو بعض اعلیٰ درجہ کی صفات کو جن کا ذکر اس سورت میں ہے اپنے اندر پیدا کر کے تزکیہ نفس کرتے ہیں بڑے بڑے بلند مراتب اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہیں اور منکرین کو بھی یہی سمجھایا ہے کہ وہ بجائے عذاب مانگنے کے ان نیک صفات کو اپنے اندر لیں اور ترقیات روحانی کا مشاہدہ کریں۔ اور آخر پر یہ بھی بتایا ہے کہ آخرکار یہ لوگ اس طرف رجوع کریں گے پچھلی سورت میں اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کا نتیجہ عذاب بتایا تھا تو یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کے مراتب عالیہ کا ذکر ہے +

معارج — ۳۴۲۴ معارج۔ عَرَجَ کے معنی آتے ہیں ترقی کی یا بلند ہوا اور معارج مِعْرَج کی جمع ہے اور اس سے مراد قتادہ کے نزدیک فواضل اور نعم میں (ل) اور مصاعد جو اس کے معنی کئے ہیں ۳۴۲۴ الخ سے مراد بھی مراتب عالیہ ہی ہیں۔ اور ابن جریر نے ذی المعارج کے معنی ذی العلو والدرجات و الفواضل والنعم کئے ہیں اور اس پر ابن عباس اور قتادہ کی سند پیش کی ہے اور مراد ذی المعارج سے یہ ہے کہ اس کے پاس انسان کے لئے بڑے بڑے بلند مراتب ہیں یعنی جو انسان ترقی کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اس کے پاس بڑے بڑے درجات ہیں +

مراتب عالیہ حاصل کرنے کی ترغیب — یہاں سوال کرنے والے کافر ہیں یہ سورۃ قلم میں جو نزول میں دوسری سورت ہے کفار کو صاف وعدہ دیا تھا کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر تو اب وہ سوال کرتے ہیں کہ وہ عذاب آتا کیوں نہیں جو اس کی طرف سے آنے والا ہے اس کا جواب دیا ہے۔ لیس لہ دافع وہ آکر رہے گا اور جب آئیگا تو کوئی اسے ہٹا بھی نہ سکے گا۔ لیکن یہ اپنے لئے تکلیف کیوں مانگتے ہیں اللہ تو ذی المعارج ہے جس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے انسان بڑے بڑے بلند درجات کو حاصل کر سکتا ہے +

روح سے مراد — ۳۴۲۵ روح کے معنی کئی جگہ بیان ہو چکے ہیں یہاں مفسرین نے روح کے معنی میں ذیل کے اقوال دیئے ہیں۔ اول جبرئیل دوم مجاہد کا قول کہ بعض کے نزدیک ایسے ملائکہ ہیں جو ان ملائکہ کے حق میں جو بنی آدم پر نگہبان کے طور پر مقرر ہیں حفظۃ کا حکم رکھتے ہیں گویا جس طرح ہم ان ملائکہ کو نہیں دیکھتے ملائکہ ان ملائکہ کو نہیں دیکھتے۔ سوم ایک ملک عظیم الخلقت ہے۔ چہارم ابو صالح کا قول کہ وہ ایک مخلوق ہے انسان کی طرح مگر انسان نہیں۔ پنجم میت کی روح جب قبض کی جائے اور مراد غالباً مومن میت کی روح ہے۔ (ر) یہاں سیاق جس معنی کو چاہتا ہے وہ آخری ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذی المعارج ہونے میں تو یہ دلائی تھی کہ کافر عذاب مانگتے ہیں حالانکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں تو بڑے بڑے درجات حاصل کر سکتے ہیں پس یہاں۔ روح سے مراد بھی مومنوں کا عروج ہی ہے یعنی ان کی روحانی ترقی اور ملائکہ کا ذکر ساتھ اس لئے کیا کہ ملائکہ انسان کے داعی نیکی ہیں

فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ ۵ ۶ ۷ ۸

سو صبر کر خوبصورت صبر ۳۴۲۶ وہ اسے دور سمجھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں ۳۴۲۷ جس دن آسمان پگھلے

كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝ يُبَصَّرُونَهُمْ ۹ ۱۰ ۱۱

تانبے کی طرح ہو جائیگا اور پہاڑ اون کی طرح ہو جائیں گے ۳۴۲۸ اور دوست دوست کو نہ پوچھے گا (گو) وہ انہیں دکھائے جائینگے

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ ۱۲

مجرم چاہے گا کہ کاش وہ اس دن کے عذاب کا (کوئی سا) فدیہ دے سکتا اپنے بیٹے اور اپنی جورو

وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ ۱۳

اور اپنے بھائی اور اپنا کنبہ جو اسے پناہ دیتا ہے ۳۴۲۹

کے محرک ہیں جس طرح اہل نار سے متعلق ان کے قرین یعنی شیطان کا ذکر کیا اسی طرح مومنوں کے عروج کے ذکر میں ملائکہ کا ذکر ساتھ کیا جو اس عروج میں ان کے معاون ہیں۔ اور دوسری جگہ آتا ہے: یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن له الرحمٰن وقال صوابا (النبأ ۳۸) اور یہاں بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مراد مومن ہی ہیں۔ اور مومنوں کو روح اس لحاظ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی روح یعنی کلام الٰہی سے وہ نئی زندگی حاصل کرتے ہیں۔ جسمانی زندگی میں تو کفار بھی ان کے ساتھ اشتراک رکھتے ہیں۔ بلکہ دیگر حیوانات بھی لیکن وہ زندگی جو مومنوں کو ملتی ہے صرف کلام الٰہی سے ملتی ہے اس لئے ان پر الروح کا لفظ بولا ہے۔

پچاس ہزار سال کا دن

رہا یہ کہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة سے کیا مراد ہے تو یہ انسان کی ترقیات روحانی کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ اتنی مدت تک بھی وہ ترقی کرتے چلے جائیں تو وہ ترقیات ختم نہیں ہوتیں اور اس سے مراد بھی محدود کرنا نہیں کہ اس کے بعد کوئی ترقی نہ ہوگی بلکہ یا تو یہ صرف ایک منزل ترقی ہے اور یا یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی ترقیات کا وہ زمانہ ایسا وسیع ہے کہ اس کا ایک ایک دن گویا پچاس پچاس ہزار سال کا ہے۔

صبر جمیل سے مراد

۳۴۲۶ صبرا جمیلا۔ جمیل کے لئے دیکھو ۱۲۰۹ چونکہ یہاں کفار کی ایذا رسانیوں پر صبر کا ذکر ہے اس لئے ارشاد فرمایا کہ صرف مصائب کو برداشت کر لینا کافی نہیں بلکہ صبر جمیل ہو جس میں سب قسم کی بھلائیاں جمع ہوں اور دوسروں کو اس سے فائدہ پہنچے۔ اور یہاں مراد یہ نہیں کہ صبر کرو آخر قیامت آئیگی بلکہ کفار کی ایذا رسانیوں پر صبر مراد ہے۔

۳۴۲۷ یرونه بعیدا یعنی اس سزا یا عذاب کو بعید سمجھتے ہیں۔ اور بعید سے مراد امکان سے بعید ہے یعنی سمجھتے ہیں کہ عذاب نہیں آسکتا۔

عھن

۳۴۲۸ عھن۔ رنگی ہوئی اون کو کہتے ہیں اور رنگ کی خصوصیت ایسی ہی ہے جیسے فکانت وردۃ کالدھان میں (غ) اور بعض کے نزدیک ہر اون کو عھن کہا جاتا ہے (ل)۔ عذاب کے ذکر میں عذاب قیامت کا بالخصوص ذکر کیا ہے اس لئے کہ عذاب دنیا صرف اسی کے لئے بطور پیش خیمہ ہے اور یہی لفظ مجازاً عذاب دنیا پر بھی صادق آتے ہیں۔

فصیلة

۳۴۲۹ فصیلة۔ فصل کے معنی جدا کئے ہیں اور فصیلة انسان کا کنبہ جو اس سے الگ ہوا ہوا ہے (غ) مطلب یہ کہ جن کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی وہ وہاں کام نہ آسکیں گے یہ باتیں اس دنیا کے عذاب اور آخرت کے عذاب دونوں پر صادق آتی ہیں۔

۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ ۙ﴿۝﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿۝﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚ﴿۝﴾ تَدْعُوْا

اور سب کوئی جو زمین میں ہے پھر اسے چھڑا دے ہرگز نہیں وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے[۳۴۳۰] ہاتھ پاؤں کو کھا جانے والی[۳۴۳۰] اسے بلاتی

۱۸ ۱۹ ۲۰ مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۙ﴿۝﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۝﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ﴿۝﴾

ہے جو پیٹھ پھیر لیتا ہے اور پھر جاتا ہے اور جمع کرتا ہے اور بند رکھتا ہے انسان بے صبر پیدا ہوا ہے[۳۴۳۱]

۲۱ ۲۲ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ﴿۝﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا ۙ﴿۝﴾ اِلَّا

جب اسے تکلیف پہنچتی ہے واویلا کرتا ہے اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے (ہاتھ) روک لینے والا ہوتا ہے مگر

۲۳ ۲۴ الْمُصَلِّیْنَ ۙ﴿۝﴾ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۪ۙ﴿۝﴾ وَالَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

نماز پڑھنے والے (ایسے نہیں) جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں[۳۴۳۲] اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر

۲۵ ۲۶ ۲۷ مَّعْلُوْمٌ ۪ۙ﴿۝﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۪ۙ﴿۝﴾ وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۪ۙ﴿۝﴾ وَ

حق ہے سوال کرنے والے اور محروم کے لئے اور وہ جو جزا و سزا کے دن کی سچائی کو مانتے ہیں اور

الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۚ﴿۝﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ۪﴿۝﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ

وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں بیشک ان کے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے نڈر نہ ہونا چاہئے اور وہ جو اپنی شرمگاہوں

۳۰ ۳۱ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۝﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۚ﴿۝﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ

کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیبیوں کے یا وہ جن کے ان کے دائیں ہاتھ مالک ہیں تو ان پر ملامت نہیں پھر جو کوئی اس (حد) سے

۳۲ ۳۳ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۝﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۪ۙ﴿۝﴾ وَالَّذِیْنَ هُمْ

آگے نکلنا چاہتا ہے تو یہی حد سے بڑھنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں کو اور اپنے عہد کو نگاہ رکھنے والے ہیں اور جو اپنی

لظی — ع ۳۴۳۰ لظی۔ خالص شعلہ کو کہتے ہیں اور آگ کے شعلہ مارنے پر تلظی کہا جاتا ہے نارا تلظی (اللیل ۹۲ – ۱۴) اور لظی جہنم کا نام ہے (رغ) دوزخ کو نزاعة للشوی کہا ہے شوی کے لئے دیکھو ۱۹۱۱ اطراف یعنی ہاتھ پاؤں کو سلب کر دینے والی گویا کام کرنے کی طاقت اور چلنے کی طاقت کو سلب کر دیتی ہے۔

دوزخ کا طاقت کو سلب کر دینا

ھلع — ع ۳۴۳۱ ھلوع۔ ھلع حرص کو کہتے ہیں یا جزع اور قلت صبر (ل) اور اگلی آیتیں تفسیر کرتی ہیں اور انسان سے مراد یہاں وہی کافر انسان ہے جو جمع فاوعی کا مصداق ہو کیونکہ مومنوں کو آگے الا المصلین میں خود مستثنیٰ کیا ہے اور خلق میں یہ اشارہ ہے کہ اس پر یہ حالت اس قدر غالب ہے کہ گویا پیدا ہی ایسا ہوا ہے [illegible]

دوام — ع ۳۴۳۲ دائمون۔ دوام کے اصل معنی سکون ہیں الماء الدائم ساکن پانی کو کہتے ہیں۔ اور دام الشیٔ ایک چیز ایک لمبے زمانہ تک رہی

بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝ ۳۳ ۳۴ ۳۵

شہادتوں پر قایم ہیں اور جو اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں یہی باغوں میں عزت والے ہیں ۴۴۳۳

ع ۸ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝ ۳۶ ۳۷

مگر انہیں کیا ہوا جو کافر ہیں تیری طرف دوڑے آتے ہیں دائیں (جانب) سے اور بائیں سے گروہ گروہ ہو کر ۴۴۳۴

اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ فَلَآ اُقْسِمُ ۳۸ ۳۹ ۴۰

کیا ان میں سے ہر شخص آرزو رکھتا ہے کہ نعمتوں والی جنت میں داخل ہو ہرگز نہیں ہم نے انہیں اُس غرض کے لئے پیدا کیا جو وہ جانتے ہیں سو نہیں میں

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ ۴۱

مشرقی زمینوں اور مغربی زمینوں کے رب کی قسم کھاتا ہوں کہ ہم یقیناً (اس بات پر) قدرت رکھتے ہیں کہ بدل کر ان سے بہتر کردیں اور ہم

وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم (المائدۃ ۵-۱۱۷) الا مادمت علیہ قائما (ال عمران ۳-۷۴) (غ)

کن صفات کو اندر پیدا کر مومن ترقی کرسکتا ہے

۴۴۳۳ یہاں جو صفات مومنوں کی بیان کی ہیں ان میں سے بہت سی وہی ہیں جو سورہ مومنوں کی ابتدا میں گذر چکی ہیں۔ دیکھو ۲۲۴۹ تا ۲۲۵۲ اور یہ مومنوں کی وہ صفات ہیں جو ان کے تزکیہ و تطہیر کا موجب ہیں۔ اور یہی اصل غرض نزول کتاب اللہ کی ہے اور انہی صفات کو اپنے اندر لیکر انسان وہ ترقی کرتا اور وہ فضائل حاصل کرتا ہے جن کی طرف ذی المعارج میں اشارہ ہے۔

عزۃ ۔ عزین

۴۴۳۴ عزین ۔ عِزَۃٌ کی جمع ہے اور اسکے معنی ہیں جماعات متفرقہ اور اس کی اصل عَزَوْتُہٗ سے ہے جس کے معنی ہیں اسے کسی کی طرف منسوب کیا۔ گویا جو عزین ایسی ہیں جو ایک دوسرے کی طرف منسوب ہیں خواہ ولادت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے میں اور اس سے اعتزاء فی الحرب ہے (غ)

کفار کے آخر کار گروہ در گروہ آنحضرت کی طرف آنے کی پیشگوئی

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کفار کا آنحضرت صلعم کے گرد استہزاء کے لئے جمع ہونا ہے جب آپ کعبہ میں نماز یا قرآن پڑھتے مگر مھطعین میں ذلت یا خوف کا پایا جانا ضروری ہے دیکھو ۱۶۶۳ اور عزین کا لفظ بھی اس قسم کے اجتماع کا پتہ نہیں دیتا جو استہزا کے لئے ہوتا ہو کیونکہ اس میں متفرق گروہ یا ٹولیاں بننے کی ضرورت نہیں۔ اور دوسری جگہ ہے مھطعین الی الداع (القمر ۵۴-۸) دیکھو ۳۲۲۴ یہاں بھی بطور پیشگوئی اس حالت کا نقشہ کھینچا ہے جب وہی لوگ جو حق کو نیست و نابود کرنے کے درپے تھے آخر کار گروہ گروہ بن کر دوڑے دوڑے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے تھے اور یہ جماعات متفرقہ عرب کے تمام کونوں سے مدینہ میں پہنچیں جس کے لئے عن الیمین وعن الشمال کے لفظ زیادہ موزون ہیں اسی پیشگوئی کے پورا ہونے پر فرمایا ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا اور آگے جو فرمایا ایطمع کل امرئ منہم ان یدخل جنۃ نعیم تو اس کا مطلب یہ ہے کہ محض ان کے منہ سے یہ کہہ دینے پر کہ ہم ایمان لائے جنت نہیں مل جاتی اس لئے کہ اصل غرض تو تزکیہ اور تکمیل نفس ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدات شاقہ اختیار نہ کریں اور اپنے آپ کو بلٰی من اسلم وجہہ للہ کا مصداق نہ بنائیں اسی کی طرف

مِن

توجہ دلانے کے لئے فرمایا انا خلقنہم مما یعلمون جہاں مِن اجل کے لئے ہے اور معنی یوں ہیں انا خلقنہم من اجل ما یعلمون وھو تکمیل النفس بالایمان والطاعۃ (ر)، گویا انہی صفات مؤمنین کی طرف توجہ دلائی جن کا ذکر اوپر کیا اور آگے نبدل خیرا منہم میں بھی اسی طرف اشارہ ہے اور تبدیلی حالت کی بھی ہوسکتی ہے۔ اور آخری آیت میں خاشعۃ ابصارھم ترھقہم ذلۃ کے بعد ذلک الیوم الذی کانوا یوعدون لاکر صاف بتا دیا کہ اس عذاب کے دن کا نقشہ ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے جس کا کچھ ذکر بھی سورۃ قلم میں گذر چکا ہے اور وہاں بھی ان کی عاجزی اور ذلت کا ذکر تھا اور یہ وہی عاجزی اور ذلت تھی جو رسول اللہ صلعم کی کامیابی سے آخر انہیں حاصل ہوئی اور جس کے بعد

۴۲ فذرهم يخوضوا ويلعبوا حتى يلاقوا يومهم الذي يوعدون ۝

سو انہیں چھوڑ دے بیہودہ باتوں میں لگے رہیں اور کھیلیں یہاں تک کہ اپنے اس دن کو پالیں جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

۴۳ يوم يخرجون من الأجداث سراعا كأنهم إلى نصب يوفضون ۝

جس دن وہ قبروں سے تیزی سے نکل پڑیں گے گویا کہ وہ کسی نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں ۳۴۳۵

۴۴ خاشعة أبصارهم ترهقهم ذلة ذلك اليوم الذي كانوا يوعدون ۝

ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ذلت انہیں آ لے گی یہ وہ دن ہے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے

سورۃ نوح مکیۃ وھی ثمان وعشرون آیۃ ورکوعان

بسم الله الرحمن الرحيم ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ إنا أرسلنا نوحا إلى قومه أن أنذر قومك من قبل أن يأتيهم عذاب أليم ۝

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آ جائے۔

۲ ۳ قال يا قوم إني لكم نذير مبين ۝ أن اعبدوا الله واتقوه وأطيعون ۝ يغفر لكم

اس نے کہا اے میری قوم میں تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کا تقویٰ کرو اور میری اطاعت کرو وہ تمہارے گناہ

وہ گروہ در گروہ رسول اللہ صلعم کی طرف چلے آئے۔

نُصُب — ۳۴۳۵ نصب۔ نَصْب کے معنی کسی چیز کا قائم کرنا اور بلند کرنا ہیں اور نَصِیبۃ اور نُصُب وہ پتھر ہے جو گاڑی جائے پھر نشان بنا دی جائے اور بعض نے نُصُب کو نصیبۃ کی جمع کہا ہے اور وہ علامت ہے جو قوم کے لئے نصب کی جائے (ل)۔ یوفضون۔ وفض سے ہے اور

ایفاض — ایفاض کے معنی اسراع یعنی جلدی کرنا ہیں (غ)

تمہید سورت — اس سورت کا نام نوح ہے اور اس میں دو رکوع اور اٹھائیس آیتیں ہیں اور سورت کا نام حضرت نوح کے ذکر سے لیا گیا ہے جو اس کا واحد مضمون ہے حضرت نوح کے ایک عرصہ دراز تک لوگوں کو نصیحت کرنے اور حق کی طرف بلانے میں سمجھانا یہ مقصود ہے کہ دنیا کی اصلاح ایک زمانہ چاہتی ہے لوگ ان باتوں کو فورا ..... قبول نہیں کر لیتے اور آخر اس قوم کی ہلاکت میں یہ نشان ہے کہ جو لوگ اس حق کو جو رسول اللہ صلعم لائے ہیں قبول نہ کریں گے اور کفر اور بدی پر اصرار کریں گے تو وہ آخرکار ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ پچھلی سورت میں ان بلند مراتب کا ذکر تھا جو انسان حاصل کر سکتا ہے مگر ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ یہاں سب سے پہلے تاریخی نبی کے حالات میں ایک مثال دی ہے کہ اپنی ترقی کی راہوں سے لوگ کس طرح منہ موڑ رکھتے ہیں۔

وقف لازم

مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ

تمہیں بخش دے گا اور تمہیں ایک وقت مقرر تک مہلت دے گا ہاں اللہ وقت مقرر جب آجائے تو پیچھے نہیں ڈالا جا سکتا کاش

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۙ۝ فَلَمْ يَزِدْهُمْ ۵ ۶

تم جانتے اس نے کہا اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات اور دن بلایا مگر میرے بلانے نے

دُعَآءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّىْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ ۷

انہیں بھاگنے میں ہی بڑھایا اور جب کبھی میں نے انہیں بلایا کہ تو انہیں بخش دے انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے

فِىْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّىْ دَعَوْتُهُمْ ۸

کانوں میں دے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور (کفر پر) اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا پھر میں نے انہیں کھلے

جِهَارًا ۙ۝ ثُمَّ اِنِّىْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ۝ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا ۹ ۱۰

طور پر بلایا پھر میں نے ان سے ظاہر باتیں کیں اور چھپکر بھی ان سے کہا ۳۴۳۶ میں نے کہا اپنے رب کی بخشش

رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ ۱۱ ۱۲

مانگو وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ تم پر زور کا مینہ برساتا ہوا بادل بھیجے گا اور تمہیں مال اور

بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ۝ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ ۱۳

بیٹوں سے مدد دیگا اور تمہارے لئے باغ بنائے گا اور تمہارے لئے نہریں بہائیگا تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ سے عزت کی

وَقَارًا ۚ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ۝ ۱۴ ۱۵

امید نہیں رکھتے اور اس نے تمہیں مختلف حالات میں سے گذار کر پیدا کیا ہے ۳۴۳۶ا کیا تم نہیں دیکھتے کس طرح اللہ نے سات آسمانوں کو یکساں پیدا کیا

اصابع ۔ اعلان

۳۴۳۶ ۔ اصابع ۔ اِصْبَعٌ کی جمع ہے انگلی ۔ اَعْلَنْتُ ۔ اِعلان ۔ اسرار کی ضد ہے یعنی ظاہر کرنا اور اس کا اکثر استعمال معانی میں ہے نہ اشیا میں (غ) ،

طور

۳۴۳۶ا ۔ اطوار ۔ طور کی جمع ہے اور طور کے معنی تارۃ بھی آتے ہیں اور حال بھی اور یہاں معنی کئے گئے ہیں احوالا مختلفۃ اور فراء کا قول ہے کہ اس سے مراد ہے پہلے نطفہ پھر علقہ وغیرہ اور بعض کے نزدیک صورتوں اور اخلاق کا اختلاف مراد ہے ۔ (ل)

انسان کا مختلف مراتب سے گذر کر موجودہ حالت تک پہنچنا اور مسئلہ ارتقاء

انسان کی خلق اطوار سے مراد اس کا مختلف حالات سے گذرنا ہے جیسا کہ ابن عباس مجاہد قتادہ حسن سے مروی ہے (ج) اور یہ حالات مختلفہ وہی ہیں جنہیں قرآن کریم نے مختلف جگہ پر بیان کیا ہے مثلاً پہلے مٹی کی حالت پھر اس سے کئی حالتوں میں تبدیل ہو کر یعنی نباتات کی حالت میں سے گذر کر جس کا ذکر آگے آیت ۱۷ میں ہے ۔ نطفہ کی شکل پھر اس کے بعد حالات مختلف اور ہو سکتا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے جو حالات مختلف انسان پر گذرے ہوں ان کی طرف اشارہ ہو اور اس حد تک مسئلہ ارتقا کا ماننا قرآن کریم کی کسی تصریح کے خلاف نہیں لیکن خود مسئلہ ارتقا جس صورت میں پیش کیا جاتا ہے اس میں بہت سی فرضی باتیں ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ انسان کو ابتدائی حالت سے موجودہ شکل و صورت

۱۶ ۱۷ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

اور چاند کو ان میں نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا اور اللہ نے تمہیں زمین سے نبات کے طور پر

۱۸ ۱۹ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا

اگایا پھر وہ تمہیں اس ہی لوٹا دے گا اور تمہیں ایک (نئی) پیدائش میں نکال کھڑا کریگا ۳۴۳۷ اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو وسیع قطعہ بنایا ۳۴۳۸

۲۰ ۲۱ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ ع

تاکہ تم اس کے کھلے رستوں میں چلو نوح نے کہا اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور اس کی پیروی کی جس کے مال

۲۲ ۲۳ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا

اور اولاد نے اسے نقصان میں ہی بڑھایا اور انہوں نے بڑی بھاری سازش کی تدبیر کی ہے ۳۴۳۹ اور کہتے ہیں اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور

تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۝ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝

ود کو نہ چھوڑو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو ۳۴۳۹ا

تک پہنچنے میں ایک لمبا زمانہ لگا ہو۔ تو ان حالات مختلفہ کی طرف توجہ دلا کر کہ تم کیا تھے اور کن کن حالتوں سے گذار کر تمہیں اس موجودہ حالت تک پہنچایا یہ توجہ دلائی ہے کہ تم اللہ سے وقار کی امید کیوں نہیں رکھتے یعنی اس بات کی امید کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بھی بلند تر مقامات عطا فرما سکتا ہے اور چونکہ پچھلی سورت کا یہی مضمون تھا اس لئے یہی معنی زیادہ موزوں ہیں اور یہاں یہی توجہ دلائی ہے کہ انسان باوجود اس علم کے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس حالت سے اٹھا کر کس حالت تک پہنچایا ہے آیندہ کے متعلق پھر کیوں یہ امید نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی بلند مقامات عطا فرما سکتا ہے +

روحانی ترقیات

۳۴۳۷ یعنی پہلی زندگی کی ابتدا تو زمین سے نبات کے رنگ میں ہوتی ہے کیونکہ نبات حیات جسمانی کی ادنیٰ ترین صورت ہے پھر اسی زمین میں انسان لوٹایا جاتا ہے۔ مگر دوبارہ نکالنے کو نبات سے تعبیر نہیں کیا۔ بلکہ یخرجکم اخراجا کہہ کر بتا دیا کہ وہ ایک خاص رنگ کا نکال کھڑا کرنا ہے اس رنگ کی حیوانی زندگی نہیں اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس زمین میں ہی انسان کی ترقی کا اتنا سامان رکھا ہے کہ مٹی کی حالت سے ترقی کرکے وہ اس مرتبہ کو پہنچتا ہے تو دوسری زندگی میں ترقی کے اس سے بھی بلند تر مراتب ہونا بالکل قرین قیاس ہے +

پہلی زندگی اور دوسری زندگی میں فرق

۳۴۳۸ بساط۔ بسط پھیلانا اور بساط ہر پھیلائی ہوئی چیز ہے اور بساط کے معنی وسیع زمین بھی ہیں۔ (رغ)

بساط

۳۴۳۹ کبار۔ کبیر سے بڑھ کر کُبار اور کُبار سے بڑھ کُبّار ہے یعنی بہت ہی بڑا (رغ)

کُبّار

۳۴۳۹ا بخاری میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ وہی بت جو قوم نوح میں تھے بعد میں ملک عرب میں آگئے ود دومۃ الجندل کلب کا بت تھا اور سواع ہذیل کا تھا اور یغوث مراد کا تھا پھر بنی غطیف کا ہو گیا۔ جو جوف میں سبا کے پاس ہے اور یعوق ہمدان کا تھا اور نسر حمیر کا تھا اور یہ اصل میں قوم نوح میں صالح لوگ تھے جب وہ مر گئے تو اس قوم نے ان کے نام کے بت بنالئے اور پہلے یہ صرف بطور یادگار بنائے گئے تھے بعد میں ان کی پرستش شروع ہو گئی اور ملک عرب میں آجانے کی روایت سے یہ مراد نہیں کہ وہی بت اٹھا کر

ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر

وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا ۲۴ ۲۵

اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور تو ظالموں کو ہلاکت میں ہی بڑھائیو اپنی خطاکاریوں کی وجہ سے وہ غرق ہوئے پھر آگ میں

نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ ۲۶

داخل کئے گئے سو انہوں نے اللہ کے سوائے کسی کو مددگار نہ پایا اور نوح نے کہا اے میرے رب زمین پر

عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ ۲۷

کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑیو ۳۴۵۰ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے

وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ ۲۸

اور ان کی اولاد بھی سوائے بدکار ناشکروں کے نہ ہوگی اے میرے رب میری حفاظت کر اور میرے ماں باپ کی اور اس کی جو ایمان لاتا

النصف

مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ ع

ہوا میرے گھر میں داخل ہو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی۔ اور ظالموں کو صرف ہلاکت میں ہی بڑھائیو

وہاں لائے گئے بلکہ یہ مطلب ہے کہ ویسے ہی بت اہل عرب نے بھی بنائے اور ان کے وہی نام رکھ لئے۔ اور بعض نے کہا کہ ودّ مرد کی شکل پر سواع عورت کی شکل پر یغوث شیر کی شکل پر یعوق گھوڑے کی صورت پر اور نسر عقاب کی شکل پر تھا۔ مگر پہلی روایت قابل ترجیح ہے

دیار — ۳۴۵۰ دیارا۔ دیّار دار سے بروزن فیعال ہے یعنی ساکن یا بسنے والا (رغ)، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کفر میں اور فسق و فجور میں اس حد تک ترقی کر گئے تھے کہ اگر انہیں تباہ نہ کیا جاتا تو حق کا نام و نشان دنیا سے مٹ جاتا +

سورۂ جن مکیہ [illegible] آیتیں [illegible] رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ

کہو میری طرف وحی کیگئی ہو کہ جنوں کی ایک جماعت نے سُنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہو [۳۴۴۱] وہ بھلائی

۲ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ○ ۳ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ○

کیطرف ہدایت کرتا ہو سو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسیکو شریک نہیں کرینگے اور کہ ہمارے رب کی عظمت بہت بلند ہو اس نے نہ جورو بنائی ہو نہ اولاد

تمہید سورت

اس سورت کا نام الجن ہو اور اس میں دو رکوع اور اٹھائیس آیتیں ہیں اور جن سے مراد جیسا کہ [۳۰۶۶] میں دکھایا جا چکا ہو انسان ہی ہیں۔ چونکہ یہ باہر کے لوگ تھے جو اہل عرب کی نظر سے مخفی تھے اسلئے انہیں جن کہا گیا ہو اور یہ جن عیسائی تھے اور اس سورت میں یہ ذکر ہے کہ یہ لوگ بھی آنحضرت صلعم پر ایمان لاتے۔ چونکہ پچھلی سورت میں حضرت نوح کا ذکر تھا جن کی مخالفت پر قوم اس قدر کربستہ ہوئی کہ آخر ان کی ہلاکت کے سوائے اور کوئی رستہ نہ رہا اور اس میں بھی نبی صلعم کو تسلی دینا تھا کہ حق ان سخت مشکلات کے ساتھ دنیا میں قائم ہوتا ہو تو اب اس سورت میں یہ بتایا ہو کہ اگر اہل عرب مخالفت کرتے ہیں تو اور لوگ ہیں جو اس پیغام حق کو سنکر قبول کرتے چلے جاتے ہیں اور اس میں اسلام کی آیندہ کامیابیوں کی بشارت تھی ✦

اس سورت کا نزول آنحضرت صلعم کی طائف سے واپسی کے وقت کا مانا گیا ہے اگر سورۃ احقاف میں اسی واقعہ کا ذکر سمجھا جائے تو یہی تاریخ نزول ہو گی۔ اور اسی سفر میں ایک عیسائی غلام بھی مسلمان ہوا تھا۔ اور اگر اس میں کسی اور واقعہ کا ذکر ہو دیکھو [۳۴۴۲] تو اس کا زمانہ نزول ابتدائی مکی زمانہ ہو گا جس زمانہ کی یہ سورتیں بظاہر معلوم ہوتی ہیں ✦

مومن جنوں کا نوع انسانی سے ہونا

[۳۴۴۱] اس پر مفصل بحث [۳۰۶۶] میں گزر چکی ہو اور اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں اور آیت ۱۶ میں جو وسعت رزق یا مال کثیر کا ذکر ہو وہ بھی بتاتا ہے کہ مراد انسان ہی ہیں اور وہاں ذکر بھی مال کثیر سے آزمانے کا ہے اور مال سے آزمایا جانا انسانوں کے لئے ہو اور ایسا ہی مساجد کا ذکر آیت ۱۸ میں اسی کا مؤید ہو اور دوسرا رکوع تو صراحت سے بتا رہا ہو کہ انسانوں کا ہی ذکر ہے جن میں سے کچھ ایمان لاتے اور کچھ مخالفت کرتے ہیں اور انہی مخالفت کرنے والوں کا ذکر پہلے رکوع میں بھی ہو اور دوسرے میں بھی اور یہ امر کہ آنحضرت صلعم کی طرف وحی ہوئی اس بات کے منافی نہیں کہ وہ انسانوں کی طرح ہوں اسلئے کہ یہ وہ واقعات ہیں جو ان لوگوں کو اپنی قوم سے پیش آئے جب وہ واپس گئے جیسا کہ سورۃ الاحقاف میں ذکر ہے فلما رجعوا الیٰ قومہم اور ان کے نوع انسان سے ہونے پر آیت ۶ میں لفظ رجل کا استعمال بھی شاہد ہو دیکھو [۳۴۴۳] ✦

عیسائی جن

[۳۴۴۲] یہاں سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ لوگ عیسائی ہیں اور ممکن ہو کہ یہ سب ذکر بطور پیشگوئی کے ہو اور مطلب یہ ہو کہ عیسائی اقوام جو بوجہ اپنی عظمت کے کبھی جن کی حیثیت حاصل کرینگے آخر ان کا ایک حصہ بھی قرآن کریم کی صداقت پر ایمان لائے گا اور یہ کوئی بعید بات نہیں کہ سورۃ احقاف میں جنوں کا ذکر اور یہ ذکر الگ الگ واقعات ہوں اور اگر ایک ہی واقعہ سمجھا جائے تو ان الفاظ میں اشارہ یہودیوں کے عقیدہ کی طرف ہو سکتا ہو جو عزیر کو ابن اللہ کہتے تھے ✦

۴ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ ۵ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ

اور کہ ہم میں سے (بعض) بیوقوف اللہ پر حق سے دور (بات) کہکر جھوٹ بناتے تھے اور کہ ہم نے خیال کیا کہ انسان

وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ ۶ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ

اور جنّ اللہ پر جھوٹ نہیں بولتے اور کہ انسانوں میں سے کچھ مرد جنّوں میں سے کچھ مردوں کی پناہ لیتے

مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ ۷ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ

تھے سو انہوں نے انہیں جہالت میں بڑھایا ۳۴۴۳ اور کہ انہوں نے خیال کیا جیسے تم خیال کرتے ہو کہ اللہ کسی کو نہیں

اَحَدًا ۙ ۸ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ ۹ وَّ

اُٹھائیگا ۳۴۴۴ اور کہ ہم نے آسمانوں کو ٹٹولا تو اسے سخت پہرے اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا ۳۴۴۵ اور

اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا

کہ ہم اس کی بیٹھنے کی جگہوں میں سننے کیلئے بیٹھا کرتے تھے مگر جو کوئی اب سننے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے لئے شعلہ تیار پاتا ہے ۳۴۴۶

رجل — ۳۴۴۳ رجل۔ نوعِ انسان میں سے مرد کو (برخلاف عورت کے) کہا جاتا ہے (ل) اور اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لفظ رجل جنّوں کے ذکور پر بھی بولا جاسکتا ہے اور کہا گیا ہے کہ ذکورِ جنّ پر اس کا استعمال درست نہیں (ل) +

رھق — رھقا۔ دیکھو ۱۳۹۰ اور آیت ۳۰ میں غشیان ذلت مراد ہے اور رھق کے معنی کذب حمق۔ سفاہت۔ جہالت بھی آتے ہیں (ل) +

یہاں رجال کا لفظ جنوں پر لاکر صاف بتا دیا ہے کہ یہ جنّ نوعِ انسان سے ہی ہیں جیسا کہ لفظ رجل کی لغت سے ظاہر ہے اور اس مشکل سے بچنے کیلئے بعض لوگوں نے یوں تاویل کی ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنّوں سے پناہ مانگ کر رجال یعنی انسانوں کی پناہ میں آتے ہیں جو بہت بعید تاویل ہے اور سیدھی بات یہی ہے جیسا کہ ۳۰۶۶ میں دکھایا جاچکا ہے کہ یہ انسانوں کی قسم سے ہی تھے۔ اور چھوٹے آدمیوں کا بڑے آدمیوں کی پناہ تلاش کرنا معمولی بات ہے +

۳۴۴۴ اس کے معنی دونوں طرح پر کئے گئے ہیں یعنی کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا یا مردوں کو موت کے بعد نہیں اُٹھائے گا +

لمس — ۳۴۴۵ لمسنا دیکھو ۶۶۴ لمس کے معنی طلب بھی آتے ہیں (غ)، اور لمس کبھی چیز کا چھونا اور کبھی اس کی معرفت ہوتی ہے اسی سے التماس طلب کے معنی میں ہے (ل)، اور یہاں طلب خبر مراد ہے (ل) +

حرس — حرسا حَرَس اور حُرّاس حارس کی جمع ہے اور وہ محافظ مکان ہے اور اس کا اکثر استعمال مکان کی محافظت پر ہے (غ) +

یہاں اشارہ انہی باتوں کی طرف ہے جو کاہن یا اس قسم کے دوسرے لوگ کرتے ہیں اس زمانہ میں عیسائی ممالک میں سپریچولسٹ اسی ذیل میں آتے ہیں مفصل بحث ۱۶۷۹ میں گزرچکی ہے اور حرس سے مراد ہے کہ اخبارِ غیبی تک ہماری رسائی نہیں +

شہابوں کا گرنا — ۳۴۴۶ اس آیت پر ۱۶۷۹ کے آخری حصہ میں بحث گزرچکی ہے شہاب آنحضرت صلعم سے پہلے بھی گرتے تھے حالانکہ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہاب جن کا یہاں ذکر ہے ان کا تعلق رسول اللہ صلعم کی بعثت سے ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شہاب آپکے سامنے گرا تو آپنے دریافت فرمایا جاہلیت میں شہاب کے گرنے پر تم خیال کیا کرتے تھے تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کہتے تھے کوئی بڑا آدمی مرجائیگا یا

۱۱ وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَن فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝ وَأَنَّا مِنَّا

اور کہ ہم نہیں جانتے کہ ان کے ساتھ جو زمین میں ہیں برائی کا ارادہ ہوا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور کہ (بعض) ہم

۱۲ الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا ۝ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن نُّعْجِزَ اللَّهَ

میں سے صالح ہیں اور (بعض) ہم میں سے اس سے سوا ہیں ہم متفرق رستے اختیار کئے ہوئے ہیں ۳۴۴۷ اور کہ ہمیں یقین ہے کہ ہم زمین

۱۳ فِي الْأَرْضِ وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ۝ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ۖ فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ

میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور نہ بھاگ کر اسے عاجز کر سکتے ہیں ۳۴۴۸ اور کہ جب ہم نے ہدایت کو سنا تو اس پر ایمان لائے سو جو کوئی اپنے رب پر ایمان لاتا ہے

۱۴ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۝ وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ۖ فَمَنْ

اسے نقصان کا خوف نہیں نہ (ذلت سے) ڈھانکے جانیکا اور کہ ہم میں سے (بعض) فرمانبردار ہیں اور (بعض) ہم میں سے حق سے پھرے ہوئے ہیں اور جو کوئی

۱۵ ۱۶ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ وَأَن

فرمانبردار ہوتا ہے تو یہی بھلائی کا قصد کرتے ہیں ۳۴۴۹ اور حق سے پھرنے والے سو وہ دوزخ کا ایندھن ہیں اور کہ اگر وہ

۱۷ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا ۝ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ

سیدھے رستے پر استقامت اختیار کرتے تو ہم انہیں بہت سا پانی پلاتے ۳۴۵۰ تاکہ ہم انہیں اس بارے میں آزمائیں

پیدا ہوگا۔ اور خود واقعات بھی یہی بتلاتے ہیں اور آج تک شہاب گرتے ہیں حالانکہ اس وقت تو وحی کا نزول نہیں ہو رہا پس ان شہابوں سے مراد وہی ہے جو ۱۶۷۹ میں بیان ہو چکا اور یہ تاویل کہ پہلے حوادث کونی سے ان شہابوں کا تعلق تھا اور آنحضرت صلعم کی بعثت پر رمی شیاطین کا کام ان سے لیا گیا بہت دور کی تاویل ہے اور ایک روایت میں جو آیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے وقت تین آسمانوں سے شیاطین کو روکا گیا پھر آنحضرت صلعم کے وقت سارے آسمانوں سے تو اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم کی قوت قدسی نے بدی کے دور دورہ میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا کر دی +

شیاطین کے آسمانوں سے روکا جانے سے مراد

۳۴۴۷ قددا۔ قَدّ کے معنی ہیں کسی چیز کا طول میں قطع کرنا ان کان قمیصہ قد من قبل (یوسف ۱۲ : ۲۶) اور اسی لحاظ سے قامت انسان کو قَدّ کہا جاتا ہے اور قِدَد قِدَّۃ کی جمع ہے اسکے معنی طرائق ہیں اور لوگوں کے ایک گروہ کو قِدَّۃ کہا جاتا ہے اور یہ قطعۃ کی طرح ہے اور قَدْ حرف ہے جو توقع کیلئے ہے اور وہ جب فعل ماضی پر داخل ہو تو ایسے فعل پر داخل ہوتا ہے جس میں تجدد پایا جائے (غ) اور یہاں مراد طرائق سے ذوی طرائق اور قدد سے متفرقہ مختلفہ ہیں (ل) +

قَدّ ۔ قِدَّۃ
قَدْ

۳۴۴۸ ھربا۔ ھَرَب کے معنی فرار یا بھاگنا ہیں مطلب یہ ہے کہ بھاگ کر ہم اللہ کی گرفت سے نہیں نکل سکتے۔ اور لن نعجز اللہ فی الارض سے مراد ہو گی کہ مقابلہ کر کے خدا کو نہیں ہرا سکتے +

ھرب

۳۴۴۹ تحروا تحری سے ہے اور تَحَرِّی کے معنی ہیں بہتر اور حق چیز کا قصد یا قصد و طلب میں کوشش اور اسکے خاص کر لینے پر عزم (ل) +

تَحَرِّی

۳۴۵۰ غدقا۔ غَدَق کے معنی کثیر ہیں یعنی بہت پانی اور مراد اس سے وسعت رزق اور مجاہد کے نزدیک مال کثیر ہے (ح) +

غداق

وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا ۱۸

اور جو کوئی اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرتا ہے وہ اسے سخت عذاب میں داخل کرتا ہے ۳۴۵۱ اور کہ مسجدیں اللہ کیلئے ہیں سو اللہ کیساتھ

مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَآ ۱۹ ۲۰

اور کسی کو نہ پکارو اور کہ جب اللہ کا بندہ اسے پکارتا ہوا اٹھا تو قریب تھا کہ اس پر ہجوم کرکے اسے مار دیں ۳۴۵۲ کہو میں صرف

اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّيْ ۲۱ ۲۲

اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا کہو میں تمہارے لئے کسی نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ بھلائی کا کہو مجھے

لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ ۲۳

اللہ کے مقابل پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور نہ میں اسے چھوڑ کر کوئی جائے پناہ پا سکتا ہوں ۳۴۵۳ مگر اللہ کی طرف سے (احکام کا)

رِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۝

۳۴۵۴ پہنچا دینا اور اس کے پیغام ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے تو اسکے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ابد تک رہیگا

صعد۔ صعود

۳۴۵۱ صعد صعود اور صَعَد سے مراد گھاٹی ہوتی ہے جس پر چڑھا جاتا ہے)۔ اور ہر ایک شاق یعنی دشوار امر پر اس کا استعمال ہوتا ہے سارھقہ صعودا (المدّثر ۷۴-۱۷) اور صَعَد سے مراد بھی شاق ہے (غ) یا اس سے مراد ایسا عذاب ہے جو اس پر غالب آجائے (ر) +

لبد

۳۴۵۲ لبد۔ لَبَدَ بالمکان یعنی مکان میں ٹھہر گیا یا اس سے لگ گیا اور لِبْدَۃ یا لُبْدَۃ بال یا اون ہیں ایک دوسرے چپاں کئے ہوئے اور لبادۃ ایسے بالوں کی قبا ہے اور مال لُبَدٌ کثیر مال کو کہتے ہیں جس کے ختم ہو جانے کا خوف نہ ہو گویا اس کا بعض بعض پر چڑھا ہوا ہے اھلکت مالا لبدا (البلد ۹۰-۶) اور لِبدۃ یا لُبدۃ لوگوں کی جماعت ہے گویا وہ ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں اور لِبَد لِبدۃ کی جمع ہے اور لبدا کے یہاں معنی ہیں بعض بعض پر جمع ہوتے ہوئے (ل) +

حسن اور قتادہ کے نزدیک یہاں کادوا کی ضمیر کفار قریش کی طرف ہے یعنی آپ کے امر کے ابطال کیلئے اکٹھے ہو کر آپ پر گرے پڑتے ہیں اور بعض نے مراد وہی جن لئے ہیں مگر ان کی تعداد تھوڑی تھی اور بعض نے مومنوں کا نماز میں آپ کا اتباع کرنا مراد لیا ہے مگر یہ بھی بعید تاویل ہے اور ابن جریر نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے اور یہی بلحاظ سیاق بھی درست ہے اور اس صورت میں قام عبداللہ سے مراد قیام بالرسالۃ ہے +

ملتحد

۳۴۵۳ ملتحد لحد اور الحاد دیکھو ۱۴۸۶ اِلْتَحَدَ کے معنی ہیں مائل ہوا پس مُلْتَحَد پناہ یا جائے پناہ ہے (غ) +

۳۴۵۴ الا کس سے استثناء ہے۔ ایک قول میں لا املک لکم ضرا ولا رشدا سے اور ایک قول میں ملتحدا سے اور دونوں صورتوں میں اسے استثناء منقطع قرار دینا ہی بہتر ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں۔ صورت اول میں یوں معنی ہوں گے کہ میں نقصان و نفع کا مالک تو نہیں۔ میرا کام احکام الٰہی کا پہنچا دینا ہے دوسری صورت میں یوں کہ میں اللہ کو چھوڑ کر کوئی جائے پناہ نہیں پا سکتا میرا کام اس کے احکام کو پہنچا دینا ہے +

۲۴/۲۵ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝ قُلْ اِنْ

یہانتک کہ جب اسے دیکھینگے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے تو جان لینگے کہ مددگار کسکا کمزور ہے اور گنتی میں (کون) تھوڑا ہے ۳۴۵۵ کہو میں

۲۶ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ

نہیں جانتا کہ وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے قریب ہے یا میرا رب اسکی مدت لمبی کردیگا غیب کا جاننے والا ہے سو وہ اپنے غیب پر کسیکو

۲۷ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا

غالب نہیں کرتا ہاں جسے رسول بنانا پسند کرے ۳۴۵۶ سو وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرہ لگا دیتا ہے۔

۲۸ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝

تاکہ انہیں علم ہوجائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغاموں کو پہنچا دیا ہے اور وہ اسکا احاطہ کئے ہوئے ہے جو انکے پاس ہے اور ہر چیز کی گنتی

۳۴۵۵ اذا راوا ما یوعدون۔ اسی دنیا کے عذاب کے وعدے کے متعلق ہے کیونکہ مددگار کی کمزوری اور قلت عدد کا سوال یہیں پیدا ہوتا ہے ابوسفیان نے آخر مکہ کی فتح کے وقت اقرار کیا کہ ان کے بت ان کی کچھ مدد نہ کر سکے ✦

ظہر علی - ظاہر

۳۴۵۶ یظہر۔ دیکھو ۲۸۶ ظہر علی الشئ کے معنی ہیں غلبہ و علا یعنی اس پر غالب آیا اور اس پر علاوہ ازیں کہا فاصبحوا ظاہرین (الصف ۱۴:۶۱) کے معنی ہیں غالب ہوگئے۔ اظہر اللہ المسلمین علی الکافرین یعنی اللہ نے مسلمانوں کو کافروں پر غالب کیا۔ اور اظہرنی اللہ علی ما سرق منی یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع دیدی (ل)۔ اور یہاں مراد اظہار سے کامل طور پر اطلاع دیدینا ہے جس سے سارا حال اتم وجہ پر ظاہر ہوجائے (ر) ✦

اظہر علی

رسولوں پر کامل انکشاف غیب نہیں ہوتا۔

اوپر ذکر تھا کہ کفار آخرکار اپنے آپکو انکے مقابلہ میں مغلوب پائینگے جنہیں تھوڑے اور کمزور سمجھتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری آیت میں فرمایا کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ وہ کفار کی مغلوبیت کا وقت جلد آنے والا ہے یا کچھ وقت کے بعد اور اس کی وجہ یوں دی عالم الغیب غیب کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے فلا یظہر علی غیبہ احدا۔ غیب پر وہ کامل غلبہ جو اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی یہی حالت ہے وہ قدرت کاملہ رکھتا ہے اور اپنی قدرت سے کچھ حصہ انسان کو عطا کرتا ہے قدرت کامل نہیں دیتا وہ علم تام رکھتا ہے اور اپنے علم میں سے تھوڑا سا انسان کو دیتا ہے سارا علم نہیں دیتا۔ اسی طرح وہ علم غیب پر کامل طور پر حاوی ہے اور اس علم غیب میں سے کچھ حصہ انسان پر ظاہر کرتا ہے کامل طور پر اسے غیب پر اطلاع نہیں دیتا اسی لئے جب رسولوں پر کچھ پیشگوئیوں کا انکشاف فرماتا ہے تو ایک حصہ منکشف کرتا ہے اور ایک مخفی رکھتا ہے یہ عین اس کی صفات کے تقاضا کے مطابق ہے اور آگے الا من ارتضی من رسول میں الا استثنائے منقطع ہے یعنی رسولوں کو جس قدر علم چاہتا ہے دیتا ہے سارا انہیں بھی نہیں دیتا لکن الرسول المرتضی یظہرہ جل وعلا علی بعض الغیوب المتعلقۃ برسالتہ (ر) بلحاظ سیاق سوائے اس معنی کے اور کوئی معنی درست نہیں۔ رہا یہ سوال کہ سوائے رسولوں کے بھی کوئی غیب کی بات کسی پر ظاہر کرتا ہے یا نہیں سو یہ قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے ظاہر ہے جیسے لہم البشرٰی فی الحیٰوۃ الدنیا یا حدیث جہاں فرمایا یحال تکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ یا لم یبق من النبوۃ الا المبشرات اور اگر اظہار علی الغیب سے کثرت انکشاف مراد لے لیا جائے تو لفظ رسول میں رسول کے کامل متبعین بھی داخل ہوسکتے ہیں جنکو باتباع رسول اس نعمت سے کچھ حصہ ملتا ہے مگر نہ اس قدر جیسا کہ متبوع کو۔ اس صورت میں بھی یہ آیت تو صرف رسولوں کے متعلق ہوگی لیکن ضمنی طور پر اس میں رسولوں کے کامل متبعین بھی داخل ہوجائینگے ✦

غیر رسول کو غیب پر اطلاع ملنا

۳۴۵۷ رصدا۔ دیکھو ۱۲۶۶ اور رصد اکیلے پہرہ دینے والے کو بھی کہا جاتا ہے اور جماعت کو (راصدین) اور اکیلے کو بھی (غ) جمع رصود اور رجماعت

رصد

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ عِشْرُوْنَ آيَةً وَّرُكُوْعَانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ ۱ ۲ ۳

اے اوڑھنے والے ۳۴۵۸ رات کو قیام کر سوائے تھوڑے (حصہ) کے (یعنی) اس کا آدھا یا اس سے کچھ کم

قَلِيْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○ ۴

کرے یا اس پر بڑھائے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ ۳۴۵۹

ع ۱۹ ۱۳

یہاں یعلم میں ضمیر کس کی طرف ہے اور مراد کیا ہے ایک قول ہے کہ تا رسول جان لے کہ پہلے رسولوں نے اپنے رب کی رسالتوں کو پہنچا دیا دوسرا ہے کہ تا مشرک جان لیں (لیعلم المشرکون) کہ رسولوں نے اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دیا اور تیسرا ہے کہ تا آنحضرت جان لیں کہ ملائکہ نے اپنے رب کی رسالتوں کو پہنچا دیا (ج) اور ابن جریر اول کو ترجیح دیتے ہیں لیکن دوسرا قول میرے نزدیک قابل ترجیح ہے اس لئے کہ اصل غرض تو مخالفین پر اتمام حجت تھی اور اس سورت میں مخالفین کا ذکر اسی طرح آیا ہے اور احاط بما لدیہم بھی مخالفین کے متعلق ہی ہو سکتا ہے

رسول کے پہرہ سے مراد — اور رسول کے آگے پیچھے پہرہ لگانے سے مراد صرف یہ ہے کہ رسول کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرتا ہے اور کوئی اسے ہلاک نہیں کر سکتا۔ یہانتک کہ آخر کار مخالفوں کو بھی یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ اس کی حفاظت کرنے والا خدا ہے اور کہ اس نے اپنے پیغام کو پہنچا دیا +

تمہید سورت — اس سورت کا نام المزّمّل ہے اور اس میں دو رکوع اور بیس آیتیں ہیں۔ اور مزّمّل کے معنی ہیں لباس اوڑھنے والا اور اشارہ نماز کی تیاری کی طرف ہے اور اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ بلحاظ قیام و بلحاظ حضور قلب رات کی نماز یعنی نماز تہجد بہترین نماز ہے اور اس سے انسان میں قوت عملی پیدا ہوتی ہے اور اس کے قول میں تاثیر پیدا ہوتی ہے گویا نماز انسان میں اعلیٰ درجہ کا حسن روحانی پیدا کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ حدیث میں نماز کو مومن کا معراج کہا گیا ہے اور اس میں اشارہ یہ ہے کہ تعلق باللہ سے ہی جس کے لئے نماز ایک ذریعہ ہے انسان کا قدم ترقی کی طرف اٹھتا ہے۔ اس سورت کے زمانہ نزول کے متعلق کہا گیا ہے کہ اقرء کے بعد سورۂ ن نازل ہوئی اور اس کے بعد مزمل۔ گو یہ ترتیب صحیح نہ ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ سورۂ مزمل ابتدائی مکی زمانہ کی نازل شدہ ہے +

زمّل — **۳۴۵۸** مزمّل۔ زَمَلَ کے معنی ہیں دوڑا اور جلدی کی اور زَمَّلَ الشیئ کے معنی ہیں اسے چھپایا اور تزمّل کپڑوں کا لپیٹ لینا ہے

مزّمّل — اور مُزّمِّل اصل میں مُتَزَمِّل ہے یعنی اپنے آپ کو کپڑوں میں لپیٹ لینے والا (ل) اور قتادہ کے نزدیک تیاری نماز کیلئے اپنے آپ کو کپڑوں میں لپیٹ لینے والا مراد ہے اور عکرمہ کے نزدیک امر نبوت و رسالت کا تزمّل مراد ہے (ج) +

نصف — **۳۴۵۹** نصف کسی چیز کا آدھا ہے اور اسی سے اِنصاف ہے گویا وہ جتنا فائدہ دوسرے سے اٹھاتا ہے اسی قدر دوسرے کو پہنچاتا ہے (غ) اور قُم میں حکم قیام سے مراد نماز یا عبادت ہے اور نصفه پہلے قلیلا سے بدل ہے +

۵ ۶ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ

ہم تجھ پر ایک عظیم الشان بات (کا بوجھ) ڈالینگے نمبر ۳۴۶۰ بیشک رات کا اٹھنا قیام میں مضبوط تر اور قول میں درست تر

۷ ۸ قِيلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ

ہے نمبر ۳۴۶۱ دن کو تیرے لئے لمبا شغل ہے اور اپنے رب کے نام کی بڑائی کر اور (سب سے) الگ ہو کر اسکی

۹ تَبْتِيلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝

طرف متوجہ ہوجا نمبر ۳۴۶۲ مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں سو اسے کارساز بنا

ثقیل

نمبر ۳۴۶۰ ثقیل۔ قول ثقیل سے مراد یہاں وحی ہے جو رسول اللہ پر اتاری گئی اور اسے ثقیل اس کے عظیم الشان مرتبہ کی وجہ سے اور اس کی عظیم الشان جلالت کی وجہ سے کہا ہے اور وہ سفسفہ کی قسم کا کلام نہیں جس کا استخفاف کیا جا سکتا ہے ہر ایک نفیس اور بیش بہا چیز کو ثقیل کہا جاتا ہے (ل)) اور وحی جب آتی تھی تو رسول اللہ صلعم کی حالت متغیر ہو جاتی تھی یہاں تک کہ ایک حدیث میں زید بن ثابت کے متعلق ہے کہ انہوں نے کہا قریب تھا کہ میری ران کچلی جائے جس کے اوپر نشست میں رسول اللہ صلعم کی ران تھی اور اس حالت میں نزول وحی شروع ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اونٹنی پر آپ سوار ہوتے تو اونٹنی بوجھ سے ٹھہر جاتی اور ایک میں ہے کہ سخت ترین سردی کے دن میں آپکی پیشانی پر پسینہ چل پڑتا۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ نزول وحی کی خاص کیفیت تھی اور یہ کوئی فرضی بات نہ تھی +

وحی کے وقت آنحضرت کی حالت میں تبدیلی

وطأ

نمبر ۳۴۶۱ وطأ۔ وَطْأٌ کے اصل معنی پامال کرنا ہیں اور یہاں بعض نے وِطَاءً پڑھا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی مواطاۃ یا موافقت ہیں یعنی زبان اور دل کی موافقت اور وَطْأً کے معنی قیام ہونگے یعنی قیام میں زیادہ مضبوطی پیدا کرنے والا۔ اثبت قیاما (ل) +

ناشئة

ناشئۃ الیل دیکھو نمبر ۲۹۸۷ اور بعض نے اس کے معنی کئے ہیں وہ نفس جو رات کو اپنی خوابگاہ سے عبادت کے لئے اٹھتا ہے اور مجاہد نے اور صدیقہ نے اس قیام کو سو کر اٹھنے کے بعد جو قیام ہو اس سے مخصوص کیا ہے گو یا یہی نشا لیل کی طرف اضافت کا ہے (ر)

تہجد کی برکات

مطلب یہ ہے کہ رات کو عبادت کیلئے اٹھنا قیام کی غرض کو زیادہ عمدگی سے پورا کرنے والا ہے اور قول میں درست تر ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس میں حضور قلب بھی ہوتا ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ شب بیداری سے انسان میں قوت عمل بھی مضبوط ہوتی ہے اور اس کی بات بھی زیادہ مؤثر ہوتی ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کی ضرورت اصلاح خلق کیلئے ہے یعنی انسان کے اندر خود قوت عمل کا ہونا اور اس کی بات کا مؤثر ہونا اور یہ دونوں صفات نماز تہجد سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے جب پہلی آیت میں فرمایا کہ ہم تیری طرف عظیم الشان وحی بھیج رہے ہیں جس کی غرض اصلاح عام ہے تو اب اس غرض کو پورا کرنے کیلئے یہ طریق بتایا اور اس سے اگلی آیت میں بتایا کہ دن کے وقت وعظ و نصیحت اور لوگوں کی تعلیم کا شغل بھی ہے اسلئے اپنی قوت عمل اور تاثیر کو بڑھانے کیلئے رات کا وقت ہے جو شخص تہجد کو اپنی عادت کر لیتا ہے اس میں یہ خوبیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں +

تبتّل۔ تبتیل

نمبر ۳۴۶۲ تبتل۔ بَتْل کے معنی قطع ہیں اور تَبَتُّل دنیا سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور یہی معنی تَبْتِیْل کے ہیں اور تَبَتُّل کے معنی عورتوں سے قطع تعلق اور ترک نکاح بھی ہے اور اس معنی میں اسلام میں کوئی تبتّل نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے لا رہبانیۃ ولا تبتّل فی الاسلام اور بَتُول کے معنی ایسی عورت بھی ہیں جو زوج سے منقطع ہو اور ایسی بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہو (ل)، اور یہاں معنی عبادت میں انقطاع اور اخلاص نیت ہیں اور یہی اشارہ ثم ذرھم میں ہے د ۹۲ اور مراد یہ ہے کہ تمام دوسرے اشغال کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنے میں لگ جاؤ +

بَتُول

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِىْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ ۱۱

اور اس پر صبر کر جو یہ کہتے ہیں اور خوبی سے کنارہ کشی کرتا ہوا انہیں چھوڑ دے اور مجھے چھوڑ دے اور صاحب دولت

اُولِى النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ ۱۲ ۱۳

جھٹلانے والوں کو اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے ۳۴۶۳ ہمارے پاس بیڑیاں اور جلتی ہوئی آگ ہے اور گلا گھونٹ دینے والا کھانا

وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا ۱۴

اور دردناک عذاب ہے ۳۴۶۴ جس دن زمین اور پہاڑ کانپ اٹھینگے اور پہاڑ پراگندہ ریت کا تودہ

مَّهِيْلًا ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ ۱۵

ہو جائینگے ۳۴۶۵ ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول

رَسُوْلًا ۝ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ ۱۶ ۱۷

بھیجا ۳۴۶۶ تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی سو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا سو اگر تم انکار کرو

اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝ ۖ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ۚ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝ ۱۸

تو اس دن سے کس طرح بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کردے گا آسمان اس سے پھٹ پڑنے والا ہے اس کا وعدہ (پورا) ہو کر رہیگا

۳۴۶۳ ان کو چھوڑنے سے مراد وہی ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا ہے اور ذرنی والمکذبین یعنی بس ان کی سزا دہی کے لئے کافی ہوں +

نکل — ۳۴۶۴ انکال۔ نِکْل کی جمع ہے اور یہ چارپائے کی قید (یعنی جسے منہ میں ڈال کر اسے قابو کیا جاتا ہے) یا لگام کا لوہا ہے کیونکہ وہ روک لیتی ہیں اور نَکَلَ عن الشیٔ کے معنی ہیں کمزور ہو گیا اور عاجز آگیا (غ) +

غصّة — غصّة۔ وہ ہڈی ہے جس سے حلق بند ہو جاتا ہے (غ) +

کثب — ۳۴۶۵ کثیب۔ کَثَبَ کے معنی قرب ہیں اور پھر اجتماع کے معنی میں آتا ہے اور کثیب ریت کے تودہ کو کہتے ہیں۔ جمع کُثُب ہے (ل) +

ھیل — مھیلا۔ ھَالَ علیہ التراب اس پر مٹی ڈالی۔ اور ھَیْل وہ ریت ہے جو اپنی جگہ پر نہ رہے اور یہی مَھِیْل ہے (ل) +

آنحضرت کو مثیل موسیٰ قرار دینا — ۳۴۶۶ سورۂ مزمل کا نزول نہایت ابتدائی زمانہ کا ہے اس وقت بھی کس صراحت سے آنحضرت صلعم کو مثیل موسیٰ کی پیشگوئی کا مصداق ٹھہرایا ہے دیکھو استثنا ۱۸: ۱۸ "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا" دنیا کی تاریخ میں محمد رسول اللہ صلعم کے سوائے کسی نبی نے موسیٰ جیسا نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا +

۳۴۶۷ فرعون بوجہ انکار موسیٰ اسی دنیا میں پکڑا گیا اس لئے مثیل موسیٰ کا ذکر کرکے۔ فرعون کے مثیلوں کو خطاب کیا کہ تم ایسے ہی گرفت کے دن سے کس طرح بچ سکتے ہو اور بچوں کو بوڑھا کرنے والا دن بوجہ اپنے احوال کے ہے کیونکہ وہ کفار

۱۹ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۠ ۲۰ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ

یہ ایک نصیحت ہو سو جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے تیرا رب جانتا ہو کہ تو دو تہائی رات کے قریب

تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ

قیام کرتا ہے اور (کبھی) اس کا نصف اور (کبھی) اسکی تہائی اور ان میں سے ایک گروہ جو تیرے ساتھ ہیں اور اللہ

يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ

رات اور دن کا اندازہ کرتا ہو۔ وہ جانتا ہو کہ تم اس کی حفاظت نہ کرسکوگے سو وہ تم پر رجوع (برحمت) کرتا ہو سو قرآن سے جو آسانی

مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ

پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ وہ جانتا ہو کہ تم میں سے بیمار ہونگے اور اور جو زمین میں سفر کرینگے اللہ کے فضل

مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا

کو تلاش کرتے ہونگے اور اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرینگے سو پڑھو جو اس سے آسانی سے پڑھ سکو اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

کو قایم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کیلئے اچھے عمل کرو اور جو کچھ تم اپنی جانوں کیلئے نیکی سے آگے بھیجوگے

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۠

اسے اللہ کے پاس پاؤگے بہتر اور اجر میں بڑھکر اور اللہ کی حفاظت چاہو اللہ حفاظت کرنیوالا رحم کرنیوالا ہے [۲۴۶۸]

ع ۲ ۱۴

کی ذلت کا دن ہے۔ قیامت کے دن میں نہ بچے بوڑھے نہ ہونگے وہ ایک ہی حالت پر رہیں گے اور فرعون کی گرفت دنیا کا ذکر صاف قرینہ ہو کہ یہاں بھی اس دنیا میں گرفت ہی مراد ہے اور السماء منفطر بہ آسمان کے اس سر پھٹ پڑنے سے مراد اس کا ظاہر ہونا ہے +

۲۴۶۸ حضرت عائشہ سے ایک روایت میں ہو کہ اس سورت کے پہلے اور آخری حصہ کے نزول میں بارہ مہینے کا وقفہ تھا اور اس آخری حصہ میں بتایا کہ قیام لیل کا حکم وجوب کے طور پر ہے اور حسب استطاعت ہو۔ بیماری سفر جہاد کو بطور عذر بیان کیا اور فاقرءوا ما تیسر منہ میں بتایا کہ جس قدر انسان سہولت سے رات کو اٹھ سکے اٹھے۔ اور تجدوہ عند اللہ ھو خیراً واعظم اجراً میں خیرا واعظم اجرا مفعول ثانی ہے اور ھو کی ضمیر فصل کے لئے ہے ...

سورۃ المدّثّر مکیّۃ وھی ستّ وخمسون آیۃ ورکوعان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے

ع ۱ ۱۵

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ ۱ ۲ ۳

اے اوڑھنے والے ۳۴۶۹ اٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی کر

تمہید سورت اس سورت کا نام المدّثّر ہے اور اس میں دو رکوع اور چھپن آیتیں ہیں اور کپڑا اوڑھنے والے نبی کریم صلعم ہیں جیسے پہلی سورت میں اور اس میں آپ کو انذار کیلئے مامور کیا ہے اور اعدائے حق کو حق کی مخالفت سے ڈرایا ہے پہلی سورت میں نماز کے ذریعہ تکمیل نفس کا ذکر ہے اور تکمیل نفس کے بعد گویا اب بتایا ہے کہ اوروں کی تکمیل کرو۔ حالانکہ نزول میں ان سورتوں کی ترتیب اور ہے یعنی سورۂ مدثر پہلے کی ہے اور مزمل بعد کی مگر یہاں بلحاظ مضمون ان کی ترتیب رکھی ہے گویا پہلے اپنے نفس کی تکمیل کی فکر کرو پھر دوسروں کی تکمیل کیطرف توجہ کرو۔

زمانہ فترت نمانہ نزول اس سورت کا یقینی طور پر ابتدائی ہے بلکہ بعد فترت یہ پہلی سورت ہے فترت کے زمانہ سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں پہلی وحی اقرأ نازل ہو کر پھر وحی کا آنا کچھ عرصہ کے لئے رک گیا۔ غالباً یہ عرصہ کوئی چھ ماہ کے قریب تھا۔ اور اس فترت میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ وحی کی عظمت اور جلال کی برداشت کی قوت نبی کریم صلعم میں پیدا ہو اور بتدریج اس عظمت اور پرجلال نظارے سے آپکی طبیعت مانوس ہو۔ خود نبی کریم صلعم کی تشریف آوری سے پہلے ایک نہایت لمبا زمانہ فترت وحی کا دنیا پر گذرا یعنی کامل چھ صدیاں جس کی نظیر پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملتی اور یہ زمانہ فترت ایسا ہی تھا جیسے ایک لمبا عرصہ امساک باران اور گرمی کا عظیم الشان بارش کے لئے پیش خیمہ ہوتا ہے ✦

دثور ۳۴۶۹ مدّثّر۔ دُثُور کے اصل معنی دُرُوس یا مٹنا ہیں جیسا کہ حدیث عائشہ میں ہے دَثَرَ مکانُ البَیتِ فلم یُجَدِّدُوہ یعنی خانہ کعبہ

تدثّر کا نشان مٹ گیا اس لئے حضرت ہونے اسکا ج نہیں کیا اور تَدَثّر بالثوب کے معنی ہیں کپڑے میں داخل ہو کر اپنے آپکو اس میں لپیٹ لیا

دِثار اور دِثار وہ کپڑا ہے جو اندر کے کپڑوں کے اوپر سے پہنا جائے انصار کے متعلق حدیث میں ہے انتم الشِّعارُ والنّاسُ الدِّثارُ یعنی تم

مدّثّر اندر کے لباس کی مانند یا خواص ہو اور لوگ اوپر کے لباس کی مانند یا عوام ہیں اور مُدَّثِّر اصل میں مُتَدَثِّر ہے یعنی سونے کے وقت کپڑا اوپر لپیٹنے والا (ل)، اور اس کے معنی بعض نے کئے ہیں سونے کیلئے کپڑا اوڑھنے والا اور بعض نے نبوت اور اس کی ذمہ واریوں کے لباس کو اوڑھنے والا (رغ) ✦

بعد فترت پہلی وحی صحیح حدیث سے بلکہ احادیث کے اتفاق سے ثابت ہے کہ یاایہا المدثر سب سے پہلی وحی ہے جو فترت الوحی کے بعد نازل ہوئی یعنی پہلی وحی اقرأ تھی اس کے بعد وحی کچھ عرصہ کیلئے رکی رہی پھر ایک دن رسول اللہ صلعم کہیں جا رہے تھے کہ آپ نے آسمان سے ایک آواز سنی اور وہی فرشتہ دیکھا جسے آپ نے غار حرا میں دیکھا تھا تو آپ اس کے رعب سے سخت خائف ہوئے اور گھر میں آئے اور حضرت خدیجہ سے کہا کہ مجھے کپڑا اڑھا دو تب نازل ہوا یاایہا المدثر یہ جابر بن عبداللہ کی روایت صحیح بخاری میں ہے اور بعض نے جو اسے اقرأ کے مقابل میں سب سے پہلی وحی کہا ہے تو انکو غلطی لگی ہے یہ فترت کے بعد پہلی وحی تھی اور مدثر کا خطاب بلحاظ حالات ظاہری بھی صحیح ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے اور مطلب اس سے یہ ہے کہ آپ مرعوب ہو کر کپڑا کیوں اوڑھتے ہیں اٹھو اور مخلوق خدا کو بدی کے بد نتائج سے ڈراؤ

۴ ۵ ۶ ۷ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ[۳۴۷۰] اور ناپاکی سے دور رہ[۳۴۷۱] اور اس لئے احسان نہ کر کہ زیادہ لے[۳۴۷۲] اور اپنے رب کے لئے صبر کر

۸ ۹ ۱۰ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝

پس جب بگل بجایا جائے گا[۳۴۷۳] تو اس دن وہ ایک مصیبت کا وقت ہوگا (یعنی) کافروں پر سہل نہیں ہوگا

۱۱ ۱۲ ۱۳ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۝ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝

[illegible] مجھے چھوڑ دے اور اسے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا[۳۴۷۴] اور اسے مال فراوان دیا اور بیٹے موجود

[illegible] کے معنی بھی صحیح ہیں یعنی آپکو جو لباس نبوت اور کمالات نفسی کا لباس اُڑھایا گیا ہے تو اب اُٹھو اور اپنے کام میں لگ جاؤ اور دوسروں میں بھی یہ کمالات پیدا کرو ✦

[۳۴۷۰] ثیاب۔ ثوب کی جمع ہے جس کے معنی کپڑا ہیں اور یہاں ثیاب سے مراد لباس بھی ہو سکتا ہے اور نفس سے کنایہ بھی ہو سکتا ہے (غ) تطہیر ثیاب کے معنی ابن عباس اور عکرمہ سے مروی ہیں کہ اللہ کی معصیت پر لباس مت اوڑھ اور ابن عباس وغیرہ سے یہ معنی بھی مروی ہیں کہ مراد ذنوب سے تطہیر ہے اور لکھا ہے کہ عرب مطہر الثیاب اس شخص کو کہتے تھے جو عہد کو وفا کرے اور لوگوں میں اصلاح کرے اور اچھے عمل کرنے والے کو بھی طاہر الثیاب کہتے تھے (ج) اور مراد دونوں معنی ہیں۔ ظاہر کو پاک صاف رکھنا بھی اسیطرح ضروری ہے جیسے باطن کو پاک و صاف رکھنا۔ اور ہر مسلمان کے لئے یہ دونوں حکم ہیں کہ اپنے لباس ظاہری کو بھی پاک و صاف رکھے اور اپنے اعمال یعنی باطن کو بھی پاک و صاف رکھے اور حکم کا منشا اس عمل پر مداومت اختیار کرنے کا ہے ✦

تطہیر ثیاب سے مراد

[۳۴۷۱] رجز۔ رِجز کے اصل معنی اضطراب ہیں اور رِجز اور رُجز کے ایک ہی معنی ہیں یعنی ناپاکی یا عذاب۔ اور بتوں کی پرستش یا شرک کو بھی کہا جاتا ہے یا ایسے عمل کو جس کا نتیجہ عذاب ہو (ل) گویا پچھلی آیت میں اپنے ظاہر و باطن کو پاک رکھنے کا حکم ہے تو یہاں اس کا طریق بھی بتایا کہ ہر قسم کی ناپاکی سے دور رہو ظاہری ہو یا عملی ✦

رُجز

[۳۴۷۲] اس کے معنی اور کئی طرح پر بھی کئے گئے ہیں مثلاً یہ کہ جو احسان کرو اسے بڑا نہ سمجھو یا یہ کہ اپنی حسنات سے اللہ تعالیٰ پر احسان نہ رکھو مگر ظاہر معنی جو ترجمہ میں ہیں اس موقعہ پر موزون ہیں اور احسان کرنے میں ایسے احسانات بھی داخل ہیں جو انسان مالی امداد کے طور پر یا حسن سلوک دوسرے کرتا ہے اور وہ احسان بھی جو آنحضرت صلعم دوسروں کو ہدایت پہنچا کر لوگوں پر کرتے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ تم جو اس نعمت قرآن کو دوسروں تک پہنچاؤ تو اسلئے نہیں کہ تمہیں بڑا اجر ملے بلکہ اسے اپنا فرض منصبی سمجھکر اور یہ معنی ابن زید نے اختیار کئے ہیں

نیکی کر کے اجر نہ چاہنا

[۳۴۷۳] ناقور۔ نَقْر (۳۴۰۳) زبان کی آواز کو بھی کہتے ہیں کیونکہ زبان کی طرف کو منہ نون کے ساتھ لگتا ہے اور ناقور صور یعنی بگل ہے (ل)

نقر۔ ناقور

[۳۴۷۴] کہا گیا ہے کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئیں اور اشارہ اس واقعہ کیطرف سمجھا گیا ہے جو کئی سال بعد کا ہے اور گو یہ ممکن ہے کہ یہ آیات بہت دیر بعد نازل ہوئی ہوں مگر یہاں سے سارا مضمون آخر رکوع تک مسلسل ہے اسلئے یہ قرین قیاس نہیں اور الفاظ بھی عام ہیں ان میں ہر ایک متکبر سرکش کا ذکر ہے جو حق کی پروا نہیں کرتا اور اپنے مال و دولت پر مغرور ہوتا ہے۔ اور وحیدا اس کے متعلق بھی ہو سکتا ہے جو پیدا کیا گیا یعنی اسے اکیلا پیدا کیا مال و دولت سامان وغیرہ سب کچھ میں نے دیا۔ اور پیدا کرنیوالے کے متعلق بھی ہو سکتا ہے یعنی میں نے اکیلے ہی اسے پیدا کیا تو مطلب یہ ہوگا کہ میں اکیلا ہی اسے ہلاک کرنے کیلئے بھی کافی ہوں اور ذرنی کے متعلق ہو سکتا ہے یعنی مجھے تنہا اس کی سزا کیلئے چھوڑ دو ✦

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۙ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا ۱۴ ۱۵ ۱۶

اور اس کیلئے خوب سامان تیار کیا پھر وہ آرزو رکھتا ہے کہ میں بڑھاؤں ہرگز نہیں وہ ہماری آیتوں کا

عَنِيْدًا ۭ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۭ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰

دشمن ہے میں اسے سخت مشقت میں مبتلا کروں گا اس نے فکر کیا اور اندازہ کیا پس ہلاک ہو کیسا اندازہ کیا پھر

قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ نَظَرَ ۙ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴

ہلاک ہو کیسا اندازہ کیا پھر دیکھا پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا[۳۴۷۵] پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا پھر کہا یہ کچھ نہیں

اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۭ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۲۵

مگر جادو ہے جو چلا آتا ہے[۳۴۷۶] یہ کچھ نہیں مگر انسان کی (بنائی ہوئی) بات ہے میں اسے دوزخ میں داخل کروں گا[۳۴۷۷]

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۭ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۚ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۚ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰

اور تجھے کیا خبر ہے دوزخ کیا ہے وہ باقی نہیں رکھتی اور نہ چھوڑتی ہے چہرے کو جھلس دینے والی ہے[۳۴۷۸] اس پر انیس (داروغے) ہیں

عبس ۔ عبوس

۳۴۷۵ عبس عُبوس ۔ سینہ کی تنگی سے چہرے پر تنگی یا ترشی کے نشان پیدا ہونا ہے اسی سے عبوس ہے یوما عبوسا (الدھر ۷۶ - ۱۰) (غ) +

بسر ۔ باسرۃ

بسر کسی چیز کے وقت سے پہلے اس کے لئے جلدی کرنا بسر ہے اور یہاں مراد ہے کہ عبوس کو اس کے وقت سے پہلے ظاہر کیا ۔ وجوہ یومئذ باسرۃ (القیٰمۃ ۷۵ - ۲۴) میں بھی یہی مراد ہے (غ) اور بسر کے معنی ابو اسحاق نے کئے ہیں سخت کراہت سے دیکھا ۔ اور باسرۃ سے مراد ہے ترش روئی ظاہر کرنے والے اس لئے کہ انہیں یقین ہو جائے گا کہ عذاب ان پر نازل ہونے والا ہے (ل) +

آنحضرت کے متعلق اعتراف کفار

۳۴۷۶ ولید بن مغیرہ کے متعلق روایت ہے کہ آنحضرت صلعم سورۂ حم پڑھ رہے تھے اور وہ سن رہا تھا جب اپنی قوم میں واپس گیا تو قرآن کریم کی صداقت کا اس پر اثر تھا ابو جہل کو یہ بات پہنچی تو اس نے دریافت کیا ۔ ولید نے کہا کہ شعر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا مگر یہ شعر نہیں ۔ اور ہم کاہنوں کو بھی خوب جانتے ہیں یہ کہانت نہیں اور یہ کذب بھی نہیں کیونکہ آپ نے کبھی جھوٹ بولا نہیں لیکن ابو جہل کے اصرار پر کہ کوئی ایسی بات کہے جس کی وجہ سے قریش آپ سے متنفر رہیں آخر کہا کہ یہ سحر ہے جو ایک شخص کو اس کے اہل و عیال سے الگ کر دیتا ہے (ر) +

سقر

۳۴۷۷ سقر ۔ سَقَرَتْهُ الشمس سورج نے اسے متغیر کر دیا اور پگھلا دیا اور سَقَر دوزخ کا نام ہے (غ) +

لوّح

۳۴۷۸ لواحۃ ۔ لوح ۳۲۲۷ اور لَوَّحَهُ الحرّ کے معنی ہیں گرمی نے اسے متغیر کر دیا یعنی سیاہ کر دیا یا جھلس دیا (غ) +

بشر

بشر ۔ بشرۃ چمڑے کے باہر کے حصہ کو کہتے ہیں اور بشر اس کی جمع ہے (غ) +

۳۱ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ

اور ہم نے آگ کے داروغے فرشتوں کو ہی بنایا اور ہم نے ان کی گنتی صرف انکی آزمائش کیلئے ٹھیرائی ہے جو کافر ہیں

لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

تاکہ وہ لوگ یقین کریں جنہیں کتاب دی گئی اور جو ایمان لائے وہ ایمان میں بڑھیں اور وہ جنہیں کتاب دی گئی

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ

اور مومن شک میں نہ پڑیں اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کافر کہیں اللہ نے اس مثال کے ساتھ کیا ارادہ کیا

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا

اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو کوئی نہیں جانتا مگر وہی اور یہ

۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ ع ۱۶ ۲۵

صرف انسان کیلئے نصیحت ہے ۳۴۷۹ ہرگز نہیں چاند گواہ ہے اور رات جب جانے لگے اور صبح جب روشن ہو وہ بھاری مصیبتوں میں سے ایک ہے ۳۴۸۰

دوزخ کے داروغے

۳۴۷۹ اصحاب النار سے مراد یہاں دوزخ کے داروغے ہیں اور انکی گنتی اُنیس اوپر کی آیت میں بیان ہوئی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ اُنیس فرشتے ہوں یا اُنیس جماعتیں اور خاص اس گنتی کے متعلق فرمایا کہ یہ کافروں کیلئے آزمائش ہے اور آیت کے آخر میں ماذا اراد اللّٰہ بھٰذا مثلاً کہکر اسے ایک مثال قرار دیا جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور ممکن ہے کبھی اس کے متعلق کوئی ایسا انکشاف ہو جو مومنوں کیلئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہو جب ہم اس میں سینکڑوں باتیں علم غیب کی ایسی پاتے ہیں جنکا جاننا انسان کی طاقت میں نہیں اور انکی صداقت آج اظہر من الشمس ہے تو دوزخ پر اُنیس فرشتوں کا ہونا کوئی اتنی بڑی بات نہیں جو کسی عقلمند کیلئے ٹھوکر کا موجب ہو سکے۔ وما یعلم جنود ربک الا ھو بتاتا ہے کہ فرشتوں کی تو کوئی انتہا نہیں یہ اُنیس کسی خاص کام کے لحاظ سے ہیں ممکن ہے کہ انسان میں کوئی اُنیس قوٰی ایسے ہوں جنکے بےمحل استعمال سے آگ پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وماجعلنا عدتہم الا فتنۃ للذین کفروا صرف جملہ معترضہ کے طور پر ہو اور باقی مضمون صرف دوزخ کے ذکر سے تعلق رکھتا ہو +

کُبَر

۳۴۸۰ احدی الکبر۔ کُبَر۔ کُبرٰی کی جمع ہے۔ انہا میں ضمیر سقر کی طرف ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اور بھی بڑی بڑی مصیبتیں ان کیلئے ہیں دوزخ بھی ان میں سے ایک ہے البتہ احدی کے لفظ میں یہ اشارہ ہوگا کہ اس کی نظیر اور کوئی نہیں دیکھو ۲۰ اور ضمیر کو نذارت کی طرف بھی مانا گیا ہے اور رسالت۔ قصہ یا ساعت کی طرف بھی اور اگلی آیت میں نذیراً بمعنی انذاراً مانا گیا ہے یعنی وہ انذار میں مثل ہے یا بمعنی منذرۃ یا ذات انذار ہے اور یہاں قمر کو بطور شہادت پیش کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح چاند پہلے چھوٹا سا ہوتا ہے اور بڑھتا چلا جاتا ہے یہی مثال حق کی ہے کہ وہ تدریجاً ترقی کریگا اور رات کے دور ہونے اور صبح کے روشن ہونے میں بھی باطل کی تاریکی کے دور ہونے اور حق کی روشنی پھیلنے کی طرف اشارہ ہے اسلئے جواب قسم میں فرمایا کہ حق کی مخالفت کا نتیجہ احدی الکبر ہے +

نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۳۶–۳۸

انسان کیلئے ڈرانیوالی اس کیلئے جو تم میں سے چاہتا ہو کہ آگے بڑھے یا پیچھے رہے ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا

رَهِينَةٌ ۝ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝ مَا ۳۹–۴۲

گرفتار (مبتلا) ہوگا سوائے دائیں ہاتھ والوں کے وہ بہشتوں میں ایک دوسرے سے سوال کرینگے مجرموں کے بارے میں تمہیں

سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ ۴۳

کیا چیز دوزخ میں لائی کہینگے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے

وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ ۴۷

اور ہم باتیں کرنیوالوں کیساتھ ملکر باتیں بنایا کرتے تھے اور ہم جزا و سزا کے دن کو جھٹلاتے تھے یہانتک کہ ہمیں موت نے آلیا

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ ۴۸–۵۰

سو انہیں شفاعت کرنیوالوں کی شفاعت فائدہ نہ دیگی تو انہیں کیا ہوا کہ وہ نصیحت سے منہ پھیرنے والے ہیں گویا کہ وہ بدکے ہوئے

مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ ۵۱–۵۲

گدھے ہیں شیر سے بھاگ رہے ہیں ۳۴۸۱ بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے صحیفے دیئے جائیں ۳۴۸۲

كَلَّا بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۝ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ۝ وَمَا ۵۳–۵۵

ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے ایسا نہیں یہ ایک نصیحت ہے سو جو کوئی چاہے اسے یاد رکھے اور وہ

الثلثة

يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝

یاد نہیں رکھتے سوائے اس کے کہ اللہ چاہے وہ تقوٰی کا اہل ہے اور وہ مغفرت کا اہل ہے ۳۴۸۳

مع ۱۶ عند المتاخرین ۱۲

استنفار — ۳۴۸۱ مستنفرۃ۔ نفر ۶۸۲ استنفار کے معنی ہیں طلب النفار اور لڑائی سے بھاگنے کیلئے اکسانا اور یہاں مستنفرۃ بمعنی نافرۃ ہے (غ)

قسورۃ — قسورۃ۔ قسر کے معنی غلبہ یا قہر ہیں اسی سے قسورۃ ہے جس کے معنی شیر ہیں اور تیر انداز اور شکاری بھی کئے گئے ہیں (غ) حق سے ان کے بھاگنے کی وجہ سے انہیں جنگلی گدھوں سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ یہ حد درجہ کی حماقت تھی کہ سیدھی سیدھی باتوں سے اس طرح بھاگتے تھے

۳۴۸۲ یعنی ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ خود اسے کھلے ہوئے صحیفے ملیں یعنی رسول کی معرفت کتاب ملنے کی بجائے ہر ایک کو ایک لکھی لکھائی کتاب بھیجی جائے اور بعض تو صاف کہتے تھے کہ ہم تو آپ کی پیروی کرینگے کہ لکھی لکھائی کتاب ہمارے پاس آئے جس کا سرنامہ یوں ہو کہ رب العالمین سے فلاں شخص کے نام۔ دوسری جگہ ہے حتی تنزل علینا کتبا نقرؤہ (بنی اسرائیل ۱۷-۹۳) +

۳۴۸۳ اللہ تعالیٰ کی مشیت سب مشیتوں پر غالب ہے اور اللہ کی مشیت ان کیلئے تب ہی ہے جب یہ اپنے آپکو اس کا اہل بنائیں

سورۃ القیٰمۃ مکیۃ وھی اربعون آیۃ وفیھا رکوعان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝

نہیں میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں اور نہیں میں ملامت کرنیوالے نفس کی قسم کھاتا ہوں ۳۴۷۴ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اسکی ہڈیوں کو جمع نہیں

اھل التقوٰی — اھل[illegible] خوشخبری بھی ہو کہ آخر کار یہ اسے قبول کرینگے اھل التقوٰی یعنی اسبات کا حقدار کہ اس کے احکام کی نگہداشت کیجائے

اھل المغفرۃ — اور[illegible] یعنی اسبات کا اہل کہ مغفرت کرے اس میں یہ اشارہ ہے کہ گو انسان مغفرت پانیکا حقدار نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ مغفرت کرنیکا حقدار ہے ٭

تمہید سورت — اس سورت کا نام القیامۃ ہے اور اس میں دو رکوع اور چالیس آیتیں ہیں اس میں قیامت کا ذکر ہے اور قیامت پر قیامت کو بطور شہادت پیش کیا ہے یعنی اس قیامت روحانی کو جو بذریعہ نبی صلعم پیدا ہونیوالی تھی اور اس روحانی قیامت سے مراد انسان کے اندر ایک نئی زندگی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور نبی کریم صلعم کے ذریعہ سے نہ صرف وہ احساس پیدا ہوا بلکہ اس قدر قوت کو پہنچا کہ اسکے سامنے بڑے بڑے پہاڑ اڑ گئے اور یہی تعلق اس سورت کا پچھلی سورت سے ہے جس کے آخر پر فرمایا تھا کہ قرآن ایک تذکرہ ہے جس میں یہی اشارہ تھا کہ اس سے ایک روحانی قیامت برپا ہوگی اور اس سورت میں اسی روحانی قیامت کو بطور شہادت قیامت کبریٰ پیش کیا ہے یہ بھی ابتدائی مکی وحی ہے ٭

لوامۃ النفس اللوامۃ — ۳۴۷۴ لوامۃ بہت ملامت کرنیوالا۔ النفس اللوامۃ وہ ہے کہ اس نے کچھ فضائل کو اپنے اندر لے لیا ہے پھر جب اسکے صاحب سے کوئی امر مکروہ سرزد ہو تو اسے اس پر ملامت کرتا ہے اور یہ نفس مطمئنہ سے کمتر ہے اور بعض کے نزدیک یہ وہ نفس ہے جو اپنی ذات میں مطمئن ہے پھر وہ سرونگی تادیب کیلئے انہیں ملامت کرتا ہے گو یا نفس مطمئنہ سے بالا تر ہے (رغ) تین قسم کے نفس کیلئے دیکھو ۱۵۵۳ ٭

قسم سے پہلے لفظ لا پر دیکھو ۲۶۸۴ اور یہاں قیامت کے دن اور نفس لوامہ کو بطور شہادت پیش کیا ہے اور جواب قسم کا ذکر

قیامت پر شہادت — ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ میں ہے یعنی بعث بعد الموت ضرور ہوگا بالفاظ دیگر قیامت کے وجود پر ایک تو خود قیامت کو ہی بطور شہادت پیش کیا ہے اور دوسرا نفس لوامہ کو۔ قیامت کیلئے قیامت کس طرح دلیل ہے؟ قیامت کے معنی ہیں ایک ہی مرتبہ کھڑا ہو جانا اور ساعت اور قیامت میں فرق یہ ہے کہ ساعت تباہی کا وقت ہے اور قیامت زندگی کا۔ دیکھو ۸۱۸ یعنی ساعت میں اس تباہی کی طرف اشارہ ہے جو پہلے عالم پر آئے گی اور قیامت میں اس زندگی کیطرف جو بعد میں قایم ہوگی۔ اب یہ زندگی جو بعد الموت ملے گی فی الحقیقت اعمال کا نتیجہ ہے اچھے عملوں والوں کی زندگی بہشتی ہوگی یعنی خوشی کی اور برے عملوں والوں کی زندگی جہنمی ہوگی یعنی دکھ کی۔ اس زندگی کا کھلے طور پر نمودار ہونا ہی قیامت ہے لیکن ایک باریک رنگ میں یہ زندگی یہیں پیدا ہو جاتی ہے نیک اعمال کے نیک نتایج بد اعمال کے بد نتایج مخفی طور پر یہاں بھی ظاہر ہو جاتے ہیں بہشتی زندگی اسی دنیا میں شروع ہو جاتی ہے اور جہنمی زندگی بھی یہیں اپنا اثر دکھانے لگتی ہے گویا ایک چھوٹی قیامت یہاں بھی برپا ہو جاتی ہے۔ وہ زندگی جو کامل طور پر بعد موت ظہور پذیر ہوگی اس کا احساس یہیں سے شروع ہو جاتا ہے اور یہ دونوں قیامتیں برپا کرنے والے نبی ہی ہوتے ہیں یعنی کھلی قیامت کی خبر بھی انبیاء اللہ کے ذریعہ سے ملتی ہے اور روحانی قیامت کا احساس بھی وہی پیدا کرتے ہیں اور اسی احساس کا پیدا کر دینا درحقیقت اس کھلی قیامت کے وجود پر ایک بین شہادت ہے اور اسی کیطرف

بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴿۴﴾ بَلۡ یُرِیۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ اَمَامَہٗ ﴿۵﴾

ہاں ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کے (سارے) اعضا کو پورا کریں ۳۴۸۵ بلکہ انسان چاہتا ہے کہ آگے آگے بدکاری کرتا چلا جائے ۳۴۸۶

یَسۡـَٔلُ اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ﴿۷﴾ وَ خَسَفَ الۡقَمَرُ ﴿۸﴾ وَ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ﴿۹﴾

پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہے — سو جب نظر خیرہ ہو جائیگی ۳۴۸۷ اور چاند تاریک ہو جائیگا اور سورج اور چاند اکٹھے ہو جائینگے ۳۴۸۸

آگے بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ میں توجہ دلائی ہے یوں قیامت کو قیامت پر بطور شہادت پیش کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسے نفس لوامہ سے مقرون کیا ہے۔ کیونکہ نفس لوامہ ہی اس روحانی زندگی یا روحانی قیامت کے احساس کی ابتدائی حالت ہے نفس امارہ کی حالت میں یہ احساس بالکل مفقود ہوتا ہے اور نفس مطمئنہ کی حالت میں وہ احساس بہت قوی ہو جاتا ہے مگر ابتدا اس کی اس وقت سے ہے جب انسان بدی کے بد نتائج کو محسوس کرنے لگے اور اس کا نفس اسے ہر ایسے امر پر ملامت کرنے لگے جو اس روحانی زندگی کے پیدا ہونے میں روک ہے اور اگر نفس لوامہ کے دوسرے معنی لیے جائیں تو مراد خود آنحضرت صلعم ہونگے گویا قیامت کے وجود پر بھی شاہد ہے اور نبی بھی شاہد ہے جو اس کی خبر دیتا ہے +

نفس لوامہ

۳۴۸۵ بنان۔ دیکھو ۱۲۱۲ واضربوا منہم کل بنان (الانفال ۸۔۱۲) کی تفسیر کرتے ہوئے ابو اسحاق نے لکھا ہے کہ بنان سے مراد سارے اعضائے بدن ہیں جن میں انگلیاں بھی شامل ہیں کیونکہ یہ اَبَنَّ بالمکان سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں مکان میں اقامت اختیار کی اور اقامت اور حیات کیلئے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ بنان سے تیار ہوتی ہیں یعنی کل اعضا سے اور یہاں بنان کے معنی بعض نے انگلیاں یا انگلیوں کے پورے اور بعض نے اطراف بھی کئے ہیں (ل) +

بنان

ان دو آیتوں میں بعث بعد الموت کا ذکر کیا ہے پہلی میں فرمایا کہ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کرینگے اور دوسری میں فرمایا کہ ہم اسکے سارے اعضا کے پورا کرنے پر قادر ہیں۔ تو ہڈیوں کے جمع کرنے سے یہ منشا تو ہو نہیں سکتا کہ ہڈیاں سب کہیں موجود ہونگی ان کا جمع کرنا کوئی دشوار کام ہے ہڈی اصل میں وہ ہے جو انسان میں سب سے دیرپا شے ہے اور ہڈیوں کے جمع کرنے میں اشارہ انہیں چیزوں کے جمع کرنے کا ہے جو دیرپا ہیں یعنی نتائج اعمال۔ قرآن کریم میں عموماً ہڈیوں کے اٹھانے کو ہی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے جیسے وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما (البقرۃ ۲۔۲۵۹) یا من یحیی العظام وھی رمیم (یٰسٓ ۳۶۔۷۸) اور نسوی بنانہ میں پہلی ساخت جسم انسانی کیطرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ دوسری پیدائش کے اعضا کو مکمل کرنے پر قادر ہیں +

ہڈیاں جمع کرنے سے مراد

۳۴۸۶ لیفجر امامہ۔ فجور دیکھو ۸۸ اور امام کے معنی ہیں آگے لیفجر امامہ کے معنی ہیں زندگی کا ارادہ کرتا ہے تاکہ اس میں فجور کرتا چلا جائے اور بعض نے معنی کئے ہیں تا اس میں گناہ کرے یا معنی ہیں گناہ کرے پھر کہے کل کو توبہ کر لوں گا پھر نہ کرے (غ) مطلب یہی ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ آگے آگے معاصی میں مبتلا ہوتا چلا جائے اس سے کوئی چیز اسے روکنے والی نہ ہو (ج) +

فجور۔ امام

۳۴۸۷ برق۔ برق بادل کی چمک کو کہتے ہیں اور برِقَ جب آنکھ کے متعلق کہا جاتا ہے تو مطلب ہوتا ہے کہ وہ مضطرب ہو گئی (غ)

برق

۳۴۸۸ خسف قمر سے مراد اگر گرہن لیا جائے تو جمع شمس و قمر سے سورج گرہن اور چاند گرہن کا اکٹھا واقع ہونا لیا جائیگا۔ اور چونکہ چاند گرہن مہینہ کے وسط میں ہوتا ہے اور سورج گرہن آخر میں اسلئے مراد اس سے کسی خاص مہینہ میں دونوں کا اکٹھا ہونا ہوگا جیسا کہ ایک روایت میں مہدی کے ظہور کی علامت رمضان میں کسوف و خسوف کا اجتماع ہے اور ایسا ایک اجتماع ۱۸۹۴ء میں ہو چکا ہے اور حضرت ابن مسعود نے مراد دونوں کا طلوع مغرب سے لیا ہے اور اگر مراد اس سے محض چاند کا تاریک ہونا لیا جائے تو سورج اور چاند

سورج اور چاند کا جمع ہونا

۱۰ ۱۱ ۱۲ يَقُولُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ ○ كَلَّا لَا وَزَرَ ○ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ○

اس دن انسان کہیگا کہاں بھاگ کر جانا ہے ہرگز نہیں کوئی جائے پناہ نہیں تیرے رب کیطرف اس دن ٹھکانا ہے

۱۳ ۱۴ يُنَبَّأُ الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ○ بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ○

اس دن انسان کو اس کی خبر دیجائیگی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا بلکہ انسان اپنے نفس پر آپ دلیل ہے

۱۵ ۱۶ ۱۷ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ ○ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ○ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ

اور گو وہ اپنے عذر پیش کرے ۳۴۸۹ اس کے ساتھ اپنی زبان کو مت ہلا تاکہ اسے جلدی لے لے ۳۴۹۰ ہمارے ذمے اسکا جمع کرنا

۱۸ ۱۹ وَقُرْآنَهُ ○ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ○

اور اسکا پڑھنا ہے پس جب ہم اس کو پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کی پیروی کر پھر ہمارے ذمے اسکا کھولکر بتانا ہے ۳۴۹۱

کے اجتماع سے مراد دونوں کا تاریک ہو جانا لیا جائیگا اور چاند تب ہی تاریک ہوگا جب سورج تاریک ہو جائے کیونکہ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے ہے اور دونوں کا تاریک ہو جانا گویا موجودہ نظام عالم کا درہم برہم ہو جانا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زمین مع چاند کے سورج میں جا ملے +

انسان کی اپنے نفس پر شہادت

۳۴۸۹ انسان کے اپنے نفس پر دلیل ہونے کے یہی معنی ہیں کہ اس دوسری زندگی کی شہادت تو خود اسکے اندر سے ملتی ہے جیسا کہ نفس لوامہ میں اشارہ تھا۔ مگر انسان طرح طرح کے عذر پیش کرکے اس احساس زندگی سے دور ہوتا چلا جاتا ہے معاذیر معذرۃ بمعنی عذر کی جمع ہے +

معذرۃ

حَرَکَۃ

۳۴۹۰ تحرک۔ حَرَکَۃ سکون کی ضد ہے۔ اور یہ صرف جسم کیلئے ہے اور وہ ایک جسم کا انتقال ایک جگہ سے دوسری جگہ ہے (غ) +

بخاری میں ہے کہ ابتدا میں جب آنحضرت صلعم پر وحی آتی تھی تو آپ اسے جلدی جلدی لینے کی کوشش کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا اور تسلی دی کہ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے کوئی چیز ضائع نہیں ہو سکتی لیکن چونکہ قیامت کے ذکر میں مخالفین کی ہلاکت کیطرف بھی اشارہ ہوتا ہے اسلئے زبان کو ہلانے سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ ان کے عذاب کے بارہ میں زبان کو مت ہلا کہ جلدی انہیں عذاب آئے اور اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ پچھلی سورت میں اسی عذاب سے ڈرایا تھا قم فانذر اور آگے جو قرآن کی جمع کا ذکر ہے تو وہ اس لحاظ سے ہے کہ مخالف تو اس کوشش میں تھے کہ قرآن کو نابود کردیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے عذاب کے لئے جلدی نہ کرو۔ قرآن شریف کو یہ مٹا نہیں سکتے اس کا پڑھنا اور جمع کرنا ہمارے ذمے ہے +

جمع قرآن

۳۴۹۱ ان آیات میں قرآن کریم کے متعلق تین باتوں کا بیان ہے۔ اول قرآن کا جمع کرنا۔ دوم اس کا پڑھنا۔ سوم اس کا واضح کرنا اور یہ تینوں الگ الگ باتیں ہیں اس کا پڑھنا تو بذریعہ وحی اس کا آنحضرت صلعم کو پہنچانا ہے۔ لیکن چونکہ جو حصہ نازل ہوتا تھا وہ بلحاظ ضروریات وقتاً فوقتاً ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوتا تھا اس لئے اس کو ایک ترتیب میں لانا بھی ایک عظیم الشان کام تھا اسکے متعلق فرمایا کہ اس کا جمع کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ ترتیب قرآن کریم نہ آنحضرت صلعم نے اپنی رائے سے کی اور نہ کوئی اسے تبدیل کرنے کا مجاز تھا بلکہ یہ ترتیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی اسی لئے آنحضرت صلعم ہر ایک آیت اور سورۃ کے متعلق خود حکم دیتے تھے کہ اسے فلاں موقعہ پر رکھو اور آیت میں جمع کو پڑھنے پر اسلئے مقدم کیا کہ اصل قرآن جو ہمیشہ کیلئے دنیا میں رہنا تھا وہ جمع شدہ قرآن تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قرآن میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوئی کیونکہ جسکی جمع کا کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے رکھا یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس میں کوئی انسان کچھ کمی بیشی کردے

اہل تشیع اور جمع قرآن

اور محقق اہل شیعہ بھی قرآن کریم کو کامل مانتے ہیں اس میں سے کوئی حصہ ضائع شدہ نہیں مانتے۔ جیسے سید مرتضیٰ۔ محمد بن حسن طوسی۔ ابو علی طبرسی صاحب

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۙ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۗ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ ۲۰ ۲۱ ۲۲

ہرگز نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت کرتے ہو ۳۴۹۲ اور آخرت کو چھوڑتے ہو (کچھ) منہ اس دن تروتازہ ہونگے ۳۴۹۳

إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۙ تَظُنُّ أَن يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۚ كَلَّا ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶

اپنے رب کیطرف دیکھ رہے ہونگے اور (کچھ) منہ اس دن برے بنے ہوئے ہونگے جان لینگے کہ انپر پیٹھ توڑ دینوالی مصیبت آنیوالی ہے ۳۴۹۴ ہرگز نہیں

إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۙ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۙ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۙ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ ۲۷ ۲۸ ۲۹

جب (جان) گلے تک پہنچ جائیگی ۳۴۹۵ اور کہا جائیگا کون طبیب ہے اور یقین کرلیگا کہ یہ جدائی ہے اور شدت پر شدت جمع ہوتی جائیگی

مجمع البیان - محمد بن علی بن بابویہ جن میں آخر الذکر کا یہ قول ہے اعتقادنا ان القرآن الذی انزلہ اللہ علی نبیہ ھو ما بین الدفتین ... لیس باکثر من ذٰلک ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذٰلک فھو کاذب یعنی ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے ... وہ وہی ہے جو بین الدفتین موجود ہے اور جو لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے بڑھکر نہیں اور جو شخص ہماری طرف یہ بات منسوب کرے کہ ہم کہتے ہیں وہ اس سے بڑھکر ہے وہ جھوٹا ہے اور سید مرتضیٰ نے ایسی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے جن میں قرآن میں کسی کمی بیشی کا ذکر ہو اور خود اہل سنت کی کتب احادیث میں بھی ایسی بعض ضعیف روایات ہیں +

بیان قرآن

تیسری بات جس کا یہاں دعویٰ کیا ہے یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر بھی اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے یعنی بعض مسائل میں جو عمل سے تعلق رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان مقامات کی وضاحت فرمادی ہے۔ اور جس طرح جمع قرآن محض قرآن کے پڑھنے سے الگ امر تھا اسی طرح بیان قرآن ان دونوں سے الگ ہے جسطرح جمع قرآن نبی کریم کرتے تھے اسی طرح بیان قرآن بھی آنحضرت کرتے تھے جسطرح جمع قرآن اللہ تعالیٰ کی وحی خفی سے آپنے کیا اسی طرح بیان قرآن بھی اللہ تعالےٰ کی وحی خفی سے آپنے کیا۔ پس نماز یا بعض دیگر امور کے متعلق جو کچھ آنحضرت صلعم نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم پاکر ہی بیان فرمایا اور یہ سمجھ بیان قرآن ہی یہی حدیث ہے اور ان لوگوں پر افسوس ہے جو خود تو تفسیر قرآن کرنے بیٹھ جاتے ہیں لیکن اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلعم نے یوں اس حکم قرآنی کی وضاحت فرمائی تو اسے قبول نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ قرآن کا اتارنا۔ قرآن کا جمع کرنا قرآن کا بیان کرنا۔ اور یہ تینوں الگ الگ امور ہیں۔ جو شخص ان تینوں میں سے کسی ایک چیز کو چھوڑتا ہے وہ قرآن کی نص صریح کو رد کرتا ہے +

۳۴۹۲ کلا میں تہدید کفار کیلئے ہے جو انکار قیامت کرتے ہیں۔ اصل مضمون کیطرف توجہ دلائی ہے اور بتایا ہے کہ تم نفع عاجل کے پیچھے پڑتے ہو اور جس بات میں انجام کار نفع ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے +

نضرۃ

۳۴۹۳ ناضرۃ۔ نضرۃ کے معنی حسن ہیں۔ نضرۃ النعیم (التطفیف ۸۳: ۲۴) لقاھم نضرۃ وسرورا (الدھر ۷۶: ۱۱) (غ) گویا رب رحیم کیطرف نظر ہی انکے چہروں کی تروتازگی کا موجب ہے اور جو باسرۃ ہیں تو اللہ تعالیٰ کی جناب سے دوری ہی انکے چہروں پر سیاہی کا موجب ہے +

فاقرۃ

۳۴۹۴ فاقرۃ۔ فقارۃ پیٹھ کی ہڈی کو کہتے ہیں اور فاقرۃ وہ مصیبت ہے جو فقار کو توڑ دے (غ) +

تراقی

۳۴۹۵ تراقی۔ ترقوۃ کی جمع ہے وہ ہڈی جو گلے کی گہرائی اور کندھے کو ملاتی ہے (غ) یا ترقوۃ اسے اس لحاظ سے کہا ہے کہ سانس وہاں تک چڑھتا ہے (مادہ رقی سے) اور راق بھی رقی سے ہے جسکے معنی ہیں من یرقیہ یعنی کون اسپر افسون کرے گا اور ابن عباس نے من راق کے معنی کئے ہیں کون اس کی روح کو لیکر چڑھے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے (غ) اور رُقیۃ پڑھکر پھونکنے کو کہتے ہیں اور راق ایسا کرنے والا اور حدیث میں رقیۃ یا پڑھکر پھونکنے کا جواز بھی پایا جاتا ہے اور اس سے نہی بھی اور ان دونوں میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ قرآن یا اسمائے الٰہی کو پڑھکر پھونکنا تو جائز ہے مگر اسکے سوا نہیں (ل) اور ضحاک وغیرہ سے اسکے معنی مطلق طبیب مروی ہیں (رح) اور یہی مراد معلوم

راق

إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۝ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ۝ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۝ ثُمَّ

تیرے رب کیطرف اس دن چلانا ہی ۳۴۹۶ تو نہ وہ تصدیق کرتا ہوا اور نہ نماز پڑھتا ہی لیکن جھٹلاتا ہی اور پھر جاتا ہی پھر

ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ۝ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۝ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۝ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ

اپنے ساتھیوں کیطرف اتراتا ہوا چلا جاتا ہی ۳۴۹۷ افسوس ہی تجھ پر اور افسوس پھر افسوس ہی تجھ پر اور افسوس کیا انسان خیال کرتا ہی

أَن يُتْرَكَ سُدًى ۝ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝

وہ مہمل چھوڑ دیا جائیگا ۳۴۹۸ کیا وہ منی کا ایک نطفہ نہ تھا جو ڈالی جاتی ہی پھر وہ ایک لوتھڑا تھا سو اسے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۝

تب اس سے دو زوج بنائے مرد اور عورت کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کرے ۳۴۹۹

ع ۲ / ۱۰ — ۱۸

ہوتی ہی یعنی جب نزع کا وقت آ جاتا ہی تو پھر کوئی طبیب نہیں ملتا جو بچا سکے +

ساق — **۳۴۹۶** التفت الساق بالساق۔ کے معنی حضرت ابن عباس سے شدت پر شدت کا بڑھنا منقول ہیں اور عطاء سے ہی کہ ان دو چیزوں کی مفارقت کی شدت کے ساتھ دوسرے عالم کی طرف انتقال کی شدت مل جائے گی۔ اور رب کیطرف مساق ہونے سے مراد ہی کہ منتہٰی رب کی طرف ہی دیکھو ۳۴۹۲ یہاں موت کا نقشہ کھینچا ہی کیونکہ یہ بھی ایک قیامت ہی من مات فقد قامت قیامتہ +

تمطی — **۳۴۹۷** یتمطی۔ مَطْو چلنے میں کوشش اور جلدی ہی اور تَمَطّی کے معنی تبختر ہیں (ل) یا اکڑ کر چلنا یا اپنی مَطا یعنی پیٹھ کو اکڑا کر چلنا (غ) جس قیامت کی طرف اوپر توجہ دلائی تھی اسی سے اعراض کرنے والے کا یہاں ذکر ہی کہ وہ اکڑتا ہوا اپنے اہل یعنی اپنے ساتھیوں کیطرف چلا جاتا ہی اور حق کی پروا نہیں کرتا اور اسکے اکڑنے سے مراد اسکی متکبرانہ روش ہی گویا وہ اپنے آپکو اتنا بڑا سمجھتا ہی کہ کسی خوبی کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتا +

ترک — **۳۴۹۸** یترک۔ ترْک کسی چیز کا چھوڑنا ہی ارادہ اور اختیار سے یا قہر و اضطرار سے اول سے ہی وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض (الکہف ۱۸-۹۹) واترک البحر رھوا (الدخان ۴۴-۲۴) دوسرے سے ہی کم ترکوا من جنٰت (الدخان ۴۴-۲۵) اور یہ ایک فعل کے متعلق کہا جاتا ہی جس سے وہ اپنے حال کیطرف منتہی ہوتا ہی ما ترکتہ کذا (غ) اور ترک بمعنی ابقاء بھی آتا ہی وترکنا علیہ فی الاٰخرین (الصّٰفّٰت ۳۷-۷۸) اور ترکت الشیٔ کے معنی ہیں خلّیتہ یعنی اس سے الگ رہا (ل) +

سدی — سدی۔ سُدی کے معنی مہمل ہیں یعنی ایسی حالت میں کہ نہ اسے کچھ کرنے کا حکم دیا جائے اور نہ کسی چیز سے روکا جائے۔ مطلب یہ ہی کہ کیوں بلا کچھ لازم کئے اور بلا کسی چیز سے روکے نہیں چھوڑا جاتا اس کی وجہ اگلی سورت میں بیان کی ہی +

۳۴۹۹ یعنی جس نے عجیب در عجیب طریق سے یہ زندگی بنائی کیا وہ دوسری زندگی نہیں بنا سکتا۔ احادیث میں ہی کہ آنحضرت صلعم جب یہ پڑھتے تو کہتے سبحانک اللّٰھم وبلیٰ۔ اور احمد ابوداؤد وغیرہما نے ابوہریرہ سے روایت کی ہی کہ آپ نے فرمایا جو شخص سورۂ والتین پڑھے تو الیس اللّٰہ باحکم الحٰکمین کے بعد کہے بلیٰ وانا علیٰ ذٰلکم من الشّٰھدین اور جو شخص یہ سورت پڑھے تو ان یحیی الموتی پر کہے بلیٰ۔ اور جو والمرسلٰت پڑھے تو فبای حدیث بعدہ یؤمنون پر کہے اٰمنا باللّٰہ۔

سورۃ الدھر مکیۃ وھی احدی وثلثون آیۃ ورکوعان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنیوالے کے نام سے

ع ۲۲ / ۱۹

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ○ ۱ اِنَّا خَلَقْنَا ۲

یقیناً انسان پر زمانے کا ایک وقت آچکا ہی کہ وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھی ہم نے انسان کو

الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ ۳ اِنَّا هَدَيْنٰهُ

ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا ہی اسے ہم آزماتے ہیں سو اسے ہم نے سننے والا دیکھنے والا بنایا ۳۵۰۰ ہم نے اسے رستہ دکھا

السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ○ ۴

دیا ہی چاہے وہ شکرگزار رہے اور چاہے ناشکرا ہم نے کافروں کیلئے زنجیریں اور طوق اور جلتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہی

تمہید سورت — اس سورت کا نام الانسان ہی اور الدھر بھی آیا ہی اور اس میں دو رکوع اور اکتیس آیتیں ہیں اور بلحاظ مضمون یہ نام الانسان نہایت ہی موزون ہی اسلئے کہ یہاں انسان کی روحانی ترقیات کا ذکر ہی اور بتایا ہی کہ پہلا مرتبہ انسان کی روحانی ترقی کا یہ ہی کہ بدی کی طاقت کو دبائے اور دوسرا یہ کہ نیکی کی قوت اپنے اندر پیدا کرے۔ اور تعلق بھی پچھلی سورت سے صاف ہی کیونکہ وہاں فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے دنیا میں ایک روحانی قیامت قایم ہوگی یہاں بتایا کہ اس روحانی زندگی کے دو مدارج ہیں۔ یہ سورت جمہور کے نزدیک مکی ہی اور قتادہ اور مجاہد اسے مدنی کہتے ہیں اور بعض نے اسے کچھ مکی اور کچھ مدنی قرار دیا ہی مگر ان دونوں باتوں کیلئے کوئی دلیل نہیں اور صحیح یہی ہی کہ یہ سورت اس حصہ کی باقی سورتوں کی طرح ابتدائی مکی زمانہ کی ہی +

مشیج — ۳۵۰۰ امشاج۔ مَشِیْج دو رنگوں کا باہم ملنا ہی یا دو چیزوں کا ملنا اور مَشِیْج مرد اور عورت کے ماء کا ملنا ہی اور امشاج کے معنی میں فراء نے کہا ہی وہ ماء الرجل اور ماء المرأۃ اور خون اور علقہ کا باہم ملنا ہی اور ابو اسحاق کا قول ہی کہ امشاج منی اور خون کا اختلاط ہی پھر ایک حال سے دوسرے حال کیطرف منتقل ہوتا رہتا ہی اور نطفۃ امشاج مرد کا پانی ہی جو عورت کے پانی اور اسکے خون سے ملتا ہی (ل) اور عکرمہ ابن عباس وغیرہما سے امشاج کے معنی اختلاط ماء الرجل و ماء المرأۃ مروی ہیں (ج) اور امشاج مَشِیْج کی جمع ہی +

انسان کیوں مکلف احکام ونواہی ہی — ابتلا یا آزمائش سے یہاں مراد اس کا ابتلا تکلیف سے ہی یعنی بعض احکام کے اس پر لازم کرنے سے اور چونکہ انسان کو اس غرض کیلئے بنایا تھا اسلئے فرمایا کہ ہم نے اسے سمیع و بصیر بنایا اور گو سننے اور دیکھنے کی صفات دوسرے جانداروں میں بھی پائی جاتی ہیں مگر انسان اس سننے دیکھنے سے جن نتایج پر پہنچتا ہی وہ نہیں پہنچتے پس اس کا سننا اور دیکھنا ایک نیا رنگ اپنے اندر رکھتا ہی جس کی طرف اگلی آیت میں اشارہ ہی کہ وہ چاہے تو شکرگزاری کی راہ اختیار کرے اور چاہے کفران کی۔ گویا اسے اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے قویٰ کو جس موقع پر چاہے استعمال کرے اور جس موقعہ پر چاہے روکے بالفاظ دیگر وہ جذبات پر حکومت کرنے کا اہل ہی +

۵ ۶ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ

نیک اس پیالہ سے پیتے ہیں جس کی ملونی کافور ہے ۳۵۰۱ چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پیتے ہیں

۷ ۸ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَيُطْعِمُوْنَ

وہ اسے پھاڑ کر بہا نکالتے ہیں نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت پھیل جانیوالی ہے ۳۵۰۲ اور اسکی محبت

۹ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ

کی وجہ سے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ۳۵۰۳ ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کیلئے کھانا کھلاتے ہیں

۱۰ ۱۱ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ

ہم نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ ہم اپنے رب سے تنگی اور سختی کے دن کا خوف رکھتے ہیں ۳۵۰۴ سو اللہ نے انہیں

۱۲ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝

اس دن کی مصیبت سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور خوشی سے ملا دیا اور انہیں انکے صبر کرنے کیوجہ سے باغ اور ریشم بدلہ میں دیا

مزاج

۳۵۰۱ مزاج ۔ مزج کے معنی اختلاط یعنی ملانا ہیں اور مزاج وہ ہے جس سے کوئی چیز ملا دی جائے (غ) +

کافور

کافور ۔ کفر سے ہے جس کے معنی ڈھانکنا ہیں اور کافور ایک خوشبو ہے (غ)

کاس کافوری

ابرار کیلئے یہاں جن باتوں کا ذکر آگے آتا ہے یوفون بالنذر ۔ یطعمون الطعام ۔ وہ سب اس دنیا میں انکے کام ہیں پس بظاہر قیاس اسبات کو چاہتا ہے کہ یشربون من کاس بھی اسی دنیا کے متعلق ہو ۔ اور آگے الفاظ یفجرونہا تفجیرا کہ اس چشمے کو وہ خود ہی بہا نکالتے ہیں اسی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن اگر اسے بہشت کا وعدہ بھی سمجھا جائے تو چونکہ ان تمام سورتوں میں اصل غرض یہی بتانا ہے کہ بہشت کی زندگی اس دنیا سے شروع ہوتی ہے گو ان نعمتوں کا یہاں اور رنگ ہے اور بہشت میں اور رنگ ہوگا اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کافوری پیالہ مومن کو یہاں بھی ملتا ہے ۔ اور کافور کے چونکہ اصل معنی ڈھانکنے والا ہیں اور کافور کی خاصیت بھی زہروں کو دبانا ہے اسلئے اس کافوری پیالے میں اشارہ روحانیت کی پہلی منزل کیطرف ہے جس میں بدی کی قوت کمزور ہو جاتی ہے اور دب جاتی ہے اور پہلے اسے کاس کہکر پھر فرمایا عینا یشرب بہا عباد اللہ جہاں عینا کافور سے بدل ہے جس سے معلوم ہوا کہ کافوری پیالہ انسان کی جدوجہد سے آخر ایک چشمہ بہا نکالتا ہے اور اسی جدوجہد کیطرف یفجرونہا میں اشارہ ہے +

استطار

۳۵۰۲ مستطیر ۔ طار کا اصل پرند کے اُڑنے کے متعلق ہے مگر تفرق پر بھی اس کا استعمال ہوتا ہے اور استطارۃ اور تطایر کے معنی تفرق یعنی پھیل جانا اور ذھاب ہیں ۔ استطار الغبار غبار ہوا میں پھیل گیا ۔ اور مستطیر پھیل جانیوالی جیسے صبح مستطیر (ل) +

غیر مسلم پر خیرات

۳۵۰۳ مسکین ۔ یتیم ۔ اسیر کوئی ہو مسلم کی شرط نہیں ۔ آنحضرت خود بھی مشرکین پر خرچ کر دیتے تھے صحابہ بھی یہ وسعت اسلامی ہے ہاں مسلم بھائی اول حقدار ہے ۔ اسلام کی تعلیم کا اصل الاصول ہی غربا اور مساکین کی خبرگیری کر کے انہیں اٹھانا ہے +

قمطریر

۳۵۰۴ قمطریر ۔ اقمطر سخت ہو گیا ۔ اور قمطریر شدید یا اشد یدا اور غلیظ کو کہتے ہیں جو اپنی شدت سے ماتھے پر تیوریاں ڈال لے (ل) دن کو عبوس اور قمطریر کہنا جن کا تعلق اخلاق میں ماتھے پر تیوری ڈالنے سے ہے ان اخلاق کی طرف بھی اشارہ ہے +

مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ۱۳ ۱۴

اس میں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہونگے نہ اس میں دھوپ (کی حدت) دیکھینگے اور نہ سخت سردی ۳۵۰۵ اور اسکے سائے ان پر

ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِنْ فِضَّةٍ وَ ۱۵

جھکے ہوئے ہونگے اور اس کے پھل ان کیلئے سہولت سے میسر آنیوالے بنائے گئے اور ان پر چاندی کے برتن پھرائے جاتے ہونگے اور

أَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا ۱۶ ۱۷

آبخورے جو شیشے کے ہیں شیشے کے چاندی کے انہوں نے اسے اندازہ سے بنایا ہے ۳۵۰۶ اور اس میں انہیں ایک پیالہ

كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ ۱۸ ۱۹

پلایا جائیگا جس کی ملونی سونٹھ کی ہوگی اس کے ایک چشمہ سے جس کا نام سلسبیل ہے ۳۵۰۷ اور ان پر ہمیشہ ایک حالت پر رہنے والے

مُخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَنْثُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ ۲۰

لڑکے گھومینگے جب تو انہیں دیکھیگا تو انہیں بکھرے ہوئے موتی سمجھے گا اور جب تو ادھر دیکھے تو نعمتیں اور ایک بڑی بادشاہت دیکھیگا

شمس۔زمہریر حریر فضۃ

۳۵۰۵ شمس۔ سورج اور روشنی جو اس سے نکلتی ہے (غ)، اور زمہریر شدت سردی (ل) حریر باریک کپڑا (غ) +

۳۵۰۶ فضۃ۔ فضّ توڑنا اور پراگندہ کرنا ۵۵۱ اور فِضّہ چاندی یعنی جواہر میں سے ادنیٰ ترین چیز جس سے معاملہ کیا جاتا ہے (غ)

نعمائے بہشتی میں اعمال حسنہ کا نقشہ

یہاں ان برتنوں کو قواریر یعنی شیشے کے بھی کہا ہے اور ان کا چاندی سے ہونا بھی بیان کیا ہے گویا بلحاظ اپنی صفائی کے وہ شیشے کے ہیں اور بلحاظ بے داغ اور سفید ہونے کے چاندی کے یا شیشے کا نقص جو ٹوٹ جانا ہے وہ ان میں موجود نہیں گویا وہ چاندی کے ہیں اور چاندی کا نقص جو شفاف نہ ہونا ہے وہ ان میں نہیں گویا شیشے کے ہیں اور اصل میں نعمائے بہشت کی کمال خوبی اور بے عیب اور خالی از نقص ہونیکا ذکر ان آیات میں ہے دھوپ اور سردی دونوں کا وہاں نہ ہونا بھی اسی کمال کیطرف اشارہ کرتا ہے اور اس دنیا کی زندگی میں بلحاظ اخلاق انسان کامل کا یہی نقشہ ہوتا ہے اس میں نہ حدت ہوتی ہے نہ سردمہری وہ آئینہ کی طرح صاف بھی ہوتا ہے اور چاندی کیطرح بے عیب بھی اور قدروھا تقدیرا میں بتایا کہ انہوں نے خود ہی اسکا اندازہ کیا ہے جس میں انکے اخلاق اور اعمال حسنہ کیطرف اشارہ ہے قدروھا باعمالھم الصالحۃ (ر)

زنجبیل

۳۵۰۷ زنجبیل۔ سونٹھ کو کہتے ہیں اور عرب کے نزدیک وہ نہایت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے (ل) +

سلسبیل

سلسبیل سہل۔ لذیذ۔ تیزی سے چلنے والا اور بعض نے اسے سل اور سبیل سے مرکب کہا ہے اور بعض کے نزدیک ہر تیز جاری چشمہ کو کہتے ہیں (غ)

کاس زنجبیلی

بہشت میں کیا نعمتیں ہونگی ان سب کا ذکر بالتفصیل تو کہیں نہیں آیا جن چند چیزوں کا ذکر کیا ہے وہ کسی خاص غرض کیلئے ہے پہلے ایک کاس کا ذکر کیا تھا جس کی ملونی کافور ہے یہاں ایک کاس کا ذکر ہے جس کی ملونی سونٹھ ہے وہاں اس قوت کیطرف اشارہ تھا جو بدیوں کو دباتی ہے یہاں اس قوت کیطرف اشارہ ہے جو عمل کی طاقت پیدا کرتی ہے کیونکہ زنجبیل کا خاصہ یہی ہے کہ وہ قوت دیتی ہے گویا دوسرے روحانی مرتبہ کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے کہ جب بدی کی قوت دب جاتی ہے تب نیکی کی قوت میں زبردست تحریک پیدا ہوتی ہے اور درحقیقت روحانی ترقی کے یہ دو ہی مدارج ہیں اول بدی کا دبانا دوسرا نیکیوں اور طاعات میں ترقی کرنا ان دونوں کاسوں میں ان ہی دو حالتوں کیطرف اشارہ ہے +

۲۱ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ

ان کے اوپر سبز باریک ریشم اور موٹے ریشم کے کپڑے ہونگے اور وہ چاندی کے کنگن پہنے ہوئے ہونگے اور ان کا رب انہیں

۲۲، ۲۳ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاۗءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا

پاک کرنیوالی پینے کی چیز پلائیگا ۳۵۰۸ یہ تمہارے لئے بدلہ ہے اور تمہاری کوشش کی قدر ہوگی ہمیں نے تجھ پر قرآن کو

ع ۹/۲۰

۲۴ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝

تھوڑا تھوڑا کرکے اُتارا ہے سو اپنے رب کے حکم کیلئے صبر کر اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی اطاعت نہ کر

۲۵، ۲۶ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا

اور اپنے رب کا نام صبح اور شام یاد کر اور رات کے کچھ حصے میں اس کے آگے سجدہ کر اور لمبی رات

۲۷، ۲۸ طَوِيْلًا ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَاۗءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ۝

اسکی تسبیح کر یہ لوگ جلد ملنے والے نفع سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے ایک بھاری دن کو چھوڑتے ہیں

۲۹ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝ اِنَّ هٰذِهٖ

ہم نے انہیں پیدا کیا اور انکی بناوٹ کو مضبوط بنایا اور جب ہم چاہینگے توان کی شکل بدل کر اور لے آئینگے ۳۵۰۹ یہ

۳۰ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاۗءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

نصیحت ہے سو جو کوئی چاہے اپنے رب کیطرف رستہ اختیار کرے اور تم نہیں چاہتے سوائے اسکے کہ اللہ چاہے اللہ جاننے والا

۳۱ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝

حکمت والا ہے ۳۵۱۰ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کیلئے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے

عالی — ۳۵۰۸ عالی یعنی یعلو سے عالٍ ہے اور علی یعلی سے علی اور مکانوں اور اجسام میں زیادہ استعمال علا کا ہے (غ)، اور یہاں علی کیجگہ عالی استعمال ہوا ہے

طہور — طہور۔ اصحاب شافعی کہتے ہیں کہ طہور کے معنی مُطَہِّر ہیں یعنی پاک کرنیوالا۔ گو یہ معنی بحیثیت لفظ درست نہ ہوں مگر معنی کے لحاظ سے اس تفسیر کو (غ) کیونکہ طاہر دو قسم ہے ایک وہ کہ اس کی طہارت دوسرے کو نہیں پہنچتی اور دوسرا وہ جسکی طہارت دوسرے پر اثر کرتی ہے اس معنی سے طہور پاک کرنیوالا ہوگا

اسر — ۳۵۰۹ اسر۔ اَسْر کے معنی باندھنا ہیں اور بمعنی خَلْق بھی آتا ہے اَسَرَہُ اللہ خَلَقَہ یہی معنی یہاں ہیں اور بِاَسْرِھَا میں اسر کے معنی جمیع ہیں (ل) اس رکوع میں بتایا ہے کہ حق بتدریج پھیلے گا اور ان کا بدلنا دونوں طرح ہو سکتا ہے یا ان کی جگہ دوسری قوم آجائے یا وہ خود ایک تبدیل شدہ قوم بن جائیں +

انسان کا ارادہ مشیت الٰہی کے ماتحت — ۳۵۱۰ سورۂ مدثر کے آخر پر تھا فمن شاء ذکرہ وما یذکرون الا ان یشاء اللہ اور یہاں پر ہے فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا

سورۃ المرسلٰت مکیۃ وھی خمسون اٰیۃ فیھا رکوعان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وما تشاءون الا ان یشاء اللہ دونوں جگہ پر پہلے تو یہ فرمایا کہ جو چاہے وہ اللہ کا رستہ اختیار کرے اور پھر فرمایا کہ انسان نہیں چاہتا جبتک کہ اللہ نہ چاہے۔ اور اسی سورت کی ابتدا میں فرمایا تھا کہ رستہ ہم نے دکھا دیا ہے اب جو چاہے رستہ اختیار کرے جو چاہے انکار کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو اختیار دیا گیا ہو کہ وہ چاہے خدا کی طرف آئے چاہے اس کی طرف سے پھر ارہے لیکن انسان کا یہ اختیار پھر کسی حدبندی کے ماتحت ہو اور وہ حدبندی اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو اور یہ واقعات کے بالکل مطابق ہو مثلاً انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین سے فائدہ اُٹھا کر اپنے لئے معاش کی صورت پیدا کرے اور چاہے نہ کرے۔ اس عام قاعدہ سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن پھر بھی یہ انسان کا اختیار کسی طرح پر محدود ہے۔ اور سچ یہی ہو کہ انسان کا علم۔ اس کا ارادہ۔ اس کی طاقت سب ایک حدبندی کے ماتحت ہیں۔ نہ اس کا علم غیر محدود طریق پر کام کرتا ہے نہ اس کی طاقت اور نہ اس کا ارادہ دیکھو ۳۲ دوسرے انسان کی مشیت جہانتک وحی آلٰہی کا سوال ہو یوں بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ وحی آلٰہی نہ بھیجتا تو پھر انسان وہ رستہ ہی اختیار نہ کر سکتا تھا پہلے مشیت آلٰہی ہوئی کہ وحی بھیجے تو پھر انسان کے اختیار کا سوال آیا کہ اس وحی پر چلے یا نہ چلے ما تشاءون الا ان یشاء اللہ یوں بھی سچ ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت فی الحقیقت بعض افعال پر بعض نتائج مترتب کرتی ہے وہ حق ہو اس کی ہر بات حکمت اور مصلحت کے ماتحت ہے گو انسان کو معلوم نہ ہو یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء میں مشیت اسی قانون کے رنگ میں کام کرتی ہو جس کا ذکر قرآن کریم میں بکثرت ہو کہ اعمال صالحہ کا نتیجہ مغفرت ہے اور اعمال بد کا نتیجہ عذاب۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جو ہماری نظر میں ایک وقت عمل صالح ہو وہ کسی باریک ہماری نظروں سے مخفی وجہ کے سبب سے خدا کی نظر میں عمل بد ہو جیسے ریاکاری کے اعمال یا جیسے وہ اعمال جن میں کبر مل جائے اسی طرح ایک شخص جب ذکر کی طرف کان نہیں دھرتا تو مشیت آلٰہی کا یہ تقاضا ہو کہ اس کو ذکر و ہدایت سے محروم کردے +

ترتیب سورت — اس سورت کا نام المرسلٰت ہو اور اس میں دو رکوع اور پچاس آیتیں ہیں۔ مرسلات سے مراد رسولوں کی جماعتیں ہیں۔ اور اس سورت میں بتایا ہے کہ رسولوں کی تکذیب کا ثمرہ کیا ملتا ہو پچھلی سورت میں انسان کی ان ترقیات روحانی کا ذکر تھا جو رسول کے نفخ روح سے پیدا ہوتی ہیں اور اس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس نئی زندگی کو قبول نہیں کرتے بلکہ تکذیب رسل سے حق کا نام بھی مٹانا چاہتے ہیں +

بخاری مسلم وغیرہما میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ ہم غار منی میں تھے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سورۃ مرسلات نازل ہوئی اور آپ پڑھتے تھے اور میں آپ کے منہ سے اسے لے رہا تھا پس یہ سورت مکی ہے اور ابتدائی زمانہ کی ہے +

ع ۱ / ۲۱

۱ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ ۲ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ ۳ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ ۴ فَالْفٰرِقٰتِ

گواہ ہیں نیکی پھیلانے کیلئے بھیجی ہوئی پھر خس وخاشاک کو اڑا دینے والی (جماعتیں) اور دور دور پھیلا دینے والی پھر الگ الگ

فَرْقًا ۙ ۵ فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا ۙ ۶ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ ۷ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ

کر دینے والی پھر نصیحت کو پیش کرنیوالی (جماعتیں) ۳۵۱۱ گناہ کے مٹانے کو یا ڈرانے کو ۳۵۱۲ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ ضرور ہو کر رہیگا

عُرف

۳۵۱۱ عرف ۔ عُرف کے معنی وہی ہیں جو معروف کے معنی ہیں وامر بالعرف (الاعرافؔ ۔۱۹۹) +

بعض رسولوں اور مومنین کے حالات سے شہادت

مرسلات کے بارے میں تین قول ہیں یعنی ہوائیں یا فرشتے یا رسول ۔ عاصفات کے بارے میں ایک ہی قول ہے یعنی ہوائیں ۔ ناشرات کے بارے میں تین قول ہیں ۔ ہوائیں ۔ بارش ۔ فرشتے ۔ فارقات کے بارے میں دو قول ہیں ۔ فرشتے ۔ قرآن کریم ملقیات سے مراد فرشتے لئے گئے ہیں (ج) اور بعض کے نزدیک پہلی دو ملائکہ کی جماعتیں ہیں اور پچھلی تین قرآن کریم کی صفات ہیں (ر) فرشتے یا رسول یا قرآن اگر مطلب ہو تو مراد ایسی جماعتیں ہونگی ۔ اور جواب قسم ہے کہ جو وعدہ دیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گا ۔ پس مراد ایسی جماعتیں ہو سکتی ہیں جو وعدۂ الٰہی کے وقوع پر بطور گواہ ہوں ۔ ہوائیں یا بارش بھی ایک باریک رنگ میں یہ دلالت کرتی ہیں لیکن جیسا کہ آگے بالتصریح مذکور ہے الم نھلک الاولین یعنی پہلوں کی ہلاکت کا ذکر ہے اور پھر یوم الفصل کا ذکر ہے اور ویل یومئذ للمکذبین کو دوہرایا ہے تو یہ تمام باتیں ایک قطعی شہادت ہیں کہ والمرسلٰت میں مراد رسولوں کی جماعتیں ہیں یعنی جس قدر رسول گزر چکے ان سب کی زندگیاں اس بات پر شاہد ہیں کہ مکذب ہلاک کئے جاتے ہیں انما توعدون لواقع اور رسول ہی مرسلات عرفاً ہوتے ہیں جو معروف کو لے کر آتے اور معروف کو دنیا میں پھیلاتے ہیں اور دوسری صفت ان کی یہ بیان کی ہے کہ وہ عصف کو یعنی وہ چھلکا یا پتے وغیرہ جو چورا ہو جاتے ہیں جنہیں بالفاظ دیگر خس وخاشاک کہنا چاہئے اس کو اڑا دیتے ہیں کیونکہ جب حق آتا ہے تو باطل چلا جاتا ہے اور اس میں اشارہ ان لوگوں کی ہلاکت کیطرف بھی ہے جو زندگی سے محروم یعنی مردہ اور اخلاق کے لحاظ سے خس وخاشاک کے حکم میں ہوتے ہیں اور باطل کو بھی خس وخاشاک سے مثال دی جاتی ہے ۔ پس یہ دونوں رسولوں کی صفات ہیں اور اس کے بعد بجائے فا کے واؤ سے شروع کیا یعنی والناشرات نشرا ۔ تو یہ گویا اور قسم کی جماعتیں ہیں جو رسولوں کے ساتھ مل کر حق کو دور دور پہنچا دیتی ہیں اور ان ناشرات یعنی حق کو پھیلانے والی جماعتوں کی دو صفات بیان کیں ۔ ایک یہ کہ وہ فارقات ہیں یعنی اپنے اعمال کے لحاظ سے حق و باطل میں فرق کرنے والی ہوتی ہیں اور ان کی زندگیاں حق و باطل میں فرق کا ایک نمونہ بن جاتی ہیں اور دوسرے یہ کہ وہ ذکر کو لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہیں یعنی ان کا کام بھی یہی ہوتا ہے کہ جو بات رسولوں پر نازل ہوئی اسے دوسرے لوگوں تک پہنچا دیں گویا ان پانچ آیتوں میں رسولوں اور ان کے ساتھیوں کی زندگیوں کو بطور شہادت پیش کیا ہے اور ساتھ ہی گویا رسول کریم صلعم اور آپکے صحابہ کی زندگیوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ وہی کام کر رہے ہیں جو رسول اور انکے ساتھی دنیا میں کیا کرتے تھے +

۳۵۱۲ عذراً اَوْ نذراً ۔ یہ دونوں مصدر ہیں ۔ عذراً عَذَرَ سے گناہ کی نجاست کو دور کیا دیکھو ۳۱۶ اور نذراً یعنی ڈرانے کے لئے ۔ گویا ان کا وہ ذکر پہنچانا دو غرضوں کے لئے ہوتا ہے بعض سے گناہ کی نجاست کو دور کر دیتے ہیں اور بعض کو ڈراتے ہیں کہ اگر وہ بدی اور حق کی مخالفت پر اصرار کرینگے تو ہلاک ہو جائینگے +

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ ۹ ۱۰ ۱۱

پس جب تاروں کی روشنی جاتی رہے اور جب آسمان پھٹ جائے اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں اور جب رسولوں کا وقت

اُقِّتَتْ ۝ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵

مقرر آجائے ۳۵۱۳ کس دن کیلئے اجل مقرر کی گئی ہے فیصلہ کے دن کیلئے اور تجھے کیا معلوم ہے فیصلہ کا دن کیسا ہے اس دن جھٹلانیوالوں کیلئے

لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ۝ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ۝ ۱۶ ۱۷ ۱۸

افسوس ہے کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا پھر ہم پچھلوں کو انکے پیچھے بھیجینگے ۳۵۱۴ اسی طرح ہم مجرموں سے سلوک کرتے ہیں

وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ ۱۹ ۲۰ ۲۱

اسدن جھٹلانیوالوں کیلئے افسوس ہے کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں

مَّكِیْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ ۲۲ ۲۳

رکھا ایک مقرر اندازہ تک سو ہم اندازہ کرتے ہیں تو کیا ہی اچھا ہم اندازہ کرنے والے ہیں

فرج

۳۵۱۳ فرجت۔ فُرُج دو چیزوں کے درمیان شق ہے۔ اور فرجت کے معنی ہیں انشقت (غ)۔

وقت۔ وقّت

اقتت۔ وَقْت غایت زمانہ ہے جو کسی عمل کے لئے مقرر کیا گیا ہو وَقَّتُّ کذا اس کے لئے میں نے وقت مقرر کیا کتٰبًا موقوتا (النسآء ۴-۱۰۳) (غ) اور وُقِّتَ الشیءُ کے معنی ہیں اس کی حد بیان کر دی اور توقیت تحدید اوقات ہے (ل) اور یہاں یوں بھی معنی کئے گئے ہیں بلغت میقاتہا الذی کانت تنتظرہ (ر) یعنی اس وقت مقرر کو پہنچ گئے جس کا انتظار کرتے تھے۔

شمس نجوم وغیرہ سے مراد

یہ چاروں باتیں اس وعدہ عذاب پر بھی صادق آتی ہیں جو مخالفین حق کو اس دنیا کے متعلق دیا گیا تھا۔ اور آخرت پر بھی اور ستاروں کی روشنی جاتے رہنے سے اور آسمان کے پھٹنے سے اور پہاڑوں کے اڑنے سے بلحاظ قیامت تو معنی ظاہر ہیں اور اس دنیا کے وعدے کے لحاظ سے مراد رات کی تاریکی کا دور ہونا اور آسمان کا روشنی سے پھٹ پڑنا اور مخالفت کا اڑ جانا ہوگا اور رسولوں کے وقت مقرر کا آجانا ایک صورت میں قیامت اور دوسری صورت میں باطل کی شکست ہے اور یا اشارہ آخری رسول کے آنے کی طرف ہے جس کی پیشگوئی سب نبیوں نے کی تھی۔

۳۵۱۴ آخرین سے مراد یہاں آخری رسول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہیں۔ خواہ وہ سامنے موجود ہوں یا پیچھے آنے والے مطلب یہ ہے کہ سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ ہوتا رہے گا اور مفسرین نے اہل مکہ مراد لئے ہیں۔ مگر دیکھو ۳۵۱۷ یہاں مراد آخرین سے بالخصوص پچھلے زمانہ کے لوگ ہیں۔ یعنی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پچھلے زمانہ میں آنے والے ہیں۔

۲۴ ۲۵ ۲۶ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۙ وَّجَعَلْنَا

اس دن جھٹلانے والوں کیلئے افسوس ہے کیا ہم نے زمین کو سمیٹ لینے والی نہیں بنایا (کیا) زندوں کو اور (کیا) مردوں کو اور اس میں بڑے

۲۷ ۲۸ ۲۹ فِيْهَا رَوَاسِىَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۙ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○ اِنْطَلِقُوْٓا

بڑے اونچے پہاڑ بنائے اور تمہیں میٹھا پانی پلایا ۳۵۱۶ اس دن جھٹلانے والوں کیلئے افسوس ہے اسکی طرف چلو

۳۰ ۳۱ اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ○ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِىْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ○ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِىْ مِنَ

جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے تین شاخوں والے سائے کی طرف چلو نہ سایہ دینے والا اور نہ شعلہ سے

۳۲ ۳۳ ۳۴ اللَّهَبِ ۗ اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۚ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۗ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○

بچاتا ہے وہ چنگاریاں پھینکتا ہے جیسے محل گویا وہ زرد اونٹ ہیں ۳۵۱۸ اس دن جھٹلانیوالوں کیلئے افسوس ہے

۳۵ ۳۶ ۳۷ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ○ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ○ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○

یہ وہ دن ہے کہ وہ بات نہ کرینگے اور نہ انہیں اجازت دیجائے گی کہ عذر پیش کریں اس دن جھٹلانیوالوں کیلئے افسوس ہے

کفت ۔ کفات

۳۵۱۵ کفاتا ۔ کفت کے معنی قبض یعنی لینا اور جمع یعنی اکٹھا کر لینا ہیں اور زمین کو کفات کہنے سے مراد ہے کہ سب لوگوں کو جمع کئے ہوئے ہے خواہ مردے ہوں خواہ زندے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ وہ زندوں کو اپنے ساتھ لگائے ہوئے ہے (یعنی اپنی طرف کھینچے ہوئے) جیسے انسان حیوان وغیرہ اور مردوں کو جیسے جمادات اور کفات نہایت تیز چلنے کو بھی کہتے ہیں اور کفت سخت چلانے کو بھی کہتے ہیں (غ) تو یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ زمین کو ایسا بنایا کہ تمام چیزیں اس کی طرف کھچی رہتی اور اس کے ساتھ لگی رہتی ہیں علاوہ ازیں اسکی کشش ثقل کی طرف اشارہ ہے اور یوں بھی کہ احیاء و اموات کو ساتھ لئے تیز چلتی رہتی ہے دونوں صورتوں میں یہ بھی قرآن کریم کے ان انکشافات علمی کی ایک مثال ہے جنکا اس کے نزول کے وقت دنیا کو علم نہ تھا ✦

شمخ ۔ شامخ

۳۵۱۶ شٰمخٰت ۔ شمخ الجبل پہاڑ بہت بلند ہوا اور شامخ بہت اونچے پہاڑ کو کہتے ہیں اور متکبر کو بھی شامخ کہتے ہیں (ل) ✦

ظِلّ

۳۵۱۷ ظِلّ ۔ ہر ایک ڈھانک لینے والی چیز کو بھی کہا جاتا ہے خواہ وہ محمود ہو یا مذموم جیسے یہاں اور ظل من یحموم (الواقعۃ ۴۳) یہ مذموم ہے (غ) ✦

شُعبۃ

شُعَب ۔ شُعبۃ کی جمع ہے اور شِعب کی جمع شُعوب ہے دیکھو ۳۱۲۲ اور تنہ کا شعبۃ شاخ ہے اور شاخ کا شعبۃ اس کی اطراف ہیں اور اس میں افتراق کے معنی کی طرف رجوع ہے اور شُعبۃ ہر شے سے ایک ٹکڑا یا طائفہ ہے جیسے الحیاء شعبۃ من الایمان (ل) ✦

لَھَب

لَھَب ۔ آگ کا جل اٹھنا یا شعلہ مارنا ہے اور لَھِیب شعلہ ہے اور دھوئیں اور غبار کو بھی لھب کہا جاتا ہے (غ)

شَرار ۔ واحد شَرارۃ ہے اور شَرار النار وہ چیز ہے جو آگ میں سے اڑتی ہے یعنی چنگاریاں کیونکہ ان سے شر پہنچتی ہے (غ)

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝ وَيْلٌ ۳۸ ۳۹ ۴۰

یہ فیصلے کا دن ہی ہے تمہیں اور پہلوں کو اکٹھا کیا ۳۵۱۸ سو اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو تو میرے خلاف کر لو اس دن

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ ع اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ كُلُوْا ۴۱ ۴۲ ۴۳

جھٹلانیوالوں کیلئے افسوس ہے متقی سایوں اور چشموں میں ہیں اور پھلوں میں جن کو وہ چاہیں خوشگواری سے

وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ ۴۴ ۴۵

کھاؤ اور پیو اس کا بدلہ جو تم کرتے تھے اسیطرح ہم نیکی کرنیوالوں کو بدلہ دیتے ہیں اسدن جھٹلانیوالوں کیلئے افسوس ہے

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ۴۶ ۴۷ ۴۸

کھاؤ اور تھوڑا فائدہ اٹھالو کیونکہ تم مجرم ہو اسدن جھٹلانیوالوں کیلئے افسوس ہے اور جب انہیں کہا جاتا ہے

ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ ع ۴۹ ۵۰

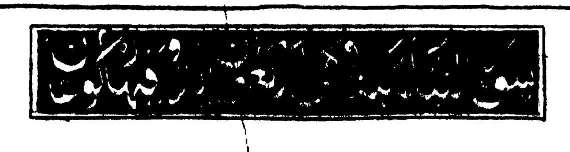
جھک جاؤ جھکتے نہیں اسدن جھٹلانے والوں کیلئے افسوس ہے سو اسکے بعد کس بات پر ایمان لائینگے۔

قصر قصر۔ بخاری میں ہے کہ ابن عباس نے اس لفظ کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم تین تین ہاتھ کی یا اس سے کم جلانے کی لکڑیاں جاڑوں میں جلانے کے لئے رکھ چھوڑتے تھے انہیں قصر کہتے تھے اور قصر محل کو بھی کہتے ہیں اور ابن جریر کہتے ہیں کہ زبان عربی میں اونٹوں کو محلوں سے تشبیہ دیجاتی ہے +

پرستاران صلیب کیلئے خطاب حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ صلیب کے پرستاروں کو کہا جائے گا (ر) اور تین شاخوں والے سائے کا ذکر تثلیث کا عقیدہ رکھنے والی قوم کے لئے موزوں بھی ہے۔ اور یہاں ظل کو تین شاخوں والا کہاہے اور فی الحقیقت تو وہ سایہ نہیں بلکہ کوئی عذاب ہے جو مکذبین حق کو ڈھانک لیتاہے پس اس کی تین شاخوں سے مراد اس کے اندر تین قسم کی تکلیف ہے اور ان تین شاخوں کا ذکر بھی خود قرآن کریم نے کر دیا ہے۔ ظل کے لئے دیکھو ۶۷۶ اس کے تین معنی ہیں سایہ۔ حفاظت

تین شاخوں والا سایہ آسایش تو تین شاخوں کے ذکر میں انہی تین باتوں کی نفی کی ہے چنانچہ اول فرمایا کہ وہ ظلیل نہیں یعنی سایہ کا کام نہیں دیتا نہ اس میں کوئی ٹھنڈک ہے اور حفاظت کے معنی کے مقابل پر فرمایا کہ وہ آگ سے بھی نہیں بچاتا یعنی حفاظت کا کام نہیں دیتا اور آسایش کے معنی کے مقابل پر فرمایا کہ اس سے شرارے نکلتے ہیں اور ان کو محلوں سے اور زرد اونٹوں سے تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ بھی بلحاظ ان شراروں کی جسامت اور ان کے رنگ کے صحیح ہے اور ان لفظوں کے اختیار کرنے میں یہ اشارہ بھی ہے کہ وہ آسایش جو وہ محلات میں چاہتے تھے اب شراروں کے رنگ میں وہی محلات ان کے دکھ کا موجب ہیں اور وہ دولت جو وہ اونٹوں میں خیال کرتے تھے اسی سے انہیں عذاب ملے گا +

۳۵۱۸ قیامت کے دن تو سب اکٹھے ہونگے۔ مگر اس دنیا میں بھی ایک یوم الفصل آتا ہے جب حق و باطل الگ الگ ہو جاتے ہیں اس دن پہلوں اور پچھلوں کا اکٹھا کرنا بلحاظ سزا کے ہے یعنی ذلت و عذاب میں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں +



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ كَلَّا

کس (بات) کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں بڑی بھاری خبر کے متعلق جس کے بارے میں وہ اختلاف کر رہے ہیں ۳۵۱۹ یوں نہیں

سَيَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝

یہ جان لینگے ہاں یوں نہیں یہ جان لینگے کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا اور پہاڑوں کو میخیں ۳۵۲۰

وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝

اور ہم نے تمہیں جوڑے جوڑے پیدا کیا اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام (کا موجب) بنایا اور ہم نے رات کو پردہ بنایا اور دن کو ہم نے معاش کیلئے بنایا

تمہید سورت — اس سورت کا نام النبا ہے اور اس میں دو رکوع اور چالیس آیتیں ہیں۔ النبأ اس خبر کو کہتے ہیں جس سے عظیم الشان فائدہ حاصل ہو۔ اور یہاں اس لفظ میں اشارہ اسی یوم الفصل کی طرف ہے جس کا ذکر پچھلی سورت میں تھا اور یہ یہاں صراحت سے بیان بھی کر دیا ہے۔ یوں پچھلی سورت کے مضمون کو جاری رکھا ہے۔ یہ سورت بھی ابتدائی مکی زمانہ کی ہے +

نبا عظیم — ۳۵۱۹ النبأ العظیم سے مراد قرآن یا امر نبوت بھی لیا گیا ہے اور بعث بعد الموت بھی اور کفار کا باہم اختلاف قرآن کے متعلق ہی تھا کہ یہ کیسا کلام ہے کوئی اسے سحر کہتا تھا کوئی شعر۔ کوئی افترا۔ کوئی پریشان خوابیں۔ کوئی کاہن کا قول۔ مگر اختلاف سے مراد آنحضرت صلعم سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے یعنی آپ کی مخالفت نبأ عظیم وہی یوم الفصل ہے جس کا ذکر پچھلی سورت میں بھی تھا اور آگے بھی آتا ہے اور آگے کلا اسی مخالفت پر زجر کے طور پر ہے +

۳۵۲۰ زمین کو مہاد کہا ہے یعنی تیار کی ہوئی جگہ یا وہ جگہ جس پر پھرا جاتا ہے (غ) اور پہاڑوں کو میخوں سے تشبیہ دی ہے (اوتاد کے لئے دیکھو ۲۸۲۶) اس لئے کہ وہ ظاہر صورت میں سطح زمین پر میخوں کی طرح ہیں اور پہاڑوں کے ساتھ ہی اس کی ابتدائی حالت تزلزل کا خاتمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں مختلف چیزوں کے وجود میں اپنی حکمت کا بیان کیا ہے حتیٰ کہ دن اور رات بھی اپنی اپنی جگہ کام دیتے ہیں اور نیند کو سبات کہا ہے اسکے قریب لفظ الفرقان ۲۵-۴۷ میں ہیں مگر وہاں دن کو نشورا کہا ہے اور یہاں معاشا اور نشور کے لفظ میں جی اٹھنے کی طرف اشارہ کر کے بتایا ہے کہ موت نیند کی طرح ہے اور اس نیند کے بعد ضرور ہے کہ پھر دن آئے اور وہی قیامت یا جی اٹھنا ہے +

وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ ۱۲ ۱۳ ۱۴

اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے اور ہم نے سورج کو روشنی اور گرمی دینے والا بنایا ۳۵۲۱ اور ہم بادلوں سے

الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝ اِنَّ ۱۵ ۱۶ ۱۷

زور سے برستا ہوا پانی اتارتے ہیں ۳۵۲۲ تاکہ ہم اسکے ساتھ دانہ اور سبزی نکالیں اور گھنے باغ ان

يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝ وَّ ۱۸ ۱۹

فیصلہ کا دن وقت مقرر ہے جس دن صور میں پھونکا جائیگا تو تم فوج فوج ہو کر آؤ گے اور

فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ ۲۰

آسمان کھولا جائیگا سو دروازے ہو جائینگے اور پہاڑ اڑائے جائینگے سو وہ بے حقیقت ہو جائینگے ۳۵۲۳

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۝ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۝ ۲۱ ۲۲ ۲۳

دوزخ انتظار میں ہے وہی سرکشوں کا ٹھکانا ہے اس میں برسوں رہینگے

وہاج

۳۵۲۱ وہاج۔ وَہَجَ آگ سے روشنی اور گرمی کا حاصل ہونا ہے۔ اسی سے وہاج روشنی دینے والا ہے (غ)، یا روشنی اور گرمی پہنچانے والا ٭

معصرات

۳۵۲۲ معصرات۔ مُعْصِر وہ بادل ہے جو مینہ برسانے کے قریب ہو اور ابن عباس نے معصرات ہواؤں کو کہا ہے اور بعض نے خود بارشوں کو (ل) ٭

ثجاج

ثجاج۔ ثَجّ بہت بہانا یا بہت پانی کا بہانا ہے اور مَطَرٌ ثَجَّاجٌ زور سے برسنے والی بارش ہے ٭

نظام شمسی

سبعًا شدادًا نظام شمسی کے سات سیارے ہیں علاوہ زمین کے۔ اور اس کا ذکر کرکے پھر سورج کا ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی طرف توجہ دلائی کہ کس طرح ایک چیز دوسری سے وابستہ ہے سورج کی گرمی مینہ برسانے کا موجب ہے اس لئے کہ سورج کی گرمی سے سمندروں کا پانی بخارات کی صورت میں منتقل ہوتا ہے اور تب پانی برستا ہے پھر پانی سے سبزیاں نکلتی ہیں اور باغوں کے باغ بن جاتے ہیں اس لئے سب باتوں کا نتیجہ فرمایا کہ یوم الفصل بھی ایک وقت مقرر ہے چھ سو سال کی گرمی نے زمین کے بخارات کو اٹھا کر ابر رحمت محمد رسول اللہ صلعم کی صورت میں برسایا اور اس سے مردہ دلوں میں باغات بنا دیئے ٭

عذاب دنیا کا نقشہ عذاب آخرت کے رنگ میں

۳۵۲۳ یہ دوسری حالت کا نقشہ کھینچا ہے یعنی یوم الفصل کا۔ سورت کے آخر پر انا انذرنکم عذابًا قریبًا صاف بتاتا ہے کہ ان آیات میں عذاب دنیوی کا بھی ذکر ہے جو عذاب قیامت کا پیش خیمہ ہے۔ تو اس صورت میں فوج فوج ہو کر آنا یدخلون فی دین اللہ افواجا کا مصداق ہے اور آسمان کا کھولا جانا یوم تشقق السماء بالغمام (الفرقان ۲۵۔ ۲۵) کا مصداق ہے اور پہاڑوں کے اڑائے جانے پر دیکھو ۱۶۲۳ ٭

۲۴ لَا یَذُوۡقُوۡنَ فِیۡہَا بَرۡدًا وَّ لَا شَرَابًا ۲۵ اِلَّا حَمِیۡمًا وَّ غَسَّاقًا ۲۶ جَزَآءً وِّفَاقًا ۳۵۲۴

نہ اس میں راحت پائینگے اور نہ پینے کی چیز صرف اُبلتا پانی اور شدت کا ٹھنڈا بدلہ موافق (اعمال کے)

۲۷ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا لَا یَرۡجُوۡنَ حِسَابًا ۲۸ وَّ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا کِذَّابًا ۲۹ وَ کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ

کیونکہ وہ حساب کی اُمید نہ رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو جھوٹ قرار دیتے ہوئے جھٹلاتے تھے ۳۵۲۵ اور ہر چیز کو ہم نے کتاب میں

۳۰ کِتٰبًا ۳۰ فَذُوۡقُوۡا فَلَنۡ نَّزِیۡدَکُمۡ اِلَّا عَذَابًا ۳۱ اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ مَفَازًا ۳۲ حَدَآئِقَ

محفوظ کر لیا سو چکھو ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے جائینگے ۳۵۲۶ متقیوں کے لئے کامیابی ہے باغ

۳۳ وَّ اَعۡنَابًا ۳۴ وَّ کَوَاعِبَ اَتۡرَابًا ۳۵ وَّ کَاۡسًا دِہَاقًا ۳۵ لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡہَا لَغۡوًا وَّ لَا کِذّٰبًا

اور انگور اور نوجوان ہمعمر اور پاک پیالے ۳۵۲۷ وہ اس میں لغو نہیں سنیں گے اور نہ جھٹلانا

۳۶ جَزَآءً مِّنۡ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا ۳۷ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا الرَّحۡمٰنِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ مِنۡہُ

تیرے رب کیطرف سے بدلہ عطائے کافی ۳۵۲۸ آسمانوں اور زمین کا رب اور جو انکے درمیان ہے بے انتہا رحم والا وہ اس سے کوئی بات

جزا کا مطابق اعمال ہونا

۳۵۲۴ غساق ۔ دیکھو ۲۸۵۴ وفاق ۔ دیکھو ۷۵۴ جزاءً وفاقاً ایک اصول عذاب کے معاملہ میں قایم کرتا ہے عذاب میں ایک طرف حمیم یعنی اُبلتا ہوا پانی ہو دوسری طرف غساق یا شدت کا ٹھنڈا یہ حقوق میں افراط و تفریط کا نتیجہ ہے یا نفرت و محبت میں حد سے نکل جانے کا نتیجہ اور پہلی آیت میں برد کے لئے دیکھو ۲۳۳۷ کہ مراد اس سے راحت کی زندگی ہے

کِذّاب

۳۵۲۵ کذابا ۔ کذّاب اور تکذیب کے ایک ہی معنی ہیں اور آیت ۳۵ میں لا یسمعون فیہا لغوا ولا کذابا میں یہی معنی ہیں یعنی وہ ایک دوسرے کو نہیں جھٹلا ئینگے اور نفی تکذیب سے نفی کذب خود لازم آتی ہے (غ) +

۳۵۲۶ یہ بھی جزائے وفاق کے طور پر ہی ہے جس طرح مجرم ایک گناہ کرکے اس پر بڑھاتا چلا گیا اسی طرح عذاب اسپر بڑھتا چلا جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے اور پر احقاب کا لفظ لا کر صاف بتا دیا ہے کہ یہ ایک مدت معینہ ہے دیکھو ۱۹۳۶ و ۱۵۰۶ +

کاعب

۳۵۲۷ کواعب ۔ کاعب کی جمع ہے اور جاریۃ کاعب اس لڑکی کو کہا جاتا ہے جس پر جوانی کا اُبھار آگیا ہو (ل) +

دہاق

دھاق ۔ ادھاق پیالے کا اوپر تک بھرنا ہے اور دھاق کے معنی بھرا ہوا بھی ہیں اور صافی بھی (ل) +

حساب

۳۵۲۸ حساب ۔ یہاں بمعنی کافی ہے کیونکہ حَسۡبِیۡ کذا کے معنی ہیں وہ شے مجھے کافی ہے اور عمل بھی مراد لیا گیا ہے کیونکہ منتہائے عمل حساب ہے (غ) +

۳۵۲۹ لا یملکون منہ خطابا ۔ منہ خطاب کے لئے بیان مقدم ہے یعنی کسی قسم کا خطاب کرنے کا اختیار نہیں رکھتے +

خِطَابًا ۝ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙۗ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ ۳۸

اختیار نہیں کھتے نوٹ ۳۵۲۹ جس دن روح اور فرشتے صف باندھکر کھڑے ہونگے وہ کوئی بات نہ کرسکینگے سوائے اسکے

اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ ۳۹

جسے رحمان اجازت دے اور وہ درست بات کہے نوٹ ۳۵۳۰ یہ دن حق ہے سو جو کوئی چاہے

اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚۖ يَّوْمَ يَنْظُرُ ۴۰

اپنے رب کیطرف ٹھکانا بنائے ہم تمہیں ایک قریب عذاب سے ڈراتے ہیں جس دن انسان وہ

الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝

دیکھ لیگا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوتا نوٹ ۳۵۳۱

صواب

نوٹ ۳۵۳۰ صواب۔ ایک شے کے اپنے نفس کے اعتبار کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے جب کوئی شے بروئے عقل و شریعت پسندیدہ اور محمود ہو تو اسے صواب کہا جاتا ہے۔ اور صواب یہ بھی ہوتا ہے کہ اپنے مقصود کو پالے خواہ مذموم ہو یا محمود (غ) اسکے لئے دیکھو نوٹ ۲۸۴۲ یہاں پہلے معنی مراد ہیں +

فرشتوں اور روح کا قیام

فرشتوں اور روح کے کھڑا ہونے پر دیکھو نوٹ ۳۴۲۵ اور بیہقی کی روایت میں الاسماء والصفات میں ابن عباس سے ہے کہ الروح سے مراد ارواح الناس ہیں (د) اور جیسا کہ نوٹ مذکور میں دکھایا گیا ہے اصل مراد مومنین کے ارواح ہیں اور فرشتوں کا ان کے ساتھ کھڑا ہونا اسی طرح ہے جس طرح جن و شیاطین بدکاروں کے ساتھ حاضر کئے جائینگے +

نوٹ ۳۵۳۱ عذابًا قریبًا سے مراد عذاب آخرت بھی لیا گیا ہے اور اس کا قرب اس کے تحقق کے لحاظ سے ہے اور قتادہ کے نزدیک یہ گناہ کی پاداش ہے جو قریب تر ہے اور مقاتل نے یوم بدر مراد لیا ہے (د) اور ظاہر الفاظ اسی آخری معنی کو چاہتے ہیں یعنی عذاب دنیا کی طرف اشارہ ہے اور یوم ینظر المرء اس پر بھی صادق آتا ہے اسلئے کہ یہ بھی ایک رنگ نتیجہ اعمال کا ظاہر کر دیتا ہے اور کافر اس وقت بوجہ ذلت کے چاہتے ہیں کہ مر کر مٹی ہو چکے ہوتے تا اگلی سورت کا مضمون بھی اسی معنی کو چاہتا ہے +

سورۃ النّٰزعٰت مکیۃ وہی ست واربعون اٰیۃ وفیہا رکوعان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ ۲ ۳ ۴ ۵ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ وقف لازم

گواہ ہیں کھینچ کر نکال لینے والی اور خوشی سے آگے چلنے والی اور تیزی سے شغل میں لگ جانیوالی پھر سبقت کرتی ہوئی آگے بڑھ جانیوالی پھر معاملہ کی تدبیر

تمہید سورت اس سورت کا نام النّٰزعٰت ہے اور اس میں دو رکوع اور چھیالیس آیتیں ہیں نازعات کے معنی اپنے آپکو کھینچ کر نکال لینے والی جماعتیں ہیں اور اشارہ اس نام کے اختیار کرنے میں یہ ہے کہ مدارج روحانی کا یہ پہلا مرتبہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خواہشات نفسانی سے کھینچکر باہر نکال لے پھر اس کے آگے دوسرے مراتب ہیں جو انسان کو اس کے کمال روحانی تک پہنچاتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی اشارہ ہے کہ اعدائے اسلام کے لئے سزا جو آنے والی ہے تو وہ جنگوں کے رنگ میں آنے والی ہے۔ سورت ابتدائی مکی زمانہ کی ہے مضمون کا تعلق ظاہر ہے +

نزع ۳۵۳۲ نٰزعٰت۔ نَزْعٌ کے اصل معنی جذب یعنی کھینچنا اور قلع یعنی جگہ سے نکال دینا ہیں نَزَعَ الْقَوْسَ کمان کو کھینچا۔ اور انسان کے متعلق جب وہ کسی چیز سے محبت کرے اور اس کا نفس اسے اسکی طرف کھینچتا ہوا لیجائے کہا جاتا ہے یَنْزِعُ اِلَیْہِ نزاعاً۔ اور نَزَعَ الْاِنسانُ

نازع اِلٰی اَھْلِہٖ کے معنی ہیں حَنَّ واشْتاقَ یعنی اپنے اہل کیطرف آرزو کی اور مشتاق ہوا اور نُزَّاعُ الْقبائل انکے غرباء کو کہا جاتا ہے یعنی ان لوگوں کو جو ان قبائل کی پناہ میں ہیں مگر ان میں سے نہیں اور اس کا واحد نازع ہے اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا طوبٰی للغرباء اور فرمایا کہ غرباء نُزَّاع ہیں یعنی جو شخص اپنے اہل اور کنبہ سے دور ہو گیا اور غائب ہو گیا گویا نُزَّاع سے مراد مہاجرین ہیں جنہوں نے اللہ تعالٰی کیلئے اپنے وطنوں کو ترک کر دیا۔ اور نَزَعَ فِی الْقَوْسِ وتر قوس کو کھینچا اور نازع رامی یعنی تیر چلانیوالے کو کہتے ہیں (ل)

غرق غرقاً۔ غرق پانی میں ڈوبنا ہے اور قرضہ یا اور مصائب میں مبتلا ہو جانے پر بھی بولا جاتا ہے اور اَغْرَقَ النَّبْلَ کے معنی ہیں

اغراق بلغ بہ غایۃ المدّ فی القوس یعنی کمان میں جس قدر تیر کو کھینچا جا سکتا تھا کھینچا اور کہا جاتا ہے نزع فی قوسہ فاغرق۔ اور اَغْرَقَ کے معنی طَرَحَ بھی کئے گئے ہیں یعنی تیر کو شدت نزع سے بہت دور پھینکا اور یہاں غَرْق بمعنی اِغراق ہے اور حضرت علی کی حدیث میں ہے لقد اَغْرَقَ فی النَّزْعِ جس کے معنی ہیں بالغ فی الامر وانتہٰی فیہ یعنی ایک امر کو کمال کو پہنچایا اور اس کے انجام کو پہنچا (ل)

نشط نٰشطٰت۔ نَشَاط ضد کَسَل ہے نَشِطَ الانسانُ لِعَمَلٍ کیلئے اپنے نفس کو طیب بنایا یعنی خوشی سے ایک کام کو کیا۔ اور نَشَطْتُ الْحَبْلَ رسّے کو کھول دیا اور نَشَطَ الدَّلْوَ مِنَ الْبِئْرِ یعنی بغیر وقفہ کے ایک ہی دفعہ ڈول کو کنوئیں سے کھینچ لیا (ل) اور نَشْط کی تخصیص اسباب پر تنبیہ ہے کہ ان پر وہ امر سہل ہے اسلئے کہ نَشْط وہ گانٹھ ہے جس کا کھولنا آسان ہے (غ) +

نازعات ناشطات وغیرہ سے مراد مفسرین کے اقوال حسب ذیل ہیں نازعات سے مراد فرشتے ہیں جو کافر کی جان نکالتے ہیں یا موت یا ستارے جو افق سے افق کی طرف جاتے ہیں یا کمانیں۔ اور ناشطات سے مراد فرشتے ہیں جو مومن کی روح قبض کرتے ہیں یا موت یا ستارے یا رسّے اور سابحات سے مراد ستارے یا فرشتے ہیں اور سابقات سے مراد فرشتے یا موت یا گھوڑے یا ستارے ہیں۔ اور مدبرات سے مراد فرشتے ہیں

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ ۶ ۷ ۸

جس دن کانپنے والی کانپ اُٹھیگی پیچھے آنیوالی اسکے پیچھے آئے گی ۳۵۲۳ (کچھ) دل اسدن پریشانی کی حالت میں ہونگے

یا ستارے (ج) اور نازعات کی تفسیر سدی سے مروی ہے جو کہتے ہیں کہ یہ نفوس انسانی کی جماعت ہے جو موت کے ساتھ اپنے رب کی طرف نکلتی ہے۔ اور ناشطات کی تفسیر ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ وہ نفوس مومنہ ہیں جو موت کے وقت خوشی سے دوسرے عالم کی طرف انتقال کرتے ہیں اور سابقات کی تفسیر ابن مسعود سے مروی ہے جو کہتے ہیں کہ یہ وہ نفوس انسانی ہیں جو قبض کے وقت ملائکہ کی طرف سبقت کرتے ہیں (د) تو یوں یہ سب بزرگ نازعات۔ ناشطات۔ سابقات کی تفسیر نفوس انسانی سے کرتے ہیں اس لئے ان سے مراد نفوس انسانی کی ترقیات روحانی بھی لی گئی ہیں جو سلوک اور تطہیر ظاہر و باطن میں انہیں پیش آتی ہیں یعنی وہ شہوات سے اپنے آپ کو باہر نکالتے ہیں اور عالم قدس کی طرف نشاط سے چلتے ہیں اور مراتب ارتقاء میں تیرتے ہیں اور کمالات کی طرف سبقت کرتے ہیں یہانتک کہ دوسروں کی تکمیل کرنے کے اہل ہو جاتے ہیں (ر) اور نازعات سے مراد لڑنے والے ہونا بھی عطاء سے مروی ہے جو کہتے ہیں کہ یہ کمانوں کو کھینچنے والے ہیں (ر) اور باقی صفات بھی انہی کی ہو سکتی ہیں۔ اور جواب قسم یہاں محذوف ہے مگر اس کی طرف اشارہ یوم ترجف الراجفۃ میں ہے اور اگر جواب قسم حقانیت بعثت کو بھی مانا جائے تو اس میں قیامت روحانی اور قیامت کبریٰ دونوں آجائیں گی اس لئے شہادت میں مومنین کی جماعتوں کو پیش کیا ہے اور لفظ ایسے اختیار فرمائے ہیں جو ان کے ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے کمالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں یعنی ظاہری رنگ میں جنگ کیطرف اشارہ ہے۔ اور نازعات سے مراد زبردست تیر چلانے والے ہیں اور ناشطات سے مراد خوشی سے دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلنے والے اور سابحات سے مراد تیزی سے کام میں لگ جانے والے۔ اور سابقات سے مراد دشمن کی طرف سبقت کرنے والے اور مدبرات سے مراد امور جنگ و امور ملکی کی تدبیر کرنے والے۔ اور کمالات روحانی کی رو سے وہ مطلب ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور ایک اور رنگ میں ہر انسان کو توجہ دلائی ہے کہ اس کی کامیابی کا رستہ کیا ہے اس کی سب سے پہلی سیڑھی نازعات کی ہے یعنی ایک امر کے اشتیاق میں ترقی کرکے اس شوق کو کمال تک پہنچانا جو غرق کا مصداق ہے اور دوسرا مرتبہ اس کا ناشطات ہے یعنی وہ بوجھ کے رنگ میں انسان نہ اُٹھا رہا ہو بلکہ نشاط خاطر سے اس کی طرف متوجہ ہو اور تیسرا مرتبہ سابحات کا ہے یعنی جس طرح پر پانی یا ہوا میں ایک جسم تیرتا ہے کہ رکاوٹ بہت کم ہوتی ہے اسی طرح وہ عمل میں لگ جائے کیونکہ سبح کے معنی عمل میں تیزی سے گذرنا ہیں اور یہ گویا تین ضروریات ہر امر کی ہیں امر دین ہو یا امر دنیا۔ پہلا کمال اشتیاق اور محویت۔ دوسرا نشاط خاطر کا حاصل ہونا تیسرا عمل میں تیزی سے لگ جانا۔ اور باقی دو نتائج ہیں یعنی ایسے نفوس سبقت لیجاتے ہیں اور تدبیر امر کرنے کے بھی قابل ہو جاتے ہیں اور اصل غرض تو مومنوں کو توجہ دلانا ہے کہ دنیا میں خدا کا نام پھیلانے کیلئے کیا ضروریات ہیں امور دنیا ضمناً اسکے اندر آجاتے ہیں +

انسان کی ترقیات روحانی

کامیابی کا رستہ

راجفہ رادفہ مراد

۳۵۲۳ مفسرین نے ترجف الراجفۃ سے مراد نفخہ اولی اور تتبعہا الرادفۃ سے مراد نفخہ ثانیہ لیا ہے مگر آگے آتا ہے قلوب یومئذ واجفۃ ابصارہا خاشعۃ حالانکہ نفخہ ثانیہ کے ساتھ تو تباہی ہے اس وقت قلوب واجفۃ اور ابصار خاشعۃ کہاں۔ پس مراد رجف سے جنگ کے ساتھ زمین کا کانپ اُٹھنا ہے کیونکہ رجف کے اصل معنی اضطراب شدید ہیں دیکھو ۱۱۱۳ اور تتبعہا الرادفۃ میں بتایا کہ ان جنگوں کے بعد وہ عظیم الشان مصیبت ان پر آئے گی جس سے ان کے دل پریشان اور آنکھیں نیچی ہو جائیں گی یعنی ان کی ذلت اور مغلوبیت +

۹ ۱۰ ۱۱ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ وقف لازم

ان کی نظریں نیچی ہونگی — کہتے ہیں کیا ہم الٹے پاؤں لوٹائے جائینگے ۳۵۳۴ — کیا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو جائینگے ۳۵۳۵

۱۲ ۱۳ ۱۴ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ۝ وقف لازم

کہتے ہیں یہ لوٹنا نقصان والا ہے — وہ تو صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی — اور وہ زمین کے اوپر ہونگے ۳۵۳۶

۱۵ ۱۶ ۱۷ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ۝ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ اذْهَبْ إِلَىٰ وقف لازم

تجھے موسیٰ کی خبر پہنچی ہے — جب اس کے رب نے اسے وادی مقدس طویٰ میں پکارا (کہ) فرعون کیطرف

۱۸ ۱۹ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۝ فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ ۝ وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۝

جا کہ وہ حد سے نکل گیا — اور کہہ کیا تو چاہتا ہے کہ تو پاک ہو — اور میں تجھے تیرے رب کیطرف رستہ دکھاؤں سو تو ڈرے

۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ۝ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ۝ فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۝ فَقَالَ أَنَا

سو اس نے اسے بڑا نشان دکھایا — مگر اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی — پھر وہ کوشش کرتا ہوا پھر گیا — پھر لوگوں کو جمع کیا اور پکارا — اور کہا میں

۲۵ ۲۶ رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۝ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ۝

تمہارا بڑا رب ہوں — سو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کی عبرتناک سزا میں پکڑا — اس میں اس شخص کیلئے عبرت ہے جو ڈرتا ہے

حفر۔ حُفرۃ

۳۵۳۴ حافرۃ۔ حفر کے معنی کھودنا اور حُفرۃ مکان کے محفور کو یعنی کھودی ہوئی جگہ کو کہتے ہیں شفا حفرۃ من النار (آل عمران ۳ - ۱۰۲) اور گھوڑے کے سم کو حافر اسی لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی دوڑ میں جگہ کو کھودتا جاتا ہے اور لمردودون فی الحافرۃ مثال کے طور پر ہے کہ جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹایا گیا یا حافرۃ وہ زمین ہے جہاں ان کی قبریں تھیں اور مطلب یہ ہے کہ کیا ہم لوٹائے جائیں گے حالانکہ ہم قبروں میں ہیں (غ) اور عرب کہتے ہیں اتیتُ فلانا ثم رجعتُ علی حافرتی یعنی میں فلاں کے پاس گیا پھر اسی رستہ پر واپس لوٹ گیا اور حافرۃ خلقت اولیٰ یعنی پہلی پیدایش ہے۔ اور حافرۃ کسی چیز میں عود کرنا ہے یہاں تک کہ اس کا آخر اس کے اول پر لوٹایا جائے اور یہاں مراد زندگی کی طرف لوٹایا جانا ہے (ل)، اور ءانا لمردودون سے نیا کلام شروع ہوتا ہے یعنی کافر اس وقت یوں کہہ رہے ہیں +

حافرۃ

نخر۔ نخرۃ

۳۵۳۵ نخرۃ۔ نخیر ناک کی آواز کو کہتے ہیں اور نخِر العَظمُ سے مراد ہے ہڈی پرانی ہوگئی اور بوسیدہ ہوگئی یا اندر سے خالی ہوگئی اور ہوا کے ساتھ اس میں سے آواز آنے لگی اور ناخرۃ اور نخرۃ کے ایک ہی معنی ہیں (ل) +

سھر۔ ساھرۃ

۳۵۳۶ ساھرۃ۔ سَھر جاگنا ہے اور ساھرۃ وجہ الارض ہے۔ کیونکہ وہ جانداروں کے سونے اور بیداری کی جگہ ہے یا بیابان ہے (غ) +

ع ٢ / ٤

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ۞ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۞ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا ٢٧ ٢٨ ٢٩

کیا پیدائش میں تم زیادہ سخت ہو یا آسمان جسے اسے بنایا اس کی بلندی کو اونچا کیا پھر اسے ٹھیک بنایا ٣٥٣٧ اور اسکی رات کو اندھیرا بنایا

وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۞ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۞ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ۞ ٣٠ ٣١

اور اس کی روشنی نکالی ٣٥٣٨ اور زمین کو اس کے بعد پھینکا ٣٥٣٩ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارہ نکالا

وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ۞ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۞ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ ٣٢ ٣٣ ٣٤

اور پہاڑوں کو مضبوط بنایا تمہارے لئے اور تمہارے چارپایوں کیلئے سامان ہو جب غالب آنیوالی مصیبت

الْكُبْرٰى ۞ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۞ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۞ ٣٥ ٣٦

آئیگی ٣٥٣٩ جس دن انسان یاد کریگا جو اس نے کوشش کی اور دوزخ اس کیلئے ظاہر ہو جائیگا جو دیکھتا ہے

سمک — ٣٥٣٧ سمک ۔ سَمَکٌ مچھلی ہے اور سَمَکَۃ آسمان میں ایک برج کا نام ہے اور سَمْکٌ بلندی ہے (ل)

یعنی تم کیا چیز ہو ۔ وہ بلند آسمان جن کی بلندی کی انتہا کو بھی تم نہیں پا سکتے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے زیر فرمان اور اسکے قانون کے ماتحت ہیں ۔ انسان اسکی فرمانبرداری اور اس کے قانون سے کس طرح نکل سکتا ہے ۔

اغطش — ٣٥٣٨ اغطش ۔ اَغْطَشَ کے معنی ہیں تاریک بنایا ۔ اَغْطَش سے ہے جس کے معنی ہیں وہ شخص جس کی آنکھ میں ایک قسم کا اندھاپن ہے (غ) ۔

دَحْو — ٣٥٣٩ دحیٰ کے معنی ہیں اَزَالَہَا عن مُقَرِّہَا اس کی جائے قرار سے اسے ہٹایا جیسے کہتے ہیں دَحَی الْمَطَرُ الْحَصٰی مِنْ وَجْہِ الْاَرْضِ بارش نے کنکریوں کو زمین کی سطح سے ہٹا دیا (غ) ، اور دَحْو کے معنی بَسْط یعنی پھیلانا بھی ہیں اور پتھر وغیرہ کے پھینکنے پر بھی دَحْو کا لفظ بولا جاتا ہے ھُوَ یَدْحُو بِالْحَجَرِ کے معنی ہیں اس نے پتھر پھینکا (ل) ، اس لفظ کے اختیار کرنے میں ایک

زمین کیونکر بنی — عظیم الشان علمی بات کی طرف توجہ دلائی ہے جس کا علم آج دنیا کو ہوتا ہے یعنی یہ کہ زمین اصل میں کسی بڑے جرم ساوی کا ایک حصہ ہے جو اس سے الگ ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے گرد حرکت کرتا کرتا ٹھنڈا ہو گیا ۔ دحیٰ کے لفظ میں یوں علٰحدہ کرنے کی طرف اور پتھر کی طرح پھینک دینے کی طرف اشارہ ہے ۔ اور پھر بعد ذٰلک کہکر یہ بھی بتا دیا کہ زمین کا بننا بعد میں وقوع میں آیا

زمین کا پانی زمین سے نکلا — اور پھر اگلی آیت میں ایک اور علمی انکشاف کی طرف توجہ دلائی ہے یعنی یہ کہ پانی اور چارہ یعنی سبزیاں وغیرہ جو اس زمین پر ہیں وہ اسی زمین سے نکالے اور یہی آج علمی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اول زمین پر پانی الگ ہوئے اور پھر ان پانیوں سے سبزیاں وغیرہ پیدا ہوئیں اور پھر پہاڑوں کو قایم کرکے اس پانی کے برسنے کا انتظام فرمایا جس پر انسان کی زندگی اور معاش کا مدار ہے ۔

طَمّ ۔ طامّۃ — ٣٥٣٩ طامّۃ ۔ طَمَّ الماءُ پانی چڑھ گیا اور بہت ہو گیا ۔ اور ہر ایک چیز جو بہت ہو جائے اور غالب آ جائے تو اسکے متعلق طَمَّ کہا جاتا ہے اور طامّۃ وہ داھیۃ یا عظیم الشان مصیبت ہے جو ہر چیز پر غالب آ جائے ۔ اور الطامّۃ قیامت کا نام بھی ہے (ل) ، اس نام کے اختیار کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ وہ کامل انکشاف حقایق کا وقت ہوگا اور جو حالت انسان نے اس دنیا میں اپنے اندر پیدا کی ہے وہی حالت تمام باتوں پر غالب آ کر کامل ظہور پکڑے گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے

۳۷ ۳۸ ۳۹ فَاَمَّا مَنْ طَغٰیۙ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ وَاَمَّا مَنْ

سو جو کوئی حد سے نکل گیا اور اس نے دنیا کی زندگی کو مقدم کیا تو دوزخ ہی ٹھکانا ہے اور جو کوئی اپنے

۴۰ ۴۱ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰیۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ

رب کے مقام سے ڈرتا ہے اور نفس کو خواہش سے روکتا ہے نمبر ۳۵۴۰ تو بہشت ہی ٹھکانا ہے وہ تجھ سے اس گھڑی

۴۲ ۴۳ ۴۴ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَاؕ اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَاؕ

کے متعلق سوال کرتے ہیں کب اسکا قایم ہونا ہے اس بارے میں کہ تو اس کا یاد دلانیوالا ہے نمبر ۳۵۴۱ تیرے رب کیطرف اسکا انجام ہے

۴۵ ۴۶ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَاؕ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰىهَا۠ ع

تو صرف اسے ڈرانیوالا ہے جو اس سے ڈرتا ہے جس دن وہ اسے دیکھینگے گویا کہ صرف ایک شام یا صبح ہی ٹھہرے تھے

کہ اس میں اشارہ مصائب دنیوی کی طرف بھی ہو۔ الفاظ برزت الجحیم لمن یری اس دنیا کے مصائب کی طرف ہی اشارہ کرتے ہیں اس صورت میں فاما من طغٰی سے نیا کلام شروع ہوتا ہے +

روحانی ترقی کی پہلی سیڑھی

نمبر ۳۵۴۰ اس سے معلوم ہوا کہ اس سورت کی اصل غرض یہی نفس کو خواہشات سے روک کر اس کو ترقی دینا ہے اور والنازعات غرقا میں انہی ترقیات روحانی کی طرف اشارہ ہے +

آنحضرت اور قرب ساعت

نمبر ۳۵۴۱ اس کے ایک معنی یوں ہوسکتے ہیں کہ فیم علیحدہ بطور سوال ہو یعنی پچھلی آیت کے سوال کی طرف اشارہ کرکے فرمایا فی ما ھذا السوال یہ سوال کس لئے ہے انت من ذکرٰھا تو یعنی تیرا بھیجنا اس ساعت یعنی قیامت کے یاد دلانے والی چیزوں میں سے ہے یعنی قرب ساعت کی آپ علامت ہیں اور دوسرے معنی وہ ہیں جو میں نے ترجمہ میں اختیار کئے ہیں اور اس صورت میں فیم گویا عمّا کے قایم مقام ہے اور عمّا میں ما الساعة سے بدل ہے یعنی اس چیز کے بارے میں کہ کب آئے گی تجھ سے سوال کرتے ہیں جس کے لئے تو یا تیرا ارسال ذکرٰی یعنی علامت ہے۔ اور اگلی آیت میں الٰی ربک منتھٰھا میں بتایا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف ہی منتہی ہوتا ہے +

سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ

بُرا منایا اور منہ پھیر لیا اس نے کہ اس کے پاس اندھا آیا ۳۵۴۲ اور تجھے کیا خبر ہے کہ شاید وہی پاکیزگی اختیار کرے یا نصیحت قبول کرے

فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝ ۵

تو نصیحت اسے فائدہ دے جو پروا نہیں کرتا

تمہید سورت

اس سورت کا نام عبس ہے اور الصاخۃ اور سفرۃ بھی اسے کہا جاتا ہے اور اس میں بیالیس آیتیں ہیں سورت کا نام اس واقعہ سے لیا گیا ہے جو ابن ام مکتوم کے ساتھ پیش آیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب رؤسائے قریش سے بات کر رہے تھے تو ابن ام مکتوم آ گئے اور انہوں نے آنحضرت صلعم کی توجہ کو اپنی طرف پھیرنا چاہا جسے آنحضرت صلعم نے ناپسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ سورت اتاری اور بتایا کہ بڑے آدمیوں کی اتنی پروا نہ کرو کہ ان کی طرف توجہ کرنے سے اس کی طرف سے بے توجہی ہو جائے جو خود کچھ سیکھنا چاہتا ہے اور بتایا کہ غریب اور چھوٹے چھوٹے لوگ اس قرآن کریم کی بدولت عظیم الشان مرتبہ پر پہنچائے جائیں گے اور یہی اس سورت کا اصل مطلب ہے۔ یہ سورت ابتدائی مکی زمانہ کی ہے +

ابن ام مکتوم کا واقعہ

۳۵۴۲ ابن جریر نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ عبس و تولی ابن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوا وہ آیا اور کہنے لگا مجھے ہدایت دیجئے اور رسول اللہ صلعم اس وقت چند مشرک رؤساء سے باتیں کر رہے تھے پس آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور دوسروں کی طرف متوجہ رہے تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ یہ واقعہ تو بالکل ایک معمولی واقعہ ہے ابن ام مکتوم نابینا تھے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کس سے باتیں کر رہے ہیں آنحضرت صلعم نے بھی اسکے دخل دینے کو برا منایا مگر اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ آپ بڑوں کی پروا کر کے چھوٹوں کی طرف سے بے توجہی نہ کریں اس لئے کہ قرآن کریم انہی چھوٹے چھوٹے لوگوں کو بلند مقام پر پہنچا دے گا۔ اور آپ کی غرض چونکہ اصلاح ہے اس لئے آپکو اس بات کا خیال نہ ہونا چاہیئے کہ سوال کرنے والا بڑا ہے یا چھوٹا۔ جو کوئی قرآن کریم کو اپنا ہادی بنائے گا جو کوئی نفس کو ہوا و حرص سے روک کر اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر جھکا دیگا وہی دنیا میں بھی بڑا ہو جائے گا۔ یوں ان الفاظ میں یہ خوشخبری دی کہ قرآن شریف انہی چھوٹے چھوٹے آدمیوں کو بلند مقامات تک پہنچا دے گا اور انہیں دنیا کے ہادی اور رہنما بنا دے گا۔ اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وحی کا سرچشمہ آنحضرت صلعم کا اپنا قلب مبارک نہ تھا۔ ورنہ اپنے متعلق ایسے الفاظ کو کون پسند کرتا ہے کہ ہمیشہ کیلئے دنیا میں پڑھے جائیں +

۶ ۷ ۸ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۝ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ۝ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ۝ وَهُوَ

تو اس کی طرف تو متوجہ ہوتا ہے ۳۵۴۳ اور تجھ پر کیا الزام ہے اگر وہ پاکیزگی اختیار نہ کرے اور جو تیرے پاس دوڑتا آیا اور وہ

۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ یَخْشٰی ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ۝ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝ وقف لازم

ڈرتا ہے تو اس سے تو بے رخی کرتا ہے یوں نہیں چاہئے یہ تو بڑائی (کا موجب) ہے سو جو کوئی چاہے اسے یاد رکھے عزت والے صحیفوں میں

۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝

(جو) بلند (اور) پاک (ہیں) لکھنے والوں کے ہاتھوں میں (جو) معزز نیک (ہیں) ۳۵۴۴ انسان ہلاک ہو کیسا ناشکرا ہے

۱۸ ۱۹ ۲۰ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ۝

اسے کس چیز سے پیدا کیا نطفہ سے اسے پیدا کرتا ہے پھر اسے طاقت دیتا ہے پھر رستہ (اس کیلئے) آسان کر دیتا ہے

۲۱ ۲۲ ۲۳ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝ كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ

پھر اسے مارتا ہے پھر قبر میں ڈالتا ہے ۳۵۴۵ پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔ یوں نہیں وہ پورا ہی نہیں کرتا جو اسے

۲۴ اَمَرَهٗ ۝ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖۤ ۝

حکم دیتا ہے پس انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے

تصدّٰی — **۳۵۴۳** تصدی۔ دیکھو ۱۲۲۹ اور تصدّٰی کے معنی ہیں اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کیا یا اس کی طرف متوجہ ہوا (ل)۔

خادمانِ قرآن کیلئے عظیم الشان خوشخبری — **۳۵۴۴** ان چند آیات میں یہ عظیم الشان خوشخبری ہے کہ قرآن چونکہ خود ایک مکرم و مطہر چیز ہے اس لئے اس کے لکھنے والے بھی نہ صرف کرام یعنی معزز ہونگے بلکہ اعلیٰ درجہ کے راستباز بھی ہونگے۔ دنیوی مرتبہ کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی راستبازی کو اگر کسی قوم نے جمع کیا ہے تو وہ صرف مسلمان قوم ہے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی سب قرآن کریم کے کاتب تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے ساتھ والوں کو کرام بررہ بنا کر دکھا دیا کہ وہ قرآن کے خدمت گزاروں کو کہاں تک پہنچا دیتا ہے۔ ابن عباس نے سفرۃ سے مراد کاتب قرآن ہی لئے ہیں اور قتادہ نے قاری اور بعض نے ملائکہ بھی مراد لئے ہیں اور وہب بن منبہ نے سفرۃ سے صحابہ کو مراد لیا ہے کیونکہ وہ سفیر ہیں آنحضرت صلعم اور اُمت کے درمیان (ر)۔

قبر۔ اَقبر مَقْبَرۃ — **۳۵۴۵** اقبر۔ قبر وہ جگہ ہے جہاں میت کو رکھا جاتا ہے۔ اور اَقْبَرْتُہٗ کے معنی ہیں اس کے لئے جگہ بنائی جس میں وہ دفن کیا جائے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ اسے الہام کیا کس طرح دفن کرے۔ اور مَقْبَرَۃٌ قبروں کی جگہ ہے جمع مقابر۔ زرتم المقابر (التکاثر ۱۰۲-۲) اور یہ موت سے کنایہ ہے اور ما انت بمسمع من فی القبور (فاطر ۳۵-۲۲) میں مراد وہ لوگ ہیں جو مردوں کے حکم میں ہیں الذین فی حکم الاموات یعنی جاہل (غ) اور اقبرہ سے مراد حالت قبر میں رکھنا بھی ہوسکتا ہے جسے برزخ سے تعبیر کرنا چاہئے یعنی وہ حالت جو موت اور قیامت کے درمیان ہے

أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸

(پہلے) ہم خوب پانی برساتے ہیں پھر ہم زمین کو شق کرتے ہوئے پھاڑتے ہیں پھر ہم اس میں دانے اُگاتے ہیں اور

عِنَبًا وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ ۲۹ ۳۰ ۳۱

انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گھنے باغ اور پھل اور چارہ ۳۵۴۶

مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ ۳۲ ۳۳ ۳۴

تمہارے لئے اور تمہارے چارپایوں کیلئے سامان سو جب بہرا کر دینے والی مصیبت آئیگی ۳۵۴۷ جس دن انسان اپنے بھائی سے

أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ ۳۵ ۳۶ ۳۷

بھاگیگا اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے ہر انسان کیلئے اس دن ایک کام ہوگا

شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ ۳۸ ۳۹ ۴۰

جو اسے کافی ہوگا (کچھ) منہ اس دن چمک رہے ہونگے خوش۔ خوشخبری کو پالینے والے اور (کچھ) منہ

يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝ ۴۱ ۴۲

اس دن ایسے ہونگے کہ ان پر غبار ہوگا سیاہی انہیں ڈھانک رہی ہوگی یہی کافر بدکار ہیں ۳۵۴۸

ثم السبیل یسرہ میں مجاہد کا قول ہے کہ یہ اناھدینا السبیل کی طرح ہے یعنی سبیل خیر کا آسان کرنا مراد ہے (ج) +

تقضب — ۳۵۴۶ قضب۔ ترکاری کو کہتے ہیں اور تقضیب کا استعمال درخت کی شاخوں میں ہے اور قضب کا ترکاریوں میں (غ)

غَلَبَ۔ أَغْلَبَ۔ أَبٌّ — علبا۔ غلب غالب آیا۔ اور غُلْب أغلب کی جمع ہے جس کے معنی گھنا ہیں (ل) اَبّ چارہ کو کہتے ہیں (غ)

صخ۔ صاخّة — ۳۵۴۷ صاخّة۔ صخّ لوہے کا لوہے پر مارنا ہے اور ہر ایک ایسی آواز کو صخ کہا جاتا ہے اور صاخّة وہ آواز ہے جو قیامت لانے والی ہوگی۔ کیونکہ وہ کانوں کو بہرا کر دے گی۔ اور صاخّة ہر ایک بڑی مصیبت کو بھی کہا جاتا ہے (ل) +

سفار۔ مسفرۃ — ۳۵۴۸ مسفرۃ۔ سَفَرَ (۲۲۵) پردہ کا دور کرنا ہے اور اسفار رنگ سے مخصوص ہے والصبح اذا اسفر (۷۴ : ۳۴) یعنی اس کا رنگ روشن ہو جائے (غ) علیہا غبرۃ دیکھو ۱۱۱ مراد ان کا غم کی وجہ سے متغیر ہونا ہے +

موت کے ساتھ بھی انسان اپنے تعلق والوں سے بھاگتا ہے بڑی مصیبت پر بھی اور قیامت کو بھی بھاگے گا اور جن دو گروہوں کا نقشہ کھینچا ہے وہ ایک طرف وہ ہیں جن کے چہروں پر بوجہ کامیابی کے اور پہلی خوشخبریوں کو پالینے کے خوشی ہے اور دوسرا وہ گروہ ہے جنکے چہروں پر غم اور ذلت کے آثار ہیں اور یہ قیامت میں تو ہوگا ہی۔ یہاں بھی ناکامی پر دشمن سیاہ رو ہوئے اور قیامت میں بھاگنے سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک نفس کو اپنی ذمہ داری کا اس قدر فکر ہوگا کہ دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو سکیگا +

سُورَةُ التَّكْوِيرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ ۲ ۳ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَ (ع ۲۹ / ۶)

جب سورج لپیٹ لیا جائیگا اور جب تارے جھڑ جائینگے اور جب پہاڑ دور کردیئے جائینگے اور

۴ ۵ ۶ إِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا

جب اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی اور جب وحشی اکٹھے کئے جائینگے اور جب شہر بھر جائینگے اور جب

۷ ۸ ۹ ۱۰ النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝ وَإِذَا الصُّحُفُ

لوگ باہم ملا دیئے جائینگے اور جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائیگا کس گناہ پر وہ قتل کی گئی اور جب صحیفے پھیلادیئے

۱۱ ۱۲ ۱۳ نُشِرَتْ ۝ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝

جائینگے اور جب آسمان کا پردہ اُتارا جائیگا اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی۔ اور جب بہشت قریب لائی جائیگی ۳۵۴۹

تمہید سورت — اس سورت کا نام التکویر ہے اور اس میں اُنتیس آیتیں ہیں اور اس میں پہلے مذاہب کی صحف پھیلنے کا ذکر ہے جس کے لحاظ سے اس کا نام التکویر ہے اور اسلام کے ساتھ جو علمی ترقیات دنیا میں پیدا ہونے والی تھیں انہیں یہاں بطور پیشگوئی بیان کیا ہے اور خلاصہ مضمون اس سورت کا یہی ہے کہ قرآن کریم کے ذریعہ سے دنیا میں علم اور شرف پھیلینگے گویا پہلی سورت کے مضمون کو ہی جاری رکھا ہے۔ یہ سورت بھی ابتدائی مکی زمانہ کی ہے +

کدر۔ انکدر — **۳۵۴۹** انکدرت۔ کدر صفاء کی ضد ہے اور کدر تا بالخصوص رنگ میں ہوتی ہے اور کدرۃ پانی میں اور زندگی میں اور انکدار وہ تغیر ہے جو ایک چیز کے بکھر جانے سے ہو (غ) +

عشراء — عشار۔ عشراء کی جمع ہے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی (غ) اور اسے اعلیٰ درجہ کا مال سمجھا جاتا ہے +

وحش — وحوش۔ وحش کی جمع ہے ان حیوانات کو کہا جاتا ہے جو انسان سے اُنس نہیں رکھتے (غ)

وأد — موءدۃ۔ وأد بلند سخت آواز کو کہتے ہیں اور زندہ درگور کرنے کو اور موءودۃ وہ ہے جو زندہ درگور کی گئی ہو (ل) +

کشط — کشطت۔ کشط کے معنی ہیں ایک چیز کو اُکھیڑ دیا یا کھینچ لیا یا اس کا پردہ اُتار دیا (ل) +

قیامت کبریٰ اور اس دنیا کے واقعات کی خبر کو ملانے میں حکمت — جہاں جہاں قیامت کے متعلق یا موجودہ نظام عالم کے درہم برہم ہونے کے متعلق ذکر قرآن کریم میں آتا ہے تو وہ الفاظ ایک رنگ میں اس دنیا کے بعض واقعات پر بھی صادق آتے ہیں جیسا کہ کئی جگہ دکھایا جا چکا ہے۔ یہاں قرآن کریم نے اس حقیقت کو آشکارا کرنے کیلئے دونوں قسم کے نشانوں کو ملا دیا ہے یعنی ایک وہ نشان ہیں جو قیامت کبریٰ سے تعلق رکھتے ہیں اور صرف مجازاً اس دنیا

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ ۝ ۱۴ ۱۵ ۱۶

ہر شخص جان لے گا جو وہ لایا ہوگا ۔ پر نہیں میں پیچھے ہٹنے والوں کی قسم کھاتا ہوں ۔ چلنے والوں چھپنے والوں کی

کے بعض واقعات پر چسپاں ہو سکتے ہیں اور ایک وہ نشان جو صراحتاً اس دنیا کے بعض واقعات کے متعلق ہیں اور اس دنیا پر ظاہر ہونے والے امور غیبی کے متعلق ان نشانات کا ہونا آیت ۱۴ سے صفائی سے ثابت ہے جہاں یہ بتادیا ہے کہ ان آیات میں بہت سے امور غیبی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے سورج کی تکویر اور ستاروں کا جھڑ جانا اس نظام عالم کا درہم برہم ہونا ہے مگر مجازاً اس سے مراد ہو سکتی ہے نظام روحانی میں ایک خلل عظیم کا واقعہ ہونا جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ آخری زمانہ میں علم اٹھا لیا جائے گا اور تاروں کا جھڑ جانا اصحابی کالنجوم کی طرف اشارہ ہے یعنی علمائے دین کی حالت کا خراب ہو جانا یا سورج کے لپیٹ دینے اور تاروں کے جھڑ جانے میں پہلے نظام روحانی کی صف کا لپیٹ لیا جانا اور اس کی جگہ ایک نیا نظام قایم کیا جانا ہے جس کے نشانات وہ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ پہاڑوں کے دور کیا جانے پر دیکھو ن۱۶۲۳ و ن۲۱۰۱ اونٹنیوں کا بیکار ہو جانا قیامت کی تباہی سے کوئی تعلق نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ جب نظام عالم ہی تباہ ہو جانے تو اونٹنیوں کے بیکار ہونے کے کیا معنی ہوئے بلکہ یہ صرف اس دنیا کے متعلق ایک پیشگوئی ہے اور اس کا وہی مطلب ہے جو حدیث میں آتا ہے لیترکن القلاص فلا یسعی علیہا۔ اونٹنیوں کو چھوڑ دیا جائیگا اور ان پر سواری نہیں کی جائیگی اور یہ ایک پیشگوئی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنیوالا ہے کہ نئی سواری نکل آئے گی اور اونٹنیوں سے وہ کام نہ لیا جائیگا جو وہ پیشگوئی کے وقت دے رہی ہیں۔ چنانچہ خود ملک عرب میں ریل کے بن جانے سے یہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے اور قریب زمانہ میں بالکل واضح ہو جائے گی۔ وحشیوں کے اکٹھا کرنے سے مفسرین نے مراد ان کی موت لی ہے مگر ظاہر ہے کہ اس ذکر کی ضرورت کچھ نہ تھی وحشیوں کی موت کا ذکر کیوں ضروری ہوا یہاں حشر سے مراد ان کا اجتماع معلوم ہوتا ہے اور دنیا کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے جب انسان وحشی جانوروں کو بھی اکٹھا کرے گا جیسے آج جگہ جگہ چڑیا گھروں میں وہ اکٹھے کئے گئے ہیں اور یا مراد استعارۃً وحشی قومیں ہیں اور اشارہ یہ ہے کہ ان میں بھی تعلیم پھیل کر وہ مہذب ہو جائینگی اذا البحار سجرت کے معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ دریا بھر جائینگے یا خشک ہو جائینگے۔ اور یوں بھی کہ شہر بھر جائینگے اور انکے بھرنے سے مراد مدنی زندگی کا ترقی کرجانا ہے۔ اور اسی کی طرف وحشیوں کے حشر میں بھی اشارہ ہے۔ اور دنیا کا میلان اسی طرف بڑھتا جارہا ہے کہ شہروں میں کثرت سے لوگوں کا اجتماع ہوتا چلا جائے۔ اور اس کو اذا النفوس زوجت نے اور بھی صاف کر دیا اس کے معنی مفردات میں دو طرح پر کئے گئے ہیں ایک یہ کہ روحیں جسموں کے ساتھ ملائی جائیں اور دوسرے یہ کہ ہر گروہ اپنی مثل کے ساتھ ملایا جائے گا۔ اور دوسرے معنی ہی زیادہ موزون ہیں۔ اور یہ الفاظ بھی حالت زمانہ پر صادق آتے ہیں کہ ہر قسم کے لوگ ایک ایک گروہ بنتے چلے جاتے ہیں۔ یا دنیا کے لوگوں کا باہم میل جول مراد ہے اور اسکے بعد زندہ درگور کا ذکر آتا ہے۔ عرب میں یہ رواج تھا کہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اس بیرحمی کی رسم کو اسلام نے دور کیا اور سوال کرنے سے مطلب اس کا روکنا ہی ہے ورنہ اگر جزا و سزا کا ذکر ہو تو سوال گاڑنے والے سے ہونا چاہیئے اور اس کی ابتدا گو رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے ہی ہو گئی لیکن اسکو آخری زمانہ کے نشانات میں رکھا ہے اس لئے کہ اسی قسم کی بعض اور رسوم کا مٹانا جن میں انسان کو بے گناہ مارا جاتا ہے اس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے بالخصوص ستی کی رسم یعنی بیوہ عورت کا خاوند کے ساتھ جلایا جانا جو ہندوؤں میں چلی آتی تھی کہ وہ زندہ درگور کرنے کی سی ہی رسم تھی اور یوں بھی ان نشانات کا ذکر کرنا جن کی ابتدا آنحضرت صلعم کے زمانہ سے ہو گئی انا والساعۃ کھاتین کی طرف اشارہ ہے اس کے بعد صحیفوں کا پھیلنا ہے۔ سو جس قدر کتابیں اور رسالے اور اخبارات آج پھیلے ہیں وہ اذا الصحف نشرت کی حقیقت کو اس قدر واضح کر رہے ہیں کہ مزید تشریح کی ضرورت نہیں اور پھر آسمان کے پردے کے دور

آئندہ زمانہ کی عظیم الشان پیشگوئیاں

۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ

اور رات کی جب وہ جانے لگے اور صبح کی جب وہ طلوع کرے ۳۵۵۰ یقیناً معزز رسول کی بات ہے طاقت والے

۲۱ ۲۲ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝

صاحب عرش کے نزدیک مرتبے والے کی جسکی اطاعت کی جاتی ہے امین کی اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں

کرنے کا ذکر ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ آسمان کی حقیقت منکشف ہوتی چلی جائے گی۔ اور یہ علوم کی ترقی کی طرف اشارہ ہے اور اس کے بعد پھر قیامت کے ذکر کیطرف منتقل کر دیا یعنی دوزخ کی آگ کا بھڑکایا جانا اور جنت کا قریب لایا جانا جس طرح سب سے پہلی دو آیتوں میں قیامت کا ذکر ہی اصل مقصود تھا اسی طرح یہاں آخری دو آیات میں اسی ذکر کو دوہرا دیا ہے اور مجازاً یہ بھی اس دنیا کے واقعات پر لگ سکتے ہیں۔ دوزخ کی آگ کا بھڑکانا یہی ہے کہ حرص و ہوا تیز ہو جائے اور مال دنیا کی محبت ایک دوزخ کی طرح انسانوں پر حاوی ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی جنت کا قریب لایا جانا ہے کیونکہ دنیا کی محبت کا دوزخ خود بخود انسانوں کی طبائع کو روحانیات کی طرف پھیرے گا اور پھر اصل حقیقت ان پر منکشف ہو جائیگی۔ اور ذکر قیامت کے ساتھ ان نشانات کا بطور پیشگوئی بیان کرنا جو اسی دنیا میں واقع ہونے والے تھے۔ قرآن کریم کے اس اسلوب کے مطابق ہے کہ آخرت کے وعد و وعید کے اثبات کیلئے اس دنیا میں کچھ وعد و وعید کرکے انہیں پورا کر دیتا ہے اسی طرح وہ نشانات جو اس آخری زمانہ میں ظہور پذیر ہونے والے تھے ان کے متعلق علم غیب کا اظہار کرکے یہ بتا دیا ہے کہ قیامت کے متعلق جو کچھ فرمایا وہ بھی واقع ہو کر رہے گا اور خصوصیت سے جن باتوں کا ذکر اس آخری زمانہ کے متعلق کیا ہے وہ نئی سواریوں کا نکلنا۔ وحشی اقوام کا اجتماع برنگ تمدن و تہذیب (یورپ کے لوگ اس وقت جب یہ پیشگوئی کی گئی وحشیوں سے کم نہ تھے) شہروں کا بھر جانا۔ لوگوں کا باہمی میل جول وحشیانہ مظالم کا جو عورتوں پر کئے جاتے تھے دور ہونا۔ اخباروں کتابوں کا دنیا میں پھیل جانا۔ علوم کی ترقی ہیں۔ اور ان تمام باتوں کے لحاظ سے جیسا صاف نقشہ اس زمانہ کا قرآن شریف نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر کھینچا وہ اس کی حقانیت پر تا قیامت گواہ رہے گا نیز دیکھو اگلا نوٹ ان عجیب ترقیات علمی کا یہاں کیوں ذکر کیا؟ اس لئے کہ فی الحقیقت قرآن کریم کا ان ترقیات کے ساتھ ایک عظیم الشان تعلق ہے اور ان کی بنیاد قرآن کریم نے ہی رکھی ہے کیونکہ جس قدر علوم کو قرآن کریم نے دنیا میں پھیلایا اور کسی آسمانی کتاب نے اس کا لاکھواں حصہ بھی کرکے نہیں دکھایا۔ علوم کا دنیا میں پھیلانا یہ قرآن کریم کے عظیم الشان کارناموں میں سے ہے اسی لئے سورت کے آخر پر فرمایا کہ یہ قرآن تمام قوموں کیلئے ذکر یعنی موجب شرف ہے +

قرآن کا دنیا کی ترقیات علمی سے تعلق

خنس۔ خانس

۳۵۵۰ خنس۔ خَنَسَ ہٹ گیا اور پیچھے رہ گیا اور حدیث میں ہے الشیطان یُوَسْوِسُ اِلَی الْعَبْدِ فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ شیطان بندے کی طرف وسوسہ ڈالتا رہتا ہے پھر جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور شیطان کو خَنَّاس اسی لحاظ سے کہا ہے من شر الوسواس الخناس (الناس ۱۱۴ - ۴) اور خُنَّس۔ خانس کی جمع ہے یعنی پیچھے ہٹنے والے (ل) +

خنّاس

کنّس۔ کَنَسَ الظَّبْیُ ہرن غائب ہو گیا اور اپنے کناس میں چھپ گیا۔ اسی سے کانس ہے جس کی جمع کُنَّس ہے یعنی غائب ہو جانے والے (ل) +

کنس۔ کانس

عسعس۔ کے معنی اَقْبَلَ بھی ہیں یعنی آئے اور اَدْبَرَ بھی یعنی چلی جائے۔ کیونکہ عِسَاس اندھیرے کے ہلکا ہونے کا نام ہے (غ) +

عسعس

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ ۲۳ ۲۴ ۲۵

اور یقیناً اس نے اسے کھلے انتہائی مقام پر دیکھا اور وہ غیب پر بخیل نہیں ۳۵۵۱ اور یہ مردود شیطان کی

رَّجِیْمٍ ۝ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْکُمْ ۲۶ ۲۷ ۲۸

بات نہیں سو تم کدھر جاتے ہو ۳۵۵۲ وہ صرف قوموں کیلئے (سب) شرف ہے اس کیلئے جو تم میں سے چاہے

اَنْ یَّسْتَقِیْمَ ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ۲۹

کہ سیدھی راہ پر رہے اور تم نہیں چاہتے سوائے اس کے کہ اللہ جہانوں کا رب چاہے

نفس ۔ تنفس ۔ تنافس

تنفس ۔ نفس کشادگی کو کہا جاتا ہے ۔ حدیث میں ہے لا تسبّوا الریح فانہا من نفس الرحمن یعنی ایسی چیز جس سے کرب دور ہوتا ہے اور دن کا تنفس اس کا توسع ہے یعنی فراخ ہونا اسی سے یہاں ہو اور منا فسۃ نفس کا مجاہدہ ہے جو اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے ساتھ تشبہ کے لئے کیا جائے اور ان کے ساتھ ملنے کے لئے بغیر کسی کو ضرر پہنچانے کے وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون (التطفیف ۸۳ ۔ ۲۶) +

آفتاب صداقت کا طلوع اور ظلمتوں کی تاریکی کا دور ہونا

خنس ۔ جوار ۔ کنس تینوں سیاروں کے لئے ہیں ۔ خنس میں اشارہ ان کی عجیب حرکت فلکی کی طرف ہے کہ آگے بڑھتے بڑھتے پیچھے ہٹنے لگتے ہیں ۔ جوار میں ان کے تیز گزرنے کا ذکر ہے کنس میں اشارہ ان کے غائب ہونے کی طرف ہے مراد اس سے زحل ۔ مشتری ۔ مریخ ۔ زہرہ ۔ اور عطارد لئے گئے ہیں ۔ یا نظام شمسی کے سب سیارے مراد ہو سکتے ہیں ۔ اور اصل منشا سیاروں کا غائب ہونا ہے جو طلوع فجر سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ رات کے پیچھے ہٹنے اور صبح کے نمودار ہونے کا ذکر کر کے خود ہی بتا دیا ۔ گویا بتایا کہ آفتاب صداقت طلوع ہو گیا ہے اور سب تاریکیاں اس کے سامنے کافور ہو جائیں گی پیچھے ہٹنے والے خناس شیاطین بھی اسی تاریکی کے زندہ تھے ۔ اور کاہن وغیرہ بھی اور الجوار الکنس سے مراد مذاہب ہو سکتے ہیں جنکے اب غروب ہونے کا وقت آ گیا تھا اور ایک قول میں مراد اس سے بقر وحشی یا ہرن ہیں اور ہو سکتا ہے کہ مراد وہ چیزیں ہوں جن کا تاریکی سے تعلق ہے اور جواب قسم ہے کہ یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے یعنی آنحضرت کا دیکھو ۳۴۲۱ اور رسول کریم صلعم کی

رسول کریم کی صفات

صفات ۔ کریم ۔ ذی قوت ۔ مکین ۔ مطاع ۔ امین کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ یہی صفات یہ دوسروں میں پیدا کرے گا ۔ اور دنیا میں اس قرآن کی بدولت علم اور قوت کی ترقی ہو گی چنانچہ ایسے ہی نشانات کی طرف پہلی آیات میں توجہ بھی دلائی ہے +

ضنۃ ضنین

۳۵۵۱ ضنین ۔ ضنۃ ۔ نفیس شے کے متعلق بخل ہے اور ضنین بخیل ہے (غ) ۔ یہ اشارہ ان امور غیبی کی طرف ہے جو اوپر بیان ہوئے اور راٰہ میں دونوں ضمیریں آنحضرت صلعم کی طرف ہی جاتی ہیں اور مراد آپ کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچنا ہے دیکھو ۳۱۹۶ +

۳۵۵۲ یعنی اپنی عزت اور شرف کی باتوں کو چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو ؟ ذکرا للعالمین میں اس کو اور بھی کھول دیا +

سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعَ عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ ۲ ۳ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ○ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ○ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ○ ع ۱

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے پھیل جائینگے اور جب دریا بہا دیے جائینگے

۴ ۵ ۶ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ○ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ○ يٰۤاَيُّهَا

اور جب قبریں کھول دی جائینگی ۳۵۵۳ ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور (جو) پیچھے رکھا اے

۷ الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ○ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ○

انسان تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے حکمت سے بنایا پھر تجھے اعتدال پر بنایا ہے ۳۵۵۴

تمہید سورت اس سورت کا نام الانفطار ہے اور اس میں اُنیس آیتیں ہیں۔ ابتدائی زمانہ کی سورت ہے اور لفظ انفطار میں سورت کے مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ کس طرح روحانی بارش سے قوائے انسانی نشو و نما پاکر کمالات انسانی کا ظہور ہوتا ہے +

بعثر ۳۵۵۳ بُعثرت۔ یہاں فراء نے اس کے معنی کئے ہیں سونا اور چاندی جو اس کے پیٹ میں ہے وہ نکالا جائے گا اور مُردوں کا نکلنا اس کے بعد ہے اور یہ اشراط الساعۃ میں سے ہے کہ زمین اپنے اندر جو معدنیات ہیں انہیں نکال دے اور زجاج نے بعثرت کے معنی کئے ہیں ان کی مٹی اُٹھا دی جائے گی اور بَعْثَرْتُ الشَّیْءَ کے معنی ہیں میں نے اسے نکالا اور اسے ظاہر کر دیا اذا بعثر ما فی القبور (العدیٰت ۔ ۹) کے معنی ہیں جو ان میں ہے نکالا جائے گا (ل) اور یہ یوم الآخر

قبروں کے نکالا جانے سے مراد بعث کی طرف اشارہ ہے اور کہا گیا ہے کہ رازوں کے ظاہر ہونے کی طرف کیونکہ انسان کی حالت جب تک وہ دنیا میں ہے مستور ہے گویا کہ وہ قبر میں ہے پس قبور استعارہ کے طور پر ہے اور یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ جہالت موت کے ساتھ دور ہو جائے گی (غ) اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جہالت علم کے ساتھ دور ہو جائے گی۔ قبر پر دیکھو ۳۵۴۵ +

ہو سکتا ہے کہ ان تمام امور میں استعارہ ہو آسمان کے پھٹنے سے مراد بارش کا نزول ہے اور مراد بارش روحانی ہے ستاروں کے پھیلنے سے مراد علم دین کی روشنی والوں کا دنیا میں پھیل جانا ہے۔ دریاؤں کے بہانے سے علوم کے دریاؤں کا بہانا مراد ہے اور قبروں کے کھول دینے سے ان لوگوں کا روحانیت کی زندگی پالینا جو گویا قبروں میں دبے ہوئے تھے اور ہو سکتا ہے کہ یہ سب قیامت سے متعلق ہو +

عدل ۳۵۵۴ عَدَلَ۔ کسی چیز کو برابر کیا یا پھیرا۔ اور عَدَلْتُ الشَّیْءَ فَاعْتَدَلَ کے معنی ہیں سَوَّیْتُهٗ فَاسْتَوٰی یعنی حالت اعتدال پر بنایا (ل)، تسویہ میں اشارہ کمال کی طرف ہے اور عدل میں اعتدال کی طرف نہ غرتک میں توجہ دلائی ہے کہ ایسے

فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ﴿۸﴾ کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ ۙ﴿۹﴾ وَ اِنَّ ﴿۱۰﴾

جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دی ۳۵۵۵ یوں نہیں بلکہ تم دین کو جھٹلاتے ہو اور یقیناً

عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۙ﴿۱۰﴾ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ۙ﴿۱۱﴾ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ ﴿۱۳﴾

تم پر حفاظت کرنیوالے ہیں معزز لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو ۳۵۵۶ یقیناً نیک

لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿ۚ۱۳﴾ وَّ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿ۚۖ۱۴﴾ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۱۵﴾ وَ مَا هُمْ ﴿۱۶﴾

نعمتوں میں ہونگے اور بدکار یقیناً دوزخ میں ہونگے جزا کے دن اس میں داخل ہونگے اور وہ اب

عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ؕ﴿۱۶﴾ وَ مَآ اَدْرٰىکَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿ۙ۱۷﴾ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىکَ مَا یَوْمُ ﴿۱۸﴾

بھی) اس سے غائب نہیں ۳۵۵۷ اور تجھے کیا معلوم ہو جزا کا دن کیا ہو پھر تجھے کیا معلوم ہو جزا کا دن

الرّبع

الدِّیْنِ ؕ﴿۱۸﴾ یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ع ﴿۱۹﴾

کیا ہو جس دن نفس نفس کیلئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور حکم اس دن اللہ کا ہی ہوگا ۳۵۵۸

کمال کی حالت پر پیدا کیا۔ مگر تم اپنی زندگی کی غرض محض کھانے پینے تک محدود سمجھتے ہو۔ ربک الکریم میں اشارہ اسی مکرمت کی طرف ہو +

رکّب۔ تراکب

۳۵۵۵ رَکَّبَ۔ رَکَّبَ الشَّیْءَ ایک چیز کے بعض کو بعض پر رکھا۔ اور یہی معنی تَرَاکَبَ کے ہیں حبا متراکبا (الانعام۔ ۱۰۰) (ل) +

کراماً کاتبین

۳۵۵۶ یہ حافظ وہی اعمال کی حفاظت کرنے والے ہیں جن کا ذکر ۱۶۰۵ میں گزر چکا۔ اعمال کی ذمہ واری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہ منشا نہیں کہ ہماری طرح قلم دوات سے لکھتے ہیں۔ اصل غرض حفاظت اعمال ہو +

اس دنیا میں بھی دوزخ ہو

۳۵۵۷ دونوں طرح معنی کئے گئے ہیں وہ اس سے غائب نہیں ہوں گے یعنی ہر وقت دوزخ میں رہیں گے یا دخول جہنم تو اسی وقت ہوگا مگر پہلے بھی اس سے غائب نہ تھے۔ اور اشارہ عذاب قبر کی طرف سمجھا گیا ہو۔ مگر دوزخ کی ابتدا اسی دنیا سے ہوتی ہو +

قیامت کے دن الامر للہ سے مراد

۳۵۵۸ حکم تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ہے مگر توجہ اس طرف دلائی ہو کہ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اختیار دیا ہو کہ ایک کام کو کرے یا نہ کرے لیکن وہ نتائج کا وقت ہوگا اس وقت یہ اختیار کسی کو نہیں ہوگا کہ اپنے کئے کا نتیجہ بھگتے یا نہ بھگتے +

سورة التطفيف مكية وهي ست وثلثون آية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ

کمی کرنیوالوں کیلئے افسوس ہے ۳۵۵۹ جو جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا کر لیتے ہیں اور جب انہیں ماپ

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ

یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں کیا یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ اٹھائے جائینگے ایک بڑے دن کیلئے جس دن لوگ

النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝

جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہونگے ہرگز نہیں بدکاروں کے اعمال قیدخانہ میں ہیں ۳۵۶۰ اور تو کیا جانتا ہے قیدخانہ کیا ہے

كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝

وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے اس دن جھٹلانیوالوں کیلئے افسوس ہوگا جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں

تمہید سورت

اس سورت کا نام التطفیف ہے اور اس میں چھتیس آیتیں ہیں تطفیف معاملہ یا ادائیگی حقوق میں کمی کرنا ہے اور اس سورت میں بتایا ہے کہ وہ قوی جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دیئے ہیں انہیں مناسب محل پر استعمال نہ کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسے آدمیوں کے اعمال ایک قیدخانہ میں رہ جاتے ہیں یعنی ترقی کے قابل نہیں ہوتے اور جو ان قوی کو استعمال کرتے ہیں وہ بلند سے بلند ترقی کے مقامات پر پہنچ جاتے ہیں یہ سورت بھی ابتدائی زمانہ کی ہے +

طَفَّ / تطفیف

۳۵۵۹ مطففین ۔ طفَّ الشیءُ اور اَطَفَّ چیز قریب ہو گئی ۔ اور اَطَفَّ فلان لفلانٍ اسے دھوکہ دینے کا ارادہ کیا اور طَفَّفَ علی الرجل اسے اس سے کم دیا جتنا اس سے لیا تھا اور ماپ اور تول میں کمی تَطْفِیْف ہے اور ایک شخص نے نماز سے غفلت کا عذر کیا تو حضرت عمرؓ نے اسے کہا طففت جس کے معنی ہیں نقصت یعنی تونے ادائگی حق میں کمی کی (ل) اور گو آگے ماپ اور تول کا ذکر ہے مگر اس کا استعمال بھی تمام معاملات پر ہے (غ ۱۱۳۳) غرض یہاں ہر قسم کی کمی کرنے والے مراد ہیں حقوق اللہ میں ہو یا حقوق العباد میں ویل سے مراد ہے کہ انجام ان کا اچھا نہیں +

سجن ۔ سجین

۳۵۶۰ سجین ۔ سَجَنَ قید کیا سِجْن قیدخانہ رب السجن احب الیّ (یوسف ۱۲ ۔ ۳۳) اور سِجِّیْن اسی سے فِعِّیل ہے اور اس کے معنی سجن یا قیدخانہ ہیں اور جہنم میں ایک وادی ہے اور ہر چیز سے سخت کو سجین کہا جاتا ہے اور یہاں معنی کئے گئے ہیں کہ ان کی کتاب قیدخانہ میں ہوگی بوجہ ان کی خساست مرتبہ کے جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے اور کہا گیا ہے کہ ایک پتھر میں ہوگی جو ساتویں زمین کے نیچے ہے اور حساب بھی معنی کئے گئے ہیں ۔ ابن عرفہ کہتے ہیں وہ ان پر روک رکھی گئی ہے تا کہ اسکے مطابق

۱۲ ۱۳ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ

اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر حد سے بڑھنے والا گنہگار جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں کہتا ہے پہلوں کی

۱۴ ۱۵ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ ٜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ

کہانیاں ہیں ہرگز نہیں بلکہ وہی ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے جو وہ کماتے تھے ۳۵۶۱ ہرگز نہیں وہ اپنے رب سے

۱۶ ۱۷ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ

اسدن اوٹ میں ہونگے پھر وہ ضرور دوزخ میں داخل ہونگے پھر کہا جائیگا یہ وہ ہے جسے تم

۱۸ ۱۹ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝

جھٹلاتے تھے ہرگز نہیں نیکوں کے اعمال (اندراج) بلند مقامات پر ہیں ۳۵۶۲ اور تجھے کیا معلوم ہے بلند مقامات کیا ہیں

۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ

وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جسے مقرب موجود پائینگے یقیناً نیک نعمتوں میں ہونگے تختوں پر

۲۴ يَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝

دیکھ رہے ہونگے تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی تازگی معلوم کرے گا

جلا دیا جائے۔ اور حدیث ابو سعید میں ہے وتوثق بکتابہ مختوما فیوضع فی السجین (ل، م) ✦

کتاب فجار کے سجین میں ہونے سے مراد — فاجر وہی لوگ ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کمی کرتے ہیں اور دنیا پر جھکے رہتے ہیں انکی کتاب سے مراد انکے اعمال ہیں جیسا کہ پچھلی سورت میں ذکر تھا کہ کراماً کاتبین جو کچھ انسان کرتا رہتا ہے لکھتے جاتے ہیں۔ تو جن لوگوں کے اعمال صرف اسی دنیوی زندگی تک محدود ہوتے ہیں وہ گویا ایک قیدخانہ میں رہ جاتے ہیں یعنی کسی ترقی کے قابل نہیں رہتے گویا ان کا ترقی سے رکنا ہی سجین ہے ✦

ران، دل پر زنگ کس طرح بیٹھتا ہے — **۳۵۶۱** ران۔ رَیْن طبع اور میل ہے اور وہ زنگ جو تلوار اور شیشہ پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور رَیْن دل کی سیاہی ہے حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اسکے دل پر پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر اس سے توبہ کرے تو اسکا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر پھر گناہ کرے تو ایک اور نقطہ ہو جاتا ہے یہانتک کہ آخر کار دل سیاہ ہو جاتا ہے (ل) ✦

یہاں بتایا کہ گناہ سے انسان کا دل سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اسکی صفائی اور جلا باقی نہیں رہتی۔ اسلئے اگلی آیت میں اس کا نتیجہ بتایا ہے کہ وہ اپنے رب سے محجوب ہیں کیونکہ انکے دل سیاہ ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کیلئے اعلیٰ درجہ کا صاف دل بکار ہے اور پھر انکا جہنم میں داخل ہونا ضروری ہے تاکہ وہ زنگ جو انہوں نے خود اپنے اعمال سے لگا لیا ہے دور ہو جائے ✦

علیون — **۳۵۶۲** علیین کہا گیا ہے کہ یہ سب سے اعلیٰ درجہ کا بہشت ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ فی الحقیقت اسکے رہنے والوں کا نام ہے اور یہ عربیت میں قریب تر ہے اسلئے کہ یہ جمع (یعنی ون یا ین) ناطقوں سے مخصوص ہے اور اس کا واحد علی ہے تو مطلب یہ ہے کہ نیک لوگ ان اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں ہونگے جیسے او لٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم (غ)۔ اور علیین سے مراد اعلی الامکنۃ ہیں یعنی اعلیٰ درجہ کے مکان اور اسکی جمع نون کے ساتھ اسلئے آئی

۲۵ ۲۶ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۙ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ۙ

انہیں ایک خالص پینے کی چیز پلائی جائے گی جس پر مہر لگی ہوئی ہے ۳۵۶۳ اسکی مہر مشک ہے اور اس میں چاہیے کہ رغبت کرنے والے رغبت کریں

۲۷ ۲۸ ۲۹ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۙ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا

اور اس کی ملاوٹ اس پانی سے ہے جو بلندیوں سے بہتا ہے ۳۵۶۴ وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب پیتے ہیں جو مجرم ہیں وہ ان پر جو

۳۰ ۳۱ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۖ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۖ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى

ایمان لائے ہنسا کرتے تھے اور جب ان پر گزرتے تو اشارے کرتے تھے ۳۵۶۵ اور جب اپنے ساتھیوں کیطرف

۳۲ ۳۳ اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۖ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۙ وَمَآ

لوٹ کر جاتے اتراتے ہوئے لوٹتے اور جب انہیں دیکھتے کہتے یہ یقیناً گمراہ ہیں اور وہ

۳۴ ۳۵ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ؕ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۙ عَلَى

ان پر محافظ مقرر کرکے نہیں بھیجے گئے سو آج جو ایمان لائے وہ کافروں پر ہنستے ہیں ۳۵۶۶ تختوں

۳۶ الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ؕ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۠

پر (بیٹھے) دیکھ رہے ہیں کافروں کو وہی بدلہ دیا گیا جو وہ عمل کرتے تھے۔

کہ جب کسی چیز میں واحد اور تثنیہ کی بنا نہ ہو تو اسے نون سے جمع کیا جاتا ہے اور مطلب علیون سے شیءٌ فوق شیءٍ ہے اور شاعر کے قول میں وابلین وابل کی جمع آئی ہے جہاں مراد بارش کے بعد بارش غیر محدود طور پر ہے اسی طرح علیون ہے کہ مراد اس سے ارتفاع بعد ارتفاع بلند ہونے بلندیاں ہیں اور ابو اسحاق نے علیین کے معنی اعلی الامکنۃ کے کئے ہیں (دل)

یہ گویا سجین کے مقابل پر ہے فجار جو دنیا کی زندگی پر گرے رہتے ہیں انکے مقابل پر ابرار ہیں جو نیکی میں وسعت اختیار کرتے ہیں انکے اعمال علیون میں ہونا بیان کرکے یہ سمجھایا ہے کہ وہ ایک بلندی کے بعد دوسری بلندی کیطرف غیر محدود طور پر ترقی کرتے چلے جاتے ہیں جیسا کہ لسان العرب میں اسکے معنی دئیے گئے ہیں جسطرح دنیا داروں کے اعمال قید خانہ میں رہجاتے ہیں نیکوں کے اعمال ترقی پر ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ گویا مقربین بارگاہ الٰہی ہیں کیونکہ اصل ذکر مقصود علیٰ شئ اعلیٰ کا ہے

ابرار کی کتاب کے علیون میں ہونے سے مراد

۳۵۶۳ رحیق۔ زجاج کہتے ہیں یہ وہ شراب ہے جس میں کوئی غش نہیں یعنی اعلیٰ درجہ کی صاف اور اسے مختوم کہا ہے یعنی وہ محفوظ رکھی گئی ہے (ل) انکے اعمال خالص اور محفوظ ہیں ویسے ہی جزا ہے۔ اور یہ شراب محبت الٰہی وہ اس دنیا میں بھی پیتے ہیں اور اگلی آیت میں اسکی مہر کو مسک یعنی مشک کہا ہے اسلئے کہ باوجود انکے اعمال کے اصل نتائج کے بند ہونے کے وہ اپنی خوشبو دوسروں کو پہنچاتے ہیں +

رحیق۔ مختوم
مسک

۳۵۶۴ تسنیم۔ سنام اونٹ کی کوہان کو کہا جاتا ہے اور ہر چیز کا سنام اسکا سب سے اونچا حصہ ہے اور یہاں تسنیم کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ جنت میں پانی ہے جسکا یہ نام رکھا گیا ہے اسلئے کہ وہ چوباروں اور محلات کے اوپر سے بہیگا اور بعض نے اسے جنت میں ایک چشمہ کا نام سمجھا ہے لیکن اگر یہ معرفہ ہوتا تو غیر منصرف ہوتا یہی اسکے معنی ہیں ایسا پانی جو بلندیوں سے انکے اوپر بہتا ہے (دل) اور پانی چونکہ حیات کا موجب ہے اسلئے اونچائی سے بہنے والے پانی میں بھی اشارہ انکے مراتب عالیہ کیطرف ہے

سنم۔ تسنیم

۳۵۶۵ یتغامزون۔ آنکھ اور ابرو اور پلک کے ساتھ اشارہ کرنا ہے (دل) یہ وہ اشارہ ہے جو استہزا اور عیب جوئی کیلئے ہو +

غمز

۳۵۶۶ یہ کلام بطور مجاز ہے فی الحقیقت ہنسا مراد نہیں کیونکہ مومن تو اس دنیا میں بھی کافر کی مصیبت پر ہنستا نہیں۔ بلکہ اس سے مقصد مدعی

مومنوں کے کفار پر ہنسنے سے مراد

سورۃ الانشقاق مکیۃ وھی خمس و عشرون آیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝ وَ

جب آسمان پھٹ جائیگا اور اپنے رب کی بات سنیگا اور وہ اسی لائق ہے اور جب زمین پھیل جائے گی اور

اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ

جو اس کے اندر ہے وہ نکال دیگی اور خالی ہو جائیگی اور اپنے رب کی بات سنیگی اور وہ اسی لائق ہے ۳۵۶۷ اے انسان تو اپنے رب کی طرف سخت

كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝

کوشش کرکے پہنچنے والا ہے پھر اسے ملنے والا ہے ۳۵۶۸ سو جسکی کتاب اسکے دائیں ہاتھ میں دیگئی تو اس کا حساب بھی آسان حساب ہوگا

کرتا ہے یا اس پر افسوس کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے آپکو دنیا میں بڑے عالی مرتبہ در مومنوں کو حقیر سمجھکر ان پر ہنستے تھے۔ قیامت کے دن یہ حالت تبدیل ہو جائیگی مومن تو مراتب عالیہ پر ہونگے اور کافر ذلت کی حالت میں ہونگے گویا وہ خود ہنسی کا مقام بن گئے۔

تمہید سورت — اس سورت کا نام الانشقاق ہے اور اس میں پچیس آیتیں ہیں۔ انشقاق کے لفظ میں اشارہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام ترقیات کسی انشقاق سے وابستہ ہیں جس طرح آسمان کے انشقاق سے جو بارش سے وقوع میں آتا ہے زمین کی مخفی طاقتیں ترقی پذیر ہوتی ہیں اسیطرح اللہ تعالیٰ کیطرف سے ایک روحانی انشقاق وحی کے رنگ میں واقع ہوتا ہے تو انسان کی مخفی طاقتیں ظہور پذیر ہو کر اور ایک قیامت روحانی قایم ہو کر قیامت کبریٰ کے وجود پر نشان ٹھہرتی ہے یعنی اسی طرح آخر کار کل انسانوں کے قوائے مخفی ظہور پذیر ہونگے۔ یہ سورت بھی ابتدائی کی زمانہ کی ہے اور اس میں انسان کی اعلیٰ ترقیات کے ساتھ ساتھ اسلام کی ترقیات کی بشارت بھی ہے۔

قیامت انسان کی مخفی طاقتوں کے ترقی پذیر ہونے کا نتیجہ ہے — ۳۵۶۷ یہ سب نشانات قیامت کبریٰ کے ہوسکتے ہیں اور اس صورت میں زمین کے پھیل جانے سے مراد یہ لیگئی ہے کہ اسکی وسعت بڑھا دیجائیگی اور القت ما فیہا سے یہ کہ مردے نکال دیگی۔ مگر ہوسکتا ہے کہ یہ قیامت روحانی کے قیام پر بطور شہادت ایک امر پیش کیا گیا ہے اور آسمان کے انشقاق سے مراد بارش کا اترنا۔ اور زمین کے پھیلنے سے مراد اس کا سبزیوں وغیرہ سے بڑھنا اور پھولنا ہو جیسے دوسری جگہ ہے فاذا انزلنا علیہا الماء اھتزت وربت (الحج ۲۲-۵) اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح آسمان کے پانی برسانے سے زمین کی مخفی طاقتیں باہر نکل آتی ہیں اسیطرح اللہ تعالیٰ کی روحانی بارش سے انسان کی مخفی طاقتیں باہر نکل آتی ہیں اور وہ جیسا کہ اگلی آیت میں ہے خدا کے رستہ میں کوشش کرتا کرتا اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے۔ اور اس معنی کی تائید لترکبن طبقا عن طبق کے پہلے معنی سے ہوتی ہے اور فی الحقیقت ان مخفی طاقتوں کا ترقی پذیر ہونا قیامت روحانی کو ہی نہیں بلکہ قیامت کبریٰ کو بھی چاہتا ہے اسلئے کہ سب لوگوں میں یہ طاقتیں اس عالم میں ترقی پذیر نہیں ہوتیں اسلئے ضروری تھا کہ دوسرے عالم میں ان کی کامل ترقی ہوتی۔ اور ما فیہا سے مراد زمین کی اندرونی طاقتوں کا باہر نکل آنا ہوگا اور بعض نے القاء سے خزانوں کا دجال کے وقت میں باہر نکالنا مراد لیا ہے اور اخبار غیبی کے نشانات قیامت کے ساتھ ملانے پر دیکھو نوٹ ۳۵۴۹ اور اس معنی کی لترکبن طبقا عن طبق کے دوسرے معنے سے تائید ہوتی ہے۔

کدح — ۳۵۶۸ کادح۔ کدح کے معنی کوشش اور مشقت ہیں (غ) یعنی اللہ تعالیٰ کا صرف نام لے لینے سے اللہ نہیں ملتا بلکہ یہاں بھی مجاہدہ کی ضرورت ہے۔

۹ ۱۰ ۱۱ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ

اور وہ اپنے ساتھیوں کی طرف خوش خوش لوٹ جائیگا اور جس کی کتاب اس کی پیٹھ کے پیچھے دی گئی تو وہ

۱۲ ۱۳ ۱۴ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ

ہلاکت مانگے گا اور دوزخ میں داخل ہوگا وہ (پہلے) اپنے ساتھیوں میں خوش تھا اس کا خیال تھا کہ وہ

۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝

مع عند المتاخرین

لوٹکر نہیں آئیگا[۳۵۶۹] ہاں اسکا رب اسے دیکھنے والا ہے سو نہیں میں شام کی سرخی کی قسم کھاتا ہوں اور رات کی اور اسکی جسے وہ جمع کرتی ہے

۱۹ ۲۰ ۲۱ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ

چاند کی جب وہ کامل ہوتا ہے تم ضرور ایک حالت سے دوسری حالت کیطرف چڑھو گے[۳۵۷۰] سو انہیں کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور جب انپر قرآن پڑھا

السجدۃ

۲۲ ۲۳ ۲۴ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ

جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے بلکہ وہ جو کافر ہیں جھٹلاتے ہیں اور اللہ اسے جانتا ہے جو وہ بند رکھتے ہیں[۳۵۷۱] سو انہیں

۲۵ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

دردناک عذاب کی خبر دے ہاں جو لوگ ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ ان کیلئے غیر منقطع اجر ہے۔

۳۵۶۹ یعنی اللہ تعالیٰ کیطرف لوٹکر آنے پر یقین نہ رکھتا تھا اس لئے اس کیلئے عمل بھی کوئی نہ کیا۔ کتاب کے دیئے یا پیٹھ پیچھے دیا جانے پر دیکھو ۱۸۵۸

وسق

۳۵۷۰ وسق۔ وَسْق متفرق چیزوں کا جمع کرنا ہے اور اسلئے ایک انداز وسعین کو بھی کہتے ہیں جو ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے اور یہاں ما وسق سے مراد ہے ما جمع من الظلام یعنی تاریکیاں جو وہ جمع کرتی ہے یا رات کے حادثات مراد ہیں اور اِتّساق اجتماع ہے (غ)، اور اِتَّسَقَ القمر کے معنی ہیں استوٰی یعنی کامل ہوگیا اور اتساق قمر اس کا بھر جانا اور اس کا اجتماع اور اس کا کامل ہونا ہے جو تیرھویں اور چودھویں رات کو ہوتا ہے (ل)۔

اتّساق

انسان کی ترقیات روحانی کی بشارت

دیکھو ۳۳۸۶ لترکبن طبقا عن طبق سے مراد ہے انسان کا درجہ بدرجہ ترقی کرنا اور شفق۔ اور پھر رات کا تاریکیوں کو جمع کرنا پھر چاند کا کمال کو پہنچنا ظاہر مناظر قدرت ہیں کہ اسی طرح انسان بھی روحانی طور پر ترقی کرتا ہے شفق کی حالت گویا اسی دنیا کے آخری اوقات سے مشابہ ہے اور موت کے بعد کی حالت رات کی تاریکی سے مشابہ ہے اور پھر چاند کی طرح کمال کو پہنچنا ہے جو جنت کی حالت سے مشابہ ہے اور مجاہد سے شفق معنی کل النہار مروی ہے (ج)، اور بخاری میں ابن عباس سے ہے کہ لترکبن طبقا عن طبق نبی کریم صلعم کی ترقیات کا ذکر ہے اور معنی حالًا بعد حالٍ ہی کئے ہیں اور مطلب یہ لیا گیا ہے کہ آپکا امر بتدریج ترقی کریگا یعنی پہلے مغلوبیت کی حالت ہوگی پھر برابری کی پھر غلبہ کی اور اصل میں مراد امر اسلام ہے جو سب کو شامل کرتا ہے یعنی امر اسلام ترقی کرتے کرتے آخر سب ظلمتوں کو دور کردیگا اور بدر کامل کیطرح ہو جائیگا گو درمیان میں رات کی تاریکیوں کی طرح اس پر مشکلات کا زمانہ بھی آجاتے۔

امر اسلام کی ترقی

۳۵۷۱ بما یوعون۔ ایعاء، دیکھو ۲۸۶۵ یہاں مراد دلوں میں کچھ باتوں کا بند رکھنا ہے خواہ وہ منصوبے ہوں جو اسلام کے خلاف اسلام کے دشمن رکھتے ہیں یا کینے۔ اور بہ معنی لترکبن کے دوسرے معنی کے مطابق ہیں اور یا مراد ان قویٰ کا بند رکھنا ہے جنہیں وہ ترقی

سورۃ البروج مکیۃ وہی اثنتان وعشرون آیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے — بار بار — رحم کرنے والے کے نام سے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝

ستاروں والا آسمان گواہ ہے اور وعدے کا دن اور گواہ اور جس کی گواہی دی گئی خندق والے ہلاک ہو گئے[۳۵۶۲]

عذاب کی بشارت میں روحانی ترقیات کا ہنا ز

سے روکتے ہیں اور یہ لترکبن کے پہلے معنی کے مطابق ہے اور ابن زید نے اعمال سوء کا جمع رکھنا مراد لیا ہے (د) اور عذاب الیم کی بشارت میں یہ اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عذاب الیم روحانی ترقیات کا راستہ کھولنے کیلئے ایک ضروری چیز ہے یعنی جو لوگ یہاں ان ترقیات کیلئے مجاہدہ نہیں کرتے جیسا کہ کدح کے لفظ میں اشارہ ہے انہیں دوسرے عالم میں ان مجاہدات کی جگہ عذاب میں سے گزرنا پڑیگا۔

تمہید سورت

اس سورت کا نام البروج ہے اور اس میں بائیس آیتیں ہیں لفظ بروج میں اشارہ ایک قوم کے ملک عرب میں پیدا ہونے کیطرف ہے جو اس ملک کو اسی طرح بھر دے گی جس طرح ستاروں نے آسمان کو بھرا ہوا ہے کیونکہ ستارے رات کے وقت روشنی کا موجب ہوتے ہیں اور صحابہ نے بھی روشنی کو دنیا میں پھیلایا اور مخالفین کا ذکر بھی کیا کیونکہ وہ اس قوم کو مٹانے کی کوشش کرنیوالے تھے یہ سورت بالاتفاق مکی ہے اور ابتدائی زمانہ کی ہے۔

۳۵۶۲ یہاں تین چیزوں کو گواہ کے طور پر پیش کیا۔ اول برجوں والا آسمان اور بروج سے مراد ستارے ہیں دیکھو [۱۹۶] اور یہاں مجاہد سے یہی معنی مروی ہیں (ج) دوم یوم موعود ہے جس سے فصل قضاء کا دن مراد لیا گیا ہے مگر فصل قضاء سے مراد اس دنیا میں حق و باطل کے فیصلہ کا وقت بھی ہو سکتا ہے یا وہ دن جب حق ظاہر ہو جائے اور اسکے رستے سے رکاوٹیں دور ہو جائیں اگر قیامت کا دن مراد لیا جائے تو اسے گواہ کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ سوم شاہد اور مشہود ہیں اول سے مراد جمعہ کا دن۔ یا آنحضرت صلعم یا خود انسان یا اللہ تعالیٰ لیا گیا ہے اور دوم سے مراد یوم عرفہ یا قیامت کا دن اور ان تین کی شہادت کو اسبات کے متعلق پیش کیا گیا ہے کہ خندق والے ہلاک ہو گئے خندق والوں کے متعلق بھی

خندق والوں سے مراد

مختلف اقوال ہیں بعض کے نزدیک جن مومنوں کے انکے ہاتھ سے قتل کا ذکر ہے وہ بقایائے مجوس میں سے اہل کتاب تھے، اور بعض کے نزدیک بنی اسرائیل کے کچھ لوگ تھے اور خیال کیا جاتا ہے کہ دانیال بھی ان میں سے تھے (ج) اور صہیب کی روایت مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک لڑکا ایک کاہن کے پاس جایا کرتا تھا پھر اسے ایک راہب مل گیا اور اسکے پاس جانے لگا بالآخر بادشاہ نے ان سب کو مروا دیا اور جب لوگوں کا رجوع انکی باتوں کیطرف دیکھا تو ایک خندق کھدوا کر اور اس میں آگ جلوا کر ایسے لوگوں کو اس میں ڈال دیا۔ اور بعض کے نزدیک ذونواس ایک یہودی بادشاہ تھا جس نے عیسائیوں کو آگ میں جلوا دیا (ر) اور بائبل میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ بخت نصر شاہ بابل نے تین یہودیوں سدرک میسک اور عبید نجو کو اس قصور پر کہ وہ بادشاہ کے بنائے ہوئے بت کو سجدہ نہ کرتے تھے آگ کی جلتی ہوئی بھٹی میں ڈلوا دیا مگر ان کا کچھ نقصان نہ ہوا۔ دیکھو دانیال تیسرا باب۔ اور یہاں توجیہ یوں بھی کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے اعدا بھی اسی طرح ہلاک کئے جائینگے جس طرح خندق والے ہلاک ہو جنہوں نے پہلے خدا پرستوں کو تکلیف پہنچائی۔ پس ہو سکتا ہے کہ اصحاب الاخدود میں انہی واقعات کی طرف اشارہ ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ آیندہ کے متعلق پیشگوئی ہو ورنہ شہادت کا پیش کرنا بے معنی ہے ایک اصحاب الاخدود تو وہ تھے جن کے مقابل پر نبی کریم صلعم کو مدینہ کے گرد خندق کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کرنا پڑا اور ایک اصحاب الاخدود وہ ہیں جن کی تمام جنگیں آج خندقوں میں ہوتی ہیں۔ اور دونوں جگہ مومنوں کو تکلیف محض اسلئے پہنچائی جاتی ہے کہ وہ ایک سچا ایمان لانیوالی قوم ہے

۵ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

آگ والے جس میں ایندھن ڈالا جاتا ہے جب وہ اس پر بیٹھے ہونگے ۳۵۷۳ اور وہ اس پر گواہ ہونگے جو وہ مومنوں کے ساتھ

۸ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ

کرتے ہیں اور وہ ان سے صرف اسی بات کو برا مناتے تھے کہ وہ اللہ غالب تعریف کئے گئے پر ایمان لاتے ہیں وہ جس کی بادشاہت

۱۰ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا

آسمانوں اور زمین کی ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے وہ لوگ جو مومن مردوں

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ

اور مومن عورتوں کو دکھ دیتے ہیں پھر توبہ نہیں کرتے تو ان کیلئے دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا

۱۱ الْحَرِيْقِ ۝ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

عذاب ہے ۳۵۷۴ وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کیلئے باغ ہیں جنکے نیچے نہریں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝ؕ

بہتی ہیں یہ بڑی کامیابی ہے

اور یا اصحاب الاخدود سے مراد اصحاب النار ہی ہیں اور مطلب یہ ہے کہ مومنوں کو دکھ دینے کی وجہ سے آخر انہیں دوزخ کے عذاب کا مزا چکھنا پڑے گا اور اس صورت میں آیت ۷ میں ان کے شہود ہونے سے مراد ہوگی کہ جو دکھ وہ مومنوں کو دیتے رہے تھے اس کا مزہ بزنگ عذاب چکھ رہے ہونگے اور ستاروں والے آسمان کی طرف توجہ دلا کر یوم موعود کے ذکر میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح یہ ظاہری آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے اسی طرح ملک عرب پاک اور نیک لوگوں سے بھر جائیگا جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت کا موجب ہونگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نجوم سے مشابہت بھی دی ہے اصحابی کالنجوم پس اصل مراد یہ ہے کہ وہ وعدے کا دن آرہا ہے جب ملک عرب اسی طرح نیک لوگوں سے بھر جائے جس طرح آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے۔ اور شاہد حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور مشہود وہ امر جس کی گواہی آپ نے دی یعنی حق کا غالب آنا یا مشہود وہ لوگ ہیں جو آپ کی تعلیم کو اپنے اندر لے لینگے کیونکہ یہی وہ امر بھی تھا جس کی گواہی دی گئی ۔

۳۵۷۴ ربیع سے روایت ہے کہ عذاب جہنم آخرت میں اور جلنے کا عذاب دنیا میں ہے (ر) آگے بطلفی میں بھی عذاب دنیا کی طرف اشارہ ہے ۔

۳۵۷۳ وقود ۔ وَقَدَتِ النَّارُ (مصدر وُقُوْد) آگ جل اٹھی اور اَوْقَدْتُھَا میں نے اسے جلایا اور یہی معنی اِسْتَوْقَدَ کے ہیں کمثل الذی استوقد نارا (البقرۃ ۲ ـ ۱۷) اوقد لی یاھامان (القصص ۲۸ ـ ۳۸) نار اللہ الموقدۃ (الھمزۃ ۱۰۴ ـ ۶) اور وَقَدَ کا استعمال استعارۃً جنگ کے لئے ہوتا ہے جیسے نار کا استعمال ہوتا ہے کلما اوقدوا نارا للحرب (المائدۃ ۵ ـ ۶۴) اور وَقُوْد ایندھن کو بھی کہا جاتا ہے جس سے آگ جلتی ہے اور شعلہ کو بھی جو اس سے نکلتا ہے وقودھا الناس والحجارۃ (البقرۃ ۲ ـ ۲۴) یعنی اور یہاں شعلوں والی آگ مراد ہو سکتی ہے یا ایسی آگ جس میں ایندھن ڈال کر اسے جلتا رکھا جاتا ہے ۔

وقد ۔ ایقاد ۔ استوقد

وَقُود

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝ وَهُوَ ۱۲ ۱۳ ۱۴

یقیناً تیرے رب کی گرفت سخت ہی — وہی پہلی بار بناتا اور بار بار بناتا ہے — اور وہ

الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ هَلْ أَتَاكَ ۱۵ ۱۶ ۱۷

بخشنے والا محبت کرنے والا ہی — عرش کا مالک بڑی شان والا — کر گزرنے والا جو وہ چاہتا ہی — کیا تجھے لشکروں کی

حَدِيثُ الْجُنُودِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ۝ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۝ ۱۸ ۱۹

خبر پہنچی ہی — فرعون اور ثمود کی — بلکہ وہ جو کافر ہیں جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں

وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝ ۲۰ ۲۱ ۲۲

اور اللہ نے انکے گرد اگرد سے انکا احاطہ کیا ہوا ہی — بلکہ قرآن بڑی شان والا ہی — محفوظ — تختی میں ۳۵۷۵

قرآن کے لوح محفوظ میں ہونے سے مراد

۳۵۷۵ لوح محفوظ مشہور ہی اور حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ اس کا طول ما بین السماء والارض ہی اور اس کا عرض ما بین المشرق والمغرب ہی (ر) اور یہاں قرآن مجید کے لوح محفوظ میں ہونے سے ایک مراد یہ لی گئی ہی کہ وہاں تک شیاطین نہیں پہنچ سکتے اور ایک یہ کہ قرآن شریف بعد اُتارا جانے کے تغیر و تبدل اور کمی زیادتی سے محفوظ ہے جیسا کہ انّا نحن نزلنا الذکر وانّا لہ لحافظون کا منشا ہے (ر) اور چونکہ یہاں اوپر ذکر ان لوگوں کا تھا جو تکذیب اور مخالفت کے درپے ہیں اور قرآن مجید کو گویا نابود کرنا چاہتے ہیں تو اس لئے لوح محفوظ میں ہونے سے خاص اشارہ اسی طرف معلوم ہوتا ہی کہ دشمن اسے نیست و نابود نہیں کر سکتے۔ اور لوح محفوظ کا تعلق علم الٰہی سے ہی لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیا ہی اور کیا نہیں ۔

سورۃ الطارق مکیۃ سبع عشرۃ آیۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝

آسمان گواہ ہی اور رات کو آنیوالا اور تجھے کیا خبر ہی کہ رات کو آنے والا کیا ہی چمکتا ہوا ستارہ ہی ۳۵۷۶

ع ۱۷ / ۱۱

تمہید سورت

اس سورت کا نام الطارق ہی اور اسمیں سترہ آیتیں ہیں اور طارق رات کے وقت آنے والے کو کہتے ہیں اور مراد اس سے نبی کریم صلعم کا ظلمت کے وقت دنیا میں ظاہر ہونا اور اس ظلمت کو دور کرنا ہی اور پچھلی سورت کے مضمون کو جاری رکھا ہی کہ کس طرح آپکے آنے سے تاریکی دور ہو کر نور اور ہدایت پھیل جائے گی یہ سورت بھی بالاتفاق مکی ہی اور ابتدائی زمانہ کی ہی +

طارق

ع ۳۵۷۶ طارق - طریقۃ رستہ ہی ۲۰۵۰ اور طارق رستہ پر چلنے والا لیکن تعارف میں رات کے وقت آنیوالے سے مخصوص ہو گیا ہے اور نجم کو بھی اس لئے رات کیوقت ظہور کرنے کی وجہ سے طارق کہا جاتا ہی (غ) اور رات کے آنیوالے کو طارق اسلئے کہا جاتا ہی کہ اسے دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہی کیونکہ طَرْق کے معنی مارنا ہیں اور یہاں طارق سے مراد وہ نجم بھی لیا گیا ہی جسے صبح کا سیارہ کہا جاتا ہی اور ہند کا قول ہی نحن بنات الطارق ہم طارق کی بیٹیاں ہیں یعنی ہمارا باپ شرف اور علو میں ستارہ کی طرح ہی اور کہا گیا ہی کہ مراد یہ ہی ہم لوگوں میں سے صاحب نجم کی بیٹیاں ہیں گویا کہ وہ علو قدر کے لحاظ سے نجم ہے اور طارق نجم کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ رات کو نکلتا ہے اور یذھبا بطریقتکم المثلی (طٰہٰ ۲۰-۶۳)

طریقۃ

میں طریقۃ کے معنی رجال اشراف بھی کئے گئے ہیں کیونکہ عرب لوگ بڑے صاحب فضل کو کہتے ہیں کہ یہ اپنی قوم کا طریقہ ہے (ل) +

آنحضرت کی مشابہت صبح کے سیارہ سے

یہاں آسمان اور طارق کو شہادت میں پیش کرکے خود ہی بتا دیا ہی کہ طارق چمکتا ہوا ستارہ ہی۔ اور لفظ ثاقب میں اشارہ ہی کہ اس کی روشنی ایسی تیز ہے کہ تاریکی کو پاش پاش کر دے گی۔ اور چونکہ طارق کا لفظ عربی زبان میں عظیم الشان لوگوں پر بولا جاتا تھا اس لئے یہاں اس میں خاص اشارہ حضرت نبی کریم صلعم کی طرف ہے اور آپ کو طارق اس لحاظ سے کہا کہ آپ ایک سخت تاریک رات میں آئے جیسا کہ دوسری جگہ بھی آپ کی آمد کے زمانے کو لیل سے ہی تعبیر کیا ہی ۳۰۲۶ کیونکہ ساری دنیا پر تاریکی اور جہالت چھائی ہوئی تھی اور نجم ثاقب اس لحاظ سے کہ آپ کی قوت قدسی کی تیز روشنی اس جہالت کی تاریکی کو دور کرنے والی تھی اور انجیل میں اس لطیف استعارہ کو ایک بدنما رنگ میں پیش کیا ہی جہاں مسیح کے آنے کو ایک چور سے مشابہت دی ہی جو رات کے وقت آتا ہی متی ۲۴: ۴۳ و ۴۴ اور قرآن کریم نے آنحضرت صلعم کو طارق کہکر صبح کے سیارہ سے مشابہت دی ہی اسلئے کہ گو وہ رات کو آتا ہی مگر اس کے بعد جلد ہی دن چڑھ جاتا ہی اور جواب قسم ان کل نفس لما علیہا حافظ ہی اور بعض نے انہ علی رجعہ لقادر کو جواب قسم کہا ہی اور حقیقت میں دونوں کا مطلب ایک ہی۔ کیونکہ گو بعض نے حافظ سے مراد یہاں اللہ تعالیٰ کی حفاظت کو لیا ہی مگر اصل مطلب حفاظت اعمال سے ہی جیسا کہ ابن سیرین اور ابن عباس سے مروی ہی یحفظ عملہا ویحصی علیہا ما تکسب من خیر او شر (ج) اور یہ حافظ وہی ہی جسکا ذکر لحافظین کراماً کاتبین میں ہی۔ اور اعمال کے محفوظ کر لینے کا نتیجہ ہی دوسری زندگی ہی پس انہ علی رجعہ لقادر اسی کا نتیجہ ہی

آپکے وجود سے قیامت پر شہادت

اور رسول اللہ صلعم کے وجود کو اللہ تعالیٰ نے قیامت یا بعثت کی شہادت ٹھہرایا ہی اسلئے کہ آپکے وجود سے اس دنیا میں قیامت روحانی قائم ہو کر قیامت کبریٰ کی صداقت پر کھلی گواہی ہو گئی +

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ ۴ ۵ ۶

کوئی جان نہیں مگر اس پر حفاظت کرنے والا ہے پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ گرائے

مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ ۷ ۸

ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے وہ پیٹھ اور پسلیوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے ۳۵۷۷ یقیناً وہ اسکے لوٹانے پر

لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَآءِ ۹ ۱۰ ۱۱

بھی قادر ہے جس دن راز ظاہر ہو جائینگے ۳۵۷۸ تو اس کیلئے نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار آسمان گواہ ہے

ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ ۱۲ ۱۳ ۱۴

جو (مینہ کو) لوٹاتا ہے اور زمین جو (پودوں سے) پھٹ پڑتی ہے ۳۵۷۹ یہ یقیناً فیصلہ کی بات ہے اور یہ

بِالْهَزْلِ ۝ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝ ع ۱۵ ۱۶ ۱۷

بیہودگی نہیں ۳۵۸۰ یہ بھی ایک تدبیر میں لگے ہوئے ہیں اور میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں پس تو کافروں کو مہلت دے انہیں تھوڑی ہی مہلت دے ۳۵۸۱

دفق — ۳۵۷۷ دافق ۔ دَفق پانی کا گرانا ہے اور وہ متعدی ہے اور ماء دافق سے مراد ہے ذو دَفق ایک ہی مرتبہ گرایا ہوا (ل) ۔

صلب — صلب ۔ صُلب سخت کو کہتے ہیں اور بلحاظ سختی کے پیٹھ کو صلب کہا جاتا ہے جمع اَصلاب ہے من اصلابکم (النساء ۲۳) (غ)

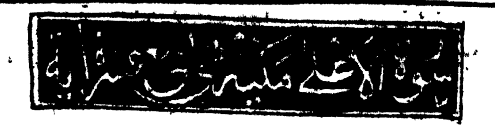
یہاں صلب اور ترائب کے درمیان کہکر ایک لطیف پیرایہ میں بتایا ہے کہ انسان کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے ایک حدیث میں ہے من یضمن لی ما بین لحییه و ما بین رجلیه فاضمن له الجنة جہاں ما بین رجلیه یعنی اس کے دونوں پاؤں کے درمیان سے مراد اسکی شرمگاہ ہے اور امام راغب نے فرج کے معنی میں ایسے ہی لفظ لکھے ہیں ۔ ما بین الرجلین ۔ بعث بعد الموت کو بعید خیال کرنے والوں کو توجہ دلائی ہے کہ انسان کی پہلی پیدائش میں کیا کم قدرت کا نظارہ ہے کہ دوسری کو بعید سمجھتے ہو ۔

سب رازوں کا ظاہر ہو جانا ہے — ۳۵۷۸ یہاں بتایا کہ جس طرح انسان نطفہ کی حالت میں ایک ستر کی حالت میں ہے اسیطرح اس کی دوسری زندگی اس عالم میں ایک ستر کی حالت میں رہتی ہے اور نتائج اعمال محفوظ ہوتے چلے جاتے ہیں یہی اسرار قیامت کے دن ظہور پذیر ہو جاتے ہیں ۔

ذات الرجع و الصدع — ۳۵۷۹ بخاری میں مجاہد کا قول ہے کہ ذات الرجع بادل ہے جو مینہ کو لوٹاتا ہے اور ذات الصدع زمین یعنی نباتات کے سامنے پھٹنے والی اور آسمان کو ذات الرجع اسلئے کہا کہ زمین سے بخارات آبی اُٹھتے ہیں تو آسمان انہیں بارش کے رنگ میں لوٹا دیتا ہے اور ان دونوں آیتوں میں آسمان اور زمین کی زوجیت کیطرف توجہ دلائی ہے کہ آسمان کے بارش برسانے سے زمین میں سے کیا کیا کچھ کھڑا ہوتا ہے اسی طرح قرآن ایک بارش روحانی ہے جو انسانوں کے اندر ایک انقلاب عظیم پیدا کر دے گا اور انکی مخفی طاقتوں کو زندہ کر دیگا اسی لئے جواب قسم ہے انه لقول فصل یعنی حق کو باطل سے الگ کر دیگا ۔ حق زندہ ہوگا اور باطل مر جائیگا ۔

ھزل — ۳۵۸۰ ھزل ۔ ہر کلام جس سے فائدہ کچھ نہ ہو کیونکہ ھزال دبلاپن کو کہتے ہیں (غ) اور ھزل نقیض جِدّ ہے (ل) یعنی بیہودگی ۔

رُوَید — ۳۵۸۱ رویدا ۔ رَود مہلت کو کہتے ہیں اور رویدا کے معنی ہیں مہلاً اور سیبویہ کے نزدیک یہ اسم فعل ہے اور رویدا کے معنی ہیں امھِلهُ یعنی اسے مہلت دے اور بعض نے رُوید کو رُود کی تصغیر قرار دیا ہے (ل) اور مطلب یہ ہے کہ فیصلے کے دن کا انتظار کریں ۔



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ۝ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی ۝ وَالَّذِیْٓ

اپنے رب بہت بلند کے نام کی تسبیح کر جو پیدا کرتا پھر کامل بناتا ہے اور جو اندازہ کرتا پھر ہدایت دیتا ہے ۳۵۸۲ اور جو

اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝ سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ

چارہ نکالتا ہے پھر اسے کوڑا کرکٹ سیاہ کر دیتا ہے ۳۵۸۳ ہم تجھے پڑھائیں گے سو تو نہ بھولے گا ہاں جو اللہ چاہتا ہے ۳۵۸۴

تمہید سورت — اس سورت کا نام الاعلیٰ ہے اور اس میں اُنیس آیتیں ہیں الاعلیٰ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور یہاں بتایا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے سے ہی انسان علو کے مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ یہ سورت بھی ابتدائی مکی زمانہ کی ہے +

العلی۔ الاعلیٰ — ۳۵۸۲ الاعلیٰ بمعنی عالی ہے اور العلی اور العالی اور المتعالی اور الاعلیٰ ان سب کے معنی ملتے جلتے ہیں۔ العلی صاحب مفردات نے اس کے معنی بیان کئے ہیں اور وہ وہ ہے جس کے اوپر کوئی نہیں یا وہ جو اپنی مخلوق پر غالب ہے اور اپنی قدرت سے انکو مغلوب رکھتا ہے اور الاعلیٰ وہ ہے جو ہر ایک عالی سے بلند تر ہے اور اس کا اسم الاعلیٰ ہے یعنی اس کی صفت سب صفات سے بلند تر ہے +

نماز سے علو کا ملنا — یہاں اول اللہ تعالیٰ کے اسم الاعلیٰ کی تسبیح کیلئے فرمایا اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم اس آیت کو پڑھکر کہا کرتے تھے سبحان ربی الاعلیٰ۔ اور اس نام کی تنزیہ میں یہ اشارہ ہے کہ اس کا علو تمام عیوب سے منزہ ہے اور جسمانی بلندی کے خیال سے بالا تر اور یہ بھی کہ انسان کو علو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ہی مل سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جس صفت کو انسان اپنے سامنے رکھتا ہے اسی صفت کا وہ مظہر بن جاتا ہے اور نماز میں انتہائی ذلت کی حالت میں سبحان ربی الاعلیٰ کا ذکر سکھانا بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ اسی ذریعہ سے انسان علو پر پہنچ سکتا اور اسی لئے نماز کو معراج مومن کہا ہے گویا سبح اسم ربک الاعلیٰ میں نماز کی طرف ہی توجہ دلائی ہے اور اسکے آگے چلکر واضح بھی فرمایا ہے دیکھو آیت وذکر اسم ربہ فصلّٰی۔

خلق و ہدایت کا تعلق — اسکے بعد چار امور کا ذکر کیا۔ خلق۔ تسویہ۔ تقدیر۔ ہدایت اور چونکہ یہاں مفعول مذکور نہیں اسلئے ساری مخلوق ہی مراد ہے یعنی ہر چیز کو پیدا کیا۔ ہر چیز کو ایک کمال دیا۔ ہر چیز کیلئے ایک اندازہ اور حد بست مقرر کی کہ اس سے باہر وہ نہیں نکل سکتی اور ہر چیز کو ہدایت دی یعنی ایک قانون بتایا کہ اس پر چل کر وہ اپنے کمال کو حاصل کرے پیدایش کے مقابلہ میں اندازہ مقرر کرنا اور تسویہ کے مقابلہ میں ہدایت ہیں اور یہ چاروں باتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اگر اللہ تعالیٰ خلق نہیں کرتا تو وہ ان چیزوں کی حد بست بھی مقرر نہیں کر سکتا اور نہ کمال تک پہنچانے کے قوانین بتا سکتا ہے دوسری جگہ یوں فرمایا اعطی کل شیء خلقه ثم هدٰی گویا خلق سے ہی ہدایت وابستہ ہے۔ ایسا ہی انسان کے کمال روحانی کو حاصل کرنے کی راہ بھی اللہ تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے آریہ جو خلق کے منکر ہیں انہیں ہدایت کا بھی انکار کرنا پڑے گا +

احوٰی — ۳۵۸۳ احوٰی حُوّۃ کا سیاہی ہے جو سبزی کی طرف مائل ہو اور اسی سے نکلا ہے اور ہر ایک سیاہ کو احوٰی کہا جاتا ہے اور احوٰی وہ ہے جو پرانا ہو کر سیاہ ہو جائے (ل) سبزی کا کمال یہی ہے +

آنحضرت کا معجزہ کہ قرآن کو نہ بھولتے تھے۔ — ۳۵۸۴ جب ہر چیز کا کمال الگ ہے تو اسکی ہدایت بھی الگ ہے انسان دیگر مخلوق سے ایک فوقیت رکھتا ہے اسلئے اس کا کمال بھی بلند تر

إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَىٰ ۝ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَىٰ ۝ فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ۝ ۹

وہ کھلی بات کو جانتا ہے اور اسے بھی جو چھپا ہے اور ہم آسان (طریق) کی طرف تجھے چلائینگے [۲۵۸۵] سو نصیحت کر تا نصیحت یقیناً نفع دیتی ہے

سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ ۝ وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳

وہی نصیحت حاصل کرتا ہے جو ڈرتا ہے اور بدبخت اس سے دور رہتا ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوتا ہے۔ پھر وہ نہ اس میں مرتا ہے

وَلَا يَحْيَىٰ ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۱۴ ۱۵ ۱۶

اور نہ زندہ ہوتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے جو اپنے آپکو پاک کرتا ہے اور اپنے رب کے نام کو یاد کرتا ہے پس نماز پڑھتا ہے بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۝ ۱۷ ۱۸ ۱۹

اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے یقیناً یہ پہلے صحیفوں میں ہے ابراہیم اور موسےٰ کے صحیفوں میں ہے [۲۵۸۶]

اور وہ کمال حاصل کرنے کیلئے اتباع وحی ضروری ہے اللہ تعالیٰ کی وحی کا یہاں ایک نشان بیان کیا کہ ہم تجھے پڑھاتے ہیں تو تو اسے بھول نہیں سکتا۔ آنحضرت صلعم بھی ایک انسان تھے اور ہر انسان بھولتا بھی رہتا ہے آنحضرت بھی دیگر باتوں میں بعض وقت بھول جاتے تھے جس کے متعلق فرمایا الا ماشاء اللہ جہاں الا استثناء منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح دوسرے انسان بھولتے ہیں تم بھی بہتیری باتیں بھول جاتے ہو مگر اللہ تعالیٰ کے پڑھانے کا یہ نشان ہے کہ آپ اسے بھولتے نہیں۔ آپ پر پہلے رکوع کی سورت الاعلیٰ نازل ہوئی اور ان سورتوں کے مضامین جو توحید و نبوت کی دلائل سے پر ہیں نہایت دقیق ہیں پھر ایک ایک سورت کا نزول کئی کئی سال تک ممتد رہا جب ایک آیت اترتی تو اسے ایک خاص جگہ لکھوا دیتے لیکن آپ خود نہ پڑھنا جانتے ہیں نہ لکھنا نہ آپکے گھر میں کوئی لکھا ہوا نسخہ قرآن شریف کا موجود ہے۔ بایں آپ نمازوں میں متفرق مقامات سے قرآن پڑھتے ہیں اور نہ کسی سورت میں ایک حرف کی کمی بیشی وقوع میں آتی ہے نہ ترتیب میں ایک آیت آگے پیچھے ہوتی ہے یہ کس قدر بڑا معجزہ ہے کہ بجائے خود ہی صداقت وحی پر ایک قاطع دلیل ہے۔ الا ماشاء اللہ سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ آپ قرآن کا کوئی حصہ بھی بھول جاتے تھے کیونکہ اس طرح عبارت بے معنی ہو جاتی ہے یعنی عبارت یوں ہوگی کہ ہمارے پڑھائے ہوئے کو تم نہیں بھولتے مگر اس میں سے جو خدا چاہے بھول بھی جاتے ہو۔ اصل مطلب وہی ہے جو اوپر بیان ہوا کہ ہمارے پڑھائے ہوئے کا یہ نشان ہے کہ تم اسے نہیں بھولتے حالانکہ دوسری باتوں کو بھول بھی جاتے ہو اگر قرآن تو ساتھ ساتھ لکھا بھی جاتا تھا پس کوئی حصہ بھلایا نہیں گیا

۲۵۸۵ نیسّر۔ یسر ی۔ یسّرہ ی سہل کو کہتے ہیں اور یسّرہا کے معنی ہیں اسے سہل کر دیا اور تیسیر خیر میں بھی ہے اور شر میں بھی فسنیسرہ للعسریٰ (الیل ۹۲-۱۰) (ل) اور یسرٰی عمل خیر کو (غ) کیونکہ اس کا نتیجہ سہولت ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہم ایسے اسباب پیدا کر دینگے کہ آپکے رستے میں جو رکاوٹیں ہیں وہ دور ہو جائیں اور ہر قسم کی بھلائی کیلئے سہولتیں پیدا کر دینگے ✦

سہل ی۔ یسّرہا

۲۵۸۶ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ میں اشارہ اس تعلیم کی طرف ہے یعنی یہی تعلیم قد افلح من تزکّی یعنی تزکیہ سے ہی انسان فلاح کو حاصل کر سکتا ہے پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہے بالفاظ دیگر تمام انبیاء کی تعلیم ہمیشہ ایک ہی رہی ہے کہ انسان دنیا کی زندگی تک اپنی نظر کو محدود نہ رکھے بلکہ ایک نئی زندگی کے لئے اپنے آپ کو تیار کرے اور بعض نے اشارہ ھذا میں ذکرٰی یعنی قرآن کی طرف لیا ہے کہ یہ قرآن پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہے جیسا کہ دوسری جگہ ہے لفی زبر الاولین (الشعراء ۲۶-۱۹۶) ✦

انبیاء کی تعلیم ہمیشہ ایک ہی رہی ہے

سورة الغاشية مكية

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝

کیا تیرے پاس ڈھانک لینے والی کی خبر آئی ہے ۳۵۸۸ کچھ منہ اس دن ذلیل ہونگے محنت کرنیوالے تھکے ماندے

تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ۝ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن

جلتی ہوئی آگ میں داخل ہونگے اُبلتے ہوئے چشمے سے انہیں پانی پلایا جائیگا سوائے کانٹونکے ان کیلئے کوئی کھانا

ضَرِيعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝

نہ ہوگا وہ نہ موٹا کرتا ہے اور نہ بھوک میں کام آتا ہے ۳۵۸۹ کچھ منہ اس دن تروتازہ ہونگے

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۝ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝

اپنی کوشش کیوجہ سے راضی ہونگے بلند بہشت میں تو اس میں کوئی لغو بات نہ سنے گا اس میں بہتا ہوا چشمہ ہے

تمہید سورت اس سورت کا نام الغاشیۃ ہے اور اس میں چھبیس آیتیں ہیں۔ غاشیۃ ڈھانک لینے والی چیز کو کہتے ہیں اور اس نام میں یہ اشارہ ہے کہ جو لوگ اپنے نفس کا تزکیہ نہیں کرتے اور دنیا پر ہی گرے رہتے ہیں ان کیلئے آخر ایک وقت آتا ہے کہ جس مصیبت سے وہ بچنا چاہتے تھے وہی انکو ڈھانک لیتی ہے ابتدائی مکی زمانہ کی سورت ہے +

غاشیۃ ۳۵۸۷ الغاشیۃ۔ دیکھو ۱۶۳۵ اور اصل استعمال اسکا ہر ڈھانک لینے والی چیز پر ہے مثلاً ایک شخص کا غاشیۃ وہ ہیں جو اسکے دوست وغیرہ میں سے اس کی ملاقات کو پے درپے آتے ہیں اور قیامت کو غاشیۃ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے خوف سے مخلوق کو ڈھانک لیگی (ل) اور چونکہ یہاں ذلت اور مشقت اور نکال وغیرہ کا ذکر ہے ہوسکتا ہے کہ قیامت کے غاشیۃ اسی لحاظ سے کہا ہو کہ جس محنت و مشقت سے انسان یہاں بچتا تھا آخر وہی اسکو ڈھانک لے گی +

۳۵۸۸ عاملۃ ناصبۃ۔ مجاہد کا قول بخاری میں ہے کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں تو اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ وہ دنیا میں کام کرتے رہے جن کا نتیجہ سوائے تھکان اور درماندگی کے کچھ نہ تھا اور یہی معنی زید سے مروی ہیں (ر) اور قیامت کے دن انکے عاملۃ ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہاں خدا کی راہ میں مشقت برداشت نہ کرتے تھے وہاں مشقت اُٹھانی پڑے گی +

ضریع ضریع۔ خشک شدہ شبرق یا ایک خار دار جھاڑی ہے یا بدبودار نبات جسے سمندر پھینکتا ہے جو کچھ ہو مراد منکرشے ہے (غ) دنیا اور اسکی آرزوئیں فی الحقیقت خار دار جھاڑیاں ہیں جو نہ انسان کو موٹا کرتی ہیں یعنی نہ روحانی طور پر اس کے کسی فائدہ کا موجب ہیں نہ بھوک دور کرتی ہے بلکہ دنیا کی حرص کی آگ اور زیادہ مشتعل ہوتی ہے +

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۙ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۙ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۙ وَّزَرَابِيُّ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶

اس میں اونچے تخت ہونگے اور آبخورے رکھے ہوئے اور گاؤ تکیے قطار میں لگے ہوئے اور فرش

مَبْثُوْثَةٌ ۗ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۗ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۗ ۱۷ ۱۸

بچھائے ہوئے ۳۵۸۹ تو کیا بادلوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کئے گئے ہیں اور آسمان کیطرف کہ وہ کیسا بلند بنایا گیا ہے

وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۗ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۗ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ ۱۹ ۲۰ ۲۱

اور پہاڑوں کیطرف کہ وہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کیطرف کہ وہ کسطرح بچھائی گئی ہے ۳۵۹۰ سو نصیحت کر تو صرف یاد دلانے

مُذَكِّرٌ ۗ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۙ فَيُعَذِّبُهُ ۲۲ ۲۳ ۲۴

والا ہے ان پر تو داروغہ نہیں ہاں جو منہ پھیرتا اور انکار کرتا ہے تو اللہ اسے

النصف

اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۗ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۙ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۲۵ ۲۶

بڑا عذاب دے گا ہماری طرف ہی ان کا لوٹ کر آنا ہے پھر ہمارے ذمے ہی ان کا حساب ہے

نمارقة — ۳۵۸۹ نمارق۔ واحد نُمرُقة یا نَمرِقة ہے وسادۃ یعنی تکئے کو کہتے ہیں اور اس گدی کو بھی جو زین کے اوپر بیٹھنے کیلئے رکھی جاتی ہے (غ)

زرابی — زرابی زربی کی جمع ہے اور وہ ایک قسم کا خوبصورت کپڑا ہے جو ایک خاص مقام کی طرف منسوب ہے (غ)۔

ابل — ۳۵۹۰ ابل۔ اونٹوں کو کہتے ہیں اس لفظ سے واحد نہیں آیا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بادل ہیں اور یہ اگر ہو تو تشبیہ کی وجہ پر صحیح ہو سکتا ہے (غ) اور بعض نے کہا ہے کہ ابل کے معنی بادل ہیں جو بارش کیلئے پانی اٹھاتے ہیں (ل)۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اونٹ کی پیدائش کی طرف توجہ دلائی ہو کہ وہ ریگستانوں میں سخت برداشت کی طاقت رکھتا ہے اور سماء جبال۔ ارض کے ساتھ زیادہ موزوں بادل کا ذکر ہے۔

سطح — سطحت۔ سطح گھر کا سب سے اونچا مقام ہے اور سَطَحْتُ الْبَيْتَ کے معنی ہیں گھر کی سطح بنائی (غ) اس لفظ کے اختیار کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ زمین کا اوپر کا چھلکا قابل رہائش بنایا ہے۔

یوں تو سب ظاہری مناظر قدرت کی طرف توجہ دلائی ہے مگر ساتھ ہی اس میں انسان کو یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ بادلوں کی سخاوت۔ آسمان کی رفعت۔ پہاڑوں کے استقلال۔ زمین کی فراخی کو اپنے اخلاق میں جمع کرے۔

سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝

فجر گواہ ہے اور دس راتیں اور جفت اور طاق اور رات جب جانے لگے ۳۵۹۱ اس میں عقل والے کے نزدیک قسم ہے

تمہید سورت

اس سورت کا نام الفجر ہے اور اس میں تیس آیتیں ہیں فجر صبح کی روشنی کے پھوٹنے کا نام ہے اور اس سورت میں بتایا ہے کہ انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی حالت جسے نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے عبادت الٰہی سے پیدا ہوتی ہے اور اس عبادت کے خاص ایام وہ دس راتیں ہیں جن میں نزول قرآن شروع ہوا۔ اسی فجر کیطرف سورت کے نام میں اشارہ ہے۔ اور ابتدائی مکی سورتوں میں سے یہ ایک ہے

عبادت الٰہی پر روحانی ترقی کا مدار ہے

۳۵۹۱ یہاں جن چار چیزوں کو بطور شہادت پیش کیا ہے ان میں سے دس راتوں کے متعلق حضرت ابن عباس کی دو روایتیں ہیں اول یہ کہ یہ ذوالحج کی پہلی دس راتیں ہیں اور دوسری یہ کہ یہ رمضان کی آخری دس راتیں ہیں۔ بلکہ تبریزی کا خیال ہے کہ ان دس راتوں کے رمضان کی آخری راتیں ہونے پر اتفاق ہے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلعم جب آخری عشرہ میں داخل ہوتے تھے تو بہت شب بیداری کرتے تھے اور وہاں لفظ ہیں اذا دخل العشر۔ اور انہی دس راتوں میں لیلۃ القدر بھی ہے اور لیال عشر کے لفظ ذی الحج کی پہلی اور رمضان کی آخری دونوں راتوں پر صادق آتے ہیں اور والشفع والوتر کے متعلق امام احمد اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلعم سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا الصلوٰۃ بعضہا شفع وبعضہا وتر یعنی یہ نماز ہے کہ اس کی رکعات جفت بھی ہیں اور طاق بھی اور بعض نے شفع سے مراد مخلوق کو لیا ہے اور وتر سے خالق کو۔ اور اور بھی کئی قول ہیں (م) اور پچھلی سورت میں بلکہ کئی سورتوں میں اصل مضمون یہی رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کا تعلق پیدا کرنے سے انسان کو فلاح ملتی ہے۔ تو اس سورت میں عبادت کے بہترین ایام کا ذکر کیا ہے اور بجائے ایام کے لیال کا لفظ بھی اسی لئے اختیار کیا کیونکہ رات کی عبادت ہی بہترین عبادت ہے۔ اور جواب قسم کوئی بیان نہیں فرمایا گویا یوں فرمایا کہ اگر اس طرح سے تعلق باللہ پیدا کرو تو تم خود دیکھ لو کہ تم کس مقام پر پہنچ جاتے ہو چنانچہ سورت کے آخر پر اسی ابتدا کی طرف توجہ دلانے کے لئے بغیر کسی اور تمہید کے فرمایا یایتہا النفس المطمئنۃ اور یہاں بھی فرمایا هل فی ذلک قسم لذی حجر۔ کیونکہ حجر وہ چیز ہے جو انسان کو حرص و ہوا کے اتباع سے روکتی ہے دیکھو ۱۰۲۲ اور شفع اور وتر کے لفظ میں یہ اشارہ بھی ہوسکتا ہے کہ مخلوق تو سب زوجین کے رنگ میں پیدا کی گئی ہے ومن کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (الذٰریٰت ۵۱-۴۹) اور اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے پس اگر تمہاری جسمانی ترقیات بغیر زوجیت کے نہیں ہوسکتیں تو روحانی ترقی بغیر خدائے واحد سے تعلق پیدا کرنے کے نہیں ہوسکتی جو سب مخلوق کے مقابل پر وتر ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ہر چیز سے زوجین ہونے کے ذکر کے بعد فرمایا ففروا الی اللہ (الذٰریٰت-۵۰) اور خدا سے تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ عبادت ہے اور فجر کے لفظ میں اشارہ دس راتوں کی ابتدا کی فجر کیطرف بھی ہوسکتا ہے اور لیلۃ القدر کی فجر کیطرف بھی حتی مطلع الفجر۔ اور والیل اذا یسر میں آخری رات کے نکلنے یا تاریکی کے دور ہونے اور روشنی کے نمودار ہونے کیطرف اشارہ ہے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا ۶ ۷ ۸

کیا تو نے غور نہیں کیا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا (عاد) ارم بلند عمارتوں والے دکیا ۳۵۹۲ جن کی مثل شہروں میں پیدا نہ

فِي الْبِلَادِ ۝ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝ الَّذِينَ طَغَوْا ۹ ۱۰ ۱۱

ہوئے تھے ۳۵۹۳ اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹان تراشے اور لشکروں والے فرعون کے ساتھ جنہوں نے شہروں میں

فِي الْبِلَادِ ۝ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۱۲ ۱۳ ۱۴

سرکشی کی سو ان میں بہت فساد کیا سو تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا چلایا ۳۵۹۴ بیشک تیرا رب حفاظت کرتا ہے

فَأَمَّا الْإِنسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ ۱۵ ۱۶

تو انسان کی حالت یہ ہے کہ جب اسے اسکا رب آزماتا ہے پھر اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے معزز کیا ہے اور جب اسے آزماتا ہے

فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝ ۱۷

پھر اسکی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ۳۵۹۵ ہرگز نہیں۔ بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے

وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝ وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۝ ۱۸ ۱۹

اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے ۳۵۹۶ اور میراث سب کچھ سمیٹ کر کھاتے ہوئے کھا جاتے ہو

ارم — ۳۵۹۲ ارم۔ ایک نشان تھا جو پتھروں کو جمع کرکے بیابان میں بنا دیتے تھے جمع ارام ہے اور بعض نے اسے عاد کے نشانوں سے خاص کیا ہے اور عاد اولی کے والد کا نام بھی ارم تھا اور انکے شہر کو جس میں وہ رہتے تھے ارم کہا گیا ہے ✦

عماد — عماد۔ عمود کیلئے دیکھو ۱۵۹۶ اور عَمَدَ الشیئ کے معنی ہیں ایک چیز کو کھڑا کیا یا سہارا دیا اور عماد (واحد عمادة) بلند عمارتوں کو کہتے ہیں اور یہاں معنی لمبے قد والے بھی کئے گئے ہیں اور بلند عمارتوں والے بھی (ل) ✦

۳۵۹۳ تاریخی طور پر بھی یہ ثابت ہے کہ عاد اپنے زمانہ میں قوی ترین قوم تھی اور اس کا تصرف دور دور پھیل گیا تھا ✦

سوط — ۳۵۹۴ سوط کوڑے کو کہتے ہیں اور اس کا اصل ایک چیز کے بعض کو بعض سے مخلوط کرنا ہے انواع عذاب بھی مراد لیا گیا ہے (غ) مجاہد سے ہے کہ سوط عذاب سے مراد ہے جس سے عذاب دیا گیا اور عرب کے لوگ سوط عذاب ہر نوع کے عذاب کو کہتے ہیں (بخاری) ✦

اللہ تعالیٰ کی آزمائشیں — ۳۵۹۵ اللہ تعالیٰ انسان کو دونوں طرح آزماتا یا اس کی جودت و رداءت کو ظاہر کرتا ہے کبھی انعام دیکر کبھی مصائب سے لیکن ناشکرا انسان دونوں صورتوں میں اپنے نفس کی ہی پروا کرتا ہے انعام ملے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے معزز بنایا ہے یا بڑا بنایا ہے پھر غرباء کے ساتھ ملکر بیٹھنا یا انکے ساتھ شامل ہونا اسے دشوار معلوم ہوتا ہے اسی لئے آگے فرمایا بل لا تکرمون الیتیم۔ اور جب رزق کم ملتا ہے تو اسے ذلت سمجھتا ہے حالانکہ نہ حقیقی عزت محض رزق کی فراوانی میں ہے اور نہ تنگی رزق ذلت کے قائم مقام ہے بلکہ یہ دونوں انسان کی جودت و رداءت کے ظاہر کرنے کے سامان ہیں ✦

حض — ۳۵۹۶ تحاضون۔ حض۔ حث کی طرح ہے یعنی اسکے معنی کسی امر کی ترغیب دلانا ہیں (غ) ولا یحض (الماعون۔ ۳) ✦

۲۰ ۲۱ ۲۲ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَ

اور مال سے بیحد پیار کرتے ہوئے محبت رکھتے ہو ۳۵۹۷ ہرگز نہیں جب زمین ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ دی جائیگی اور تیرا رب آئے گا اور

۲۳ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝ وَجِایْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ

فرشتے قطاروں کی قطاریں ۳۵۹۸ اور اس دن دوزخ لائی جائیگی ۳۵۹۹ اس دن انسان نصیحت اختیار کرے گا

۲۴ ۲۵ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ

اور نصیحت اس کیلئے کہاں ہے کہے گا اے کاش میں نے اپنی زندگی کیلئے کچھ آگے بھیجا ہوتا سو اس دن کوئی شخص اسکے عذاب

۲۶ ۲۷ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ

جیسا عذاب نہ دیگا اور نہ کوئی اسکے جکڑنے کی طرح جکڑیگا اے اطمینان پانے والی جان

۲۸ ۲۹ ۳۰ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ۝ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ۝

اپنے رب کیطرف لوٹ آ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی سو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا ۳۶۰۰

تراث — ۳۵۹۷ تراث کا اصل وُراث ہے جسکی واؤ تاء سے بدل گئی ہے اور اس کے معنی میراث ہیں (غ) +

جمّ — جمّا ـ جمّ کے معنی کثیر ہیں اور اس کی اصل جَمام سے ہے جسکے معنی مشقت کے اُٹھانے کا ترک کرنا ہیں جم غفیر بڑے مجمع کو کہتے ہیں (مف)

۳۵۹۸ اللہ اور فرشتوں کا آنا ایک رنگ میں اس دنیا میں بھی ہوتا ہے دیکھو ۲۶۹ +

جہنم — ۳۵۹۹ جہنم ـ جِھنّام بڑی گہرائی کو کہا جاتا ہے اور بئر جھنّم بہت گہرائی والے کنوئیں کو کہا جاتا ہے اور بعض لوگوں نے اسے فارسی سے معرب کہا ہے اور بعض کے نزدیک یہ عربی ہے اور اس کی بہت گہرائی کی وجہ سے اسے جہنم کہا گیا ہے اور ابن خالویہ نے کہا ہے کہ چونکہ اس کا مادہ عربی زبان میں موجود ہے اسلئے یہ عربی لفظ ہے (ل) +

جہنم کا لایا جانا — یہاں جہنم کے لانے کا ذکر ہے اور ایک حدیث میں بھی یہی ذکر ہے اور یہی صحیح ہے اسلئے کہ جہنم ہر انسان اپنے ہاتھ سے پیدا کرتا ہے اور وہی جہنم قیامت میں اس کے سامنے لائی جائیگی +

نفس مطمئنۃ — ۳۶۰۰ یہ گویا ابتدائی آیات سورت کی تکمیل ہے ـ نفس مطمئنۃ کیلئے دیکھو ۱۵۵۲ اور الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (الرعد ۱۳ ـ ۲۸) سے ظاہر ہے کہ نفس مطمئنۃ کا مرتبہ ذکر اللہ سے ہی حاصل ہوتا ہے جس کی طرف والفجر ولیال عشر میں توجہ دلائی گئی ہے ۔ اور ادخلی فی عبادی اور ادخلی جنتی دونوں اس دنیا کے لئے ہیں اور فی الحقیقت اگر اس دنیا میں جنت نہ ملے تو وہ نفس مطمئنہ نہیں کہلا سکتا ـ اور راضیۃ مرضیۃ سے مراد ہے راضیۃ عن ربک مرضیۃ عندہٗ ـ اللہ سے راضی ہے اور اللہ کی رضا کا محل بھی ہے ـ یہ کمال روحانی جو انبیاء کو ملتا ہے اس اُمت کے اولیاء کو بھی ملتا ہے +

سورة البلد مكية وهي عشرون آية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَوَالِدٍ وَّمَا

نہیں میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور تو اس شہر میں حرمت سے آزاد کیا گیا ہے اور باپ کی اور جو اس سے

وَلَدَ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝

پیدا ہوا یقیناً ہم نے انسان کو مشقت کے لئے پیدا کیا ہے ۱۲۶ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کو قدرت حاصل نہیں

تمہید سورت اس سورت کا نام البلد ہے اور اس میں بیس آیتیں ہیں بلد شہر کو کہتے ہیں اور البلد سے مراد مکہ معظمہ ہے اور اس نام میں اشارہ یہ ہے کہ آپ ان تمام برکات کے وارث کئے جائیں گے جو اس شہر سے مخصوص ہیں اور اس میں بتایا یہ ہے کہ ان درجات عالیہ کے حصول کیلئے یہ ضروری ہے کہ آپ کو تکالیف شاقہ کا مقابلہ کرنا پڑے کیونکہ انسان کی تمام ترقیات کا انحصار ہی اسباب پر ہے کہ وہ مشقت اٹھائے۔ ابتدائی زمانہ کی کی وحی ہے +

حل۔ حلول ۲۶۱ حِلٌّ کے معنی حلال ہیں (غ) حَلَّ يَحُلُّ مصدر حُلول یا حَلٌّ کے معنی مکان میں اترنا ہیں اور حَلَّ يَحِلُّ مصدر حِلّ یا احلال کے معنی حالت حرمت سے نکلنا ہیں (ل) یا حِلٌّ سے مراد مُسْتَحَلٌّ ہے یعنی تجھے تکلیف پہنچائی جاتی ہے اور اس کی حرمت تیرے لئے نہیں رہی (ر) +

کبد کبد۔ کَبِد جگر کو کہتے ہیں اور کَبَد مشقت کو اور خلقنا الانسان فی کبد میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی حالت پر پیدا کیا ہے کہ مشقت سے وہ الگ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضرور ہے کہ مشقت کے ساتھ ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ترقی کرے (غ) +

ترقی درجات کیلئے مشقت اٹھانا ضروری ہے یہاں جن چیزوں کو بطور شہادت پیش کیا ہے وہ ایک تو البلد ہے یعنی مکہ معظمہ (ح) یہی بخاری میں مجاہد سے روایت ہے اور دوسرے والد اور ما ولد اور اس سے مراد عام انسان اور اس کی اولاد۔ آدم اور اس کی اولاد۔ ابراہیم اور اس کی اولاد لئے گئے ہیں (ح) اور جواب قسم ہے کہ انسان کو مشقت اٹھانے کیلئے پیدا کیا ہے یعنی انسان کی ترقی درجات بغیر مشقت اٹھانے کے نہیں ہوتی جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کے درجات تو بہت بلند ہونگے مگر جد وجہد کرنا اور مشقت اٹھانا اس کیلئے ضروری ہے۔ اور البلد کے ذکر کے ساتھ فرمایا وانت حل بہذا البلد اور اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں یعنی تم بحیثیت فاتح اس شہر میں داخل ہو گے اور اس وقت تم اس شہر کی حرمت سے آزاد ہو گے اور جنگ کرنے کی اجازت ہو گی اور یہ بھی کہ اس وقت اس شہر میں تمہارے لئے حرمت باقی نہیں رہی اور حالانکہ یہاں کے درخت بھی نہیں کاٹے جاتے۔ مگر خدا کے رسول کو ہر تکلیف پہنچائی جاتی ہے اور اس کی جان تک لینے میں ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے تو گویا شہر مکہ کی گواہی جہاں اب رسول خدا صلعم کو تکلیفیں دی جاتی ہیں اور جہاں بالآخر آپ بحیثیت فاتح داخل ہونگے اور

۶-۸ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝ أَلَمْ نَجْعَل

کہے گا میں نے بہت سا مال برباد کر دیا ۳۶۰۲ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھتا کیا ہم نے اس کیلئے

۹-۱۱ لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا

دو آنکھیں نہیں بنائیں اور زبان اور دو ہونٹ اور ہم نے اسے دونوں اونچے رستے دکھا دئے ۳۶۰۳ سو وہ

۱۲-۱۳ اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝

اونچی گھاٹی پر چڑھنے کی ہمت نہیں کرتا اور تجھے کیا خبر ہے کہ اونچی گھاٹی کیا ہے ۳۶۰۴ کسی گردن کا آزاد کرنا

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم کی گواہی اور ان کے فرزند اسمٰعیلؑ کی گواہی جس نے اپنی گردن چھری کے سامنے رکھ دی یہی ہے کہ انسان مشقت اٹھانے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اور بغیر تکالیف شاقہ میں سے گذرنے کے وہ اپنے کمال کو حاصل نہیں کرسکتا جو انسان تکلیف سے بھاگتا ہے وہ اپنے کمال کو کبھی حاصل نہیں کرسکتا۔ اور شہر مکہ کی شہادت گویا خود رسول کریم صلعم کے ان حالات کی شہادت ہے جو مکہ میں آپ کو پیش آرہے تھے اور آئندہ پیش آنے والے تھے۔ اور اس شہادت کے پیش کرنے میں قرآن کریم نے کیسا پر حکمت کلام استعمال کیا ہے کہ ایک ہی لفظ استعمال کر کے دو مختلف باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یعنی ان تکالیف کی طرف جو رسول اللہ صلعم اٹھا رہے تھے اور ان کامیابیوں کی طرف جو ان تکالیف کے بعد آپ کو ملنے والی تھیں اور یوں بتا دیا کہ ہر انسان کے لئے کامیابی کا رستہ یہی ہے۔ آج جو مسلمان دین کے لئے ایک کانٹا چبھنے کی تکلیف بھی برداشت نہیں کرسکتے اور ایک پیسہ خرچ کرنا نہیں چاہتے وہ کس طرح توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ بھی دنیا میں کامیاب ہونگے +

۳۶۰۲ یہ وہ بات ہے جو وہ آئندہ کہے گا یعنی وہ لوگ جو رسول اللہ کی مخالفت میں روپیہ صرف کر رہے ہیں اس وقت تو وہ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان پر کسی کو قدرت حاصل نہیں مگر ایک وقت آئے گا کہ کہینگے کہ ہم نے اپنا مال یوں ہی برباد کیا یعنی جب مخالفت ناکام ہوگی تو اس وقت یہ سمجھ آئیگا +

نجد

۳۶۰۳ نجدین۔ نَجْد اونچے سخت مکان کو کہتے ہیں اور یہاں نجدَین بطور مثال ہے حق و باطل کے دو رستوں کے لئے اور قول میں صدق و کذب اور فعل میں جمیل و قبیح کے لئے۔ اور وہ دونوں رستے اللہ تعالیٰ نے واضح کردیئے جیسے انا ھدینٰہ السبیل میں (غ) +

حق و باطل کے رستوں کو دو اونچے رستے کہا ہے گویا وہ آسانی سے معلوم ہوسکتے ہیں اور کسی انسان کی نظر سے مخفی نہیں وہ خود بھی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے اور زبان اور ہونٹوں کو کام میں لا کر دریافت بھی کرسکتا ہے +

عقبۃ

۳۶۰۴ عقبۃ۔ عَقَبَۃ بہت اونچا پہاڑ ہے جو رستہ میں آپڑے اور اس میں لمبا اور سخت دشوار گزار رستہ چلے (ل) +

ان مشکلات کو جن میں سے گزر کر مراتب عالیہ حاصل ہوتے ہیں اونچے پہاڑ سے تشبیہ دی ہے جس میں سے رستہ گزرتا ہو اور یوں بتایا ہے کہ انسان کو کس قدر استقلال اور ثبات قدم بکار ہے کہ خدا کے رستہ میں ترقی کرے۔ یہی مشکلات حق کے پھیلانے میں تھیں +

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ ۝ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ ۝ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ ۝ ۱۴، ۱۵، ۱۶

یا بھوک کے دن میں کھانا کھلانا قریبی یتیم کو یا مٹی سے ملے ہوئے مسکین کو ۳۶۰۵

ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ ۝ اُولٰٓئِکَ ۱۷، ۱۸

پھر ان لوگوں میں سے ہو جو ایمان لاتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو رحم کی نصیحت کرتے ہیں یہ برکت کی

اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ ۝ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا ھُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ ۝ عَلَیْھِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَۃٌ ۝ ۱۹، ۲۰

جانب والے ہیں اور جو ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں وہ بدبختی والے ہیں ان پر آگ بند کردی گئی ہے ۳۶۰۶

فکّ

۳۶۰۵ فکّ ۔ فَکّ کشادگی کردینا ہے اور گردن کے فَکّ سے مراد اس کا آزاد کردینا ہے اور گردن کا آزاد کرنا غلام کا آزاد کرنا بھی ہے اور انسان کا اپنے نفس کو اللہ کے عذاب سے آزاد کرنا بھی جو اچھی باتوں اور عمل صالح سے ہوتا ہے اور ایسا ہی دوسرے کو اس طرح آزاد کرنا اور یہ دوسری بات انسان کو پہلی کے بعد حاصل ہوتی ہے کیونکہ جو خود ہدایت پر نہیں اس میں دوسروں کو ہدایت دینے کی قوت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اور لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین (البینۃ ۹۸ - ۱) میں منفکین سے مراد ہے متفرقین یعنی الگ الگ ہونیوالے گویا سب گمراہی پر رہتے (رغ)۔

انفکّ ۔ منفکّ

مسغبۃ

مسغبۃ ۔ سَغَب بھوک کو کہتے ہیں جس کے ساتھ درماندگی ہو اور پیاس کو بھی جس کے ساتھ درماندگی ہو (رغ)۔

ہمدردی مخلوق کی تعلیم کی اہمیت

عقبۃ یا اونچی گھاٹی جس کا طے کرنا ترقی درجات کے لئے ضروری ہے اس کی تفسیر خود کلام اللہ نے یوں فرمائی ہے کہ گردن کو آزاد کرے۔ یتیم مسکین کو کھانا کھلائے۔ ایمان لائے۔ دوسروں کو صبر اور رحم کی نصیحت کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام کو آزاد کرنا۔ یتامیٰ اور مساکین کی خبرگیری حاجتمندوں پر رحم کو اسلام کی تعلیم میں کس قدر اہمیت دی گئی ہے غلام کی آزادی کو ترقی کی جدوجہد میں پہلا قدم قرار دینا اسلام کی تعلیم سے خاص ہے اور کسی مذہب میں یہ تعلیم نہیں پائی جاتی جو بات عیسائی دنیا کو آج سمجھ آئی ہے وہ آج سے تیرہ سو سال پیشتر ایک اُمّی کی زبان سے ظاہر کی گئی یہ انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ ہاں جہاں غلام کے آزاد کرنے کی ضرورت بتائی ساتھ ہی اس آزادی کی طرف بھی توجہ دلائی جو نیکی سے انسان کو حاصل ہوتی ہے جو لوگ بدی کی غلامی میں مبتلا ہیں ان کا آزاد کرنا بھی فکّ رقبۃ میں شامل ہے اور اسی کی طرف تواصوا بالصبر میں اشارہ ہے اور کیسا پرحکمت کلام ہے کہ یہاں چونکہ اصل غرض یہ تھی کہ غلاموں کی آزادی مساکین و یتامیٰ کی خبرگیری کی تعلیم دی جائے اس لئے تواصوا بالصبر کے ساتھ تواصوا بالمرحمۃ بڑھایا۔ کہ نہ صرف خود یہ کام کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی یہی نصیحت کرتے ہیں کہ مخلوق خدا پر رحم کرنا سیکھیں اور سورۃ عصر میں جہاں اصل غرض تبلیغ دین حق ہے تواصوا بالصبر کے پہلے تواصوا بالحق رکھا ہے۔

اصد ۔ مؤصدۃ

۳۶۰۶ مؤصدۃ ۔ اَصَدَ الباب دروازہ کو بند کردیا اَوْصَدَ کا اَغْلَقَہ اور اَصَدَ القِدْر ہانڈی کو ڈھانکنے یا دل، اور مطلب یہ ہے کہ آگ میں ڈال کر ان پر نکلنے کے دروازے بند کردیئے گئے ہیں۔

سُورَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ خَمْسَ عَشَرَةَ آيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ○ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ○ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ○ وَالَّيْلِ اِذَا

سورج اور اس کی روشنی گواہ ہیں اور چاند جب وہ اس سے روشنی لیتا ہے اور دن جب وہ اسے روشن کرتا ہے اور رات جب وہ

يَغْشٰهَا ○ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ○ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ○ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ○

اسے ڈھانک لیتی ہے اور آسمان اور اس کا بنانا اور زمین اور اس کا بچھانا اور نفس اور اس کی تکمیل ۳۶۰۷

تمہید سورت — اس سورت کا نام الشمس ہے اور اس میں پندرہ آیتیں ہیں اور اس میں یہ بتایا ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے وہ صفات جمع کی ہیں جو اس کی مخلوق میں سے اضداد کے اندر ہیں مثلاً سورج اور چاند۔ اور رات اور دن اور آسمان اور زمین کی صفات کو اسکے اندر جمع کیا ہے اور یوں بتایا ہے کہ نفس انسانی کو بڑے کمال کے مرتبہ پر پیدا کیا گیا ہے اور پھر اس کو خارجی روشنی بھی بزنگ وحی عطا کی ہے پس جو انسان ان کمالات کو ترقی دیتا ہے وہ فلاح پاتا ہے اور جو ان کو نشوونما نہیں دیتا وہ انجام کار ناکام ہوتا ہے اور الشمس نام میں اشارہ کمال نبوی کی طرف بھی ہے جو عالم روحانیت میں سورج کا حکم رکھتے ہیں کہ آیندہ تمام انوار آپ کی ذات بابرکات سے ہی باہر پھیلینگے اور جس طرح آفتاب عالم جسمانی کا مرکز ہے آنحضرت صلعم عالم روحانی کے مرکز ہیں۔ یہ سورت ابتدائی مکی زمانہ کی ہے۔

تلی — ۳۶۰۷ تلی سے مراد یہاں اتباع ہے پیروی کے طور پر اور مرتبہ کے لحاظ سے اسلئے کہ چاند سورج کے نور سے روشنی لیتا ہے اور وہ اس کیلئے بمنزلہ خلیفہ ہے اور کہا گیا ہے کہ جعل الشمس ضیاء والقمر نورا (یونس ۱۔ ۵) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اسلئے کہ ضیاء کا مرتبہ نور سے اعلیٰ ہے کیونکہ ہر ضیا نور ہے لیکن ہر نور ضیا نہیں (غ)۔

طحو — طحی طحو اور دحو کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کسی چیز کا پھیلانا (غ)۔

نفس انسانی کا کمال اور انسان کامل — ان آخری الفاظ نے خود بتا دیا کہ پہلی چھ آیتوں میں جن امور کی طرف توجہ دلائی ہے وہ کسی نہ کسی رنگ میں تکمیل نفس انسانی پر شاہد ہیں۔ سورج روشنی دینے والا ہے اور چاند سورج کی روشنی کا اثر قبول کرنے والا انسان کامل ان دونوں صفات کا مظہر ہے یعنی رسول اللہ صلعم سورج کی طرح روشنی کا سرچشمہ بھی ہیں اور چاند کی طرح اللہ تعالیٰ کے نور سے منور بھی ہوتے ہیں دن اور رات کے بھی دو علیحدہ علیحدہ کام ہیں دن روشنی کرتا ہے اور جد و جہد کا موقعہ دیتا ہے رات تاریکی کا پردہ ڈال کر سکون کا موجب ہوتی ہے انسان کامل ان دونوں خوبیوں کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے وہ جد و جہد بھی کمال درجہ کی کرتا ہے اور اس کے نفس کو سکون بھی کامل طور پر ملتا ہے۔ اس کے بعد آسمان ہے جو علو کا مظہر ہے اور زمین جو پستی اور خاکساری کا مظہر ہے اور انسان کامل بھی ان دونوں باتوں سے حصہ لیتا ہے یعنی اس میں صفت علو کا اظہار بھی ہوتا ہے اور پستی کی صفت کا بھی۔ گویا یہ جو بظاہر متضاد صفات نظر آتی ہیں یعنی اثر ڈالنے اور اثر قبول کرنے کی صفات۔ جد و جہد اور سکون کی صفات۔ علو اور پستی کی صفات جن میں سے کوئی سورج رکھتا ہے اور کوئی چاند۔ کوئی دن رکھتا ہے اور کوئی رات۔ کوئی آسمان رکھتا ہے اور کوئی زمین۔ انسان کامل

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝ كَذَّبَتْ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱

پھر الہام سے اسے اسکی بدکاری اور اسکے تقوی کے رستے بتادیئے ۳۶۰۸ وہ کامیاب ہوگیا جسنے اسے (کمال تک) بڑھایا اور وہ نامراد ہوا جسنے اسے دبا دیا ۳۶۰۹ ثمود نے

ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۝ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۝ ۱۲ ۱۳

اپنی سرکشی سے (حق کو) جھٹلایا   جب ان کا ایک بڑا بدبخت اٹھا   تو اللہ کے رسول نے انہیں کہا اللہ کی اونٹنی اور اسکے پانی پینے سے تعرض نہ کرو

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ۝ ۱۴ ۱۵

مگر انہوں نے اسے جھٹلایا پھر اس (اونٹنی) کو مار ڈالا تو اللہ نے انکے گناہوں کی وجہ سے ان پر عذاب بھیجا پھر برابر کردیا اور وہ اسکے انجام سے نہیں ڈرتا ۳۶۱۰

کے اندر یہ سب صفات جمع ہوتی ہیں اور یہی اشارہ ماسوّٰها میں ہے اور یہ تمام باتیں اپنے پورے کمال کیساتھ تو آنحضرت صلعم میں ہی پائی جاتی ہیں لیکن ہر انسان اپنے اپنے کمال یا اپنی اپنی استعداد کے مطابق ان سے حصہ لیتا ہے تو یہ تو اسکے ذاتی جوہر ہیں لیکن ان ذاتی جوہروں کو جلا دینے کیلئے اور نمایاں کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی سے بھی اسے کچھ حصہ دیا ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے اور سورج کی روشنی اور چاند کے اتباع میں یہ فائدہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلعم جو انسان کامل ہیں وہ اپنی امت کے لئے ایک سورج کا حکم رکھتے ہیں اور اب آپکے بعد جو آپ کی پیروی کرنیوالے ہونگے وہ صرف آپکے انوار سے نور مستعار لینے والے ہونگے اور نور کا مرکز صرف آپکی ذات ہی ہوگی ✦

۳۶۰۸ الھمہ الہام اِلقاءُ الشیء فی الرُّوع یعنی کسی چیز کا دل میں ڈالنا ہے اور یہ اس سے مختص ہے جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے اور ملأ اعلیٰ کیطرف سے ہو (غ)، اور لَہِمَ کے اصل معنی اِبتلاع ہیں یعنی کسی چیز کا نگل لینا۔ اور اِلہام ما یُلقی فی الرُّوع کا نام ہے یعنی جو دل میں ڈالا جائے اور حدیث میں ہے اسئلک رحمۃ من عندک تُلْہِمُنِی بھا رُشْدِی۔ جہاں الہام سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دل میں کوئی بات ڈالے جو اس سے فعل یا ترک کرادے اور یہ ایک قسم کی وحی ہے جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے مخصوص کرلیتا ہے (ل) ✦

یہاں الھمھا کے معنی ابن عباس مجاہد وغیرہا سے بَیَّنَ۔ عَلَّمَ۔ عَرَّفَ مروی ہیں (ج)، اور ظاہر ہے کہ یہاں یہ مراد نہیں ہوسکتا کہ ہر شخص کے دل میں فجور اور تقویٰ کی باتیں ڈال دی جاتی ہیں اسلئے کہ لفظ الہام مطلقاً اس پر بولا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہو اور اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں یہ نہیں ڈالتا کہ وہ فجور کرے۔ ہاں یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ انسان کا نور قلب اس کو بتادیتا ہے کہ یہ بات فجور کی ہے یا تقویٰ کی اور یا اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی کے ذریعہ سے بتا دیتا ہے کہ فجور کی راہیں کونسی ہیں اور تقویٰ کی کونسی۔ گویا ایک تو انسان کے اندر صفات رکھی ہیں اور دوسرے ایک روشنی باہر سے مل جاتی ہے جس طرح ایک بینائی کی طاقت انسان کے اندر ہے اور ایک روشنی باہر موجود ہے اور دونوں کی مدد سے انسان دیکھتا ہے ✦

۳۶۰۹ بظاہر یہی جواب قسم ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے نفس کے اندر یہ کمالات تو رکھے ہیں اور وحی کی خارجی روشنی بھی عطا فرمائی ہے لیکن ایک تو وہ انسان ہے جو اس نفس کا تزکیہ کرتا ہے یعنی خیرات و برکات سے اسے بڑھاتا ہے ۱۶۲۴ اور ایک وہ جو اسے دفن کرتا اور چھپاتا ہے گویا ان قوی کو نشو و نما نہ دینا ایسا ہے جیسے ایک بیج کو ضائع ہونے کیلئے دفن کردینا تدسیۃ کیلئے دیکھو ۱۴۵۲ یہی لفظ لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے پر بولا ہے مطلب یہ ہے کہ سوائے تزکیہ کے تم فلاح حاصل نہیں کرسکتے اور نافرمانی کا رستہ آخر ناکامی لائیگا ✦

۳۶۱۰ دمدم ۔ دَمَّ اور دَمْدَمَ کے معنی ہیں ہلاک کیا اور اَرْجَفَ یعنی زلزلہ بھیجا اور غَضِبَ بھی اس کے معنی کئے گئے ہیں (ل)

اپنے عام قانون کو بیان کرکے ایک مثال بیان کی ہے اور وہ قوم ثمود کی ہے کہ جو بوجہ اپنے رسول کی حد درجہ کی مخالفت کے اسی دنیا میں ہلاک کردیئے گئے اور اس قوم کو جن کا مسکن مدینہ کے شمال میں تھا آنحضرت صلعم کے مخالفین سے خاص مناسبت ہے ۱۲۶۸ دیکھو

الہام

دمدم

سُوْرَةُ الَّیْلِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اِحْدٰی وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۙ وَالنَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۙ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰٓی ۙ اِنَّ

رات گواہ ہے جب وہ پردہ ڈالتی ہے اور دن جب وہ روشن ہوتا ہے اور جو اس نے نر اور مادہ پیدا کئے بیشک

سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ؕ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۙ فَسَنُیَسِّرُہٗ

تمہاری کوشش الگ الگ ہے ۳۶۲۱ سو جو دیتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اچھی بات کی تصدیق کرتا ہے تو ہم اسے آسانی کی طرف

لِلْیُسْرٰی ؕ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی ۙ وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ۙ

چلائیں گے اور جو بخل کرتا ہے اور پروا نہیں کرتا اور اچھی بات کو جھٹلاتا ہے

اور لایخاف عقبٰہا میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب ایک قوم کو ہلاک کرتا ہے تو یہ اس کی مصلحت و حکمت کے تقاضا سے ہوتا ہے کہ وہ اسکی جگہ اس سے بہتر کو لاتا ہے اسلئے کسی قوم کی تباہی یا ہلاکت میں وہ انجام کا خوف نہیں کرتا۔ انجام بہرحال اچھا ہی ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو حق کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں تباہ کر دیئے جاتے ہیں اور حق دنیا میں قایم ہو جاتا ہے۔

تمہید سورت

اس سورت کا نام الیل ہے اور اس میں اکیس آیتیں ہیں۔ الیل نام میں یہ اشارہ ہے کہ رات اور دن یکساں نہیں اسیطرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں نیکی میں قدم اٹھانیوالا اور اس کیلئے جدوجہد کرنیوالا اور وہ جو حق کی تکذیب کرتا ہے یکساں نہیں۔ اور یہاں نیک اور بد کا مقابلہ دکھایا ہے گویا ایک کو دن کی روشنی سے تشبیہ دی ہے اور دوسرے کو رات کی تاریکی سے چونکہ پچھلی سورت میں آنحضرت صلعم کو عالم روحانی کا مرکز اور آفتاب قرار دیا تھا اس لئے اب بتایا کہ اس آفتاب کی روشنی سے فائدہ اٹھانیوالے اور اسکی پروا نہ کرنیوالے یکساں نہیں ہو سکتے بلکہ تاریکی کے فرزندوں کا انجام بھی تنگی اور تاریکی ہی ہے تو یہاں بتایا کہ اس کمال کا انحصار اپنی اپنی جدوجہد پر ہے جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔

۳۶۲۱ رات کا تمام چیزوں پر تاریکی کا پردہ ڈال دینا اور دن کا اپنی روشنی کے ساتھ عالم کو منور کر دینا دونوں یکساں نہیں پس اگر ایک انسان تصدیق حق میں کوشش کرتا ہے اور دوسرا تکذیب حق کی کوشش کرتا ہے تو دونوں کی کوشش کے نتائج بھی یکساں نہیں ہو سکتے اور خلق نر و مادہ میں یہ توجہ دلائی ہے کہ زوجیت کے عالمگیر اصول پر ہی تمام ترقیات کا مدار ہے پس جو انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑتا ہے وہ روحانیت میں کس طرح ترقی کر سکتا ہے۔

فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ۝ وَمَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی ۝ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰی ۝ ۱۰ ۱۱ ۱۲

تو ہم اسے تنگی کی طرف چلائیں گے اور اس کا مال اسکے کام نہ آئیگا جب وہ ہلاک ہوگا یقیناً رستہ دکھا دینا ہمارا کام ہے

وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی ۝ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰی ۝ لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَی ۝ الَّذِیْ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶

اور بلاشبہ آخرت اور پہلی زندگی ہمارے لئے ہے ۳۶۱۲ سو میں تمہیں اس آگ سے ڈراتا ہوں جو شعلے مارتی ہے اس میں کوئی داخل نہیں ہوتا مگر بڑا بدبخت جو

كَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ۝ وَمَا لِاَحَدٍ ۱۷ ۱۸ ۱۹

جھٹلاتا ہے اور پیٹھ پھیر لیتا ہے اور بڑا تقوٰی کرنیوالا اس سے بچایا جاتا ہے جو تزکیہ کرتا ہوا اپنا مال دیتا ہے ۳۶۱۳ اور کسی شخص کیلئے

عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۝ ۲۰ ۲۱

اسکے پاس ایسی نعمت نہیں جسکا بدلہ دیا جائے ہاں اپنے رب بلند تر کی رضا چاہنے کیلئے (جو خرچ کرے) ۳۶۱۴ اور وہ جلد خوش ہو جائیگا

۳۶۱۲ یعنی اس دنیا میں بھی تصرف تام ہمارا ہے آخرت میں بھی۔ بدکار یہ نہ سمجھے کہ اس دنیا میں وہ خوش رہے گا +

۳۶۱۳ اشقی اس میں داخل ہوتا ہے اور اتقی بچایا جاتا ہے بالفاظ دیگر جو کامل طور پر معاصی میں منہمک ہے وہی آگ میں بھی پورا پورا داخل ہوتا ہے اور جو کامل طور پر تقوٰی اختیار کرتا ہے وہی کامل طور پر بچایا جاتا ہے ان کے درمیان جو لوگ ہیں وہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق جزا پاتے ہیں +

رضائے الٰہی کی جنت

۳۶۱۴ پہلی آیت میں بتایا کہ کسی شخص کے پاس کوئی ایسی نعمت نہیں کہ جس کے دینے پر وہ بدلہ لینے کا حقدار رہو۔ کیونکہ سب کچھ تو اللہ تعالٰی کا دیا ہوا ہی ہے۔ اور الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی میں بتایا کہ . . . جو بدلہ ملتا ہے وہ اسلئے کہ وہ اللہ تعالٰی کی رضا کو چاہتا ہے۔ اور محض خرچ کرنا رضا چاہنے کا عملی ثبوت نہیں یہی روپیہ بعض وقت انسان بظاہر اچھے موقعہ پر خرچ کرتا ہے مگر اس کی غرض دکھاوا ہوتی ہے اسلئے اس کا اجر بھی کچھ نہیں پس رضائے الٰہی کا چاہنا ہی اصل چیز ہے اور ہر ایک عمل اسی سے پرکھا جاتا ہے اللہ تعالٰی کے نزدیک قدر رضائے الٰہی کی طلب کی ہوتی ہے اور جنت کی نعمت عظمٰی بھی رضائے الٰہی ہی ہے رضوان من اللہ اکبر گویا رضائے الٰہی چاہنے کا بدلہ رضائے الٰہی کا مل جانا ہے اور یہی جنت ہے۔ تفاسیر میں ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت ابوبکرؓ کے بلال کو خرید کر آزاد کرنے پر ہوا تب آپنے اور غلاموں کو جنہیں دین اسلام کی وجہ سے دکھ دیا جاتا تھا خرید کر آزاد کیا۔ اور ایسے سات آدمی تھے جنہیں آپ نے خرید کر آزاد کیا اور کفار کی اذیت سے نجات دلائی +

سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ ۲ ۳ ۴ وَالضُّحٰىۙ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰىۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰىؕ وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰىؕ ع ۱۱ ۱۸

دن کی روشنی گواہ ہے اور رات جب سکون والی ہو تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہیں اور نہ وہ ناراض ہوا۔[۳۶۱۵] اور پچھلی حالت یقیناً تیرے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے

تمہید سورت — اس سورت کا نام الضحیٰ ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں پچھلی سے پچھلی سورت میں آنحضرت صلعم کے کمالات کا نقشہ کھینچکر آپکو عالم روحانی کا آفتاب قرار دیا تھا۔ اور اس کے بعد آپ سے روشنی لینے والوں اور اس روشنی کے رد کرنے والوں کا ذکر تھا۔ اب یہاں بتایا ہے کہ ظاہری نظارۂ قدرت کے مطابق اسلام کی اس پہلی جد و جہد کے بعد ایک سکون کا زمانہ بھی آئیگا جسے لیل سے مشابہت دی ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو چھوڑے گا نہیں اور امر اسلام ترقی کرتا جائیگا۔ سورت ابتدائی زمانہ کی ہے +

سجیٰ — **۳۶۱۵** سجی۔ سَجَی کے معنی ہیں سَکَنَ حالت سکون میں ہوا سَجَا الْبَحْرُ سمندر ساکن ہو گیا (غ)۔ +

ودع — ودّع۔ وَدْع کے معنی ترک یا چھوڑ دینا ہیں اور وَدَّعَ کے معنی یہاں ہیں چھوڑ دیا (غ)۔ +

اسلام پر غربت کا زمانہ اور خوشخبری — صحیح حدیث میں صرف اس قدر ہے کہ نبی صلعم دو تین رات بیمار ہو گئے تو رات کو تہجد کیلئے نہیں اُٹھتے تھے تو ایک خبیث عورت نے کہا۔ یا محمد انی لارجوان یکون شیطانک قد ترکک لم ارہ قربک منذ لیلتین او ثلث۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری۔ یہ بخاری کے لفظ ہیں۔ مگر اول تو تہجد کیلئے نہ اُٹھنے کو وحی کے آنے سے کوئی تعلق نہیں اور دوسرے دو رات یا تین رات وحی کے نہ آنے پر ودع اور قلی کے لفظ بھی نہیں بولے جاسکتے کیونکہ وحی کا روزانہ نازل ہونا کوئی لازمی امر نہ تھا بلکہ یہاں اشارہ آیندہ زمانہ کی طرف معلوم ہوتا ہے جیساکہ قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے کہ اسلام پر زمانہ نبوی کے بعد ایک زمانہ غربت کا پھر آنیوالا تھا بداء الاسلام غریبا و سیعود کما بدأ اور دن کی روشنی اور رات کے سکون کی گواہی کو جو پیش کیا ہے تو وہ بھی اسی لحاظ سے ہے یعنی ایک زمانہ تو اسلام پر ضحی کا ہے جب سورج کی شعاعیں تیز پڑ رہی ہیں اور کمال درجہ کی جد و جہد کی وجہ سے اسلام اور مسلمان نصرت الٰہی سے مالا مال ہو رہے ہیں اور ایک زمانہ اس کے بعد سکون کا ہے جب یہ جد و جہد نہ رہے گی اور بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نصرت چھوڑ دی ہے اسے یہاں لیل کی سکون سے تعبیر کیا ہے اسی موقعہ کیلئے یہ تسلی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی چھوڑے گا نہیں اور نہ آپ سے کبھی ناراض ہوگا یعنی اس سکون کی حالت کو جو اُمت پر آئے آنحضرت صلعم کے امر کی ترک نصرت یا اس سے ناراضگی کا نتیجہ نہ سمجھا جائے کیونکہ جس طرح دن کے بعد رات آتی ہے اسی طرح جد و جہد کے زمانہ کے بعد سکون کے زمانہ کا آنا لازمی امر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترک نصرت نہ ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ اس کے بعد پھر آپ کا امر ایک ایسی حالت کی طرف عود کرے گا جو پہلے سے بھی بڑھ چڑھکر ہے یعنی دنیا میں اسلام کا ہی دور دورہ ہوگا اور لیظہرہ علی الدین کلہ ہو کر آفتاب رسالت کی روشنی تمام عالم پر محیط ہو جائے گی جیساکہ اگلی آیت کا مفہوم ہے +

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۝ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ

اور تیرا رب تجھے جلد دیگا سو تو خوش ہو جائیگا ۳۶۱۶ کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا سو پناہ دی اور تجھے طالب

ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۝ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝

پایا تو ہدایت دی اور تجھے تنگدست پایا تو غنی کر دیا سو یتیم پر سختی نہ کر

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

اور سوالی کو نہ ڈانٹ اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرتا رہ ۳۶۱۷

اسلام کی ترقی رک نہیں سکتی

۳۶۱۶ ان دو آیات میں ما ودعك کی مزید تشریح فرمائی ہے اور دو باتیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ آخرت تیرے لئے اولی سے بہتر ہے اور دوسرا یہ کہ تیرا رب تجھے اس قدر برکات دیگا کہ تو راضی ہو جائیگا۔ اب انکو اگر آخرت کے متعلق وعدہ لیا جائے تو ان سے ما ودعك ربك کے مضمون کو کوئی تقویت نہیں ملتی۔ اور یہاں اس کی غرض سوائے اس کے کچھ اور ہو نہیں سکتی۔ اور یہ کوئی تسلی نہیں کہ خدانے آپ کو چھوڑا نہیں اسلئے کہ آخرت میں بڑے بڑے انعامات ملینگے۔ نصرت آلہی تو پہلے اس دنیا میں ظاہر ہونی چاہئے اگر یہاں نصرت نہیں تو آخرت کے انعامات محض دعوی ہی دعوی رہ جائینگے اسلئے ابن عطیہ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہاں آخرت سے مراد نہایت امر آنحضرت صلعم ہے اور اولی سے مراد ابتدائے امر۔ میرے نزدیک مراد ہر پچھے آنیوالا وقت ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ کا امر ترقی ہی ترقی کرتا جائے گا اور ہر پچھلی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے اور قیامت بھی اس میں شامل ہے یعنی جب دنیا میں یہ امر کمال کو پہنچ جائے تو پھر قیامت میں ایک نئے رنگ میں اس کا ظہور ہوگا۔ یہانتک کہ کل لوگ اس حالت پر آجائیں جس پر آنحضرت صلعم دنیا کو لانا چاہتے ہیں۔ پس یہاں یہ سمجھایا ہے کہ گو اسلام پر ترقی کے بعد سکون کے زمانے بھی آئینگے مگر اسلام کا قدم پیچھے کسی صورت میں نہیں ہٹے گا آج بھی چشم غور بین اس عجیب نظارہ کو دیکھ سکتی ہے کہ ایک طرف عیسائی طاقتیں اسلام کی دنیوی طاقت کو مٹانے میں ایڑی چوٹی تک زور لگا رہی ہیں اور دوسری طرف اصول اسلامی دلوں پر فتح حاصل کرتے چلے جاتے ہیں ✦

ضال

۳۶۱۷ ضال۔ ضالّ سے مراد یہاں ہے غَيْرُ مُهْتَدٍ لِمَا سِيقَ إِلَيْكَ مِنَ النُّبُوَّةِ یعنی خود اس نبوت کیطرف رستہ نہ پانیوالا جو تجھے دی گئی اور حضرت یعقوب کے متعلق جو ضلال کا لفظ آتا ہے لفی ضلالك القديم اور ان ابانا لفی ضلال مبين تو اس سے مراد ان کی حضرت یوسف سے بہت محبت ہے اور یہی مراد انا لنراها فی ضلال مبين میں ہے (مف) اور ضَلَّ الشَّيْءُ کے معنی خَفِيَ وَغَابَ ہیں یعنی وہ چیز مخفی ہو گئی اور غائب ہو گئی ضَلَّ الْمَاءُ فِي اللَّبَنِ یعنی پانی دودھ میں غائب ہو گیا (ل) ✦

نہر

تنہر۔ نَهَرَ۔ انتہار کے معنی ہیں سختی سے روکنا ولا تنهرهما (بنی اسرائیل۔ ۲۳) (غ) ✦

آنحضرت صلعم کا طالب ہدایت ہونا اور ضال سے مراد

یہ چھ آیتیں ایک ترتیب میں ہیں پہلی تین میں آنحضرت صلعم پر تین انعامات کا ذکر ہے یتیم پایا اور پناہ دی۔ ضال پایا اور ہدایت دی مفلس پایا اور غنی کیا اور پچھلی تین میں تین ارشادوں کے مطابق آنحضرت صلعم کو ہیں یتیم پر سختی نہ کرنا سائل کو ڈانٹنا نہیں اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرنا۔ اب ظاہر ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر کی اسی کے مطابق ایک حکم بھی آپکو دیا چونکہ آپ کو یتیم پاکر پناہ دی تو اس کے مقابل پر فرمایا کہ تم بھی یتیموں کے ملجا و ماویٰ بن جاؤ اور کبھی یتیم پر سختی نہ کرو۔ اور جب آپکو خالی ہاتھ پاکر غنی کیا تو اس کے مقابل پر اس نعمت کے چرچا کرنے کا ارشاد فرمایا اسلئے یہ ہدایت کہ تم سائل کو ڈانٹو نہیں وجد ضالا فهدی کے مقابل پر ہے یعنی تم بھی کسی وقت سائل تھے اسلئے سائل کو مت ڈانٹو۔ اور یہ معنی لفظ ضال کے درست بھی ہیں

سورۃ الانشراح مکیۃ وھی ثمان آیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ ع ۱۹

۱ ۲ ۳ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ

کیا ہم نے تیرے لئے تیرا سینہ نہیں کھولا اور تجھ سے تیرا بوجھ اُتار دیا جس نے تیری پیٹھ توڑ رکھی تھی ۳۶۱۸

اس لئے کہ ضال ایک معنی میں محب بھی ہے اور یا وہ ایسا طالب ہے کہ اپنے وجود کو طلب میں ہی محو کر دیتا ہے اور یہی حالت رسول اللہ صلعم کی قبل از بعثت تھی اور یا ضال کے معنی یہاں بے خبر ہیں یعنی اس ہدایت کی آپ کو خبر نہ تھی جو آپ کو ملی۔ اور یہ معنی امام راغب نے کئے ہیں اور قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا بھی ہے ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان (الشورٰی ۴۲-۵۲) دیکھو نوٹ ۲۹۸۰ اور یہ معنی ان الفاظ کے کرنا کہ آپ نعوذ باللہ من ذٰلک گمراہ تھے قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور تاریخی طور پر جو واقعات آنحضرت صلعم کے متعلق ثابت ہیں ان کے بھی خلاف ہے قبل از نبوت آپ کی دیانت امانت زبان زد عام و خاص تھی یہاں تک کہ آپ کا نام ہی الامین ہو گیا تھا۔ عمل کے لحاظ سے تو یہ تاریخی شہادت موجود ہے اور اس کے علاوہ قرآن کریم نے بھی آپ کی پہلی زندگی کو بطور نمونہ پیش کیا ہے فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (یونس ۱۰-۱۶) اور عقاید کے پہلو سے بھی آنحضرت صلعم کا توحید پر قایم ہونا ثابت ہے۔ چھوٹی عمر میں جب آپ سفر شام میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ گئے تو اس وقت بھی آپ نے بتوں کے ذکر پر فرمایا کہ مجھے کسی چیز سے ایسی نفرت نہیں جیسی ان بتوں سے اور قرآن کریم کی نص صریح ہے کہ آپ نے کبھی اور کسی وقت بھی بتوں کی عبادت نہیں کی ولا انا عابد ما عبدتم دیکھو نوٹ ۳۶۶۰ غرض کیا بلحاظ عقاید اور کیا بلحاظ اعمال آپ شروع سے ہی جادۂ صواب پر قدم زن تھے ہاں وحی الٰہی نے مزید راہیں کمالات اور ہدایت خلق کی آپ کے سامنے کھول دیں اور وہ چیز جس کی تڑپ آپ کے دل کو کھا رہی تھی لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین اس کے لئے سامان پیدا کر دیئے۔ آپکی ضلالت مخلوق خدا کے لئے آپ کی بیحد محبت تھی اور سائل سے مراد بھی سائل دینی ہے جیسا کہ نعمۃ سے مراد نبوت ہے اور یہ معنی نعمۃ کے مجاہد سے مروی ہیں (ج) پس اس کے مقابل پر جو فرمایا کہ وجدک عائلا فاغنی تو یہ غنا بھی بلحاظ علم کے ہے۔

تمہید سورت

اس سورت کا نام الانشراح یا الشراح ہے اور اسمیں آٹھ آیتیں ہیں۔ اور اس میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کی صداقت کی دلائل قایم کر دیئے ہیں اس لئے اب اسلام ناکام نہیں ہو سکتا۔ یہ سورت بھی ابتدائی مکی زمانہ کی ہے۔

آنحضرت کی شرح صدر

۳۶۱۸ بعض لوگوں نے یہاں اس واقعہ شرح صدر کیطرف اشارہ سمجھا ہے جو بچپن میں اور پھر بعد بلوغت آپ کو پیش آیا اور وہ ایک کشفی نظارہ تھا جس میں یہ دکھایا گیا کہ آپ کے دل کو ہر قسم کی آلایش سے پاک کیا گیا ہے اور معراج کے وقت بھی ایسے ہی واقعہ کے پیش آنے کا ذکر صحیح روایات میں پایا جاتا ہے لیکن شرح صدر سے مراد یہاں وہی ہے جو راغب نے بیان کیا ہے دیکھو ۸۴۵ یعنی انوار الٰہی اور سکینت سے آپکے سینہ مبارک کا بھر جانا اور یہ بذریعہ

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ ۴ ۵ ۶

اور ہم نے تیرے ذکر کو تیرے لئے بلند کیا تو تنگی کے ساتھ آسانی ہے ہاں تنگی کے ساتھ

يُسْرًا ۝ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ ۷ ۸

آسانی ہے[۳۶۱۹] سو جب تو فارغ ہو تو کام میں لگ جا اور اپنے رب کی طرف مائل رہ[۳۶۲۰]

وحی و توریح میں آیا بعینہ ایسے ہی الفاظ حضرت موسیٰ کی طرف منسوب ہیں رب اشرح لی صدری۔ جہاں مراد دلائل کا میسر آنا ہو دیکھو ۲۰۵۰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اصلاح عالم کے لئے بہت متفکر تھے اور آپکو کوئی رستہ نظر نہ آتا تھا وہ دلائل نہ ملتے تھے جن سے توحید باری کو دنیا میں قایم کر سکیں کہ وحی الٰہی نے نزول فرماکر آپ کا سینہ کھول دیا اور دلائل سے بھر دیا۔ اور آپ کا وہ بوجھ جس نے آپ کی پیٹھ توڑ رکھی تھی اُتار دیا۔ اس لئے کہ وحی نے آپ کے قلب مبارک کو اطمینان سے بھر دیا اور ہر طرح کے علمی دلائل آپ پر کھل گئے اور آپ کا بوجھ جو اُتار دیا گیا وہ بھی یہی تفکرات کا بوجھ تھا۔ اس غم نے کہ دنیا کس طرح اپنے مولیٰ سے دور پڑی ہوئی اور ناپاکیوں میں ملوث ہے آپ کی پیٹھ کو توڑ رکھا تھا لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین اللہ تعالیٰ نے جب آپ کے سینے کو روشن کر دیا اور رستے کھول دیئے تو وہ بوجھ بھی ہلکا ہو گیا اور رفع ذکر بھی عطائے نبوت سے ہوا ✦

۳۶۱۹ اس میں یہ بتایا کہ گو دلائل مل گئے وہ غم کا بوجھ ہلکا ہو گیا مگر تنگی اور تکلیف اُٹھانے کے بغیر مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ مضبوط وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل گیا کہ کچھ تکلیف اُٹھانے کے بعد یُسر کی حالت پیدا ہو جائیگی اور ان الفاظ کے دوہرانے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ دو دفعہ اسلام پر مصیبت اور تنگی آئے گی ایک اس کی ابتدا میں اور ایک آخر میں اور دونوں دفعہ عسر کے بعد یُسر یقینی ہے۔ اسلام کے موجودہ مصائب میں یہ آیت مسلمانوں کے زخمی دلوں کے لئے مرہم کا کام دیتی ہے اور اسلام پر دوسری دفعہ مصیبت کا آنا احادیث سے بھی ظاہر ہے۔ دیکھو ۳۶۱۵

۳۶۲۰ یہاں فراغ اور نصب کے متعلق مختلف خیالات ہیں۔ ایک عبادت سے فارغ ہو تو دوسری عبادت میں لگ جاؤ عبادت سے فارغ ہو تو دعا میں لگ جاؤ جنگ سے فارغ ہو تو دعا اور عبادت میں لگ جاؤ امر دنیا سے فارغ ہو۔۔۔۔ تو عبادت رب میں لگ جاؤ (رح)، لیکن چونکہ اوپر ذکر تھا کہ ہم نے آپ کا بوجھ ہلکا کر دیا اور آپ کو غم و فکر سے خالی کر دیا تو وہی فارغ ہونا یہاں مراد ہے۔ یعنی اب جبکہ وہ تفکرات دور ہو گئے تو جو کام تمہارے سپرد ہوا ہے اس میں ساری توجہ لگا دو۔ اور جس رب نے یہ ہدایت دی ہے اسی کی طرف جھکے رہو یا اسی کے کام میں لگے رہو اور اس کا نام پھیلانے کی کوشش کرو ✦

سُورَةُ التِّين مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانُ آيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝

انجیر اور زیتون گواہ ہیں اور سینا پہاڑ اور یہ امن والا شہر ۳۶۲۱

تمہید سورت

اس سورت کا نام التین ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔ اس کے نام میں سلسلہ موسویہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بتایا ہے کہ انسان کا بلند مرتبہ اخلاق فاضلہ پر قایم رہنے سے رہتا ہے اور ضمناً یہ بھی بتایا ہے کہ سلسلہ محمدیہ جو بلد امین میں قایم کیا جاتا ہے وہ تا قیامت باقی رہے گا۔ جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور بعض لوگوں نے اسے مدنی بھی کہا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔

تین

۳۶۲۱ تین۔ تین اور زیتون کہا گیا ہے کہ دو پہاڑ ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ دو درخت ہیں (غ)، اور بعض نے کہا یہ شام میں دو پہاڑ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ شام میں دو مسجدیں ہیں (ل) اور تینۃ انجیر کا درخت ہے۔

انجیر اور زیتون کی شہادت سے مراد

یہاں چار چیزوں کو بطور شہادت پیش کیا ہے انجیر اور زیتون اور سینا پہاڑ اور بلد امین یعنی شہر مکہ۔ انجیر کا ذکر تو قرآن شریف میں دوسری جگہ نہیں مگر زیتون کا ذکر خصوصیت سے سورۂ نور میں آیا ہے جہاں نور محمدی کو درخت زیتون سے روشن قرار دیکر اس سے مشابہت دی ہے۔ اور دوسری طرف ہم بائبل کو دیکھتے ہیں تو وہاں انجیر کے درخت کو سلسلہ اسرائیلی سے مشابہت دی ہے چنانچہ یرمیاہ کا کشف باب ۲۴ میں اس طرح مذکور ہے کہ "دو ٹوکریاں انجیروں کی خداوند کے ہیکل کے سامنے دھری تھیں۔ ایک ٹوکری میں اچھے سے اچھے انجیر تھے ...... اور دوسری ٹوکری میں برے سے برے انجیر" اور پھر آگے چل کر اچھے انجیروں کو بنی اسرائیل کے اچھے لوگ قرار دیا ہے اور برے انجیروں کو برے لوگ۔ اور حضرت عیسیٰ کے مشہور انجیر کے درخت پر لعنت کرنے کے واقعہ میں بھی درحقیقت اسی طرف اشارہ ہے دیکھو متی باب ۲۱ "اور جب صبح کو شہر میں جانے لگا اسے بھوک لگی تب انجیر کا ایک درخت راہ کے کنارے دیکھکر اس پاس گیا اور جب پتوں کے سوائے اس میں کچھ نہ پایا تو کہا اب سے تجھ میں کبھی پھل نہ لگے وہیں انجیر کا درخت سوکھ گیا" اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کو انجیر کے درخت پر کیا خفگی آسکتی تھی کہ اس پر پھل نہیں کیونکہ وہ پھل کا موسم بھی نہ تھا اصل میں یہ ایک تمثیل تھی جسے لفظ پرست انجیل نویسوں نے واقعہ کا رنگ دیدیا۔ انجیر کا درخت سلسلہ بنی اسرائیل کے قایم مقام تھا اس پر پتے تھے پھل نہ تھا۔ یعنی ظاہر طور پر کچھ افعال اچھے نظر آتے تھے مگر حقیقت سے وہ بھی خالی تھے اور حضرت مسیح نے بتا دیا کہ آیندہ کے لئے یہ درخت سوکھ گیا اور اس میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پس انجیر سلسلہ اسرائیل کے قایم مقام ہے اور زیتون سلسلہ محمدی کے اور اسی کی وضاحت کے لئے لف و نشر مرتب کے طور پر طور سینا کا ذکر کیا جہاں سے سلسلہ موسوی کی ابتدا ہوئی اور پھر بلد امین کا یعنی مکہ معظمہ کا جہاں سلسلہ محمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور یہاں البلد کے ساتھ الامین کا لفظ بڑھایا جس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ شہر امانت حق کو

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ ۵

یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا ہے پھر ہم اسے ذلیل سے ذلیل حالت کیطرف لوٹا دیتے ہیں

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ ۶

سوائے انکے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں تو ان کیلئے نہ منقطع ہونے والا اجر ہے

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ ۝ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ۝ ۸

تو کیا چیز تجھے اس کے بعد جزا کے معاملہ میں جھٹلا سکتی ہے ۳۶۲۳ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑھکر حاکم نہیں

ہمیشہ کے لئے اوکرتا رہے گا گویا اس سلسلہ کا قیام جو بلد امین میں قایم ہوتا ہے طور سیناء کے سلسلہ کی طرح ایک وقت جاکر ختم نہیں ہو جائے گا اور شاید سینا پہاڑ کے تجلی الٰہی کے وقت دکا ہو جانے میں یہی اشارہ ہو اور ان چاروں چیزوں کی شہادت اسبات پر ہے کہ انسان کو اللہ تعالےٰ نے بہترین صورت پر پیدا کیا ہے اور اس میں ایسی استعداد رکھی ہے کہ وہ اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچ سکتا ہے لیکن وہ اپنے عملوں کی وجہ سے گرکر ذلیل سے ذلیل حالت کی طرف بھی چلا جاتا ہے سلسلہ موسویہ کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے اور سلسلہ محمدیہ کی تاریخ بھی یہی سبق ہمارے سامنے پیش کرتی ہے +

تقویم

۳۶۲۲ تقویم کسی شے کی تقویم اس کا راست کرنا ہے اور یہاں اشارہ اسبات کی طرف ہے جس کے ساتھ حیوانوں میں سے انسان کو خاص کیا گیا ہے یعنی عقل اور فہم اور قامت کی راستی دے کر جس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ اس کو ہر شے پر جو اس عالم میں ہے غلبہ حاصل ہے (رغ) +

انسان کے بہترین صورت پر ہونے سے مراد

احسن تقویم سے مراد جیسا کہ امام راغب نے لکھا ہے صرف جسمانی ساخت کی عمدگی نہیں جسکے لحاظ سے وہ تمام جانداروں سے افضل ہے بلکہ اس میں عقل اور فہم کے علاوہ اخلاق فاضلہ اور تعلق باللہ بھی شامل ہیں اور فی الحقیقت اخلاق کی طرف ہی یہاں خاص اشارہ ہے کیونکہ اخلاق بلند سے ہی انسان بلند مقام پر پہنچتا ہے اور جب اسکے اخلاق گر جائیں تو دوسرے حیوانات سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں وہ خود اشرف ہو کر اپنے سے ادنےٰ یا اپنے جیسی چیزوں کے سامنے اپنے آپکو جھکا کر ذلیل کرتے ہیں۔ احسن تقویم پر وہی انسان قایم رہ سکتا ہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے آگے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے اور رددناہ میں فاعل اللہ تعالےٰ کو قرار دیا ہے اس لئے کہ ان کے اعمال بد کی جزا وہی انہیں دیتا اور ذلیل کرتا ہے

۳۶۲۳ جمہور نے خطاب عام لیکر اس کے یوں معنی کئے ہیں کہ اے انسان اس دلیل کے بعد کیا چیز ہے کہ تجھے جزا اور اس کے انکار کی وجہ سے کاذب بنائے کیونکہ تکذیب حق سے انسان خود کاذب ہو جاتا ہے اور قتادہ اور فراء وغیرہ کا قول ہے کہ خطاب محمد رسول اللہ صلعم سے ہے اور اس معنی میں خطاب ہر حال قرآن سے بھی ہو سکتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا چیز تجھے جزا کے اس بیان کے بعد جھٹلا سکتی ہے یعنی استفہام نفی تکذیب کے لئے ہے اور آخری آیت کے بعد حضرت ابو ہریرہ کی روایت کے مطابق جواباً کہا جاتا ہے بلیٰ وانا علیٰ ذالک من الشاھدین +

سورۃ العلق مکیۃ وھی تسع عشرۃ آیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ ۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ ۳ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ

اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھ اور تیرا رب سب سے

الْاَكْرَمُ ۝ ۴ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ ۵ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ ۶ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۝

بڑھکر عزت والا ہی جس نے قلم کے ذریعہ سے علم دیا انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا ۳۶۲۲ نہیں انسان سرکشی اختیار کرتا ہی

تمہید سورت

اس سورت کا نام العلق ہی اور اس میں اُنیس آیتیں ہیں علق انسان کی وہ حالت ہی جب وہ ماں کے رحم سے تعلق پکڑتا ہی اور تب اس میں ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہی اور چونکہ اس سورت کی ابتدائی آیات میں سب سے پہلی وحی ہی جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی تو اس نام میں یہ اشارہ ہی کہ اب اس نئے تعلق سے جو ذات باری کے ساتھ پیدا ہوتا ہی آپکو ایک نئی زندگی دی جاتی ہی اور اس میں اشارہ اس انقلاب عظیم کی طرف ہی جو ایک گمنام آدمی کے ذریعہ سے دنیا میں ہونیوالا تھا۔ اس سورت کا پہلا حصہ سب سے پہلی وحی ہی جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی اور باقی حصہ بھی ابتدائی ہی زمانہ کا ہی ہی +

آنحضرت پر سب سے پہلی وحی

۳۶۲۲ یہ پانچ آیتیں بالاتفاق سب سے پہلی وحی ہی جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی باقی آیات اس سورت کی بعد میں نازل ہوئیں حضرت عائشہ کی روایت سے بخاری میں ہی کہ جب فرشتے نے کہا اِقْرَاْ تو آپ نے کہا مَا اَنَا بِقَارِئٍ میں پڑھنا نہیں جانتا تب اس نے آپکو

نزول وحی پر دوسرے عالم کیطرف انتقال

خوب زور سے دبایا اور تین دفعہ اسی طرح ہوا تب فرشتے نے یہ پانچ آیتیں پڑھیں اور آپ ان کے ساتھ گھر واپس ہوئے اور وحی کا رعب آپکے اوپر اس قدر طاری تھا کہ آپکے مونڈھے اور گردن کا گوشت پھڑک رہا تھا بعض لوگوں نے سخت غلطی کھائی ہی جو یہ خیال کیا ہی کہ یہ خوف آپکو اس وجہ سے تھا کہ آپکو شک تھا کہ نعوذ باللہ یہ جنون یا شیطان ہے اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کیلئے انسان کو ایک دوسرے عالم میں منتقل ہونا پڑتا ہی اور چونکہ یہ انتقال حالت بیداری میں ہوتا ہی اسلئے انسان پر ایک حالت موت کیطرح طاری ہوتی ہی یہ تو آپ کا پہلا تجربہ تھا بعد میں بھی یہ حالت تھی کہ جب وحی آتی تو سخت سردی کے دن میں آپکی پیشانی مبارک پسینہ آجاتا۔

آنحضرت کا سب سے پہلا پیغام

اس سب سے پہلے پیغام کا کیا منشا ہی جو خاتم النبیین پر نازل ہوا۔ سب سے پہلے پڑھنے کو کہا اور پڑھنا بھی رب کے نام کی استعانت سے، اور اس کے ساتھ ہی انسان کو علق سے پیدا کرنے کا ذکر کیا۔ پھر پڑھنے کو کہا اور اسکے ساتھ رب اکرم کا ذکر کیا جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم دیا ہی۔ یہ امر غور طلب ہی کہ یہاں علق سے پیدا کرنے کا کیوں خصوصیت سے ذکر کیا۔ نطفہ سے پیدا کرنے کا ذکر کیوں نہ کیا جو بیشتر قرآن شریف میں آتا ہی علق کیلئے دیکھو ۱۶۴۳ یہ اصل میں کسی چیز سے لٹک جانے یا تعلق پیدا کرنے کا نام ہے اور علقہ نطفہ کی وہ حالت ہی جب وہ رحم مادر سے تعلق پیدا کر لیتا ہی بغیر اس تعلق کے نطفہ کچھ چیز نہیں۔ انسان کی زندگی کی ابتدا نہیں ہوتی جبتک کہ نطفہ رحم مادر سے تعلق نہیں پکڑتا اور اقرا باسم ربک میں اسی طرف توجہ دلائی ہی کہ اللہ تعالےٰ سے تعلق پیدا کرکے انسان کی اس اعلیٰ زندگی کی ابتدا ہوتی ہی جس سے اکثر لوگ بیخبر ہیں۔ اور پھر جو دوہرایا اقرا وربک الاکرم تو گویا

أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ ○ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ ○ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ○ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ○ أَرَأَيْتَ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱

جب یہ اپنے آپکو دہ غنی سمجھتا ہے ۳۶۲۵ تیرے رب کیطرف ہی لوٹکر جانا ہے کیا تو نے اسے دیکھا جو بندے کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے ۳۶۲۶ کیا تو نے

إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ○ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ○ أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ○ أَلَمْ يَعْلَم ۱۲ ۱۳ ۱۴

غور کیا اگر وہ ہدایت پر ہو یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو کیا تو نے غور کیا اگر وہ جھٹلاتا اور پیٹھ پھیر لیتا ہے کیا وہ جانتا نہیں

بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ○ كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ○ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ ۱۵ ۱۶

کہ اللہ دیکھتا ہے نہیں اگر وہ نہ رکے گا تو ہم اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹینگے ۳۶۲۷ جھوٹی

خَاطِئَةٍ ○ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ○ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ○ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ○ ۱۷ ۱۸ ۱۹

السجدة

خطاکار پیشانی سو وہ اپنے اہل مجلس کو بلالے ہم بھی بہادروں کو بلالینگے ۳۶۲۸ نہیں اسکی بات نہ مان اور سجدہ کر اور قریب ہو جا

بتایا کہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کرکے انسان حقیقی عزت حاصل کرتا ہے۔ اور اگر بار بار پڑھنے کی طرف توجہ دلائی تو ساتھ ہی لکھنے کی طرف بھی توجہ دلائی کہ علم کی ترقی قلم سے ہی ہوتی ہے علم انسانی کی اصل ترقی اسی وقت سے شروع ہوئی جب سے انسان نے قلم کا استعمال شروع کیا تو یوں گویا انسان کی ساری ترقیوں کی جڑ پڑھنے اور لکھنے کو قرار دیا۔ ہاں ساتھ باسم ربک میں یہ توجہ دلائی کہ اعلیٰ زندگی کی ابتدا اللہ تعالیٰ سے تعلق سے ہوتی ہے اور اسی سے انسان کو عزت ملتی ہے۔ رسول اللہ صلعم ایک گمنام آدمی تھے۔ گو آپکے جاننے والے آپ کی فطری پاکیزگی کی وجہ سے آپکی عزت کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے کلام کے نزول نے آپکی زندگی کو تمام جا پلٹا دیا کہ آپ دنیا کی سب سے زبردست طاقت بنگئے اور انسانوں میں اور قوموں کی زندگیوں میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور یہ انقلاب جو ایک اقراء سے وقوع میں آیا اس بات کی شہادت ٹھہری کہ اس کلام میں کس قدر طاقت بھری ہوئی ہے۔ آج بھی دنیا میں انقلاب پیدا کرنے کیلئے اسی اقراء کے حکم کی تعمیل لازم ہے +

یہ میں انقلاب عظیم کیطرف اشارہ

۳۶۲۵ یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا محتاج نہیں سمجھتا اور اپنے مال و دولت کو کافی سمجھتا ہے +

۳۶۲۶ بخاری میں ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ اگر میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتا دیکھوں گا تو آپکی گردن لتاڑ دونگا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر وہ ایسا کرے تو فرشتے اسے پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دینگے۔ ماحصل یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ سے سرکشی اختیار کرتا ہے تو پھر اپنا تعلق ہی نہیں توڑتا بلکہ آہستہ آہستہ دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتا ہے اور اسی کی طرف یہاں اشارہ ہے +

۳۶۲۷ نسفعًا۔ سَفَعَ اصل میں سیاہی کو کہتے ہیں اور سَفَعَتہ السموم گرم ہوا نے اسے سیاہ کر دیا۔ اور ناصیة کے ساتھ اس کے معنی جذب اور اخذ ہوتے ہیں اور پیشانی کے بالوں سے پکڑنے سے مراد اس کا ذلیل کرنا ہے اور بعض نے پیشانی کو منہ کی جگہ لیکر سیاہ کرنا بھی معنی لئے ہیں (ل) دیکھو اخذ بناصیتها ۱۲۴۲ +

سفع

۳۶۲۸ زبانیة۔ زَبْن کے معنی دفع ہیں اور زبانیة وہ جو لوگوں کو روکتے ہیں اور عرب کے لوگ شُرَط یعنی اعوان و انصار کو زبانیة کہتے ہیں اور زجاج کے نزدیک اس کے معنی غلاظ و شداد ہیں (ل) +

زبانیة

یہاں مطلب سزا دینے والوں سے ہے جن کا یہ اعدائے حق مقابلہ نہ کر سکینگے اور اس دنیا میں بھی انکو سزا ملی اور ان کے اہل مجلس اسلام کے بہادروں کے مقابلہ میں ذلیل ہوئے +

سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ هِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَمَا أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ

ہم نے اسے لیلۃ القدر میں اُتارا ۳۶۲۹ اور تجھے کیا خبر ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے

شَهْرٍ ○ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ○ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○

بہتر ہے ۳۶۳۰ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے اذن سے ہر امر خیر کو لئے ہوئے اُترتے ہیں ۳۶۳۱ سلامتی یہ فجر کے طلوع تک ہے ۳۶۳۲

اس سورت کا نام القدر ہے اور اس میں پانچ آیتیں ہیں اس نام میں یہ اشارہ ہے کہ اس میں امور خیر و برکت نازل ہوتے ہیں اس سورت میں اصل ذکر قرآن کریم کے نزول کا ہے جو لیلۃ القدر میں اُتارا گیا اسی موزونیت کے لحاظ سے اس کا نام القدر ہے یہ سورت ابتدائی مکی زمانہ کی ہے۔ اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے اور جن لوگوں نے اسے مدنی کہا ہے وہ ایک ضعیف روایت کی بنا پر ہے +

۳۶۲۹ لیلۃ القدر۔ قَدْرٌ کے معنی قضاء اور حکم ہیں اور لیلۃ القدر حکم کی رات ہے فیہا یفرق کل امر حکیم (الدخان ۴۴) ماقدروا اللہ حق قدرہ میں قدر کے معنی تعظیم بھی لئے گئے ہیں دیکھو ۹۸۰ انزلنہ میں ضمیر قرآن کریم کی طرف ہی جاتی ہے اور اقرأ باسم ربک کے بعد جو سب سے پہلی وحی ہے انا انزلناہ کو لاکر صاف بتا دیا کہ مراد لیلۃ القدر میں اُتارنے سے یہی ہے کہ اس میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مختلف زمانوں کی نازل شدہ سورتوں کو شدید تعلق کی وجہ سے موجودہ ترتیب پر رکھا گیا ہے۔ لیلۃ القدر کیا ہے اور اس میں قرآن کے اُتارنے سے کیا مراد ہے دیکھو ۳۰۲۵ و ۳۰۲۶ +

۳۶۳۰ لیلۃ القدر کی عظمت کیطرف توجہ دلائی کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور یہاں ہزار کا لفظ تکثیر کیلئے ہے مگر اس میں ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ جس طرح آنحضرت صلعم کا زمانہ تمام زمانوں پر فوقیت رکھتا ہے اسی طرح ہر صدی کے سر پر جو آپ کے خلفا آئینگے ان کا زمانہ صدی کے باقی زمانہ پر فوقیت رکھنے والا ہے کیونکہ ہزار مہینے کے تراسی سال کے قریب بنتے ہیں اور یہ سال کے قریب گویا ہر صدی میں مجدد کا زمانہ ہے اسی قسم کا ایک اشارہ روح المعانی میں بھی بیان ہوا ہے کہ اس میں بنو امیہ کی سلطنت کی طرف اشارہ ہے جو اسّی سال کے قریب رہی +

۳۶۳۱ روح کے متعلق یہاں بھی وہی مختلف اقوال ہیں جو ۳۴۲۵ میں بیان ہوئے اور گو رحمت یا وحی بھی یہاں معنی ہو سکتے ہیں مگر اصل مطلب روح کے اُترنے کا روحانی زندگی کا نزول ہے گویا لیلۃ القدر سے ایک نئی روحانی زندگی مومنین کو ملتی ہے اور من کل امر سے مراد ہر امر خیر و برکت ہے اور من ب کے معنی میں ہے (د) اور یہ بالکل اس کے مطابق ہے جو دوسری جگہ فرمایا۔ فیہا یفرق کل امر حکیم دیکھو ۳۰۲۶ +

۳۶۳۲ سلام کے معنی ہر خوف کے امر سے سلامتی ہے۔ اور اسے ھی کی خبر مقدم کہا گیا ہے۔ مگر سلام پر وقف ہے اسلئے سلام میں اشارہ من کل امر کیطرف معلوم ہوتا ہے یعنی جو امور نازل ہوتے ہیں وہ سلامتی کا موجب ہیں اور ھی حتی

حاشیہ: ۱ع ۲۲ — الربع — نصف — الثلثہ
قدر
لیلۃ القدر ہزار مہینے

سورۃ البینۃ مکیۃ وھی ثمان آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہار حم والے | بار بار | رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۲۲ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى ۱

وہ لوگ جو اہل کتاب میں سے کافر ہوئے | اور مشرک آزاد ہونے والے نہ تھے | یہانتک

تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ○ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ○ ۲

کہ انکے پاس کھلی دلیل آئے ۳۶۳۳ اللہ کیطرف سے رسول | جو پاک صحیفے | پڑھتا ہے

مطلع الفجر میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح فجر کے ساتھ نور آفتاب کی روشنی نظر آنے لگتی ہے اسی طرح یہ لیلۃ القدر انوار و برکات کو لانے کا موجب ہے +

تمہید سورت اس سورت کا نام البینۃ ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔ یہاں رسول کریم صلعم کو کھلی دلیل قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ دنیا گناہ اور ناپاکی میں اس قدر ملوث ہو گئی تھی کہ بغیر آسمانی بارش اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے اس کا گناہ کی غلامی سے نکلنا محال تھا۔ اگر محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی دنیا میں نہ آتی تو دنیا شرک و ضلالت سے باہر نہ نکل سکتی۔ یہ سورت جمہور کے قول میں مکی ہے لیکن بعض لوگوں نے اسے اس بنا پر مدنی کہا ہے کہ بعض روایات میں یہ ذکر ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے ابی کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے میں تمہیں یہ پڑھاؤں مگر بخاری میں یہ لفظ نہیں کہ جب یہ نازل ہوئی تو اس وقت فرمایا بلکہ عام لفظ ہیں اور صحیح یہی ہے کہ یہ مکی ہے اور غالباً ابتدائی زمانہ کی ہی ہے اور ابی کو پڑھانے کا حکم شاید اس لئے ہوا ہو کہ وہ اہل کتاب میں سے ایمان لائے تھے اور یہاں اہل کتاب کو انکی اپنی کوششوں کی ناکامی کیطرف توجہ دلاتی ہے +

فك۔ انفك ۳۶۳۳ منفکین۔ فککت الشیء کے معنی ہیں خلصتہ اسے نجات دی یا آزاد کر دیا اسی سے فك الرھن ہے اور فك رقبۃ غلام کا آزاد کرنا ہے دیکھو ۳۶۰۵ اور فکہ سے لازمی ہے انفك یعنی وہ آزاد ہو گیا یا نجات پا گیا (ل)، بخاری میں ہے منفکین زائلین یعنی کفر و شرک کو چھوڑنے والے +

دنیا کیلئے ایک نجات دہندہ کی ضرورت تھی پچھلی سورت میں نزول قرآن کا ذکر تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ اس زمانہ نزول قرآن میں دنیا خیر و برکت سے بھر جائے گی یہاں دوسرے پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اہل کتاب اور مشرک ان ناپاکیوں سے جن میں وہ ملوث ہو گئے تھے اور گناہ کی غلامی سے آزاد ہونے والے نہ تھے یہاں تک کہ ان کے پاس خدا کا رسول آتا جو ان پر پاک صحیفے پڑھتا اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا کی حالت کفر و شرک کی تاریکیوں میں پڑ کر یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اب کوئی معمولی واعظ انہیں اس سے آزاد نہ کر سکتا تھا جب تک کہ ایک فرستادہ خدا ان کو پاک نہ کرتا۔ اور یہ امر تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے جزیرہ نمائے عرب کو شرک سے پاک کرنے کے لئے صدیوں تک زور لگایا مگر ان کی ساری کوششوں کا نتیجہ ملک عرب کی اخلاقی حالت پر اتنا بھی نہ ہوا جتنا سمندر کی سطح پر ایک ہلکی لہر کا اثر ہوتا ہے یہ وہ بات ہے جو خود میور نے لکھی ہے

۴ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ

جن میں مضبوط کتابیں ہیں ۳۶۳۴ اور انہوں نے جنہیں کتاب دی گئی تفرقہ نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل

۵ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا

آگئی ۳۶۳۵ اور انہیں (کوئی) حکم نہیں دیا گیا مگر یہی کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کیلئے فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے راست رو ہوکر اور نماز

۶ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَوٰةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ

قایم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے وہ لوگ جنہوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا

۷ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أُولَٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ

اور مشرک دوزخ کی آگ میں ہونگے اسی میں رہینگے وہ بدترین مخلوق ہیں ۳۶۳۶ جو لوگ

۸ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ أُولَٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِي

ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وہ بہترین مخلوق ہیں ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشگی کے باغ ہیں جنکے نیچے نہریں

مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝ ﴿۴﴾

بہتی ہیں ہمیشہ انہی میں رہینگے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے یہ اس کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے

اور فی الحقیقت جو لوگ خود ناپاکیوں کے اندر مبتلا تھے وہ دوسروں کو کیونکر ناپاکیوں سے نکال سکتے تھے۔ اسی مناسبت سے آگے صحفا مطہرۃ کا ذکر آتا ہے گویا بتایا ہے کہ رسول کے آنے کی ضرورت اس لئے تھی کہ پہلے اہل کتاب اس قابل نہ رہے تھے کہ وہ دوسروں کو گناہ کی غلامی سے نجات دلا سکتے۔ بلکہ وہ خود ایک نجات دہندہ کے محتاج تھے اور منفکین کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ برے اچھوں سے الگ ہونے والے نہ تھے +

قرآن میں پہلی کتابوں کی تعلیم

۳۶۳۴ یہاں بتایا کہ وہ کھلی دلیل جو دنیا کو گناہ کی غلامی سے آزاد کرسکتی ہے اللہ کا رسول ہے اور وہ پاک صحیفے پڑھتا ہے اور انہی سے اب دنیا پاک ہوسکتی ہے اور فیہا کتب قیمۃ کے بڑھانے میں یہ اشارہ ہے کہ اس قرآن میں پہلی کتابوں کی تمام وہ تعلیم موجود ہے جو قایم رکھنے کے قابل تھی اور قرآن کو صحیفے کہکر بتا دیا کہ اسوقت بھی قرآن کریم برابر لکھا جاتا تھا مگر یہ ضروری نہیں کہ رسول اللہ ان صحیفوں پر سے پڑھتے ہوں۔

۳۶۳۵ تفرق سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مومن اور کافر الگ الگ ہوئے اور یہ بھی کہ اہل کتاب نے حق سے تفرقہ کیا اور اگلی آیت میں بتایا کہ انکا یہ تفرقہ کرنا کیسا بے معنی ہے اسلئے کہ انہیں نیکی اور عبادت کی طرف ہی بلایا جاتا تھا اور یہی انبیاء پہلے بھی کرتے رہے +

بریۃ

۳۶۳۶ بریۃ کے معنی خلق ہیں اور یہ یا تو برء سے مشتق ہے اور ہمزہ متروک ہوگیا ہے اور یا بریت العود سے ہے میں نے لکڑی کو تراشا گویا وہ بری یعنی مٹی سے بنائی گئی ہے (غ)۔ شر البریۃ اور خیر البریۃ کے تقابل میں یہ سمجھایا کہ انسان جب اپنے قوائے خدا داد کو بے محل استعمال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری نہیں کرتا تو اس جیسا برا بھی کوئی نہیں وہ سب مخلوق سے بدتر ہے کیونکہ سب مخلوق قانون کی فرمانبرداری کرتی ہے اور جب وہ اپنے قویٰ کا درست استعمال کرتا ہے تو وہ تمام مخلوقات پر فوقیت لیجاتا ہے اس میں صاف بتا دیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے +

انسان اشرف المخلوقات ہے

سورۃ الزلزال مکیۃ وھی ثمان آیات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۸ ۲۴

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ○ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ○ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ○ ۱ ۲ ۳

جب زمین اپنا ہلانا ہلائی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ نکال دے گی اور انسان کہے گا اسے کیا ہوا

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ○ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ○ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۴ ۵ ۶

اس دن وہ اپنی سب خبریں بیان کردیگی گویا تیرے ربنے اسکی خاطر وحی کی ہے ۳۶۳۷ اسدن لوگ الگ الگ ہوکر نکل پڑینگے

لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ○ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ ع ۷ ۸

تاکہ انہیں انکے عمل دکھائے جائیں ۳۶۳۸ تو جو کوئی ایک ذرہ کے وزن کے برابر بھلائی کرتا ہے اسے دیکھ لیگا اور جو کوئی ایک ذرہ کے وزن کے برابر بدی کرتا ہے اسے دیکھ لیگا ۳۶۳۹

تمہید سورت — اس سورت کا نام الزلزال ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں اور اس کے نام میں یہ اشارہ ہے کہ اس روحانی بیداری کے پیدا کرنے کیلئے جس کا پیام رسول اللہ صلعم لائے ہیں ایک انقلاب عظیم دنیا میں رونما ہوگا۔ یہ سورت ابتدائی مکی زمانہ کی ہے۔

روحانی بیداری کیلئے انقلاب عظیم کا واقع ہونا — ۳۶۳۷ یہ عظیم الشان انقلاب کا ذکر ہے قیامت کا ذکر ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ ہر بات کا نمونہ آنحضرت صلعم کی مختصر زندگی میں دیدیا ہے۔ اسلئے وہ عظیم الشان انقلاب اس دنیا میں بھی آیا اور اسی کی طرف یہاں خصوصیت سے اشارہ ہے جیسا کہ اگلی سورت میں اسکی وضاحت بھی کردی ہے چنانچہ اخرجت الارض اثقالہا میں اگر مردونکا قبروں سے نکلنا مراد لیا گیا ہے تو خزانوں کا زمین سے نکلنا بھی مراد لیا گیا ہے (د) خواہ وہ دجال کے زمانے میں نکلیں یا آگے پیچھے۔ اور فی الحقیقت جو روحانی بیداری انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے وہ بھی ایک انقلاب عظیم سے ہی پیدا ہوتی ہے انسان جو دنیا میں مستغرق ہو رہا ہے جبتک شدت سے نہ ہلایا جائے اسوقت تک اس میں روحانیت کا احساس پیدا نہیں ہوتا تب وہ اپنی مخفی طاقتوں کو باہر نکال دیتا ہے اور راز ہائے عظیمہ جو اسکے اندر مخفی تھے باہر نکل آتے ہیں اور معلوم ہو جاتا ہے کہ وحی اسی کے فائدہ کیلئے ہوئی تھی۔ ایسا ہی پیغمبروں کے ذریعہ سے جو ایک انقلاب عظیم روحانیت کیلئے پیدا ہوتا ہے اس کیلئے بھی ایک نہ ایک رنگ میں ان تمام چیزوں کا وقوع ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جبتک زمین ہل نہیں جاتی جبتک اسکے خزانے اور راز باہر نہیں نکل آتے تب تک قوم میں روحانی بیداری پیدا نہیں آتی آنحضرت صلعم کیوقت میں بھی جبتک یہ عظیم الشان زلزلہ جنگوں کی صورت میں نمودار نہیں ہوا اور رجال حق کو ملنے کیلئے اپنا پورا زور نہیں لگایا اس وقت تک وہ روحانی بیداری ملک عرب میں پیدا نہیں ہوئی جسکے ساتھ قیامت وسطی قایم ہوئی اور جس دن وہ انقلاب آگیا اسدن گویا یوں معلوم ہوتا تھا کہ زمین خود اپنی سب خبریں بیان کررہی ہے جو کچھ سالہا سال پیشتر ایسے وقت میں سنا تھا کہ جب اسکے پورا ہونیکا وہم گمان بھی نہ تھا وہ پورا ہوتا دیکھ لیا اور اوحی لہا میں بتایا کہ اس وقت معلوم ہو جائیگا کہ وحی الٰہی اہل زمین کے فائدے کیلئے ہی تھی۔

۳۶۳۸ قیامت میں تو لوگ اعمال کے نتائج کو دیکھ ہی لینگے مگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کی زندگی میں بھی یہ نظارہ دکھا کر قیامت پر دلیل قایم کردی جنہوں نے حق کی خاطر سب کچھ قربان کردیا تھا انہوں نے اپنی قربانیوں کا پھل پایا اور اہل باطل نے باطل کو نیست و نابود ہوتے بھی دیکھ لیا۔

نیکی اور بدی کے ثمرات کا اصول غیر متبدل — ۳۶۳۹ آنحضرت صلعم نے ان آیات کو الجامعۃ الفاذۃ کا نام دیا ہے (بخاری) یعنی یہ اصول جو ان میں بیان ہوا وہ جامع اور

سُوْرَةُ الْعٰدِیٰتِ مَکِّیَّةٌ وَّھِیَ اِحْدٰی عَشْرَةَ اٰیَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ (ع ۱۱ ، ۲۵)

گواہ ہیں سرپٹ دوڑنے والے (گھوڑے) پھر (سم) مار کر آگ نکالنے والے پھر صبح کے وقت حملہ کرنے والے پھر وہ اسکے ساتھ

بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ○

گرد اٹھاتے ہیں پھر وہ اسکے ساتھ (دشمن کی) جماعت میں جا داخل ہوتے ہیں یقیناً انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے

منفرد ہے۔ اور یہ کسی دوسری آیت کے منافی نہیں۔ ہاں یہ بھی سچ ہے کہ اگر کافر نیکی کرے تو وہ ضائع نہیں جاتی اور اگر مسلمان بدی کرے تو اسے معافی حاصل نہیں۔ البتہ جس طرح ظاہری قوانین میں ہے نیکی کا اجر بھی اپنی چھوٹائی بڑائی کے لحاظ سے ہوتا ہے اور بدیوں کی سزا بھی ان کی چھوٹائی بڑائی کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ ایک انسان اعلیٰ درجہ کی مقوی غذائیں کھاتا اور اچھے اصول صحت پر قائم ہے وہ یقیناً اپنی زندگی میں اس کے اچھے نتائج کو دیکھتا ہے لیکن اگر وہ ان اصول صحت پر عمل کرنے کے بعد زہر کھائے تو وہ بھی اپنا اثر دکھا کر رہے گی۔ نیکی اور بدی سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا ہم کوئی اندازہ نہیں کر سکتے۔ مگر قانون صحیح یہی ہے کہ ہر نیکی اپنی جزا رکھتی ہے اور ہر بدی بھی اپنا اثر پیدا کرتی ہے پھر بعض نیکیوں سے بعض بدیوں کے اثر محو ہو جاتے ہیں اور بعض بدیوں سے بعض نیکیوں کے اثر محو ہو جاتے ہیں۔ پس سچی توبہ سے انسان کے گناہ معاف ہونا یا ارتداد سے اس کی بعض نیکیاں ضائع ہو جانا اس اصول کے خلاف نہیں اور اصل کام کرنے والا اصول ہر جگہ یہی ایک ہے۔

تمہید سورت — اس سورت کا نام العادیات ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں اور اس نام میں خیل یعنی رسالہ کے گھوڑوں کی طرف اشارہ ہے اور یہ بتایا ہے کہ وہ انقلاب عظیم جس کا ذکر پچھلی سورت میں تھا اس پر گھوڑے بھی گواہ ہونگے یعنی اس کا پیش خیمہ لڑائیاں ہونگی۔ اور یا اگر مراد نفوس عادیات لئے جائیں۔ تو مومنوں کی ترقیات روحانی کی طرف اشارہ ہے یہ بھی ابتدائی زمانہ کی مکی سورت ہے اور بعض نے اسے بھی مدنی کہا ہے مگر مضمون کی نوعیت بتاتی ہے کہ یہ مکی ہے +

عدو۔ عادیات، ضبح — ۳۶۴۰ عٰدیٰت ضبحا۔ عَدْو دوڑنا اور عادیات دوڑنے والے۔ مراد خیل الغزاۃ یعنی غازیوں کے گھوڑے ہیں اور ضَبح گھوڑے کے انفاس کی آواز ہے اور حفیف العدو یعنی دوڑنے کی آواز کو بھی کہا گیا ہے (ن) +

وری۔ قدح — موریٰت قدحا۔ وَرْی آگ نکالی موریٰت آگ نکالنے والے اور قَدَحَ پیالے کو کہتے ہیں اور قَدَحَ بالزند کے معنی ہیں زند کے ساتھ مار کر آگ نکالی (ل) +

اغار۔ مغیرۃ — مغیرات۔ غور کے لئے دیکھو ۱۲۹۳ اور غار اور اَغار کے اصل معنی ہیں گہرائی کی طرف گیا پھر یہ معنی ہو گئے کہ کسی امر میں جلدی کی اور اَغار علی القوم کے معنی ہیں ان پر رسالے سے حملہ کیا اور اَغار کے معنی ہیں تنت تیز دوڑا اور مُغیرۃ جس کی جمع مغیرات ہے وہ گھوڑے ہیں جو اس طرح دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں +

وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ ۝ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا ۹

اور وہ یقیناً اس پر گواہ ہے اور وہ یقیناً مال کی محبت میں بخیل ہے [3641] تو کیا جانتا نہیں جب جو قبروں میں ہے

فِي الْقُبُورِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝ ۱۱

باہر نکالا جائیگا اور جو سینوں میں ہے وہ ظاہر کیا جائیگا [3642] یقیناً ان کا رب آج ان سے باخبر ہے

نقع

نقع ۔ نَقَعَ الماءُ پانی جمع ہوا اور نقع غبار کو کہا جاتا ہے جو اوپر چڑھ جاتا ہے (ل) ٭

وسط

وسطن ۔ وَسَطَ الشیءَ و تَوَسَّطَہٗ کے معنی ہیں صار فی وسطہٖ یعنی اس کے درمیان میں ہوگیا (ل) ٭

جنگ کا ذکر بطور پیشگوئی

یہاں جن چیزوں کو بطور گواہ پیش کیا ہے ان سے مراد جمہور کے نزدیک خدا کی راہ میں جنگ کرنے والوں کے گھوڑے ہیں (د) اور یہ سورت تو ابتدائی زمانہ کی ہے اور یہ سب ذکر بطور پیشگوئی کے ہے اور پچھلی سورت میں جو توجہ دلائی گئی تھی کہ ایک انقلاب عظیم برپا ہوگا قبل اس کے کہ وہ قیامت روحانی مبعوث ہو جس کے لئے رسول اللہ صلعم ظاہر ہوئے ہیں تو یہاں اس انقلاب کے اس حصہ کی طرف توجہ دلائی ہے جس کے ذریعہ سے باطل کا نابود ہونا تھا یعنی لڑائیاں اور اس لئے غازیوں کے گھوڑوں کو جن سے باطل کا قلع قمع ہونا تھا بطور شہادت پیش کیا اور فی الحقیقت یہ ایک پیشگوئی ہے اور رسالوں کا ذکر اس لئے کیا کہ جنگ کی کامیابی کا انحصار رسالے پر ہے آج اس قدر علم جنگ میں ترقی کے باوجود بھی عمدہ زبردست رسالہ ہی کامیاب جنگ کا پیش خیمہ ہے سو ملکی میں مسلمانوں کو ان باتوں سے خاص فائدہ اٹھانا چاہیئے اور انسانوں کی جماعتیں بھی عادیات وغیرہ سے مراد ہو سکتی ہیں یعنی جو اپنے کمالات کے حاصل کرنے کیلئے سرپٹ دوڑتے ہیں اور پھر اپنے افکار کے ساتھ انوار معارف کی آگ نکالتے ہیں اور صبح کے وقت حرص و ہوا کی فوجوں پر حملہ کرتے ہیں پھر اس کے ساتھ وہ غبار اٹھاتے ہیں جو اوپر چڑھ جاتا ہے جو ان کے اعمال کے صعود کی طرف اشارہ ہے اور پھر مقربین کی جماعت میں جا داخل ہوتے ہیں اور یہ سب مومنوں کی ترقیات روحانی کی طرف اشارہ ہے ٭

کنود

[3641] کنود ۔ ناشکر الانسان کو کہتے ہیں اور اَرْضٌ کَنُوْدٌ وہ زمین ہے جس میں کچھ نہیں اگتا (غ) ٭

جواب قسم یہ ہے کہ انسان ناشکر گزار ہے ۔ یعنی جو قویٰ اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھے ہیں ان کی تربیت نہیں کرتا چونکہ اصل غرض اس مقابلہ کی یہی تھی کہ حق قایم ہو جائے اور باطل نابود ہو جائے اس لئے بتایا کہ یہ جو لوگ مخالفت حق کرنے والے ہیں آخر کار ان پر ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور انہ علیٰ ذٰلک لشہید میں بتایا کہ انسان کی اپنی فطرت بھی اس بات پر گواہی دیتی ہے مگر وہ مال دنیا کی محبت میں اس قدر بخیل ہے کہ اپنے اعلےٰ قویٰ کی پروا نہیں کرتا ٭

تحصیل

[3642] حُصِّلَ ۔ تحصیل چھلکے سے مغز کا نکالنا جیسے سونے کی کان سے سونے کا نکالنا یعنی جو دلوں میں ہے وہ ظاہر کیا جائے گا (غ) ٭

بعثر ما فی القبور پر دیکھو [3553] اور یہاں حصل ما فی الصدور لا کر اسی معنی کی تائید کی ہے کہ مراد اس سے رازوں کا ظاہر ہونا ہے اور وہ قیامت میں بھی ہوگا اور رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے جو قیامت روحانی قایم ہوئی اس میں بھی اسی کا اظہار ہوا جو سینوں کے اندر مخفی تھا یعنی جو کچھ سینوں کے اندر مضمر تھا وہ ظہور میں آگیا ٭

سورۃ القارعۃ مکیۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ

سخت مصیبت کیا ہی بڑی سخت مصیبت ہے اور تجھے کیا خبر ہے کیسی بڑی سخت مصیبت ہے ۳۶۴۳ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں

الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ۝ فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ

کیطرح ہونگے اور پہاڑ دُھنی ہوئی اون کی طرح ہو نگے ۳۶۴۴ سو جس کی نیکیاں بھاری ہونگی وہ خوشی کی زندگی

رَّاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

میں ہوگا اور جس کی نیکیاں ہلکی ہونگی تو اسکا ٹھکانا ہاویہ ہے ۳۶۴۵ اور تجھے کیا خبر ہے وہ کیا ہے وہ جلتی ہوئی آگ ہے

تمہید سورت اس سورت کا نام القارعۃ ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں پچھلی سورت کا مضمون یہاں بھی جاری رکھا ہے۔ اور یہ ابتدائی مکی زمانہ کی سورت ہے +

۳۶۴۳ قارعۃ کیلئے دیکھو ۱۶۲۵ بمصیبت۔ نبی کریم صلعم کا سریہ۔ قیامت تینوں پر یہ لفظ بولا گیا ہے اور یہاں تینوں مفہوم ہو سکتے ہیں پر حاوی ہے پچھلی سورت میں جنگوں کے متعلق صراحتہً پیشگوئی تھی اسلئے یہاں سریہ مراد ہونا کوئی بعید امر نہیں اور سخت مصیبت اور قیامت کے معنی ظاہر ہیں +

فراش **۳۶۴۴** فراش۔ فراشۃ واحد ہے اور پروانے کو کہتے ہیں۔ اور لوگوں کو فراش مبثوث سے مثال دینے میں اشارہ ہے ان کے ہول و اضطراب کیطرف ہے یا انکی کثرت یا انکی گندگی اور انکے ضعف اور ذلت اور انکے آنے اور جانے کی وجہ سے نہیں پروانوں سے تشبیہ دی ہے بہرحال یہ تشبیہ اس دنیا میں بھی صحیح ثابت ہوئی اور قیامت کا نظارہ تو اس سے فوق الفوق ہوگا اور پہاڑوں کا دھنی ہوئی اون کیطرح ہونا انکے اُڑائے جانے کیطرح ہے دیکھو ۱۶۲۳ +

ہواء۔ ہاویۃ **۳۶۴۵** ھاویۃ۔ مادہ ھوی ہے دیکھو ۹۶۶ اور ھواء معروف ہے اور افئدتہم ھواء (ابراہیم ۴۳) میں مراد ہے عقل سمجھ کچھ باقی نہ رہیگی اور ھاویہ کو دوزخ کا نام قرار دیا گیا ہے مگر ابن بری کا قول ہے کہ یہ اسم علم نہیں بلکہ ہر ایک گڑھا ہے جس کی گہرائی کی کوئی انتہا نہ ہو اور اُمہ ھاویہ کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور بعض نے اسے دعا کے طور پر قرار دیا ہے جیسے ھوت امہ کے معنی ہیں اسکی ماں ہلاک ہو اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ دوزخ اسے اسطرح اپنی طرف پناہ دیگی جس طرح ماں بیٹے کو پناہ دیتی ہے (ل) +

دوزخ علاج کے طور پر ہے موازین کے بھاری اور ہلکا ہونے پر دیکھو ۹۰۱ اور یہ لفظ قیامت کبریٰ پر بھی صادق آتے ہیں اور روحانی قیامت پر بھی کیونکہ نیکی کرنیوالا انسان یہیں خوشی کی زندگی پالیتا ہے اور جسکی نیکی کی قوت مردہ رہتی ہے وہ یہیں ہاویہ میں ہوتا ہے اور یہاں دوزخ کو گنہگار کی اُمّ یا ماں قرار دیا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جس طرح ماں بچے کی تربیت کرتی ہے اسیطرح گنہگار کی تربیت کیلئے ہاویہ کی ضرورت ہے پس یہ تعذیر

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱ ۸

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ ۱ ۲ ۳

کثرت کی خواہش نے تمہیں غافل کر رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ جاتے ہو ۳۶۴۶ نہیں تم جان لوگے پھر

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ۴ ۵ ۶

نہیں تم جان لوگے نہیں اگر تم علم یقین کے ساتھ جانتے تو تم ضرور دوزخ کو دیکھ لیتے

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ ۷ ۸

پھر تم اسے ضرور یقین کی آنکھ کے ساتھ دیکھ لوگے پھر تم سے ضرور اس دن نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا ۳۶۴۸

سزا نہیں بلکہ بطور علاج ہے۔ گویا دوزخ کا اصل منشا ان امراض روحانی کا علاج ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے آپ پیدا کر لیتا ہے انسان آپ اپنے لئے آگ بناتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا فضل بے پایان ایسا ہے کہ اس آگ کو بھی بطور ایک علاج کے بنا دیتا ہے +

خلاصہ سورت

اس سورت کا نام التکاثر ہے اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں یہاں بتایا ہے کہ کثرت مال و دولت کی خواہش اور ترتیب انسان کو اصل مقصد زندگی سے غافل رکھتی ہے ورنہ وہ انہماک حرص و ہوا کو دوزخ کے رنگ میں یہاں بھی دیکھ سکتا ہے۔ گویا وہ انقلاب روحانی جس کو رسول اللہ صلعم پیدا کرنے آئے تھے اس کی طرف اگر لوگ متوجہ نہیں ہوتے تو محض اسلئے کہ کثرت مال کی محبت نے انہیں غافل کر رکھا ہے۔ یہ بھی ابتدائی مکی سورتوں میں سے ایک ہے +

۳۶۴۶ تکاثر دیکھو ۲۳۰ کثرت مال و عزت میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش یعنی کثرت مال و اولاد و جاہ وغیرہ کی خواہش جو انسان کی حیوانی زندگی سے تعلق رکھنے والی باتیں ہیں اسے حقیقی مقصد زندگی سے جو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرتا ہے غافل کر رکھتی ہیں۔ جب پچھلی سورتوں میں اس انقلاب روحانی پر زور دیا جسے رسول اللہ صلعم دنیا میں پیدا کرنے آئے تھے تو اب یہ بتایا کہ وہ کونسی چیز ہے جو لوگوں کی توجہ کو اخلاقی اور روحانی پہلو سے جو فی الحقیقت ان کی اصل خوشی کا موجب ہے ہٹائے رکھتی ہے اور زرتم المقابر سے دیکھو ۳۵۴۵ موت مراد ہے یعنی اسی طرح اشغال دنیا میں منہمک تم مر جاتے ہو۔ اسی لئے آگے فرمایا کلا یعنی تکاثر مال دنیا سے تمہاری فلاح نہیں سوف تعلمون وہ اس بات کا تم کو علم ہو جائے گا۔ اور ایک علم اس دنیا میں ہو جاتا ہے اور ایک موت کے بعد اس لئے دو دفعہ سوف تعلمون فرمایا +

۳۶۴۷ ان آیات میں یقین کے دو مراتب کا ذکر علم الیقین اور عین الیقین کے الفاظ میں کیا ہے اور تیسرے مرتبہ کا ذکر لتسئلن میں کیا ہے اور دوسری جگہ حق الیقین کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے (الحاقۃ ۶۹-۵۱) اور یہ تین مراتب یقین اس طرح پر ہیں کہ پہلا مرتبہ یقین کا دلائل علمی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے علم الیقین کہا ہے اور دوسرا مرتبہ مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے جسے عین الیقین

سورۃ العصر مکیۃ ثلٰث اٰیات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا (ع ۳ / ۲۸)

(گزرتا ہوا) وقت گواہ ہے کہ انسان نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لاتے اور اچھے

الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

عمل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں ۳۶۴۸

کہا ہے اور تیسرا مرتبہ اس چیز کے اندر داخل ہونے یا ان حالات کے اپنے اوپر وارد ہونے سے حاصل ہوتا ہے اسے حق الیقین کہا ہے اور یہاں اس کا ذکر لتسئلن یومئذ عن النعیم میں کیا ہے کیونکہ نعمتوں کے متعلق سوال گویا ان نعمتوں کی ناشکری کا عملی طور پر یا بڑے رنگ میں نتیجہ اُن پر وارد ہونا ہے ان تین مراتب یقین کی مثال یہ ہے کہ مثلاً دھوئیں کو دیکھ کر بذریعہ علم انسان کو یقین ہوتا ہے کہ وہاں آگ جل رہی ہے پھر اگر اور آگے چلا جائے تو آگ کو خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیگا یہ عین الیقین ہے۔ پھر خود اس کے اندر داخل ہو جائے تو وہ حالت اس پر وارد ہو کر بتا دیتی ہے کہ یہ آگ ہے یہ حق الیقین ہے۔ تو یہاں کفار کو بتایا ہے کہ اگر تم علم یقین سے کام لیتے یعنی دلائل پر غور کرتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ کثرت مال و دولت کے پیچھے لگنا اور اصل مقصد زندگی کو بھلا دینا ایک دوزخ ہے اور یہ جو فرمایا کہ تم اسے عین الیقین سے دیکھ لوگے تو مطلب یہ ہے کہ ایسے واقعات تمہارے سامنے پیش آجائیں گے کہ جس طرح انسان آنکھ سے ایک چیز کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح تم دوزخ کو دیکھ لوگے اور پھر بعد موت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کے نتائج کھلے طور پر تم پر وارد ہونگے اور تم حق الیقین سے دوزخ دیکھ لوگے

تمہید سورت — اس سورت کا نام العصر ہے اور اس میں تین آیتیں ہیں۔ اور اسکے نام میں مرور ایام کی طرف اشارہ ہے کہ وقت ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور ہر انسان جو اس وقت کو اچھے مصرف میں نہیں لاتا وہ نقصان میں ہے اور اچھا مصرف یا عقاید کے رنگ میں کسی بات پر قایم ہونا ہے یعنی ایمان اور یا اعمال کے رنگ میں یعنی اعمال صالحہ کا بجالانا مگر ہر انسان جو انہی دونوں پہلوؤں سے دوسروں کی بھلائی نہیں کرتا وہ بھی نقصان میں ہے۔ یہ سورت مکی ہے اور ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے اور پچھلی سورت سے تعلق یہ ہے کہ وہاں بتایا تھا کہ مال دنیا کی کثرت کوئی نفع کی چیز نہیں بلکہ انسان کو اصل مقصد زندگی سے غافل رکھنے والی شے ہے اور یہاں وہ اصل مقصد زندگی بتایا ہے

عصر — ع ۳۶۴۸ عصر کے معنی دہر یعنی زمانہ ہیں اور رات کو اور دن کو بھی عصر کہا جاتا ہے اور صبح اور پچھلے پہر کی نمازوں کو حدیث میں عصرین کہا ہے اور یہاں بعض کے نزدیک مراد مطلق وقت ہے اور بعض کے نزدیک نماز عصر کا وقت اور بعض کے نزدیک کوئی ساعت (ل)، اور دھر زمانہ کو بحیثیت مجموعی کہا جاتا ہے اور عصر اس کے مرور اور گزرنے کے لحاظ سے ہے

عصر اور دہر میں فرق

وقت کی قیمت — جب پچھلی سورت میں انسان کی طلب کثرت مال دنیا کا ذکر کیا اور اسے ہی انسان اپنے نفع کی چیز سمجھتا ہے تو یہاں بتایا کہ فی الحقیقت ایسا انسان گھاٹے میں ہے اور وہ اپنے قوائے خدا داد کو ضایع کر رہا ہے اور اس پر عصر یا گزرتے ہوئے وقت کی شہادت کو پیش کیا ہے۔ گویا ہر لمحہ جو گزر رہا ہے اگر وہ صحیح مصرف میں نہیں آیا تو وہ ... برباد ہو گیا اور انسان کے ہاتھ سے

سُورَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ایک قیمتی چیز یونہی چلی گئی ۔ وقت کی قیمت کو لوگ بہت کم پہچانتے ہیں حالانکہ یہی چیز سب سے زیادہ قیمتی ہے اللہ تعالیٰ نے یہاں اسے شہادت میں پیش کرکے اس کی عظمت اور قیمت کی طرف توجہ دلائی ہے اور زمانہ کی شہادت بحیثیت مجموعی بھی یہ بتاتی ہے کہ اس زندگی سے فائدہ اٹھانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں ۔ مال دنیا کا جمع کر لینا بالآخر انسان کو کچھ نفع نہیں پہنچاتا ۔ اور عصر سے وہ وقت مراد لیکر جو غروب آفتاب سے پہلے ہے مطلب وہی ہے جو پہلے بیان ہوا اس لئے کہ وہ وقت اس بات پر گواہ ہوتا ہے کہ آفتاب غروب ہو رہا ہے اور انسان کے لئے مہلت اور موقعہ بہت کم ہے وہ اپنے وقت کو ضائع نہ کرے اور یا مراد اس سے رسول اللہ صلعم کا زمانہ ہے کہ اس چھوٹے سے زمانہ میں تمام زمانوں کا خلاصہ آگیا ۔ اور واقعات کے رنگ میں اللہ تعالیٰ نے اس بیس سال کے عرصہ میں وہ سب کچھ دکھا دیا جو تمام زمانوں میں دکھاتا رہا یعنی حق کی کامیابی اور ابطال حق کی تمام کوششوں کا ضائع جانا اور دنیا میں ایک نمونہ قیامت کا قایم ہو جانا کہ جس میں اچھے اور برے الگ الگ ہو گئے اور یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ نیکی اپنا اجر رکھتی ہے اور بدی دنیا میں قایم نہیں رہ سکتی ؎

یہاں جن لوگوں کو حالت نقصان سے مستثنٰے کیا ہے ان میں چار صفات کا پایا جانا ضروری قرار دیا ہے ۔ اول ایمان جس میں تمام عقاید صحیحہ آجاتے ہیں ۔ دوسرے اعمال صالحہ جس سے مراد ہر قسم کی صلاحیت والے اعمال ہیں ۔ تیسرے ایک دوسرے کو حق کا پہنچانا جس میں یہ بتایا کہ انسان کا صرف خود حق پر قایم ہو جانا بھی کافی نہیں جبتک کہ وہ حق دوسروں کو نہ پہنچائے اور چوتھے صبر کی ایک دوسرے کو وصیت کرنا اور صبر یہ ہے کہ تمام مشکلات کا سامنا کرکے اللہ تعالیٰ کی طاعت پر انسان قایم ہو جائے گویا ایک حق ہے اور ایک حق پر قایم ہونا ہے ۔ حق ایمان کے مقابل پر ہے اور صبر اعمال صالحہ کے مقابل یعنی انسان خود صحیح عقیدہ پر قایم ہو ۔ دوسروں کو صحیح عقیدہ پر قایم کرنے کی کوشش کرے ۔ خود اعمال صالحہ پر قایم ہو دوسروں کو اعمال صالحہ پر قایم کرنے کی کوشش کرے اور یہ ہر مسلمان کا فرض قرار دے کر بتا دیا کہ ہر مسلمان جبتک حق کو دوسروں تک نہیں پہنچاتا بلکہ اس حق پر دوسروں کو قایم کرنے کے لئے پورا زور نہیں لگاتا اس وقت تک وہ بھی نقصان میں ہے ۔ اس چھوٹی سی سورت میں کس قدر جامع تعلیم ہے اور یہی شہادت ہے اس بات پر کہ قرآن کریم کی ہر سورت بجائے خود ایک مکمل کتاب ہے خواہ کتنی بھی چھوٹی سورت کیوں نہ ہو اور امام شافعی سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اگر اور کوئی سورت نازل نہ ہوتی تو یہ سورت ہی لوگوں کے لئے کافی ہوتی ؎

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝

افسوس ہر ہر عیب لگانیوالے طعن کرنے والے پر جو مال کو جمع کرتا اور اسے شمار میں لاتا ہو وہ خیال کرتا ہو کہ اسکا مال اسے ہمیشہ رکھیگا ۳۶۴

كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝

ہرگز نہیں وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا اور تجھے کیا خبر ہو حطمہ کیا ہے اللہ کی جلائی ہوئی آگ

الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

جو دلوں پر اطلاع پالیتی ہے وہ ان پر لپیٹ دی جائیگی لمبے ستونوں میں بند کردی جائیگی نمبر ۳۶۵

تمہید سورت

اس سورت کا نام ھمزۃ ہو اور اس میں نو آیتیں ہیں۔ پچھلی سورت کے مقابل پر ان لوگوں کی حالت دکھائی ہو جو مال دنیا سے محبت کرتے ہیں اور بجائے اپنی اصلاح کرنے کے دوسروں کی عیب شماری میں لگے رہتے ہیں۔ یہ سورت بھی مکی ہے اور ابتدائی مکی زمانہ کی ہے ؛

عدّد

نمبر ۳۶۴ ھمزۃ اور لمزۃ پر دیکھو نمبر ۳۱۲۲ اور عدّد کے لئے دیکھو نمبر ۱۲۹۷ اور نمبر ۲۲۴۲ اور یہاں فراء نے معنی لئے ہیں کہ مال کو عُدّۃ بناتا ہے یعنی مصائب اور حوادث دہر سے بچنے کا سامان (ل) اور جو معنی ترجمہ میں اختیار کئے گئے ہیں ان میں گننا اور عُدّۃ بنانا دونوں مفہوم آجاتے ہیں اور اصل مطلب یہاں عُدّۃ بنانا ہی معلوم ہوتا ہو یعنی جن مصائب عظمیٰ کی خبر دی جاتی ہو اور جس انقلاب عظیم کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے ایک مال سے محبت کرنے والا سمجھتا ہو کہ وہ مال اس کو ان مصائب سے بچا دے گا۔ اور اخلدہ میں یہ مراد بھی ہوسکتی ہو کہ مال اسے ہمیشہ کے لئے باقی رکھے گا اور یہ بھی کہ مال کے جمع کرلینے سے ہی وہ خلد کو بھی حاصل کرلے گا ؛

حطمۃ

نمبر ۳۶۵ حطمۃ جو حَطْم سے ماخوذ ہو یعنی توڑنا۔ دوزخ کا نام ہو کیونکہ وہ چیز کو توڑ دے گی اور بعض کے نزدیک یہ جہنم کے ایک باب کا نام ہے (ل) ؛

دوزخ کی آگ انسان کے دل سے بھڑکتی ہو

یہاں حطمہ اس آگ کو کہا ہو جو اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی ہو اور دلوں پر اطلاع پالیتی ہے اور دلوں پر اطلاع پالینے سے مراد یہی ہو کہ اس کا اصل منبع دل ہو کیونکہ دل سے ہی اعمال کا تعلق بلحاظ نیت وغیرہ ہے اور دل انسان کے لئے مرکز کے طور پر ہو جیسا کہ حدیث میں ہو کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہو اگر وہ حالت اصلاح میں ہو تو سارا جسم حالت اصلاح میں ہوتا ہے اور اس میں فساد ہو تو سارے جسم میں فساد پیدا ہو جاتا ہو پس دل سے ہی یہ آگ پہلے بھڑکتی ہو اور پھر لمبے ستونوں میں چاروں طرف سے انسان کو گھیر لیتی ہے اور مال سے جو شخص محبت کو بڑھاتا ہو اس کا دل یہاں بھی اس آگ کا مشاہدہ کرلیتا ہو اور مطلب یہی بتاتا ہو کہ مال دنیا کی محبت آخر کار انسان کو کہاں پہنچاتی ہو اور دوسروں کی عیب شماری بھی لازماً دل کے اندر ایک آگ بھڑکاتی ہو ؛

سورۃ الفیل مکیۃ وھی خمس آیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ

کیا تو نے غور نہیں کیا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا ۳۶۵۱ کیا انکی تدبیر کو برباد نہیں کیا اور ان پر

عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝

جھنڈ کے جھنڈ پرند بھیجے جو انہیں سخت پتھروں پر مارتے تھے سو انہیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر دیا ۳۶۵۲

خلاصہ سورت

اس سورت کا نام الفیل ہے اور اس میں پانچ آیتیں ہیں اور اس نام میں اشارہ اصحاب الفیل کے واقعہ کیطرف ہے جنھوں نے خانہ کعبہ کو تباہ کرنا چاہا مگر خود تباہ ہو گئے اور اس سورت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حق کو جو محمد رسول اللہ صلعم لائے ہیں دنیا کی تمام طاقتوں کے مقابلہ میں بچائیگا۔ اور صلیب اور توحید کی جنگ میں توحید ہی غالب آئیگی یہ سورت بھی بالاتفاق مکی ہے۔

فیل۔ واقعہ اصحاب فیل آنحضرت کیلئے بطور ارہاص تھا۔

۳۶۵۱ فیل۔ ہاتھی۔ اصحاب فیل کا واقعہ ایک مشہور تاریخی واقعہ ہے ابرہہ جو یمن کا عیسائی وائسرائے شاہ حبش کیطرف سے تھا اس نے صنعاء میں ایک عظیم الشان گرجا بنوایا جسکی غرض یہ تھی کہ اہل عرب بجائے خانہ کعبہ میں جمع ہونے کے اس گرجا میں جمع ہوا کریں اور اس طرح انہیں آہستہ آہستہ عیسائی بنا لیا جائے مگر چونکہ اہل عرب نے ابرہہ کے اس گرجا کی کوئی پرواہ نہ کی تو آخر اس نے خانہ کعبہ کو گرا دینے کیلئے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی اور یہ واقعہ بالاتفاق مورخین اسی سال کا ہے جس سال حضرت نبی کریم صلعم پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک آپکی پیدائش کا دن وہی تھا جس دن ابرہہ کے لشکر پر تباہی آئی اس سال کا نام تاریخ عرب میں عام الفیل ہو گیا اور اس لشکر کا نام اصحاب الفیل اور یہ اس ہاتھی کی وجہ سے ہوا جو لشکر کے ساتھ تھا اور جس کا نام محمود تھا اور بعض کے نزدیک کئی ہاتھی تھے اور ابرہہ کا ہاتھی محمود نامی تھا۔ جب یہ لوگ مکہ کے قریب پہنچے تو عبد المطلب نے مکہ کو اہل مکہ سے خالی کرا دیا اور سب لوگ قریب کی پہاڑیوں پر چلے گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابرہہ نے عبد المطلب کے کچھ اونٹ پکڑ لئے تھے تو جب عبد المطلب نے ابرہہ سے واپس طلب کئے اور ابرہہ نے تعجب کیا کہ تم خانہ کعبہ کے متعلق کوئی درخواست نہیں کرتے جسے میں تباہ کرنا چاہتا ہوں تو عبد المطلب نے جواب دیا انی انا رب الابل وان للبیت ربا لیمنعہ میں اونٹوں کا مالک ہوں اور خانہ کعبہ کا رب بھی ہے جو اس کی حفاظت کریگا اور جب مکہ کو خالی کیا تو اس وقت کعبہ کے دروازہ کی کنڈی کو پکڑ کر کہا لاھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع رحالك۔ لا یغلبن صلیبھم ومحالھم ابدا محالك کوئی فکر کی بات نہیں انسان اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے سو تو اپنے گھر کی حفاظت کر اور انکی صلیب اور انکی طاقت تیری طاقت پر کبھی غالب نہیں آسکتی چنانچہ قبل اسکے کہ ابرہہ خانہ کعبہ تک پہنچ سکے اسکے لشکر میں تباہی پھیل گئی اور وہ خود بھی بیمار ہو گیا اور سخت ناکامی کی حالت میں یمن واپس پہنچا جہاں جا کر وہ مر گیا۔

اس واقعہ کا آنحضرت صلعم کی پیدائش کے سال پیش آنا آپ کی نبوت کیلئے بطور ارہاص تھا اور اللہ تعالیٰ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ خانہ کعبہ کو دنیا کی کوئی طاقت برباد نہیں کر سکتی بلکہ جو اسے برباد کرنے کی ٹھانے گا وہ خود برباد ہو جائیگا۔

ابابیل

۳۶۵۲ ابابیل۔ ابیل کی جمع ہے اور ابابیل کے معنی ہیں متفرقۃ متفرق اونٹوں کی قطاروں کی طرح (غ) ابن سیدہ کا قول ہے کہ

سورۃ القریش مکیۃ وھی اربع ایات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۲ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝ ع ۴/۳۱

قریش کیلئے اکٹھا رکھنے کو ان کیلئے جاڑے اور گرمی کے سفروں کے اکٹھا رکھنے کو ۳۶۵۴

اِبِیل اور اِبَّول اور اِبَّالَۃ پرندوں یا گھوڑوں یا اونٹوں کے ایک جھنڈ کو کہا جاتا ہے اور ابابیل کا استعمال کثرت کے معنی میں آیا ہے (ل) +

اصحاب فیل کس طرح تباہ ہوئے

مفسرین کے اقوال اس لشکر کی تباہی کے بارے میں عموماً یہی ہیں کہ پرند اس لشکر پر آئے اور ہر ایک کی چونچ میں ایک سنگریزہ اور دو دو سنگریزے دونوں پنجوں میں تھے اور وہ سنگریزہ جس شخص پر گرتا تھا اسے ہلاک کر دیتا تھا لیکن عکرمہ کا قول ہے کہ جس پر سنگریزہ گرتا تھا اسے چیچک نکل آتی تھی وعن عکرمۃ ان من اصابہ الحجر جدرتہ وھو اول جدری ظھر (د) ایسی ہی روایت ابن کثیر نے یعقوب سے بیان کی ہے اور چونکہ صحیح حدیث اس بارہ میں کوئی نہیں کہ اصحاب فیل کی تباہی کا اصل موجب کیا ہوا تھا اس لئے قرین قیاس ہے کہ چیچک کی وبا لشکر میں پھوٹ پڑی اور آخر ابرہہ خود بھی اسی مرض کا شکار ہوا جس کی وجہ سے لشکر بھاگ گیا اور یہ مسلم ہے کہ ابرہہ تمام پھنسیوں سے بھرا ہوا یمن میں جا مرا۔ اور پرندوں کے بھیجے میں اشارہ یہ ہے کہ جب لاشیں چھوڑ کر لشکر بھاگ گیا تو پرندوں نے انہیں نوچ نوچ کر پتھروں پر مارا اور کھاتے ہوئے بھس کی طرح کر دیا +

تمہید سورت

اس سورت کا نام قریش ہے اور اس میں چار آیتیں ہیں۔ اور اس نام میں یہ اشارہ ہے کہ قریش جن پر ہم نے اس قدر احسان کیا انہیں چاہئے تھا کہ خدائے واحد کی جو اس گھر کا رب ہے عبادت کرتے کیونکہ خدا نے ہی ان کو تجارت کا سامان دے کر بھوک سے بچایا اور کعبہ کو حرم بنا کر دشمنوں کے خوف سے محفوظ کر دیا۔ یہ سورت ابتدائی زمانہ کی ہے +

ایلاف

۳۶۵۴ ایلاف۔ الف کے معنی ہزار ہیں۔ اِلْف اجتماع۔ اَلَفَ کے معنی ہیں ایک ہزار کامل کر دیا۔ اَلِفَ الشَّیْءَ کے معنی ہیں لزمہ یعنی اس سے پیوستہ ہوا۔ اور اَلَفَہٗ ایاہ سے اس کے ساتھ لازم کر دیا اسی سے ایلاف مصدر ہے اٰلفتُ فلانا الشیءَ اذا الزمتہ ایاہ اور یہاں معنی ہیں لتُؤْلَفَ قریشٌ الرحلتین فیتصلا ولا ینقطعا یعنی تاکہ قریش دو سفروں کو اکٹھا رکھیں پس وہ دونوں ملے رہیں اور الگ الگ نہ ہوں۔ گویا مطلب ہے دونوں سفروں کا جمع رکھنا ایک سے فارغ ہوں تو دوسرے میں لگ جائیں اور ایک قول ہے کہ ایلاف یُؤْلِفُوْنَ سے ہے جس کے معنی ہیں تیار کرتے ہیں اور سامان بناتے ہیں اور ابن عباس سے ہے کہ ایلاف سے مراد عہد ہے اور اول شخص جس نے باہر کے بادشاہوں سے عہد کیا ہاشم تھا اور یہ عہد قریش کے لئے لیا گیا تھا۔ اور اَلَّفَ کے معنی ہیں دو چیزوں کو تفرقہ کے بعد جمع کیا (ل)، فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ (اٰل عمران ۳-۱۰۴) +

قریش

قریش۔ تَقَرُّش کے معنی جمع کرنا ہیں اور قریش ایک دریائی جانور ہے جو سب جانوروں کو کھا جاتا ہے اور ہمارے رسول اللہ صلعم کے قبیلہ کا نام قریش ہے جن کا باپ نضر بن کنانہ ہے اور بعض کے نزدیک بوجہ

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ۝ ۳ ۴

پس چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور خوف سے امن دیا ۳۶۵۴

ان کے خوف اور عظمت کے یہ نام دابۃ الجسم سے مشتق ہو اور بعض کے نزدیک ان کے ارد گرد سے مکہ میں جمع ہو جانے کے لحاظ سے ۔

رحلۃ — رحلۃ ۔ رَحْل اونٹ کا پالان ہو پھر کبھی اس سے اونٹ مراد لیا جاتا ہو اور کبھی وہ چیز جس پر گھر میں بیٹھا جاتا ہو اور جمع رِحال ہو اور رِحْلۃ کے معنی اِرتحال یا کوچ کرنا ہیں (رغ) ۔

شتاء ۔ صیف — شتاء ۔ سردی اور صَیف گرمی ۔

قریش پر احسان — عام طور پر اس سورت کا تعلق پچھلی سورت سے مان کر یہ مطلب لیا گیا ہے کہ ہم نے اصحاب فیل کو تباہ کر دیا تاکہ قریش اپنی تجارتوں میں لگے رہیں اور انہیں نقصان نہ پہنچے ۔ اور دو سفروں کا ذکر کیا اسلئے کہ گرمیوں کے موسم میں ملک شام کی طرف قافلہ جاتا تھا اور سردیوں میں ملک یمن کی طرف کیونکہ شام کا ملک ٹھنڈا تھا اور یمن گرم اور یہ تجارت قریش کی عزت اور شرف کا موجب تھی ۔ اس لئے اگلی آیات میں فرمایا کہ قریش کو چاہئے کہ جب خدا نے ان کی اس قدر حفاظت کی اور انہیں اس قدر سامانوں سے متمتع فرمایا تو وہ بھی خدائے واحد کی پرستش کریں جس کی طرف محمد رسول اللہ صلعم انہیں بلا رہے ہیں ۔ مگر بجائے اس کے یہ مخالفت کر رہے ہیں ۔ اور ابن جریر کہتے ہیں کہ چونکہ ہر سورت بجائے خود کامل ہو اس لئے لایلاف میں لِ تعجب کے لئے ہو یعنی کیا قریش کے لئے ان تجارت کے سامانوں کو اکٹھا رکھنے پر تعجب کرتے ہیں لیکن دونوں سورتوں کا باہم اس قدر تعلق ماننے میں کسی ایک کا ناقص ہونا لازم نہیں ہوتا دونوں بجائے خود بلحاظ مضمون مکمل ہیں لیکن ان کا باہم تعلق شدید ہو اور یہ تعلق رکھکر بتا دیا ہو کہ سورتوں میں باہم کس قدر ربط ہو ۔

۳۶۵۴ بھوک میں کھانا بذریعہ تجارت کہ ملتا تھا جو وہ بالامن کرتے تھے اس لئے کہ بوجہ کعبہ کی خدمت کے کوئی انہیں چھیڑتا نہ تھا اور یوں بھی بوجہ حج کے مکہ عرب کی تجارت کا مرکز ہو گیا تھا اور آمنہم من خوف میں بتایا کہ سارا عرب دن رات جنگ میں مصروف ہو مگر یہ حرم کے اندر ہر قسم کے خوف سے محفوظ ہیں ۔ کوئی انہیں چھیڑ نہیں سکتا اور جو خانہ کعبہ پر چڑھائی کرے خدائے تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا ۔

سورۃ الماعون مکیۃ وھی سبع ایات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ ارءیت الذی یکذب بالدین ۞ فذلک الذی یدع الیتیم ۞ و

کیا تو نے اس شخص کی حالت پر غور کیا جو دین کو جھٹلاتا ہے یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور

۳ لا یحض علی طعام المسکین ۞ فویل للمصلین ۞ الذین ھم عن صلاتھم

مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا ۳۶۵۵ پس نمازیوں پر افسوس ہے وہ جو اپنی نماز سے

۶ ساھون ۞ الذین ھم یراءون ۞ ویمنعون الماعون ۞

غافل ہیں جو دکھاوا کرتے ہیں اور خیرات کو روکتے ہیں ۳۶۵۶

ع ۷ / ۳۲

تمہید سورت — اس سورت کا نام الماعون ہے اور اس میں سات آیتیں ہیں۔ ماعون کے معنی زکوٰۃ اور خیرات ہیں۔ یہاں بتایا ہے کہ وہ دین جس کی طرف محمد رسول اللہ صلعم بلاتے ہیں وہ اصل میں بیکسوں اور غریبوں کی ہمدردی ہے جب تک یہ دل میں پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک نماز بھی ایک دکھاوا ہے۔ اس سورت کو بھی بعض نے مدنی کہہ دیا ہے مگر جمہور کے قول میں مکی ہے اور یہی صحیح ہے +

دین — دین کا سب سے بڑا رکن

۳۶۵۵ دین کے معنی یہاں ابن عباس نے حکم اللہ کئے ہیں (ج) اور عموماً جزا اس کے معنی کئے گئے ہیں اور مجاہد نے اسلام مراد لیا ہے اور اصل یہ ہے کہ دین یہاں اپنے مشہور معنی میں ہے اور بتانا یہ مقصود ہے کہ دین یا مذہب صرف چند باتوں کے منہ سے کہہ دینے کا نام نہیں پس جو شخص یتیم سے سختی سے پیش آتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا (خود کھلانا اس کے ضمن میں آگیا) وہ گویا دین کو جھٹلاتا ہے بالفاظ دیگر دین کا سب سے بڑا رکن یہی ہے کہ یتیم اور مسکین کی خبرگیری کرنے والا ہو رسول اللہ صلعم سے بڑھکر کوئی یتیموں مسکینوں کا ہمدرد دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ اغنیا کے مال کا حصہ یتامیٰ مساکین کو آپ نے دلایا ورثہ کا حصہ آپ نے دلایا ان کی حفاظت کے قانون آپ نے بنائے اور نبوت سے پہلے اور نبوت سے بعد جو ایک ولولہ آپ کے قلب مبارک میں موجزن نظر آتا ہے وہ بیکسوں کی خبرگیری ہے +

ماعون

۳۶۵۶ ماعون۔ معن تھوڑی سی چیز کو کہا جاتا ہے اور حضرت علی سے ماعون کے معنی زکوٰۃ مروی ہیں اور ماعون زکوٰۃ کو اس لئے کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ چالیسواں حصہ مال کا ہونے کی وجہ سے ایک قلیل سی شے ہے اور ماعون گھر کے اسباب کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی کہا جاتا ہے جیسے ڈول کلہاڑی ہانڈی پیالہ اور فراء کا قول ہے کہ عرب ماعون پانی کے لئے بھی کہہ دیتے ہیں (ل) اور بخاری میں ہے کہ ماعون کا اعلیٰ درجہ زکوٰۃ ہے اور ادنیٰ درجہ سامان کا عاریتاً دینا ہے +

نماز کی حقیقت سے بیخبر ہو کر نماز پڑھنا دکھاوا ہے

فویل للمصلین۔ ظاہر ہے کہ مصلی نماز پڑھنے والا ہے اس پر ویل کی وجہ خود بتادی ہے کہ وہ اپنی نماز سے غافل ہیں

سورۃ الکوثر مکیۃ وھی ثلث آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۱ — ۳

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○

ہم نے تجھے کوثر دی ہے ۳۶۵۷

بعض نے اس کے معنی نماز میں تاخیر لی ہے یعنی وقت پر نماز نہیں پڑھتے اور بعض نے مطلق ترک صلوٰۃ مراد لیا ہے مگر ان دونوں باتوں کی الفاظ قرآنی سے تائید نہیں ہوتی۔ دیکھو نوٹ ۳۱۶۰ جہاں سہو عن الشئ کی تشریح کی گئی ہے مراد یہ ہے کہ باوجود نماز پڑھنے کے نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں اسی لئے یراؤن بھی کہاہے یعنی ان کی ظاہر حرکات کو لوگ دیکھتے ہیں مگر دل انکے نماز سے غافل ہیں اور یہی معنی ابن زید سے مروی ہیں یصلون ولیست الصلوٰۃ من شأنہم (ج) اور اس کے ساتھ یمنعون الماعون بڑھا کر بتایا کہ جن لوگوں کے دلوں میں مخلوق خدا کی ہمدردی پیدا نہیں ہوتی ان کی نماز نے انہیں کچھ فائدہ نہیں دیا نماز انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ سے قلبی تعلق پیدا کرنے کے لئے ہے جس شخص کے دل میں مخلوق خدا کی خدمت کا جوش نہیں اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کی نماز بھی اصل حقیقت سے دور ہے ✦

تمہید سورت — اس سورت کا نام الکوثر ہے اور اس میں تین آیتیں ہیں اور اس کے نام میں یہ اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر دی گئی ہے یعنی ہر قسم کی بھلائیوں سے اتنا بڑا حصہ دیا گیا ہے جو پہلے انبیاء کو نہیں دیا گیا اور آپ سے دشمنی کرنے والے ہمیشہ ناکام رہا کرینگے۔ اس سورت کے نزول کے متعلق اختلاف ہے بعض اسے مکی کہتے ہیں اور بعض مدنی اور بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ اس کا نزول دو دفعہ ہوا ایک مکہ میں اور ایک مدینہ میں مگر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی ✦

کوثر — ۳۶۵۷ کوثر۔ دیکھو نوٹ ۳۳ اور کَوْثَر ہر شے کی کثرت کو کہا جاتا ہے۔ اور کوثر جنت کی وہ نہر ہے جس سے تمام نہریں نکلتی ہیں اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔ اور کوثر کے معنی خیر کثیر ہیں اور تفسیر میں ہے کہ کوثر قرآن اور نبوت ہے اور کہا گیا ہے کہ کوثر سے مراد یہاں خیر کثیر ہے جو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ کی اُمت کو دے گا اور یہ سب کثرت کے معنی کی طرف راجع ہے اور جو کچھ تفسیر میں کوثر کے متعلق آیا ہے وہ سبھی کچھ نبی صلعم کو دیا گیا یعنی آپ کو خیر کثیر دی گئی۔ اور تمام دینوں پر دین اسلام کا غلبہ دیا گیا اور دشمنوں پر نصرت دی گئی اور اپنی اُمت کے لئے شفاعت دی گئی اور خیر سے وہ کچھ دیا گیا جو شمار میں نہیں آسکتا (ل)، اور عکرمہ سے ہے کہ کوثر سے مراد خیر کثیر اور قرآن اور حکمت ہیں اور سعید بن جبیر سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے ہر قسم کی خیر سے کثرت عطا فرمائی پوچھنے والے نے کہا وہ جنت میں نہر ہے آپ نے کہا نہر بھی اور اس کے سوائے بھی (ج) ذیل کے اور اقوال ہیں۔ آپ کی اولاد۔ آپکے پیرو۔ آپکی امت کے علماء۔ آپ کا نور قلب۔ آپکے فضائل کثیرہ۔ آپ کا ایثار۔ اور بخاری میں حضرت ابن عباس کے متعلق ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوثر وہ خیر ہے جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو دی اور سعید نے کہا کہ نہر بھی اس خیر کثیر میں سے ہے ✦

۲ ۳ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

سو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر[۳۶۵۸] تیرا دشمن ہی وہ ہے جس کا ذکر باقی نہیں رہیگا[۳۶۵۹]

نحر

۳۶۵۸ انحر۔ نَحْرٌ۔ سینہ کا وہ حصہ ہے جہاں ہار ہوتا ہے اور نَحَرَ نَحْرًا اس کے سینہ پر مارا یا ذبح کر دیا اور یہاں مراد نحر الھدی یعنی قربانیوں کا ذبح کرنا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ سینہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے اور کہا گیا ہے کہ شہوت کے دور کرنے سے نفس کشی مراد ہے (غ)، اور بعض نے اس کے معنی کئے ہیں کہ اپنے سینہ سے قبلہ کی طرف متوجہ ہو (ر) اور نماز کے ساتھ انحر کے حکم میں وسعت ہی لینی چاہیئے اور مراد اس سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینا ہے +

ابتر

۳۶۵۹ ابتر۔ بَتْرٌ کے اصل معنی قطع کرنا ہیں اور اس شخص کو ابتر کہا جاتا ہے جس کے پیچھے اس کی نسل نہ ہو اور اس شخص کو بھی ابتر کہا جاتا ہے جس کا ذکر خیر منقطع ہو جائے اور حدیث میں ہر اس امر کو ابتر کہا ہے جو اللہ کے ذکر سے شروع نہ کیا جائے اور یہاں ابتر کے معنی مقطوع الذکر ہیں اسلئے کہ کفار سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلعم کا ذکر آپ کی زندگی کے ساتھ منقطع ہو جائے گا اس لئے کہ آپ کی اولاد نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص آپ سے دشمنی کرتا ہے اسی کا ذکر منقطع ہوگا اور آپ کے متعلق ارشاد فرمایا ورفعنا لک ذکرک کیونکہ آپ مومنوں کے باپ ہیں (غ) +

اس چھوٹی سی سورت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہمیشہ کے لئے رکھ دی کہ جو شخص آپ کے ساتھ دشمنی کر کے اس حق کو مٹانا چاہے گا جو آپ لائے ہیں اس کا ذکر خیر ہمیشہ کے لئے دنیا سے منقطع ہو جائے گا اور آپ کو خیر کثیر سے حصہ ملتا چلا جائے گا اور یہ پیشگوئی تمام زمانوں کے لئے ہے۔ آج بھی جس شخص نے آپ سے بغض رکھا اس کا ذکر خیر اللہ تعالے نے منقطع کر دیا +

سورۃ الکٰفرون مکیۃ وھی ست آیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۶

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝

کہدے اے کافرو میں اس کی عبادت نہیں کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اسکی عبادت کرنیوالے ہو جسکی میں عبادت کرتا ہوں

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ۳۶۶۰

اور نہ میں کبھی اسکی عبادت کرنیوالا ہوں جسکی تم عبادت کرتے تھے اور نہ تم اسکی عبادت کرنیوالے ہو جسکی میں عبادت کرتا ہوں تمہارے لئے تمہارا بدلہ ہے اور میرے لئے میرا بدلہ

تمہید سورت

اس سورت کا نام الکافرون ہے اور اس میں چھ آیتیں ہیں اور اس نام میں یہ اشارہ ہے کہ رسول خدا صلعم اور آپکے دین میں کفر کی کوئی تاریکی باقی نہیں رہ گئی ہے اور اس سورت میں توحید کا عملی رنگ پیش کیا ہے یعنی عملی طور پر رسول اللہ صلعم اور آپکے پیرو ان چیزوں کی عبادت سے بیزار ہیں جن کی عبادت کفار کرتے ہیں خواہ وہ مال و دولت ہو اور خواہ شجر و حجر یا انسان وغیرہ۔ اس کے دوسرے ناموں مقشقشہ وغیرہ میں اسی طرف اشارہ ہے اور یہ سورت اور سورۃ اخلاص ایک ہی ہیں یہ عملی رنگ میں توحید کو کامل کرتی ہے اور اخلاص علمی رنگ میں۔ اور یہ ابتدائی مکی زمانہ کی سورت ہے۔

عمل میں توحید اور شرک سے بیزاری

۳۶۶۰ یہاں اپنے متعلق دو باتیں بیان فرمائیں اول لا اعبد ما تعبدون اور دوسری لا انا عابد ما عبدتم۔ تو پہلے یعنی لا اعبد میں استقبال مراد ہے یعنی میں کبھی بھی تمہارے معبودان باطل کی عبادت نہیں کروں گا کیونکہ جیسا کہ زمخشری نے لکھا ہے لا جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو استقبال کے معنی میں کر دیتا ہے جس طرح ما مضارع پر داخل ہو کر اسے حال کے معنی کر دیتا ہے۔ اور دوسرے یعنی ولا انا عابد ما عبدتم میں عبدتم ماضی لا کر صاف بتا دیا کہ میں نے پہلے بھی کبھی اس کی عبادت نہیں کی جس کی تم عبادت کرتے رہے ہو۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ کی نفی پہلے اور استقبال کی پیچھے چاہئے تھی لیکن چونکہ استقبال کے متعلق کفار اپنا پورا زور لگا رہے تھے اور آپ کو اور آپکے صحابہ کو ہر قسم کی ایذا پہنچا رہے تھے اور قتل کے منصوبے کر رہے تھے تو اس کی وقعت کے لحاظ سے اسے مقدم کیا یعنی جتنا تم چاہو زور لگا لو میں کبھی اس چیز کی عبادت نہیں کرونگا جس کی تم عبادت کرتے ہو اور اس کے بعد فرمایا کہ میں نے پہلے بھی کبھی اس چیز کی عبادت نہیں کی جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اس لئے جب قبل از نبوت میں نے تمہارے ان بتوں کی عبادت نہیں کی تو اب کس طرح کر سکتا ہوں اور کفار کے متعلق دونوں دفعہ ایک ہی لفظ ہیں ولا انتم عابدون ما اعبد یعنی تم خدا کی عبادت ہرگز نہیں کر رہے اور اس کا دو دفعہ لانا تاکید کیلئے ہے اور یہ ظاہر کرنے کو کہ تمہیں اپنی بات پر اصرار ہے۔ اور آخری آیت میں دین کے معنی جزا ہیں یعنی تم اپنی عبادت کا نتیجہ دیکھ لوگے میں اپنی عبادت کا نتیجہ پا لونگا۔ اور یہاں معبود بنانے میں ہر وہ چیز شامل ہے جسکو دنیا میں محبوب یا مطلوب یا مقصود بنایا جاتا ہے +

آنحضرت نے کبھی غیر اللہ کی عبادت نہیں کی

[illegible]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ ۲ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ

جب اللہ کی مدد اور فتح آگئی اور تو نے لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے

اَفْوَاجًا ۙ ۳ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○

دیکھ لیا تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس کی حفاظت مانگ وہ رجوع برحمت کرنے والا ہے ۳۶۶۱

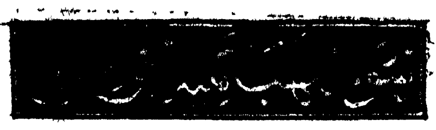
تمہید سورت

اس سورت کا نام النصر ہے اور اس میں تین آیتیں ہیں۔ اور اس نام میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آنحضرت صلعم کو مطابق ان وعدوں کے جو پیشتر سے کئے گئے تھے ملی۔ پچھلی سورت میں چونکہ آخر پر فرمایا تھا لکم دینکم ولی دین اس لئے یہاں اس سورت میں اس نتیجہ کا ذکر کیا جو محمد رسول اللہ صلعم کو ملا اور اگلی سورت میں اس نتیجہ کا ذکر ہے جو اعدائے دین کو ملا یہ سورت بلحاظ نزولِ مقام مکی ہے اور بلحاظ زمانہ مدنی یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور اس کا نزول حجۃ الوداع میں ہوا اسی لحاظ سے اسے مکی سورتوں کے مجموعہ میں شامل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت کا نظارہ

۳۶۶۱ ترمذی اور بیہقی نے ابن عمرؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ سورت رسول اللہ صلعم پر حجۃ الوداع میں ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی۔ اور بخاری میں ابن عباسؓ کی روایت ہے قال اَجَلٌ اَوْ مَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ صلعم نُعِيَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ یعنی اس میں آنحضرت صلعم کی وفات کی خبر دی گئی ہے یا یہ مثال ہے گویا آپ کو اپنی موت کی خبر دی گئی۔ اور ایسی ہی ایک اور روایت ابن عباسؓ سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس میں رسول اللہ صلعم کی وفات کی خبر دی گئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وفات کی خبر وفات کے قریب ہی دی گئی۔ اور روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نزول مکہ میں ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور مکہ میں نزول حجۃ الوداع میں ہی ہو سکتا تھا۔ اس لئے جس نصر اور فتح کی یہاں خوشخبری دی گئی ہے وہ کوئی ظاہری فتح نہیں۔ گو فتح مکہ پر یہ لفظ بالخصوص بولا گیا ہے بلکہ یہ وہی فتح مبین ہے جس کا ذکر سورۂ فتح میں ہے یعنی لوگوں کا اسلام کو قبول کرنا جیسا کہ خود ہی یہاں وضاحت بھی کر دی ہے اور نصر اللہ تعالیٰ کی مدد ہے اور فتح اس کا نتیجہ۔ پس یہاں آنحضرت صلعم کو حکم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا کھلا نظارہ دیکھ لیا اور لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہو گئے یہاں تک کہ ملک عرب میں کوئی مشرک باقی نہ رہا تو اب اللہ کی تسبیح کر جس نے اپنے ان وعدوں کو پورا کیا۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت سے صحیح بخاری میں ہے کہ اس سورت کے نزول کے بعد آپ اپنی ہر نماز میں سبحانک اللّٰھم ربنا وبحمدک اللّٰھم اغفرلی پڑھا کرتے تھے۔

استغفار سے مراد یہاں ان لوگوں کے لئے بھی استغفار ہو سکتا ہے جو آپ کی مخالفت کے بعد اب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ اور یہ فوج در فوج لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا دسویں سال ہجرت کا واقعہ ہے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

ع ۳۶ — تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ ۲

ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوئے اور وہ بھی ہلاک ہوا[۳۶۶۲] اس کا مال اور جو اس نے کمایا تھا اسکے کسی کام نہ آیا

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ ۳ ۴ ۵

وہ جلد شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی عورت چغلخور اسکے گلے میں کھجور کی چھال کا رسہ ہے[۳۶۶۳]

تمہید سورت — اس سورت کا نام اللھب ہے اور تبت بھی کہہ لیتے ہیں اور اس میں پانچ آیتیں ہیں اس میں ان لوگوں کا انجام ہلاکت ہونا بتایا ہے جو عداوت حق میں غضب سے بھر جاتے ہیں۔ اسی کی طرف ابولہب کے ذکر میں اشارہ ہے اور یہ ابتدائی مکی زمانہ کی سورت ہے

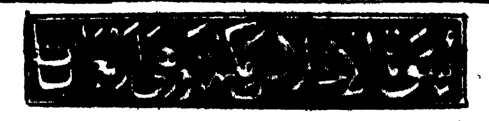
ابولہب — ۳۶۶۲ ابی لھب۔ عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب کی کنیت ابولہب ہے یہ آنحضرت صلعم کا چچا تھا اور مقاتل سے مروی ہے کہ یہ اس کی کنیت اس وجہ سے تھی کہ اس کے رخسارے سرخ تھے اور یا یہ کنایہ جہنمی ہونے سے ہے گویا وہ خود لہب کا باپ ہے جیسے ابوالخیر نیک کو ابوالشر بدکو اخوالحرب جنگ کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ اور یوں شخص معلوم کا ذکر کرکے کنایتہً اسے عام کر دیا ہے (ر) +

صفا کا واقعہ — بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلعم پر یہ آیت نازل ہوئی وانذر عشیرتک الاقربین (الشعراء ۲۶-۲۱۴) تو رسول اللہ صلعم نکلے یہاں تک کہ صفا پر چڑھ گئے اور تب آپ نے (مختلف قبیلوں کو) پکارنا شروع کیا جب سب جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ ایک رسالہ اس پہاڑ کے نیچے سے نکل کر تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو تم میری بات کو سچ مانو گے سب نے کہا ہم نے کبھی تجھ سے جھوٹ نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں عذاب شدید سے ڈراتا ہوں ابولہب نے کہا تبًّا لک ما جمعتنا الا لھذا تو ہلاک ہو تو نے ہمیں صرف اسلئے جمع کیا تھا۔ تب یہ سورت اتری +

آنحضرت نے کبھی جھوٹ نہیں بولا

اور اصل غرض صرف یہ بتاتا ہے کہ جو شخص مخالفت میں ابولہب بنتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں اور وہ ہلاک ہو کر رہے گا۔ اور ید ایمں اشارہ ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ جن سے وہ حق کی دشمنی کا کام کرتا تھا ہلاک ہو جائیں گے اور اور اس شخص کا یہ قاعدہ تھا کہ جب رسول اللہ صلعم حاجیوں میں وعظ کے لئے نکلتے اور توحید کی تبلیغ کرتے تو یہ بھی پیچھے نکلتا۔ اور کہتا کہ یکذاب ہے اور ساتھ ہی پتھر اٹھا اٹھا کر آپ کے پاؤں اور پنڈلیاں زخمی کر دیتا کہ تا آپ چلنے سے رک جائیں اور ابولہب کا ذکر خاص کرنے میں یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ باوجود اس قدر رشتہ داری کے تعلق کے بھی جب حق کی مخالفت اختیار کی تو تباہی سے نہ بچا پس اور کوئی کس طرح بچ سکتا ہے اور ابولہب جنگ بدر کے سات دن بعد وبائی بیماری سے مرگیا اور اسکے گھر کے لوگ بھی اس کے پاس نہ گئے اور آخر حبشیوں سے اٹھوا کر اسے دفن کرا دیا گیا +

۳۶۶۳ حطب حَطَب وہ چیز ہے جو جلانے کے لئے تیار کی جائے اور فلانٌ حَطَبَ بفلان کے معنی ہیں اس کی چغلخوری کی



اور حمّالۃ الحطب میں چغلی سے کنایہ ہے (غ)، اور بخاری میں مجاہد سے ہے کہ حمالۃ الحطب سے مراد چغل خور ہے ٭

جید۔ گردن یا وہ گردن جس میں ہار پہنا ہوا ہو اور عورت کی گردن پر زیادہ بولا جاتا ہے (ل)، مَسَد۔ کھجور کی چھال (غ)

ابولہب کی عورت ام جمیل تھی۔ اور اس کے حمالۃ الحطب ہونے سے مراد اس کی چغل خوری ہے بعض نے ظاہری معنی مراد لئے ہیں یعنی وہ کانٹے وغیرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رستے میں پھینک دیا کرتی تھی تاکہ آپ اندھیرے میں چلیں تو زخمی ہوں اور قتادہ سے ہے کہ بوجہ سخت بخیل ہونے کے وہ خود ایندھن باہر سے اٹھا کر لایا کرتی تھی اور پہلی دونوں صورتوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذا مراد ہے اور مسد کے گردن میں ہونے سے مراد یہاں دوزخ میں زنجیروں کا ہونا لیا گیا ہے اور جید چونکہ زیور والی گردن کو کہتے ہیں اس لئے اشارہ اس کے مال و دولت یا زیورات کی طرف ہے اور لکھا ہے کہ اس کا ہار جواہرات کا تھا اور اس نے قسم کھائی تھی کہ میں اسے محمد صلعم کی عداوت پر خرچ کروں گی اور پیشگوئی کے رنگ میں بھی اس کا انجام ہوا یعنی لکڑی کے گٹھے کا رسہ اس کے گلے میں پڑ گیا اور وہ گلا گھٹ کر مر گئی۔ اور مطلب یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت عداوت حق اسے تباہی کو پہنچا کر چھوڑے گی ٭

جید۔ مسد

ام جمیل اور اس کا انجام

اس سورت کا نام الاخلاص ہے اور اس میں چار آیتیں ہیں اور اس نام میں یہ اشارہ ہے کہ اس میں توحید باری کو ہر قسم کے شرک سے خالص کر کے بیان کیا گیا ہے اور یہ توحید باری پر جامع تعلیم ہے اور ہر قسم کے شرک کی اس میں تردید کی ہے اور اسی لئے اس کا نام اساس بھی ہے کیونکہ توحید اصول دین کی بنیاد ہے اور یہ فی الحقیقت قرآن کریم کی آخری سورت ہے کیونکہ باقی دو دونوں سورتیں پناہ مانگنے کے لئے ہیں اور اس توحید کی جامع تعلیم پر قرآن کریم کو ختم کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ یہی اس کی تعلیم کا لب لباب ہے اور یہ ابتدائی کی سورتوں میں سے ایک ہے ٭

تمہید سورت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

کہو اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہی نہ اس کا کوئی بیٹا ہی اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہی اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ۳۶۶۴

۳۶۶۴ صمد۔ صَمَدَ اِلَیہ کے معنی ہیں قَصَدَ یعنی اس کا قصد کیا اور الصمد وہ ہے کہ حاجات کے وقت اس کا قصد کیا جائے یا وہ سید مطاع جس کے سوائے کسی امر کا فیصلہ نہ ہو یا وہ کہ اس نے سب کو پیدا کیا ہو اور کوئی چیز اس سے مستغنی نہیں (ل)۔

کفوا۔ کفء مرتبہ اور قدر میں کسی چیز کا ہم پلہ۔ اسی سے مکافاۃ ہی جسکے معنی مساوات یا فعل میں مقابلہ ہیں (غ) اور کفء کسی چیز کی نظیر یا اس کے مساوی کو کہتے ہیں اور کفء اور کفوء کے ایک ہی معنی ہیں اور اسی سے نکاح میں مکافاۃ ہی یعنی زوج کا حسب و نسب وغیرہ میں عورت کا ہم پلہ ہونا (ل)۔

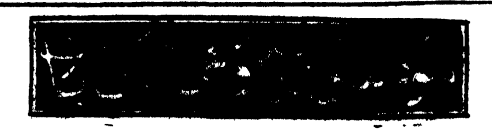
اس چھوٹی سی سورت میں وحدانیت باری تعالیٰ کے سارے پہلوؤں کو شامل کیا ہے اور ہر قسم کے شرک کا ابطال کیا ہی۔ پہلی آیت میں اس کا احد ہونا بیان کیا ہے یعنی وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے اور یوں ہر قسم کے شرک فی الذات او تثلیث وغیرہ کی تردید کی ہی دوسری آیت میں اس کا صمد ہونا بیان کیا ہی یعنی وہ جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہو اور اس لئے سب چیزیں اسکی محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس میں اس غلط خیال کی بھی تردید ہی کہ مادہ اور روح کو اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود بخود ہیں اگر ایسا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ صمد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مادہ اور روح کا محتاج ہوا اور مادہ اور روح اسکے محتاج نہ ہوئے ایسا ہی بت پرست قوموں کے اس عقیدہ کی بھی تردید ہے کہ خدا تک پہنچنے کے لئے بتوں کی ضرورت ہی ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ (الزمر ۳۹-۳) تیسری آیت میں خدا کے باپ یا بیٹا ہونے کی تردید ہی اور یہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے۔ چوتھی میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر ہونے کی تردید ہی جیسے اوتار ماننے والوں کا عقیدہ ہی یا جیسے آتش پرستوں کا عقیدہ ہی کہ خالق خیر خدا کے مقابلہ پر ایک خالق شر ہی۔

پھر ایک اور پہلو سے ہر قسم کے شرک کی یہاں نفی کی ہی کیونکہ شرک یا ذات میں ہو گا جس کی تردید احد میں ہی یا صفات میں ہو گا جس کی تردید صمد میں ہے یا بلحاظ ولد یا والد ہونے کے ہو گا جس کی تردید لم یلد ولم یولد میں کی ہی اور یا افعال میں ہو گا یعنی اس جیسا فعل کوئی دوسرا بھی کر سکتا ہی جس کی تردید لم یکن لہ کفوا احد میں کی ہی یوں تمام پہلوؤں سے اس آخری سورت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو کمال کے رنگ میں بیان کیا ہے اور ہر قسم کے شرک کی جڑ کاٹی ہی۔

صمد

کفوء

توحید کی جامع تعلیم اور شرک کی کامل تردید



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

۱ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ ۲ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ ۳ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝

کہو میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں ہر چیز کی شر سے جو اس نے پیدا کی اور تاریک رات کی شر سے جب تاریکی چھا جائے

۴ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ ۵ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

اور عزیمتوں میں پھونکنے والوں کی شر سے اور حسد کرنے والے کی شر سے جب وہ حسد کرے ۳۶۶۵

لمتیہ سورت

اس سورت کا نام الفلق ہے اور اس میں پانچ آیتیں ہیں اور اس کے نام میں اشارہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ تاریکیوں کو پھاڑ کر روشنی نمودار کرتا اور بیج کو پھاڑ کر درخت بناتا ہے اسی طرح اس شخص کے لئے ظلمتوں میں سے روشنی نکالتا اور اس کے کام کو کامیاب کرتا ہے جو اس کی پناہ میں آتا ہے وہ آیت جس کی تعمیل میں یہ دونوں سورتیں بطور دعا سکھائی گئی ہیں یعنی فاذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم (النحل ۱۶۔ ۹۸) مکی ہے اس لحاظ سے یہ سورتیں مکی ہونی چاہئیں تھیں مگر مفسرین نے ان ہر دو سورتوں کو مدنی قرار دیا ہے اور روایات اسی بات کو صحیح ٹھہراتی ہیں ان دونوں سورتوں کا قرآن کریم کے خاتمہ پر رکھا جانا اسی آیت کریمہ کے منشاء کے مطابق ہے +

وقب

۳۶۶۵ وقب۔ وَقَبَتِ الشَّمْسُ کے معنی ہیں سورج ڈوب گیا اور یہاں وَقَبَ سے مراد اس کا غائب ہونا ہے (غ)

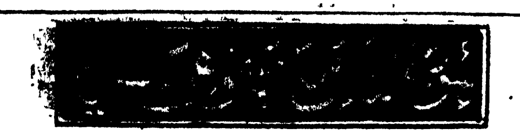
نفث

نفّٰثٰت۔ نَفْثٌ۔ تَفْل سے کم ہے یعنی تَفْل میں کچھ تھوک بھی ساتھ ہوتا ہے اور نفث۔ نفخ کی طرح ہے۔ منتر پڑھنے والے کے متعلق کہا جاتا ہے نفث الراقی۔ اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان رُوحَ القُدُسِ نفث فی رُوعی جس سے مراد ہے کہ روح القدس نے مجھے وحی کی یا میرے دل میں ڈالا اور افتتاح صلوٰۃ میں جو دعا میں آتا ہے۔ اللھم انی اعوذ بک من الشیطان الرجیم من ھَمْزِہٖ و نَفْثِہٖ ونَفْخِہٖ۔ تو نفث سے مراد یہاں شعر ہے اور شعر کو نفث اسلئے کہا گیا ہے کہ انسان اسے اپنے منہ سے پھونکتا ہے جس طرح منتر کو پڑھ کر پھونکتا ہے اور نفاثات سے مراد سواحر ہیں اور ھو ینفث علیّ غَضَبًا یعنی گویا وہ شدت غضب سے پھنکارتا ہے (ل) +

عقدۃ

عُقَد۔ عُقْدَۃ کی جمع ہے اور یہ اس کا نام ہے جو مضبوط باندھ لیا جائے نکاح ہو یا قسم یا اور کچھ۔ لا تعزموا عقدۃ النکاح (البقرۃ ۲۔ ۲۳۵) اور عُقْدَۃ روک کو بھی کہتے ہیں واحلل عقدۃ من لسانی اور ساحرہ جو گانٹھ دیتی ہے اسے بھی عقدۃ کہا جاتا ہے اور اس کی اصل عزیمت سے ہے اس لئے اسے عزیمت بھی کہا جاتا ہے (غ) اور حدیث دعا میں ہے لک من قلوبنا عُقْدَۃ الندم جس سے مراد ندامت پر عزم کا پختہ کر لینا ہے اور ایک اور حدیث میں ہے لا اَحُلُّ عقدۃ جہاں عقدۃ کے معنی عزم ہیں اور ہر شئے کا عُقْدَۃ اس کا اِبرام یعنی پختہ یا محکم کر لینا ہے (ل) +

اس سورت میں چار چیزوں سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی ہے اول ہر چیز کی شر سے جو اللہ نے پیدا کی ہے

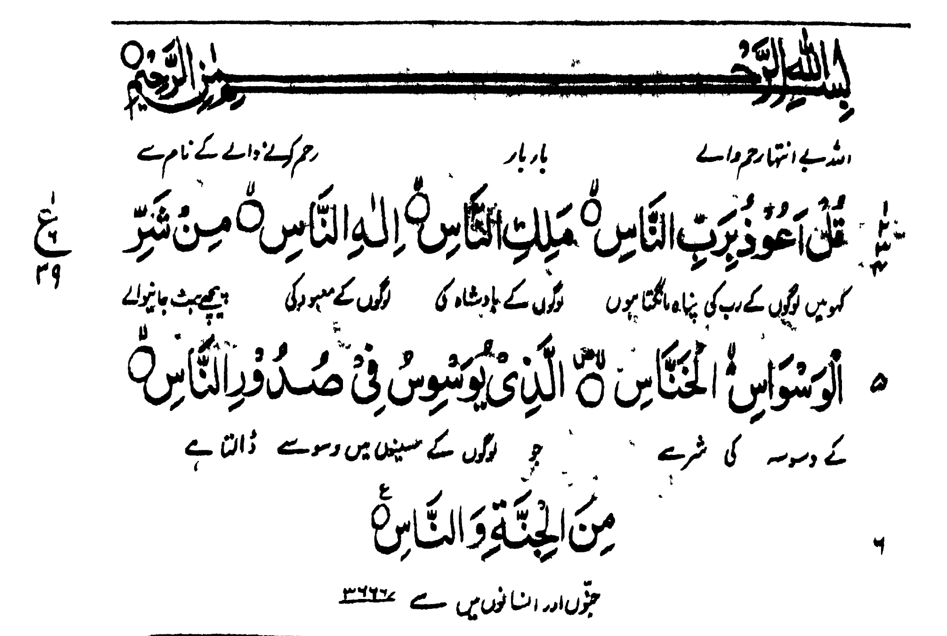


کیونکہ ہر چیز انسان کے نقصان کا موجب بھی ہو سکتی ہے اور نفع کا بھی گو بذات خود اس میں کوئی برائی نہ ہو مثلاً آگ یا پانی انسان کے نفع کا موجب بھی ہیں اور ان سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ دوسرا اندھیرے سے پناہ مانگنے کو فرمایا کیونکہ تاریکی میں ہر قسم کے مصائب ہوتے ہیں اور یہاں بالخصوص ان تاریکیوں کی طرف اشارہ ہے جو کسی کام کی ابتدا میں انسان کے سامنے ہوتی ہیں ہر کام کی ابتدا میں اور اسی طرح تبلیغ حق کی ابتدا میں چاروں طرف تاریکی اور ظلمت کا سامنا ہوتا ہے گویا پہلا مرحلہ ہے اور تاریکی سے پناہ چاہی ہے گویا روشنی مانگتا ہے جب انسان کے سامنے رستے کھل جاتے ہیں اور انسان ایک کام کیلئے اپنا عزم پختہ کر لیتا ہے تو پھر ایک اور قسم کی مشکلات کا مقابلہ ہوتا ہے یعنی اس کام میں رکاوٹ ڈالنے والے پیدا ہو جاتے ہیں جن کو یہاں نفاثات فی العقد سے تعبیر کیا ہے اس کے اگر مشہور معنی بھی لئے جائیں تو اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جادو ٹیچ کوئی ایسی چیز ہے جس سے کام میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے بلکہ یہ دھوکہ باز لوگوں کی کارروائیوں کی طرف اشارہ ہے اور اصل یہ ہے کہ نفاثات سے مراد نفث کرنے والی جماعتیں ہیں فالنفاثات صفة للنفوس (د) اور نفث کے معنی میں وسعت ہے دل میں خیالات ڈالنا یا غضب وغیرہ سے پھونکیں مارنا اس کے اندر شامل ہے اور عقدۃ کے معنی عزم یا استحکام امر ہیں گویا یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو انسان کے عزم کو اپنی پھونکوں سے برباد کرنا چاہتے ہیں یہ رکاوٹ دوسرے مرحلہ پر پیش آتی ہے اور جب انسان اس مرحلہ سے بھی گزر جاتا ہے اور کامیابی ظاہر ہوتی ہے تو پھر حاسد پیدا ہوتے ہیں اس لئے تیسرے مرحلہ پر جو آخری مرحلہ ہے حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا ارشاد فرمایا اور رب الفلق کی پناہ مانگنے کو اس لئے کہا کہ فلق صبح کو کہتے ہیں جب تاریکی پھٹ کر روشنی نمودار ہوتی ہے اور اسی لفظ سے فالق الحب والنوٰی بھی ہے جو دانہ اور گٹھلی کو پھاڑ کر ایک درخت بناتا ہے گویا اللہ تعالیٰ کی اس ربوبیت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جس طرح وہ تاریکی کو پھاڑ کر روشنی عطا کرتا ہے اور گٹھلی کو پھاڑ کر درخت بناتا ہے اسی طرح پناہ مانگنے والے کے کام سے ہر قسم کی رکاوٹوں کو دور کرے ظلمت کو پاش پاش کر کے روشنی نکالے اور اس کے امر مخفی کو جو ایک بیج سے شباہت رکھتا ہے ترقی دے کر ایک درخت بنائے اور سب سے بڑھکر اس دعا کی ضرورت تبلیغ حق میں ہے +

ہر امر کی ترقی کے مختلف مراتب اور ان میں حفاظت الٰہی کی ضرورت

تمہید سورت

اس سورت کا نام الناس ہے اور اس میں چھ آیتیں ہیں اور اس کے نام میں یہ اشارہ ہے کہ سب لوگوں کا حقیقی تربیت کرنے والا حقیقی بادشاہ۔ اصل محبوب صرف ایک خدا ہے اور اسی رب بادشاہ محبوب کی پناہ میں رہنا چاہئے۔ اس سورت پر قرآن شریف کا خاتمہ ہوتا ہے نزول اس کا اور اس سے پہلی سورت کا ایک ہی وقت میں ہوا اور یہ ایک دوسرے کے مضمون کی تکمیل کرتی ہیں +



۳۶۶۶ اس سورت میں پہلی سورت کے مضمون کی تکمیل ہو مگر یہاں صرف ایک چیز سے پناہ مانگنے کی دعا ہو یعنی خناس کے وسوسہ کی شرارت سے۔ اس کو پچھلی سورت سے الگ کرکے بتایا ہو کہ شیطان کا وسوسہ سب سے زبردست چیز ہے جو انسان کو خیرات سے محروم کردیتی ہو۔ اور یہاں شیطان کو خناس کہا ہو یعنی پیچھے ہٹ جانیوالا۔ جس کے لئے دیکھو نمبر ۲۵۵ اور شیطان جو وسوسہ اندازی کرتا ہو تو پیچھے ہٹ کر ہی کرتا ہو علی الاعلان مقابلہ پر آکر نہیں کرتا۔ اور یہاں پناہ مانگنے کے لئے لفظ بھی زبردست رکھے ہیں رب۔ ملک۔ اِلٰہ۔ ربّ پرورش کرنے والا ملِک حکومت کرنے والا۔ اِلٰہ مطلوب اور محبوب حقیقی۔ اور شیطان کا وسوسہ تین رنگوں میں ہی ہوتا ہو کبھی ربوبیت کے رنگ میں کہ انسان خدا کے سوائے دوسرے کو اپنا پرورش کرنے والا سمجھ لیتا ہو کبھی حکومت کے رنگ میں کہ انسان اپنے اوپر دوسرے کی حکومت کو سمجھ کر اس قدر اس کے آگے جھک جاتا ہو کہ خدا کو بھول جاتا ہو اور کبھی محبوبیت کے رنگ میں کہ انسان دوسری چیزوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہو مال کو عورت کو بیٹوں کو عزت کو شہرت کو۔ پس یاد دلایا ہو کہ سب کا تربیت کرنے والا ایک ہو سب پر بادشاہ بھی ایک ہو سب کا محبوب حقیقی بھی ایک ہو۔ پس ان تینوں راہوں سے وسوسہ شیطانی سے اپنا بچاؤ کرو یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وسوسہ اندازی کا کام جنّ بھی کرتے ہیں اور انسان بھی +

شیطان کا وسوسہ تین رنگوں میں

یہ دونوں سورتیں مُعَوَّذَتَین کے نام سے موسوم ہیں۔ اس لئے کہ ان میں ہر قسم کی برائیوں سے پناہ مانگنے کا طریق بتایا ہے اور یہ ایک دوسرے کے مضمون کی تکمیل کرتی ہیں۔ اور یہودی کے سحر کے وقعہ کے متعلق ان کا نازل ہونا صحیح نہیں اور گو یہ روایت بخاری اور مسلم میں ہو کہ آنحضرت صلعم پر ایک یہودی کے سحر کا اثر ہوگیا تھا۔ مگر یہ قرآن کریم کی نص صریح کے خلاف ہو اس لئے کہ مسحور آپ کو کفار کہتے تھے۔ اور یہ بات کہ آپ خیال کرتے تھے کہ آپ نے ایک فعل کیا ہو اور وہ نہ کیا ہو تا کسی طرح قابل قبول نہیں۔ اتنا بڑا واقعہ گروہ کثیر کے علم میں آتا اور اسکی روایت کرنیوالے بھی بہت ہوتے حالانکہ یہ روایت صرف ایک ہی راوی کی ہو اور ایسے واقعہ کے متعلق جسے نہ قرآن شریف قبول کرتا ہو نہ عقل صحیح اس کو تسلیم کرسکتی ہو ایک آدمی کی روایت کچھ وقعت نہیں رکھتی +

آنحضرت کے مسحور ہونے کی غلط روایت

اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ وَاجْعَلْهُ لِیْ

اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًی وَّرَحْمَةً اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ

مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِیْ

حُجَّةً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

ضمیمہ (۱) لغات قرآن

اس فہرست میں حوالجات نوٹوں کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات نوٹوں کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالہ جات نوٹوں کے ہیں۔

خطف - خليفة	اختلاف - خيانة	خائن - دخول	مدخل - دُلوك
خطف - اختطاف -	۴۵ - ۲۳۴۳ - اختلاف	خائن - خوّان - ۲۲۶ - ۷	مُدخل - ۶۲۷۴ - مُدّخل
تخطّف - ۱۲۲۷ -	۲۰۲ - ۲۱۴ - ۱۵۱۸ - مُخلّف	خائنة - ۷۹۹ -	۱۳۰۷ -
خطو - خطوة - ۲۰۶ -	۱۳۲۹ - خالف - ۱۳۳۱ -	خوی - خاوية - ۲۳۴ -	دخن - دخان - ۲۹۳۰
خفّ - خفّف - استخفّ	خِلف - ۱۳۲۹ - اخلاف	خاب - خائب - ۵۱۳ -	۳۰۲۷ -
خفيف - ۱۷۷۰ - خفاف	۲۶۹۸ - خلفة - ۲۳۹۲	خير - ۱۳۷ - ۲۲۰ - ۲۷۴	درّ - مدرار - دُرّی -
۱۲۹۴ -	خلق - ۳۳ - ۷۷ - ۱۳۵ -	۱۴۹۳ - ۲۱۵۳ - ۲۳۳۷	۹۰۶ - ۲۳۳۱ -
خفت - تخافت - ۱۸۸۹	۴۳۱ - ۱۱۰۷ - ۲۹۴۴ -	۲۸۳۸ - ۲۸۵۱ - اختيار	درء - تدارء - ۹۰ - ۵۶۴ -
خفض - خافضة - ۱۶۱۱ -	خلاق - ۱۳۵ - خُلُق	مختار - ۲۰۵۰ - ۲۵۳۳ - خيرات - ۲۸۵۱ - ۳۲۶۵ -	درج - استدراج -
خفی - اخفاء - ۱۶۰۴ -	۱۳۵ - ۲۹ - ۲۴۴ - اختلاق	خيرة - ۲۵۳۳ -	۱۱۸۳ - درجة - ۲۹۴ -
۲۰۵۱ - استخفاء - مستخفی	۲۴۲۹ - مخلقة - ۲۲۰۰ -	خيط - خياط - ۲۳۵ -	۵۵۶ - ۱۱۸۳ - درج
۱۶۰۴ - خفیّ - ۱۹۷۴ -	خلا - ۲۶ - ۱۶۹ - ۵۲۸ -	خيل - ۳۸۵ - ۱۶۲۱ - ۱۸۵۲ -	۷۵۵ - ۹۹۴ -
۲۹۷۷ - اخفی - ۲۰۶۴ -	خمد - خامد - ۲۱۳۷ -	تخييل - ۲۰۸۲ - مختال	درس - ۷۰ - ۹۹۶ -
خلّ - خُلّة - خليل - خِلال	خمر - خمار - ۲۸۱ - ۲۳۲۳ -	۶۵۶ -	درك - ادراك - تدارك
خلال - ۳۲۸ - ۷۴۰ - ۱۲۹۰	خمص - مخمصة - ۸۸۷ -	خام - خيمة - ۳۲۶۶ -	۷۵۵ - ۹۹۴ - ادّرك -
خليل - ۳۰۱۸ -	۱۳۶۰ -	**باب الدال**	۹۹۴ - ۲۴۸۵ -
خلد - ۲۶ - خالد - ۱۳۹	خمط - ۲۶۸۷ -	دأب - دائب - ۳۸۱ -	دری - ادری - ۱۳۸۱ -
۲۱۳۱ خلود - ۲۱۵ - ۱۵۰۶	خنزر - خنزير -	۱۵۴۷ -	دسّ - ۱۷۵۲ -
۲۱۳۱ - خلد - اخلاد - ۱۱۷۷	خنس - خانس - خنّاس	دبّ - دابّة - ۲۰۲ - ۱۴۴۳	دسی - ۱۷۵۴ -
۲۱۵۲ - مُخلّد - ۳۲۲۷ -	۳۵۵۰ -	۱۶۴۵ - ۱۶۷۴ - ۲۷۲۸	دسر - دسار - ۳۲۲۷ -
خلص - استخلص - ۱۵۰۴ -	خنق - منخنقة - ۷۸۴ -	دبر - تدبّر - تدبير - ادبار	دعّ - ۳۱۷۵ -
اخلص - ۲۰۰۹ - ۲۸۵۰ - مخلِص	خور - خوار - ۱۱۵۵ -	۷۰۲ - ۲۶۱۶ - دابر - ۹۴۴	دعا - ادّعاء - ۲۷۵۵ - دعی
مخلَص - ۱۶۴ - ۲۰۰۹ - خالصة	خوض - ۷۴۹ - ۹۶۱ -	دُبُر - ۷۰۲ - ۲۶۶ - ۹۴۴ -	دعوة - ۲۶۲۸ - دعاء
۲۸۵۰ - خالص - ۱۶۴ - ۲۸۵۰	۱۳۱۵ - ۱۴۱۲ -	دثر - تدثّر - مدّثّر - ۳۴۶۹	۲۰۸ - ۲۱۰۳ - داعی - ۲۱۰۳
	خوف - ۵۹ - ۶۵۲ -	دحر - دحور - مدحور	دعوی - ۲۷۵۵ -
خلط - اختلاط - ۲۰۳ -	۱۲۴۵ - ۱۶۴۳ - ۱۹۵۱	۱۰۶۰ -	دفء - ۱۶۱۹
۱۳۸۸ - مخالطة - ۲۰۳	تخويف - تخوّف -	دحض - ادحاض -	دفع - مدافعة - ۳۲۲
خليط - ۲۰۳ - ۱۳۸۸ -	۱۶۴۳ - خيفة - ۱۲۰۰	داحضة - ۱۹۳۴ -	۵۶۰ -
خلع - ۲۰۴۹ -	خول - خالة - ۶۳۴ -	مدحض - ۲۸۰۴ -	دفق - دافق - ۳۵۷۷ -
خلف - ۱۱۵۰ - ۱۱۶۲ - ۲۳۴۴	خوّل - تخويل - ۹۸۵ -	دخو - ۳۵۳۹ -	دكّ - دكاء - ۱۹۲۵
خلّف - ۱۳۲۹ - ۱۳۵۰	خان - اختيان - ۲۳۴ -	دخر - داخر - ۱۶۴۴ -	دلّ - دليل - ۲۳۷۸ -
استخلف - ۲۳۴۳ - خليفة	خيانة - ۲۳۴ - ۲۳۶ - ۷	دخل - دخول - ۱۶۷۹	دلك - دُلوك - ۱۸۶۵ -

اس فہرست میں حوالجات نوٹوں کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالہ جات نوٹوں کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات نوٹوں کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات نوٹوں کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات نوٹوں کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالہ جات نمبروں کے ہیں

اس فہرست میں حوالجات نزولوں کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات نوٹوں کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات نوٹوں کے ہیں۔

محو - مسخ	مسد - ملك	ملك - مید	میر - نحل
محو-۱۸۱۱-	مسد-۳۶۶۳-	مُلِك-۳-۳۱۵-۲۰۹۲-	میر-مار-۱۵۶۱-
محز-ماحزة-۱۷۲۴-	مسك-امساك-۲۹۵-	مالك-۳-۳۰۲۰-ملكوت	میز-تمییز-۴۷۵-امتاز
مخض-مخاض-۱۹۹۰-	۲۲۴۲-استمساك-۳۳۱	-۳۹۷	تمیّز-۲۷۵۶-
مدّ-۲۹-۱۷۱۱-إمداد	مِسك-۳۵۲۲-	ملی-املاء-۳۶-۳-۵۷۳ ۳۰۸۸-ملّی-۳-۵۷۳-	میکال-۱۲۲-
۱۱۹۷-مُدّة-۱۷۱۱-	مسو-إمساء-۲۵۸۳-	مِن-۳۱۸-۳۴۱-۳۴۷-	میل-مال-۳-۷۴۳-
۱۹۷۱-مِداد-۱۹۷۱-	مشج-امشاج-۳۵۰۰-	۳۸۰-۴۸۱-۲۸۳۵-۳۴۳۴	**باب النون**
مدن-مدینة-۱۵۳۳-	مشی-۳۴۰۱-	مَنّ-۸۱-۳۳۷-۲۸۴۵-	ن-۳۳۹۸-
مرّ-مَرّة. مِرّة-۳۱۹۶-	مصر-۹۰-	مِنّة-۳۳۷-ممنون-	نأی-۹۲۷-۲۹۵۰-
مستمر-۳۲۲۲-مُرّ	مضغ-مضغة-۲۲۰۰-	۲۹۲۸-منون-۲۹۲۸-	نبأ-۴۲۱-۲۵۳۲-إنباء-
-۳۲۳۵	مضی-مضیّ-۲۷۵۸-	-۳۱۸۰	۵۰-نبیّ-نُبوّة-۹۱-۲۰۹
مرأ-مریٔ-۲۰۷-امرء	مطر-امطر-۱۱۱۸-	منات-۳۲۰۶	نبت-نبات-انبات-۴۱۱
امرأة-۳۱۷۶-	مطی-تمطّی-۳۴۹۷-	منع-منّاع-۷۵۰-	نبذ-۱۲۶-انتبذ-۱۹۸۳-
مرت-ماروت-۱۳۰۰-	مع	منی-امنیة-۱۰۲-تمنّی	نبز-تنابز-۳۱۲۴-
مرج-مارج-مرجان-	معز-۱۰۲۶-	۱۰۲-۶۴۸-۲۲۳۷-	نبط-استنباط-۷۰۳-
۲۳۸۶-مریج-۳۱۳۲-	معن-ماعون-۳۶۵۶-	ما-۱۱۳-۴۳۵-۵۵۱-	نبع-ینبوع-۱۸۷۶-
مرح-۱۸۳۲-۲۹۲۱-	معی-أمعاء-۳۰۷۸-	-۲۷۹۴-۲۸۸۵-	نتق-۱۱۷۳-
مرد-مارد-مرید-۷۳۴	مقت-۶۳۳-	موت-۷۹-۴۳۴-۵۲۷-	نثر-منثور-۲۳۶۵-
۱۳۴۲-ممرّد-۲۴۷۶-	مك-مکّة-۴۸۴-	۱۰۱۰-۱۶۴۶-امات-۳۴۳	نجد-۳۶۰۳-
مرض-مریض-۲۲-۲۲۵	مکث-۱۸۸۷-	میّت-۷۹-۴۳۴-۱۰۱۰	نجس-۱۲۷۹-
مرو-مَروة-۱۹۷-	مکر-۴۴۳-۱۲۲۹ب-	میتة-۲۱۰۰-	نجل-انجیل-۳۷۰۰-
مری-مِریة-امتراء-۱۸۴	-۱۳۸۶-۱۵۳۴-	موج-۱۹۶۶-	نجم-۳۱۹۲-
مراء-تماراۃ-۱۹۰۸	مکن-مکّن-۹۰۶-۱۵۲۸	مَوْر-۳۱۷۴	نجی-نجاة-۷۲-۲۰۱۰-
-۲۹۶۳	۱۹۵۴-مکین-۱۵۵۴-	موسی-۷۴-	مناجاة-تناجی-۷۳۱
مریم-۱۱۱-	مکا-مُکاء-۱۲۲۹	ماه-ماء-۱۴۴۴-	نجیّ-۱۵۷۳-۲۴۱۰-نجوی
مزج-مزاج-۳۵۰۱-	ملّ-مِلّة-املال-۱۵۲	مهد-۲۶۵-۲۲۶-مهاد-	-۷۳۱-۱۵۷۳-۱۸۳۹-
مزق-ممزّق-۲۶۷۹-	-۳۶۰	۲۶۵-۳۵۲۰-	نحب-۲۶۴۲-
مزن-۳۲۸۳-	ملأ-۳۱۵-۳۱۴۶-امتلاء	مهل-امهال-۱۹۱۴-	نحت-۱۱۱۱-
مسّ-۳۰۵-۳۵۱-۳۲۸۶	۳۱۴۶-ملأ-۴۸۰-	مها-۱۱۴۲-	نحر-۳۶۵۸-
مساس-۲۰۹۷-	ملح-۱۳-۲۷۱۲	مهن-مهین-۳۰۰۸-	نحس-نحاس-۲۹۳۴
مسح-۶۶۴-مسیح-۴۲۴-	ملق-املاق-۳۳-۱۰-	مید-مائدة-۵۰۹-ماد	-۳۲۵۲
مسخ-۲۷۵۸-	مُلك-۱۲۷-۱۳۹-۳۹۷-	-۱۷۲۵	نحل-نحلة-۶۰۷-

اس فہرست میں حوالجات نوٹوں کے ہیں۔

نكس - واو	باب الواو	ورث - وصل	وصي - وقع
-۲۱۹۶	وأل-موئل-۱۹۳۶-	۵۷۶-۱۰۸۳-تراث-۳۵۹۷	وصی-وصیة-۱۶۷۰-وصّی
نكص-۲۲۸۱-	وبر-۱۷۷۰-	ورد-اورد-وارد-مورود-	تواصی-۳۱۷۰-
نكف-استنكاف-۷۷۶	وبق-موبق-۱۹۳۲-	۵۰۰-۲۰۲۳-۲۰۳۴-وردة-	وضع-۴۸۴-۱۹۲۹-أوضع
نكل-نكال-تنكيل-۵۰۹-۵۰۷	وبل-وبال-وابل-وبيل	۳۲۵۳-وريد-۳۱۳۷-	۱۲۹۸-موضع-۶۶۶-
انكال-۳۴۶۴-	-۳۴۰	ورق-۱۰۶۴-۱۹۰۶-	وضن-موضونة-۳۲۷۵
نمّ-نميم-۳۴۰۱-	وتد-۲۶-۲۸-۳۵۲۰-	ورى-۷۰۰-۳۴۰-۳۶۴-وارى	وطئ-موطئ-مواطاة-
نمرق-نمرقة-۳۵۸۹-	وتر-۳۰۹۳-تترى-۲۲۶۹	۳۷۰-۸۱۶-توارى-۸۱۶-	۱۳۶۰-۳۴۶۱-
نمل-املة-۵۰۶-نملة	وتن-وتين-۳۴۲۲-	۱۷۵۲-وراء-۸۱۶-۱۳۸۲	وطر-۲۶۵۶-
-۲۴۵۹	وثق-اوثق-واثق-ميثاق	تورية-۳۷۰-موريات-۳۴۰	وطن-موطن-۱۲۷۷-
نوء-ناء-۶۳۵۳-	۴۹۷-وثاق-۳۰۷۲-	وزر-وازرة-۹۳۱-۱۰۴۴	وعد-وعيد-۳۴۴-واعد
نوب-اناب-منيب-۵۸۵-۱۴	وثن-۲۲۲۰-	اوزار-۱۰۴۴-۳۰۷۲-	۷۴-موعد-۱۹۲۸-
نوح-۴۰۵-۱۱۰۱	وجب-۲۲۲۶-	وزير-۲۰۵۸-	وعظ-موعظة-۹۵-۵۲۲
نور-نار-۱۹۴-نور-منير	وجد-۲۳۷۱-	وزع-أوزع-۲۴۵۸-	وعى-ايلاء-وعاء-۱۵۷۰-
۵۸۰-۱۶۳۵-۲۳۳۰-	وجس-اوجس-۱۴۸۱	وزن-موزون-۱۰۵۰-	۳۵۷۱-
نوش-تناوش-۲۷۰۶-	وجف-اوجف-واجفة-۳۳۱۹	ميزان-۱۱۲۰-۲۱۶۱-	وفد-۲۰۳۳-
نوص-مناص-۲۸۱۹-	وجل-۱۲۰۳-	۲۹۶۲-۳۲۴۰-	وفر-موفور-۱۸۵۱-
نوق-ناقة-۱۰۲۷-	وجه-۱۴۴-۷۶۶-۱۸۰۷-	وسط-۱۷۸-۳۶۴-وسطى	وفض-ايفاض-۳۴۳۵
نول-نيل-تناول-۱۳۶۰	۱۹۱۳-۲۱۰۵-۲۵۴۴-وجهة	اوسط-۳۰۷-۸۷۰-	وفق-توفيق-۶۸۰-وفاق
-۲۲۲۷	۱۸۵-وجيه-۴۲۵-وجه النهار	وسع-۳۶۴-سعة-واسع	۶۵۴-۳۵۲۴-
نوم-منام-۲۸۸۰-	-۴۶۳	۱۴۷-موسع-۳۱۶۸-	وفى-توفّى-۳۰۳-۴۴۴
نون-ذوالنون-۲۱۸۰-	وحد-احد-واحد-۱۷۱-۲۰۱	وسق-اتّساق-۳۵۷۰-	۱۹۷-۹۵۵-۲۸۸۰-
نوى-نواة-۹۸۶-	وحش-۳۵۴۹	وسل-وسيلة-۸۲۰-۱۸۴۶-	استيفاء-توفية-۳۰۳-
نهج-منهاج-۸۳۴-	وحى-۷۶۸-۸۸۹-۱۰۰۲	وسم-متوسّم-سيما-۱۷۰۴-	وقب-۳۶۶۵-
نهر-۳۹-۳۱۸-۱۸۲۱	ودّ-۱۳۷-۱۴۹۷-ودود-۱۴۹۷	وسن-سنة-۳۲۹	وقت-ميقات-۲۳۹-
۳۶۱۷-نهار-۲۰۲-۳۱۸	ودّ-۳۲۴۹-	وسوس-۱۰۶۲-	وقّت-۳۵۱۳-وقد
-۱۵۱۱	ودع-مستودع-۹۸۹-۱۴۴۳	وشى-شية-۹۷-	ايقاد-استيقاد-وقود
نهى-انتهى-۲۴۵-۹۵۲	ودّع-۳۶۱۵-	وصب-واصب-۱۷۴۸-	-۳۵۷۳
نهى-۲۰۷۳-	ودق-۲۳۳۷-	وصد-وصيد-۱۹۰۵-	وقذ-موقوذة-۷۸۴-
باب الواو	ودى-دية-وادى-۱۴۷۰	وصف-۱۰۲۳-۲۲-۳۰۱	وقر-وقار-توقير-۹۲۶
و-۵۰۰-۶۸۴-۲۷۲۹-	وذر-۳۰۳-۱۰۰۰	وصل-وصيلة-۸۸۲-	-۳۰۹۹
وأد-موؤدة-۳۵۴۹-	ورث-وارث-ميراث-	وصّل-۲۵۲۳-	وقع-واقعة-۲۲۴۲-

فہرست مضامین تفسیر بہ ترتیب حروف تہجی

یعنی

انڈکس

نوٹ - حوالجات فہرست ہذا اکثر صورتوں میں اس صفحہ کے حاشیہ پر مل جائیں گے جس کا حوالہ دیا گیا ہے - جہاں قریب قریب خلاصہ حاشیہ پر نہ ہو تو جن نمبروں کے اوپر خط ہے اُنکے لئے صفحہ کے اوپر کی تہائی دیکھو - جن کے نیچے خط ہے ان کے لئے صفحہ کے نیچے کی تہائی باقی کے لئے درمیانی حصہ۔

الف

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں -

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں۔

ک

گ

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں۔

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں۔

ن

اس فہرست میں حوالجات صفحات کے ہیں۔

تمت بالخیر

نعم المولیٰ و نعم النصیر